مُقَدِّمَہ

ان الحمد لله نحمده و نستعينه و نستغفره و نتوب اليه و نعوذ بالله من شرور انفسنا و من سيئات اعمالنا ،من يهده الله فلا مضل له و من يضلل فلا هادى له واشهد ان لا اله الا الله وحده لا شريك له، واشهد ان محمداً عبده و رسوله .

﴿يا ايها الذين آمنوا اتقوا الله حق تقاته ولا تموتن الا وانتم مسلمون﴾ (آل عمران/ ١٠٢) اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے اتنا ڈرو جتنا اس سے ڈرنا چاہئے اور دیکھو مرتے دم تک مسلمان ہی رہنا۔

﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُواْ رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُم مِّن نَّفْسٍ وَاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالاً كَثِيراً وَنِسَاء وَاتَّقُواْ اللّهَ الَّذِي تَسَاءلُونَ بِهِ وَالأَرْحَامَ إِنَّ اللّهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيباً﴾ (نساء: ١) اے لوگو! اپنے پروردگار سے ڈرو جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور اسی سے اس کی بیوی کو پیدا کر کے ان دونوں سے بہت سے مرد اور عورتیں پھیلا دیں اس اللہ سے ڈرو جس کے نام پر ایک دوسرے سے مانگتے ہو اور رشتے اور ناطے توڑنے سے بھی بچو بے شک اللہ تعالیٰ تم پر نگہبان ہے۔

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَقُولُوا قَوْلاً سَدِيداً يُصْلِحْ لَكُمْ أَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَمَن يُطِعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ فَازَ فَوْزاً عَظِيماً﴾ (احزاب: ٧٠-٧١) اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور سیدھی سیدھی سچی باتیں کیا کرو تا کہ اللہ تعالیٰ تمہارے کام سنوار دے اور تمہارے گناہ معاف فرما دے اور جو بھی اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) کی تابعداری کرے

گا اس نے بڑی مراد پالی۔

امابعد: "فان خير الحديث كتاب الله وخير الهدىٰ هدى محمد (ﷺ) وشر الامور محدثاتها وكل محدثة بدعة وكل بدعة ضلالة وكل ضلالة فى النار "
(ابو داؤد، نسائی ، ابن ماجه)

میرے محترم اسلامی بھائیو!

اس میں کوئی شک نہیں کہ دین میں تفقہ سب سے افضل عمل ہے وہ اللہ کی ذات اس کے اسماء و صفات اس کے افعال اس کے دین و شریعت اور اس کے انبیاء و رسل کی معرفت کا نام ہے اور اس کے مطابق اپنا ایمان و اعتقاد اور قول و عمل درست کرنے کا نام ہے۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے:

"من يرد الله به خيراً يفقهه فى الدين "(متفق عليه) اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ بھلائی کرنا چاہتا ہے اس کو دین کی سمجھ دیتا ہے۔

ایک مؤمن دوسرے مؤمن کے لیے ایک عمارت کی طرح ہے جس کی ہر اینٹ دوسری اینٹ کو مضبوط کرتی ہے، آج شرک و بدعت عام ہو چکی ہے، معاشرے میں بیماریاں پھیلتی جا رہی ہیں، جہالت کا دور دورہ ہے ایسے وقت میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ انجام دینا انتہائی ضروری ہے چنانچہ میرے دل میں یہ خواہش پیدا ہوئی کہ میں اس واجب کو ادا کروں اور اپنے ان بھائیوں کے ساتھ شریک ہو جاؤں جو دین پھیلانے کا کام کر رہے ہیں، میرا مقصد اللہ کی رضا حاصل کرنا اور لوگوں کی اصلاح کرنا ہے ہو سکتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کتاب کے ذریعے ایک طالب علم کو دین کی سمجھ عطا کرے، ایک جاہل کو سکھا دے، ایک نافرمان کو توبہ کی توفیق دے، ایک گمراہ شخص ہدایت پالے، ایک سنگ دل نرم پڑ جائے۔

اللہ کا شکر ہے کہ اس نے مجھے اس کی توفیق دی اور اسے اپنے فضل و کرم سے ہمارے لیے آسان بنایا میں نے توحید و ایمان، اخلاق و آداب ذکر و دعا اور احکام وغیرہ موضوعات پر لکھی گئی مختلف کتابوں اور مراجع و مصادر سے استفادہ کر کے اس کتاب کو تیار کیا ہے۔

اس کتاب میں قرآنی آیات اور صحیح حدیثیں نقل کی گئی ہیں اور فروعی مسائل میں صرف ایک ہی

قول صحیح وراجح سمجھ کرنقل کیا گیاہے تاکہ پڑھنے والے کے لیے سمجھنا آسان ہواور مبتدی آسانی سے اپنا مطلوب پالے ہم نے اس کتاب کومختصر اوراس کے اسلوب کوآسان بنانے کی کوشش کی ہے تاکہ عالم اور مبتدی دونوں کم وقت میں تھوڑی کوشش سے اس سے فائدہ اٹھاسکیں یہ کتاب اٹھانے میں ہلکی اور حجم میں متوسط ہے لیکن معلومات سے بھری ہوئی ہے، اس سے عابد اپنی عبادت کے لیے واعظ اپنی وعظ کے لیے مفتی اپنے فتویٰ کے لیے معلم اپنی تدریس کے لیے قاضی اپنے فیصلے کے لیے تاجر اپنے معاملات کے لیے اور داعی اپنی دعوت کے لیے فائدہ اٹھاسکتا ہے۔ فللہ الحمد والمنة وهو المحمود اولا وآخراً .

اس کے عام اصول اور فروعی مسائل کو میں نے فقہا کی مفصل اور مختصر کتابوں سے لیا ہے اس کے علاوہ ماضی وحال کے کبار علماء سلف کے فتاویٰ سے بھی اخذ کیا ہے چاروں ائمہ (امام ابوحنیفہؒ، امام مالکؒ، امام شافعیؒ اور امام احمد ابن حنبلؒ) اور ان کے علاوہ دوسرے علماء اسلام کے اقوال میں سے راجح قول کو میں نے اختیار کیا ہے اور ان کی قوت دلیل کو معیار بنایا ہے۔

توحید وایمان اور احکام وغیرہ کے ابواب میں نے یہ کوشش کی ہے کہ ان کی بنیاد شرعی دلیلوں یعنی کتاب اللہ اور صحیح حدیثوں پر ہو یا ان میں سے کسی ایک پر ہو اور جن مسائل میں کتاب وسنت کی صریح نص موجود نہیں ہے ان میں میں نے ائمہ مجتہدین کے اقوال کو لیا ہے۔

توحید وایمان، علم وفضائل، اخلاق وآداب، ذکر ودعا کے ابواب میں ہم نے شرعی دلیلوں کو تفصیل سے بیان کیا ہے کیونکہ ہر مسلمان کو ان کی ضرورت ہے۔

فروعی مسائل کے ابواب میں دلیل وتعلیل دیکھ کر صرف اپنا فیصلہ بتانے پر اکتفاء کیا ہے تاکہ کتاب ضخیم نہ ہوجائے اور اس ہدف سے نہ نکل جائے جس کے لیے یہ کتاب لکھی گئی ہے، لہٰذا جنہیں تفصیل مطلوب ہو وہ فقہ کی مفصل کتابوں کی طرف رجوع کریں، مثلاً: المغني، الفتاوىٰ، الأم، المبسوط اور المدونة وغیرہ، بعض جگہوں پر فروعی مسائل میں دلیلوں کو بھی ہم نے بیان کردیا ہے، کیونکہ وہ مسئلہ اہم ہے اور کثرت سے واقع ہوا ہے یا ترغیب وترہیب مقصود ہے اس کتاب کا علمی مادہ کتاب وسنت ہے ہم نے قرآن کی آیتوں کو سورت کے نام اور آیت نمبر کے ساتھ بیان کیا ہے۔

ہم نے صرف صحیح یا حسن حدیثوں کو لینے کی کوشش کی ہے اور حدیث کی کتابوں میں ان کے مصدر کو بیان کردیا ہے ساتھ ہی ساتھ یہ بھی بتادیا ہے کہ یہ صحیح حدیث ہے یا حسن ان حدیثوں کو میں نے مندرجہ ذیل طریقوں سے بیان کیا ہے۔

۱- اس کتاب کی تمام حدیثیں ان کے صحیح مصادر سے نقل کی گئی ہیں۔

۲- اگر کوئی حدیث صحیح بخاری ومسلم دونوں میں ہے تو ہم نے الگ الگ ان کا نمبر بیان کردیا ہے جو ان دونوں کتابوں میں دیا گیا ہے اور اگر وہ ان دونوں میں سے کسی ایک میں ہے تو ہم نے صرف اسی کتاب کا نمبر لیا ہے اور حدیث نمبر بھی بتادیا ہے کبھی کبھی مزید فائدہ کے لیے ان دونوں میں سے کسی ایک کے ساتھ حدیث کی دوسری کتابوں کا بھی ذکر کیا ہے جن میں وہ حدیثیں پائی جاتی ہیں ایسی صورت میں ہم نے اس کے الفاظ کو بیان کردیا ہے۔

۳- اگر کوئی حدیث صحیحین (بخاری، مسلم) کے علاوہ دوسری کتابوں میں ہے جیسے کہ مسند، سنن اربعہ اور دارمی وغیرہ تو ہم نے اس کے دو مصادر بیان کئے ہیں اور کبھی اس سے کم وزیادہ بھی بیان کئے ہیں البتہ اصل کتاب میں جو اس حدیث کا نمبر ہے اسے بیان کردیا ہے ساتھ ہی علامہ البانی نے اس حدیث کے بارے میں جو تصحیح وتحقیق پیش کی ہے اس کا بیان بھی نمبر کے ساتھ ہے اور کہیں کہیں دوسرے لوگوں کی تحقیق وتصحیح بھی پیش کی گئی ہے۔

۴- اگر حدیث کا ایک ہی مصدر ہے تو ہم نے اس کا نمبر بیان کردیا ہے جو اصل کتاب میں ہے اور شیخ البانی وغیرہ کی تصحیح کا نمبر بھی نقل کردیا ہے بسا اوقات تصحیح کی دوسری جگہوں کی طرف رجوع کرنے کے لیے بھی کہا ہے مثلاً: السلسلة الصحيحة، ارواء الغليل اور شیخ البانیؒ کی کتاب صحيح الجامع۔

۵- احادیث کی تخریج میں اصل کتاب میں جو نمبر اس حدیث کا دیا گیا ہے اس کو میں نے بیان کیا ہے لیکن اگر اصل کتاب میں حدیثوں کا نمبر نہیں دیا گیا ہے تو میں نے جزء نمبر اور صفحہ نمبر بیان کردیا ہے۔

۶- اگر کوئی حدیث صحیحین کے علاوہ کسی دوسری حدیث کی کتاب میں ہے تو تخریج کے وقت ہم نے ہر حدیث کے سامنے صحیح یا حسن جیسا اس کے بارے میں حکم لگایا گیا ہے لکھ دیا ہے پھر سنن یا غیر

سنن میں سے دومصادر کو بیان کردیا ہے اور شیخ البانی یا کسی اور کی تصحیح کا نمبر بھی بیان کردیا ہے۔

۷-اگر ایک ہی حدیث دوبارہ کسی جگہ آئی ہے تو میں نے اس کی تخریج دوبارہ اس کے ساتھ غالبًا بیان کردیا ہے اور کبھی کبھی ہم نے صحیح حدیث یا اس کا بعض حصہ کسی حکم کو بیان کرنے کے لیے یا ترغیب وترہیب کے طور پر نقل کیا ہے، یہ کتاب جو ہمارے سامنے ہے دین اسلام کا عام تعارف ہے، اس میں اسلام کے عقائد اس کے احکام اور اس کے اخلاق وآداب بیان کئے گئے ہیں اور جو چیزیں متفرق تھیں انہیں میں نے اکٹھا کردیا ہے اور اس کے ابواب ومسائل وفوائد کی تالیف کی ہے اور اس کا نام مختصر الفقه الاسلامی رکھا ہے جس میں شروع میں توحید وایمان کا بیان ہے، درمیان میں سنن واحکام کا بیان اور آخر میں دعوت الی اللہ کا بیان ہے، اس کو میں نے دس ابواب میں مندرجہ ذیل طریقوں سے مرتب کیا ہے:

پہلا باب: توحید وایمان

دوسرا باب: فضائل، اخلاق، آداب، اذکار اور دعا کے بارے میں قرآن واحادیث کی فقہ

تیسرا باب: عبادات

چوتھا باب: معاملات

پانچواں باب: کتاب الفرائض

چھٹا باب: کتاب النکاح اور اس کے توابع

ساتواں باب: قصاص وحدود

آٹھواں باب: کتاب القضاء

نواں باب: کتاب الجہاد

دسواں باب: دعوت

میرے مسلمان بھائیو!

یہ کتاب ایک باغ کی طرح ہے جس کے پھول کھلے ہوئے ہیں، جس کا پھل عمدہ ہے، جس کا سایہ پھیلا ہوا ہے، صرف اللہ کے فضل ورحمت ہی سے میں نے اس کتاب کو مکمل کیا ہے اس کے اندر جو صحیح چیزیں ہیں وہ اللہ وحدہ کی طرف سے ہیں اور جو اس میں غلطیاں ہوئی ہیں وہ میری طرف سے اور شیطان کی طرف سے ہیں، اللہ تعالیٰ سے میں ان غلطیوں پر معافی چاہتا ہوں، ہر مؤلف سے احتیاط برتنے کے باوجود کچھ نہ کچھ غیرارادی طور پر غلطیاں سرزد ہوجاتی ہیں خاص طور سے موجودہ زمانے میں جب کہ ذہن مشاغل وہموم سے خالی نہیں ہیں "كل بني آدم خطاء وخير الخطائين التوابون" سارے انسان خطاکار ہیں اور سب سے بہتر خطاکار وہ ہیں جو توبہ کرنے والے ہیں، اللہ تعالیٰ سے میں مغفرت کا طالب ہوں اور اس کی خوشنودی چاہتا ہوں۔

آخر میں اللہ سے دعا ہے کہ اس کتاب سے مجھے اور سارے مسلمانوں کو فائدہ پہنچائے اور اس کو خالص اپنی خوشنودی کے لیے بنائے اسے میری طرف سے قبول کرے میرے والدین اور میرے اہل وعیال کو بخش دے اور اسی طرح جو شخص اس کتاب کو پڑھے یا سنے یا فائدہ اٹھائے یا اسے سکھائیں یا اس کی اشاعت پر مدد کرے اور سارے مسلمانوں کو بخش دے۔ آمین

وهو حسبنا ونعم الوكيل نعم المولىٰ ونعم النصير وصلى الله على نبينا محمد وعلى آله واصحابه اجمعين .

محمد بن ابراهيم بن عبدالله التويجری

المملكة العربية السعودية -بريدة

ص ب : ٧٨٨٦

پہلا باب

توحید وایمان

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَمَا أَرْسَلْنَا مِن قَبْلِكَ مِن رَّسُولٍ إِلَّا نُوحِيَ إِلَيْهِ أَنَّهُ لَا إِلَٰهَ إِلَّا أَنَا فَاعْبُدُونِ﴾

(انبیاء: ۲۵)

تجھ سے پہلے جو رسول ہم نے بھیجا اس کی طرف یہی وحی نازل فرمائی کہ میرے سوا کوئی معبود برحق نہیں پس تم سب میری ہی عبادت کرو۔

۱-توحید

توحید یہ ہے کہ بندہ کو اس بات کا یقین ہو کہ اللہ تعالیٰ ایک ہے اس کی ربوبیت، اس کی الوہیت اس کے اسماء وصفات میں اس کا کوئی شریک نہیں۔

اس کا معنیٰ یہ ہے کہ بندہ کو اس بات کا یقین ہو اور وہ اس بات کا اقرار کرے کہ اللہ تعالیٰ تنہا ہر چیز کا رب و بادشاہ ہے وہی تنہا خالق اور ساری کائنات کا تنہا مدبر ہے وہی تنہا عبادت کا مستحق ہے اس کا کوئی شریک نہیں اس کے علاوہ ہر معبود باطل ہے وہ صفات کمال سے متصف ہے ہر عیب سے منزہ ہے اس کے اسماء حسنیٰ ہیں اور اس کی اعلیٰ صفات ہیں۔

۲-توحید کی اقسام

توحید جس کی طرف رسولوں نے دعوت دی ہے اور جس کے بارے میں کتابیں نازل ہوئی ہیں اس کی دو قسمیں ہیں۔

۱-توحید فی المعرفۃ والاثبات:

اس کا نام توحید ربوبیت و اسماء وصفات ہے اس کا مطلب اللہ تعالیٰ کو اس کے اسماء وصفات اور افعال کے ساتھ تنہا ماننا ہے یعنی بندہ اس بات کا یقین و اقرار کرے کہ اللہ تعالیٰ تنہا رب اور خالق ہے وہی تنہا مالک و متصرف ہے وہی تنہا اس کائنات کا مدبر ہے وہ اپنی ذات اپنے اسماء وصفات و افعال میں کامل ہے وہ ہر چیز کا جاننے والا ہے، ہر چیز پر محیط ہے اس کے ہاتھ میں بادشاہت ہے وہ ہر چیز پر قادر ہے اس کے اسماء حسنیٰ ہیں اور اس کی اعلیٰ صفات ہیں اس کا کوئی شریک و مثل نہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ﴾ (شوریٰ: ١١)

اس جیسی کوئی چیز نہیں وہ سننے اور دیکھنے والا ہے۔

۲-توحید فی القصد والطلب:

اس کا نام توحید الوہیت وعبادت ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ عبادت کی تمام اقسام کا مستحق صرف اللہ تعالیٰ ہے مثلاً دعا، نماز یا خوف ورجاء وغیرہ یعنی بندہ اس بات کا یقین و اقرار کرے کہ اللہ تعالیٰ تنہا ساری مخلوقات کا معبود ہے اور وہی تنہا عبادت کا مستحق ہے پس عبادت کی قسموں میں سے کوئی بھی قسم اللہ کے علاوہ کسی دوسری ہستی کے لیے جائز نہیں، مثلاً دعا کرنا، نماز پڑھنا، مدد طلب کرنا، توکل کرنا، خوف وطمع رکھنا، قربانی کرنا، نذر و نیاز پیش کرنا وغیرہ اور جو ایسا کرے گا وہ مشرک وکافر ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَمَن يَدْعُ مَعَ اللَّهِ إِلَهاً آخَرَ لَا بُرْهَانَ لَهُ بِهِ فَإِنَّمَا حِسَابُهُ عِندَ رَبِّهِ إِنَّهُ لَا يُفْلِحُ الْكَافِرُونَ﴾ (مؤمنون: ١١٧) جو شخص اللہ کے ساتھ دوسرے معبود کو پکارے جس کی کوئی دلیل اس کے پاس نہیں پس اس کا حساب تو اس کے اوپر ہی ہے بیشک کافر لوگ نجات سے محروم ہیں۔

توحید الوہیت وعبادت ہی وہ توحید ہے جس کا اکثر لوگوں نے انکار کیا ہے اس کے لیے رسولوں کو بھیجا گیا اور ان پر کتابیں نازل کی گئیں تاکہ وہ لوگوں کو تنہا اللہ کی عبادت کی طرف بلائیں اور غیر اللہ کی عبادت چھوڑنے کے لیے کہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَمَا أَرْسَلْنَا مِن قَبْلِكَ مِن رَّسُولٍ إِلَّا نُوحِي إِلَيْهِ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنَا فَاعْبُدُونِ﴾ (انبیاء: ٢٥) تجھ سے پہلے جو رسول ہم نے بھیجا اس کی طرف یہی وحی نازل فرمائی کہ میرے سوائے کوئی معبود برحق نہیں پس تم سب میری ہی عبادت کرو۔

ایک جگہ ہے: ﴿وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَّسُولاً أَنِ اعْبُدُواْ اللَّهَ وَاجْتَنِبُواْ الطَّاغُوتَ﴾ (نحل: ٣٦) ہم نے ہر امت میں رسول بھیجا کہ (لوگو) صرف اللہ کی عبادت کرو اور اس کے سوا تمام معبودوں سے بچو۔

توحید کی حقیقت اور اس کا جوہر:

توحید کی حقیقت اور اس کا لباب یہ ہے کہ انسان تمام امور کو اللہ کی طرف سے سمجھے اور اللہ کے

علاوہ اسباب وواسطہ وغیرہ کواہمیت نہ دے وہ خیر وشر نفع ونقصان وغیرہ کواللہ ہی کی طرف سے سمجھے اس کی تنہا عبادت کرے اوراس کے ساتھ کسی دوسرے کی عبادت نہ کرے۔

توحید کی حقیقت کے ثمرات:

توحید کے ثمرات یہ ہیں کہ بندہ تنہا اللہ کی ذات پر بھروسہ کرتا ہے مخلوق کی شکایت کرنا چھوڑ دیتا ہے ان کولعنت ملامت نہیں کرتا اللہ کے فیصلہ وحکم پر راضی رہتا ہے اس کے سامنے سر تسلیم خم کردیتا ہے اللہ سے محبت کرنے لگتا ہے۔

توحید ربوبیت کا اقرار انسان فطری طور پر اس عظیم کائنات کو دیکھ کر کرتا لیکن اس کا اقرار اللہ پر ایمان لانے اور عذاب سے نجات پانے کے لیے کافی نہیں ابلیس بھی توحید ربوبیت کا قائل ہے اور مشرکین بھی اس توحید کو مانتے ہیں لیکن یہ اقرار ان کو کچھ فائدہ نہیں پہنچائے گا کیونکہ انہوں نے تنہا اللہ کی عبادت کرنے کا اقرار نہیں کیا ہے پس جس شخص نے صرف توحید ربوبیت کا اقرار کیا وہ موحد ومسلم نہیں ہے اوراس کا مال اس وقت تک محترم نہیں ہے جب تک کہ وہ توحید الوہیت کا اقرار نہ کرے وہ پہلے اس بات کی گواہی دے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں پھر اس بات کا اقرار کرے کہ صرف اللہ تعالیٰ تمام عبادات کا مستحق ہے نہ کہ کوئی اور پھر وہ صرف اللہ کی عبادت کرے جس کا کوئی شریک نہیں۔

توحید ربوبیت اور توحید الوہیت ایک دوسرے کو لازم ہیں۔

توحید الوہیت توحید ربوبیت کو مستلزم ہے، پس جس نے تنہا اللہ کی عبادت کی اوراس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرایا وہ اس بات پر ضرور اعتقاد رکھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کا رب اوراس کا خالق و مالک ہے۔

۲- ربوبیت اور الوہیت کبھی ایک ساتھ بیان کئے جاتے ہیں لیکن دونوں کا معنیٰ الگ الگ ہوتا ہے رب کا معنی ایسا مالک ہے جو تصرف کرنے والا ہے اور الہ کا معنی وہ معبود ہے جو تنہا عبادت کا مستحق ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ النَّاسِ مَلِكِ النَّاسِ إِلَٰهِ النَّاسِ﴾ (ناس: ۱-۳) آپ کہہ دیجئے کہ میں لوگوں کے پروردگار کی پناہ میں آتا ہوں، لوگوں کے مالک کی (اور) لوگوں کے معبود کی (پناہ میں)

کبھی ان میں سے ایک تنہا بیان کیا جاتا ہے اس وقت دونوں کا معنیٰ ایک ہوتا ہے، جیسے اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے: ﴿قُلْ أَغَيْرَ اللَّهِ أَبْغِي رَبًّا وَهُوَ رَبُّ كُلِّ شَيْءٍ﴾ (انعام: ۱٦٤) آپ فرما دیجئے کہ کیا میں اللہ کے سوا کسی اور کو رب بنانے کے لیے تلاش کروں حالانکہ وہ مالک ہے ہر چیز کا۔

توحید ربوبیت توحید الوہیت کو بھی لازم ہے، پس جس نے اس بات کا اقرار کیا کہ اللہ تعالیٰ تنہا رب، خالق و مالک اور رازق ہے اس پر لازم ہے کہ وہ اس بات کا بھی اقرار کرے کہ وہی تنہا عبادت کا مستحق ہے وہ صرف اللہ کو پکارے اسی سے فریاد کرے اسی پر تنہا بھروسہ کرے اور عبادت کی کوئی قسم غیر اللہ کے لیے نہ کرے بلکہ صرف اللہ کے لیے کرے۔

توحید کی فضیلت:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿الَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ يَلْبِسُوا إِيمَانَهُم بِظُلْمٍ أُولَٰئِكَ لَهُمُ الْأَمْنُ وَهُم مُّهْتَدُونَ﴾ (انعام: ۸۲) جولوگ ایمان رکھتے ہیں اوراپنے ایمان کو شرک کے ساتھ مخلوط نہیں کرتے ایسوں ہی کے لیے امن ہے اور وہی راہ راست پر چل رہے ہیں۔

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے اس بات کی گواہی دی کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں وہ تنہا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اس کے بندے اور رسول ہیں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے بندے اوراس کے رسول ہیں اوراس کے خاص کلمے ہیں جس کو اللہ تعالیٰ نے حضرت مریم کی طرف القاء کیا اور اوراس کی خاص روح ہیں اور جنت وجہنم حق ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو اس کے عمل کے مطابق جنت میں داخل کرے گا۔ (متفق عليه ، بخاری: ۳۵-۳٤، مسلم: ۲۸)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا

کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اے ابن آدم! تو نے مجھے جو پکارا اور مجھ سے جو امید کر رکھی ہے اس کی وجہ سے میں نے تمہارے گناہوں کو معاف کر دیا اور میں پرواہ نہیں کرتا ہوں اے ابن آدم! اگر تمہارے گناہ آسمان کی بلندی تک پہنچ جائیں پھر تم مجھ سے استغفار کرو تو میں تمھیں بخش دوں گا اور پرواہ نہیں کروں گا، اے ابن آدم! اگر تم میرے پاس زمین کے برابر غلطیاں لے کر آؤ گے اور مجھ سے اس حال میں ملو گے کہ میرے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتے ہو تو میں تمہارے پاس اس کے برابر مغفرت لے کر آؤں گا۔ (ترمذی: ٣٥٤٠-صحیح سنن ترمذی: ٢٨٠٥)

اہل توحید کا بدلہ:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَبَشِّرِ الَّذِين آمَنُواْ وَعَمِلُواْ الصَّالِحَاتِ أَنَّ لَهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الأَنْهَارُ كُلَّمَا رُزِقُواْ مِنْهَا مِن ثَمَرَةٍ رِّزْقاً قَالُواْ هَـذَا الَّذِي رُزِقْنَا مِن قَبْلُ وَأُتُواْ بِهِ مُتَشَابِهاً وَلَهُمْ فِيهَا أَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ وَهُمْ فِيهَا خَالِدُون﴾ (بقرة: ٢٥) اور ایمان والوں اور نیک عمل کرنے والوں کو ان جنتوں کی خوش خبری سنا دو جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں جب انہیں کھانے کے لیے جنت کا کوئی پھل دیا جائے گا تو وہ کہیں گے یہ تو وہی ہے جو ہمیں اس سے پہلے دیا گیا تھا اور انہیں اسی کی مانند دوسرے پھل بھی دیئے جائیں گے۔ اور ان کے لیے بیویاں ہیں صاف ستھری اور وہ ان جنتوں میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک آدمی آیا اور کہنے لگا کہ اے اللہ کے رسول موجبتان (وہ بڑی نیکی یا بڑا گناہ جو باعث جنت یا جہنم ہو) کیا ہیں، آپ نے فرمایا کہ جو شخص اس حال میں مرا کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتا ہے وہ جنت میں داخل ہوگا اور جو شخص اس حال میں مرا کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہراتا ہے وہ جہنم میں داخل ہوگا۔ (مسلم: ٩٣)

کلمۂ توحید کی عظمت:

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

حضرت نوح علیہ کی وفات کا وقت جب قریب ہوا تو انہوں نے اپنے بیٹے سے کہا کہ میں تمہیں وصیت کرتا ہوں میں تمہیں دو چیزوں کا حکم دیتا ہوں اور دو چیزوں سے منع کرتا ہوں میں تمہیں لا اله الا الله کا حکم دیتا ہوں اس لیے کہ ساتوں زمین اور ساتوں آسمان اگر ایک پلڑے میں رکھ دیئے جائیں اور لا اله الا الله ایک پلڑے میں رکھ دیا جائے تو لا اله الا الله کا پلڑا بھاری ہو جائے گا اور اگر ساتوں زمین اور ساتوں آسمان ایک مبہم حلقہ بن جائے تو لا اله الا الله انہیں توڑ دے گا اور میں تمہیں سبحان الله وبحمده کہنے کا حکم دیتا ہوں اس لیے کہ وہ ہر چیز کی تسبیح ہے اور اسی کے ذریعے مخلوق کو روزی دی جاتی ہے اور میں تم کو شرک اور تکبر سے منع کرتا ہوں۔ (احمد: ٦٥٨٣، بخاری فی الادب المفرد: ٥٥٨، صحیح الادب المفرد: ٥٢٦ ملاحظہ ہو السلسلة الصحیحة للالبانی: ١٣٤)

کمال توحید:

توحید اس وقت مکمل ہوگا جب اللہ تعالیٰ کی تنہا عبادت کی جائے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرایا جائے اور اس کے سوا تمام معبودوں سے بچا جائے۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَّسُولاً أَنِ اعْبُدُواْ اللّهَ وَاجْتَنِبُواْ الطَّاغُوتَ﴾ (نحل: ٣٦) ہم نے ہر امت میں رسول بھیجا کہ (لوگو) صرف اللہ کی عبادت کرو اور اس کے سوا تمام معبودوں سے بچو۔

طاغوت ہر وہ چیز ہے جس کے ذریعے بندہ حد سے تجاوز کر جائے چاہے وہ معبود ہو جیسے بت یا متبوع ہو جیسے کاہن یا علماء سوء ہوں یا ایسے امراء ورؤساء ہوں جو اللہ کی اطاعت نہیں کرتے ہیں۔

طاغوت بہت سے ہیں جن میں پانچ سرغنہ ہیں۔

ایک ابلیس (لعنہ اللہ) دوسرا وہ جو اپنی عبادت کئے جانے پر راضی ہو، تیسرا وہ جو لوگوں کو اپنی عبادت کی طرف بلائے چوتھا وہ جو علم غیب کا دعویٰ کرے پانچواں وہ جو اللہ کے نازل کردہ احکام کو چھوڑ کر خود ساختہ احکام سے فیصلہ کرے۔

۳-عبادت

عبادت کا معنیٰ:

عبادت کا مستحق صرف اللہ تعالیٰ ہے اور عبادت کا اطلاق دو چیزوں پر ہوتا ہے۔

۱-ایک تعبد ہے، جس کا مطلب ہے کہ بندہ اللہ سے محبت رکھتے ہوئے اور اس کی تعظیم کرتے ہوئے اس کے اوامر کو بجالا کر اور اس کے نواہی سے بچ کر اس کے سامنے فروتنی وعاجزی ظاہر کرے۔

۲-دوسرا متعبد بہ ہے، یہ ہر وہ چیز ہے جسے اللہ تعالیٰ پسند کرتا ہے چاہے وہ اقوال ہوں یا ظاہری وباطنی اعمال ہوں مثلاً دعا، ذکر، نماز، محبت وغیرہ مثال کے طور پر نماز عبادت ہے اور نماز پڑھنا اللہ کی عبادت کرنا ہے۔

لہٰذا ہم نماز خشوع وخضوع کے ساتھ اللہ سے محبت رکھتے ہوئے اس کی تعظیم کرتے ہوئے صرف اسی کے لیے پڑھیں اور ویسے ہی عبادت کریں جیسے اس نے مشروع کیا ہے۔

انسان وجنات کے پیدا کرنے کی حکمت:

اللہ تعالیٰ نے انسان وجنات کو یونہی بیکار پیدا نہیں کیا ہے اور نہ انہیں کھانے پینے اور لہو ولعب کے لیے پیدا کیا ہے بلکہ ایک عظیم مقصد کے لیے پیدا کیا ہے اور وہ ہے اللہ رب العزت کی عبادت کرنا، اس کی توحید بیان کرنا، اس کی تعظیم کرنا، اس کی تکبیر بیان کرنا اور اس کی اطاعت کرنا آدمی اس کے اوامر کو بجالائے اس کے نواہی سے بچے اس کی مقرر کردہ حدود کے پاس ٹھہر جائے اور غیر اللہ کی عبادت کرنا چھوڑ دے۔

جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ﴾ (ذاریات: ۵۶) ہم نے جن وانس کو صرف اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا ہے۔

بندگی کا طریقہ:

اللہ کی عبادت دو عظیم بنیادوں پر قائم ہے، ایک اللہ کے فضل واحسان اور رحمت کا مشاہدہ جس

سے اللہ سے محبت پیدا ہوتی ہے اور دوسری اپنے نفس کے عیوب کا مطالعہ اور ایسا کام کرنا جس سے انکساری پیدا ہو۔

سب سے قریبی دروازہ جس سے بندہ اللہ تک پہنچ سکتا ہے وہ یہ ہے کہ وہ اپنے آپ کو ہر حال میں اللہ کا محتاج سمجھے اور کسی بھی حال ومقام اور سبب ووسیلہ کو پا کر اس سے بے نیازی ورغبتی ظاہر نہ کرے، وہ اپنی ہر ضرورت میں اسی کی طرف رجوع کرے اور یہ سمجھے کہ اگر اللہ نے اسے چھوڑ دیا تو وہ خسارہ میں پڑ جائے گا اور ہلاک ہو جائے گا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَمَا بِكُم مِّن نِّعْمَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ ثُمَّ إِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فَإِلَيْهِ تَجْأَرُونَ ۝ ثُمَّ إِذَا كَشَفَ الضُّرَّ عَنكُمْ إِذَا فَرِيقٌ مِّنكُم بِرَبِّهِمْ يُشْرِكُونَ ۝ لِيَكْفُرُوا بِمَا آتَيْنَاهُمْ فَتَمَتَّعُوا فَسَوْفَ تَعْلَمُونَ ۝﴾ (نحل: ۵۳-۵۵) تمہارے پاس جتنی بھی نعمتیں ہیں سب اسی کی دی ہوئی ہیں، اب بھی جب تمہیں کوئی مصیبت پیش آجائے تو اسی کی طرف نالہ وفریاد کرتے ہو، اور جہاں اس نے وہ مصیبت تم سے دفع کر دی تم میں سے کچھ لوگ اپنے رب کے ساتھ شرک کرنے لگ جاتے ہیں، کہ ہماری دی ہوئی نعمتوں کی ناشکری کریں، اچھا کچھ فائدہ اٹھا لو آخر کار تمہیں معلوم ہو ہی جائے گا۔

سب سے مکمل عبادت والے:

سب سے مکمل عبادت انبیاء کی عبادت ہے اس لیے کہ وہ اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ جاننے والے ہیں اور سب سے زیادہ اس کی تعظیم کرنیوالے ہیں پھر اللہ نے ان کو رسول بنا کر سارے لوگوں پر فضیلت بخشی ہے لہٰذا انہیں رسالت کی فضیلت اور خاص بندگی کی فضیلت دونوں حاصل ہے پھر صدیقین کی عبادت سب سے مکمل عبادت ہے کیوں کہ اللہ اور اس کے رسول کی مکمل تصدیق انہوں نے کی ہے اور اللہ کے حکم پر وہ قائم رہے ہیں، پھر شہداء ہیں پھر صالحین ہیں۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿وَمَن يُطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُولَ فَأُولَٰئِكَ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِم مِّنَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ وَحَسُنَ أُولَٰئِكَ رَفِيقًا

رفیقا﴾(نساء: ٦٩) اور جو بھی اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی فرماں برداری کرے وہ ان لوگوں کے ساتھ ہوگا جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام کیا ہے جیسے انبیاء، صدیقین، شہداء اور نیک لوگ یہ بہترین رفیق ہیں۔

کمال بندگی:

۱- ہر آدمی تین حالتوں میں ہوتا ہے، اس پر اللہ کی نعمتیں ہوتی ہیں اس لیے اس پر حمد وشکر واجب ہے وہ گناہ گار رہوتا ہے اس لیے اس پر استغفار واجب ہے، اس کو اللہ تعالیٰ مصیبت دے کر آزماتا ہے اس لیے اس پر صبر واجب ہے، اور جس نے ان تینوں واجبات کو ادا کیا وہ دنیا وآخرت میں کامیاب ہے۔

۲- اللہ تعالیٰ مصیبت دے کر اپنے بندے کے صبر اور بندگی کا امتحان لیتا ہے وہ انہیں ہلاک کرنا نہیں چاہتا اور نہ عذاب دینا چاہتا ہے، لہٰذا بندے کو چاہئے کہ وہ تکلیف میں بھی اللہ کی اسی بندگی کو اسی طرح لازم پکڑے جیسے کہ آرام میں لازم پکڑتا ہے، وہ ناگوار حالات میں بھی اپنی بندگی کا اسی طرح ثبوت دے جس طرح پسندیدہ حالات میں اپنی بندگی کا ثبوت دیتا ہے، لیکن اکثر لوگوں کا حال یہ ہے کہ وہ آرام کی حالت میں بندگی کا ثبوت تو دیتے ہیں لیکن تکلیف کی حالت میں اس کا ثبوت نہیں دیتے، حالانکہ انہیں دونوں حالتوں میں بندگی کا ثبوت دینا چاہئے اور یہی کمال بندگی ہے، مثلاً گرمی میں ٹھنڈے پانی سے وضو کرنا بندگی ہے، خوبصورت بیوی سے شادی کرنا بندگی ہے، سخت ٹھنڈی میں ٹھنڈے پانی سے وضو کرنا بندگی ہے، بغیر لوگوں کے خوف کے ان برائیوں کو چھوڑ دینا جسے نفس کرنا چاہے بندگی ہے، بھوک اور تکلیف پر صبر کرنا بندگی ہے لیکن دونوں قسم کی بندگی میں فرق ہے۔

پس جو شخص آرام وتکلیف دونوں حالتوں میں بندگی کا ثبوت دے وہ اللہ کے ان بندوں میں سے ہے جس پر کوئی خوف وحزن نہیں، ایسے بندوں پر شیطان کا بس نہیں چلتا، اللہ تعالیٰ اس کی حفاظت کرتا ہے لیکن کبھی کبھی شیطان اس کو دھوکہ دے دیتا ہے، وہ اس طرح سے کہ بندے کو کبھی غفلت، شہوت اور غضب سے آزمایا جاتا ہے، پھر شیطان ان تینوں راستوں سے بندے تک پہنچ

جاتا ہے، اللہ تعالیٰ نے ہر بندے پر نفسانی خواہشات اور شیطان کو مسلط کر دیا ہے اور یہ دیکھ رہا ہے کہ بندہ اس کی اطاعت کرتا ہے یا اپنے رب کی، انسان پر اللہ تعالیٰ کے کچھ اوامر ہیں اور اس کے نفس کے بھی کچھ اوامر ہیں، اللہ تعالیٰ بندوں سے یہ چاہتا ہے کہ وہ ایمان لائیں اور عمل صالح کریں اور نفس مال کمانا چاہتا ہے اور اپنی شہوتیں پوری کرنا چاہتا ہے، اللہ تعالیٰ ہم سے آخرت کا عمل چاہتا ہے اور نفس دنیا کا عمل چاہتا ہے۔

درحقیقت ایمان ہی نجات کا راستہ ہے اور وہی وہ مشعل ہے جس سے حق کو دیکھا جاتا ہے اور ایمان کی آزمائش ہر حالت میں کی جائے گی۔

بندوں پر اللہ کا حق:

اللہ تعالیٰ کا حق آسمان وزمین پر رہنے والی مخلوقات پر یہ ہے کہ وہ اس کی عبادت کریں اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں اس کی اطاعت کی جائے اس کی نافرمانی نہ کی جائے اور اس کو یاد کیا جائے اس کو بھلایا نہ جائے اس کا شکر ادا کیا جائے اس کی ناشکری نہ کی جائے، کون ایسا شخص ہے جو اس واجب کو کما حقہ ادا کرتا ہے جس کے لیے وہ پیدا کیا گیا ہے اور کسی قسم کی کوتاہی نہیں کرتا لہٰذا اللہ تعالیٰ اپنے آسمان وزمین کی تمام مخلوقات کو ہلاک کر دے تو وہ ظالم نہیں کہلائے گا اور اگر وہ ان پر رحم کرتا ہے تو اس کا رحم ان کے لیے ان کے اعمال سے بہتر ہے۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں ایک گدھے پر رسول اللہ ﷺ کے پیچھے بیٹھا ہوا تھا جس کا نام عفیر تھا آپ نے فرمایا اے معاذ! کیا تم جانتے ہو کہ اللہ کا حق بندوں پر کیا ہے میں نے کہا اللہ اور اس کے رسول بہتر جانتے ہیں آپ نے فرمایا کہ اللہ کا حق بندوں کے اوپر یہ ہے کہ وہ اللہ کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں اور بندوں کا حق اللہ پر یہ ہے کہ جو شرک نہ کرے اسے سزا نہ دے میں نے کہا اے اللہ کے رسول! کیا میں لوگوں کو اس کی خوشخبری نہ دے دوں آپ نے فرمایا تم ان کو خوشخبری نہ دو ورنہ وہ بھروسہ کر کے بیٹھ جائیں گے (اور عمل نہیں کریں گے)(متفق علیه ، بخاری:٢٨٥٦، مسلم: ٣٠)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿أَحَسِبَ النَّاسُ أَن يُتْرَكُوا أَن يَقُولُوا آمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُونَ وَلَقَدْ فَتَنَّا الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ فَلَيَعْلَمَنَّ اللَّهُ الَّذِينَ صَدَقُوا وَلَيَعْلَمَنَّ الْكَاذِبِينَ ﴾ (عنکبوت: ۲-۳) کیا لوگوں نے یہ گمان کررکھا ہے کہ ان کے صرف اس دعوے پر کہ ہم ایمان لائے ہیں ہم انہیں بغیر آزمائے ہوئے ہی چھوڑ دیں گے، ان سے اگلوں کو بھی ہم نے خوب جانچا، یقیناً اللہ تعالیٰ انہیں بھی جان لے گا جو سچ کہتے ہیں اور انہیں بھی معلوم کرے گا جو جھوٹے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿وَمَا أُبَرِّئُ نَفْسِي إِنَّ النَّفْسَ لَأَمَّارَةٌ بِالسُّوءِ إِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّي إِنَّ رَبِّي غَفُورٌ رَّحِيمٌ﴾ (یوسف: ۵۳) میں اپنے نفس کی پاکیزگی بیان نہیں کرتا، بیشک نفس تو برائی پر ابھارنے والا ہی ہے، مگر یہ کہ میرا پروردگار ہی اپنا رحم کرے، یقیناً میرا پالنے والا بڑی بخشش کرنے والا اور بہت مہربانی فرمانے والا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿ فَإِن لَّمْ يَسْتَجِيبُوا لَكَ فَاعْلَمْ أَنَّمَا يَتَّبِعُونَ أَهْوَاءَهُمْ وَمَنْ أَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوَاهُ بِغَيْرِ هُدًى مِّنَ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ ﴾ (قصص: ۵۰) اگر یہ تیری نہ مانیں تو تو یقین کرلے کہ یہ صرف اپنی خواہش کی پیروی کر رہے ہیں، اور اس سے بڑھ کر بہکا ہوا کون ہے جو اپنی خواہش کے پیچھے پڑا ہوا ہو بغیر اللہ کی رہنمائی کے، بیشک اللہ تعالیٰ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔

———ooOoo———

۴-شرک

شرک یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تعالیٰ کی ربوبیت اس کی الوہیت اس کے اسماء وصفات یا ان میں سے کسی ایک کے اندر اللہ کا شریک ٹھہرایا جائے پس جب انسان یہ اعتقاد رکھے کہ اللہ کے علاوہ کوئی خالق یا معین ہے تو وہ مشرک ہے یا یہ اعتقاد رکھے کہ اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات میں کوئی دوسرا اس کے ہم مثل ہے تو وہ مشرک ہے۔

شرک کے خطرات:

اللہ کے ساتھ شرک بہت بڑا ظلم ہے اس لیے کہ اس سے اللہ تعالیٰ کی حق تلفی کی جاتی ہے اللہ تعالیٰ کا حق توحید ہے توحید سب سے بڑا عدل ہے اور شرک سب سے بڑا ظلم ہے، وہ سب سے قبیح چیز ہے کیونکہ اس سے اللہ رب العالمین کی ذات کو ناقص ثابت کیا جاتا ہے اس کی اطاعت سے منہ موڑا جاتا ہے اور اس کے خالص حق کو دوسروں کو دیا جاتا ہے شرک کے عظیم خطرہ کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے کہ جو شخص شرک کی حالت میں اس سے ملے گا اسے اللہ تعالیٰ معاف نہیں کرے گا۔

ارشاد باری ہے: ﴿إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَن يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَٰلِكَ لِمَن يَشَاءُ ﴾ (نساء: ۴۸) یقیناً اللہ تعالیٰ اپنے ساتھ شرک کئے جانے کو نہیں بخشتا اور اس کے سوا جسے چاہے بخش دیتا ہے

شرک باللہ سب سے بڑا گناہ ہے پس جس نے غیر اللہ کی عبادت کی اس نے عبادت کو اس کی اصل جگہ میں نہیں رکھا بلکہ اسے غیر مستحق کو دے دیا اور یہ بہت بڑا ظلم ہے۔

جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ ﴾ (لقمان: ۱۳) بیشک شرک بہت بڑا ظلم ہے۔

شرک باللہ تمام اعمال کو محیط ہے اور باعث ہلاکت خسارہ ہے اور وہ سب سے بڑا گناہ ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿وَلَقَدْ أُوحِيَ إِلَيْكَ وَإِلَى الَّذِينَ مِن قَبْلِكَ لَئِنْ أَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ ﴾ (زمر: ۶۵) یقیناً تیری طرف بھی اور تجھ سے

پہلے (کے تمام نبیوں) کی طرف بھی وحی کی گئی ہے کہ اگر تو نے شرک کیا تو بلاشبہ تیرا عمل ضائع ہوجائے گا اور بالیقین تو زیاکاروں میں سے ہوجائے گا۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا میں تمہیں گناہ کبیرہ میں سب سے بڑا گناہ نہ بتادوں؟ ایسا آپ نے تین بار کہا لوگوں نے ہاں اے اللہ کے رسول ضرور بتایئے، آپ نے فرمایا اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرانا اور والدین کی نافرمانی کرنا آپ اس وقت ٹیک لگائے بیٹھے تھے لیکن اٹھ کر بیٹھ گئے اور کہنے لگے اور جھوٹ بولنا آپ یہ بات (جھوٹ بولنا) دہراتے رہے یہاں تک کہ ہم نے کہا کہ کاش آپ خاموش ہوجاتے۔ (متفق علیہ ، بخاری: ٢٦٥٤ ، مسلم:٨٧)

شرک کی قباحتیں:

اللہ تعالیٰ نے چار آیتوں میں شرک کی چار قباحتیں بیان کی ہیں وہ یہ ہیں:

﴿إِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ أَن يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَٰلِكَ لِمَن يَشَاءُ وَمَن يُشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدِ افْتَرَىٰ إِثْمًا عَظِيمًا﴾ (نساء : ٤٨) یقیناً اللہ تعالیٰ اپنے ساتھ شرک کئے جانے کو نہیں بخشتا اور اس کے سوا جسے چاہے بخش دیتا ہے اور جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرے اس نے بہت بڑا گناہ اور بہتان باندھا۔

اور فرماتا ہے: ﴿وَمَن يُشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا بَعِيدًا﴾ (نساء : ١١٦) اور اللہ کے ساتھ شرک کرنے والا بہت دور گمراہی میں جا پڑا۔

﴿إِنَّهُ مَن يُشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَأْوَاهُ النَّارُ وَمَا لِلظَّالِمِينَ مِنْ أَنصَارٍ﴾ (مائدہ : ٧٢) یقین مانو کہ جو شخص اللہ کے ساتھ شرک کرتا ہے اللہ تعالیٰ نے اس پر جنت حرام کردی ہے اس کا ٹھکانہ جہنم ہی ہے اور گنہ گاروں کی مدد کرنے والا کوئی نہیں ہوگا۔

﴿وَمَن يُشْرِكْ بِاللّٰهِ فَكَأَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَاءِ فَتَخْطَفُهُ الطَّيْرُ أَوْ تَهْوِي بِهِ الرِّيحُ فِي مَكَانٍ سَحِيقٍ﴾ (حج : ٣١) سنو اللہ کے ساتھ شرک کرنے والا گویا آسمان سے گر پڑا اب اسے یا تو پرندے اچک لے جائیں گے یا ہوا کسی دور دراز جگہ پر پھینک دے گی۔

اہل شرک کی سزا:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿ان الذين كفروا من اهل الكتاب والمشركين في نار جهنم خالدين فيها اولئك هم شر البرية﴾ (بينة : ٦) بیشک جو لوگ اہل کتاب میں سے کافر ہوئے اور مشرکین سب دوزخ کی آگ میں (جائیں گے) جہاں وہ ہمیشہ (ہمیش) رہیں گے یہ لوگ بدترین خلائق ہیں۔

اور فرماتا ہے: ﴿إِنَّ الَّذِينَ يَكْفُرُونَ بِاللّٰهِ وَرُسُلِهِ وَيُرِيدُونَ أَن يُفَرِّقُوا بَيْنَ اللّٰهِ وَرُسُلِهِ وَيَقُولُونَ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَنَكْفُرُ بِبَعْضٍ وَيُرِيدُونَ أَن يَتَّخِذُوا بَيْنَ ذَٰلِكَ سَبِيلًا أُولَٰئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ حَقًّا وَأَعْتَدْنَا لِلْكَافِرِينَ عَذَابًا مُّهِينًا﴾ (نساء: ١٥٠-١٥١) جو لوگ اللہ کے ساتھ اور اس کے پیغمبروں کے ساتھ کفر کرتے ہیں اور جو لوگ یہ چاہتے ہیں کہ اللہ اور اس کے رسولوں کے درمیان فرق رکھیں اور جو لوگ کہتے ہیں کہ بعض نبیوں پر تو ہمارا ایمان ہے اور بعض پر نہیں اور چاہتے ہیں کہ اس کے بین بین کوئی راہ نکالیں، یقین مانو کہ یہ سب لوگ اصلی کافر ہیں اور کافروں کے لئے ہم نے اہانت آمیز سزا تیار کر رکھی ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص اس حال میں مرا کہ وہ اللہ کا مثل ونظیر مان کر کسی کو پکارتا ہے تو وہ جہنم میں داخل ہوگا۔ (بخاری: ٤٤٩٧، مسلم:٩٢)

شرک کی بنیاد:

شرک کی بنیاد غیر اللہ سے تعلق ہے اور جو شخص غیر اللہ سے اپنا تعلق قائم کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو اس کے حوالے کردے گا اور اس کو اس پر سزا دے گا اور اس کو اس کی طرف سے رسوائی ملے گی وہ مذموم بن جائے گا اس کی کوئی تعریف کرنے والا نہ ہوگا وہ بے یار و مددگار ہوجائے گا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿لَا تَجْعَلْ مَعَ اللّٰهِ إِلَٰهًا آخَرَ فَتَقْعُدَ مَذْمُومًا مَّخْذُولًا﴾ (اسراء : ٢٢) اللہ کے ساتھ کسی اور کو معبود نہ ٹھہرا ورنہ ملامت زدہ اور بے یار و مددگار بیٹھا رہ جائے گا۔

۵-شرک کی اقسام

شرک کی دوقسمیں ہیں: شرک اکبراورشرک اصغر

ا-شرک اکبر:

شرک اکبر کا مرتکب ملت سے خارج ہے اس کا سارا عمل اکارت ہے اس کا خون حلال ہے۔ وہ ہمیشہ ہمیش جہنم میں رہے گا اگر اس نے توبہ نہ کی اور اسی حالت میں مرگیا، شرک اکبر یہ ہے کہ غیر اللہ کی عبادت کی جائے مثلاً غیر اللہ سے دعا والتجاء کرنا، اہل قبور جن وشیاطین وغیرہ کے لیے ذبیحہ اور نذرو نیاز پیش کرنا، غیر اللہ سے مالداری، شفا، بارش، وغیرہ مانگنا جس پر وہ قادر نہیں ہیں جیسے کہ بعض جہلاء اولیاء وصالحین کی قبروں کے پاس یا بتوں کی قبروں کے پاس جا کر مانگتے ہیں۔

شرک اکبر کی قسمیں

خوف میں شرک:

یہ ہے کہ آدمی اللہ کے علاوہ دوسرے معبودات باطلہ (چاہے وہ بت ہو یا میت ہو یا جن وانس میں کوئی پوشیدہ ہستی ہو) اس سے ڈرے کہ وہ ان کو نقصان پہنچادیں گے۔

اللہ سے خوف کھانے کی بڑی اہمیت اسلام میں ہے پس جس نے غیر اللہ سے خوف کھایا اس نے شرک اکبر کیا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿فَلَا تَخَافُوهُمْ وَخَافُونِ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ﴾ (آل عمران : ۱۷۵) اور اگر تم مؤمن ہو تو تمہیں اللہ تعالیٰ ہی پر بھروسہ رکھنا چاہئے۔

محبت میں شرک:

اللہ سے محبت کمال فروتنی وکمال اطاعت کو لازم ہے یہ محبت خالص اللہ کے لیے ہونی چاہئے اس محبت میں کسی کو شریک ٹھہرانا جائز نہیں پس جس نے غیر اللہ سے ایسی ہی محبت کی جیسے کہ وہ اللہ سے کرتا ہے تو اس نے محبت وتعظیم میں اللہ کا مثل ونظیر بنایا اور یہ شرک ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَمِنَ النَّاسِ مَن يَتَّخِذُ مِن دُونِ اللَّهِ أَندَادًا يُحِبُّونَهُمْ كَحُبِّ اللَّهِ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَشَدُّ حُبًّا لِّلَّهِ﴾ (بقرہ : ۱۶۵) بعض لوگ ایسے بھی ہیں جو اللہ کا شریک اوروں کو ٹھہرا کر ان سے ایسی محبت رکھتے ہیں، جیسی محبت اللہ سے ہونی چاہئے اور ایمان والے اللہ کی محبت میں بہت سخت ہوتے ہیں۔

اطاعت میں شرک:

اطاعت میں شرک یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جس چیز کو حرام ٹھہرایا ہے اس کو حلال کرنے میں یا جس چیز کو حلال ٹھہرایا ہے اس کو حرام کرنے میں علماء وامراء اور رؤساء وحکام کی بات مانے پس جس نے اس معاملہ میں ان لوگوں کی اتباع کی اس نے تشریع اور تحلیل وتحریم میں اللہ تعالیٰ کا شریک بنایا اور یہ شرک اکبر ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿اتَّخَذُوا أَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ أَرْبَابًا مِّن دُونِ اللَّهِ وَالْمَسِيحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَمَا أُمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا إِلَٰهًا وَاحِدًا لَّا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ سُبْحَانَهُ عَمَّا يُشْرِكُونَ﴾ (توبہ : ۳۱) ان لوگوں نے اللہ کو چھوڑ کر اپنے عالموں اور درویشوں کو رب بنایا ہے اور مریم کے بیٹے مسیح کو حالاں کہ انہیں صرف ایک اکیلے اللہ ہی کی عبادت کا حکم دیا گیا تھا جس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ پاک ہے ان کے شریک مقرر کرنے سے۔

نفاق کی دوقسمیں ہیں:

ا-نفاق اکبر:

یہ اعتقادی نفاق ہے یعنی یہ کہ آدمی اپنا اسلام ظاہر کرے اور کفر چھپائے رہے ایسا شخص کافر ہے اس کا ٹھکانہ جہنم کا سب سے نچلا طبقہ ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿إِنَّ الْمُنَافِقِينَ فِي الدَّرْكِ الْأَسْفَلِ مِنَ النَّارِ وَلَن تَجِدَ لَهُمْ نَصِيرًا﴾ (نساء: ۱۴۵) منافق تو یقیناً جہنم کے سب سے نیچے کے طبقے میں جائیں گے ناممکن ہے کہ تو ان کا کوئی مددگار پالے۔

۲-نفاق اصغر:

اس کا مطلب اعمال میں نفاق ہے ایسا شخص ملت اسلام سے خارج نہیں ہوگا لیکن گناہ گار رہوگا۔

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: چار خصلتیں جس کے اندر پائی جائیں وہ پکا منافق ہے اور جس کے اندران میں سے ایک خصلت پائی جائے اس کے اندر نفاق کی ایک خصلت پائی جاتی ہے جب تک کہ وہ اس کو چھوڑ نہ دے وہ یہ ہیں: جب اس کے پاس امانت رکھی جائے تو اس میں خیانت کرے، جب بات کرے تو جھوٹ بولے، جب عہد کرے تو عہد پورا نہ کرے اور جب لڑائی کرے تو گالی دے۔(بخاری: ٣٤، مسلم :٥٨)

۲-شرک اصغر:

شرک اصغر توحید کو ناقص کر دیتا ہے لیکن آدمی ملت اسلام سے خارج نہیں ہوتا بہر حال وہ شرک اکبر تک پہنچنے کا وسیلہ ہوتا ہے شرک اصغر کا مرتکب سزا پائے گا لیکن کفار کی طرح ہمیشہ ہمیش جہنم میں نہیں رہے گا، اور نہ ہی اس کا خون اور مال حلال ہوگا۔ شرک اکبر سے تو سارے اعمال برباد ہوجاتے ہیں لیکن شرک اصغر سے وہی عمل برباد ہوتا ہے جس سے وہ ملا ہوا ہے مثلاً وہ اللہ کے لیے نماز پڑھتا ہے یا صدقہ کرتا ہے یا روزہ رکھتا ہے یا اللہ کا ذکر کرتا ہے لیکن یہ بھی چاہتا ہے کہ لوگ اس کی تعریف کریں اس کو دیکھیں اس کے ذکر کو سنیں تو یہ ریا کاری ہے جو عمل میں داخل ہوکر اس کو برباد کر دیتی ہے۔قرآن میں جہاں بھی شرک کا لفظ آیا ہے اس سے مراد شرک اکبر ہے، جہاں تک شرک اصغر کی بات ہے تو اس کا ثبوت احادیث متواتر سے ملتا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوحَى إِلَيَّ أَنَّمَا إِلَهُكُمْ إِلَهٌ وَاحِدٌ فَمَن كَانَ يَرْجُو لِقَاءَ رَبِّهِ فَلْيَعْمَلْ عَمَلاً صَالِحاً وَلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهِ أَحَدا﴾ (كهف : ١١٠) آپ کہہ دیجئے کہ میں تو تم جیسا ہی ایک انسان ہوں۔(ہاں) میری جانب وحی کی جاتی ہے کہ سب کا معبود صرف ایک ہی معبود ہے تو جسے بھی اپنے پروردگار سے ملنے کی آرزو ہو اسے چاہئے کہ نیک اعمال کرے اور اپنے پروردگار کی عبادت میں کسی کو بھی شریک نہ کرے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں شرک سے سب سے زیادہ بے نیاز ہوں پس جس نے کوئی ایسا عمل کیا جس میں میرے ساتھ غیر کو شریک کیا تو میں اس کے عمل کو قبول نہیں کروں گا۔(مسلم :٢٩٥٨)

غیر اللہ کی قسم کھانا بھی شرک اصغر ہے اسی طرح اگر آدمی یہ کہے "جو اللہ اور فلاں چاہے" یا اگر "اللہ اور فلاں نہ ہوتے" تو یہ بھی شرک اصغر ہے، آدمی کو اس طرح کہنا چاہئے جو اللہ چاہے پھر جو فلاں چاہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جس نے غیر اللہ کی قسم کھائی اس نے کفر یا شرک کیا۔(ابو داؤد، ترمذی)

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا : "لا تقولوا ماشاء الله وشاء فلان ولكن قولوا ماشاء الله ثم ماشاء فلان"(احمد: ٢٣٥٤، ملاحظہ ہو سلسلة الصحيحة: ١٣٧، ابو داؤد: ٤٩٨) تم یہ مت کہو جو اللہ اور فلاں چاہے بلکہ یہ کہو جو اللہ چاہے پھر جو فلاں چاہے۔

شرک اصغر کرنے والے آدمی کے دل میں جو چیز ہے اس کے مطابق کبھی شرک اصغر اکبر بن جاتا ہے اس لیے ایک مسلمان کو شرک اکبر واصغر دونوں سے بچنا چاہئے شرک ظلم عظیم ہے وہ کبھی معاف نہیں کیا جائے گا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَن يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَلِكَ لِمَن يَشَاءُ﴾ (نساء: ٤٨) یقیناً اللہ تعالیٰ اپنے ساتھ شرک کرنے والے کو نہیں بخشتا اور اس کے سوا جسے چاہے بخش دیتا ہے۔

شرکیہ اقوال وافعال یا اس کے وسائل:

شرک اکبر اور شرک اصغر کے درمیان کچھ اقوال وافعال ہیں جو قائل یا فاعل کی نیت کے مطابق عقیدہ کو فاسد کر دیتے ہیں یہ ایسے امور ہیں جو توحید کے منافی ہیں۔ یہ توحید کے صاف وشفاف چشمے کو گدلا کر دیتے ہیں۔شریعت نے ان سے منع کیا ہے، ان میں سے بعض یہ ہیں:

۱- چھلا یا دھاگا وغیرہ اس نیت سے پہننا کہ اس سے بلاء دور ہوگی یہ شرک ہے۔

۲- بچوں کے گلے میں تعویذ لٹکانا چاہے سیپی کے ہوں یا ہڈی کے یا لکھی ہوئی شکل میں ہوں تا کہ انہیں نظر بد سے بچایا جا سکے یہ شرک ہے۔

۳- **بدفالی:** چاہے پرندوں کے ذریعہ کی جائے یا انسانوں کے ذریعے یا زمین کے کسی ٹکڑے کے ذریعہ یہ بھی شرک ہے کیوں کہ اس میں آدمی غیر اللہ سے تعلق قائم کرتا ہے اور یہ اعتقاد رکھتا ہے کہ ضرر کا حصول ایک مخلوق کی طرف سے ہے حالانکہ وہ مخلوق خود اپنے آپ کو نفع ونقصان نہیں پہنچا یا جا سکتا یہ صرف شیطان کا وسوسہ ہے اور توکل علی اللہ کے منافی ہے۔

۴- **درختوں، پتھروں، آثار اور قبروں سے برکت حاصل کرنا:** ان چیزوں سے برکت طلب کرنا اور ان میں برکت سمجھنا شرک ہے اس لیے کہ اس میں آدمی برکت حاصل کرنے کے لیے غیر اللہ سے تعلق قائم کرتا ہے۔

۵- **جادو:** جس کا سبب مخفی ہو اس کو جادو کہتے ہیں یہ چند منتر جھاڑ پھونک کلام اور دوا کا نام ہے وہ دل وجسم میں اثر کرتا ہے اور آدمی کو بیمار بنا دیتا ہے یا مار ڈالتا ہے یا شوہر اور بیوی کے درمیان جدائی کرا دیتا ہے یہ ایک شیطانی عمل ہے ان میں سے اکثر تک شرک کے ذریعہ پہنچا جاتا ہے۔

جادو شرک ہے کیونکہ اس میں اللہ کو چھوڑ کر شیطانوں سے تعلق قائم کیا جاتا ہے جادوگر علم غیب کا دعویٰ کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿وَمَا كَفَرَ سُلَيْمَانُ وَلَـٰكِنَّ الشَّيَاطِينَ كَفَرُوا يُعَلِّمُونَ النَّاسَ السِّحْرَ﴾(بقرة: ۱۰۲) سلیمان نے تو کفر نہ کیا تھا بلکہ یہ کفر شیطانوں کا تھا وہ لوگوں کو جادو سکھایا کرتے تھے۔

کبھی جادو شرک کی بجائے گناہ کبیرہ ہوتا ہے اگر وہ صرف دواؤں کے ذریعہ ہے۔

۶- **کہانت:** یہ علم غیب کا دعویٰ کرنا ہے اس میں آدمی مستقبل میں زمین پر واقع ہونے والی چیز کے بارے میں بتاتا ہے اور شیطان اس کا مصدر ومرجع ہوتا ہے اور یہ شرک ہے کیونکہ اس میں غیر اللہ سے

تقرب حاصل کیا جاتا ہے اور غیب کا علم رکھنے میں اللہ کے شریک ہونے کا دعویٰ کیا جاتا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے کسی حائضہ عورت سے صحبت کی یا کسی عورت کے دبر میں جماع کیا یا کاہن کے پاس گیا اور اس کی بات کی تصدیق کی تو اس نے اس چیز کا انکار کیا جو محمد ﷺ پر نازل کی گئی ہے۔ (ترمذی: ۱۳۵، ابن ماجہ: ۶۳۹)

۷- **علم نجوم:** یعنی احوال عالم معلوم کرنے کے لیے ستاروں کو دیکھنا اور فلک کے احوال سے زمین کے حوادث پر استدلال کرنا جیسے ہواؤں کے چلنے کا وقت، بارش کا آنا، امراض و وفات کا وقوع پذیر ہونا، گرمی وٹھنڈک کا ظہور نرخ کا بدلنا وغیرہ یہ شرک ہے کیونکہ اس میں تدبیر کائنات اور غیب کے جاننے میں اللہ کا شریک ٹھہرایا جاتا ہے۔

۸- **نچھتر ماننا:** یعنی بعض خاص ستاروں کے طلوع یا غروب ہونے کی طرف بارش کے نزول کی نسبت کرنا مثلاً یہ کہے مطرنا بنوء كذا وكذا ہمیں فلاں ستارے کے طلوع ہونے کی وجہ سے بارش ملی ہے۔

یہ شرک ہے کیونکہ بارش کا نازل کرنا اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے نہ کہ ستاروں کے ہاتھ میں۔

۹- **نعمت کی نسبت غیر اللہ کی طرف کرنا:** دنیا وآخرت میں ہر نعمت اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے پس جس نے اسے غیر اللہ کی طرف منسوب کیا اس نے کفر وشرک کیا مثلاً کسی نے یہ کہا کہ یہ مال فلاں کی وجہ سے حاصل ہوا ہے یہ شفاء فلاں کی وجہ سے حاصل ہوئی ہے یا سفر میں امن وسلامتی فلاں ڈرائیور یا فلاں فلاں پائلٹ کی وجہ سے حاصل ہوئی ہے یا نعمتیں حکومت یا افراد کی کوششوں کی وجہ سے حاصل ہوئی ہیں تو ایسا کہنا صحیح نہیں بلکہ تمام نعمتوں کی نسبت صرف اللہ کی طرف کرنا ضروری ہے اور ان نعمتوں پر اللہ کا شکر ادا کرنا چاہئے اور ان نعمتوں کو دینے میں بعض مخلوقات صرف سبب بنتے ہیں یہ اسباب کبھی فائدہ پہنچا سکتے ہیں اور کبھی نہیں پہنچا سکتے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿ومابكم من نعمة فمن الله﴾(نحل: ۵۳) تمہارے پاس جتنی بھی نعمتیں ہیں سب اسی کی دی ہوئی ہیں۔

٦ - اسلام

دین اسلام کے تین مراتب ہیں:

اسلام، ایمان، احسان، اور ہر مرتبہ کے کچھ ارکان ہیں۔

دنیا وآخرت میں انسان کی کامیابی دین اسلام میں ہے۔

اسے اس دین کی اس سے کہیں زیادہ ضرورت ہے جتنا اسے کھانے پینے اور ہوا کی ضرورت ہے، ہر انسان شریعت کا محتاج ہے، انسان دو طرح کی حرکتیں کرتا ہے، ایک وہ حرکت ہے جو اسے نفع پہنچاتی ہے اور دوسری وہ حرکت ہے جو اس سے ضرر کو دور کرتی ہے، اسلام ایک ایسا نور ہے جو انسان کو اس کا نفع ونقصان دونوں بتاتا ہے۔

اسلام، ایمان اور احسان میں فرق:

جب اسلام اور ایمان ایک دوسرے سے ملا دئے جائیں تو اسلام کا مطلب ظاہری اعمال ہیں اور وہ ارکان خمسہ ہیں اور ایمان سے مراد باطنی اعمال ہیں اور وہ ایمان کے چھٹوں ارکان ہیں اور اگر ان میں سے کوئی تنہا بولا جائے تو دوسرے کے معنی وحکم کو بھی شامل ہوگا۔

احسان کا دائرہ ایمان کے دائرہ سے زیادہ عام ہے اور ایمان کا دائرہ اسلام کے دائرے سے زیادہ عام ہے۔

احسان اپنی حقیقت کے اعتبار سے ایمان سے زیادہ عام ہے کیونکہ وہ ایمان کو بھی شامل ہے کوئی بھی بندہ احسان کے مرتبہ تک اس وقت تک نہیں پہنچ سکتا جب تک کہ وہ ایمان کو نہ پالے لیکن اپنے اہل کے اعتبار سے احسان ایمان سے زیادہ خاص ہے اس لیے کہ اہل احسان اہل ایمان کی ایک جماعت کا نام ہے پس ہر محسن مؤمن ہے لیکن ہر مؤمن محسن نہیں ہے۔

ایمان اپنی حقیقت کے اعتبار سے اسلام سے زیادہ عام ہے اس لیے کہ وہ اسلام کو بھی شامل ہے کوئی بھی بندہ ایمان کے مرتبہ تک اس وقت تک نہیں پہنچ سکتا جب تک کہ وہ اسلام کو نہ پالے لیکن

اپنے اہل کے اعتبار سے ایمان اسلام سے زیادہ خاص ہے کیونکہ اہل ایمان اہل اسلام کی ایک جماعت کا نام ہے نہ سارے اہل اسلام کا نام ہے پس ہر مؤمن مسلم ہے لیکن ہر مسلم مومن نہیں۔

اسلام کا معنی:

اسلام کا مطلب ہے اللہ کو ایک مان کر اس کی فرماں برداری کرنا، اس کے سامنے سر تسلیم خم کر دینا اس کی اطاعت کرنا، مشرک اور اہل مشرک سے برأت کا اظہار کرنا، بس جس نے اللہ تعالیٰ کی فرماں برداری کی اور اس کے ساتھ دوسروں کی بھی فرماں برداری کی وہ مشرک ہے اور جس نے اللہ تعالیٰ کی فرماں برداری نہیں کی وہ کافر ومنکر ہے اور دونوں طریقے اسلام کے خلاف ہیں۔

———.oOo.———

۷-ارکان اسلام

اسلام کے پانچ ارکان ہیں:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اسلام کی عمارت پانچ چیزوں پر اٹھائی گئی ہے، اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں، نماز قائم کرنا، زکوٰۃ دینا، حج کرنا اور رمضان کے روزے رکھنا۔(بخاری:۸، مسلم :۱۶)

لا الہ الا اللہ کی گواہی دینے کا مطلب یہ ہے کہ آدمی اپنی زبان اور اپنے دل سے اس بات کا اعتراف کرے کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں اس کے سوا سارے معبود کی الوہیت باطل ہے ان کی عبادت باطل ہے یہ نفی واثبات دونوں پر مشتمل ہے لا الہ الا الـلـه میں اس چیز کی نفی کی گئی ہے جس کی پرستش اللہ تعالیٰ کے علاوہ کی جاتی ہے اور لا الـه الا الـلـه میں عبادت کو صرف اللہ کے لیے ثابت کیا گیا ہے اس کی عبادت میں اس کا کوئی شریک نہیں جیسے کہ اس کی ملکیت میں اس کا کوئی شریک نہیں۔

محمد رسول اللہ کی گواہی دینے کا مطلب یہ ہے کہ نبی ﷺ جو حکم دیں اس کی اطاعت کی جائے جو خبر دیں اس کی تصدیق کی جائے جس چیز سے منع کرے اس سے بچا جائے اور جس طرح آپ نے بتایا ہے اسی طرح اللہ کی عبادت کی جائے۔

———ooOoo———

۸-ایمان

ایمان یہ ہے کہ تم اللہ، اس کے فرشتوں، اس کی کتابوں، اس کے رسولوں، یوم آخرت اور تقدیر پر ایمان لاؤ۔

ایمان کا تعلق قول وعمل دونوں سے ہے، یعنی دل اور زبان کا قول اور دل وزبان اور اعضاء کا عمل، ایمان اطاعت سے بڑھتا ہے اور معصیت سے گھٹتا ہے۔

ایمان کا مطلب دل سے تصدیق کرنا، زبان سے کہنا اور اعضاء سے عمل کرنا ہے۔

ایمان کی شاخیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایمان کی ستر سے اوپر یا ساٹھ سے اوپر شاخیں ہیں ان میں سب سے افضل لا الـه الا الله کہنا ہے اور سب سے ادنیٰ راستے سے تکلیف دہ چیز ہٹانا ہے اور حیاء وشرم بھی ایمان کی شاخ ہے۔(مسلم :۳۵)

ایمان کے درجات:

ایمان کا مزہ ہوتا ہے اس کی مٹھاس ہوتی ہے اس کی حقیقت ہوتی ہے۔

۱-ایمان کا مزہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے اس قول میں بیان کردیا ہے: "ذاق طعم الایمان من رضی بـالله ربا وبالاسلام دینا وبمحمد رسولاً "(مسلم :۳۴) اس شخص نے ایمان کا مزہ چکھ لیا جو اللہ کو اپنا رب بنانے پر راضی ہوا اور اسلام کو اپنا دین بنانے پر راضی ہوا اور محمد ﷺ کو اپنا رسول ماننے پر راضی ہوا۔

۲-ایمان کی مٹھاس کو نبی ﷺ نے اس طرح بیان کیا ہے: تین چیزیں جس کے اندر ہوں وہ ایمان کی مٹھاس پاتا ہے ایک یہ کہ اس کے نزدیک اللہ اور اس کے رسول ہر چیز سے زیادہ محبوب ہوں، دوسرے یہ کہ کسی آدمی سے صرف اللہ کی خاطر محبت رکھے تیسرے یہ کہ کفر کی طرف لوٹنا اسے ایسے ہی ناپسند ہو جیسے آگ میں ڈالا جانا ناپسند کرتا ہے۔(بخاری:۱۶، مسلم:۴۳)

۳-ایمان کی حقیقت اس شخص کو حاصل ہوتی ہے جس کے پاس دین کی حقیقت ہے اور جو دین کے لیے محبت کرتا ہے مثلاً: عبادت، دعوت، ہجرت، نصرت، جہاد اور انفاق وغیرہ۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ إِذَا ذُكِرَ اللَّهُ وَجِلَتْ قُلُوبُهُمْ وَإِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ آيَاتُهُ زَادَتْهُمْ إِيمَاناً وَعَلَى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنفِقُون﴾ (الأنفال: ۲-۳) بس ایمان والے تو ایسے ہوتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ کا ذکر آتا ہے تو ان کے قلوب ڈر جاتے ہیں اور جب اللہ کی آیتیں ان کو پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو وہ آیتیں ان کے ایمان کو اور زیادہ کر دیتی ہیں اور وہ لوگ اپنے رب پر توکل کرتے ہیں جو کہ نماز کی پابندی کرتے ہیں اور ہم نے ان کو جو کچھ دیا ہے وہ اس میں سے خرچ کرتے ہیں سچے ایمان والے یہ لوگ ہیں ان کے لیے بڑے درجے ہیں ان کے رب کے پاس اور مغفرت اور عزت کی روزی ہے۔

دوسری جگہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:﴿وَالَّذِينَ آمَنُواْ وَهَاجَرُواْ وَجَاهَدُواْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالَّذِينَ آوَواْ وَّنَصَرُواْ أُولَـئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُونَ حَقّاً لَّهُم مَّغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ كَرِيمٌ ○﴾ (انفال: ۷۴) جو لوگ ایمان لائے اور ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں جہاد کیا اور جنہوں نے پناہ دی اور مدد پہنچائی یہی لوگ سچے مؤمن ہیں ان کے لیے بخشش ہے اور عزت کی روزی ہے۔

ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:﴿إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوا وَجَاهَدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنفُسِهِمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أُوْلَئِكَ هُمُ الصَّادِقُونَ﴾ (حجرات: ۱۵) مؤمن تو وہ ہیں جو اللہ پر اور اس کے رسول پر پکا ایمان لائیں پھر شک وشبہ نہ کریں اور اپنے مالوں سے اور اپنی جانوں سے اللہ کی راہ میں جہاد کرتے رہیں۔ (اپنے دعوائے ایمان میں) یہی سچے اور راست گو ہیں۔

کوئی بھی بندہ ایمان کی حقیقت تک اس وقت تک نہیں پہنچ سکتا جب تک کہ وہ یہ نہ جان لے کہ

اس کو جو چیز لاحق ہوئی ہے وہ اس سے بچ نہیں سکتا تھا اور بس جس چیز سے وہ بچ گیا ہے وہ اسے لاحق ہونے والی نہیں تھی۔

کمال ایمان:

اگر اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے کامل محبت ہوگی تو آدمی پسندیدہ کام کرے گا اور برے کام سے بچے گا، جس سے اس کا ایمان مکمل ہوگا، اللہ کے لیے محبت اور اللہ کے لیے دشمنی جو کہ دل کا عمل ہے اور اللہ کے لیے دینا اور اللہ کے لیے نہ دینا جو کہ بدن کا عمل ہے یہ بھی کمال ایمان اور اللہ سے کمال محبت کی دلیل ہے۔

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے اللہ کی خاطر محبت کی اور اللہ کی خاطر بغض رکھا، اللہ کی خاطر دیا اور اللہ کی خاطر نہ دیا اس نے ایمان مکمل کر لیا۔(ابو داؤد: ٤٦٨١)

——— ○○○ ———

۹-ایمان کی خصلتیں

رسول اللہ ﷺ سے محبت:

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مؤمن نہیں ہوسکتا جب تک کہ میں اس کے نزدیک اس کے باپ اس کے لڑکے اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔ (بخاری: ۱۵ ، مسلم: ۴۴)

انصار سے محبت:

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایمان کی علامت انصار سے محبت رکھنا ہے اور نفاق کی علامت انصار سے بغض رکھنا ہے۔ (بخاری: ۱۷، مسلم: ۷۴)

مؤمنوں سے محبت:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم جنت میں اس وقت تک داخل نہیں ہوگے جب تک کہ تم ایمان نہ لے آؤ اور تم ایمان اس وقت تک نہیں لا سکتے جب تک کہ آپس میں محبت نہ کرو کیا میں تم کو ایسی چیز نہ بتاؤں جسے اگر تم کرو گے تو آپس میں محبت بڑھے گی تم آپس میں خوب سلام کیا کرو۔ (مسلم : ۵۴)

اپنے مسلمان بھائی سے محبت:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مؤمن نہیں ہوسکتا جب تک کہ اپنے بھائی کے لیے یا فرمایا اپنے پڑوسی کے لیے وہی چیز پسند نہ کرے جو وہ اپنے لیے پسند کرتا ہے۔ (بخاری: ۱۳ ، مسلم: ۴۵)

پڑوسی اور مہمان کی عزت کرنا اور صرف اچھی بات کہنا:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص

اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہو وہ بھلی بات کرے یا خاموش رہے اور جو شخص اللہ اور یوم آخرت پر یقین رکھتا ہو وہ اپنے پڑوسی کی عزت کرے اور جو شخص اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہو وہ اپنے مہمان کی عزت کرے۔ (بخاری: ۱۸-۶ ، مسلم: ۴۷)

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص تم میں سے کوئی برائی دیکھے تو اس کو اپنے ہاتھ سے روکے اور اگر اس کی بھی طاقت نہ رکھتا ہو تو اپنے دل میں اسے برا جانے اور یہ ایمان کا سب سے کم درجہ ہے۔ (مسلم : ۴۹)

نصیحت:

حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دین خیرخواہی کا نام ہے ہم نے کہا اے اللہ کے رسول! خیرخواہی کس کے لیے؟ آپ نے فرمایا اللہ کے لیے اس کی کتاب کے لیے اس کے رسول کے لیے اور مسلمانوں کے ائمہ اور ان کے عام لوگوں کے لیے۔ (مسلم: ۵۵)

ایمان سب سے افضل عمل ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ سب سے افضل عمل کونسا ہے آپ نے فرمایا اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانا، پوچھا گیا پھر کون سا عمل، آپ نے فرمایا اللہ کے راستے میں جہاد کرنا، پوچھا گیا پھر کون سا عمل؟ آپ نے فرمایا حج مبرور (مقبول) (بخاری/ ۲۹ ، مسلم: ۸۳)

ایمان اطاعت سے بڑھتا ہے اور معاصی سے گھٹتا ہے:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿هُوَ الَّذِىٓ أَنزَلَ السَّكِينَةَ فِى قُلُوبِ الْمُؤْمِنِينَ لِيَزْدَادُوٓا إِيمَانًا مَّعَ إِيمَانِهِمْ﴾ (فتح : ۴) ’’وہی ہے جس نے مسلمانوں کے دلوں میں سکون (اور اطمینان) ڈال دیا تا کہ اپنے ایمان کے ساتھ ہی اور بھی ایمان میں بڑھ جائیں‘‘۔

ایک جگہ ہے:﴿وَإِذَا مَا أُنزِلَتْ سُورَةٌ فَمِنْهُم مَّن يَقُولُ أَيُّكُمْ زَادَتْهُ هَـٰذِهِ إِيمَاناً فَأَمَّا الَّذِينَ آمَنُواْ فَزَادَتْهُمْ إِيمَاناً وَهُمْ يَسْتَبْشِرُونَ﴾(توبہ : ١٢٤)اور جب کوئی صورت نازل کی جاتی ہے تو بعض منافقین کہتے ہیں کہ اس سورت نے تم میں سے کس کے ایمان کو زیادہ کیا ہے،سو جو لوگ صاحب ایمان ہیں اسی سورت نے ان کے ایمان کو زیادہ کیا ہے اور وہ خوش ہو رہے ہیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: زانی جب زنا کرتا ہے تو مؤمن نہیں رہتا اور چور جب چوری کرتا ہے تو وہ مؤمن نہیں رہتا اور شراب پینے والا جب شراب پیتا ہے تو وہ مؤمن نہیں رہتا۔(بخاری:٢٤٧٥،مسلم:٥٧)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے لا الـٰہ الا اللـہ کہا اور اس کے دل میں جَو برابر بھی خیر (ایمان) ہو تو وہ (ایک نہ ایک دن) ضرور دوزخ سے نکلے گا اور جس نے لا الہ الا الله کہا اور اس کے دل میں گیہوں برابر خیر (ایمان) ہے وہ (ایک نہ ایک دن ضرور) دوزخ سے نکلے گا،ایک روایت میں خیر کی جگہ ایمان کا لفظ ہے۔(بخاری: ٤٤، مسلم:١٩٣)

اسلام لانے سے پہلے کا عمل:

اگر کافر اسلام لائے پھر نیک اعمال کرے تو اس کے گناہ معاف کر دیئے جاتے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿قُل لِّلَّذِينَ كَفَرُواْ إِن يَنتَهُواْ يُغْفَرْ لَهُم مَّا قَدْ سَلَفَ وَإِنْ يَعُودُواْ فَقَدْ مَضَتْ سُنَّةُ الْأَوَّلِينَ﴾(انفال : ٣٨) آپ ان کافروں سے کہہ دیجئے کہ اگر یہ لوگ باز آجائیں تو ان کے سارے گناہ جو پہلے ہو چکے ہیں سب معاف کر دیئے جائیں گے اور اگر اپنی وہی عادت رکھیں گے تو (کفار) سابقین کے حق میں قانون نافذ ہو چکا ہے۔

نیک کام پر ثواب ملے گا:

حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے کہا کہ میں کچھ امور کے ذریعہ زمانۂ

جاہلیت میں (اللہ کی) عبادت کرتا تھا تو کیا اس پر مجھے ثواب ملے گا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو تم سے بھلائی کا صدور پہلے ہوا ہے اسی پر تمہارا اسلام ہے۔(بخاری:٦٣٤١، مسلم:٣٢١)

جو شخص اسلام لائے پھر برا کام کرے تو اس کا مؤاخذہ پہلے اور بعد کے دونوں گناہوں پر ہوگا۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اسلام لانے کے بعد جس نے اچھا کام کیا تو اس کا مؤاخذہ اس پر نہیں ہوگا جو اس نے زمانۂ جاہلیت میں کیا ہے اور اسلام لانے کے بعد جس نے برا کام کیا تو اس کا مؤاخذہ پہلے اور بعد کے دونوں گناہوں پر ہوگا۔(بخاری:٥٠، مسلم:٨)

———•oOo•———

۱۰- ارکان اسلام

اسلام کے ارکان چھ ہیں جیسے کہ حدیث جبریل میں ہے کہ جب انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ ایمان کیا ہے تو آپ نے فرمایا: ایمان یہ ہے کہ تم اللہ، اس کے فرشتوں، اس کی کتابوں، اس کے رسولوں، یوم آخرت اور تقدیر کو مانو خواہ وہ تقدیر اچھی ہو یا بری۔ (بخاری: ۵۰، مسلم: ۸)

۱- اللہ پر ایمان

اللہ پر ایمان چار چیزوں کو شامل ہے:

۱- اللہ کے وجود پر ایمان:

اللہ تعالیٰ نے ہر مخلوق کو دین فطرت پر پیدا کیا ہے یعنی پیدائش کے وقت اپنے خالق پر اس کا ایمان ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿فَأَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّينِ حَنِيفاً فِطْرَةَ اللَّهِ الَّتِي فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا لَا تَبْدِيلَ لِخَلْقِ اللَّهِ﴾ (روم: ۳۰) پس آپ یکسو ہو کر اپنا منہ دین کی طرف متوجہ کر دیں اللہ تعالیٰ کی وہ فطرت جس پر اس نے لوگوں کو پیدا کیا، اللہ تعالیٰ کے بنائے کو بدلنا نہیں۔

عقل اس بات کو تسلیم کرتی ہے کہ اس کائنات کا کوئی خالق ہے ساری مخلوقات کو اسی نے پیدا کیا ہے اور مخلوقات کا وجود خود بخود نہیں ہوا ہے اور وہ موجد وخالق اللہ رب العالمین ہے۔

جیسے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿أَمْ خُلِقُوا مِنْ غَيْرِ شَيْءٍ أَمْ هُمُ الْخَالِقُونَ أَمْ خَلَقُوا السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ بَل لَّا يُوقِنُونَ﴾ (طور: ۳۵- ۳۶) کیا یہ بغیر کسی (پیدا کرنے والے) کے خود بخود پیدا ہو گئے ہیں، یا یہ خود پیدا کرنے والے ہیں کیا انہوں نے ہی آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے؟ بلکہ یہ یقین نہ کرنے والے لوگ ہیں۔

حس بھی اللہ تعالیٰ کے وجود کو تسلیم کرتی ہے ہم دیکھتے ہیں کہ رات اور دن آتے جاتے رہتے

ہیں انسان وحیوان کو روزی ملتی ہے حالات میں تبدیلی ہوتی رہتی ہے اور مخلوق کے تمام امور ایک نظام سے چل رہے ہیں یہ ساری چیزیں اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ موجود ہے۔

ارشاد باری ہے: ﴿يُقَلِّبُ اللَّهُ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَعِبْرَةً لِّأُولِي الْأَبْصَارِ﴾ (نور: ۴۴) اللہ تعالیٰ ہی دن اور رات کو ردوبدل کرتا رہتا ہے آنکھوں والے کے لیے تو یقیناً اس میں بڑی بڑی عبرتیں ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں کی مدد معجزات دے کر کی ہے جن کو لوگوں نے دیکھا اور سنا ہے یہ معجزات انسان کی قدرت سے خارج امور ہیں یہ اس بات کی قطعی دلیل ہیں کہ ان رسولوں کا کوئی بھیجنے والا ہے اور وہ اللہ کی ذات ہے مثلاً اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لیے آگ کو ٹھنڈا کر دیا تھا، موسیٰ علیہ السلام کے لیے دریا کا پانی پھاڑ کر راستہ بنا دیا تھا، عیسیٰ علیہ السلام کو یہ معجزہ عطا کیا تھا کہ وہ مردوں کو زندہ کر دیتے تھے حضرت محمد ﷺ کو شق القمر کا معجزہ عطا کیا گیا تھا کتنے مانگنے والے دعا کرنے والے اور مصیبت زدہ لوگوں کی دعائیں اللہ تعالیٰ نے سنیں ہیں اور انہیں عطا کیا ہے جو اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ موجود ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿إِذْ تَسْتَغِيثُونَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ﴾ (انفال: ۹) اس وقت کو یاد کرو جب کہ تم اپنے رب سے فریاد کر رہے تھے پھر اللہ تعالیٰ نے تمہاری فریاد سن لی۔

دوسری جگہ ہے: ﴿وَأَيُّوبَ إِذْ نَادَى رَبَّهُ أَنِّي مَسَّنِيَ الضُّرُّ وَأَنتَ أَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ فَاسْتَجَبْنَا لَهُ فَكَشَفْنَا مَا بِهِ مِن ضُرٍّ وَآتَيْنَاهُ أَهْلَهُ وَمِثْلَهُم مَّعَهُمْ رَحْمَةً مِّنْ عِندِنَا وَذِكْرَى لِلْعَابِدِينَ﴾ (انبیاء: ۸۳- ۸۴) ایوب علیہ السلام کی اس حالت کو یاد کرو جب انہوں نے اپنے پروردگار کو پکارا کہ مجھے یہ بیماری لگ گئی ہے اور تو رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم کرنے والا ہے تو ہم نے ان کی فریاد سن لی اور ان کو جو تکلیف لاحق تھی اسے دور کر دیا اور ان کو اہل وعیال عطا فرمائے بلکہ ان کے ساتھ ویسے ہی اور، اپنی خاص مہربانی سے تاکہ اپنے سچے بندوں کے لیے سبب نصیحت ہو۔

شریعت اللہ کے وجود پر دلالت کرتی ہے کیونکہ شرعی احکام میں بندوں کی مصلحت وفطرت کا پورا خیال رکھا گیا ہے جو اس بات کی دلیل ہے کہ یہ شریعت کسی علیم وحکیم کی طرف سے ہے۔

۲- اس بات پر ایمان لانا کہ اللہ تعالیٰ تنہا رب ہے اس کا کوئی شریک نہیں:

رب وہ ہے جس کے خالق ہونا، مالک ہونا اور حاکم ہونا خاص ہو پس اللہ کے علاوہ کوئی خالق و مالک اور حاکم نہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿أَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْأَمْرُ تَبَارَكَ اللَّهُ رَبُّ الْعَالَمِينَ﴾ (اعراف: ٥٤) یاد رکھو اللہ ہی کے لیے خاص ہے خالق ہونا اور حاکم ہونا، بڑی خوبیوں سے بھرا ہوا ہے اللہ جو تمام عالم کا پروردگار ہے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ﴿لِلَّهِ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا فِيهِنَّ وَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ﴾ (مائدہ: ١٢٠) اللہ ہی کی سلطنت ہے آسمانوں میں اور زمین میں اور ان چیزوں میں جو ان میں موجود ہیں اور وہ ہر شئی پر پوری قدرت رکھتا ہے۔

پس ہم یہ جان لیں اور یقین کرلیں کہ اللہ تعالیٰ ہی نے ساری مخلوقات کو پیدا کیا ہے وہی ساری چیزوں کا موجد ہے وہی کائنات کا مصور ہے اسی نے آسمان وزمین، سورج وچاند، رات ودن، پانی وپودا، جن وانس، پہاڑ ودریا، کو پیدا کیا ہے۔

﴿وخلق كل شئ فقدره تقديرا﴾ (فرقان: ٢) ہر اس چیز کو اس نے پیدا کر کے ایک مناسب اندازہ ٹھہرا دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کو اپنی قدرت سے پیدا کیا ہے اس کا کوئی وزیر ومشیر اور معین نہیں وہ تنہا ہے وہ غلبہ والا ہے وہ اپنی قدرت سے عرش پر مستوی ہے اس نے اپنی مشیت سے زمین کو ہموار بنایا اور تمام مخلوقات کو اپنے ارادہ سے پیدا کیا وہ سارے لوگوں کو اپنی قوت سے اپنے قابو میں رکھے ہوئے ہے وہ مشرق ومغرب کا رب ہے اس کے علاوہ کوئی معبود نہیں وہ زندہ اور سب کا نگہبان ہے۔

ہم یہ بھی جان لیں اور یقین کرلیں کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے ہر چیز پر محیط ہے ہر چیز کا مالک

ہے، ہر چیز کا جاننے والا ہے، ہر چیز کے اوپر غالب ہے، تمام گردنیں اس کی عظمت کے سامنے جھکی ہوئی ہیں اور تمام آوازیں اس کی ہیبت سے پست ہیں، تمام طاقت وقوت اس کے سامنے ہیچ ہیں نگاہیں اس کا ادراک نہیں کرسکتیں اور وہ نگاہوں کا ادراک کرنے والا ہے وہ لطیف وخبیر ہے جس طرح چاہتا ہے کرتا ہے اور جو چاہتا ہے فیصلہ صادر کر دیتا ہے۔

﴿إِنَّمَا أَمْرُهُ إِذَا أَرَادَ شَيْئًا أَنْ يَقُولَ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ﴾ (یس: ٨٢) جب وہ کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے اسے اتنا فرما دینا (کافی ہے) کہ ہو جا وہ اسی وقت ہو جاتی ہے۔

اللہ تعالیٰ آسمان وزمین کی ساری چیزوں کو جانتا ہے وہ چھپے کھلے کا جاننے والا ہے وہ سب سے بڑا ہے وہ پہاڑ کے بوجھ کو جانتا ہے اور سمندر کی گہرائی کو بھی جانتا ہے، وہ پانی کے قطروں کی تعداد کو جانتا ہے، وہ درختوں کے پتوں کی تعداد کو جانتا ہے، وہ ریت کے ذرات کی تعداد کو بھی جانتا ہے وہ ہر اس چیز کو جانتا ہے جس پر رات اپنی تاریکی پھیلاتی ہے اور دن اپنی روشنی بکھیرتا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَعِنْدَهُ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَا إِلَّا هُوَ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَرَقَةٍ إِلَّا يَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ فِي ظُلُمَاتِ الْأَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَلَا يَابِسٍ إِلَّا فِي كِتَابٍ مُبِينٍ﴾ (انعام: ٥٩) ان کو کوئی نہیں جانتا بجز اللہ کے اور وہ تمام چیزوں کو جانتا ہے جو کچھ خشکی میں ہیں اور جو کچھ دریاؤں میں ہیں اور کوئی پتہ نہیں گرتا مگر وہ اس کو بھی جانتا ہے اور کوئی دانہ زمین کے تاریک حصوں میں نہیں پڑتا اور نہ کوئی تر اور نہ کوئی خشک چیز گرتی ہے مگر یہ سب کتاب مبین میں ہیں۔

ہم یہ جان لیں اور یقین کرلیں کہ اللہ تعالیٰ ہر آن نئی شان میں ہے زمین وآسمان میں اس پر کوئی چیز پوشیدہ نہیں وہ مدبر الامر ہے وہ ہوائیں چلاتا ہے اور بارش اتارتا ہے مردہ زمین کو زندہ کرتا ہے وہ موت دیتا ہے وہی روکتا اور وہی پست وبلند کرتا ہے۔

﴿هُوَ الْأَوَّلُ وَالْآخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ﴾ (حدید: ٣) وہی پہلے ہے اور وہی پیچھے وہی ظاہر ہے اور وہی مخفی اور وہ ہر چیز کو بخوبی جاننے والا ہے۔

ہم یہ جان لیں اور یقین کرلیں کہ آسمان وزمین کے سارے خزانے اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں، کائنات میں جتنی چیزیں موجود ہیں ان کا خزانہ اللہ تعالیٰ کے پاس ہے چاہے وہ پانی کا خزانہ ہو یا نباتات کا خزانہ، نعمتوں کا خزانہ ہو یا عذاب کا خزانہ، رحمت کا خزانہ ہو یا ہدایت کا خزانہ، قوت کا خزانہ ہو یا ہدایت کا خزانہ یہ تمام خزانے اللہ کے پاس ہیں اور اللہ ہی کے ہاتھ میں ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَإِن مِّن شَيْءٍ إِلَّا عِندَنَا خَزَائِنُهُ وَمَا نُنَزِّلُهُ إِلَّا بِقَدَرٍ مَّعْلُومٍ﴾ (حجر: ۲۱) اور جتنی بھی چیزیں ہیں اس کے خزانے ہمارے پاس ہیں اور ہم ہر چیز کو اس کے مقررہ انداز سے اتارتے ہیں۔

جب ہم نے یہ جان لیا اور اللہ کی قدرت، اس کی عظمت، اس کی قوت اس کی کبریائی اس کے علم، اس کے خزانے اس کی رحمت اور اس کی وحدانیت پر یقین کرلیا تو دل اس کی طرف متوجہ ہو جائیں گے سینے اس کی عبادت کے لیے کھل جائیں گے اعضاء اس کی اطاعت میں لگ جائیں گے اور زبان اس کے ذکر اس کی تسبیح وتحمید میں لگ جائیں گے پس تم اس سے مانگو، اس سے مدد طلب کرو، اس پر بھروسہ کرو، اسی سے ڈرو اور اسی کی عبادت کرو:

﴿ذَٰلِكُمُ اللَّهُ رَبُّكُمْ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ فَاعْبُدُوهُ وَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ وَكِيلٌ﴾ (انعام: ۱۰۲) یہ ہے اللہ تعالیٰ تمہارا رب اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے تو تم اس کی عبادت کرو اور وہ ہر چیز کا کارساز ہے۔

۳- اللہ تعالیٰ کی الوہیت پر ایمان:

ہم یہ جان لیں اور یقین کرلیں کہ اللہ تعالیٰ تنہا سچا معبود ہے اس کا کوئی شریک نہیں وہی تنہا عبادت کا مستحق ہے، وہ رب العالمین ہے وہ الہ العالمین ہے اور ہم اس کی عبادت اس طرح کریں جس طرح اس نے حکم دیا ہے اور اس کی عبادت انتہائی فروتنی ومحبت اور تعظیم سے کریں ہم یہ جان لیں اور یقین کرلیں کہ اللہ تعالیٰ جس طرح اپنی ربوبیت میں تنہا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اسی طرح

وہ اپنی الوہیت میں تنہا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اس لیے ہم صرف اسی کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَإِلَٰهُكُمْ إِلَٰهٌ وَاحِدٌ لَّا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ الرَّحْمَٰنُ الرَّحِيمُ﴾ (بقرة: ۱۶۳) تم سب کا معبود ایک ہی معبود ہے اس کے سوا کوئی معبود برحق نہیں وہ بہت رحم کرنے والا اور بڑا مہربان ہے۔

اللہ کے علاوہ ہر معبود کی الوہیت وعبادت باطل ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿ذَٰلِكَ بِأَنَّ اللَّهَ هُوَ الْحَقُّ وَأَنَّ مَا يَدْعُونَ مِن دُونِهِ هُوَ الْبَاطِلُ وَأَنَّ اللَّهَ هُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيرُ﴾ (حج: ۶۲) یہ سب اسی لیے کہ اللہ ہی حق ہے اور اس کے سوا جسے بھی یہ پکارتے ہیں وہ باطل ہے اور بیشک اللہ ہی بلندی والا کبریائی والا ہے۔

۴- اللہ کے اسماء وصفات پر ایمان:

اس کا معنیٰ یہ ہے کہ ہم ان کے مفہوم کو سمجھیں، انہیں یاد کریں، ان کا اعتراف کریں، ان کے ذریعہ اللہ کی عبادت کریں، وہ جس چیز کا متقاضی ہے اس پر عمل کریں اللہ تعالیٰ کے عظیم اوصاف، کبریائی وبزرگی اور جلال کی معرفت سے آدمی کے دل میں ہیبت پیدا ہو جاتی ہے اس کے دل میں اللہ کی عظمت بڑھ جاتی ہے اس کی عزت وقدرت اور جبروت کی معرفت دلوں میں فروتنی وانکساری پیدا کر دیتی ہے۔ اس کے رحم وکرم اور جود وسخاوت کی معرفت دلوں میں اس کے فضل واحسان اور سخاوت کی طمع ورغبت پیدا کرتی ہے۔ اس کے علم واحاطہ کی معرفت بندہ کو اس بات پر مجبور کرتی ہے کہ وہ یہ سمجھے کہ اللہ تعالیٰ اس کے حرکات وسکنات کو دیکھ رہا ہے اور ان تمام صفات کی معرفت سے بندہ اللہ سے محبت کرنے لگتا ہے اس کی عبادت کر کے اس سے قربت حاصل کرنا چاہتا ہے اور اس کے دل میں اس کی عبادت کا شوق بڑھ جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی جو صفات قرآن واحادیث میں بیان ہوئی ہیں ان کو ہم بغیر تاویل وتحریف تسلیم کرلیں اور وہ صفات اس انداز میں کسی اور کے اندر نہ مانیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿ لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ﴾(شوریٰ : ۱۱)اس جیسی کوئی چیز نہیں وہ سننے اور دیکھنے والا ہے۔

ہم یہ بات جان لیں اور یقین کرلیں کہ صرف اللہ تعالیٰ کے لیے اسماء حسنیٰ اور صفات علیا ہیں، ہم اللہ تعالیٰ کو انہیں ناموں وصفات سے پکاریں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿وَلِلّٰهِ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنَى فَادْعُوهُ بِهَا وَذَرُوا الَّذِينَ يُلْحِدُونَ فِي أَسْمَائِهِ سَيُجْزَوْنَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴾(اعراف: ۱۸۰)اور اچھے اچھے نام اللہ ہی کے لیے ہیں سوان ناموں سے اللہ کو پکارا کرو اور ایسے لوگوں سے تعلق بھی نہ رکھو جو اس کے ناموں میں کج روی کرتے ہیں ان لوگوں کو ان کے کیئے کی سزا ضرور ملے گی۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے ننانوے نام ہیں یعنی سو میں ایک کم جس نے ان کو شمار کیا وہ جنت میں داخل ہوگا۔ (بخاری: ۷۳۹۲، مسلم:۲۶۷۷)

اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ:

اللہ تعالیٰ کے اسماء اس کے کمال کے اوصاف پر دلالت کرتے ہیں، یہ صفات سے مشتق ہیں یہ اسماء بھی ہیں اور صفات بھی اسی لیے انہیں حسنیٰ کہا جاتا ہے، اللہ، اس کے اسماء اور صفات کا علم سب سے افضل علم ہے، اللہ تعالیٰ کے اسماء یہ ہیں:

وہ اللہ ہے: یعنی معبود جس کی مخلوق پرستش کرتی ہے جس سے محبت کرتی ہے، جس کی تعظیم کرتی ہے جس کے سامنے جھکتی ہے اور جس کی طرف تمام ضرورتوں کے لیے رجوع کرتی ہے۔

وہ رحمٰن ورحیم ہے: جس کی رحمت ہر چیز کو گھیرے ہوئے ہے۔

وہ ملک ہے: یعنی ساری مخلوقات کا بادشاہ و مالک ہے جو کہ سارے ملکوں سارے بادشاہوں اور سارے غلاموں کا مالک ہے وہ ملیک ہے جو اپنی بادشاہت میں اپنا حکم نافذ کرنے والا ہے جس کو چاہتا ہے بادشاہت دیتا ہے اور جس سے چاہتا ہے بادشاہت چھین لیتا ہے۔

وہ قدوس ہے: یعنی ہر نقص وعیب سے پاک ہے اور صفات کمال سے متصف ہے۔

وہ سلام ہے: یعنی ہر عیب ونقص اور آفت سے محفوظ ہے۔

وہ مؤمن ہے: یعنی امن دینے والا ہے وہ اپنی مخلوق پر ظلم نہیں کرتا ہے، اسی نے امن پیدا کیا ہے وہ جسے چاہتا ہے امن عطا کرتا ہے۔

وہ مہیمن ہے: یعنی اپنی مخلوق پر نگاہ رکھنے والا ہے کوئی چیز اس سے پوشیدہ نہیں رہ سکتی۔

وہ عزیز ہے: یعنی غالب، ساری قوت اسی کے ہاتھ میں ہے اس کو کوئی مغلوب نہیں کرسکتا، ساری مخلوقات اس کے قبضے میں ہیں اور اسی کے تابع ہیں۔

وہ جبار ہے: یعنی زورآور وہ اپنی مخلوقات پر پورا تسلط رکھتا ہے وہ ان پر پوری طرح قابض ہے وہ جس طرح چاہے اپنی مخلوقات کو گھمائے پھرائے، وہ بہت طاقت وعظمت والا ہے۔

وہ متکبر ہے: یعنی بڑائی والا مخلوق کی کوئی صفت اس کے مثل نہیں، وہ ہر برائی اور ظلم سے بالاتر ہے۔

وہ کبیر ہے: یعنی بڑا، ہر چیز اس سے چھوٹی ہے، آسمان وزمین میں بزرگی وعظمت اسی کے لیے ہے۔

وہ خالق ہے: یعنی پیدا کرنے والا، ساری مخلوقات اسی کی ایجاد کردہ ہیں، وخلاق ہے، اس نے اپنی قدرت ومشیت سے ہر چیز کو پیدا کیا ہے۔

وہ باری ہے: یعنی وجود بخشنے والا، وہی اپنی قدرت سے مخلوق کو عدم سے وجود میں لایا ہے اور ہر ایک کی خلقت الگ الگ بنائی ہے۔

وہ مصور ہے: یعنی صورت بنانے والا، اس نے ہر ایک کی صورت الگ الگ بنائی ہے۔

وہ وہاب ہے: یعنی بہت عطا کرنے والا، اس کی نعمتیں اپنی مخلوق پر ہمیشہ رہتی ہیں۔

وہ رزاق ہے: یعنی روزی دینے والا، وہی ساری مخلوق کو روزی دیتا ہے، وہ رازق ہے، اسی نے روزی پیدا کی ہے اور اسے اپنی مخلوق تک پہنچایا ہے۔

وہ غفور ہے: یعنی بخشنے اور درگزر کرنے والا ہے، وہ غافر ہے یعنی اپنے بندوں کے گناہوں کو بخشنے اور چھپانے والا ہے۔

وہ قاہر ہے: یعنی بلند اور غالب، وہ سب لوگوں پر غالب ہے ساری گردنیں اسی کے سامنے جھکتی ہیں، بڑے بڑے جابر لوگوں کی گردنیں اسی کے ہاتھ میں ہیں، وہ قہار ہے وہ اپنی مخلوق کو اپنی مشیت کے مطابق گھماتا پھراتا ہے وہ تنہا قاہر ہے اور اس کے علاوہ سب مقہور ومجبور ہیں۔

وہ فتاح ہے: یعنی کھولنے اور فیصلہ کرنے والا، وہی لوگوں کے لیے اپنی رحمت ورزق کے دروازے کھولتا ہے اور انصاف سے ان کے درمیان فیصلہ کرتا ہے، اپنے مومن بندوں کی مدد کرتا ہے، علم غیب کی کنجی اسی کے پاس ہے۔

وہ علیم ہے: یعنی ہر چیز کا جاننے والا ہے اس پر کوئی چیز پوشیدہ نہیں وہ ظاہر و باطن اقوال و افعال، حاضر وغائب سب کا علم رکھتا ہے۔

وہ مجید ہے: یعنی بزرگ، وہ اپنے افعال کی وجہ سے بزرگی والا ہے، اس کی مخلوق اس کی تعظیم کرتی ہے، وہ اپنی بزرگی کی عظمت اور احسان کی وجہ سے محمود ہے۔

وہ رب ہے: یعنی مالک ومتصرف، مالکوں کا مالک، ساری مخلوقات کا مالک، اپنی مخلوق کی پرورش کرنے والا، دنیا وآخرت میں ان کے معاملات کو درست کرنے والا، اس کے علاوہ کوئی رب ومعبود نہیں۔

وہ عظیم ہے: یعنی اپنی بادشاہت میں عظمت وجلال والا ہے۔

وہ واسع ہے: یعنی اس کی رحمت ہر چیز کو گھیرے ہوئے ہے، اس کی روزی ہر ایک کے لیے ہے اس کی بادشاہت اور اس کا فضل واحسان بہت وسیع ہے۔

وہ کریم ہے: یعنی صاحب کرم، بہت عطا کرنے والا ہر نقص وآفت سے منزہ، وہ اکرم ہے۔

وہ ودود ہے: یعنی بہت محبت کرنے والا، وہ اپنے ان بندوں سے محبت کرتا ہے جو اس کی اطاعت کرتے ہیں اور اس کی طرف رجوع کرتے ہیں۔

وہ مقیت ہے: یعنی نگہبان وہ ہر چیز کی حفاظت کرنے والا اور ہر چیز کو سنبھالنے والا ہے، وہی مخلوق کو روزی دیتا ہے۔

وہ شکور ہے: یعنی بہت شکر گزار، تھوڑے عمل پر زیادہ بدلہ دینے والا، نیکیوں کو بڑھانے اور گناہوں کو مٹانے والا، تھوڑی شکر پر راضی ہونے والا، بہت انعام دینے والا۔

وہ لطیف ہے: یعنی باریک سے باریک چیز جاننے والا اور بندوں کے ساتھ بھلائی واحسان کرنے والا ہے۔

وہ حلیم ہے: یعنی بردباری سے کام لیتا ہے، وہ فوراً گناہوں پر سزا نہیں دیتا بلکہ بندوں کو توبہ کرنے کی مہلت دیتا ہے۔

وہ خبیر ہے: یعنی ہر چیز سے باخبر، مخلوق کی کوئی چیز اس سے پوشیدہ نہیں، چاہے وہ مخلوق متحرک ہو یا ساکن، ناطق ہو یا صامت، چھوٹی ہو یا بڑی۔

وہ حفیظ ہے: یعنی اپنی مخلوقات کی حفاظت کرتا ہے، اس کا علم ہر چیز کو محیط ہے وہ حافظ ہے، وہ بندوں کے اعمال کی نگرانی کرتا ہے اور اپنے نیک بندوں کو گناہ میں پڑنے سے بچاتا ہے۔

وہ رقیب ہے: یعنی نگہبان ومحافظ، وہ تمام حالات میں بندوں کی نگہبانی کرتا ہے اس کی نگاہ سے کوئی چیز چھپ نہیں سکتی۔

وہ سمیع ہے: یعنی سننے والا، وہ تمام آوازوں کو سنتا ہے اور کسی بھی آواز سے غافل نہیں ہے، چاہے وہ جس زبان میں بھی ہو، چاہے وہ سری ہو یا جہری، قریب ہو یا بعید۔

وہ بصیر ہے: یعنی دیکھنے والا، وہ ہر چیز کو دیکھنے والا ہے، بندوں کے اعمال وضرورت کو جانتا ہے، وہ یہ بھی جانتا ہے کہ کون ہدایت کا مستحق ہے اور کون گمراہی کا مستحق ہے، اس سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں۔

وہ علی، اعلیٰ اور متعال ہے: یعنی بلند ہے ہر چیز اس کی بادشاہت اور غلبے کے تحت ہے، وہ سب سے بڑا ہے اس سے بڑا کوئی نہیں۔

وہ حکیم ہے: یعنی حکمت والا، وہ ہر چیز کو اپنی حکمت وعدل سے نہایت مناسب جگہ پر رکھتا ہے، اس کے اقوال وافعال میں حکمت ہے۔

وہ حکم اور حاکم بھی ہے: یعنی حکم جاری کرتا ہے اور فیصلہ کرتا ہے اور کسی پر جور وظلم نہیں کرتا۔

وہ قیوم ہے: یعنی قائم بذاتہ ہے اور کسی کا محتاج نہیں اور ساری کائنات کا قائم رکھنے والا، محافظ اور نگراں ہے، مخلوق کے بارے میں تدبیریں کرتا ہے اسے اونگھ اور نیند نہیں آتی ہے۔

وہ واحد اور احد ہے: یعنی ایک ہی ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔

وہ حي ہے: یعنی زندہ اور باقی رہنے والا، اس کے لیے موت وفنا نہیں ہے۔

وہ حاسب اور حسیب ہے: یعنی اپنے بندوں کے لیے کافی ہے سب اس کے محتاج ہیں اور اپنے بندوں کا محاسب ہے۔

وہ شہید ہے: یعنی ہر چیز جاننے والا، اس کے علم سے کوئی چیز غائب نہیں، وہ اپنے بندوں کے حق میں یا ان کے خلاف ان کے اعمال پر گواہی دے گا۔

وہ قوی اور متین ہے: اس پر کوئی غالب نہیں آسکتا اور نہ کوئی اس سے چھوٹ کر بھاگ سکتا ہے، وہ انتہائی طاقت ور ہے اس کی طاقت کبھی ختم نہ ہوگی۔

وہ ولی ہے: یعنی تدبیر کا مالک، وہ مولیٰ ہے یعنی اپنے مومن بندوں کا ناصر ومددگار اور ان سے محبت کرنے والا۔

وہ حمید ہے: یعنی تعریف کیا ہوا، وہ تعریف کا مستحق ہے، اس کے اسماء وصفات افعال واقوال، احسان اور شریعت وتقدیر محمود ہیں۔

وہ صمد ہے: یعنی بے نیاز، سب اس کے محتاج ہیں اور وہ کسی کا محتاج نہیں، وہ باکمال ہے۔

وہ قدیر، قادر، مقتدر ہے: یعنی بہت قدرت والا ہے اور کسی کام کے کرنے سے عاجز نہیں ہے، کوئی چیز اس سے فوت نہیں ہوسکتی، وہ ہمیشہ قادر رہے گا۔

وہ وکیل ہے: یعنی ساری مخلوقات کا معاملہ سنبھالے ہوئے ہے۔

وہ کفیل ہے: یعنی ہر چیز کی نگہبانی کرنے والا، ہر نفس کو سنبھالنے والا ہے مخلوق کو روزی دینے والا اور کفالت کرنے والا ہے وہ ان کے مفاد کی دیکھ بھال کرتا ہے۔

وہ غنی ہے: یعنی مخلوق سے بالکل بے نیاز ہے، وہ کسی کا محتاج نہیں۔

وہ حق مبین ہے: یعنی اس کے وجود میں کوئی شک نہیں، اس کا وجود اپنی مخلوق پر پوشیدہ نہیں، وہ مبین ہے، اس نے اپنی مخلوق کے لیے دنیا وآخرت میں نجات کا راستہ واضح کیا ہے۔

وہ نور ہے: اسی نے آسمان وزمین کو روشن کیا ہے اور اپنے اوپر ایمان لانے والوں کا دل منور کیا ہے۔

وہ ذوالجلال والاکرام ہے: یعنی وہی اس بات کا مستحق ہے کہ اس سے ڈرا جائے اور اس کی ثناء بیان کی جائے، وہ بلند مرتبے والا ہے وہ رحم واحسان کرنے والا ہے۔

وہ برّ ہے: یعنی اپنے بندوں پر رحم کرنے والا ہے اور ان کے ساتھ ساتھ نرمی ومہربانی اور بھلائی کا معاملہ کرنے والا ہے۔

وہ تواب ہے: یعنی توبہ کرنے والوں کی توبہ قبول کرتا ہے اور لوگوں کے گناہوں کو معاف کردیتا ہے۔ اسی نے توبہ کو پیدا کیا ہے۔ اور اپنے بندوں کی توبہ کو قبول کرتا ہے۔

وہ عفو ہے: یعنی اس کے بندوں سے جو گناہ صادر ہوتے ہیں اس پر اس کا عفو وکرم حاوی ہے خاص طور پر توبہ واستغفار کے ساتھ۔

وہ غفور ہے: یعنی عفو ودرگزر سے کام لیتا ہے، بندوں کے گناہوں کو جب وہ توبہ واستغفار کرتے ہیں معاف کردیتا ہے۔

وہ رؤوف ہے: یعنی اپنے بندوں پر بہت مہربان ہے۔

وہ اول ہے: یعنی اس سے پہلے کوئی چیز نہیں وہ آخر ہے یعنی اس کے بعد کوئی چیز نہیں۔

وہ ظاہر ہے: یعنی اس کے اوپر کوئی چیز نہیں، وہ باطن ہے یعنی اس کے نیچے کوئی چیز نہیں۔

وہ وارث ہے: یعنی ساری مخلوق کے فنا ہونے کے بعد وہی تنہا باقی رہنے والا ہے، ہر چیز کا مرجع ومصدر وہی ہے، وہ زندہ ہے کبھی نہیں مرے گا۔

وہ محیط ہے: یعنی اس کی قدرت ساری چیزوں کا احاطہ کئے ہوئے ہے کوئی چیز اس سے فوت نہیں ہوسکتی اس کا علم ہر چیز کو گھیرے ہوئے ہے اس نے ہر چیز کو گن رکھا ہے۔

وہ قریب ہے: یعنی ہر ایک سے قریب ہے، جو اطاعت و نیکیاں کر کے اس سے قریب ہونا چاہے اس سے قریب ہے، جو اسے پکارتا ہے اس سے قریب ہے۔

وہ ہادی ہے: یعنی اسی نے ساری مخلوقات کو ان کے مصالح کی طرف رہنمائی کی ہے، اسی نے حق و باطل کا راستہ واضح کیا ہے۔

وہ بدیع ہے: یعنی اس کے مثل کوئی نہیں، اسی نے مخلوقات کو بغیر کسی سابق مثال کے پیدا کیا ہے۔

وہ فاطر ہے: اسی نے آسمان وزمین اور ساری مخلوقات کو پیدا کیا ہے اور انہیں عدم سے وجود میں لایا ہے۔

وہ کافی ہے: وہ اپنے بندوں کی تمام ضرورتیں پوری کرنے کے لیے کافی ہے۔

وہ غالب ہے: وہ ہر چیز پر غالب ہے، اس کے فیصلے کو کوئی رد نہیں کرسکتا۔

وہ ناصر اور نصیر ہے: وہ اپنے رسولوں اور ان کی اتباع کرنے والوں کی ان کے دشمنوں کے مقابلے میں مدد کرتا ہے، اسی کے ہاتھ میں فتح و نصرت ہے۔

وہ مستعان ہے: وہ کسی سے مدد طلب نہیں کرتا بلکہ سارے لوگ اسی سے مدد طلب کرتے ہیں، اس کے دوست اور دشمن سب اسی سے مانگتے ہیں اور وہ ہر ایک کی مدد کرتا ہے۔

وہ ذوالمعارج ہے: جس کی طرف فرشتے اور روح (یعنی حضرت جبرئیل علیہ السلام) چڑھتے ہیں اور سارے صالح اعمال واقوال لے جائے جاتے ہیں۔

وہ ذوالطّول ہے: اس نے اپنا فضل واحسان اپنی مخلوق پر پھیلا دیا ہے۔

وہ ذوالفضل ہے: وہ ہر چیز کا مالک ہے، اپنے بندوں کو مختلف قسم کی نعمتیں دیتا ہے۔

وہ رفیق ہے: یعنی وہ نرمی اور نرم دل انسان کو پسند کرتا ہے اور اپنے بندوں پر بڑا مہربان ہے۔

وہ جمیل ہے: یعنی اپنی ذات اور اپنے اسماء وصفات اور افعال میں خوبصورت ہے۔

وہ طیب ہے: یعنی ہر نقص وعیب سے منزہ ہے۔

وہ شافی ہے: یعنی ہر بیماری وآفت سے شفاء دینے والا ہے۔

وہ سبوح ہے: یعنی ہر نقص وعیب سے منزہ ہے، ساتوں آسمانوں اور زمین اور ان میں موجود ساری چیزیں اس کی پاکی بیان کرتی ہیں۔

وہ وتر ہے: یعنی تنہا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اس کا کوئی نظیر نہیں، وہ طاق ہے اور طاق چیزوں کو پسند کرتا ہے۔

وہ دیان ہے: یعنی اپنے بندوں کا حساب لے گا انہیں بدلہ دے گا اور قیامت کے دن ان کے درمیان فیصلہ کرے گا۔

وہ مقدم وموخر ہے: یعنی وہ جس کو چاہے آگے بڑھائے اور جس کو چاہے پیچھے کر دے، جس کو چاہے بلند کرے اور جس کو چاہے پست کر دے۔

وہ حنان ہے: یعنی اپنے بندوں پر رحیم ومہربان ہے، نیک عمل کرنے والوں کی عزت افزائی کرتا ہے اور برا عمل کرنے والوں کو معاف کر دیتا ہے۔

وہ منان ہے: وہ مانگنے سے پہلے عطا کرتا ہے، وہ بہت دینے والا ہے وہ اپنے بندوں پر بہت احسان کرنے والا ہے۔

وہ قابض ہے: وہ اپنی نعمت وفضل جس سے چاہتا ہے روک لیتا ہے۔

وہ باسط ہے: وہ اپنی نعمت وفضل جس پر چاہتا ہے پھیلا دیتا ہے اور اس کی روزی کشادہ کر دیتا ہے۔

وہ حیی اور ستیر ہے: وہ اہل حیاء کو پسند کرتا ہے اور ان لوگوں کو پسند کرتا ہے جو بندوں کے عیوب چھپاتے ہیں، وہ اپنے بندوں کے گناہوں اور عیوب کی پردہ پوشی کرتا ہے۔

وہ سید ہے: وہ اپنی سیادت وقیادت عظمت وقوت میں کامل ہے۔

وہ محسن ہے: اس نے اپنے فضل واحسان سے مخلوق کو ڈھانپ دیا ہے۔

ایمان کی زیادتی

دین کی بنیاد اللہ کی ذات اس کے اسماء وصفات اس کے افعال وخزائن اس کے وعدو وعید پر ایمان لانے پر ہے اور تمام اعمال وعبادات کی بنیاد ایمان ہے اور اس کی قبولیت کا انحصار بھی اسی ایمان پر ہے اگر ایمان کمزور ہے تو اعمال وعبادات بھی کمزور رہیں گے ایمان کی زیادتی کے لیے مندرجہ ذیل امور کا جاننا ضروری ہے۔

۱- ہم یہ جان لیں اور یقین کرلیں کہ ہر چیز کا خالق اللہ ہی ہے چاہے وہ ظاہر ہو یا پوشیدہ ہو، آسمان کا خالق اللہ ہے، زمین کا خالق اللہ ہے، عرش کا خالق اللہ ہے، ستاروں کا خالق اللہ ہے، دریا و پہاڑ کا خالق اللہ ہے انسان وحیوان کا خالق اللہ ہے، نباتات و جمادات کا خالق اللہ ہے، جنت و جہنم کا خالق اللہ ہے۔

﴿اللہ خالق کل شئ وھو علیٰ کل شئ وکیل﴾ (زمر:۶۲) اللہ ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے اور وہی ہر چیز پر نگہبان ہے۔

ہم یہ کہتے سنتے ہیں ہمیں چاہئے کہ اس بارے میں غور وفکر بھی کریں، آیات کونیہ اور آیات قرآنیہ میں غور وفکر کرنے سے ہمارا ایمان مضبوط ہوگا اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس کا حکم دیا ہے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿قل انظروا ماذا فی السموٰات والارض وما تغنی الآیات والنذر عن قوم لایؤمنون﴾ (یونس: ۱۰۱) آپ کہہ دیجئے کہ تم غور کرو کہ کیا کیا چیزیں آسمانوں اور زمین میں ہیں اور جو لوگ ایمان نہیں لاتے ان کو نشانیاں اور دھمکیاں کچھ فائدہ نہیں پہنچاتیں۔

ایک جگہ ہے: ﴿أفلایتدبرون القرآن ام علیٰ قلوب اقفالھا﴾ (محمد:۲۴) کیا یہ قرآن میں غور وفکر نہیں کرتے؟ یا ان کے دلوں پر ان کے تالے لگ گئے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَإِذَا مَا أُنزِلَتْ سُورَةٌ فَمِنْهُم مَّن يَقُولُ أَيُّكُمْ زَادَتْهُ هَـٰذِهِ

إِيمَاناً فَأَمَّا الَّذِينَ آمَنُوا فَزَادَتْهُمْ إِيمَاناً وَهُمْ يَسْتَبْشِرُونَ﴾ (توبۃ: ۱۲۴) اور جب کوئی سورت نازل کی جاتی ہے تو بعض منافقین کہتے ہیں کہ اس سورت نے تم میں سے کس کے ایمان کو زیادہ کیا ہے، سو جو لوگ ایمان دار ہیں اس سورت نے ان کے ایمان کو زیادہ کیا ہے اور وہ خوش ہو رہے ہیں۔

۲- ہم یہ جان لیں اور یقین کرلیں کہ اللہ تعالیٰ ہی نے ساری مخلوقات کو پیدا کیا ہے، اور اسی نے ان میں اثر پیدا کیا ہے اس نے آنکھ پیدا کی اور اس کے اندر دیکھنے کی قوت پیدا کی اس نے کان پیدا کیا اور اس کے اندر سننے کی قوت پیدا کی، اسی نے زبان پیدا کی اور اس کے اندر قوت گویائی دی اسی نے سورج پیدا کیا اور اس کے اندر نور ڈالا اس نے آگ پیدا کی اور اس کے اندر جلانے کی تاثیر پیدا کی اس نے درخت پیدا کیا اور اس میں پھل دینے کی صلاحیت دی۔

۳- ہم یہ جان لیں اور یقین کرلیں کہ ساری مخلوقات کا مالک ومصرف ومدبر صرف اللہ ہے جس کا کوئی شریک نہیں آسمان وزمین کی ساری مخلوقات اس کی غلام اور اس کی محتاج ہیں وہ اپنے نفسوں کے لیے کسی قسم کے نفع ونقصان کے مالک نہیں اور نہ ان کی کسی قسم کی مدد کرسکتے ہیں نہ وہ موت و حیات کے مالک ہیں اور نہ خود دوبارہ زندہ ہوسکتے ہیں اللہ تعالیٰ ہی ان کا مالک ہے وہ سب اللہ کے محتاج ہیں اور وہ خود ان سے بے نیاز ہے۔

اللہ تعالیٰ ہی اس کائنات کو چلاتا ہے اور اپنی ساری مخلوقات کے امور کی تدبیریں کرتا ہے پس وہی وہ ذات ہے جو آسمان وزمین، دریا وسمندر، آگ وہوا، نفوس ونباتات، ستارے وجمادات، رؤساء ووزراء، اغنیاء وفقراء اور اقویاء وضعفاء وغیرہ میں تصرف کرتی ہے۔ وہ صرف اللہ ہی ہے جس کا کوئی شریک نہیں اللہ تعالیٰ اپنی قدرت وحکمت اور علم سے جس طرح چاہتا ہے تصرف کرتا ہے کبھی وہ کسی چیز کو پیدا کرتا ہے لیکن اس کی تاثیر سلب کرلیتا ہے مثلاً بہت سے لوگوں کے پاس آنکھ ہوتی ہے لیکن قوت بینائی نہیں ہوتی کان ہوتا ہے لیکن سنائی نہیں دیتا زبان ہوتی ہے لیکن گونگی ہوتی ہے سمندر میں کود جاتے ہیں لیکن اس میں ڈوبتے نہیں آگ میں ہوتے ہیں لیکن آگ انہیں نہیں جلاتی

اللہ تعالیٰ نے ایسا کر دکھایا ہے، کیونکہ وہ اپنی مخلوقات میں جس طرح چاہتا ہے تصرف کرتا ہے۔ اس کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے وہ یکتا و تنہا اور غلبہ والا ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

بعض دل شئ کے خالق سے زیادہ شئ سے متأثر ہوتے ہیں وہ اس شئ سے اپنا تعلق قائم کر لیتے ہیں اور اس کے خالق کو بھول جاتے ہیں جب کہ ہونا یہ چاہئے کہ ہم مخلوق کو دیکھ کر خالق تک پہنچیں پھر اس کی عبادت کریں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿قُلْ مَن يَرْزُقُكُم مِّنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ أَمَّن يَمْلِكُ السَّمْعَ وَالْأَبْصَارَ وَمَن يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَمَن يُدَبِّرُ الْأَمْرَ فَسَيَقُولُونَ اللَّهُ فَقُلْ أَفَلَا تَتَّقُونَ فَذَٰلِكُمُ اللَّهُ رَبُّكُمُ الْحَقُّ فَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ إِلَّا الضَّلَالُ فَأَنَّىٰ تُصْرَفُونَ﴾ (یونس: ۳۱-۳۲) ''آپ کہئے کہ وہ کون ہے جو تم کو آسمان اور زمین سے رزق پہنچاتا ہے یا وہ کون ہے جو کانوں اور آنکھوں پر پورا اختیار رکھتا ہے اور وہ کون ہے جو زندہ کو مردہ سے نکالتا ہے اور مردہ کو زندہ سے نکالتا ہے اور وہ کون ہے جو تمام کاموں کی تدبیر کرتا ہے ضرور وہ یہی کہیں گے کہ ''اللہ'' تو ان سے کہئے کہ پھر کیوں نہیں ڈرتے، سو یہ ہے اللہ تعالیٰ جو تمہارا رب حقیقی ہے، پھر حق کے بعد اور کیا رہ گیا بجز گمراہی کے پھر کہاں پھرے جاتے ہو''۔

۴- ہم یہ جان لیں اور یقین کر لیں کہ تمام چیزوں کا خزانہ صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہے چاہے وہ کھانے پینے کا خزانہ ہو غلہ ہو یا پھل کا خزانہ یا پانی و ہوا کا خزانہ ہو یا دوسرے اموال کا خزانہ ہو ہو یا دریا و پہاڑ کا خزانہ ہو وغیرہ پس ہمیں جس چیز کی ضرورت ہو اسے صرف اللہ سے مانگیں وہی قاضی الحاجات ہے وہی دعائیں قبول کرتا ہے، وہ کیا ہی بہتر ذمہ دار ہے اور کیا ہی بہتر عطا کرنے والا ہے جس چیز کو وہ دے اسے کوئی روکنے والا نہیں اور جس چیز کو وہ نہ دینا چاہے اسے کوئی دینے والا نہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿وَإِن مِّن شَيْءٍ إِلَّا عِندَنَا خَزَائِنُهُ وَمَا نُنَزِّلُهُ إِلَّا بِقَدَرٍ مَّعْلُومٍ﴾ (حجر: ۲۱) اور جتنی بھی چیزیں ہیں ان سب کے خزانے ہمارے پاس ہیں اور ہم ہر چیز کو اس کے مقررہ انداز سے اتارتے ہیں۔

ایک جگہ ہے:﴿وَلِلَّهِ خَزَائِنُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَلَٰكِنَّ الْمُنَافِقِينَ لَا يَفْقَهُونَ﴾ (منافقون: ۷) اور آسمان وزمین کے کل خزانے اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہیں لیکن یہ منافق بے سمجھ ہیں۔

اللہ تعالیٰ مطلق قدرت والا ہے، کبھی وہ اسباب کے ذریعے روزی وغیرہ دیتا ہے جیسے کہ پانی کو پودا اگانے کا سبب بنایا اسی طرح بیوی سے قربت کو بچے کی پیدائش کا سبب بنایا۔ ہم دار الاسباب میں ہیں اس لیے ہمیں مشروع اسباب اختیار کرنا چاہئے لیکن ہم بھروسہ صرف اللہ کی ذات پر کریں۔

اللہ تعالیٰ کبھی کوئی چیز بغیر سبب کے بھی دیتا ہے وہ صرف کـــن کہتا ہے اور وہ چیز ہو جاتی ہے جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت مریم علیہ السلام کو بغیر درخت کے پھل کھلایا اور بغیر شوہر کے بچہ عطا کیا۔

کبھی اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کو اسباب کے برعکس استعمال کرتا ہے مثلاً اس نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لیے آگ کو ٹھنڈا بنادیا، حضرت موسیٰ علیہ کو ڈوبنے سے بچالیا اور فرعون اور اس کے لشکر کو ڈبودیا حضرت یونس علیہ السلام کو سمندر اور مچھلی کے پیٹ کی تاریکی میں رکھ کر بھی محفوظ رکھا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿إِنَّمَا أَمْرُهُ إِذَا أَرَادَ شَيْئًا أَن يَقُولَ لَهُ كُن فَيَكُونُ﴾ (یس: ۸۲) وہ جب کبھی کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے اسے اتنا فرمادینا کافی ہے کہ ہو جا وہ چیز اسی وقت ہو جاتی ہے۔

اللہ ہی تمام احوال کا خالق ہے:

۱- ہم یہ جان لیں اور یقین کر لیں کہ تمام احوال کا خالق اللہ تعالیٰ ہی ہے چاہے مالداری ہو یا فقر، صحت مند ہو یا مرض، خوشی ہو یا غم، ہنسنا ہو یا رونا، عزت ہو یا ذلت، زندگی ہو یا موت، امن ہو یا خوف، ٹھنڈی ہو یا گرمی، ہدایت ہو یا گمراہی، سعادت ہو یا شقاوت وغیرہ۔

۲- ہم یہ جان لیں اور یقین کر لیں کہ جو ہستی امور کی تدبیر کرتی ہے اور حالات کو بدلنے والی ہے وہ صرف اللہ کی ہستی ہے پس فقر اسی وقت مالداری میں تبدیل ہوسکتا ہے جب اللہ تعالیٰ حکم دے اور مرض صحت میں تبدیل اسی وقت ہوسکتا ہے جب اللہ تعالیٰ حکم دے اور ذلت عزت میں اسی وقت تبدیلی ہوسکتی ہے جب اللہ تعالیٰ حکم دے اور ہنسی رونے میں اسی وقت تبدیل ہوسکتی ہے جب اللہ تعالیٰ حکم دے اور ٹھنڈی گرمی میں اسی وقت بدل سکتی ہے جب اللہ تعالیٰ حکم دے اور گمراہی

ہدایت میں اسی وقت بدل سکتی ہے جب اللہ تعالیٰ حکم دے، چونکہ سارے اموال میں ردو بدل اللہ کے حکم سے ہی ہوتا ہے اور وہی ان کا مالک ہے اسی لیے ہم اسی سے حالات کے بدلنے کی التجا کریں اور مشروع طریقے سے اسی سے تقرب حاصل کریں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿قُلِ اللَّهُمَّ مَالِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَن تَشَاءُ وَتَنزِعُ الْمُلْكَ مِمَّن تَشَاءُ وَتُعِزُّ مَن تَشَاءُ وَتُذِلُّ مَن تَشَاءُ بِيَدِكَ الْخَيْرُ إِنَّكَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ﴾(آل عمران:۲۶) آپ کہہ دیجئے اے اللہ! اے تمام جہانوں کے مالک تو جسے چاہے بادشاہی دے اور جس سے چاہے سلطنت چھین لے اور تو جسے چاہے عزت دے اور جسے چاہے ذلت دے تیرے ہی ہاتھ میں سب بھلائیاں ہیں بیشک تو ہر چیز پر قادر ہے۔

ہم یہ جان لیں اور یقین کرلیں کہ تمام احوال سابقہ وغیرہ کا خزانہ صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہے جس کا کوئی شریک نہیں پس اگر اللہ تعالیٰ سارے لوگوں کو صحت یا مالداری وغیرہ دے دیتا تو اس کے خزانہ میں کوئی کمی نہیں ہوتی بلکہ اس کی مثال ایسے ہی ہوتی جیسے سمندر میں دھاگا ڈال کر نکال لیا گیا ہو، "لا اله الا هو الغنى الحميد".

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اے میرے بندو! میں نے ظلم کو اپنے اوپر حرام کرلیا ہے اور اسے تمہارے درمیان بھی حرام ٹھہرایا ہے، پس تم ایک دوسرے پر ظلم نہ کرو۔

اے میرے بندو! تم سب گمراہ ہو سوائے اس کے جسے میں ہدایت دوں پس تم ہدایت مجھ سے ہی مانگو میں تمہیں ہدایت دوں گا اے میرے بندو! تم سب بھوکے ہو سوائے اس کے جسے میں کھلاؤں پس تم کھانا مجھ سے ہی مانگو میں تمہیں کھانا کھلاؤں گا، اے بندو! تم سب ننگے ہو سوائے اس کے جسے میں کپڑا پہناؤں، پس تم کپڑا مجھ سے ہی مانگو میں تمہیں کپڑا پہناؤں گا، اے میرے بندو! اگر تمہارے پہلے اور بعد میں آنے والے لوگ اور سارے انسان و جنات ایک ہی زمین پر اکٹھا ہو جائیں اور مجھ سے مانگیں اور میں ہر ایک کا مطالبہ پورا کردوں تو میرے پاس جو خزانہ ہے

اس میں اتنی ہی کمی ہوگی جتنی کہ سمندر میں دھاگہ ڈال کر نکال لیا جائے۔(یعنی کوئی کمی نہیں ہوگی)

(مسلم: ۲۵۷۷)

جو شخص اللہ پر ایمان لائے اور اس کے حکم کو بجالائے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے بتایا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو اپنے خزانے سے عطا کرے گا چاہے وہ مالدار ہو یا فقیر اور اس کی مدد کرے گا اس کی حفاظت کرے گا اور اسی ایمان کی وجہ سے اس کو عزت بخشے گا چاہے اس کے پاس اسباب عزت ہوں، جیسے حضرت ابوبکر، حضرت عمر، اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم ہیں یا اسباب عزت نہ ہوں جیسے کہ حضرت بلال، حضرت عمار، حضرت سلیمان رضی اللہ عنہم وغیرہ ہیں۔

اور جو شخص اللہ پر ایمان نہ لائے تو اللہ تعالیٰ اس کو ذلیل کردے گا چاہے اس کے پاس اسباب عزت مثلاً مال و بادشاہت وغیرہ ہوں جیسے کہ فرعون، قارون، اور ہامان وغیرہ ہیں یا اسباب عزت نہ ہوں جیسے مشرکین کے فقراء ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کو ایمان اور اعمال صالحہ کے لیے اور صرف اپنی عبادت کرنے کے لیے پیدا کیا ہے نہ کہ مال واسباب جمع کرنے کے لیے لہٰذا اگر اس نے اپنا دل مال واسباب جمع کرنے میں لگایا اور اللہ کی عبادت سے غافل رہا تو اللہ تعالیٰ اس پر شقاوت مسلط کردے گا اور دنیا و آخرت میں وہ گھاٹا پانے والوں میں سے ہوگا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿فَلَا تُعْجِبْكَ أَمْوَالُهُمْ وَلَا أَوْلَادُهُمْ إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُعَذِّبَهُم بِهَا فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَتَزْهَقَ أَنفُسُهُمْ وَهُمْ كَافِرُونَ﴾(توبۃ: ۵۵) پس آپ کو ان کے مال و اولاد تعجب میں نہ ڈال دیں اللہ کی چاہت یہی ہے کہ نہیں دنیا کی زندگی میں ہی سزا دے اور ان کے کفر ہی کی حالت میں ان کی جانیں نکل جائیں۔

کامیابی ایمان اور عمل صالح سے حاصل ہوگی:

اے میرے بندو! تم رات و دن غلطیاں کرتے ہو اور میں سارے گناہوں کو معاف کرتا ہوں، پس تم مجھ سے بخشش طلب کرو میں تمہیں بخش دوں گا، اے میرے بندو! تم میرے نقصان تک ہرگز

نہیں پہنچ سکتے کہ تم مجھے نقصان پہنچا سکو اور میرے نفع تک ہرگز نہیں پہنچ سکتے کہ مجھے نفع پہنچاؤ، اے میرے بندو! اگر تمہارے پہلے اور بعد کے سارے لوگ انسان اور جنات تم میں سے کسی ایک ایسے شخص کے دل پر ہو جائیں، جو سب سے متقی ہو تو اس سے میری بادشاہت میں ذرا بھی اضافہ نہیں ہوگا، اے میرے بندو! اگر تمہارے پہلے اور بعد کے سارے لوگ انسان اور جنات تم میں سے کسی ایک ایسے شخص کے دل پر ہو جائیں جو سب سے برا ہو تو اس سے میری بادشاہت میں کوئی کمی نہ ہوگی۔

اے میرے بندو! یہ تمہارے اعمال ہیں جنہیں میں تمہارے لیے شمار کرتا ہوں پھر میں تمہیں اس کا پورا پورا بدلہ دوں گا، پس جو شخص خیر پائے وہ اللہ کا شکر ادا کرے اور جو شخص اس کے علاوہ پائے وہ اپنے نفس ہی کو ملامت کرے۔

کامیابی کے اسباب:

اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کو کامیابی کے اسباب دیئے ہیں چاہے وہ مالدار ہو یا فقیر، اور وہ اسباب جن میں کامیابی نہیں ہے جیسے مال و جاہ انہیں کچھ لوگوں کو دیا ہے اور کچھ لوگوں کو نہیں دیا ہے، پس ایمان اور اعمال صالحہ دنیا و آخرت کی کامیابی کے لیے تنہا سبب ہیں، اس کی دعوت ہر ایک کو دی گئی ہے، یہ سبب ہر شخص کے لیے ہے، ایمان کی جگہ دل ہے جو ہر ایک کے پاس ہے اور اعمال کی جگہ اعضاء ہیں جو ہر ایک کو دیئے گئے ہیں، پس جس کے دل میں ایمان ہو اور اس کے اعضاء سے اعمال صالحہ کا صدور ہو وہ دنیا و آخرت میں کامیاب ہے اور اس کے علاوہ لوگ گھاٹے میں ہیں۔

دنیا و آخرت میں کامیابی صرف ایمان اور عمل صالح سے حاصل ہوگی اللہ کے نزدیک انسان کی قدر و قیمت صرف ایمان اور عمل صالح کی وجہ سے ہے نہ کہ جاہ و مال کی وجہ سے بہت سے لوگوں نے یہ خیال کیا کہ کامیابی سلطنت و حکومت حاصل کرنے میں ہے جیسے کہ نمرود، فرعون، کچھ لوگوں نے یہ خیال کیا کہ کامیابی قوت حاصل کرنے میں ہے جیسے کہ قوم عاد، کچھ لوگوں نے یہ خیال کیا کہ کامیابی تجارت میں ہے جیسے کہ قوم شعیب، کچھ لوگوں نے یہ خیال کیا کہ کامیابی مال میں ہے جیسے قارون، اللہ تعالیٰ نے ان قوموں کے پاس انبیاء و رسل بھیجے تا کہ انہیں اللہ وحدہ لاشریک کی عبادت

کی طرف بلائیں اور ان کو بتا دیں کہ کامیابی درحقیقت ان چیزوں میں نہیں ہے بلکہ ایمان عمل صالح میں ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿**ومن یطع اللہ ورسولہ ویخش اللہ ویتقہ فاؤلئک ھم الفائزون**﴾ (نور: ۵۲) جو لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی فرماں برداری کریں، خوف الٰہی رکھیں اور اس کے عذابوں سے ڈرتے رہیں وہی نجات پانے والے ہیں۔

ایک جگہ ہے: ﴿الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِالْغَيْبِ وَيُقِيمُونَ الصَّلاةَ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنفِقُونَ وَالَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِمَا أُنزِلَ إِلَيْكَ وَمَا أُنزِلَ مِن قَبْلِكَ وَبِالآخِرَةِ هُمْ يُوقِنُونَ أُوْلَـئِكَ عَلَى هُدًى مِّن رَّبِّهِمْ وَأُوْلَـئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ﴾ (البقرة: ۵/۳) جو لوگ غیب پر ایمان لاتے ہیں اور نماز کو قائم رکھتے ہیں اور ہمارے دیئے ہوئے (مال) میں خرچ کرتے ہیں اور جو لوگ ایمان لاتے ہیں اس پر جو آپ کی طرف اتارا گیا اور جو آپ سے پہلے اتارا گیا اور وہ آخرت پر بھی یقین رکھتے ہیں یہی لوگ اپنے رب کی طرف سے ہدایت پر ہیں اور یہی لوگ فلاح و نجات پانے والے ہیں۔

۲- ان قوموں نے جب رسولوں کو جھٹلایا اور کفر پر قائم رہے اور اپنے مال و متاع کی وجہ سے دھوکہ میں پڑے رہے تو اللہ تعالیٰ نے انہیں ہلاک کر دیا اور اپنے انبیاء اور ان کے ماننے والوں کو بچا لیا اور دشمنوں کے مقابلہ میں ان کی مدد کی۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿**فکلا اخذنا بذنبہ فمنھم من ارسلنا علیہ حاصباً ومنھم من اخذتہ الصیحۃ ومنھم من خسفنا بہ الارض ومنھم من اغرقنا وما کان اللہ لیظلمھم ولکن کانوا انفسھم یظلمون ٥**﴾ (عنکبوت: ۴۰) پھر تو ہر ایک کو ہم نے اس گناہ کے وبال میں گرفتار کر لیا ان میں سے بعض پر ہم نے پتھروں کا مینہ برسایا اور ان میں سے بعض کو زوردار آواز نے دبوچ لیا اور ان میں سے بعض کو ہم نے ڈبو دیا، اللہ تعالیٰ ایسا نہیں کہ ان پر ظلم کرے بلکہ یہی لوگ اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے۔

ایک جگہ ہے:﴿فلما جاء امرنا نجینا صالحاً والذین آمنوا معه برحمة منا ومن خزی یومئذ ان ربک هو القوی العزیز ٥ واخذ الذین ظلموا الصیحة فاصبحوا فی دیارهم جاثمین ٥﴾ (هود : ٦٧/٦٦) پھر جب ہمارا فرمان آپہنچا ہم نے صالح کو اوران پر ایمان لانے والوں کو اپنی رحمت سے بچالیا اوراس دن کی رسوائی سے بھی یقیناً تیرا رب نہایت توانا اور غالب ہے اور ظالموں کو بڑے زور کی چنگھاڑ نے آدبوچا پھر تو وہ اپنے گھروں میں اوندھے پڑے ہوئے رہ گئے۔

مخلوق کے ایمان کے چند درجات ہیں:

١-فرشتوں کا ایمان ثابت ہے، وہ گھٹتا بڑھتا نہیں ہے، وہ اللہ کی نافرمانی نہیں کرتے بلکہ انہیں جو حکم دیا جاتا ہے اسے بجالاتے ہیں، فرشتوں کے بھی درجات ہیں۔

٢-انبیاء اور رسولوں کے ایمان میں زیادتی تو ہوتی ہے لیکن کمی نہیں ہوتی کیونکہ ان کا ایمان کامل ہے، انہیں پوری طرح اللہ کی معرفت حاصل ہے، ان کے بھی درجات ہیں۔

٣-سارے مسلمانوں کے ایمان میں کمی زیادتی ہوتی ہے، اطاعت کرنے سے ایمان بڑھتا ہے اور نافرمانی کرنے سے ایمان گھٹتا ہے۔

ایمان میں ان کے درجات ہیں:

ایمان کا اول درجہ یہ ہے کہ ایک مسلمان اللہ کی عبادت کرے، اس میں لذت حاصل کرے اور عبادات کی حفاظت کرے، اپنے سے بڑے یا اپنی طرح کسی کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کے لیے آدمی کو اس سے قوی ایمان کی ضرورت ہے جو اسے ظلم سے روکے اور اپنے سے نیچے لوگوں کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کے لیے اس سے بھی قوی ایمان کی ضرورت ہے جو اسے اپنے ماتحت پر ظلم کرنے سے روکے مثلاً حاکم اپنی رعایا کے ساتھ ظلم نہ کرے، آدمی اپنی بیوی پر ظلم نہ کرے، ایمان جتنا زیادہ ہوگا اتنا ہی یقین اور عمل صالح بڑھتا جائے گا، اور بندہ حقوق اللہ اور حقوق العباد دونوں ادا کرے گا وہ خالق اور مخلوق دونوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرے گا، یہ دنیا و آخرت میں سب سے بلند درجہ ہے۔

٢-ہر آدمی چل رہا ہے کوئی ٹھہرا ہوا نہیں ہے وہ اوپر چلتا ہے یا نیچے، آگے چلتا ہے پیچھے، آدمی کی فطرت میں چلنا ہے وہ ٹھہر نہیں سکتا، ہر آدمی تیزی کے ساتھ یا تو جنت کی طرف بڑھ رہا ہے یا جہنم کی طرف، آدمی راستے میں تیز اور دھیمی چال چل سکتا ہے آگے پیچھے ہوسکتا ہے لیکن ایسا نہیں ہوسکتا کہ وہ بالکل نہ چلے، پس جو شخص ایمان اور عمل صالح سے جنت کی طرف نہیں بڑھتا ہے وہ کفر اور برے عمل سے جہنم کی طرف جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿نذیرا للبشر لمن شاء منکم ان یتقدم او یتاخر﴾ (مدثر: ٣٧/٣٦) نبی آدم کو ڈرانے والی یعنی اسے جو تم میں سے آگے بڑھنا چاہے یا پیچھے ہٹنا چاہے۔

٣-جو اللہ کو سب سے زیادہ پہچانتا ہے وہی اللہ سے سب سے زیادہ محبت رکھتا ہے، اسی لیے انبیاء اللہ سے سب سے زیادہ محبت رکھنے والے اور اس کی سب سے زیادہ تعظیم کرنے والے لوگ ہیں اور اللہ سے محبت رکھنا اصل عبادت ہے۔

یہ محبت جتنی زیادہ قوی ہوگی بندے کی اطاعت اسی طرح زیادہ ہوگی وہ اللہ کی زیادہ تعظیم وتوقیر کرے گا، اللہ سے زیادہ نسبت رکھے گا۔

اہل ایمان میں تفاضل:

اہل ایمان کے درجات مختلف ہوتے ہیں۔

پس انبیاء کا ایمان دوسرے لوگوں کی طرح نہیں ہے اسی طرح صحابہ کا ایمان دوسرے لوگوں کی طرح نہیں ہے اور مؤمنین صالحین لوگوں کا ایمان فاسق لوگوں کی طرح نہیں ہے یہ تفاوت دل میں اللہ کی ذات، اس کے اسماء وصفات اور افعال کی معرفت کے اعتبار سے ہے، اس نے جو شریعت بھیجی ہے اس پر عمل کرنے تقویٰ اختیار کرنے اور اللہ سے ڈرنے کے اعتبار سے ہے، **لا الـه الا الله** کہنے والوں کے دلوں میں ایمان کا نور کتنا ہے اور اس میں کتنا فرق ہے اس کا علم اللہ ہی کو ہے۔

——— •○○○• ———

۱-ایمان لانے پر اللہ کا وعدہ

اللہ تعالیٰ نے مؤمنوں سے دنیا وآخرت میں بہت سی چیزوں کے دینے کا وعدہ کیا ہے۔

دنیا میں جو چیزیں دینے کا وعدہ کیا ہے ان میں سے بعض یہ ہیں:

۱-فلاح وکامیابی:

چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿**قد افلح المؤمنون**﴾ (مؤمنون : ۱) یقیناً ایمان والوں نے فلاح حاصل کرلی۔

۲-ہدایت:

ارشاد باری ہے: ﴿وَإِنَّ اللَّـهَ لَهَادِ الَّذِينَ آمَنُوا إِلَى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيم﴾ (حج : ٥٤) یقیناً اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو راہ راست کی طرف رہبری کرنے والا ہی ہے۔

۳-فتح ونصرت:

﴿**وكان حقا علينا نصر المؤمنين**﴾ (روم : ٤٧) اور ہم پر مؤمنوں کی مدد کرنا لازم ہے۔

۴-عزت:

﴿**ولله العزة ولرسوله وللمؤمنين**﴾ (منافقون : ٨) سنو، عزت تو صرف اللہ تعالیٰ کے لیے اور اس کے رسول کے لیے اور ایمان داروں کے لیے ہے۔

﴿**وعد الله الذين آمنوا منكم وعملوا الصالحات ليستخلفنهم فى الارض كما استخلف الذين من قبلهم وليمكنن لهم دينهم الذى ارتضىٰ لهم وليبدلنهم من بعد خوفهم امنا يعبدوننى لا يشركون بى شيئاً**﴾ (نور : ٥٥) تم میں سے ان لوگوں سے جو ایمان لائے ہیں اور نیک اعمال کئے ہیں اللہ تعالیٰ وعدہ فرما چکا ہے کہ انہیں ضرور زمین میں خلیفہ بنائے گا جیسے کہ ان لوگوں کو خلیفہ بنایا تھا جو ان سے پہلے تھے اور یقیناً ان کے لیے اس دین کو مضبوطی کے ساتھ محکم کرکے جما دے گا جیسے کہ وہ ان کے لیے پسند فرما چکا ہے اور ان کے

اس خوف وخطر کو وہ امن وامان سے بدل دے گا وہ میری عبادت کریں گے میرے ساتھ کسی کو بھی شریک نہ ٹھہرائیں گے۔

۶-دفاع:

﴿إِنَّ اللَّهَ يُدَافِعُ عَنِ الَّذِينَ آمَنُوا﴾ (حج : ٣٨) سن رکھو یقیناً سچے مؤمنوں کے دشمنوں کو خود اللہ تعالیٰ ہٹا دیتا ہے۔

۷-امن:

﴿**الذين آمنوا ولم يلبسوا ايمانهم بظلم اولئك لهم الامن وهم مهتدون ٥**﴾ (انعام : ٨٢) جو لوگ ایمان رکھتے ہیں اور اپنے ایمان کو شرک کے ساتھ مخلوط نہیں کرتے ایسوں ہی کے لیے امن ہے اور وہی راہ راست پر چل رہے ہیں۔

۸-نجات:

﴿**ثم ننجى رسلنا والذين آمنوا كذلك حقاً علينا ننج المؤمنين**﴾ (یونس: ١٠٣) پھر ہم اپنے پیغمبروں کو اور ایمان والوں کو بچا لیتے تھے اسی طرح ہمارے ذمہ ہے کہ ہم ایمان والوں کو نجات دیا کرتے ہیں۔

۹-عمدہ زندگی:

﴿**من عمل صالحاً من ذكر وانثىٰ وهو مؤمن فلنحيينه حياة طيبة ولنجزينهم اجرهم بأحسن ماكانوا يعملون**﴾ (نحل:٩٧) جو شخص نیک عمل کرے مرد ہو یا عورت، لیکن باایمان ہو تو ہم اسے یقیناً نہایت بہتر زندگی عطا فرمائیں گے اور ان کے نیک اعمال کا بہتر بدلہ بھی انہیں ضرور دیں گے۔

۱۰-مؤمن کا کافر پر مسلط نہ ہونا:

﴿**ولن يجعل الله للكافرين على المؤمنين سبيلا ٥**﴾ (نساء : ١٤١) اور اللہ تعالیٰ کافروں کو ایمان والوں پر ہرگز راہ نہ دے گا۔

۱۱-برکات کا حصول:

﴿ولو أن اهل القریٰ آمنوا واتقوا لفتحنا علیهم برکات من السماء والارض ولکن کذبوا فأخذناهم بما کانوا یکسبون o﴾(الاعراف:۹۶) اوراگران بستیوں کے رہنے والے ایمان لے آتے اور پرہیزگاری اختیار کرتے تو ہم ان پر آسمان وزمین کی برکتیں کھول دیتے لیکن انہوں نے تکذیب کی تو ہم نے ان کے اعمال کی وجہ سے ان کو پکڑ لیا۔

۱۲-اللہ کی معیت وصحبت:

﴿وأن الله مع المؤمنین﴾(انفال : ۱۹) بیشک اللہ تعالیٰ مؤمنوں کے ساتھ ہے۔

اللہ تعالیٰ نے آخرت میں جو چیزیں دینے کا وعدہ کیا ہے ان میں سے بعض یہ ہیں:

۱-مؤمن جنت میں داخل کئے جائیں گے:

جہاں وہ ہمیشہ ہمیش رہیں گے انہیں اللہ کی خوشنودی حاصل ہوگی۔

﴿وعد الله المؤمنین والمؤمنات جنات تجری من تحتها الانهار خالدین فیها ومساکن طیبة فی جنات عدن ورضوان من الله اکبر ذلک هو الفوز العظیم o﴾(توبة : ۷۲) ان ایماندار مردوں اور عورتوں سے اللہ نے ان جنتوں کا وعدہ فرمایا ہے جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں جہاں وہ ہمیشہ ہمیش رہنے والے ہیں اور ان صاف ستھرے پاکیزہ محلات کا جو ان ہمیشگی والی جنتوں میں ہیں، اور اللہ کی رضامندی سب سے بڑی چیز ہے یہی زبردست کامیابی ہے۔

۲-اللہ تعالیٰ کا دیدار حاصل ہوگا:

ارشاد باری ہے:﴿وُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ إِلَى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ﴾ (قیامة :۲۲-۲۳) اس روز بہت سے چہرے تروتازہ اور بارونق ہوں گے، اپنے رب کی طرف دیکھتے ہوں گے۔

دنیا میں جن صفات کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے انعام دینے کا وعدہ کیا ہے وہ آج اکثر مسلمانوں میں مفقود ہیں جس کی وجہ سے انہیں یہ مذکورہ نعمتیں حاصل نہیں ہیں، اس سے پتہ چلتا ہے کہ ان کا

ایمان کمزور ہے جب تک ان کا ایمان مضبوط نہیں ہوگا یہ نعمتیں انہیں حاصل نہیں ہوں گی، اللہ تعالیٰ نے دنیا میں جن نعمتوں کے دینے کا وعدہ کیا ہے اس کے لیے ضروری ہے کہ ہمارا ایمان وعمل انبیاء علیہم السلام اور صحابہ رضی اللہ عنہ کرام کی طرح ہو۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿فَإِنْ آمَنُواْ بِمِثْلِ مَا آمَنتُم بِهِ فَقَدِ اهْتَدَوا﴾(بقرة : ۱۳۷) اگر وہ تم جیسا ایمان لائیں تو ہدایت پائیں۔

۲-﴿یا ایها الذین آمنوا آمنوا بالله ورسوله والکتاب الذی نزل علی رسوله والکتاب الذی انزل من قبل ومن یکفر بالله وملائکته وکتبه ورسله والیوم الآخر فقد ضل ضلالاً بعیدا o﴾(نساء : ۱۳۶) اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ پر اس کے رسول ﷺ پر اور اس کتاب پر جو اس نے اپنے رسول ﷺ پر اتاری ہے اور ان کتابوں پر جو اس سے پہلے اس نے نازل فرمائی ہیں، ایمان لاؤ، جو شخص اللہ تعالیٰ اس کے ملائکہ، اس کی کتابوں، اس کے رسولوں سے اور قیامت کے دن سے کفر کرے وہ تو بہت بڑی دور کی گمراہی میں جا پڑا۔

۳-﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُواْ ادْخُلُواْ فِي السِّلْمِ كَآفَّةً وَلاَ تَتَّبِعُواْ خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِينٌ﴾(بقرة : ۲۰۸) ایمان والو! اسلام میں پورے پورے داخل ہوجاؤ اور شیطان کے نشانات قدم کی تابعداری نہ کرو وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔

اللہ کے احکام کو بجالانا اور اس کی منع کی ہوئی چیزوں سے رک جانا ایمان پر موقوف ہے جب آدمی کے دل میں خالق ومالک کی عظمت کا تصور رہے گا تو وہ اس کے احکام کو بجالائے گا اور اس کی منع کی ہوئی چیزوں سے رک جائے گا اور یہ تصور اسی وقت پیدا ہوسکتا ہے جب آدمی کثرت سے اللہ کا ذکر کرے، اس کے لیے اللہ تعالیٰ نے بعض عبادات کو مشروع کیا ہے پھر جب ایمان مضبوط ہوجائے تو اعمال بھی بہتر اور مضبوط ہوں گے اور آدمی کی اصلاح ہوجائے گی اور وہ دنیا وآخرت میں کامیاب ہوجائے گا اور اگر اس کے برعکس معاملہ ہے تو نتیجہ اس کے برعکس سامنے آئے گا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿یا ایھا الذین آمنوا اذکروا اللہ ذکرا کثیرا ًoوسبحوہ بکرۃ واصیلاo ﴾(احزاب : ۴۱-۴۲) اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ کا ذکر بہت زیادہ کرو اور صبح وشام اس کی پاکیزگی بیان کرو۔

ایک جگہ ہے: ﴿ولو ان اھل القریٰ آمنوا واتقوا لفتحنا علیھم برکات من السماء والارض ولکن کذبوا فاخذناھم بما کانوا یکسبون o﴾(اعراف:۹۶) اور اگر ان بستیوں کے رہنے والے ایمان لے آتے اور پرہیز گاری اختیار کرتے تو ہم ان پر آسمان وزمین کی برکتیں کھول دیتے لیکن انہوں نے تکذیب کی تو ہم نے ان کے اعمال کی وجہ سے ان کو پکڑ لیا۔

——— ◦◦O◦◦ ———

۲-فرشتوں پر ایمان

فرشتوں پر ایمان لانے کا مطلب یہ ہے کہ ہم اس بات کی تصدیق کریں کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو پیدا کیا ہے اور ان کا وجود ہے ان میں سے جن کا نام اللہ تعالیٰ نے لیا ہے۔ جبریل علیہ السلام ان پر ہم ایمان رکھتے ہیں اور ان میں سے جن کا نام ہمیں معلوم نہیں ہے ان پر ہم اجمالی طور پر ایمان رکھتے ہیں۔

عمل کے اعتبار سے یہ فرشتے اللہ کی عبادت کرتے ہیں اور اس کی تسبیح بیان کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿ومن عندہ لا یستکبرون عن عبادتہ ولا یستحسرون oیسبحون اللیل والنھار لا یفترون o﴾(انبیاء : ۱۹-۲۰) اور جو اس کے پاس ہیں وہ اس کی عبادت سے نہ سرکشی کرتے ہیں اور نہ تھکتے ہیں وہ دن رات تسبیح بیان کرتے اور ذرا سی بھی سستی نہیں کرتے۔

اطاعت کے اعتبار سے وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کو پوری طرح بجالاتے ہیں اور اللہ کے حکم کو نافذ کرتے ہیں، وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں کر سکتے، ان کی فطرت میں اطاعت کرنا ہے۔

﴿لا یعصون اللہ ما امرھم ویفعلون ما یؤمرون o) (تحریم:۶) اللہ تعالیٰ نے انہیں جو حکم دیا ہے اس کی وہ نافرمانی نہیں کرتے بلکہ اس کے حکم کو بجالاتے ہیں۔

فرشتوں کی تعداد:

فرشتوں کی تعداد بہت ہے ان کو اللہ کے علاوہ کوئی شمار نہیں کر سکتا ان میں بعض وہ فرشتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کا عرش اٹھائے ہوئے ہیں بعض وہ ہیں جو جنت وجہنم کے نگراں ہیں بعض وہ ہیں جو لوگوں کے نامۂ اعمال لکھتے ہیں ان کی کثرت تعداد کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ بیت المعمور میں ستر ہزار فرشتے روزانہ نماز پڑھتے ہیں جن کی پھر دوبارہ قیامت تک باری نہیں آتی۔

معراج کے قصے میں ہے کہ نبی ﷺ جب ساتویں آسمان پر آئے تو آپ کے سامنے بیت

المعمور پیش کیا گیا آپ نے حضرت جبرئیل سے پوچھا یہ کیا ہے؟ حضرت جبرئیل نے کہا یہ بیت المعمور ہے جس میں ہر دن ستر ہزار فرشتے نماز پڑھتے ہیں جب وہ نکلتے ہیں تو تو پھر دوبارہ قیامت تک ان کی باری نہیں آئے گی۔ (بخاری ۳۲۰۷، مسلم: ۱۶۲)

فرشتوں کے نام اور ان کے کام:

فرشتے اللہ کے معزز بندے ہیں اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنی عبادت واطاعت کے لیے پیدا کیا ہے ،ان کی تعداد صرف اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے ان میں سے بعض کا نام اور کام اللہ تعالیٰ نے ہمیں بتادیا ہے اور بعض کو صرف اللہ جانتا ہے جن لوگوں کا نام اور کام اللہ تعالیٰ نے ہمیں بتادیا ہے وہ یہ ہیں:

۱-**حضرت جبرئیل علیہ السلام**: ان کے ذمہ انبیاء علیہ السلام کے پاس وحی لانا ہے۔

۲-**حضرت میکائیل علیہ السلام**: ان کے ذمہ بارش برسانا اور پودے اگانا ہے۔

۳-**حضرت اسرافیل علیہ السلام**: ان کے ذمہ صور پھونکنا ہے۔

۴-**مالک**: جہنم کا داروغہ

۵-**رضوان**: جنت کا داروغہ

انہیں فرشتوں میں مالک الموت ہیں جن کے ذمہ روح قبض کرنا ہے۔

انہیں میں سے حملۃ العرش اور جنت وجہنم کے نگراں ہیں۔

انہیں میں سے بعض وہ ہیں جنہیں بنی آدم پر نگراں بنایا گیا ہے اور وہ ہر ایک کا نامۂ اعمال لکھتے ہیں۔

انہیں میں سے بعض وہ ہیں جو اللہ تعالیٰ کے حکم سے ماں کے پیٹ میں بچے کی روزی، کام، موت اس کے نیک بخت اور بد بخت ہونے کے بارے میں لکھتے ہیں۔

انہیں میں سے بعض وہ ہیں جو میت سے قبر میں سوال کرتے ہیں اور اس کے رب، دین اور نبی وغیرہ کے بارے میں پوچھتے ہیں۔

ان کے علاوہ دوسرے بہت سے فرشتے ہیں جن کی تعداد صرف اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے۔

کرام کاتبین کا کام:

کچھ فرشتوں کو اللہ تعالیٰ نے ہمارے اوپر نگراں بنایا ہے وہ ہمارے اعمال ونیتوں کو لکھتے ہیں ہر انسان کے ساتھ دو فرشتے ہیں، جو فرشتہ دائیں جانب رہتا ہے وہ نیکیاں لکھتا ہے اور جو فرشتہ بائیں جانب رہتا ہے وہ برائیاں لکھتا ہے ان کے علاوہ دو فرشتے آدمی کی حفاظت ونگرانی کرتے ہیں ان میں سے ایک پیچھے ہوتا ہے اور ایک آگے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَإِنَّ عَلَيْكُمْ لَحَافِظِينَ كِرَاماً كَاتِبِينَ يَعْلَمُونَ مَا تَفْعَلُونَ﴾ (الانفطار: ۱۰-۱۲) یقیناً تم پر نگہبان عزت والے لکھنے والے مقرر ہیں جو کچھ تم کرتے ہو وہ جانتے ہیں۔

ایک جگہ ہے: ﴿إِذْ يَتَلَقَّى الْمُتَلَقِّيَانِ عَنِ الْيَمِينِ وَعَنِ الشِّمَالِ قَعِيدٌ مَا يَلْفِظُ مِن قَوْلٍ إِلَّا لَدَيْهِ رَقِيبٌ عَتِيدٌ﴾ (ق: ۱۷-۱۸) جس وقت دو لینے والے جا لیتے ہیں ایک دائیں طرف اور ایک بائیں طرف بیٹھا ہوا ہے، (انسان) منہ سے کوئی لفظ نکال نہیں پاتا مگر یہ کہ اس کے پاس نگہبان تیار ہے۔

ایک جگہ ہے: ﴿له معقبات من بين يديه ومن خلفه يحفظونه من أمر الله﴾ (الرعد: ۱۱) اس کے پہرے دار انسان کے آگے پیچھے مقرر ہیں جو اللہ کے حکم سے اس کی نگہبانی کرتے ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب میرا بندہ کوئی برائی کرنا چاہے تو تم اسے نہ لکھو جب تک کہ وہ اس کو کر نہ ڈالے، پس اگر وہ برائی کر ڈالے تو تم اس کا گناہ اس کے مثل لکھو اور اگر میری خاطر باز آجائے تو تم اس کے لیے ایک نیکی لکھو اور اگر نیکی کرنا چاہے لیکن اسے نہ کیا ہو تو تم اس کے لیے ایک نیکی لکھو پس اگر اس نے ایک نیکی کر لی ہے تو تم اس کے لیے اس کے مثل دس نیکیاں لکھو سات سو گنا تک۔ (بخاری: ۱۰۵۷، مسلم: ۸۲۱)

فرشتوں کی پیدائش کی عظمت:

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھے اس بات کی اجازت دی گئی ہے کہ میں یہ بیان کردوں کہ وہ فرشتے جو اللہ کا عرش اٹھائے ہوئے ہیں ان کے کان کی لو اور کندھے کے درمیان کا فاصلہ سات سو سال کی مسافت پر مشتمل ہے۔ (ابو داؤد:٤٧٢٧، السلسلة الصحيحة :١٥١)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ محمد ﷺ نے حضرت جبرئیل کو دیکھا ان کے چھ سو پر تھے۔ (بخاری:٤٨٥٧، مسلم:١٧٤)

فرشتوں پر ایمان لانے کے ثمرات:

ا-اس سے اللہ تعالیٰ کی عظمت وقدرت اور قوت وحکمت کا پتہ چلتا ہے اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو پیدا کیا جن کی تعداد صرف اسی کو معلوم ہے ان میں سے وہ فرشتے بھی ہیں جو اللہ تعالیٰ کا عرش اٹھائے ہوئے ہیں ان میں سے ایک کے کان کی لو اور کندھے کے درمیان کا فاصلہ سات سو سال کی مسافت پر مشتمل ہے پھر اللہ تعالیٰ کا عرش کتنا عظیم ہوگا اور عرش پر جو ذات ہے وہ کتنی عظیم ہوگی!!

﴿**لہ الکبریاء فی السمٰوات والارض وھو العزیز الحکیم** o﴾ (الجاثية : ٣٤)

تمام بزرگی اور بڑائی آسمانوں اور زمین میں اسی کی ہے اور وہی غالب اور حکمت والا ہے۔

٢-اس سے آدمی کے دل میں اللہ کا شکر ادا کرنے کا جذبہ پیدا ہوتا ہے کیونکہ اس نے اس کے آگے پیچھے بعض فرشتوں کو نگہبان مقرر کیا ہے جو اس کی مدد کرتے ہیں۔

٣-فرشتوں سے محبت ہوتی ہے کیونکہ وہ اللہ کی عبادت کرتے ہیں اور مؤمنوں کے لیے دعا کرتے ہیں۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ **الذین یحملون العرش ومن حولہ یسبحون بحمد ربھم ویؤمنون بہ ویستغفرون للذین آمنوا ربنا وسعت کل شئی رحمة وعلماً فاغفر للذین تابوا واتبعوا سبیلک وقھم عذاب الجحیم**o**ربنا وادخلھم جنات**

عدن التی وعدتھم ومن صلح من آبائھم وازواجھم وذریاتھم انک انت العزیز الحکیم وقھم السیئات ومن تق السیئات یومئذ فقد رحمتہ وذلک ھو الفوز العظیمo﴾ (غافر: ٧-٩) ”عرش کے اٹھانے والے اور اس کے آس پاس کے فرشتے اپنے رب کی تسبیح حمد کے ساتھ ساتھ کرتے ہیں اور اس پر ایمان رکھتے ہیں اور ایمان والوں کے لیے استغفار کرتے ہیں کہتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار! تو نے ہر چیز کو اپنی بخشش اور علم سے گھر رکھا ہے پس تو انہیں بخش دے جو توبہ کریں اور تیری راہ کی پیروی کریں اور تو انہیں دوزخ کے عذاب سے بھی بچالے اے ہمارے رب! تو انہیں ہمیشگی والی جنتوں میں لے جا جن کا تو نے ان سے وعدہ کیا ہے اور ان کے باپ داداؤں اور بیویوں اور اولاد میں سے (بھی) ان (سب) کو جو نیک عمل ہیں یقیناً تو غالب وباحکمت ہے انہیں برائیوں سے بھی محفوظ رکھ حق تو یہ ہے کہ اس دن تو نے جسے برائیوں سے بچالیا اس پر تو نے رحمت کردی اور بہت بڑی کامیابی تو یہی ہے“۔

——— •○O○• ———

۳-اللہ تعالیٰ کی کتابوں پر ایمان

اللہ تعالیٰ کی کتابوں پر ایمان لانے کا مطلب یہ ہے کہ اس بات کی تصدیق کی جائے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاء ورسل پر لوگوں کی ہدایت کے لیے کتابیں نازل کی ہیں اور یہ حقیقت میں اللہ کا کلام ہیں اور ان میں جو کچھ بیان کیا گیا ہے وہ سچ ہے ان میں سے بعض کا نام اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں بیان کیا ہے اور بعض کا نام اللہ ہی جانتا ہے اور ان کی صحیح تعداد کا علم صرف اللہ ہی کو ہے۔

وہ آسمانی کتابیں جن کا ذکر قرآن کریم میں ہے:

اللہ تعالیٰ نے مندرجہ ذیل کتابوں کا ذکر قرآن کریم میں کیا ہے:

۱-صحف ابراہیم علیہ السلام۔

۲-توریت: یہ وہ کتاب ہے جسے اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل کیا تھا۔

۳-زبور: یہ وہ کتاب ہے جسے اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام پر نازل کیا تھا۔

۴-انجیل: یہ وہ کتاب ہے جسے اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر نازل کیا تھا۔

۵-قرآن: یہ وہ کتاب ہے جسے اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد ﷺ پر سارے لوگوں کے لیے نازل کیا ہے۔

ہم اس بات پر ایمان لائیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کتابوں کو نازل کیا ہے ان کی خبر صحیح ہے جیسے کہ قرآن کریم کی خبریں اور دیگر آسمانی کتابوں کی وہ خبریں جن میں تحریف نہیں ہوئی ہیں اور ہم ان کے احکام پر عمل کریں اگر وہ منسوخ نہیں ہوئی ہیں اور انہیں مانیں اور قبول کریں اور جن آسمانی کتابوں کے نام ہمیں معلوم نہیں ہیں ان پر بھی اجمالاً ایمان لائیں۔

ساری کتب سابقہ جیسے توریت، انجیل، زبور، وغیرہ قرآن کریم کی وجہ سے منسوخ ہو چکی ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وانزلنا الیک الکتاب بالحق مصدقاً لما بین یدیه من الکتاب ومهيمنا عليه فاحكم بينهم بما انزل الله ولا تتبع اهواء هم عما جاءك من الحق﴾ (مائدہ: ۴۸) ''اور ہم نے تمہاری طرف حق کے ساتھ یہ کتاب نازل فرمائی ہے جو اپنے سے اگلی کتابوں کی تصدیق کرنے والی ہے اور ان کی محافظ ہے اس لیے آپ ان کے آپس کے معاملات میں اسی اللہ کی اتاری ہوئی کتاب کے ساتھ حکم کیجئے، اس حق سے ہٹ کر ان کی خواہشوں کے پیچھے نہ جائیے''۔

اہل کتاب کے ہاتھوں میں جو توریت وانجیل ہے اس میں تحریف ہوئی ہے اس لیے اس کی نسبت مطلقاً انبیاء کی طرف کرنا درست نہیں جیسے کہ انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا کہا ہے اور اللہ رب العزت کی ایسی صفت بیان کی ہے جو اس کی شایان شان نہیں اور انبیاء پر اتہام لگایا ہے وغیرہ۔

ہم ان کتابوں میں سے صرف انہیں پر ایمان لائیں جن کی تصدیق قرآن وحدیث میں ہے۔

جب اہل کتاب سے بات کریں تو نہ ان کی تصدیق کریں اور نہ تکذیب بلکہ یہ کہیں ہم اللہ اس کی کتابوں اور رسولوں پر ایمان لاتے ہیں، پس اگر جو بات انہوں نے کہی حق ہے تو ہم اس کی تکذیب نہیں کریں گے اور اگر باطل ہے تو ہم اس کی تصدیق نہیں کریں گے۔

سب سے عظیم کتاب:

قرآن کریم جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری نبی اور سب سے افضل نبی حضرت محمد ﷺ پر نازل کیا ہے آخری آسمانی کتاب ہے وہ سب سے عظیم اور مکمل ہے، اللہ تعالیٰ نے اس میں ہر چیز کو کھول کھول کر بیان کر دیا ہے وہ لوگوں کے لیے باعث ہدایت ورحمت ہے وہ سب سے افضل کتاب ہے اس کو سب سے افضل فرشتے حضرت جبرائیل علیہ السلام لے کر آئے ہیں اور سب سے افضل نبی حضرت محمد ﷺ پر نازل کی گئی ہے اور سب سے افضل امت کی طرف یہ کتاب بھیجی گئی ہے اور سب سے افضل اور فصیح زبان (جو کہ عربی زبان ہے) میں اتاری گئی ہے، اس پر ہر ایک کو

ایمان لانا واجب ہے اور اس کے احکام پر عمل کرنا واجب ہے قرآن نازل ہونے کے بعد اس کے علاوہ پر عمل مقبول نہیں ہوگا، اللہ تعالیٰ نے اس کی حفاظت کی ذمہ داری لی ہے چنانچہ وہ تحریف و تبدیل اور زیادتی و کمی سے محفوظ ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُون ﴾(حجر: ۹) ہم نے اس قرآن کو نازل فرمایا ہے اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔

ایک جگہ ہے: ﴿وَإِنَّهُ لَتَنزِيلُ رَبِّ الْعَالَمِينَ نَزَلَ بِهِ الرُّوحُ الْأَمِينُ عَلَى قَلْبِكَ لِتَكُونَ مِنَ الْمُنذِرِينَ بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُّبِينٍ ﴾ (الشعراء: ۱۹۲-۱۹۵) اور بیشک یہ قرآن رب العالمین کا نازل فرمایا ہوا ہے اسے امانت دار فرشتہ لے کر آیا ہے آپ کے دل پر اترا ہے کہ آپ آگاہ کرنے والوں میں سے ہو جائیں، صاف عربی زبان میں ہے۔

قرآن سے دلیلیں:

قرآن کریم کی آیتوں میں ہر چیز کا بیان ہے وہ یا تو خبر ہے یا طلب۔

خبر کی دو قسمیں ہیں:

۱- اس میں یا تو خالق کائنات کی ذات، اس کے اسماء وصفات اور افعال واقوال کے بارے میں خبر ہے۔

۲- یا مخلوق کے بارے میں خبر ہے جیسے آسمان وزمین، عرش وکرسی، انسان وحیوان، جمادات و نباتات، جنت وجہنم، انبیاء ورسل ان کے متبعین ومعاونین اور ہر فریق کے بدلے وغیرہ کے بارے میں بیان کیا گیا ہے۔

طلب کی دو قسمیں ہیں:

۱- یا تو تنہا اللہ کی عبادت اس کے اور اس کے رسول کی اطاعت اور دوسرے اوامر کو بجالانے کا حکم ہے جیسے نماز، روزہ وغیرہ۔

۲- یا شرک سے منع کیا گیا ہے اور حرام سے بچنے کی تلقین کی گئی ہے جیسے سود اور فواحش وغیرہ۔

اللہ تعالیٰ کا شکر واحسان ہے کہ اس نے ہمارے پاس سب سے افضل نبی بھیجا اور سب سے افضل کتاب نازل کی۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿اللَّهُ نَزَّلَ أَحْسَنَ الْحَدِيثِ كِتَاباً مُّتَشَابِهاً مَّثَانِيَ تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُودُ الَّذِينَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ثُمَّ تَلِينُ جُلُودُهُمْ وَقُلُوبُهُمْ إِلَى ذِكْرِ اللَّهِ ذَلِكَ هُدَى اللَّهِ يَهْدِي بِهِ مَنْ يَشَاءُ وَمَن يُضْلِلِ اللَّهُ فَمَا لَهُ مِنْ هَادٍo﴾ (زمر/۲۳) اللہ تعالیٰ نے بہترین کلام نزل فرمایا ہے جو ایسی کتاب ہے کہ آپس میں ملتی جلتی اور بار بار دہرائی ہوئی آیتوں کی ہے جس سے ان لوگوں کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں جو اپنے رب کا خوف رکھتے ہیں آخر میں ان کے جسم اور دل اللہ تعالیٰ کے ذکر کے لئے نرم ہو جاتے ہیں، یہ ہے اللہ تعالیٰ کی ہدایت جس کے ذریعے جسے چاہے راہ راست پر لگا دیتا ہے اور جسے چاہے اللہ تعالیٰ ہی راہ بھلا دے اس کا ہادی کوئی نہیں۔

ایک جگہ ہے: ﴿لَقَدْ مَنَّ اللّهُ عَلَى الْمُؤمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولاً مِّنْ أَنفُسِهِمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِن كَانُواْ مِن قَبْلُ لَفِي ضَلالٍ مُّبِينٍ﴾ (آل عمران: ۱٦٤) بیشک مسلمانوں پر اللہ کا بڑا احسان ہے کہ ان ہی میں سے ایک رسول ان میں بھیجا جو انہیں اس کی آیتیں پڑھ کر سناتا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب و حکمت سکھاتا ہے یقیناً یہ سب اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے۔

———∘○∘———

۴- رسولوں پر ایمان

رسولوں پر ایمان:

اس کا مطلب یہ ہے کہ آدمی اس بات کی تصدیق کرے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر امت میں رسول بھیجے ہیں جو انہیں صرف اللہ کی عبادت کی طرف بلاتے تھے اور غیر اللہ کی عبادت کا انکار کرتے تھے وہ سب کے سب سچے نبی ہیں اور ان میں سے ہر ایک نے اس چیز کو پہنچا دیا ہے جو وہ اللہ کی طرف سے لے کر آئے تھے ان میں سے بعض رسولوں کا نام اللہ تعالیٰ نے ہمیں بتا دیا ہے اور بعض کے بارے میں اللہ ہی کو معلوم ہے۔

رسول: وہ ہے جس کے پاس اللہ نے شریعت کی وحی کی ہے اور اسے ان لوگوں کے پاس پہنچانے کا حکم دیا ہے جو اسے نہیں جانتے یا جانتے ہیں لیکن مخالفت کرتے ہیں۔

انبیاء اوران کے متبعین کی تربیت:

اللہ تعالیٰ پہلے انبیاء اوران کے متبعین کو تربیت دیتا ہے تاکہ وہ سب سے پہلے اپنے آپ کو ایمان و عبادت تزکیہ نفس اور دین کی خاطر قربانی دینے اور صبر کرنے کے لیے تیار کرلیں پھر اعلاء کلمۃ اللہ کے لیے کام کریں، ان کے دلوں میں ایمان مکمل ہوتا ہے وہ یہ جانتے ہیں کہ اللہ ہی ہر چیز کا خالق ہے، اسی کے ہاتھ میں ہر چیز ہے، وہی تنہا عبادت کا مستحق ہے پھر وہ اچھا ماحول پیدا کر کے ایمان کی حفاظت کرتے ہیں، مثلاً مسجدیں بناتے ہیں ان میں اللہ کی عبادت کی جاتی ہے، ایمان اور عمل صالح کی باتیں کی جاتی ہیں، وہ دین کے تقاضوں کو پورا کرتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ وہ جہاں کہیں بھی رہیں اللہ ان کے ساتھ ہے وہ ان کی مدد کرے گا، انہیں روزی دے گا جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے غزوہ بدر، فتح مکہ اور غزوہ حنین وغیرہ میں مسلمانوں کی مدد کی تھی، وہ اللہ پر پوری طرح بھروسہ کرتے ہیں اور اس کے علاوہ کسی پر بھروسہ نہیں کرتے، پھر وہ اپنی قوم میں اس ایمان کو پھیلاتے ہیں انہیں اللہ کی عبادت کی طرف بلاتے ہیں شرک سے منع کرتے ہیں دین کی باتیں سکھاتے ہیں، اللہ کی آیتوں کی تلاوت کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿هُوَ الَّذِىْ بَعَثَ فِىْ الْأُمِّيِّيْنَ رَسُولاً مِّنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِنْ كَانُوا مِن قَبْلُ لَفِىْ ضَلَالٍ مُّبِيْنٍ وَآخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوا بِهِمْ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ذَلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيْهِ مَن يَشَاءُ وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ﴾ (جمعه: ۲/ ۴) ''وہی ہے جس نے ناخواندہ لوگوں میں ان ہی میں سے ایک رسول بھیجا جو انہیں اس کی آیتیں پڑھ کر سناتا ہے اور ان کو پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب و حکمت سکھاتا ہے، یقیناً وہ اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے اور دوسروں کے لیے بھی انہی میں سے جو اب تک ان سے نہیں ملے، اور وہی غالب باحکمت ہے، یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہے اپنا فضل دے اور اللہ تعالیٰ بہت بڑے فضل کا مالک''۔

نبی: وہ ہیں جن کے پاس اللہ تعالیٰ نے سابق شریعت کی وحی کی ہے تاکہ اپنے اردگرد اس شریعت والوں کو دوبارہ بتائیں، اس کی تجدید کریں پس ہر رسول نبی ہے لیکن ہر نبی رسول نہیں۔

انبیاء ورسل کی بعثت:

ہر امت کے پاس اللہ تعالیٰ نے یا تو مستقل شریعت کے ساتھ رسول بھیجا ہے یا سابق شریعت کی تجدید کے لیے نبی بھیجا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿ولقد بعثنا فی کل امة رسولا أن اعبدوا الله واجتنبوا الطاغوت﴾ (نحل: ۳۶) ہم نے ہر امت میں رسول بھیجا کہ (لوگو) صرف اللہ کی عبادت کرو اس کے سوا تمام معبودوں سے بچو۔

ایک جگہ ہے:

﴿إِنَّا أَنزَلْنَا التَّوْرَاةَ فِيهَا هُدًى وَنُورٌ يَحْكُمُ بِهَا النَّبِيُّونَ الَّذِينَ أَسْلَمُواْ لِلَّذِينَ هَادُواْ وَالرَّبَّانِيُّونَ وَالأَحْبَارُ﴾ (مائدة: ۴۴) ہم نے تورات نازل فرمائی ہے جس میں ہدایت ونور ہے، یہودیوں میں اسی تورات کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے ماننے والے انبیاء (علیهم السلام) اور اہل اللہ اور علماء فیصلے کرتے تھے۔

انبیاء ورسولوں کی تعداد بہت ہے، ان میں سے بعض کا نام اللہ تعالیٰ نے قرآن میں بیان کر دیا ہے ان کی تعداد پچیس ہے، وہ یہ ہیں:

۱- حضرت آدم علیہ السلام:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَلَقَدْ عَهِدْنَا إِلَى آدَمَ مِن قَبْلُ فَنَسِيَ وَلَمْ نَجِدْ لَهُ عَزْمًا﴾ (طه: ۱۱۵)

ہم نے آدم کو پہلے ہی تاکیدی حکم دے دیا تھا لیکن وہ بھول گیا اور ہم نے اس میں کوئی عزم نہیں پایا۔

۲- بعض انبیاء ورسولوں کا تذکرہ اللہ تعالیٰ نے اس طرح کیا ہے:

﴿وَتِلْكَ حُجَّتُنَا آتَيْنَاهَا إِبْرَاهِيمَ عَلَى قَوْمِهِ نَرْفَعُ دَرَجَاتٍ مَّن نَّشَاء إِنَّ رَبَّكَ حَكِيمٌ عَلِيمٌ وَوَهَبْنَا لَهُ إِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ كُلًّا هَدَيْنَا وَنُوحاً هَدَيْنَا مِن قَبْلُ وَمِن ذُرِّيَّتِهِ دَاوُودَ وَسُلَيْمَانَ وَأَيُّوبَ وَيُوسُفَ وَمُوسَى وَهَارُونَ وَكَذَلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ وَزَكَرِيَّا وَيَحْيَى وَعِيسَى وَإِلْيَاسَ كُلٌّ مِّنَ الصَّالِحِينَ وَإِسْمَاعِيلَ وَالْيَسَعَ وَيُونُسَ وَلُوطاً وَكُلاًّ فضَّلْنَا عَلَى الْعَالَمِينَ وَمِنْ آبَائِهِمْ وَذُرِّيَّاتِهِمْ وَإِخْوَانِهِمْ وَاجْتَبَيْنَاهُمْ وَهَدَيْنَاهُمْ إِلَى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ ذَلِكَ هُدَى اللّهِ يَهْدِي بِهِ مَن يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ وَلَوْ أَشْرَكُواْ لَحَبِطَ عَنْهُم مَّا كَانُواْ يَعْمَلُونَ أُوْلَـئِكَ الَّذِينَ آتَيْنَاهُمُ الْكِتَابَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ﴾ (انعام: ۸۳-۸۹) اور یہ ہماری حجت تھی وہ ہم نے ابراہیم (علیہ السلام) کو ان کی قوم کے مقابلہ میں دی تھی ہم جس کو چاہتے ہیں مرتبوں میں بڑھا دیتے ہیں بے شک آپ کا رب بڑا حکمت والا، بڑا علم والا ہے اور ہم نے اس کو اسحٰق دیا اور یعقوب ہر ایک کو ہم نے ہدایت کی اور پہلے زمانے میں ہم نے نوح کو ہدایت کی اور ان کی اولاد میں سے داؤد اور سلیمان کو اور ایوب کو اور یوسف کو اور موسیٰ کو اور ہارون کو اور اسی طرح ہم نیک کام کرنے والوں کو جزا دیا کرتے ہیں اور (نیز) زکریا کو اور یحیٰ کو اور عیسیٰ کو اور الیاس کو سب نیک لوگوں میں

سے تھے اور نیز اسماعیل کو اور یسع کو اور یونس کو اور لوط کو اور ہر ایک کو تمام جہان والوں پر ہم نے فضلیت دی اور نیز ان کے کچھ باپ داداؤں کو اور کچھ اولاد کو اور کچھ بھائیوں کو اور ہم نے ان کو مقبول بنایا اور ہم نے ان کو راہ راست کی ہدایت کی یہ اللہ کی ہدایت ہے جس کے ذریعہ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہے اس کو ہدایت کرتا ہے اور اگر یہ حضرات بھی شرک کرتے تو جو کچھ یہ اعمال کرتے تھے وہ سب اکارت ہو جاتے یہ لوگ ایسے تھے کہ ہم نے ان کو کتاب اور حکمت اور نبوت عطا کی تھی سو اگر یہ لوگ نبوت کا انکار کریں تو ہم ان کے لیے ایسے بہت سے لوگ مقرر کر دیتے ہیں جو اس کے لیے منکر نہیں ہیں۔

۳- حضرت ادریس علیہ السلام:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَاذْكُرْ فِي الْكِتَابِ إِدْرِيسَ إِنَّهُ كَانَ صِدِّيقاً نَّبِيّاً﴾ (مریم: ۵۶) اور اس کتاب میں ادریس (علیہ السلام) کا بھی ذکر کر، وہ بھی نیک کردار پیغمبر تھا۔

۴- حضرت ہود علیہ السلام:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿كَذَّبَتْ عَادٌ الْمُرْسَلِينَ إِذْ قَالَ لَهُمْ أَخُوهُمْ هُودٌ أَلَا تَتَّقُونَ إِنِّي لَكُمْ رَسُولٌ أَمِينٌ﴾ (شعراء: ۱۲۳-۱۲۵) عادیوں نے بھی رسولوں کو جھٹلایا جب ان سے ان کے بھائی ہود نے کہا کیا تم اللہ سے ڈرتے نہیں؟ میں تمہارا امانتدار پیغمبر ہوں۔

۵- حضرت صالح علیہ السلام:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿كَذَّبَتْ ثَمُودُ الْمُرْسَلِينَ إِذْ قَالَ لَهُمْ أَخُوهُمْ صَالِحٌ أَلَا تَتَّقُونَ إِنِّي لَكُمْ رَسُولٌ أَمِينٌ﴾ (شعراء: ۱۴۱-۱۴۳) ثمودیوں نے بھی پیغمبروں کو جھٹلایا جب ان کے بھائی صالح نے ان سے فرمایا کہ کیا تم اللہ سے نہیں ڈرتے؟ میں تمہارا امانت دار پیغمبر ہوں۔

۶- حضرت شعیب علیہ السلام:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿كَذَّبَ أَصْحَابُ الْأَيْكَةِ الْمُرْسَلِينَ إِذْ قَالَ لَهُمْ شُعَيْبٌ أَلَا تَتَّقُونَ إِنِّي لَكُمْ رَسُولٌ أَمِينٌ﴾ (شعراء: ۱۷۶-۱۷۸) ایکہ والوں نے بھی رسولوں کو جھٹلایا

جب ان سے شعیب علیہ السلام نے کہا کہ کیا تمہیں ڈر وخوف نہیں؟ میں تمہاری طرف امانتدار رسول ہوں۔

۷-حضرت ذوالکفل علیہ السلام:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿وَاذْكُرْ إِسْمَاعِيلَ وَالْيَسَعَ وَذَا الْكِفْلِ وَكُلٌّ مِّنَ الْأَخْيَارِ﴾ (ص:٤٨) اسمٰعیل، یسع اور ذوالکفل (علیہم السلام) کا بھی ذکر کردیجئے یہ سب بہترین لوگ تھے۔

۸-حضرت محمد ﷺ:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿ وما كان محمد أبا احد من رجالكم ولكن رسول الله و خاتم النبيين ﴾ (الأحزاب : ٤٠) (لوگوں) تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ محمد ﷺ نہیں لیکن آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور تمام نبیوں کے ختم کرنے والے ہیں۔

انبیاء اور رسولوں میں سے بعض وہ ہیں جن کا نام ہم نہیں جانتے اور نہ اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں کچھ بتایا ہے لیکن ان پر ایمان لانا واجب ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿ولقد ارسلنا رسلا من قبلك منهم من قصصنا عليك ومنهم من لم نقصص عليك ﴾(غافر: ٧٨) یقیناً ہم آپ سے پہلے بھی بہت سے رسول بھیج چکے ہیں جن میں سے بعض کے واقعات ہم آپ کو بیان کر چکے ہیں اور ان میں سے بعض کے قصے تو ہم نے آپ کو بیان ہی نہیں کئے۔

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے کہا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ نبیوں کی تعداد کتنی تھی آپ نے فرمایا: ایک لاکھ چوبیس ہزار جن میں تین سو پندرہ رسول ہیں، ایک جم غفیر ہے۔(احمد:٤٤٦٢٢ صحيح لغيره، طبراني في الكبير:٧١٢/٨، ملاحظہ ہو السلسلة الصحيحة:٨٦٦٢)

رسولوں میں اولعزم رسول:

اولوالعزم رسول پانچ ہیں اور وہ حضرت نوح، حضرت ابراہیم، حضرت موسیٰ، حضرت عیسیٰ اور اور

حضرت محمد علیہم الصلاۃ والسلام ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿شَرَعَ لَكُم مِّنَ الدِّينِ مَا وَصَّى بِهِ نُوحًا وَالَّذِي أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهِ إِبْرَاهِيمَ وَمُوسَى وَعِيسَى أَنْ أَقِيمُوا الدِّينَ وَلَا تَتَفَرَّقُوا فِيهِ﴾(شوریٰ:١٣) اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے وہی دین مقرر کردیا ہے جس کے قائم کرنے کا اس نے نوح (علیہ السلام) کو حکم دیا تھا اور جو (بذریعہ وحی) ہم نے تیری طرف بھیج دی ہے اور جس کا تاکیدی حکم ہم نے ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ (علہم السلام) کو دیا تھا کہ اس دین کو قائم رکھنا اور اس میں پھوٹ نہ ڈالنا۔

پہلا رسول:

سب سے پہلے رسول حضرت نوح علیہ السلام ہیں:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿إِنَّا أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ كَمَا أَوْحَيْنَا إِلَى نُوحٍ وَالنَّبِيِّينَ مِن بَعْدِهِ﴾ (نساء: ١٦٣) یقیناً ہم نے آپ کی طرف اس طرح وحی کی ہے جیسے کہ نوح علیہ السلام اور ان کے بعد والے نبیوں کی طرف کی۔

شفاعت کی حدیث جو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اس میں ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ (قیامت کے دن) لوگ کہیں گے کہ تم حضرت نوح علیہ السلام کے پاس جاؤ (تاکہ وہ تمہارے لیے سفارش کریں) چنانچہ وہ حضرت نوح علیہ کے پاس آئیں گے اور ان سے کہیں گے کہ اے نوح (علیہ السلام) آپ سب سے پہلے نبی ہیں جو دنیا والوں کے پاس بھیجے گئے تھے۔

(بخاری: ٣٣٤٠، مسلم:١٩٤)

آخری رسول:

آخری رسول حضرت محمد ﷺ ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿ما كان محمد أبا أحدمن رجالكم ولكن رسول الله وخاتم النبيين ﴾ (احزاب:٤٠) (لوگو!) تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ محمد ﷺ نہیں لیکن آپ

اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور تمام نبیوں کے ختم کرنے والے۔

انبیاء ورسولوں کو اللہ تعالیٰ نے کس کے پاس بھیجا:

۱-انبیاء ورسولوں کو اللہ تعالیٰ نے خاص طور سے ان کی قوموں کے پاس بھیجا تھا۔

جیسے کہ فرماتا ہے: ﴿ولکل قوم هادo﴾ (الرعد/۷) اور ہر قوم کے لیے ہادی ہے۔

۲-حضرت محمد ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے سارے لوگوں کے پاس بھیجا، آپ خاتم الانبیاء والمرسلین ہیں، ان میں سب سے افضل ہیں، آپ بنی آدم کے سردار ہیں، حمد کا جھنڈا قیامت کے دن آپ کے ہاتھ میں ہوگا، آپ کو اللہ تعالیٰ نے رحمۃ للعالمین بنا کر بھیجا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا كَافَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيراً وَنَذِيراً وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ﴾ (سبأ/۲۸) ہم نے آپ کو تمام لوگوں کے لیے خوشخبریاں سنانے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے ہاں مگر (یہ صحیح ہے) کہ لوگوں کی اکثریت بے علم ہے۔

ایک جگہ ہے: ﴿وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ﴾ (انبیاء : ۱۰۷) اور ہم نے آپ کو تمام جہاں والوں کے لیے رحمت بنا کر ہی بھیجا ہے۔

نبیوں اور رسولوں کو بھیجنے کی حکمت:

۱-لوگوں کو صرف اللہ کی عبادت کی طرف بلانا اور غیر اللہ کی عبادت سے روکنا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿ولقد بعثنا فی کل امة رسولاً ان اعبدوا الله واجتنبوا الطاغوت﴾ (نحل: ۳۶) اور ہم نے ہر امت میں رسول بھیجا کہ (لوگو) صرف اللہ کی عبادت کرو اور اس کے سوا تمام معبودوں سے بچو۔

۲-ان راستوں کو بتانا جو اللہ تعالیٰ تک پہنچانے والے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولاً مِّنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِن كَانُوا مِن قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ﴾ (جمعہ: ۲) وہی ہے جس نے ناخواندہ لوگوں میں ان ہی میں سے ایک رسول بھیجا جو انہیں اس کی

آیتیں پڑھ کر سناتا ہے اور ان کو پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب وحکمت سکھاتا ہے یقیناً یہ اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے۔

قیامت کے دن اپنے رب کے پاس پہنچنے کے بعد لوگوں کا حال بیان کرنا:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّمَا أَنَا لَكُمْ نَذِيرٌ مُّبِينٌ فَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَهُم مَّغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ كَرِيمٌ وَالَّذِينَ سَعَوْا فِي آيَاتِنَا مُعَاجِزِينَ أُوْلَئِكَ أَصْحَابُ الْجَحِيمِ﴾ (حج: ۴۹/ ۵۱) ''اعلان کردو کہ لوگو! میں تمہیں کھلم کھلا چوکنا کرنے والا ہوں، پس جو ایمان لائے ہیں اور جنہوں نے نیک عمل کئے ہیں ان کے لیے بخشش ہے اور عزت والی روزی، اور جو لوگ ہماری نشانیوں کو پست کرنے کے درپے رہتے ہیں، وہی دوزخی ہیں۔''

۳-لوگوں پر حجت قائم کرنا:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿رسلا مبشرین ومنذرین لئلا یکون للناس علی الله حجة بعد الرسل﴾ (نساء: ۱۶۵) ہم نے انہیں رسول بنایا ہے خوشخبریاں سنانے والے اور آگاہ کرنے والے تاکہ لوگوں کی کوئی حجت اور الزام رسولوں کے بھیجنے کے بعد اللہ تعالیٰ پر نہ رہ جائے۔

۴-رحمت:

جیسے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ﴾ (انبیاء: ۱۰۷)
اور ہم نے آپ کو تمام جہاں والوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔

انبیاء اور رسولوں کی صفات:

۱-تمام انبیاء اور رسل انسان ہیں اور مرد ہیں، اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے سارے بندوں میں چن لیا ہے انہیں نبوت ورسالت دے کر ان کی تکریم کی ہے اور ان پر اپنا پیغام پہنچانے کی ذمہ داری ڈالی ہے تاکہ لوگ تنہا اللہ کی عبادت کریں اور دوسروں کی عبادت کرنا چھوڑ دیں اور اس پر انہیں جنت دینے کا

وعدہ کیا ہے، ان انبیاء کرام نے اپنا کام سچ کر دکھایا اور لوگوں تک اللہ کا پیغام پہنچا دیا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَمَا أَرْسَلْنَا مِن قَبْلِكَ إِلَّا رِجَالاً نُّوحِيْ إِلَيْهِمْ فَاسْأَلُواْ أَهْلَ الذِّكْرِ إِن كُنتُمْ لاَ تَعْلَمُون﴾(نحل : ٤٣) آپ سے پہلے بھی ہم مردوں ہی کو بھیجتے رہے جن کی جانب وحی اتارا کرتے تھے پس اگر تم نہیں جانتے تو اہل علم سے دریافت کرلو۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿إِنَّ اللّهَ اصْطَفَى آدَمَ وَنُوحاً وَآلَ إِبْرَاهِيمَ وَآلَ عِمْرَانَ عَلَى الْعَالَمِينَ﴾(آل عمران : ٣٣) بیشک اللہ تعالیٰ نے تمام جہاں کے لوگوں میں سے آدم (علیہ السلام) کو اور نوح (علیہ السلام) کو اور ابراہیم (علیہ السلام) کے خاندان اور عمران کے خاندان کو منتخب فرمالیا۔

ایک جگہ ہے: ﴿ولقد بعثنا فی کل امة رسولا أن اعبدوا الله واجتنبوا الطاغوت﴾ (نحل : ٣٦) ہم نے ہر امت میں رسول بھیجا کہ (لوگو) صرف اللہ کی عبادت کرو اور اس کے علاوہ تمام معبودوں سے بچو۔

٢- اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء ومرسلین کو اس بات کا حکم دیا کہ وہ صرف اللہ کی عبادت کی طرف لوگوں کو بلائیں اور کفر وشرک سے منع کریں، اللہ تعالیٰ نے ہر قوم کو ان کے احوال کے مطابق شریعت عطا کی ہے۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿لکل جعلنا منکم شرعة ومنها جا﴾(مائدة:٤٨) تم میں سے ہر ایک کے لیے ہم نے ایک دستور اور ایک راہ مقرر کردی ہے۔

٣- اللہ تعالیٰ نے جہاں ان انبیاء ومرسلین کو لوگوں میں چن لیا ہے وہیں یہ بھی وضاحت کردی ہے کہ یہ اللہ کے بندے ہیں اور عبدیت کی کامل شکل ان کے اندر پائی جاتی ہے جیسے کہ حضرت محمد ﷺ کے بارے میں فرماتا ہے:

﴿تبارک الذی نزل الفرقان علی عبده لیکون للعالمین نذیراo﴾(فرقان : ١) بہت بابرکت وہ اللہ تعالیٰ جس نے اپنے بندے پر فرقان اتارا تاکہ وہ تمام لوگوں کے لیے آگاہ بن

جائے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں فرماتا ہے: ﴿إِنْ هُوَ إِلَّا عَبْدٌ أَنْعَمْنَا عَلَيْهِ وَجَعَلْنَاهُ مَثَلاً لِّبَنِي إِسْرَائِيلَ﴾(الزخرف : ٥٩) عیسیٰ (علیہ السلام) بھی صرف بندہ ہی ہے جس پر ہم نے احسان کیا اور اسے بنی اسرائیل کے لیے نشان قدرت بنایا۔

٤- تمام انبیاء ورسل بشر ہیں، مخلوق ہیں وہ کھاتے اور پیتے ہیں، بھولتے اور سوتے ہیں انہیں مرض وموت لاحق ہوتی ہے دوسرے لوگوں کی طرح ان کے اندر بھی ربوبیت اور الوہیت کی کوئی صفت وخصلت نہیں پائی جاتی نہ وہ نفع ونقصان کے مالک ہیں الا یہ کہ جو اللہ چاہے اللہ کے خزانے کی کوئی چیز ان کی ملکیت میں نہیں ہے وہ غیب نہیں جانتے مگر جو اللہ تعالیٰ انہیں بتادے۔

اللہ تعالیٰ اپنے نبی حضرت محمد ﷺ سے کہتا ہے: ﴿قُل لَّا أَمْلِكُ لِنَفْسِي نَفْعاً وَلاَ ضَرّاً إِلَّا مَا شَاء اللّهُ وَلَوْ كُنتُ أَعْلَمُ الْغَيْبَ لاَسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ وَمَا مَسَّنِيَ السُّوءُ إِنْ أَنَاْ إِلَّا نَذِيرٌ وَبَشِيرٌ لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُون﴾(اعراف : ١٨٨) آپ فرمادیجئے کہ میں خود اپنی ذات خاص کے لیے کسی نفع کا اختیار نہیں رکھتا اور نہ کسی ضرر کا مگر اتنا ہی کہ جتنا اللہ نے چاہا ہو اور اگر میں غیب کی باتیں جانتا ہوتا تو میں بہت سا منافع حاصل کرلیتا اور کوئی نقصان مجھ کو نہ پہنچتا میں تو محض ڈرانے والا اور بشارت دینے والا ہوں ان لوگوں کو جو ایمان رکھتے ہیں۔

انبیاء ومرسلین کے خصائص:

انبیاء کے دل لوگوں میں سب سے زیادہ صاف ستھرے ہیں وہ سب سے زیادہ پاکیزہ عقل والے ہیں ان کا ایمان سب سے سچا ہے ان کا اخلاق سب سے بہتر ہے ان کا دین سب سے زیادہ کامل ہے ان کی بندگی سب سے زیادہ قوی ہے ان کے جسم سب سے زیادہ کامل ہیں ان کی صورت سب سے اچھی ہے اللہ تعالیٰ نے ان کو بہت سی خصوصیتیں عطا کی ہیں، ان میں سے بعض اہم خصوصیتیں یہ ہیں:

- **اللہ تعالیٰ نے انہیں وحی ورسالت کے لیے چن لیا ہے۔**

چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿اللہ یصطفی من الملائکۃ رسلا و من الناس﴾ (حج : ۷۵) فرشتوں میں سے اور انسانوں میں سے پیغام پہنچانے والوں کو اللہ ہی چھانٹ لیتا ہے۔

ایک جگہ ہے: ﴿قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوحَى إِلَيَّ أَنَّمَا إِلَٰهُكُمْ إِلَٰهٌ وَاحِدٌ﴾ (الکھف: ۱۱۰) آپ کہہ دیجئے کہ میں تو تم جیسا ہی ایک انسان ہوں (ہاں) میری جانب وحی کی جاتی ہے کہ سب کا معبود صرف ایک ہی معبود ہے۔

● **جس عقیدہ واحکام کی طرف وہ لوگوں کو بلاتے ہیں اس میں معصوم عن الخطاء ہیں اور اگر وہ خطاء کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ انہیں حق کی طرف پھیر دیتا ہے۔**

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَالنَّجْمِ إِذَا هَوَىٰ مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوَىٰ وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ عَلَّمَهُ شَدِيدُ الْقُوَىٰ﴾ (النجم: ۱-۵) قسم ہے ستارے کی جب وہ گرے تمہارے ساتھی نے راہ گم کی ہے نہ وہ ٹیڑھی راہ پر ہے اور نہ وہ اپنی خواہش سے کوئی بات کہتے ہیں وہ تو صرف وحی ہے جو اتاری جاتی ہے اسے پوری طاقت والے فرشتے نے سکھایا ہے۔

● **انبیاء کی وفات کے بعد ان کا کوئی وارث نہیں ہوتا:**

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ہم (انبیاء) وارث نہیں بناتے بلکہ ہم جو مال چھوڑتے ہیں وہ صدقہ ہوتا ہے۔ (بخاری: ۶۷۳۰، مسلم: ۱۷۵۷)

● **ان کی آنکھیں سوتی ہیں لیکن دل بیدار رہتا ہے:**

معراج کے قصہ میں ہے جو حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ کی آنکھیں سوتی ہیں اور دل نہیں سوتا اسی طرح انبیاء کی آنکھیں سوتی ہیں اور ان کے دل نہیں سوتے ہیں۔ (بخاری: ۰۷۵۳)

● **موت کے وقت انہیں اس بات کا اختیار دیا جاتا ہے کہ چاہے وہ دنیا میں رہنا پسند کریں یا آخرت میں رہنا پسند کریں:**

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ ہر نبی کو

اس کے مرض الموت میں اس بات کا اختیار دیا جاتا ہے کہ وہ چاہے دنیا میں رہنا پسند کرے یا آخرت میں رہنا پسند کرے۔ (بخاری: ۴۵۸۶، مسلم: ۲۴۴۴)

● **انبیاء جہاں مرتے ہیں وہیں ان کو دفن کیا جاتا ہے:**

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ ہر نبی وہیں دفن کیا جاتا ہے جہاں اس کی وفات ہوتی ہے۔ (احمد: ۲۷، ملاحظہ ہو صحیح الجامع: ۵۲۰۱)

● **انبیاء کے جسموں کو مٹی نہیں کھاتی ہے:**

حضرت اوس بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تمہارا سب سے افضل دن جمعہ کا دن ہے، اس کے اندر یہ الفاظ بھی ہیں کہ لوگوں نے کہا کہ اے اللہ کے رسول! آپ کے اوپر ہمارا درود کیسے آپ پر پیش کیا جائے گا جب کہ آپ کی ہڈیاں بوسیدہ ہو چکی ہوں گی، آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے زمین پر انبیاء کا جسم کھانا حرام کر دیا ہے۔ (ابو داؤد: ۱۰۴۷)

● **وہ اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور نماز پڑھتے ہیں۔** (ابو یعلی: ۳۴۲۵، ملاحظہ ہو السلسلۃ الصحیحۃ: ۶۲۱)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ معراج کی رات میں سرخ ریت کے ٹیلے کے پاس حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس سے گزرا، اس وقت آپ اپنی قبر میں کھڑے ہو کر نماز پڑھ رہے تھے۔ (مسلم: ۲۳۷۵)

● **انبیاء کی وفات کے بعد ان کی بیوہ عورتوں سے شادی نہیں کی جاسکتی:**

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿ما كان لكم أن تؤذوا رسول الله و لا ان تنكحوا أزواجه من بعده ابدا ان ذلكم كان عندالله عظيما﴾ (احزاب: ۳۵) نہ تمہیں یہ جائز ہے کہ تم رسول اللہ کو تکلیف دو اور نہ تمہیں یہ حلال ہے کہ آپ کے بعد کسی وقت بھی آپ کی بیویوں سے نکاح کرو۔ (یاد رکھو) اللہ کے نزدیک یہ بہت بڑا (گناہ) ہے۔

تمام انبیاء و مرسلین پر ایمان لانا واجب ہے جس نے ان میں سے کسی ایک کا انکار کیا اس نے

سب کا انکار کیا اور انہوں نے جو خبر دی ہے اس کی تصدیق کرنا ضروری ہے اور سچے ایمان کمال توحید اور اچھے اخلاق میں ان کی اقتداء لازم ہے اور ان میں سے جو ہمارے پاس بھیجے گئے ہیں یعنی حضرت محمد ﷺ ان کی شریعت پر عمل کرنا ضروری ہے وہ خاتم النبین ہیں اور ان میں سب سے افضل نبی ہیں وہ سارے لوگوں کے پاس بھیجے گئے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿**یاایھا الذین آمنوا آمنوا باللہ ورسولہ و الکتاب الذی نزل علیٰ رسولہ والکتاب الذی انزل من قبل ومن یکفر باللہ وملائکۃ وکتبہ ورسلہ والیوم الآخر فقد ضل ضلالاً بعیداo**﴾(نساء: ۱۳۶) اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ پر اس کے رسول ﷺ پر اور اس کتاب پر جو اس نے اپنے رسول ﷺ پر اتاری ہے اور ان کتابوں پر جو اس سے پہلے اس نے نازل فرمائی ہیں ایمان لاؤ جو شخص اللہ تعالیٰ سے اور اس کے فرشتوں سے اور اس کی کتابوں سے اور اس کے رسولوں سے اور قیامت کے دن سے کفر کرے تو وہ بہت بڑی دور کی گمراہی میں جا پڑا۔

- **انبیاء ومرسلین پر ایمان لانے کے ثمرات:**

اس سے بندوں پر اللہ تعالیٰ کی رحمت وعنایت کی معرفت ہوتی ہے اس نے رسولوں کو ان کے پاس بھیجا تا کہ وہ ان کی ان کے رب کی عبادت کی طرف رہنمائی کریں اور عبادت کا طریقہ بتائیں۔

- **اس سے اس نعمت پر اللہ کا شکر ادا کیا جاتا ہے۔**

اس سے رسولوں سے محبت ہوتی ہے اور بغیر مبالغہ ان کی تعریف کی جاتی ہے اس لیے کہ وہ اللہ کے رسول ہیں انہوں نے اس کی عبادت کی ہے اور اس کی رسالت کو لوگوں تک پہنچایا ہے اور اس کے بندوں کی خیر خواہی کی ہے۔

محمد رسول اللہ ﷺ

آپ ﷺ کا نسب اور آپ کی پیدائش:

آپ کا نسب محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم ہے۔

آپ کی ماں کا نام آمنہ بنت وہب ہے۔

آپ عام الفیل ۵۷۰ عیسوی میں مکہ میں پیدا ہوئے جب آپ پیٹ میں تھے تو آپ کے والد عبداللہ کا انتقال ہوگیا، آپ کی کفالت آپ کے دادا عبدالمطلب نے کی، جب آپ کی عمر چھ سال کی ہوئی تو آپ کی والدہ آمنہ کا انتقال ہوگیا دادا کی وفات کے بعد آپ کی کفالت آپ کے چچا ابوطالب نے کی۔

آپ کے اخلاق و عادات بہت عمدہ تھے یہاں تک کہ آپ کی قوم نے آپ کو امین کا خطاب دیا تھا، چالیس سال کی عمر میں آپ کو نبی بنایا گیا سب سے پہلے آپ پر وحی غار میں اتری پھر آپ لوگوں کو اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لانے اور صرف اللہ کی عبادت کرنے کی طرف دعوت دینے لگے آپ کو طرح طرح کی اذیتیں دی گئیں لیکن آپ نے صبر کیا یہاں تک اللہ تعالیٰ نے اپنا دین غالب کر دیا اور آپ ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے، یہاں احکام کی تشریع کی گئی اسلام کو عزت بخشی دی گئی اور دین کو مکمل کیا گیا آپ کی وفات ربیع الاول کے مہینہ میں بروز پیر ۱۱ھ میں ہوئی اس وقت آپ کی عمر ۶۳ سال تھی اس طرح آپ دین حق کی تبلیغ کرنے کے بعد رفیق اعلیٰ سے جا ملے اور امت کو ہر خیر وشر بتا دیا۔

آپ کے خصائص:

نبی ﷺ کی خصوصیت میں سے یہ ہے کہ آپ خاتم الانبیاء، سید المرسلین، اور امام المتقین ہیں، آپ کی رسالت سارے انسان وجنات کے لیے ہے، آپ کو اللہ تعالیٰ نے رحمۃ للعالمین بنا کر بھیجا ہے آپ کو اللہ نے اپنا دوست بنایا ہے جیسے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خلیل بنایا تھا آپ کو اللہ تعالیٰ بیت المقدس تک لے گیا پھر آسمان تک لے گیا آپ کو اللہ تعالیٰ نے نبی ورسول دونوں سے خطاب کیا ہے۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ مجھے پانچ چیزیں ایسی دی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی نبی کو نہیں دی گئی تھیں، ایک یہ کہ ایک مہینے کی راہ سے (دشمنوں

پر) مرا رعب پڑتا ہے، دوسرے یہ کہ ساری زمین میرے لیے نماز کی جگہ اور پاک کرنے والی بنائی گئی ہے پس میری امت کے ہر آدمی کے لیے اس بات کی اجازت ہے کہ جہاں بھی نماز کا وقت ہو جائے نماز پڑھ لے، تیسرے یہ کہ مال غنیمت میرے لیے حلال کیا گیا ہے اور مجھ سے پہلے کسی پیغمبر کے لیے حلال نہیں کیا گیا تھا، چوتھے یہ کہ مجھے شفاعت دی گئی ہے، پانچواں یہ کہ (اگلے زمانہ میں) ہر پیغمبر اپنی قوم کی طرف بھیجا جاتا تھا اور میں تمام لوگوں کی طرف بھیجا گیا ہوں۔

نبی ﷺ کے لیے جو چیزیں خاص تھیں (نہ کہ آپ کی امت کے لیے) وہ یہ ہیں، آپ کے لیے صوم وصال جائز تھا، بلا مہر شادی جائز تھی، چار عورتوں سے زیادہ شادی کرنا جائز تھا، زکوٰۃ کا مال آپ کے لیے حلال نہیں تھا، آپ وہ چیزیں سنتے تھے جو دوسرے لوگ نہیں سنتے تھے، آپ وہ چیزیں دیکھتے تھے جو دوسرے لوگ نہیں دیکھتے تھے، جیسے کہ آپ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کو اصلی شکل میں دیکھا تھا، آپ کے مال کا کوئی وارث نہیں ہو سکتا۔

نبی ﷺ پر وحی آنے کی شروعات:

ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ پہلے وحی جو نبی ﷺ پر شروع ہوئی وہ اچھا خواب تھا، جو آپ خواب دیکھتے وہ (بیداری کی حالت میں) صبح کی روشنی کی طرح نمودار ہوتا، پھر آپ کو تنہائی اچھی لگنے لگی اور آپ حرا کے غار میں اکیلے رہا کرتے اور وہاں کئی راتیں عبادت کرتے پھر گھر واپس آتے اور اس کام کے لیے توشہ اپنے ساتھ لے جاتے، پھر (جب توشہ ختم ہو جاتا) حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس لوٹ کر آتے اور اتنا ہی توشہ اور لے جاتے یہاں تک کہ آپ (اسی) غار حرا میں تھے کہ آپ پر وحی اتری، آپ کے پاس فرشتہ آیا اور کہنے لگا پڑھو، آپؐ نے فرمایا: میں تو پڑھا ہوا نہیں ہوں، آپ فرماتے ہی کہ پھر فرشتے نے مجھ کو پکڑ کر زور سے بھینچا، یہاں تک کہ میں بے طاقت ہو گیا پھر مجھ کو چھوڑ دیا اور کہا پڑھو، میں نے کہا میں پڑھا ہوا نہیں ہوں اس نے مجھ کو پھر پکڑ کر زور سے بھینچا، یہاں تک کہ میں بے طاقت ہو گیا، اس نے پھر مجھے چھوڑ دیا اور کہا پڑھو، میں نے کہا میں پڑھا ہوا نہیں ہوں، اس نے تیسری بار پکڑ کر زور سے بھینچا، پھر مجھے چھوڑ دیا،

اور کہنے لگا:

﴿اقرأ باسم ربک الذی خلق، خلق الانسان من علق، اقرأ وربک الاکرم﴾

بس یہی آیتیں آپ (حضرت جبرئیل علیہ السلام سے) سن کر لوٹے، آپ کا دل (ڈر کی وجہ سے) کانپ رہا تھا، آپ حضرت خدیجہ بنت خویلد کے پاس آئے اور فرمانے لگے مجھے کپڑا اوڑھا دو مجھے کپڑا اوڑھا دو لوگوں نے آپ کو کپڑا اوڑھا دیا، جب آپ کا خوف ختم ہو گیا تو آپ نے حضرت خدیجہ سے یہ قصہ بیان کر کے فرمایا کہ مجھے اپنی جان کا ڈر ہے، حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہ نے کہا ہرگز نہیں، خدا کی قسم اللہ آپ کو کبھی رسوا نہیں کرے گا آپ صلہ رحمی کرتے ہیں، کمزوروں کا بوجھ اٹھاتے ہیں اور محتاجوں کی مدد کرتے ہیں، مہمان کی مہمان نوازی کرتے ہیں اور حق کی راہ میں جو مصیبتیں آتی ہیں آپ اس پر مدد کرتے ہیں۔

پھر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا آپ کو ساتھ لے کر چلیں یہاں تک کہ ورقہ بن نوفل بن اسد بن عبدالعزیٰ کے پاس آئیں جو کہ حضرت خدیجہ کا چچا زاد بھائی تھے وہ (بت پرستی چھوڑ کر) جاہلیت کے زمانے میں عیسائی بن گئے تھے اور وہ عبرانی زبان جانتے تھے، انجیل میں جو اللہ ان سے لکھوانا چاہتا وہ عبرانی زبان میں لکھا کرتے وہ انتہائی بوڑھے ہو کر اندھے ہو گئے تھے، حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے کہا میرے چچا زاد بھائی (ذرا) اپنے بھتیجے (حضرت محمد ﷺ) کی بات تو سنو، ورقہ نے آپ سے کہا میرے بھتیجے (کہو) تم نے کیا دیکھا، رسول اللہ ﷺ نے جو دیکھا تھا وہ بیان کر دیا، ورقہ بن نوفل نے کہا یہ تو وہی فرشتہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر اتارا تھا، کاش میں اس وقت (تمہاری پیغمبری کے زمانہ میں) جوان ہوتا، کاش میں اس وقت تک زندہ رہتا جب تم کو تمہاری قوم (اپنے شہر سے) نکال باہر کرے گی، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا (سچ) کیا وہ مجھ کو نکال دیں گے، ورقہ نے کہا ہاں (بے شک نکال دیں گے) جب کبھی کوئی شخص وہ چیز لے کر آیا ہے جسے تم لائے ہو تو لوگ اس کے دشمن ہو گئے ہیں اور اگر میں اس دن تک زندہ رہا تو تمہاری پوری مدد کروں گا، پھر جلد ہی ورقہ کا انتقال ہو گیا اور وحی آنا بند ہو گیا۔ (بخاری کتاب الوحی:۳، مسلم:۱۶۱)

آپ کی بیویاں:

رسول اللہ ﷺ کی بیویاں دنیا اور آخرت میں امہات المؤمنین ہیں وہ سب کی سب پاک اور صاف اور ہر برائی سے بری ہیں ان کے نام یہ ہیں حضرت خدیجہ بنت خویلد، حضرت عائشہ بنت أبی بکر، حضرت سودۃ بنت زمعۃ، حضرت حفصۃ بنت عمر، حضرت زینب بنت خزیمۃ، حضرت ام سلمٰی، حضرت زینب بنت جحش، حضرت جویریہ بنت حارث، حضرت ام حبیبۃ بنت أبی سفیان، حضرت صفیۃ بنت حیيی، حضرت میمونہ بنت حارث رضی اللہ عنھن۔

رسول اللہ ﷺ کی اولاد:

رسول اللہ ﷺ کے تین بیٹے ہوئے، قاسم، عبداللہ یہ دونوں بیٹے حضرت خدیجہ سے پیدا ہوئے اور ابراہیم آپ کی لونڈی حضرت ماریہ قبطیہ سے پیدا ہوئے اور یہ سب کے سب بچپن میں مر گئے تھے۔

رسول اللہ ﷺ کی چار بیٹیاں تھیں۔ زینب، رقیہ، ام کلثوم اور فاطمہ یہ سب لڑکیاں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے پیدا ہوئیں ان سب لڑکیوں کی شادی ہوئی تھی اور آپ کی زندگی میں ہی ان کا انتقال ہو گیا تھا سوائے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ان کا انتقال رسول اللہ ﷺ کے بعد ہوا یہ سب کے سب مسلمان اور پاک دامن تھیں۔

رسول اللہ ﷺ کے اصحاب:

رسول اللہ ﷺ کے اصحاب کا زمانہ سب سے بہتر زمانہ ہے انہیں تمام امت پر فضیلت حاصل ہے اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے نبی کی صحبت کے لیے چن لیا تھا وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان لائے اور اللہ اور اس کے رسول کی مدد کی انہوں نے دین کے لیے ہجرت کی اور دین کی مدد کی انہوں نے اپنی جان اور اپنے مال سے اللہ کے راستے میں جہاد کیا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو گیا اور وہ اللہ تعالیٰ سے راضی ہو گئے ان میں سب سے افضل مہاجرین پھر انصار ہیں۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"خیر الناس قرنی، ثم الذین یلونھم، ثم الذین یلونھم، ثم یجئ اقوام تسبق شھادۃ أحدھم یمینہ ویمینہ شھادتہ". (متفق علیہ) سب سے بہتر میرے زمانے کے لوگ ہیں، پھر وہ لوگ ہیں جو ان کے بعد ہوں گے، پھر وہ لوگ ہیں جو ان کے بعد ہوں گے پھر ایسے لوگ آئیں گے جن کی گواہی قسم سے پہلے ہوگی اور قسم گواہی سے پہلے ہوگی۔ (بخاری: ۲۶۵۲، مسلم: ۲۵۳۳)

اصحاب رسول سے محبت:

ہر مسلمان پر فرض ہے کہ وہ اصحاب رسول سے دل سے محبت کرے، زبان سے ان کی تعریف کرے، ان پر رحمت کی دعا کرے، ان کے لیے استغفار کرے، ان کے درمیان جو اختلافات ہوئے ہیں اس کو کریدنے کی کوشش نہ کرے اور نہ انہیں گالیاں دے اس لیے کہ ان کے بڑے محاسن وفضائل ہیں انہوں نے دین کے لیے بڑی بڑی قربانیاں دیں ہیں جہاد کیا ہے، دعوت وتبلیغ کی ہے، ہجرت کی ہے، اپنی جانوں و مالوں کو اللہ کے راستے میں لگایا ہے، اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو چکا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَالسَّابِقُونَ الْأَوَّلُونَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنصَارِ وَالَّذِينَ اتَّبَعُوهُم بِإِحْسَانٍ رَّضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ وَأَعَدَّ لَهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي تَحْتَهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَداً ذَٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ﴾ (توبۃ: ۱۰۰) اور مہاجرین اور انصار سابق ومقدم ہیں اور جتنے لوگ اخلاص کے ساتھ ان کے پیرو ہیں اللہ ان سب سے راضی ہوا اور وہ سب اس سے راضی ہوئے اور اللہ نے ان کے لیے ایسے باغات مہیا کر رکھے ہیں جن کے نیچے نہرے جاری ہونگی جن میں ہمیشہ رہیں گے یہ بڑی کامیابی ہے۔

ایک جگہ ہے: ﴿والذین آمنوا وھاجروا وجاھدوا فی سبیل اللہ والذین آووا ونصروا اولئک ھم المؤمنون حقا لھم مغفرۃ ورزق کریم ٥﴾ (انفال: ۷۴) جو لوگ ایمان لائے اور ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں جہاد کیا اور جنھوں نے پناہ دی اور مدد پہنچائی یہی لوگ سچے مؤمن ہیں ان کے لیے بخشش ہے اور عزت کی روزی ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میرے صحابہ کو گالی مت دو، تم میرے صحابہ کو گالی مت دو، اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے اگر تم میں سے کوئی شخص احد پہاڑ کے برابر (اللہ کی راہ میں) سونا خرچ کرے تو صحابہ نے جو ایک مد یا نصف مد اللہ کی راہ میں خرچ کیا ہے اس کے برابر نہیں پہنچ سکتا۔ (بخاری: ۳۷۶۳، مسلم: ۲۵۴۰)

——— •∘O∘• ———

۵-یوم آخرت پر ایمان

یوم آخرت:

یوم آخرت سے مراد قیامت کا دن ہے جب اللہ تعالیٰ حساب لینے اور بدلہ دینے کے لیے لوگوں کو زندہ کرے گا، اس کا نام یوم آخر اس لیے ہے کیونکہ اس کے بعد کوئی دن نہیں، اس دن اہل جنت ہمیشہ کے لیے جنت میں اہل جہنم ہمیشہ کے لیے جہنم میں جائیں گے۔

یوم آخرت کے مشہور نام یہ ہیں:

یوم القیامة یوم البعث، یوم الفصل، یوم الخروج، یوم الدین، یوم الخلود، یوم الحساب، یوم الوعید، یوم الجمع، یوم التغابن، یوم التلاق، یوم التناد،یوم الحسرة، الصاخة ، الطامة الکبریٰ ، الغاشیة، الواقعة، الحاقة، القارعة۔

یوم آخرت پر ایمان:

یوم آخرت پر ایمان لانے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس دن جن چیزوں کے ہونے کا وعدہ کیا ہے ان کی تصدیق کرنا، مثلاً دوبارہ زندہ کیا جانا، حساب و کتاب کے لیے ایک جگہ اکٹھا ہونا، پل صراط، میزان اور جنت وجہنم وغیرہ کا ظہور۔

اس میں موت سے پہلے قیامت کی جو علامتیں ہیں اور شرطیں ہیں اسی طرح موت کے بعد قبر کا فتنہ اس کا عذاب اور اس کی نعمت پر ایمان لانا بھی شامل ہے۔

یوم آخرت کی عظمت:

اللہ اور یوم آخرت پر ایمان لانا ایمان کے ارکان میں سب سے بڑا رکن ہے انہیں دونوں پر ایمان کے بقیہ ارکان کے ساتھ انسان کی استقامت اور دنیا و آخرت میں اس کی فلاح وسعادت کا انحصار ہے، ان دونوں رکنوں کے اہم ہونے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ان دونوں کو کئی جگہ ایک ساتھ بیان کیا ہے۔

مثلا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿ذلکم یوعظ بہ من کان یؤمن باللہ والیوم الآخر﴾ (طلاق: ۲) یہی ہے وہ جس کی نصیحت اسے کی جاتی ہے جو اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہو۔

ایک جگہ ہے: ﴿الله لا اله الا هو ليجمعنكم الى يوم القيامة لاريب فيه﴾ (نساء: ۸۷) اللہ وہ ہے جس کے سوا کوئی معبود (برحق) نہیں وہ تم سب کو یقیناً قیامت کے دن جمع کرے گا، جس کے آنے میں کوئی شک نہیں۔

ایک جگہ ہے: ﴿فأن تنازعتم فی شئ فردوہ الی اللہ والرسول ان کنتم تؤمنون باللہ والیوم الآخر﴾ (نساء: ۵۹) پھر اگر کسی چیز میں اختلاف کرو تو اسے لوٹاؤ، اللہ تعالیٰ کی طرف اور رسول کی طرف اگر تمہیں اللہ تعالیٰ پر اور قیامت کے دن پر ایمان ہے۔

قبر کا فتنہ:

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک جنازہ میں نکلے......اس میں یہ الفاظ ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں اور اسے بٹھاتے ہیں اور اس سے کہتے ہیں کہ تمہارا رب کون ہے؟ وہ کہتا ہے میرا رب اللہ ہے پھر وہ دونوں اس سے پوچھتے ہیں کہ تمہارا دین کیا ہے؟ وہ کہتا ہے میرا دین اسلام ہے پھر وہ دونوں اس سے پوچھتے ہیں کہ اس آدمی کے بارے میں تم کیا جانتے ہو جو تمہارے اندر نبی بنا کر بھیجا گیا تھا وہ کہتا ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ (احمد: ۱۸۷۳۳، ابو داؤد: ۴۷۵۳)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بندہ جب اپنی قبر میں رکھ دیا جاتا ہے اور اس کے ساتھی پیٹھ موڑ کر چل دیتے ہیں اور وہ ان کے جوتوں کی آواز کو سنتا ہے اس وقت اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں اسے بٹھاتے ہیں اور اس سے پوچھتے ہیں کہ تم اس آدمی حضرت محمد ﷺ کے بارے میں کیا کہتے تھے وہ کہتا ہے کہ وہ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں پھر اس سے کہا جاتا ہے کہ دوزخ میں جو تمہاری جگہ تھی اسے دیکھ لو اللہ تعالیٰ نے اس کے بدلے

تمہیں جنت میں ٹھکانہ دیا ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ پھر وہ اپنے دونوں ٹھکانے دیکھتا ہے اور کافر یا منافق فرشتوں کے جواب میں کہتا ہے کہ میں نہیں جانتا میں تو وہی کہتا تھا جو لوگ کہتے تھے اس سے کہا جاتا ہے کہ تو نے خود غور کیا نہ عالموں کی پیروی کی پھر لوہے کی گرز سے اس کے دونوں کانوں کے درمیان مارا جاتا ہے وہ ایسی چیخ مارتا ہے جسے انسان وجنات کے علاوہ اس کے پاس کی ساری مخلوق سنتی ہے۔ (بخاری: ۱۳۳۸، مسلم: ۲۸۷۰)

عذاب قبر کی دو قسمیں ہیں:

ایک دائمی عذاب جو قیامت تک منقطع نہیں ہوگا یہ عذاب کفار ومنافقین کو ہوگا اللہ تعالیٰ آل فرعون کے بارے میں فرماتا ہے: ﴿النار یعرضون علیها غدواوعشیاً و یوم تقوم الساعة ادخلوا آل فرعون أشد العذاب﴾ (مؤمن: ۴۶) آگ ہے جس کے سامنے یہ ہر صبح وشام لائے جاتے ہیں اور جس دن قیامت قائم ہوگی (فرمان ہوگا کہ) فرعونیوں کو سخت ترین عذاب میں ڈالو۔

دوسرا ایک مدت تک عذاب منقطع ہو جائے گا، یہ مؤحدین میں سے نافرمان لوگوں کو ہوگا ان کو ان کے جرم کے مطابق سزا دی جائے گی پھر اللہ کی رحمت سے عذاب ہلکا کر دیا جائے گا یا منقطع کر دیا جائے گا یا ان کے صدقہ جاریہ یا وہ علم جس سے لوگ فائدہ اٹھائیں یا نیک لڑکا جو ان کے لیے دعائیں کرے وغیرہ گناہوں کو مٹانے والے اعمال سے منقطع ہو جائے گا۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص مر جاتا ہے تو اس کا ٹھکانہ صبح وشام اس کے اوپر پیش کیا جاتا ہے اگر وہ جنتی ہے تو اہل جنت کا ٹھکانہ اسے دکھایا جاتا ہے اور اگر جہنمی ہے تو اہل جہنم کا ٹھکانہ اسے دکھایا جاتا ہے اسے کہا جاتا ہے کہ یہ تمہارا ٹھکانہ ہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ تمہیں قیامت کے دن اپنے پاس اٹھائے۔ (بخاری: ۱۳۷۹، مسلم: ۲۸۶۶)

قبر کی نعمتیں:

قبر کی نعمتیں صرف سچے مسلمانوں کے لیے ہیں: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿ان الذین قالوا ربنا

اللہ ثم استقاموا تتنزل علیھم الملائکۃ الا تخافوا ولا تحزنوا وابشروا بالجنۃ التی کنتم توعدون ۝﴾ (فصلت/ ۳۰) (واقعی) جن لوگوں نے کہا کہ ہمارا پروردگار اللہ ہے پھراس پر قائم رہےان کے پاس فرشتے (یہ کہتے ہوئے) آتے ہیں کہ تم کچھ بھی اندیشہ اورغم نہ کرو بلکہ اس جنت کی بشارت سن لوجس کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مؤمن جب قبر میں دونوں فرشتوں کے سوال کا جواب دے دیتا ہے تو آسمان سے یہ نداء آتی ہے کہ میرے بندے نے سچ کہا اس کے لیے تم جنت کا بستر بچھا دو اوراسے جنت کا لباس پہنا دو اوراس کے لیے جنت کا دروازہ کھول دو پھر جنت کی ہوا اور خوشبو اس کے آس پاس آنے لگتی ہے اوراس کی قبر جہاں تک اس کی نظر جاتی ہے کشادہ کردی جاتی ہے۔(احمد: ۱۸۷۳۳، ابو داؤد: ۴۷۵۳)

مومن قبر کی ہولناکی، اس کے فتنے اورعذاب سے بعض امور کی وجہ سے محفوظ رہے گا، مثلاً اللہ کی راہ میں شہادت، سرحد پر مسلمانوں کی حفاظت کے لیے قیام کرنا، پیٹ کی بیماری میں مرنا وغیرہ۔

موت کے بعد قیامت آنے تک روحوں کا ٹھکانہ:

عالم برزخ میں روحوں کے رہنے کی مختلف جگہیں ومراتب ہیں ان میں کچھ روحیں ملأ اعلیٰ میں اعلیٰ علیین میں ہیں یہ انبیاء علیھم السلام کی روحیں ہیں ان کے منازل مختلف ہیں اور کچھ روحیں پرندوں کی شکل میں جنت کے درختوں میں معلق ہیں یہ مؤمنوں کی روحیں ہیں اور کچھ روحیں سبز رنگ کے پرندوں کے پوٹوں میں ہیں جو جنت میں چگتے ہیں یہ بعض شہداء کی روحیں ہیں کچھ روحیں قبر میں محبوس ہونگی مثلاً ان لوگوں کی روحیں جو مال غنیمت میں خیانت کرتے ہیں کچھ روحیں جنت کے دروازہ پر محبوس ہونگی کیونکہ ان کے اوپر قرض ہوگا کچھ روحیں زمین میں محبوس ہونگی کیونکہ وہ بد روحیں ہیں ان میں کچھ روحیں زنا کرنے والے مرد اور زنا کرنے والی عورتوں کے تنور میں ہوں گی ان میں کچھ روحیں خون کی نہر میں تیر رہی ہوں گی اور پتھر نگل رہی ہونگی یہ سود کھانے والے ہوں گے۔

قیامت کی علامتیں

قیامت کا علم:

قیامت کب واقع ہوگی اس کا علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿یسألک الناس عن الساعۃ قل انما علمھا عنداللہ ومایدریک لعل الساعۃ تکون قریباً﴾ (احزاب: ٦٣) لوگ آپ سے قیامت کے بارے میں سوال کرتے ہیں آپ کہہ دیجئے کہ اس کا علم تو صرف اللہ ہی کو ہے آپ کو کیا خبر بہت ممکن ہے قیامت بالکل ہی قریب ہو۔

قیامت کی علامتیں:

نبی ﷺ نے قرب قیامت کی کچھ علامتیں بتائی ہیں ان میں کچھ بڑی علامتیں ہیں اور کچھ چھوٹی علامتیں ہیں۔

۱- قیامت کی چھوٹی علامتیں

قیامت کی چھوٹی علامتیں تین قسم کی ہیں:

۱- کچھ علامتیں واقع ہوچکی ہیں اورختم ہوگئی ہیں ان میں سے بعض یہ ہیں: نبی ﷺ کی بعث اور آپ کی وفات، آپ کے لیے بطور معجزہ چاند کا پھٹنا، بیت المقدس کی فتح سرزمین حجاز سے آگ کا نکلنا۔

حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ تم قیامت سے پہلے چھ چیزوں کو شمار کرلو، میری موت، بیت المقدس کی فتح، ...... (بخاری: ۳۱۷٦)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی یہاں تک کہ ایک آگ حجاز کی زمین سے نکلے گی جو بصریٰ (ایک شہر ہے شام میں دمشق کے قریب) کے اونٹوں کی گردنیں روشن کردے گی۔ (بخاری: ۷۱۱۸، مسلم: ۲۹۰۲)

۲- کچھ علامتیں ظاہر ہو چکی ہیں اور ابھی جاری ہیں:

ان میں سے بعض علامتیں یہ ہیں:

فتنوں کا ظہور، نبوت کے جھوٹے دعویداروں کا ظہور، امن کا پھیلنا، شریعت کے علم کا اٹھایا جانا، جہالت کا ظاہر ہونا، شرط کی کثرت، ظالموں کی مدد، گانے بجانے کے آلات کا ظاہر ہونا، اور ان کو حلال سمجھ لینا، زنا کا ظہور، کثرت سے شراب پینا، اور اس کو حلال سمجھ لینا، ننگے پیر اور ننگے بدن والے بکری کے چرواہوں کا عمارت بنانے میں فخر کرنا، مسجدوں کے بنانے اور اس کو مزین کرنے میں فخر ومباہات، قتل وخونریزی کی کثرت، زمانہ کا ایک دوسرے سے قریب ہونا، (یعنی عیش وآرام کی وجہ سے جلد جلد گزرنا) معاملہ نا اہل کے پاس لے جانا، بازاروں کا ایک دوسرے سے قریب ہونا، اس امت میں شرک کا ظہور، بخل کا بڑھ جانا، کثرت سے جھوٹ بولنا، مال کی کثرت، تجارت کا پھیل جانا، کثرت سے زلزلے آنا، امانت دار کو خائن کہنا، اور خائن کو امانت دار سمجھنا، بے حیائی کا ظاہر ہونا، رشتہ منقطع کرنا، برا پڑوس ملنا، پست لوگوں کا بلند ہو جانا، فیصلہ کو بیچ دینا، خاص لوگوں سے سلام کرنا، حقیر لوگوں کے پاس علم تلاش کرنا، قلم کا ظاہر ہونا، نیم برہنہ عورتوں کا ظاہر ہونا، جھوٹی گواہی کی کثرت، کثرت سے اچانک موت کا آنا، حلال روزی تلاش کرنا، عرب کی سرزمین کا حوض ونہر والی سرزمین ہو جانا، درندوں کا انسانوں سے بات کرنا، آدمی کا اپنے کوڑے میں پھندا لگا کر بات کرنا، عراق کی ناکہ بندی کردی جائے گی اور کھانا اور درہم کا وہاں جانا روک دیا جائے گا پھر شام کی ناکہ بندی کردی جائے گی اور وہاں بھی کھانا اور درہم جانا روک دیا جائے گا۔ پھر مسلمان اور روم کے درمیان مصالحت ہو جائے گی پھر رومی مسلمانوں کے ساتھ غداری کریں گے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا آپ اس مشرق کی طرف اپنا رخ کئے ہوئے تھے کہ فتنہ ادھر سے آئے گا، فتنہ ادھر سے آئے گا (یعنی پورب کی طرف سے) جہاں سے شیطان کی سینگ نکلتی ہے۔ (بخاری: ۷۰۹۳، مسلم: ۲۹۰۵)

۳- جو علامتیں ابھی ظاہر نہیں ہوئی ہیں لیکن قطعی طور پر ظاہر ہوں گی

جیسا کہ نبی ﷺ نے خبر دی ہے، ان میں سے بعض یہ ہیں:

نہر فرات سونے کے پہاڑ میں بدل جائے گا، قسطنطنیہ بغیر ہتھیار فتح کیا جائے گا، ترکوں سے جنگ ہوگی، یہودیوں سے جنگ ہوگی اور مسلمان یہودیوں پر غالب آئیں گے، قحطان سے ایک آدمی نمودار ہوگا جو لوگوں کو اپنے ڈنڈے سے ہانکے گا اور لوگ اس کی اطاعت کرنے لگیں گے، عورتوں کی کثرت ہوگی اور مردوں کی کمی ہوگی، مدینہ اپنے برے لوگوں کو نکال دے گا پھر ویران ہو جائے گا، امام مہدی تشریف لائیں گے وہ اہل بیت میں سے ہوں گے، اللہ تعالیٰ ان کے ذریعے اپنے دین کی مدد کرے گا اور زمین میں عدل وانصاف کا بول بالا ہوگا جیسے کہ جور وظلم کا بول بالا ہے وہ سات سالوں تک بادشاہت کریں گے ان کے زمانہ میں اس امت کو ایسی نعمت حاصل ہوگی جو اس سے پہلے کبھی حاصل نہیں ہوئی ہوگی، وہ مشرق کی طرف سے نمودار ہوں گے اور بیت اللہ کے پاس ان کے لیے بیعت کی جائے گی۔

حبشہ کے ایک آدمی کے ہاتھ سے خانہ کعبہ گرا دیا جائے گا جس کا نام ذوالسویقتین ہوگا اس کے بعد اسے آباد نہیں کیا جائے گا اور یہ آخری زمانہ ہوگا۔

۲- قیامت کی بڑی علامتیں:

حضرت حذیفہ بن اسید غفاری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم بات کر رہے تھے کہ اتنے میں رسول اللہ ﷺ نے ہماری طرف دیکھا آپ نے فرمایا تم کیا باتیں کر رہے ہو لوگوں نے کہا کہ ہم لوگ قیامت کا ذکر کر رہے ہیں آپ نے فرمایا قیامت اس وقت تک نہیں آئے گی جب تک تم اس سے پہلے دس نشانیوں کو نہ دیکھ لو، پھر آپ نے دھواں، دجال، چوپایہ، مغرب سے سورج کا نکلنا، عیسیٰ علیہ السلام کا نزول، یاجوج ماجوج، تین خسوف، ایک مشرق میں ایک مغرب میں ایک جزیرۂ عرب میں ان میں سب سے آخر میں آگ نکلنے کا ذکر کیا جو لوگوں کو ان کے محشر کی طرف ہانک کر لے جائے گی۔ (مسلم)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے آپ نے کثرت سے فتنوں کا ذکر کیا یہاں تک کہ آپ نے فتنہ الاحلاس کا بھی ذکر کیا، ایک شخص نے کہا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ فتنہ الاحلاس کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: بھاگنا اور جنگ، پھر فتنۃ السراء ہے، اس کا دھواں اہل بیت کے ایک آدمی کے قدموں کے نیچے سے نکلے گا جو یہ دعویٰ کرے گا کہ وہ مجھ سے ہے حالانکہ وہ مجھ سے نہیں ہے، میرے دوست صرف متقی لوگ ہیں پھر لوگ ایک آدمی پر راضی ہو جائیں گے جیسے پسلی پر سرین ہو، پھر فتنہ الدھیماء ہے وہ اس امت کے ہر شخص کو ایک تھپڑ مارے گا، جب یہ کہا جائے گا کہ وہ فتنہ ختم ہو گیا تو وہ پھر پھیل جائے گا، آدمی صبح کے وقت مومن رہے گا اور شام کے وقت کافر ہو جائے گا یہاں تک کہ لوگ دو خیمے میں بٹ جائیں گے، ایک ایمان کا خیمہ ہوگا جس میں نفاق نہیں ہوگا دوسرا نفاق کا خیمہ ہوگا جس میں ایمان نہیں ہوگا، پس جب ایسا ہو تو تم اسی دن یا اس کے دوسرے دن دجال کے آنے کا انتظار کرو۔ (احمد:٦١٦٨، ملاحظہ ہو السلسلة الصحيحة : ٩٧٤، ابو داؤد:٤٢٤٢)

١- دجال کا نکلنا:

دجال ایک آدمی ہے جو آخری زمانہ میں ظاہر ہوگا اور رب ہونے کا دعویٰ کرے گا وہ مشرق کی طرف سے خراسان سے نمودار ہوگا، پھر پوری زمین میں چلے گا اور ہر شہر میں داخل ہوگا سوائے مکہ اور مدینہ کے وہ ان دونوں شہروں میں نہیں داخل ہو سکے گا اس لیے کہ فرشتے ان دونوں کی حفاظت کر رہے ہوں گے وہ مدینہ کے قریب دلدلی زمین میں اترے گا اور تین مرتبہ مدینہ کی زمین ہل جائے گی مدینہ سے ہر کافر و منافق نکل کر اس کے پاس چلا جائے گا۔

● دجال کا فتنہ:

دجال کا فتنہ ایک بہت بڑا فتنہ ہوگا کیوں کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے خلاف عادت کچھ ایسی چیزیں اس کے ہاتھوں سے رونما ہوں گے جسے دیکھ کر عقل حیران رہ جائے گی اس کے ساتھ جنت وجہنم ہوں گے اس کی جنت جہنم ہوگا اور جہنم جنت ہوگی اس کے ساتھ روئی کے پہاڑ ہوں گے اور پانی کی

نہریں ہوں گی وہ آسمان کو حکم دے گا تو آسمان سے بارش ہونے لگے گی اور زمین کو حکم دے گا تو زمین سے پودے اگنے لگیں گے، زمین کے خزانے اس کے پیچھے چلیں گے وہ بڑی تیزی سے زمین کی مسافت طے کرے گا جیسے کہ بارش جس کے پیچھے ہوا ہو۔

وہ زمین مین چالیس دن ٹھہرے گا ایک دن ایک سال کی طرح ہوگا، ایک دن ایک مہینہ کی طرح ہوگا، ایک دن ایک جمعہ کی طرح ہوگا، اور اس کے بقیہ سارے ایام ہمارے ایام کی طرح ہوں گے پھر اس کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام فلسطین میں باب لد کے پاس قتل کریں گے۔

● دجال کی صفات:

رسول اللہ ﷺ نے ہمیں دجال کی اتباع کرنے اور اس کی تصدیق کرنے سے منع کیا ہے آپ نے اس کی علامتیں بھی ہمیں بتا دی ہیں آپ نے فرمایا ہے کہ وہ ایک جوان سرخ رنگ کا آدمی ہوگا اور کانا ہوگا اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان کافر لکھا ہوگا جس کو ہر مسلمان پڑھے گا۔

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مسیح دجال ایک چھوٹے قد کا آدمی ہوگا جو ٹانگوں کو پھیلا کر چلے گا اس کے بال گھنگھریالے ہوں گے، وہ کانا ہوگا، اسی کی آنکھ مٹی ہوئی (یعنی چپٹی) ہوگی ابھری ہوئی یا گڑھے میں دھنسی ہوئی نہیں اگر تمہارے لیے وہ مشتبہ ہوجائے تو جان لو کہ تمہارا رب تبارک و تعالیٰ اندھا نہیں ہے۔

(ابو داؤد: ٤٣٢٠، احمد: ٢٣١٤٤)

● دجال کے نکلنے کی جگہ:

حضرت نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے دجال کا ذکر کیا اس میں یہ الفاظ ہیں کہ وہ شام اور عراق کے درمیان ایک سوراخ سے نکلے گا دائیں اور بائیں حیران ہو کر چلے گا۔ (مسلم :٢٩٣٧)

● جن شہروں میں دجال داخل نہیں ہوگا:

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دجال مکہ اور مدینہ کے علاوہ ہر شہر میں داخل ہوگا۔ (بخاری: ١٨٨١، مسلم :٢٩٤٣)

● دجال کی پیروی کرنے والے:

دجال کی اتباع کرنے والے اکثر یہودی، عجمی، ترکی، اور ملے جلے لوگ ہوں گے جن میں اکثر دیہات کے باشندے اور عورتیں ہوں گے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اصبہان کے یہود میں سے ستر ہزار یہودی دجال کی اتباع کریں گے ان کے اوپر سبز رنگ کی چادر ہوگی (جس کو مشائخ اور علماء استعمال کرتے ہیں) (مسلم: ۲۹۳۷)

● دجال کے فتنے سے حفاظت:

دجال کے فتنے سے اللہ تعالیٰ پر ایمان لاکر اور خاص طور سے نماز میں دجال کے فتنے سے پناہ مانگ کر اس سے بچا جا سکتا ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ جس نے سورہ کہف کی دس آیتیں یاد کی وہ دجال کے فتنے سے محفوظ رہے گا اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ تم میں سے جو شخص دجال کا زمانہ پائے وہ سورہ کہف کی شروع کی آیتیں اس پر پڑھ کر پھونک دے۔ (مسلم: ۸۰۹ و ۲۹۳۷)

۲-حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول:

دجال کے نکلنے اور زمین میں فساد مچانے کے بعد اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کو بھیجے گا وہ دمشق کے مشرق میں واقع سفید منارہ کے پاس ایک زمین میں اتریں گے وہ اپنی ہتھیلیاں دو فرشتوں کے پروں پر رکھے ہوئے ہوں گے وہ دجال کو قتل کریں گے اور اسلام کو نافذ کریں گے صلیب کو توڑیں گے اور سور کو قتل کریں گے جزیہ ہٹا دیں گے اور مال کی فراوانی ہوجائے گی دشمنی ختم ہوجائے گی وہ سات سال تک رہیں گے لیکن اس دوران دو آدمیوں کے درمیان کوئی دشمنی نہیں ہوگی پھر ان کا انتقال ہوجائے گا اور مسلمان ان کے جنازے کی نماز پڑھیں گے پھر اللہ تعالیٰ شام کی طرف سے ایک ٹھنڈی اور عمدہ ہوا بھیجے گا اس وقت روئے زمین پر جس کے دل میں ذرہ برابر بھی ایمان ہوگا اس کی وفات ہوجائے گی اور صرف برے لوگ بچیں گے جو پرندوں کی طرح بے وزن

ہوں گے اور درندوں کی شکل میں ایک دوسرے پر حملہ کریں گے جیسے کہ نیل گائے پر حملہ کیا جاتا ہے پھر شیطان انہیں بتوں کی عبادت کا حکم دے گا اور انہیں لوگوں کی موجودگی میں قیامت آئے گی۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے قریب ہے کہ تمہارے اندر ابن مریم عادل حاکم بن کر اتریں پھر وہ صلیب کو توڑ دیں گے (یعنی تثلیث کو باطل کردیں گے) سور کو قتل کریں گے جزیہ ہٹا دیں گے (یعنی یا تو مسلمان ہو یا قتل ہو) اور مال کی فراوانی ہوجائے گی یہاں تک کہ کوئی اس کو لینے والا نہیں رہے گا اس دن ایک سجدہ دنیا ومافیہا سے بہتر ہوگا۔

پھر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اگر تم چاہو تو یہ آیت کریمہ پڑھو: ﴿**وان من اهل الكتاب الا ليؤمنن به قبل موته ويوم القيامة يكون عليهم شهيدا**﴾(نساء: ۱۵۹)

کوئی کتاب والا ایسا نہ ہوگا جو مرنے سے پہلے عیسیٰ پر ایمان نہ لائے اور قیامت کے دن عیسیٰ اس پر گواہی نہ دیں۔ (بخاری: ۳۴۴۸، مسلم: ۱۵۵)

۳-یاجوج ماجوج کا خروج:

یاجوج ماجوج بنی آدم کی دو بڑی قومیں ہیں یہ بڑے طاقت ور لوگ ہیں کوئی ان سے لڑ نہیں سکتا ان کا خروج قیامت کی بڑی نشانیوں میں سے ہے وہ زمین میں فساد مچائیں گے پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے اصحاب ان کے لیے بددعا کریں گے جس کی وجہ سے وہ مرجائیں گے۔

۱-اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿**حتىٰ اذا فتحت ياجوج وماجوج وهم من كل حدب ينسلون**﴾ (انبیاء: ۹۶) یہاں تک کہ یاجوج اور ماجوج کھول دیئے جائیں گے اور ہر بلندی سے دوڑتے ہوئے آئیں گے۔

۲-حضرت نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے دجال کا ذکر کیا اور یہ بتایا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس کو باب لد پر قتل کریں گے اس کے اندر یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس وحی کرے گا کہ میں نے کچھ ایسے بندوں کو پیدا کیا ہے جن سے

کوئی قتال نہیں کر سکے گا لہٰذا میرے مومن بندوں کو کوہ طور پر لے جاؤ اور پناہ گزیں ہو جاؤ پھر اللہ تعالیٰ یاجوج ماجوج کو بھیجے گا اور وہ بلندی سے دوڑتے ہوئے آئیں گے ان میں سے پہلے لوگ طبرستان کی ایک جھیل کے پاس آئے گا اور اس کا سارا پانی پی لیں گے پھر ان میں سے جو لوگ بعد میں آئیں گے وہ کہیں گے کہ یہاں کبھی پانی تھا اللہ کے نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں کا محاصرہ کرلیا جائے گا یہاں تک کہ ان میں سے ایک کے لیے بیل کا سر آج تم میں سے کسی کے سو دینار سے بھی بہتر ہوگا پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور آپ کے ساتھی دعا کریں گے چنانچہ اللہ تعالیٰ ان کی گردنوں میں اونٹ اور بکری کے ناک کے کیڑے پیدا کردے گا جس سے وہ مر جائیں گے جیسے کہ ایک نفس کی موت ہو پھر اللہ کے نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے ساتھی زمین پر اتریں گے۔ (مسلم:۲۹۳۷)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں کے زمین پر اترنے کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ سے دعا کریں گے چنانچہ اللہ تعالیٰ پرندے بھیجے گا جو یاجوج و ماجوج کی لاشوں کو وہاں اٹھا کر پھینک دے گے جہاں اللہ تعالیٰ چاہے گا۔ پھر اللہ تعالیٰ ایک زوردار بارش نازل فرمائے گا جس سے ساری زمین صاف ہو جائے گی پھر زمین میں برکت اترے گی اور سبزیاں اور پھل پیدا ہوں گے اور نباتات وحیوانات میں برکت ہوگی۔

۴-۵-۶- تین مرتبہ زمین کا دھنسنا:

قیامت کی بڑی علامتوں میں سے ایک یہ ہے کہ زمین تین مرتبہ دھنس جائے گی ایک مرتبہ مشرق میں، ایک مرتبہ مغرب میں اور ایک مرتبہ جزیرۂ عرب میں یہ خسوف ابھی نہیں ہوا ہے۔

۷- دھواں ظاہر ہونا:

قیامت کی بڑی علامتوں میں سے ایک یہ ہے کہ آخری زمانہ میں دھواں ظاہر ہوگا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿**فارتقب یوم تاتی السماء بدخان مبین یغشی الناس هذا عذاب الیم**﴾ (دخان/۱۰-۱۱)

آپ اس دن کے منتظر رہیں جب کہ آسمان ظاہر دھواں لائے گا جو لوگوں کو گھیرے گا یہ دردناک عذاب ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ چھ چیزوں کے وقوع سے پہلے تم نیک اعمال کرلو مغرب کی طرف سورج نکلنے سے پہلے، دھواں نکلنے سے پہلے، دجال کے ظاہر ہونے سے پہلے، چوپایہ نکلنے سے پہلے، تم میں سے کسی کا کوئی خاص کام نکلنے سے پہلے اور عام لوگوں کا حکم نافذ ہونے سے پہلے۔ (مسلم: ۲۹۴۷)

۸- مغرب سے سورج کا طلوع ہونا:

سورج کا مغرب سے نکلنا قیامت کی بڑی علامتوں میں سے ایک ہے اور یہ ان بڑی علامتوں میں سے سب سے پہلی علامت ہے جو اس بات کی خبر دیں گی کہ اوپر کی دنیا میں تبدیلی ہونے والی ہے سورج کے مغرب سے طلوع ہونے پر مندرجہ ذیل دلیلیں ہیں:

۱- اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿**یوم یاتی بعض آیات ربک لا ینفع نفساً ایمانها لم تکن آمنت من قبل او کسبت فی ایمانها خیراً**﴾ (انعام:۱۵۸) جس روز آپ کے رب کی کوئی بڑی نشانی آپہنچے گی کسی ایسے شخص کا ایمان اس کے کام نہ آئے گا جو پہلے سے ایمان نہیں رکھتا ہے اس نے اپنے ایمان میں کوئی نیک عمل نہ کیا ہو۔

۲- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک کہ سورج مغرب سے نہ نکلے پھر جب سورج مغرب سے نکل جائے گا تو سارے لوگ ایمان لے آئیں گے پھر آپ نے یہ آیت کریمہ تلاوت کی:

﴿**لا ینفع نفساً ایمانها لم تکن آمنت من قبل او کسبت فی ایمانها خیراً**﴾ (انعام: ۱۵۸) اس دن کسی ایسے شخص کا ایمان اس کے کام نہ آئے گا جو پہلے سے ایمان نہیں رکھتا یا اس نے اپنے ایمان میں کوئی نیک عمل نہ کیا ہو۔ (بخاری: ۴۶۳۵، مسلم:۱۵۷)

۳-حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ قیامت کی نشانیوں میں جو سب سے پہلے ظاہر ہوں گی وہ سورج کا مغرب سے طلوع ہونا، اور چاشت کے وقت لوگوں کے سامنے چوپایہ کا نکلنا ہے اور ان دونوں نشانیوں میں سے جو پہلے ظاہر ہوں گی دوسری اس کے فوراً بعد ہی ظاہر ہوگی۔ (مسلم: ۲۹۴۱)

۹-چوپایہ کا نکلنا:

آخری زمانہ میں زمین سے چوپایہ کا نکلنا بھی قرب قیامت کی علامت ہے اس پر دلیلیں یہ ہیں:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿**واذا وقع القول عليهم اخرجنا لهم دابة من الارض تكلمهم ان الناس كانوا بآياتنا لايؤقنون**﴾ (نمل: ۸۲) جب ان کے اوپر عذاب کا وعدہ ثابت ہو جائے گا ہم زمین سے ان کے لیے ایک جانور نکالیں گے جو ان سے باتیں کرتا ہوگا کہ لوگ ہماری آیتوں پر یقین نہیں کرتے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تین چیزیں جب نکل جائیں تو کسی ایسے شخص کا ایمان اس کے کام نہ آئے گا جو پہلے سے ایمان نہیں رکھتا یا اس نے اپنے ایمان میں کوئی نیک عمل نہ کیا ہو ایک سورج کا مغرب سے طلوع ہونا، دجال کا نکلنا، اور جانوروں کا نکلنا۔ (مسلم: ۱۵۸)

آگ کا نکلنا جو لوگوں کو ہانک کر ارض محشر کی طرف لے جائے گی:

قیامت کی نشانیوں میں سب سے بڑی اور آخری نشانی یہ ہوگی کہ مشرق کی جانب یمن کے شہر عدن کی پست زمین سے ایک بڑی بھیانک آگ نکلے گی اور پوری زمین میں پھیل جائے گی اور لوگوں کو شام میں ارض محشر کی طرف ہانک کر لے جائے گی۔

یہ آگ لوگوں کو کیسے جمع کرے گی:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ (قیامت کے دن) لوگ تین طرح سے اکٹھا کئے جائیں گے کچھ لوگ امید لگا کر میدان حشر کی طرف بھاگیں

گے، کچھ لوگ خوف کی حالت میں بھاگیں گے، ایک ایک اونٹ پر دو دو تین تین چار چار بلکہ دس دس لوگ بیٹھ کر نکلیں گے اور بقیہ لوگوں کو آگ ہانک کر لے جائے گی وہ آگ (عجیب آگ ہوگی) جہاں پر یہ لوگ دوپہر کو آرام کرنے کے لیے ٹھہریں گے آگ بھی ٹھہر جائے گی اور جہاں رات کو ٹھہریں گے یہ آگ بھی وہیں ٹھہری رہے گی صبح کو جہاں ٹھہریں گے یہ آگ بھی ان کے ساتھ ٹھہری رہے گی اور شام کو جہاں ٹھہریں گے یہ آگ بھی ان کے ساتھ وہاں ٹھہرے رہے گی۔ (بخاری: ۶۵۲۲، مسلم: ۲۸۶۱)

قیامت کی پہلی علامت:

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن سلام جب اسلام لائے تو انہوں نے نبی ﷺ سے کچھ چیزیں پوچھیں ان میں سے ایک سوال یہ تھا کہ قیامت کی سب سے پہلی نشانی کونسی ہے؟ آپ نے فرمایا کہ قیامت کی سب سے پہلی نشانی یہ ہے کہ ایک آگ مشرق سے مغرب کی طرف لوگوں کو ہانک کر لے جائے گی۔ (بخاری: ۳۳۲۹)

یکے بعد دیگر نشانیوں کا ظاہر ہونا اور حالات کا بدلنا:

۱-جب قیامت کی بڑی نشانیوں میں سے پہلی نشانی ظاہر ہو جائے گی تو اس کی دوسری نشانیاں بھی یکے بعد دیگرے ظاہر ہونے لگیں گی نبی ﷺ فرماتے ہیں کہ قیامت کی نشانیاں یکے بعد دیگرے ایسے ہی ظاہر ہوں گے جیسے لڑی میں پروئے ہوئے پتھر کے نگ یکے بعد دیگرے ہوتے ہیں۔ (ابن حبان: ۶۸۳۳، ملاحظہ ہو علامہ البانی کی صحیح الجامع: ۳۲۲۷)

۲-حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت قائم نہیں ہوگی یہاں تک کہ زمین میں اللہ اللہ نہیں کہا جائے گا۔ (مسلم/۱۴۸)

۳-حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت قائم نہیں ہوگی یہاں تک کہ دنیا میں سب سے زیادہ سعادت مند وہ شخص مانا جائے گا جو نسل در نسل کمینہ ہو۔ (ترمذی: ۲۲۰۹)

صور پھونکنا

صور کا مطلب قرن (بگل یا نرسنگھا ہے) اللہ تعالیٰ حضرت اسرافیل علیہ السلام کو پہلا صور پھونکنے کا حکم دے گا اس کا نام نفخۃ الصعق ہے جس سے آسمان وزمین میں سب کی موت ہوجائے گی مگر جن کو اللہ چاہے پھر انہیں دوسرا صور پھونکنے کا حکم دے گا جس کا نام نفخۃ البعث ہے۔(جس سے سب لوگ اٹھ کھڑے ہوں گے)

صور پھونکنے کے وقت مخلوقات کی حالت:

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:﴿فَتَوَلَّ عَنۡهُمۡ يَوۡمَ يَدۡعُ الدَّاعِ إِلَى شَيۡءٍ نُّكُرٍ خُشَّعاً أَبۡصَارُهُمۡ يَخۡرُجُونَ مِنَ الۡأَجۡدَاثِ كَأَنَّهُمۡ جَرَادٌ مُّنتَشِرٌ مُّهۡطِعِينَ إِلَى الدَّاعِ يَقُولُ الۡكَافِرُونَ هَذَا يَوۡمٌ عَسِرٌ﴾(قمر:۸/۶) ''پس (اے نبی) تم ان سے اعراض کرو جس دن ایک پکارنے والا ناگوار چیز کی طرف پکارے گا، یہ جھکی آنکھوں کے ساتھ قبروں سے اس طرح نکل کھڑے ہوں گے کہ گویا وہ پھیلا ہوا ٹڈی دل ہے، پکارنے والے کی طرف دوڑتے ہوں گے اور کافر کہیں گے یہ دن تو بہت سخت ہے۔''

ایک جگہ ہے:﴿ونفخ فی الصور فصعق من فی السموات ومن فی الارض الا من شاء الله ثم نفخ فیه اخریٰ فاذا هم قیام ینظرون ٥﴾(زمر: ٦٨) اور صور پھونک دیا جائے گا پس آسمان اور زمین والے سب بے ہوش ہوکر گر پڑیں گے مگر جسے اللہ چاہے پھر دوبارہ صور پھونکا جائے گا پس وہ ایک دم کھڑے ہوکر دیکھنے لگ جائیں گے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿وَيَوۡمَ يُنفَخُ فِي الصُّورِ فَفَزِعَ مَن فِي السَّمَاوَاتِ وَمَن فِي الۡأَرۡضِ إِلَّا مَن شَاءَ اللَّهُ وَكُلٌّ أَتَوۡهُ دَاخِرِينَ﴾(نمل:۸۷) ''جس دن صور پھونکا جائے گا تو سب کے سب آسمانوں والے اور زمین والے گھبرا اٹھیں گے مگر جسے اللہ تعالیٰ چاہے، اور سارے کے سارے عاجز وپست ہوکر اس کے سامنے حاضر ہوں گے۔''

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿ مهطعین الی الداع یقول الکافرون هذا یوم عسر ﴾(قمر/۸) پکارنے والے کی طرف دوڑتے ہوں گے اور کافر کہیں گے یہ دن تو بہت سخت ہے۔

دونوں نفخوں کے درمیان کی مدت:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ دونوں نفخوں کے درمیان چالیس کی مدت ہے، لوگوں نے کہا اے ابوہریرہ! کیا چالیس دن؟ انہوں نے کہا نہیں مجھے نہیں معلوم، لوگوں نے کہا کہ کیا چالیس مہینے؟ انہوں نے کہا نہیں مجھے نہیں معلوم، لوگوں نے کہا کہ کیا چالیس سال؟ انہوں نے کہا نہیں مجھے نہیں معلوم۔ (بخاری:٤٩٣٥، مسلم:٢٩٥٥)

قیامت کب آئے گی؟

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ صور پھونکنے والے کی نگاہ جب سے اس کو صور پھونکنے کی ذمہ داری دی گئی ہے بالکل تیار ہوکر عرش کی طرف دیکھ رہی ہے اس خوف سے کہ کہیں اس کو پلک جھپکانے سے پہلے صور پھونکنے کا حکم نہ دے دیا جائے گویا کہ اس کی دونوں آنکھیں دو روشن ستارے ہیں۔(حاکم:٨٦٧٦، ملاحظہ ہو السلسلۃ الصحیحۃ:١٠٧٨)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سب سے بہتر دن جس پر سورج طلوع ہوا ہے جمعہ کا دن ہے، اس دن حضرت آدم علیہ السلام پیدا ہوئے اسی دن جنت میں داخل کئے گئے، اسی دن جنت سے نکالے گئے اور اسی دن قیامت آئے گی۔(مسلم : ٨٥٤)

بعث وحشر

عالم تین ہیں:

دنیا، برزخ، آخرت:

اللہ تعالیٰ نے ہر عالم کے کچھ احکام مقرر کئے ہیں یہ انسان جسم وروح سے مرکب ہے اللہ تعالیٰ نے

دنیا کے احکام جسم پر بنائے ہیں اور روح کو ان کے تابع بنایا ہے اور برزخ کے احکام روح پر بنائے ہیں اور جسم کو ان کے تابع بنایا ہے اور آخرت کے احکام جسم وروح دونوں پر ایک ساتھ بنائے ہیں۔

بعث:

بعث کا مطلب مردوں کا زندہ کرنا ہے یہ اس وقت ہوگا جب دوسرا صور پھونکا جائے گا اس وقت لوگ رب العالمین کے سامنے حاضر ہونے کے لیے اٹھ کھڑے ہوں گے وہ ننگے پاؤں، ننگے بدن، اور غیر مختون ہوں گے اور ہر بندہ اسی پر اٹھایا جائے گا جس پر اس کی موت ہوتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَنُفِخَ فِي الصُّورِ فَإِذَا هُم مِّنَ الْأَجْدَاثِ إِلَى رَبِّهِمْ يَنسِلُونَ قَالُوا يَا وَيْلَنَا مَن بَعَثَنَا مِن مَّرْقَدِنَا هَذَا مَا وَعَدَ الرَّحْمَنُ وَصَدَقَ الْمُرْسَلُونَ﴾ (یٰس: ٥١- ٥٢) تصور کے پھونکے جاتے ہی سب کے سب اپنی قبروں سے اپنے پروردگار کی طرف (تیز تیز) چلنے لگیں گے، کہیں گے ہائے ہائے ہمیں اپنی خوابگاہوں سے کس نے اٹھا دیا یہی ہے جس کا وعدہ رحمٰن نے کیا تھا اور رسولوں نے سچ سچ کہہ دیا تھا۔

ایک جگہ ہے: ﴿ثُمَّ إِنَّكُم بَعْدَ ذَلِكَ لَمَيِّتُونَ ثُمَّ إِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ تُبْعَثُونَ﴾ (مؤمنون : ١٥-١٦) اس کے بعد پھر تم سب یقیناً مر جانے والے ہو پھر قیامت کے دن بلاشبہ تم سب اٹھائے جاؤ گے۔

بعث کی صفت:

اللہ تعالیٰ آسمان سے بارش نازل کرے گا پھر لوگ ایسے ہی اٹھ کھڑے ہوں گے جیسے کہ سبزی اگتی ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَهُوَ الَّذِي يُرْسِلُ الرِّيَاحَ بُشْراً بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهِ حَتَّى إِذَا أَقَلَّتْ سَحَاباً ثِقَالاً سُقْنَاهُ لِبَلَدٍ مَّيِّتٍ فَأَنزَلْنَا بِهِ الْمَاء فَأَخْرَجْنَا بِهِ مِن كُلِّ الثَّمَرَاتِ كَذَلِكَ نُخْرِجُ الْمَوْتَى لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ﴾ (اعراف: ٥٧) اور وہ ایسا ہے کہ اپنی باران رحمت سے پہلے ہواؤں کو بھیجتا ہے کہ وہ خوش کر دیتی ہیں یہاں تک کہ جب وہ ہوائیں بھاری بادلوں کو اٹھا لیتی ہیں تو ہم اس بادل کو کسی خشک سرزمین کی طرف ہانک کر لے جاتے ہیں پھر اس

بادل سے پانی برساتے ہیں، پھر اس پانی سے ہر قسم کے پھل نکالتے ہیں یوں ہم مردوں کو نکال کھڑا کریں گے تاکہ تم سمجھو۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دونوں نفخوں کے درمیان چالیس کی مدت ہے، لوگوں نے کہا اے ابوہریرہ! کیا چالیس دن؟ انہوں نے کہا نہیں مجھے نہیں معلوم، لوگوں نے کہا کہ کیا چالیس مہینے؟ انہوں نے کہا نہیں مجھے نہیں معلوم، لوگوں نے کہا کہ کیا چالیس سال؟ انہوں نے کہا نہیں مجھے نہیں معلوم۔ پھر اللہ تعالیٰ آسمان سے بارش نازل کرے گا تو لوگ ایسے ہی اگیں گے جیسے کہ سبزی اگتی ہے اور انسان کی ہر چیز بوسیدہ ہو جائے گی سوائے دم کی جڑ کے قیامت کے دن اسی سے مخلوط مرکب بنایا جائے گا۔ (بخاری: ٤٩٣٥، مسلم: ٢٩٥٥)

سب سے پہلے جس کی قبر پھٹے گی:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن میں بنی آدم کا سردار ہوں گا اور سب سے پہلے میری قبر پھٹے گی اور میں سب سے پہلا سفارش کرنے والا ہوں گا جس کی سفارش مقبول ہوگی۔ (مسلم: ٢٢٧٨)

قیامت کے دن کون اکٹھا کیا جائے گا:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿قُلْ إِنَّ الْأَوَّلِينَ وَالْآخِرِينَ لَمَجْمُوعُونَ إِلَى مِيقَاتِ يَوْمٍ مَّعْلُومٍ﴾ (واقعة: ٤٩- ٥٠) آپ کہہ دیجئے کہ سب اگلے اور پچھلے ضرور جمع کئے جائیں گے ایک مقررہ دن کے وقت۔

ایک جگہ ہے: ﴿إِن كُلُّ مَن فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ إِلَّا آتِي الرَّحْمَنِ عَبْداً لَقَدْ أَحْصَاهُمْ وَعَدَّهُمْ عَدّاً وَكُلُّهُمْ آتِيهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَرْداً﴾ (مریم: ٩٣- ٩٥) آسمان وزمین میں جو بھی ہیں سب کے سب اللہ کے غلام بن کر ہی آنے والے ہیں ان سب کو اس نے گھیر رکھا ہے اور سب کو پوری طرح گن بھی رکھا ہے یہ سارے کے سارے قیامت کے دن اکیلے اس کے پاس حاضر ہونے والے ہیں۔

﴿ویوم نسیر الجبال وترى الأرض بارزة وحشرناهم فلم نغادر منهم أحدا ○﴾ (کھف : ٤٧) اور جس دن پہاڑوں کو چلائیں گے اور زمین کو تو صاف کھلی ہوئی دیکھے گا اور تمام لوگوں کو ہم اکٹھا کریں گے ان میں سے ایک کو بھی باقی نہ چھوڑیں گے۔

ارض محشر کی صفت:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿یوم تبدل الأرض غیر الارض والسموات وبرزوا لله الواحد القهار ○﴾ (ابراهیم:٤٨) جس دن زمین اس زمین کے سوا اور ہی بدل دی جائے گی اور آسمان بھی اور سب کے سب اللہ واحد غلبے والے کے روبرو ہوں گے۔

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن لوگ سفید بھوری زمین پر اکٹھا کئے جائیں گے جو میدہ کی روٹی کی طرح ہوگی اس میں کسی کا جھنڈا (یا علامتی نشان) نہ ہوگا۔ (بخاری: ٦٥٢١، مسلم: ٢٧٩٠)

قیامت کے دن لوگوں کو میدان حشر میں جمع کئے جانے کی صفت:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ قیامت کے دن لوگ ننگے پاؤں، ننگے بدن، اور غیر مختون اٹھائے جائیں گے میں نے کہا اے اللہ کے رسول! کیا مرد اور عورتیں سب لوگ اسی طرح اٹھائیں جائیں گے ایک دوسرے کو دیکھیں گے؟ آپ نے فرمایا اے عائشہ! معاملہ اتنا سخت ہوگا کہ ان میں سے کسی کو کسی کی طرف دیکھنے کی پرواہ نہ ہوگی۔ (بخاری: ٦٥٢٧، مسلم: ٢٨٥٩)

مؤمن ایک معزز وفد کی شکل میں اکٹھا کئے جائیں گے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿يَوْمَ نَحْشُرُ الْمُتَّقِينَ إِلَى الرَّحْمَنِ وَفْداً﴾ (مريم: ٨٥)

جس دن ہم پرہیزگاروں کو اللہ رحمٰن کی طرف بطور مہمان جمع کریں گے۔

کفار اوندھے منہ، اندھے، بہرے، گونگے، پیاسے اور نیلی پیلی آنکھوں کے ساتھ اکٹھا کئے جائیں گے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿ونحشرهم یوم القیامة علی وجوههم عمیا وبکما وصما مأواهم جهنم کلما خبت زدناهم سعیرا ○ ذلک جزاؤهم بأنهم کفروا بآیاتنا﴾ (الإسراء: ٧٩-٨٩) ایسے لوگوں کو ہم بروز قیامت اوندھے منہ حشر کریں گے دراں حال کہ وہ اندھے، بہرے اور گونگے ہوں گے، ان کا ٹھکانہ جہنم ہوگا، جب کبھی وہ بجھنے لگے گی ہم ان پر اور بھڑکا دیں گے یہ سب ہمارے آیتوں سے کفر کرنے کا بدلہ ہے۔

ایک جگہ ہے: ﴿وَنَسُوقُ الْمُجْرِمِينَ إِلَى جَهَنَّمَ وِرْداً﴾ (مريم: ٨٦) اور گناہ گاروں کو سخت پیاس کی حالت میں جہنم کی طرف ہانک کر لے جائیں گے۔

ایک جگہ ہے: ﴿یوم ینفخ فی الصور ونحشر المجرمین یؤمئذ زرقا ○﴾ (طٰہٰ: ١٠٢) جس دن صور پھونکا جائے گا اور گنہگاروں کو ہم اس دن (دہشت کی وجہ سے) نیلی پیلی آنکھوں کے ساتھ گھیر لائیں گے۔

ایک جگہ ہے: ﴿وَيَوْمَ يُحْشَرُ أَعْدَاءُ اللَّهِ إِلَى النَّارِ فَهُمْ يُوزَعُونَ﴾ (فصلت: ١٩) اور جس دن اللہ کے دشمن دوزخ کی طرف لائے جائیں گے اور ان سب کو جمع کر دیا جائے گا۔

ایک جگہ ہے: ﴿احْشُرُوا الَّذِينَ ظَلَمُوا وَأَزْوَاجَهُمْ وَمَا كَانُوا يَعْبُدُونَ مِن دُونِ اللَّهِ فَاهْدُوهُمْ إِلَى صِرَاطِ الْجَحِيمِ﴾ (الصافات: ٢٢-٢٣) ظالموں کو اور ان کے ہمراہیوں کو اور جن کی وہ اللہ کے علاوہ پرستش کرتے تھے (ان سب کو) جمع کر کے ان کو دوزخ کی راہ دکھا دو۔

قیامت کے دن اللہ تعالیٰ جانوروں، چوپایوں، وحوش وطیور کو اکٹھا کرے گا پھر ان کے درمیان (ظالم سے مظلوم کو) بدلہ دلایا جائے گا چنانچہ کسی سینگ والی بکری نے اگر بغیر سینگ والی بکری کو سینگ سے مارا ہو تو سینگ والی بکری سے بدلہ لیا جائے گا پھر اللہ تعالیٰ جانوروں کے درمیان قصاص سے فارغ ہوگا تو ان سے کہے گا کہ مٹی بن جاؤ۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَمَا مِن دَآبَّةٍ فِي الأَرْضِ وَلاَ طَائِرٍ يَطِيرُ بِجَنَاحَيْهِ إِلاَّ أُمَمٌ أَمْثَالُكُم مَّا فَرَّطْنَا فِي الكِتَابِ مِن شَيْءٍ ثُمَّ إِلَى رَبِّهِمْ يُحْشَرُونَ﴾ (الأنعام: ٣٨) اور

جتنے قسم کے جاندار زمین پر چلنے والے ہیں اور جتنے قسم کے پرند ہیں جو اپنے دونوں بازوؤں سے اڑتے ہیں ان میں کوئی قسم ایسی نہیں جو کہ تمہاری طرح گروہ نہ ہوں ہم نے دفتر میں کوئی چیز نہیں چھوڑی سب اپنے پروردگار کے پاس جمع کئے جائیں گے۔

قیامت کی ہولناکیاں

قیامت کا دن بہت ہی خوفناک اور دہشت ناک ہوگا لوگ بہت زیادہ گھبرائے اور ڈرے ہوئے ہوں گے ان کی ہولناکیاں دیکھ کر لوگوں کی نگاہیں پھٹی کی پھٹی رہ جائیں گی۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿فَإِذَا نُفِخَ فِیْ الصُّورِ نَفْخَةٌ وَاحِدَةٌ وَحُمِلَتِ الْأَرْضُ وَالْجِبَالُ فَدُكَّتَا دَكَّةً وَاحِدَةً فَيَوْمَئِذٍ وَقَعَتِ الْوَاقِعَةُ وَانشَقَّتِ السَّمَاء فَهِيَ يَوْمَئِذٍ وَاهِيَةٌ﴾(الحاقة : ١٣ - ١٦) پس جب صور میں ایک پھونک ماری جائے گی اور زمین اور پہاڑ اٹھا لیے جائیں گے اور ایک ہی چوٹ میں ریزہ ریزہ کر دئے جائیں گے اس دن برپا ہونے والی قیامت برپا ہو پڑے گی اور آسمان پھٹ جائے گا اور اس دن بالکل بودا ہو جائے گا۔

٢-اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿اذا الشمس کورت o واذا النجوم انکدرت oواذا الجبال سیرت o واذا العشار عطلت o واذا الوحوش حشرت oواذا البحار سجرت o﴾(التکویر : ١-٦) جب سورج لپیٹ لیا جائے گا اور جب ستارے بے نور ہو جائیں گے اور جب پہاڑ چلائے جائیں گے اور جب دس ماہ کی حاملہ اونٹنیاں چھوڑ دی جائیں گی اور جب وحشی جانور اکٹھا کئے جائیں گے اور جب سمندر بھڑکائے جائیں گے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے﴿اذا السماء انفطرتo واذا الکواکب انتثرت o واذا البحار فجرت o واذاالقبور بعثرت o﴾(الانفطار: ١-٤) جب آسمان پھٹ جائے اور ستارے جھڑ جائیں گے اور جب سمندر بہہ نکلیں گے اور جب قبریں (شق کرکے) اکھاڑ دی جائیں گی۔

٤-اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿إِذَا السَّمَاء انشَقَّتْ وَأَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَحُقَّتْ وَإِذَا الْأَرْضُ

مُدَّتْ وَأَلْقَتْ مَا فِيهَا وَتَخَلَّتْ وَأَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَحُقَّتْ ﴾(الانشقاق: ١-٥) جب آسمان پھٹ جائے گا اور اپنے رب کے حکم پر کان لگائے گا اور اسی کے لائق وہ ہے اور جب زمین (کھینچ کر) پھیلا دی جائے گی اور اس میں جو ہے اسے وہ اگل دے گی اور خالی ہو جائے گی اور اپنے رب کے حکم پر کان لگائے گی اور اسی کے لائق وہ ہے۔

٥-﴿إِذَا وَقَعَتِ الْوَاقِعَةُ لَيْسَ لِوَقْعَتِهَا كَاذِبَةٌ خَافِضَةٌ رَّافِعَةٌ إِذَا رُجَّتِ الْأَرْضُ رَجّاً وَبُسَّتِ الْجِبَالُ بَسّاً فَكَانَتْ هَبَاء مُّنبَثّاً﴾(واقعة: ١-٦) جب قیامت قائم ہو جائے گی جس کے واقع ہونے میں کوئی جھوٹ نہیں وہ پست کرنے والی اور بلند کرنے والی ہوگی، جبکہ زمین زلزلہ کے ساتھ ہلا دی جائے گی اور پہاڑ بالکل ریزہ ریزہ کر دیئے جائیں گے، پھر وہ مثل پراگندہ غبار کے ہو جائیں گے۔

٦-حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص یہ پسند کرے کہ قیامت کو اپنی آنکھ سے دیکھنے کی طرح دیکھ لے وہ﴿اذا الشمس کورت﴾ اور﴿واذا السماء انشقت﴾ پڑھے۔ (احمد: ٤٨٠٦، ملاحظہ ہو السلسلة الصحيحة: ١٠٨١، ترمذی: ٣٣٣٣)

قیامت کے دن آسمان وزمین کا بدلنا:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿یوم تبدل الارض غیر الارض والسموات وبرزوا للہ الواحد القہار o﴾(ابراہیم : ٤٨) جس دن زمین اس زمین کے سوا اور ہی بدل دی جائے گی اور آسمان بھی اور سب کے سب اللہ واحد غلبے والے کے روبرو ہوں گے۔

ایک جگہ ہے:﴿يَوْمَ نَطْوِي السَّمَاء كَطَيِّ السِّجِلِّ لِلْكُتُبِ كَمَا بَدَأْنَا أَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِيدُهُ وَعْداً عَلَيْنَا إِنَّا كُنَّا فَاعِلِينَ﴾(الانبياء : ١٠٤) جس دن ہم آسمان کو یوں لپیٹ لیں گے جیسے طومار میں اوراق لپیٹ دئے جاتے ہیں جیسے کہ ہم نے اول دفعہ پیدا کی تھی اس طرح دوبارہ کریں گے یہ ہمارے ذمہ وعدہ ہے اور ہم اسے ضرور کرکے ہی رہیں گے۔

جس دن آسمان وزمین بدل دئے جائیں گے اس دن لوگ کہاں رہیں گے:

رسول اللہ ﷺ کے غلام حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس کھڑا ہوا تھا اتنے میں یہود کے عالموں میں سے ایک عالم آیا اور کہنے لگا کہ جس دن یہ زمین وآسمان بدل دئے جائیں گے تو پھر لوگ اس دن کہاں ہوں گے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ وہ پل کے قریب تاریکی میں ہوں گے اور ایک روایت میں ہے کہ وہ پل صراط پر ہوں گے۔ (مسلم: ٣١٥)

میدان محشر میں سخت گرمی اور اس کی ہولناکی:

لوگوں کو زندہ کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ سارے لوگوں کو ایک میدان میں جمع کرے گا تاکہ وہ ان کا فیصلہ کرے وہ سب کے سب ننگے پاؤں، ننگے بدن، اور غیر مختون ہوں گے اس دن سورج بہت قریب ہوجائے گا اور پسینہ ستر گز بہنے لگے گا اور لوگ اپنے اعمال کے مطابق پسینے میں شرابور ہوں گے۔

حضرت مقداد بن اسود کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ قیامت کے دن سورج لوگوں سے قریب کردیا جائے گا یہاں تک کہ ایک میل کے فاصلہ پر ہوگا پھر لوگ اپنے اعمال کے مطابق پسینے میں ڈوبے ہوں گے، کسی کا پسینہ ٹخنے تک ہوگا کسی کا کوکھ تک ہوگا، کسی کو پسینے نے لگام پہنایا ہوگا یہ کہہ کر رسول اللہ ﷺ نے اپنے ہاتھ سے اپنے منہ کی طرف اشارہ کیا۔ (مسلم: ٢٨٦٤)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ قیامت کے دن زمین کو اپنی مٹھی میں لے لے گا اور آسمان کو اپنے دائیں ہاتھ میں لپیٹ لے گا پھر کہے گا میں بادشاہ ہوں دنیا کے بادشاہ کہاں گئے۔ (بخاری: ٧٣٨٢، مسلم: ٢٧٨٧)

اللہ تعالیٰ کا فیصلہ کے لیے آنا:

قیامت کے دن اللہ تعالیٰ فیصلے کے لیے آئے گا اس کے آنے کے وقت اس کے نور سے زمین روشن ہوجائے گی اور ساری مخلوق اس کی عظمت وجلال اور رعب ودبدبہ سے بے ہوش ہوجائے گی۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿كَلَّا إِذَا دُكَّتِ الْأَرْضُ دَكًّا دَكًّا وَجَاءَ رَبُّكَ وَالْمَلَكُ صَفًّا

صَفًّا ﴾ (فجر: ٢١-٢٢) یقیناً جس وقت زمین کوٹ کوٹ کر برابر کردی جائے گی اور تیرا رب (خود) آجائے گا اور فرشتے صفیں باندھ کر آجائیں گے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم مجھے موسیٰ علیہ السلام پر فضیلت مت دو اس لیے کہ لوگ قیامت کے دن بے ہوش ہوجائیں گے اور میں بھی ان کے ساتھ بے ہوش ہوجاؤں گا پھر سب سے پہلے مجھے ہوش آئے گا میں دیکھوں گا کہ موسیٰ عرش کا کنارہ پکڑے ہوئے ہیں مجھے نہیں معلوم کہ آیا وہ بے ہوش ہوئے ہیں اور مجھ سے پہلے ہوش میں آئے ہیں یا وہ ان لوگوں میں سے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے مستثنیٰ کیا ہے۔ (بخاری: ٢٤١١، مسلم: ٢٣٧٣)

قضاء کا بیان

قیامت کے دن جب لوگ اکٹھا کئے جائیں گے اور انتہائی پریشانی میں ہوں گے تو وہ یہ چاہیں گے کہ اللہ جلد از جلد ان کا فیصلہ کردے پھر جب میدان حشر میں ان کا ٹھہرنا لمبا ہوجائے گا اور ان کی تکلیف بڑھ جائے گی تو وہ انبیاء علیہم السلام کے پاس جائیں گے تاکہ وہ اللہ رب العزت سے ان کے لیے سفارش کریں۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ﴿هَـٰذَا يَوْمُ لَا يَنطِقُونَ وَلَا يُؤْذَنُ لَهُمْ فَيَعْتَذِرُونَ وَيْلٌ يَوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِينَ هَـٰذَا يَوْمُ الْفَصْلِ جَمَعْنَاكُمْ وَالْأَوَّلِينَ فَإِن كَانَ لَكُمْ كَيْدٌ فَكِيدُونِ ﴾ (المرسلات: ٣٥-٣٩) آج (کا دن) وہ دن ہے کہ یہ بول نہ سکیں گے نہ انہیں معذرت کی اجازت دی جائے گی اس دن جھٹلانے والوں کی خرابی ہے یہ ہے فیصلہ کا دن ہم نے تمہیں اور اگلوں کو سب کو جمع کرلیا ہے پس اگر تم مجھ سے کوئی چال چل سکتے ہو تو چل لو۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن میں سب لوگوں کا سردار ہوں گا، کیا تم جانتے ہو کہ ایسا کیوں ہوگا؟ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن پہلے

اور بعد کے لوگوں کو ایک سرزمین پر اکٹھا کرے گا اس طرح سے کہ ایک پکارنے والا انہیں اپنی بات سنا سکے گا اور نگاہ ان کو دیکھ سکے گی اور سورج قریب ہو جائے گا، لوگ نا قابل برداشت تکلیف میں ہوں گے، پھر ان میں سے بعض بعض سے کہیں گے کہ کیا تم نہیں دیکھتے کہ تم کس پریشانی میں مبتلا ہو کیا تم ایسے شخص کو نہیں دیکھو گے جو تمہارے رب سے تمہارے لیے سفارش کرے پھر بعض لوگ بعض لوگوں سے کہیں گے کہ تم حضرت آدم علیہ السلام کے پاس جاؤ چنانچہ وہ لوگ حضرت آدم علیہ السلام کے پاس آئیں گے اور کہیں گے کہ اے آدم علیہ السلام آپ انسانوں کے باپ ہیں آپ کو اللہ تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے پیدا کیا اور آپ کے اندر اپنی روح پھونکی اور فرشتوں کو آپ کا سجدہ کرنے کا حکم دیا چنانچہ انہوں نے آپ کو سجدہ کیا آپ اپنے رب سے ہمارے لیے سفارش کریں، کیا آپ نہیں دیکھتے کہ ہم کس پریشانی میں مبتلا ہیں، حضرت آدم علیہ السلام کہیں گے میرا رب آج اتنا غصہ ہے کہ اس سے پہلے اس طرح کبھی غصہ نہیں ہوا اور کبھی غصہ نہ اس کے بعد اس طرح غصہ ہوگا، اس نے مجھ درخت کا پھل کھانے سے روکا لیکن میں نے اس کی نافرمانی کی، آج مجھے خود اپنی فکر ہے، تم میرے علاوہ کسی اور کے پاس جاؤ، پھر وہ حضرت نوح، حضرت ابراہیم، پھر حضرت موسیٰ پھر حضرت عیسیٰ علیھم السلام کے پاس آئیں گے ان میں سے ہر ایک معذرت کرے گا اور سب یہ کہیں گے کہ آج میرا رب اتنا غصہ ہے کہ اس سے پہلے وہ کبھی اس طرح غصہ نہیں ہوا تھا اور نہ کبھی اس کے بعد اس طرح غصہ ہوگا، آج مجھے خود اپنی فکر ہے، پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کہیں گے کہ میرے علاوہ کسی اور کے پاس جاؤ تم محمد ﷺ کے پاس جاؤ چنانچہ وہ میرے پاس آئیں گے اور کہیں گے اے محمد آپ اللہ کے رسول اور خاتم النبین ہیں، اللہ تعالیٰ نے آپ کے اگلے اور پچھلے سارے گناہوں کو معاف فرما دیا ہے، آپ ہمارے لیے اپنے رب سے سفارش کیجئے، کیا آپ نہیں دیکھتے کہ ہم کس پریشانی میں مبتلا ہیں، پھر میں چل دوں گا اور عرش کے نیچے آؤں گا اور سجدہ میں گر جاؤں گا پھر اللہ تعالیٰ میرے اوپر اپنی کچھ تعریفیں کھولے گا اور الہام کرے گا جو مجھ سے پہلے کسی کے لیے نہیں کھولا ہوگا پھر کہا جائے گا کہ اے محمد! اپنا سر اٹھاؤ اور جو مانگنا ہے مانگو تم کو عطا کیا جائے گا

اور جو سفارش کرنا ہے کرو تمہاری سفارش قبول کی جائے گی پھر میں اپنا سر اٹھاؤں گا اور کہوں گا اے رب! میری امت میری امت، پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ اے محمد! اپنی امت میں سے ان لوگوں کو جن پر حساب نہیں ہے جنت کے دروازوں میں سے دائیں دروازہ سے جنت میں داخل کرلو اور بقیہ دروازوں سے بھی وہ لوگوں کے ساتھ جنت میں داخل ہو سکتے ہیں اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں محمد (ﷺ) کی جان ہے جنت کے دروازوں کے پٹوں میں سے دو پٹوں کے درمیان کا فاصلہ اتنا ہے جتنا مکہ اور ہجر یا مکہ اور بصریٰ کے درمیان کا فاصلہ ہے۔ (بخاری: ٤٧١٢، مسلم: ١٩٤)

پھر اللہ تعالیٰ لوگوں کے درمیان فیصلہ کرے گا ان کو ان کا نامۂ اعمال دے دیا جائے گا، میزان نصب کیا جائے گا اور حساب لیا جائے گا جس کو دائیں ہاتھ میں نامۂ اعمال ملے گا وہ جنت میں جائے گا اور جس کو بائیں ہاتھ میں نامۂ اعمال ملے گا وہ جہنم میں جائیگا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿**وترى الملائكة حافين من حول العرش يسبحون بحمد ربهم وقضى بينهم بالحق وقيل الحمد لله رب العالمين ۝**﴾ (زمر: ٧٥) اور فرشتوں کو اللہ کے عرش کے اردگرد حلقہ باندھے ہوئے اپنے رب کی حمد وتسبیح کرتے ہوئے دیکھے گا اور ان میں انصاف کا فیصلہ کیا جائے گا اور کہہ دیا جائے گا کہ ساری خوبی اللہ ہی کے لیے ہے جو تمام جہانوں کا پالنہار ہے۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم لوگوں نے کہا کہ اے اللہ کے رسول! کیا ہم قیامت کے دن اپنے رب کو دیکھیں گے آپ نے فرمایا: بھلا تم یہ بتاؤ کہ جب آسمان صاف ہو تو کیا تم کو سورج چاند دیکھنے میں کوئی تکلیف ہوتی ہے ہم نے کہا نہیں آپ نے فرمایا: پس اسی طرح تم کو قیامت کے دن اپنے رب کے دیدار میں کوئی تکلیف نہیں ہوگی، اس کے بعد آپ نے یوں فرمایا کہ قیامت کے دن ایک پکارنے والا پکارے گا کہ ہر گز وہ اپنے اس معبود کی طرف چلا جائے جس کی وہ دنیا میں عبادت کرتا تھا یہ آواز سن کر اہل صلیب (یعنی نصاریٰ) صلیب کے ساتھ ہو جائیں گے اور

بت پوجنے والے اپنے بتوں کے ساتھ ہو جائیں گے اور ہر ایک معبود والے اپنے اپنے معبودوں کے ساتھ ہو جائیں گے یہاں تک کہ صرف وہ لوگ باقی رہ جائیں گے جو صرف اللہ کی عبادت کرتے تھے، ان میں نیک بھی ہوں گے اور بدکار بھی اور کچھ بچے ہوئے یہود ونصاریٰ (یعنی وہ یہود ونصاریٰ جو اپنے اصل دین پر قائم تھے) پھر جہنم کو لایا جائے گا اور اسے لوگوں کے سامنے پیش کیا جائے گا وہ اس چمکتی ہوئی ریت کی طرح ہوگی جو دور سے پانی معلوم ہوگی، پھر یہودیوں سے کہا جائے گا تم (دنیا میں) کس کو پوجتے تھے وہ کہیں گے کہ ہم حضرت عزیر کو پوجتے تھے جو اللہ کے بیٹے تھے، ان کو جواب ملے گا کہ تم جھوٹے ہو، اللہ کی نہ کوئی بیوی ہے نہ کوئی اولاد، خیر اب تم چاہتے کیا ہو؟ وہ کہیں گے ہم کو پانی پلا دے، اللہ تعالیٰ فرمائے گا پیو (پھر وہ اسی چمکتی ہوئی ریت کی طرف جو دور سے پانی معلوم ہوتی ہے چلیں گے، اور وہ دوزخ میں گر جائیں گے، پھر نصاریٰ سے پوچھا جائے گا کہ تم دنیا میں کس کی پرستش کرتے تھے، وہ کہیں گے حضرت عیسیٰ مسیح کی جو اللہ کے فرزند ہیں، جواب ملے گا تم جھوٹے ہو اللہ کی نہ تو کوئی بیوی ہے نہ تو اولاد، اب تم کیا چاہتے ہو وہ کہیں گے کہ ہمیں پانی پلا دو، ان سے کہا جائے گا اچھا (اس چمکتی ہوئی ریت کی طرف جاؤ اور پیو) پھر وہ جہنم میں گر جائیں گے، پھر وہی لوگ بچیں گے جو خالص اللہ کی عبادت کرتے تھے ان میں اچھے بھی ہوں گے اور برے بھی، ان سے کہا جائے گا کہ تم لوگ یہاں کیوں ٹھہرے ہوئے ہو، سب لوگ تو جا چکے، وہ لوگ کہیں گے ہم دنیا میں ان سے الگ رہے جب کہ ہمیں وہاں ان کی زیادہ ضرورت تھی بات یہ ہے کہ ہم نے ایک پکارنے والے کی آواز سنی ہے کہ ہر گروہ اس معبود سے مل جائے جس کو وہ دنیا میں پوجا کرتا تھا ہم اپنے رب کا انتظار کر رہے ہیں۔

پھر اللہ تعالیٰ ان کے سامنے اس صورت کے علاوہ ایک دوسری صورت میں نمودار ہوگا جس صورت میں انہوں نے اسے پہلی بار دیکھا تھا اور وہ کہے گا کہ میں تمہارا رب ہوں، وہ لوگ کہیں گے کہ کیا تو ہمارا رب ہے، پھر اللہ سے انبیاء کے علاوہ کوئی دوسرا بات نہیں کر سکے گا، اللہ تعالیٰ کہے گا کہ تم اپنے معبود کو کس نشانی سے سمجھتے ہو وہ کہیں گے پنڈلی کی نشانی سے، پھر اللہ تعالیٰ اپنی پنڈلی کھولے

گا اور ہر مومن اس کو دیکھ کر سجدے میں گر پڑے گا اور جو شخص دنیا میں لوگوں کو دکھانے اور سنانے کے لیے سجدہ کرتا تھا (حالانکہ اس کے دل میں ایمان نہ تھا) وہ بھی سجدہ کرنا چاہے گا، لیکن اس کی پیٹھ کی ہڈیاں جڑ کر ایک تختہ بن جائیں گی، (اور وہ سجدہ نہ کر سکے گا) پھر پل صراط لایا جائے گا اور جہنم کے پشت پر رکھ دیا جائے گا ہم نے کہا اے اللہ کے رسول ﷺ یہ پل صراط کیا چیز ہے؟ آپ نے فرمایا: کہ وہ قدموں کو پھسلانے والی چیز ہے، اس کے اوپر سلاخیں ہیں جو اچکنے والی ہیں اور چوڑے چوڑے کانٹے ہیں جو ٹیڑھے ہیں وہ سعدان کے کانٹوں کی طرح ہیں، جو نجد میں پایا جاتا ہے، مسلمان اس پر سے پلک جھپکنے کی طرح، بجلی کی طرح، ہوا کی طرح، اور تیز گھوڑوں کی طرح اور سواری کے اونٹ کی طرح گزر جائیں گے۔

بعض ان میں صحیح سالم وہاں سے نکل جائیں گے اور بعض کو خراشیں آئیں گی لیکن وہ بھی بچ نکلیں گے اور بعض لوگ بچھاڑ دیئے جائیں گے اور جہنم میں گر جائیں گے، آخری شخص جو پل صراط سے گزرے گا اس کو کھینچ کر پار کیا جائے گا تم لوگ آج اپنے حق کا جس طرح تقاضا اور مطالبہ مجھ سے کرتے ہو، اس سے زیادہ مسلمان اللہ سے اس دن تقاضا اور مطالبہ کریں گے، یعنی جب وہ خود نجات پا جائیں گے، تو اپنے مسلمان بھائیوں کو جہنم سے بچانے کے لیے بار بار اللہ تعالیٰ سے عرض کریں گے، وہ کہیں گے اے اللہ! یہ ہمارے مسلمان بھائی تھے یہ ہمارے ساتھ نماز پڑھتے تھے، روزے رکھتے تھے، دوسرے نیک اعمال کرتے تھے، (لہٰذا انہیں بھی جہنم سے بچا لے) اللہ تعالیٰ فرمائے گا اچھا جاؤ جس شخص کے دل میں ایک دینار برابر بھی ایمان ہو اس کو جہنم سے نکال لو اور اللہ تعالیٰ ان کے چہروں کو جہنم پر حرام کر دے گا، جب یہ نیک مسلمان ان کو نکالنے وہاں آئیں گے تو دیکھیں گے کہ بعض پاؤں تک آگ میں ڈوبے ہوئے ہیں اور بعض آدھی پنڈلیوں تک، پھر جن لوگوں کو یہ مسلمان پہچانیں گے ان کو نکال لیں گے، پھر دوبارہ اللہ تعالیٰ کے پاس حاضر ہوں گے، (اور پھر اپنے بھائیوں کو جہنم سے نکالنے کا مطالبہ کریں گے) اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ جس کے دل میں آدھے دینار برابر بھی ایمان ہو اس کو بھی نکال لو، چنانچہ وہ جن کو پہچانیں گے نکال لیں گے، پھر

لوٹ کر اللہ تعالیٰ کے پاس آئیں گے، (اور اپنے مسلمان بھائیوں کو جہنم سے نکالنے کے لیے درخواست کریں گے) اللہ تعالیٰ فرمائے گا اچھا جاؤ جس کے دل میں ذرّہ برابر بھی ایمان دیکھو اس کو بھی نکال لو۔

چنانچہ وہ جن کو پہچانیں گے نکال لیں گے، حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اگر تم کو میری بات پر یقین نہ ہو تو قرآن کی یہ آیت پڑھو:

﴿ان اللـه لا يظلم مثقال ذرة وان تک حسنة يضاعفها﴾ (نساء:۴۰) بیشک اللہ تعالیٰ ذرہ برابر ظلم نہیں کرتا اور اگر نیکی ہو تو اسے دگنی کر دیتا ہے۔

پھر پیغمبر، فرشتے اور (نیک) مسلمان سفارش کریں گے، اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ اب صرف میری سفارش باقی رہ گئی ہے پھر وہ دوزخ میں سے ایک مٹھی بھر لوگوں کو نکالے گا یہ لوگ جل کر کوئلہ ہو گئے ہوں گے، پھر انہیں جنت کے سرے پر جو آب حیات کی نہر ہے ڈال دیا جائے گا اس نہر کے دونوں کناروں پر وہ ایسے اگیں گے جیسے کہ دانہ سیلاب کے کوڑے کرکٹ پر اگتا ہے، تم نے دیکھا ہو گا کہ یہ دانہ کبھی پتھر کے نزدیک اگتا ہے کبھی درخت کے نزدیک، پھر جس پر دھوپ پڑتی ہے وہ سبز رہتا ہے اور جو سایہ میں رہتا ہے وہ سفید پڑ جاتا ہے، غرض یہ لوگ جب نہر میں سے نکلیں گے تو موتی کی طرح چمکتے ہوں گے ان کی گردنوں پر مہر لگا دی جائے گی اور جنت میں داخل کر دیئے جائیں گے اہل جنت ان کو دیکھ کر کہیں یہ لوگ اللہ کے آزاد کئے ہوئے ہیں، اللہ تعالیٰ نے انہیں جنت میں داخل کیا ہے، حالانکہ انہوں نے نہ کوئی عمل کیا اور نہ کوئی ثواب کا کام آگے بھیجا، پھر ان سے کہا جائے گا کہ تم نے جو نعمتیں جنت میں دیکھیں وہ سب لو اور اتنی ہی اور لو۔ (بخاری:۷۴۳۹، مسلم:۱۸۳)

حساب اور میزان

حساب کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو اپنے سامنے کھڑا کرے گا اور ان کو ان کے اعمال بتائے گا پھر ان کو ان کے عمل کے مطابق بدلہ دیا جائے گا نیکی دس گناہ سے سات سو گنا تک

ہوگی اور برائی اسی کے مثل ہوگی۔

نامۂ اعمال کی تقسیم:

میدان محشر میں ہر شخص کو اس کا نامۂ اعمال دیا جائے گا کسی کو دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا اور کسی کو بائیں ہاتھ میں جن لوگوں کو دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا وہ نیک بخت ہوں گے اور جن لوگوں کو بائیں ہاتھ میں پیٹھ کے پیچھے سے دیا جائے گا وہ بدبخت ہوں گے۔

﴿يَا أَيُّهَا الْإِنسَانُ إِنَّكَ كَادِحٌ إِلَى رَبِّكَ كَدْحاً فَمُلَاقِيهِ فَأَمَّا مَنْ أُوتِيَ كِتَابَهُ بِيَمِينِهِ فَسَوْفَ يُحَاسَبُ حِسَاباً يَسِيراً وَيَنقَلِبُ إِلَى أَهْلِهِ مَسْرُوراً وَأَمَّا مَنْ أُوتِيَ كِتَابَهُ وَرَاء ظَهْرِهِ فَسَوْفَ يَدْعُو ثُبُوراً وَيَصْلَى سَعِيراً﴾ (الانشقاق/۶-۱۲) اے انسان! تو اپنے رب سے ملنے تک یہ کوشش اور تمام کام اور محنتیں کر کے اس سے ملاقات کرنے والا ہے تو (اس وقت) جس شخص کے داہنے ہاتھ میں اعمال نامہ دیا جائے گا اس کا حساب تو بڑی آسانی سے لیا جائے گا اور وہ اپنے اہل کی طرف ہنسی خوشی لوٹ آئے گا ہاں جس شخص کا اعمال نامہ اس کی پیٹھ کے پیچھے سے دیا جائے گا تو وہ موت کو بلانے لگے گا اور بھڑکتی ہوئی جہنم میں داخل ہوگا۔

ایک جگہ ہے: ﴿واما من اوتی کتابه بشماله فیقول یالیتنی لم اوت کتابیه ٥﴾ (الحاقة: ۲۵) لیکن جسے اس (کے اعمال) کی کتاب اس کے بائیں ہاتھ میں دی جائے گی تو وہ کہے گا کہ کاش مجھے میری کتاب دی ہی نہ جاتی۔

میزان کی تنصیب:

قیامت کے دن لوگوں کے حساب کے لیے میزان نصب کئے جائیں گے اور ایک ایک کر کے سب حساب کے لیے آگے بڑھیں گے، اللہ تعالیٰ ان سے حساب لے گا، ان کے اعمال کے بارے میں سوال کرے گا، جب حساب ہو جائے گا تو اس کے بعد اعمال تولے جائیں گے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَنَضَعُ الْمَوَازِينَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيَامَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئاً وَإِن كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ أَتَيْنَا بِهَا وَكَفَى بِنَا حَاسِبِينَ﴾ (انبیاء:۴۷) قیامت کے

دن ہم درمیان میں لا رکھیں گے ٹھیک ٹھیک تولنے والی ترازو کو پھر کسی پر کچھ بھی ظلم نہ کیا جائے گا اور اگر ایک رائی کے دانے کے برابر بھی عمل ہوگا ہم اسے لا حاضر کریں گے اور ہم کافی ہیں حساب کرنے والے۔

ایک جگہ ہے: ﴿ **فأما من ثقلت موازينه ٥ فهو فى عيشة راضية ٥ واما من خفت موازينه ٥ فامه هاوية ٥ وما ادراک ماهيه ٥ نارحامية ٥** ﴾(القارعة:٦-١١) پھر جس کے پلڑے بھاری ہوں گے وہ تو دل پسند آرام کی زندگی میں ہوگا اور جس کے پلڑے ہلکے ہوں گے اس کا ٹھکانہ ہاویہ ہے، تجھے کیا معلوم کہ وہ کیا ہے وہ تند و تیز آگ ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ مؤمن قیامت کے دن اپنے رب سے قریب کیا جائے گا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اس پر اپنا سایہ کردے گا پھر اس کے گناہوں کا اقرار کرائے گا اور کہے گا کہ کیا تم یہ گناہ جانتے ہو؟ وہ کہے گا ہاں، اے میرے رب مجھے معلوم ہے اللہ تعالیٰ کہے گا کہ میں نے دنیا میں اسے چھپایا اور آج اسے معاف کردیتا ہوں پھر اسے اس کی نیکیوں کا صحیفہ دیا جائے گا اور کافروں اور منافقوں کو لوگوں کے سامنے یہ کہہ کر پکارا جائے گا کہ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اللہ پر جھوٹی بات کہی۔ (بخاری:٢٤٤١، مسلم :٢٧٦٨)

قیامت کے دن بندے سے کس چیز کے بارے میں سوال کیا جائے گا:

ایک جگہ ہے: ﴿ **وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ إِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ أُولَئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْؤُولًا** ﴾ (اسراء/٣٦) جس بات کی تجھے خبر ہی نہ ہو اس کے پیچھے مت پڑ کیونکہ کان اور آنکھ اور دل ان میں سے ہر ایک سے پوچھ گچھ کی جانے والی ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿ **ويوم يناديهم فيقول أين شركائى الذين كنتم تزعمون ٥** ﴾ (القصص : ٦٢) اور جس دن اللہ تعالیٰ انہیں پکار کر فرمائے گا کہ تم جنہیں اپنے گمان میں میرا شریک ٹھہرا رہے تھے کہاں ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿ **ويوم يناديهم فيقول ماذا اجبتم المرسلين** ﴾ (قصص: ٥٦)

اس دن انہیں بلا کر پوچھے گا کہ تم نے نبیوں کو کیا جواب دیا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿ **فو ربک لنسألنهم أجمعين ٥عما كانوا يعملون ٥** ﴾ (حجر: ٩٣/٩٢) قسم ہے تیرے پالنے والے کی ہم ان سب سے ضرور باز پرس کریں گے , ہر اس چیز کی جو وہ کرتے تھے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿ **واوفوا بالعهد ان العهد كان مسئولا** ﴾(اسراء : ٣٤) اور وعدے پورے کرو کیوں کہ قول وقرار کی باز پرس ہونے والی ہے۔

ایک جگہ ہے: ﴿ **ثم لتسألن يؤمئذ عن النعيم** ﴾ (تکاثر:٨) پھر اس دن تم سے ضرور بالضرور نعمتوں کا سوال ہوگا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿ **فَلَنَسْأَلَنَّ الَّذِينَ أُرْسِلَ إِلَيْهِمْ وَلَنَسْأَلَنَّ الْمُرْسَلِينَ فَلَنَقُصَّنَّ عَلَيْهِم بِعِلْمٍ وَمَا كُنَّا غَآئِبِينَ** ﴾(اعراف:٧/٦) پھر ہم ان لوگوں سے ضرور پوچھیں گے جن کے پاس پیغمبر بھیجے گئے تھے، اور ہم پیغمبروں سے ضرور پوچھیں گے، پھر ہم چونکہ پوری خبر رکھتے ہیں ان کے روبرو بیان کردیں گے، اور ہم کچھ بے خبر نہ تھے۔

٨-حضرت ابو برزہ اسلمی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن بندوں کے دونوں قدم اس وقت تک نہیں ہٹیں گے جب تک کہ اس سے اس کی عمر کے بارے میں نہ پوچھ لیا جائے کہ اس نے کہاں فنا کیا؟ اس سے اس کے علم کے بارے میں نہ پوچھ لیا جائے کہ اس پر کتنا عمل کیا؟ اور اس سے اس مال کے بارے میں نہ پوچھ لیا جائے کہ کہاں سے کمایا؟ اور کہاں خرچ کیا؟ اور اس سے اس کے جسم کے بارے میں نہ پوچھ لیا جائے کہ کہاں استعمال کیا۔
(ترمذی:٢٤١٧، دارمی:٥٤٣)

حساب کی کیفیت: قیامت کے دن دو طرح کے لوگوں کا حساب ہوگا:

١- کچھ لوگوں کا حساب بہت آسان ہوگا یعنی صرف پیشی ہوگی، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس کا حساب لیا گیا وہ ہلاک ہوگیا میں نے کہا اے اللہ کے رسول

کیا اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ:﴿فأما من اوتی کتابه بیمینه ٥فسوف یحاسب حسابا یسیرا ٥﴾ (الانشقاق:۷-۸) جس کے دائیں ہاتھ میں نامۂ اعمال دیا جائے گا اس کا حساب آسان ہوگا۔ (حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا مطلب یہ تھا کہ اس کی رو سے حساب تو مؤمن کا بھی ہوگا لیکن وہ ہلاکت سے دوچار نہیں ہوگا، آپ نے فرمایا یہ تو پیشی ہے (یعنی مؤمن کے ساتھ معاملہ حساب کا نہیں ہوگا، ایک سرسری پیشی ہوگی) جس کا مناقشہ ہوا یعنی پوچھ گچھ ہوئی وہ مارا گیا۔
(بخاری:٦٥٣٧، مسلم:٢٨٧٦)

۲- کچھ لوگوں کا حساب بہت سخت ہوگا اور ان سے ہر چھوٹی اور بڑی چیز کے بارے میں پوچھ گچھ ہوگی اگر انہوں نے صحیح کہا تو ٹھیک ہے ورنہ ان کے منہ پر مہر لگادی جائے گی اور ان کے اعضاء بات کریں گے۔

جیسے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿ الیوم نختم علیٰ افواههم وتکلمنا ایدیهم وتشهد أرجلهم بما کانوا یکسبون ٥﴾ (یٰس:٦٥) ہم آج کے دن ان کے منہ پر مہر لگادیں گے اور ان کے ہاتھ ہم سے باتیں کریں گے اور ان کے پاؤں گواہیاں دیں گے، ان کاموں کی جو وہ کرتے تھے۔

قیامت کے دن سب لوگوں کا حساب ہوگا سوائے ان لوگوں کے جن کو نبی ﷺ نے مستثنیٰ قرار دیا ہے اور وہ اس امت کے ستر ہزار افراد ہیں وہ جنت میں بغیر حساب وکتاب اور بغیر کسی قسم کا عذاب جھیلے داخل ہوں گے۔

کفار کا حساب ہوگا ان کے اعمال قیامت کے دن ان کے سامنے پیش کئے جائیں گے تا کہ انہیں زجر وتوبیخ کیا جا سکے، ان کے عذاب میں فرق ہوگا جس نے زیادہ برائیاں کی ہوں گی ان کا عذاب زیادہ بڑا ہوگا اور جس نے کم برائیاں کی ہوں گی ان کا عذاب کم ہوگا، اور جس نے نیکیاں کی ہوں گی ان کے عذاب میں تخفیف کر دی جائے گی لیکن انہیں جنت میں نہیں داخل کیا جائے گا۔

قیامت کے دن سب سے پہلے محمد ﷺ کی امت کا حساب لیا جائے گا اور سب سے پہلے مؤمن سے نماز کے بارے میں سوال ہوگا پس اگر اس کی نماز صحیح نکلی تو اس کے سارے اعمال صحیح ہوں گے اور اگر نماز فاسد نکلی تو سارے اعمال فاسد ہوں گے اور سب سے پہلے بندوں کے درمیان

جس چیز کا فیصلہ کیا جائے گا وہ خون ہوگا۔

وزن کی کیفیت:

قیامت کے دن بندوں کی نیکیاں اور برائیاں تولی جائیں گی پس جس کی نیکیوں کا پلڑا بھاری ہوگا وہ کامیاب ہوگیا اور جس کی برائیوں کا پلڑا بھاری ہوگا وہ ہلاک ہوگیا، عامل اس کا عمل اور اس کے عمل کا صحیفہ سب تولا جائے گا کیوں کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے درمیان اپنے عدل کا مظاہرہ کرے گا، اور بندہ کے میزان پر سب سے زیادہ وزنی چیز اس کا اچھا اخلاق ہوگا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿والوزن یومئذ الحق فمن ثقلت موازینه فأولئک هم المفلحون ٥ ومن خفت موازینه فأولئک الذین خسروا انفسهم بما کانوا بآیاتنا یظلمون ٥﴾ (اعراف: ۸-۹) اور اس روز وزن بھی برحق ہے پھر جس شخص کا پلہ بھاری ہوگا سو ایسے لوگ کامیاب ہوں گے اور جس شخص کا پلہ ہلکا ہوگا سو یہ وہ لوگ ہوں گے جنہوں نے ہماری آیتوں کے ساتھ ظلم کرتے تھے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن انتہائی موٹا تازہ آدمی آئے گا لیکن اس کا وزن اللہ کے نزدیک ایک مچھر کے پر کے برابر نہ ہوگا۔

اور آپ نے فرمایا کہ تم یہ آیت کریمہ پڑھ لو:﴿فلا نقیم لهم یوم القیامة وزنا ﴾ پس قیامت کے دن ہم ان کوئی وزن قائم نہ کریں گے۔(بخاری:٤٧٢٩، مسلم:٢٧٨٥)

کفار کے اعمال:

کفار ومنافقین کی عبادت واطاعت رائیگاں جائے گی ان پر انہیں کوئی اجر وثواب نہیں ملے گا ان کے اعمال اس راکھ کی طرح ہیں جس پر تیز ہوا آندھی والے دن چلے اور سارے لوگوں کے سامنے کہا جائے گا کہ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے رب پر جھوٹ باندھا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿ومن اظلم ممن افتریٰ علی الله کذبا اولئک یعرضون علی ربهم ویقول الأشهاد هؤلاء الذین کذبوا علی ربهم الالعنة الله علی

الظالمین o ﴾(ھود/۱۸) اس سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا جو اللہ پر جھوٹ باندھے یہ لوگ اپنے پروردگار کے سامنے پیش کئے جائیں گے اور سارے گواہ کہیں گے کہ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے پروردگار پر جھوٹ باندھا خبردار ہو کہ اللہ کی لعنت ہے ظالموں پر۔

ایک جگہ ہے:﴿ مثل الذین کفروا بربھم اعمالھم کرماد اشتدت بہ الریح فی یوم عاصف لا یقدرون مما کسبوا علی شئ ذلک ھو الضلال البعید o﴾ (ابراھیم: ۱۸) ان لوگوں کی مثال جنہوں نے اپنے پالنے والے سے کفر کیا ان کے اعمال مثل اس راکھ کے ہیں جس پر تیز ہوا آندھی والے دن چلے جو بھی انہوں نے کیا اس میں سے کسی چیز پر قادر نہ ہوں گے یہی دور کن گمراہی ہے۔

اعمال کا دیکھنا:

بندوں کے اعمال قیامت کے دن ان کے سامنے پیش کئے جائیں گے اور وہ اپنی آنکھوں سے انہیں دیکھیں گے چاہے وہ چھوٹے اعمال ہوں یا بڑے اعمال ہوں چاہیں اچھے ہوں یا برے ہوں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿یومئذ یصدر الناس اشتاتا لیروا اعمالھم o فمن یعمل مثقال ذرۃ خیرا یرہ o ومن یعمل مثقال ذرۃ شرا یرہ o﴾ (الزلزلۃ: ۶-۸) اس دن لوگ مختلف جماعتیں ہو کر واپس لوٹیں گے تاکہ انہیں ان کے اعمال دکھا دیئے جائیں ذرہ برابر کی ہوگی وہ اسے دیکھ لے گا اور جس نے ذرہ برابر برائی کی ہوگی وہ اسے دیکھ لے گا۔

مؤمن اور کافر کے اعمال کا بدلہ:

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ مؤمن کی ایک نیکی بھی کم نہیں کرے گا اس کا بدلہ دنیا میں بھی دیا جائے گا اور آخرت میں بھی اس کو اس کا بدلہ ملے گا اور کافر نے دنیا میں اللہ کی خاطر جو نیکیاں کی ہیں اسے ان کا بدلہ دنیا میں دے دیا جائے گا اور جب وہ آخرت میں پہنچے گا تو اس کے پاس کوئی نیکی نہ ہوگی جس پر اسے بدلہ دیا جائے۔(مسلم : ۲۸۰۸)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿یَوْمَ یَرَوْنَ الْمَلَائِكَةَ لَا بُشْرَى یَوْمَئِذٍ لِّلْمُجْرِمِینَ وَیَقُولُونَ

حِجْراً مَّحْجُوراً وَقَدِمْنَا إِلَى مَا عَمِلُوا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنَاهُ هَبَاء مَّنْثُوراً﴾ (فرقان: ۲۳/۲۲) جس دن یہ فرشتوں کو دیکھ لیں گے اس دن ان گنہگاروں کو کوئی خوشی نہ ہوگی اور کہیں گے یہ محروم ہی محروم کئے گئے، اور انہوں نے جو اعمال کئے تھے ہم نے ان کی طرف بڑھ کر انہیں پراگندہ ذروں کی طرح کر دیا۔

مومنوں کے بچے جنت میں ایسے ہی داخل ہوں گے جیسے بڑے لوگ داخل ہوں گے، وہ اپنے باپ آدم علیہ السلام کی صورت پر ہوں گے اسی طرح مشرکین کے بچے بھی جنت میں داخل ہوں گے، وہ اسی طرح شادی کریں گے جس طرح بڑے لوگ شادی کریں گے، اور جو شخص دنیا میں شادی شدہ نہیں ہے خواہ وہ مرد ہو یا عورت وہ بھی آخرت میں شادی کرے گا، جنت میں کوئی غیر شادی شدہ نہیں ہوگا۔

حوضِ کوثر

اللہ تعالیٰ نے ہر نبی کا ایک حوض بنایا ہے ہمارے نبی ﷺ کا حوض سب سے بڑا ہے اور اس کا پانی سب سے زیادہ شیریں ہے اور قیامت کے دن اس پر سب سے زیادہ لوگ پانی پینے آئیں گے۔

نبی ﷺ کے حوض کی صفت:

حضرت عبداللہ بن عمرو سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میرا حوض ایک مہینے کی راہ ہے اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید ہے اور مشک سے زیادہ خوشبودار ہے اس کے کوزے آسمان کے ستاروں کی طرح ہیں جو شخص اس حوض کا پانی پیئے گا وہ کبھی پیاسا نہ ہوگا۔ (بخاری: ۶۵۷۹، مسلم: ۲۲۹۲)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میرا حوض اتنا بڑا ہے جتنا یمن کے شہر ایلہ اور صنعاء کے درمیان فاصلہ ہے اور اس میں آسمان کو ستاروں کی تعداد کی طرح (یعنی بے شمار) لوٹے ہیں۔(بخاری: ۶۵۸۰، مسلم: ۲۳۰۳)

حوض سے کس کو ہٹا دیا جائے گا؟

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن میرے اصحاب میں سے کچھ لوگ میرے سامنے آئیں گے لیکن حوض کوثر سے ہٹا دیئے جائیں گے میں کہوں گا کہ اے رب! یہ تو میرے اصحاب ہیں اللہ تعالیٰ فرمائے گا تم نہیں جانتے کہ انہوں نے تمہارے جانے کے بعد کیا کیا نئی نئی چیزیں نکالیں تھیں، یہ پیٹھ پھیر کر الٹے پاؤں لوٹ گئے تھے۔ (یعنی اسلام کی تعلیمات سے پھر گئے تھے) (بخاری: ٦٥٨٥، مسلم: ٢٢٩٠)

پُل صراط

صراط سے مراد ایک پل ہے جو جہنم کے اوپر رکھا جائے گا جس کو پار کر کے مؤمنین جنت تک پہنچیں گے۔

اس پل صراط سے صرف مؤمن لوگ گزریں گے اور کفار ومشرکین میں سے ہر جماعت اس کے پیچھے پیچھے چلے گی جس کی وہ دنیا میں عبادت کرتی تھی چاہے وہ بت رہے ہوں یا شیاطین یا دوسرے جھوٹے معبود یہ لوگ اپنے معبود کے ساتھ جہنم میں پہلے چلے جائیں گے پھر صرف وہ لوگ بچیں گے جو بظاہر صرف اللہ کی عبادت کرتے تھے چاہے وہ سچے مسلمان ہوں یا منافقین ان لوگوں کے لیے پل صراط نصب کیا جائے گا، پھر منافقوں کو مؤمنوں سے اس طرح الگ کر دیا جائے گا کہ وہ سجدہ نہیں کر سکیں گے اور انہیں وہ نور حاصل نہیں ہوگا جو مؤمنوں کو عطا کیا جائے گا پھر منافقین پیچھے کی طرف لوٹیں گے اور جہنم میں گر جائیں گے اور مؤمن پل صراط پار کر کے جنت میں پہنچ جائیں گے۔

پل صراط پر گزرنا حساب اور وزن اعمال کے بعد ہوگا:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَإِن مِّنكُمْ إِلَّا وَارِدُهَا كَانَ عَلَىٰ رَبِّكَ حَتْمًا مَّقْضِيًّا ثُمَّ نُنَجِّي الَّذِينَ اتَّقَوا وَّنَذَرُ الظَّالِمِينَ فِيهَا جِثِيًّا﴾ (مریم: ٧١-٧٢) تم میں سے ہر ایک وہاں ضرور وارد ہونے والا ہے یہ تیرے پروردگار کے ذمہ قطعی فیصل شدہ امر ہے پھر ہم پرہیزگاروں کو تو بچالیں گے اور نافرمانوں کو اسی میں گھٹنوں کے بل گرا ہوا چھوڑ دیں گے۔

پل صراط اور اس پر گزرنے کی صفت:

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی وہ حدیث جس میں اللہ تعالیٰ کو دیکھنے اور پل صراط کی صفت کا بیان کیا ہے اس میں یہ الفاظ ہیں کہ لوگوں نے پوچھا کہ اے اللہ کے رسول! پل کیا ہے آپ نے فرمایا قدموں کو پھسلانے والی جگہ ہے جس کے اندر اچکنے والے ٹیڑھے لوہے اور سلاخیں ہیں اور پھیلا ہوا کانٹے دار پودا ہے جو نجد میں پایا جاتا ہے اور جس کا نام سعدان ہے مؤمن اس پل پر سے پلک جھپکنے کی طرح، بجلی کی طرح، ہوا کی طرح، پرندے کی طرح، تیز رفتار گھوڑوں کی طرح، اور سوار کی طرح گزر جائیں گے چنانچہ بہت سے لوگ صحیح سالم نجات پا جائیں گے اور کچھ لوگوں کو خراشیں آئیں گی لیکن انہیں بھی چھوڑ دیا جائے گا اور جسے بچھاڑ دیا جائے گا وہ جہنم میں گر جائے گا۔ (بخاری: ٧٤٣٩، مسلم: ١٨٣)

سب سے پہلے پل صراط کون پار کرے گا؟

سب سے پہلے محمد ﷺ اور آپ کے امتی پل صراط پار کریں گے اور پل صراط صرف مؤمن پار کریں گے ان کو ان کے ایمان اور اعمال کے مطابق نور دیا جائے گا پھر اس نور کے مطابق وہ اس پل پر سے گزریں گے اور امانت اور قرابت داری پل صراط کے دائیں اور بائیں دونوں جانب کھڑے ہوں گے اور اس دن رسولوں کی زبان پر یہ کلمات ہوں گے اے اللہ تو بچالے اے اللہ! تو بچالے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں جس میں اللہ تعالیٰ کو دیکھنے کا بیان ہے یہ الفاظ ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ پل صراط جہنم کے اوپر رکھ دیا جائے گا اور میں اور میرے امتی اس کو سب سے پہلے پار کریں گے اور اس دن صرف رسول ہی بات کر سکیں گے اور ان کی زبان پر یہ کلمات ہوں گے کہ اے اللہ! تو بچالے اے اللہ! تو بچالے۔ (بخاری: ٨٠٦، مسلم: ١٨٢)

پل صراط پار کرنے کے بعد مؤمن کے لیے کیا ہے؟

جب مؤمن پل صراط پار کر لیں گے تو جنت اور جہنم کے درمیان ایک پل پر روکے جائیں گے پھر ان میں آپس میں جو حقوق ایک دوسرے پر رہ گئے تھے ان کا تصفیہ کیا جائے گا، پھر انہیں جنت میں داخل ہونے کی اجازت دے دی جائے گی۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مؤمن جب

دوزخ سے نجات پا جائیں گے تو جنت اور دوزخ کے درمیان ایک پل پر روکے جائیں گے پھر دنیا میں ایک دوسرے پر انہوں نے جو ظلم کیا تھا اس کا بدلہ ظالم سے مظلوم کو دلایا جائے گا پھر جب وہ پاک وصاف کر دیئے جائیں گے (یعنی کسی کا کوئی حق دوسرے پر نہ رہ جائے گا) تو انہیں جنت میں داخل ہونے کی اجازت دے دی جائے گی، اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں محمد (ﷺ) کی جان ہے ان میں سے ہر شخص اپنا مکان جنت میں اس سے زیادہ پہچان لے گا جتنا وہ دنیا میں اپنا مکان پہچانتا تھا۔(بخاری: ٦٥٣٥)

شفاعت

شفاعت: شفاعت کا مطلب ہے دوسرے کے لیے خیر کا سوال کرنا۔

شفاعت کی قسمیں: قیامت کے دن شفاعت کی دو قسمیں ہیں:

۱-ایک وہ شفاعت جو نبی ﷺ کے لیے خاص ہے، اس کی کئی قسمیں ہیں:

۱-ایک شفاعت عظمیٰ ہے جو میدان حشر میں ہوگی تا کہ اللہ تعالیٰ لوگوں کا فیصلہ جلد کر دے اور یہی مقام محمود ہے جس کو دینے کا وعدہ اللہ تعالیٰ نے آپ سے کیا ہے۔

۲-آپ اپنی امت کے کچھ لوگوں کے لیے سفارش کریں گے چنانچہ وہ جنت میں بغیر حساب و کتاب داخل ہوں گے اور ان کی تعداد ستر ہزار ہوگی اللہ تعالیٰ آپ سے فرمائے گا کہ اپنی امت میں سے ان لوگوں کو جنت کے دائیں دروازہ سے جنت میں داخل کرلو جن کے اوپر کوئی حساب نہیں۔

۳-آپ ان لوگوں کے لیے بھی سفارش کریں گے جن کی نیکیاں اور برائیاں برابر ہوں گی پھر آپ کی سفارش پر انہیں جنت میں داخل کیا جائے گا۔

۴-آپ کچھ لوگوں کے جنت میں درجات بلند ہونے کے لیے دعا کریں گے جو کہ ان کے اعمال کے ثواب سے زیادہ ہوگا۔

۵-آپ اپنے چچا ابوطالب کا عذاب ہلکا ہونے کے لیے سفارش کریں گے۔

۲-نبی ﷺ کی عام سفارش اور آپ کے علاوہ دوسرے انبیاء فرشتوں اور مؤمنوں کی سفارش۔

یہ سفارش اس لیے ہوگی کہ جو لوگ جہنم کے مستحق ٹھہرے ہیں انہیں جہنم میں نہ داخل کیا جائے اور جو لوگ جہنم میں داخل کر دیئے گئے ہیں انہیں جہنم سے نکال لیا جائے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہر نبی کی ایک دعا ہے جسے قبول ہونا ہے چنانچہ ہر نبی نے یہ دعا کرنے میں جلدی کی اور میں نے اپنی دعا چھپا کر رکھی ہے تا کہ قیامت کے دن اپنی امت کے لیے سفارش کروں اور یہ سفارش انشاء اللہ میری امت کے ہر اس شخص کے لیے ہوگی جو اس حال میں مرے کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائے۔

(بخاری: ٦٣٠، مسلم: ١٩٩)

فرشتوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَكَم مِّن مَّلَكٍ فِي السَّمَاوَاتِ لَا تُغْنِي شَفَاعَتُهُمْ شَيْئاً إِلَّا مِن بَعْدِ أَن يَأْذَنَ اللَّهُ لِمَن يَشَاءُ وَيَرْضَى﴾ (النجم: ٢٦) اور بہت سے فرشتے آسمانوں میں ہیں جن کی سفارش کچھ بھی نفع نہیں دے سکتی مگر یہ اور بات ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی خوشی اور اپنی چاہت سے جس کے لیے چاہے اجازت دے دے۔

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: شہید اپنے گھر والوں میں سے ستر آدمیوں کے لیے سفارش کرے گا۔ (ابو داؤد: ٢٥٢٢)

اس سفارش کے لیے دو شرطیں ہیں:

ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ اجازت دے جیسا کہ اس نے فرمایا ہے: ﴿مَن ذَا الَّذِي يَشْفَعُ عِندَهُ إِلَّا بِإِذْنِهِ﴾ (بقرة: ٢٥٥) کون ہے جو اس کی اجازت کے بغیر اس کے سامنے سفارش کر سکے؟

دوسرے یہ کہ اللہ تعالیٰ سفارش کرنے والے سے اور جس کے لیے سفارش کی جائے اس سے خوش ہو۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَلَا يَشْفَعُونَ إِلَّا لِمَنِ ارْتَضَى﴾ (انبیاء: ٢٨) وہ کسی کی بھی سفارش نہیں کرتے بجز ان کے جن سے اللہ خوش ہو۔

کافر کے لیے کوئی سفارش نہیں ہوگی وہ ہمیشہ ہمیش جہنم میں رہے گا اور جنت میں کبھی نہیں جائے

گا اور اگر بالفرض کسی نے سفارش کی بھی تو اس کی سفارش قبول نہیں کی جائے گی۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿فما تنفعهم شفاعة الشافعين ۝﴾ (المدثر:٤٨) پس انہیں سفارش کرنے والوں کی سفارش نفع دے گی۔

نبی ﷺ کی شفاعت طلب کرنا:

جو شخص یہ چاہے کہ نبی ﷺ اس کے لیے سفارش کریں وہ اللہ سے یہ دعا کرے: اے اللہ! مجھے اپنے نبی کی سفارش عطا کر اور اچھا اعمال کرے جیسے اخلاص کے ساتھ تنہا اللہ کی عبادت کرے، نبی ﷺ پر درود بھیجے اور آپ کے لیے اللہ تعالیٰ سے وسیلہ مانگے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن میری سفارش کا مستحق سب سے زیادہ وہ ہوگا جس نے سچے دل سے لا الہ الا اللہ کہا۔
(بخاری:٩٩)

دارالجزاء:

دنیا دارالعمل ہے اور آخرت دارالجزاء ہے لیکن عمل اور سوال جنت اور جہنم میں داخل ہونے کے بعد ہی منقطع ہوگا اور عالم برزخ اور عرصۂ قیامت میں یہ منقطع نہیں ہوگا جیسے کہ دو فرشتے میت سے قبر میں سوال کریں گے اور قیامت کے دن لوگوں سے کہا جائے گا کہ اللہ تعالیٰ کو سجدہ کریں اور پاگلوں کا امتحان ہوگا وغیرہ۔

پھر اللہ تعالیٰ بندوں کے درمیان ان کے ایمان اور اعمال کے مطابق فیصلہ کرے گا، ایک جماعت جنت میں جائے گی اور ایک جماعت جہنم میں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَكَذَٰلِكَ أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ قُرْآنًا عَرَبِيًّا لِّتُنذِرَ أُمَّ الْقُرَىٰ وَمَنْ حَوْلَهَا وَتُنذِرَ يَوْمَ الْجَمْعِ لَا رَيْبَ فِيهِ فَرِيقٌ فِي الْجَنَّةِ وَفَرِيقٌ فِي السَّعِيرِ﴾ (شوریٰ:٧) اسی طرح ہم نے آپ کی طرف عربی قرآن کی وحی کی ہے تاکہ آپ مکہ والوں کو اور اس کے آس پاس کے لوگوں کو خبردار کردیں اور جمع ہونے کے دن سے جس کے آنے میں کوئی شک نہیں

ڈرادیں ایک گروہ جنت میں ہوگا اور ایک گروہ جہنم میں ہوگا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿الملك يومئذ لله يحكم بينهم فالذين آمنوا وعملوا الصالحات في جنات النعيم ۝ والذين كفروا وكذبوا بآياتنا فأولئك لهم عذابٌ مهين﴾ (حج: ٥٦/٥٧) اس دن صرف اللہ ہی کی بادشاہت ہوگی وہی ان میں فیصلے فرمائے گا، ایمان اور نیک عمل والے تو نعمتوں سے بھری جنتوں میں ہوں گے، اور جنہون نے کفر کیا اور ہماری آیتوں کو جھٹلایا ان کے لیے ذلیل کرنے والا عذاب ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿يوم تقوم الساعة يومئذٍ يتفرقون ۝ فأما الذين آمنوا وعملوا الصالحات فهم في روضةٍ يحبرون ۝ وأما الذين كفروا وكذبوا بآياتنا ولقاء الآخرة فأولئك في العذاب محضرون﴾ (روم: ١٤/١٦) اور جس دن قیامت قائم ہوگی اس دن (جماعتیں) الگ الگ ہوجائیں گی، جو ایمان لا کر نیک اعمال کرتے رہے وہ تو جنت میں خوش وخرم کردیئے جائیں گے اور جنہوں نے کفر کیا تھا اور ہماری آیتوں کو اور آخرت کی ملاقات کو جھوٹا ٹھہرایا تھا وہ سب عذاب میں پکڑا دیئے جائیں۔

جنت

جنت سلامتی کا گھر ہے جسے اللہ تعالیٰ نے مؤمن مردوں اور مؤمن عورتوں کے لیے آخرت میں تیار کیا ہے۔

جنت کے بارے میں تفصیل ان شاء اللہ کتاب اللہ اور حدیث رسول سے پیش کی جائے گی۔

جنت کے مشہور نام:

۱- جنت:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿ومن يطع الله ورسوله يدخله جنات تجري من تحتها الانهار خالدين فيها وذلك الفوز العظيم ۝﴾ (نساء:٣١) اور جو اللہ تعالیٰ کی اور اس

کے رسول ﷺ کی فرماں برداری کرے گا اسے اللہ تعالیٰ جنتوں میں لے جائے گا جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے اور یہ بہت بڑی کامیابی ہے۔

۲-جنۃ الفردوس:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿**إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ كَانَتْ لَهُمْ جَنَّاتُ الْفِرْدَوْسِ نُزُلًا**﴾ (کہف/۱۰۷) جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے کام بھی اچھے کئے ہیں یقیناً ان کے لیے الفردوس کے باغات کی مہمانی ہے۔

۳-جنت عدن:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿**هَذَا ذِكْرٌ وَإِنَّ لِلْمُتَّقِينَ لَحُسْنَ مَآبٍ جَنَّاتِ عَدْنٍ مُّفَتَّحَةً لَّهُمُ الْأَبْوَابُ**﴾ (ص:۴۹-۵۰) یہ نصیحت ہے اور یقین مانو کہ پرہیز گاروں کی بڑی اچھی جگہ ہے (یعنی ہمیشگی والی) جنتیں جن کے دروازے ان کے لیے کھلے ہوئے ہیں۔

۴-جنۃ الخلد:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿**قل اذلک خیر ام جنة الخلد التی وعد المتقون کانت لهم جزاء ومصیرا ۝**﴾(فرقان: ۱۵) آپ کہہ دیجئے کہ کیا یہ بہتر ہے یا وہ ہمیشگی والی جنت جس کا وعدہ پرہیز گاروں سے کیا گیا ہے جو ان کا بدلہ ہے اور ان کے لوٹنے کی اصل جگہ ہے۔

۵-جنۃ النعیم:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿ **إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَهُمْ جَنَّاتُ النَّعِيمِ**﴾ (لقمان: ۸) بیشک جن لوگوں نے اسلام قبول کیا اور کام بھی نیک (مطابق سنت) کئے ان کے لیے نعمتوں والی جنتیں ہیں۔

۶-جنۃ المأویٰ:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿**اما الذین آمنوا وعملوا الصالحات فلهم جنات المأویٰ نزلا بما کانوا یعملون ۝**﴾ (سجدہ: ۹۱) جن لوگوں نے اسلام قبول کیا اور نیک اعمال بھی

کئے ان کے لیے ہمیشگی والی جنتیں ہیں مہمان نوازی ہے ان کے اعمال کے بدلے جو وہ کرتے تھے۔

۷-دارالسلام:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿**لهم دار السلام عند ربهم وهو ولیهم بما کانوا یعملون ۝**﴾ (انعام: ۷۲۱) ان لوگوں کے واسطے ان کے رب کے پاس سلامتی کا گھر ہے اور اللہ تعالیٰ ان سے محبت رکھتا ہے ان کے اعمال کی وجہ سے۔

جنت کی جگہ:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿**وفی السماء رزقکم وما توعدون** ﴾ (الذاریات:۲۲) اور تمہاری روزی اور جو تم سے وعدہ کیا جاتا ہے سب آسمان میں ہے۔

ایک جگہ ہے:﴿**ولقد رآہ نزلة أخری ۝عند سدرة المنتهیٰ ۝عندها جنة المأویٰ ۝**﴾ (النجم۱۳-۱۵) اسے تو ایک مرتبہ اور بھی دیکھا تھا سدرۃ المنتہیٰ کے پاس اسی کے پاس جنت الماویٰ ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے، نماز پڑھے اور رمضان کے روزے رکھے تو اللہ پر واجب ہے کہ اس کو جنت میں داخل کر دے۔ چاہے اس نے اللہ کی راہ میں ہجرت کی ہو یا اپنی اس سرزمین میں بیٹھا رہا ہو، جہاں پیدا ہوا ہے، لوگوں نے کہا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ کیا ہم لوگوں کو اس کی خبر نہ دے دیں؟ آپ نے فرمایا: جنت میں سو درجے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے مجاہدین کے لیے تیار کیا ہے ہر دو درجوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا آسمان اور زمین کے درمیان فاصلہ ہے پس جب تم اللہ سے جنت مانگو تو جنت الفردوس مانگو، اس لیے کہ وہ جنت کے بیچ میں ہے اور جنت کا سب سے بلند درجہ ہے اس کے اوپر رحمٰن کا عرش ہے اور اسی سے جنت کی نہریں پھوٹی ہیں۔ (بخاری: ۷۴۲۳)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مؤمن کی موت کا

وقت جب قریب ہوتا ہے تو اس کے پاس رحمت کے فرشتے آتے ہیں پھر جب اس کی روح قبض کر لی جاتی ہے تو اسے سفید ریشم کے کپڑے میں لپیٹ لیا جاتا ہے پھر جب اسے آسمان کے دروازہ کے پاس لایا جاتا ہے تو فرشتے کہتے ہیں کہ اس سے بہتر خوشبو ہم نے نہیں پایا۔(حاکم : ۱۳۰٤، ابن حبان : ۳۰۱۳)

جنت کے دروازوں کے نام:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے جوڑا جوڑا اللہ کے راستے میں خرچ کیا اسے جنت کے دروازوں سے یوں بلایا جائے گا: اے اللہ کے بندے! ادھر آ یہ دروازہ بہت اچھا ہے پس جو کوئی بڑا نمازی ہوگا وہ نماز کے دروازے سے پکارا جائے گا اور جو کوئی مجاہد ہوگا وہ جہاد کے دروازے سے پکارا جائے گا اور جو کوئی روزہ دار ہوگا وہ باب الریان سے پکارا جائے گا اور جو کوئی خیرات کرنے والا ہوگا وہ خیرات کے دروازے سے پکارا جائے گا۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا اے اللہ کے رسول ﷺ آپ میرے ماں باپ پر قربان ہوں جو کوئی ایک ہی دروازہ سے بلایا جائے اس کو بھی کوئی تکلیف نہ ہوگی لیکن کیا کوئی ایسا بھی ہوگا جسے سب دروازوں سے بلایا جائے گا آپ نے فرمایا ہاں اور مجھے امید ہے کہ تم بھی انہیں لوگوں میں سے ہو۔(بخاری:۱۸۹۷، مسلم : ۱۰۲۷)

جنت کے دروازوں کی وسعت:

حضرت عتبہ بن غزوان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم سے یہ بیان کیا گیا کہ جنت کے دروازوں کے پٹوں میں سے دو پٹوں کے درمیان چالیس سال کی مسافت ہے اور اس پر ایک دن ایسا آئے گا کہ وہ لوگوں سے بالکل بھرا ہوا ہوگا۔(مسلم : ۲۹٦۷)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک مرتبہ گوشت لایا گیا...... اس حدیث کے آخر میں ہے کہ آپ نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری (ﷺ) جان ہے جنت کے دروازوں کے پٹوں میں سے دو پٹوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا مکہ اور ہجر

کے درمیان یا مکہ اور بصریٰ کے درمیان کا فاصلہ ہے۔(بخاری : ٤۷۱۲ ،مسلم : ۱۹٤)

جنت کے دروازوں کی تعداد:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿وَسِيقَ الَّذِينَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ إِلَى الْجَنَّةِ زُمَرًا حَتَّى إِذَا جَاؤُوهَا وَفُتِحَتْ أَبْوَابُهَا وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَا سَلَامٌ عَلَيْكُمْ طِبْتُمْ فَادْخُلُوهَا خَالِدِينَ﴾ (زمر: ۷۳) اور جو لوگ اپنے رب سے ڈرتے تھے ان کے گروہ کے گروہ جنت کی طرف روانہ کئے جائیں گے یہاں تک کہ جب اس کے پاس آجائیں گے اور دروازے کھول دئے جائیں گے اور وہاں کے نگہبان ان سے کہیں گے تم پر سلام ہو، تم خوش حال رہو تم اس میں ہمیشہ کے لیے چلے جاؤ۔

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جنت کے آٹھ دروازے ہیں اس میں سے ایک دروازہ کا نام باب الریان ہے جس سے صرف روزہ دار داخل ہوں گے۔ (بخاری : ۳۲۵۷، مسلم:۱۱۵۲)

جنت کے دروازے اہل جنت کے لیے کھلے ہوئے ہیں:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿هَذَا ذِكْرٌ وَإِنَّ لِلْمُتَّقِينَ لَحُسْنَ مَآبٍ جَنَّاتِ عَدْنٍ مُّفَتَّحَةً لَّهُمُ الْأَبْوَابُ﴾ (ص:٤۹-۵۰) یہ نصیحت ہے اور یقین مانو کہ پرہیزگاروں کی بڑی اچھی جگہ ہے (یعنی ہمیشگی والی) جنتیں جن کے دروازے ان کے لیے کھلے ہوئے ہیں۔

دنیا میں کن اوقات میں جنت کے دروازے کھولے جاتے ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جنت کے دروازے، پیر اور جمعرات کو کھولے جاتے ہیں اور ہر اس بندہ کو بخش دیا جاتا ہے جو اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتا ہے سوائے اس آدمی کے جس کے درمیان اور اس کے مسلمان بھائی کے درمیان دشمنی ہو ایسی صورت میں کہا جاتا ہے کہ ان دونوں کو مہلت دو یہاں تک کہ دونوں آپس میں مصالحت کر لیں۔ (مسلم:۲۵٦۵)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب رمضان کا مہینہ

آتا ہے تو جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں وہ جس دروازے سے چاہے داخل ہوجائے۔
(مسلم:۴۳۲)

سب سے پہلے جنت میں کون داخل ہوگا:

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں قیامت کے دن جنت کے دروازہ پر آؤں گا اور دروازے کھولنے کے لیے کہوں گا، جنت کا داروغہ کہے گا کہ تم کون ہو؟ میں کہوں گا محمد ﷺ وہ کہے گا کہ آپ ہی کی وجہ سے مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں آپ سے پہلے کسی کے لیے نہ کھولوں۔ (مسلم : ۱۹۷)

سب سے پہلے کون سی امت جنت میں داخل ہوگی:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہم بعد میں آنے والے لوگ ہیں لیکن قیامت کے دن سب سے آگے ہوں گے، سب سے پہلے جنت میں داخل ہوں گے۔(بخاری:۸۷۶ ، مسلم : ۸۵۵)

جنت میں جوگروہ سب سے پہلے داخل ہوگا:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہ سب سے پہلا جوگروہ جنت میں جائے گا ان کے چہرے چودھویں رات کے چاند کی طرح ہوں گے، پھر ان کے بعد جولوگ جائیں گے ان کے چہرے آسمان میں سب سے زیادہ روشن ستارہ کی طرح ہوں گے، وہ لوگ نہ پیشاب کریں گے اور نہ ہی پائخانہ، نہ تھوکیں گے اور نہ رینٹ نکالیں گے ان کی کنگھیاں سونے کی ہوں گی، ان کا پسینہ مشک کی طرح ہوگا، ان کی انگیٹھیاں اگر کی لکڑی کی ہوں گی، ان کی بیویاں حورعین ہوں گی، وہ ایک آدمی اپنے باپ حضرت آدم (علیہ السلام) کی شکل وصورت و خلقت پر ستر گز لمبے ہوں گے۔(بخاری: ۳۳۲۷، مسلم : ۲۸۳۴)

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میری امت میں سے ستر ہزار یا سات لاکھ افراد اس طرح سے جنت میں جائیں گے کہ ان میں سے بعض بعض کو پکڑے

ہوئے ہوں گے (یعنی برابر صفیں باندھ کر ہاتھ میں ہاتھ ڈالے داخل ہوں گے ان میں کوئی آگے پیچھے نہ ہوگا) یہاں تک کہ اگلے پچھلے سب ایک ساتھ جنت میں داخل ہوجائیں گے۔(مسلم : ۲۹۷۹)

اہل جنت کی عمر:

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اہل جنت جنت میں اس حال میں داخل ہوں گے کہ ان کے جسم میں بال اور داڑھی ومونچھ نہیں ہوگی ان کی آنکھیں سرمئی ہوں گی ان کی عمر تیس یا تینتیس سال ہوگی۔ (احمد: ۷۹۲۰، ترمذی : ۲۰۴۵)

اہل جنت کے چہروں کی صفت:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿إِنَّ الْأَبْرَارَ لَفِي نَعِيمٍ عَلَى الْأَرَائِكِ يَنظُرُونَ تَعْرِفُ فِي وُجُوهِهِمْ نَضْرَةَ النَّعِيمِ﴾ (المطففین : ۲۲-۲۴) یقیناً نیک لوگ بڑی نعمتوں میں ہوں گے مسہریوں پر بیٹھے دیکھ رہے ہوں گے تو ان کے چہروں سے ہی نعمتوں کی تروتازگی پہچان لے گا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ إِلَىٰ رَبِّهَا نَاظِرَةٌ﴾ (قیامة:۲۲-۲۳)
اس روز بہت سے چہرے تروتازہ اور بارونق ہوں گے اپنے رب کی طرف دیکھتے ہوں گے۔

دوسری جگہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وجوه يومئذ ناعمة ٥لسعيها راضية ٥في جنة عالية ٥﴾ (الغاشیة:۸-۱۰) بہت سے چہرے اس دن تروتازہ اور (آسودہ حال) ہوں گے اپنی کوششوں پر خوش ہوں گے، بلند وبالا جنتوں میں ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وجوه يومئذ مسفرة ٥ضاحكة مستبشرة ٥﴾ (عبس/ ۳۸-۳۹) اس دن بہت سے چہرے روشن ہوں گے جو ہنستے ہوئے اور ہشاش بشاش ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وأما الذين ابيضت وجوههم ففي رحمة الله هم فيها خالدون ٥﴾ (آل عمران:۱۰۷) اور سفید چہرے والے اللہ تعالیٰ کی نعمت میں رحمت میں داخل ہوں گے اور اسی میں ہمیشہ رہیں گے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سب سے پہلا گروہ

جو جنت میں جائے گا ان کے چہرے چودھویں رات کے چاند کی طرح ہوں گے اور جو ان کے بعد جائیں گے ان کے چہرے آسمان میں سب سے زیادہ روشن ستارہ کی طرح ہوں گے ان کے دل ایک آدمی کی طرح ہوں گے ان کے درمیان کوئی بغض وحسد نہ ہوگا۔ (بخاری: ۳۲۵۴، مسلم: ۲۸۳۴)

اہل جنت کے استقبال کی صفت:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَسِيقَ الَّذِينَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ إِلَى الْجَنَّةِ زُمَرًا حَتَّى إِذَا جَاءُوهَا وَفُتِحَتْ أَبْوَابُهَا وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَا سَلَامٌ عَلَيْكُمْ طِبْتُمْ فَادْخُلُوهَا خَالِدِينَ﴾ (زمر: ۷۳) اور جو لوگ اپنے رب سے ڈرتے تھے ان کے گروہ کے گروہ جنت کی طرف روانہ کئے جائیں گے یہاں تک کہ جب اس کے پاس آجائیں گے اور دروازے کھول دیئے جائیں گے اور وہاں کے نگہبان ان سے کہیں گے تم پر سلام ہو تم خوش حال رہو تم اس میں ہمیشہ کے لیے چلے جاؤ۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿والملائکة یدخلون علیهم من کل باب ○ سلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار ○﴾ (رعد: ۲۳-۲۴) ان کے پاس فرشتے ہر ہر دروازے سے آئیں گے کہیں گے تم پر سلامتی ہو صبر کے بدلے کیا ہی اچھا بدلہ ہے اس دار آخرت کا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿لا یحزنهم الفزع الاکبر وتتلقاهم الملائکة هذا یومکم الذی کنتم توعدون ○﴾ (انبیاء: ۱۰۳) وہ بڑی گھبراہٹ (بھی) انہیں غمگین نہ کر سکے گی اور فرشتے انہیں ہاتھوں ہاتھ لیں گے، یہی تمہارا وہ دن ہے جس کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا۔

جو لوگ جنت میں بغیر حساب وکتاب داخل ہوں گے:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: (معراج کی رات) امتیں میرے سامنے لائی گئیں کسی نبی کے ساتھ بہت سے آدمی تھے، کسی کے ساتھ تھوڑے سے آدمی تھے، کسی کے ساتھ دس ہی آدمی تھے، کسی کے ساتھ پانچ ہی آدمی تھے، اور کوئی نبی اکیلا بھی گزرا (اس کا ایک بھی امتی نہ تھا) اور میں نے دیکھا تو ایک بڑی جماعت نظر آئی میں نے

حضرت جبرئیل علیہ السلام سے کہا کہ یہ میری امت ہے، انہوں نے کہا نہیں بلکہ تم آسمان کے کنارے دیکھو میں نے دیکھا کہ ایک بڑی جماعت ہے حضرت جبرئیل علیہ السلام نے کہا یہ تمہاری امت ہے ان کے آگے آگے ستر ہزار آدمی ہیں یہ وہ لوگ ہیں جن سے نہ حساب لیا جائے گا نہ ہی ان کو عذاب ہوگا (یعنی بے حساب وکتاب جنت میں داخل ہوں گے) میں نے پوچھا اس کی وجہ کیا ہے، انہوں نے کہا یہ دنیا میں نہ داغتے تھے نہ کوئی جھاڑ پھونک کرتے تھے نہ براشگون لیتے تھے بلکہ اپنے رب پر بھروسہ کرتے تھے۔ (بخاری: ۶۵۴۱، مسلم: ۲۲۰)

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ مجھ سے میرے رب نے یہ وعدہ کیا ہے کہ جنت میں میری امت کے ستر ہزار آدمیوں کو بغیر حساب و کتاب جنت میں داخل کرے گا اور ان کو کوئی عذاب نہ ہوگا اور ہر ہزار کے ساتھ ستر ہزار ہوں گے اور میرے رب کے لپ سے تین لپ۔ (ترمذی: ۲۴۳۷، ابن ماجہ: ۴۲۸۶)

جنت کی زمین اور اس کی عمارت کی صفت:

معراج کی حدیث میں ہے جو حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا: پھر جبرئیل علیہ السلام مجھ کو لے کر چلے یہاں تک کہ سدرۃ المنتہیٰ تک مجھ کو پہنچا دیا اس کو کئی طرح کے رنگوں نے ڈھانپ لیا تھا میں نہیں جانتا وہ کیا تھے، پھر مجھ کو جنت میں لے گئے میں کیا دیکھتا ہوں کہ وہاں موتیوں کے ہار ہیں اور وہاں کی مٹی مشک ہے۔ (بخاری: ۳۳۴۲، مسلم: ۱۶۳)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم نے کہا کہ اے اللہ کے رسول! جنت کس سے بنی ہے آپ نے فرمایا اس میں سونے چاندی کی اینٹیں ہیں اس کا پلاسٹر مشک اُذفر ہے اور اس کی کنکریاں موتی اور یاقوت ہیں اور اس کی مٹی زعفران ہے جو اس میں داخل ہوا وہ نعمت میں رہے گا اور محتاج نہ ہوگا وہ ہمیشہ رہے گا اس کو موت نہیں آئے گی اہل جنت کے کپڑے نہ بوسیدہ ہوں گے اور نہ ان کی جوانی ختم ہوگی۔ (ترمذی: ۲۵۲۶، دارمی: ۲۷۱۷)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ابن صیاد نے نبی ﷺ سے جنت کی مٹی کے

بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا وہ سفید نرم مٹی اور خالص ۔(مسلم : ۲۹۲۸)

اہل جنت کے بالا خانوں کی صفت:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:﴿**والذین آمنوا وعملوا الصالحات لنبوئنهم من الجنة غرفاً تجری من تحتها الانهار خالدين فيها نعم أجر العاملين** o﴾(عنکبوت:۵۸) اور جولوگ ایمان لائے اور نیک کام کئے انہیں ہم یقیناً جنت کے ان بالا خانوں میں جگہ دیں گے جن کے نیچے چشمے بہہ رہے ہیں جہاں وہ ہمیشہ رہیں گے کام کرنے والوں کا کیا ہی اچھا اجر ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿**لكن الذين اتقوا ربهم لهم غرف من فوقها غرف مبنية تجری من تحتها الانهار وعد الله لا يخلف الله الميعاد** o﴾ (زمر/ ۲۰) ہاں وہ لوگ جو اپنے رب سے ڈرتے رہے ان کے لیے بالا خانے ہیں جن کے اوپر بھی بنے بنائے بالا خانے ہیں اور ان کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں رب کا وعدہ ہے اور وہ وعدہ خلافی نہیں کرتا ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جنت میں کچھ ایسے بالا خانے ہیں جن کے باہر کا حصہ اندر سے دکھائی دیتا ہے اور اندر کا حصہ باہر سے دکھائی دیتا ہے ایک دیہاتی نے کہا: اے اللہ کے رسول! یہ کس کے لیے ہے؟ آپ نے فرمایا جو اچھی گفتگو کرے، غریبوں کو کھانا کھلائے، ہمیشہ روزے رکھے، اور رات میں اس وقت اٹھ کر اللہ تعالیٰ کے لیے نماز پڑھے جب لوگ سوتے ہوں۔ (احمد : ۱۳۳۸، ترمذی: ۱۹۸۴)

اہل جت کے محلوں میں فرق:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿**واذا رأيت ثم رأيت نعيما وملكا كبيرا** o﴾ (الانسان: ۲۰) تو وہاں جہاں کہیں بھی نظر ڈالے گا سراسر نعمتیں اور عظیم الشان سلطنت ہی دیکھے گا۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اہل جنت اپنے اوپر والے بالا خانوں کو اس طرح دیکھیں گے جیسے تم روشن ستارے کو جو صبح کے وقت رہ گیا ہو آسمان کے کنارے پورب یا پچھم میں دیکھتے ہو کیوں کہ ان کے درمیان اتنا فرق ہوگا لوگوں نے کہا

:اے اللہ کے رسول! کیا یہ انبیاء کے گھر ہوں گے جہاں ان کے علاوہ کوئی نہیں پہنچ سکے گا آپ نے فرمایا ہاں، اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے ایسے لوگ بھی ہوں گے جو اللہ پر ایمان لائے اور رسولوں کی تصدیق کی۔(بخاری:۳۲۵۶، مسلم:۲۸۳۱)

اہل جنت کے خیموں کی صفت:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿**حور مقصورات فی الخيام** o﴾(رحمن:۷۲) حوریں جو جنتی خیموں میں رہنے والیاں ہیں۔

حضرت عبداللہ بن قیس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جنت میں مؤمن کے لیے ایک خولدار موتی کا خیمہ ہے جس کی لمبائی ساٹھ میل ہے اس میں مؤمن کی بیویاں ہوں گی مؤمن اس میں گھومے گا اور ان میں سے بعض بعض کو نہیں دیکھ سکیں گے۔(بخاری: ۴۸۷۹، مسلم : ۲۸۳۸)

جنت کا بازار:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جنت کے اندر ایک بازار ہے جہاں اہل جنت ہر جمعہ کو آئیں گے پھر شمال سے ایک ہوا چلے گی اور ان کے چہروں اور کپڑوں سے ہو کر گزرے گی جس سے ان کا حسن و جمال اور بڑھ جائے گا پھر جب وہ اپنی بیویوں کے پاس واپس جائیں گے اس حال میں کہ ان کا حسن و جمال اور بڑھ گیا ہوگا تو ان کی بیویاں ان سے کہیں گی کہ ہمارے پاس سے جانے کے بعد تمہارا حسن و جمال تو اور بڑھ گیا، وہ لوگ کہیں گے: خدا کی قسم! ہمارے جانے کے بعد تمہارا حسن و جمال بھی بڑھ گیا ہے۔(مسلم :۲۸۳۳)

جنت کے محلات

جنت میں اللہ تعالیٰ نے بہت سی لذت کی چیزیں بنائی ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿**وعد الله المؤمنين والمؤمنات جنات تجری من تحتها الانهار خالدين فيها ومساكن طيبة فی جنات عدن ورضوان من الله اكبر ذلك**

هو الفوز العظيم o﴾ (توبة : ٧٢) ان صاحب ایمان مردوں اور عورتوں سے اللہ نے ان جنتوں کا وعدہ فرمایا ہے جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں جہاں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہنے والے ہیں اور ان صاف ستھرے پاکیزہ محلات کا جوان ہیشگی والی جنتوں میں ہیں اور اللہ کی رضامندی سب سے بڑی چیز ہے اور زبردست کامیابی ہے۔

اہل جنت کا بچھونا:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿متكئين علىٰ فرش بطائنها من استبرق ﴾(رحمن:٥٤) جنتی ایسے فرشتوں پر تکیہ لگائے ہوئے ہوں گے جن کے استر دبیز ریشم کے ہوں گے اور ان دونوں جنتوں کے میوے بالکل قریب ہوں گے۔

تکیوں اور مسندوں کی صفت:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿ونمارق مصفوفة oوزرابی مبثوثة o﴾ (غاشية:١٥-١٦) اور ایک قطار میں تکیۓ لگے ہوں گے اور مخملی مسندیں پھیلی پڑی ہوں گی۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿متكئين علىٰ رفرف خضر وعبقری حسان o﴾ (رحمن: ٧٦) سبز مسندوں اور عمدہ فرشوں پر تکیہ لگائے ہوئے ہوں گے۔

جنت کی مسہریاں:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿ إِنَّ الْأَبْرَارَ لَفِي نَعِيمٍ عَلَى الْأَرَائِكِ يَنظُرُونَ﴾ (المطففين: ٢٢-٢٣) یقیناً نیک لوگ (بڑی) نعمتوں میں ہوں گے مسہری پر بیٹھے دیکھ رہے ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿متكئين فيها على الارائك لا يرون فيها شمسا ولا زمهريرا o﴾ (الانسان:١٣) یہ وہاں تختوں پر تکیے لگائے ہوئے بیٹھیں ہوں گے نہ وہاں آفتاب کی گرمی دیکھیں گے نہ جاڑے کی سختی۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿إِنَّ أَصْحَابَ الْجَنَّةِ الْيَوْمَ فِي شُغُلٍ فَاكِهُونَ هُمْ وَأَزْوَاجُهُمْ

فِي ظِلَالٍ عَلَى الْأَرَائِكِ مُتَّكِئُونَ ﴾(يس:٥٥-٥٦) جنتی لوگ آج کے اپنے (دلچسپ) مشغلوں میں ہشاش بشاش ہیں وہ اور ان کی بیویاں سایوں میں مسہریوں پر تکیہ لگائے بیٹھے ہوں گے۔

اہل جنت کے تختوں کی صفت:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿وَنَزَعْنَا مَا فِي صُدُورِهِم مِّنْ غِلٍّ إِخْوَانًا عَلَى سُرُرٍ مُّتَقَابِلِينَ﴾ (الحجر: ٤٧) ان کے دلوں میں جو کچھ رنجش وکینہ تھی ہم سب کچھ نکال دیں گے وہ بھائی بھائی بنے ہوئے ایک دوسرے کے آمنے سامنے تختوں پر بیٹھے ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿متكئين على سرر مصفوفة وزوجناهم بحور عين o﴾ (طور: ٢٠) برابر بچھے ہوئے شاندار تختے پر تکیے لگائے ہوئے بیٹھے ہوں گے اور ہم نے ان کا نکاح بڑی بڑی آنکھوں والی (حوروں) سے کر دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿علىٰ سرر موضونة oمتكئين عليها متقابلين o﴾ (واقعة: ١٥-١٦) یہ لوگ سونے کے تاروں سے بنے ہوئے تختوں پر ایک دوسرے کے سامنے تکیہ لگائے بیٹھے ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿فيها سرر مرفوعة o﴾(الغاشية:١٣) اور اس میں اونچے اونچے تخت ہوں گے۔

اہل جنت کے برتنوں کی صفت:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿يطوف عليهم ولدان مخلدون oباكواب وأباريق وكأس من معين o﴾(واقعة : ١٧-١٨)

ان کے پاس ایسے لڑکے جو ہمیشہ لڑکے ہی رہیں گے آمدورفت کریں گے آبخورے اور جگ لے کر اور ایسا جام کہ جو بہتی ہوئی شراب سے پر ہو۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿يطاف عليهم بصحاف من ذهب واكواب وفيها ماتشتهيه

الانفس وتلذ الاعین وأنتم فیها خالدون o﴾(زخرف:۷۱) ان کے چاروں طرف سے سونے کی رکابیاں اور سونے کے گلاسوں کا دور چلایا جائے گا ان کے جی جس چیز کی خواہش کریں اور جس سے ان کی آنکھیں لذت پائیں سب وہاں ہوگا اور تم اس میں ہمیشہ رہو گے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿ویطاف علیهم بآنیة من فضة وأكواب كانت قواریر o قواریر من فضةقدروها تقدیرا o ﴾(انسان:۱۵-۱۶) اوران پر چاندی کے برتنوں اور ان جاموں کا دور کرایا جائے گا جو شیشے کے ہوں گے، شیشے بھی چاندی کے جن کو (ساقی نے) اندازے سے ناپ رکھا ہوگا۔

حضرت عبداللہ بن قیس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جنت میں دو باغ چاندی کے ہیں ان کے برتن اور سب سامان چاندی کے ہیں اور دو باغ سونے کے ہیں ان کے برتن اور سب سامان سونے کے ہیں اور جنۃ عدن میں لوگوں اور اللہ تعالیٰ کو دیکھنے میں کوئی چیز حائل نہ ہوگی فقط ایک بزرگی و کبریاء کی چادر حائل ہوگی جو پروردگار کے منہ پر پڑی ہوگی۔

(بخاری:۷۴۴٤،مسلم:۱۸۰)

اہل جنت کے زیور اور لباس:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿إِنَّ اللَّهَ يُدْخِلُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ يُحَلَّوْنَ فِيهَا مِنْ أَسَاوِرَ مِن ذَهَبٍ وَلُؤْلُؤاً وَلِبَاسُهُمْ فِيهَا حَرِيرٌ﴾(الحج:۲۳) ایمان والوں اور نیک کام کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ ان جنتوں میں لے جائے گا جن کے درختوں تلے سے نہریں بہہ رہی ہیں جہاں وہ سونے کے کنگن پہنائے جائیں گے اور سچے موتی بھی وہاں ان کا لباس خالص ریشم ہوگا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿يُحَلَّوْنَ فِيهَا مِنْ أَسَاوِرَ مِن ذَهَبٍ وَيَلْبَسُونَ ثِيَاباً خُضْراً مِّن سُندُسٍ وَإِسْتَبْرَقٍ مُّتَّكِئِينَ فِيهَا عَلَى الْأَرَائِكِ نِعْمَ الثَّوَابُ وَحَسُنَتْ مُرْتَفَقاً﴾(کهف:۳۱) وہاں یہ سونے کے کنگن پہنائے جائیں گے اور سبز رنگ کے نرم وباریک

اور موٹے ریشم کے لباس پہنیں گے وہاں تختوں کے اوپر تکیے لگائے ہوئے ہوں گے، کیا خوب بدلہ ہے اور کس قدر عمدہ آرام گاہ ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿عَالِيَهُمْ ثِيَابُ سُندُسٍ خُضْرٌ وَإِسْتَبْرَقٌ وَحُلُّوا أَسَاوِرَ مِن فِضَّةٍ وَسَقَاهُمْ رَبُّهُمْ شَرَاباً طَهُوراً﴾(الانسان:۲۱) ان کے جسموں پر سبز باریک اور موٹے ریشمی کپڑے ہوں گے اور انہیں چاندی کے کنگن کا زیور پہنایا جائے گا اور انہیں ان کا رب پاک وصاف شراب پلائے گا۔

قیامت کے دن سب سے پہلے کس کو لباس پہنایا جائے گا:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن سب سے پہلے حضرت ابراہیم خلیل اللہ کو لباس پہنایا جائے گا۔ (بخاری:۶۵۲۶)

اہل جنت کے خادم:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿يطوف عليهم ولدان مخلدون o باكواب واباريق وكأس من معين o﴾(واقعة:۱۷-۱۸) ان کے پاس ایسے لڑکے جو ہمیشہ (لڑکے ہی) رہیں گے آمد ورفت کریں گے آبخورے اور جگ لے کر اور ایسا جام لے کر جو بہتی ہوئی شراب سے پر ہو۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿وَيَطُوفُ عَلَيْهِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُونَ إِذَا رَأَيْتَهُمْ حَسِبْتَهُمْ لُؤْلُؤاً مَّنثُوراً﴾(الانسان:۱۹) اور ان کے اردگرد گھومتے پھرتے ہوں گے وہ کم سن بچے جو ہمیشہ رہنے والے ہیں جب تو انہیں دیکھے گا تو سمجھے گا کہ وہ بکھرے ہوئے سچے موتی ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿ويطوف عليهم غلمان لهم كانهم لؤلؤ مكنون o﴾(طور:۲٤) اور ان کے اردگرد ان کے نوعمر غلام چل پھر رہے ہوں گے گویا کہ وہ موتی تھے جو ڈھکے رکھے تھے۔

جنت میں کھانا پینا

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے پوچھا کہ اہل جنت سب سے پہلے کونسا کھانا کھائیں گے آپ نے فرمایا: مچھلی کے کلیجے کی بڑھی ہوئی نوک (زیادۃ الکبد سے مراد جگر کا چھوٹا سے ٹکڑا جو اسی کے ساتھ ایک جانب میں ہوتا ہے۔)(بخاری: ۳۳۲۹)

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس کھڑا ہوا تھا اتنے میں یہودیوں کا ایک عالم آیا......اس میں یہ الفاظ بھی ہیں کہ اس یہودی نے آپ سے پوچھا کہ سب سے پہلے کن لوگوں کو جنت میں جانے کی اجازت دی جائے گی؟ آپ نے فرمایا مہاجرین کے فقراء ، یہودی نے کہا کہ جب وہ جنت میں داخل ہوں گے تو ان کے سامنے کیا تحفہ پیش کیا جائے گا؟ آپ نے فرمایا مچھلی کے کلیجے کی بڑھی ہوئی نوک، اس نے کہا کہ اس کے بعد ان کی غذا کیا ہوگی؟ آپ نے فرمایا کہ ان کے لیے جنت کا ایک بیل ذبح کیا جائے گا جو کہ جنت کے کنارے چرتا تھا۔ اس یہودی نے کہا کہ اس کے بعد وہ کیا پئیں گے؟ آپ نے فرمایا کہ ایک چشمے کا پانی پئیں گے جس کا نام سلسبیل ہوگا۔ (مسلم: ۳۱۵)

اہل جنت کے کھانے کی صفت:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿**ادخلوا الجنة انتم وأزواجكم تحبرون ٥يطاف عليهم بصحاف من ذهب وأكواب وفيها ما تشتهيه الانفس وتلذ الاعين وانتم فيها خالدون ٥**﴾(زخرف: ۷۰-۷۱) تم اور تمہاری بیویاں ہشاش بشاش (راضی خوشی) جنت میں چلے جاؤ ان کے چاروں طرف سے سونے کی رکابیاں اور سونے کے گلاسوں کا دور چلایا جائے گا ان کے جی جس چیز کی خواہش کریں گے اور جس سے ان کی آنکھیں لذت پائیں گی سب وہاں ہوگا اور تم اس میں ہمیشہ رہو گے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿**مثل الجنة التى وعد المتقون تجرى من تحتها الانهار اكلها دائم وظلها**﴾ (رعد: ۳۵) اس جنت کی صفت جس کا وعدہ پرہیزگاروں سے کیا گیا ہے یہ ہے کہ اس کے نیچے سے نہریں بہہ رہی ہیں اس کا میوہ ہمیشگی والا ہے اور اس کا سایہ بھی۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿**وفاكهة مما يتخيرون ٥ولحم طير مما يشتهون ٥**﴾ (واقعة: ۲۰-۲۱) اور ایسے میوے لیے ہوئے جوان کی پسند کے ہوں اور پرندوں کے گوشت جو انہیں مرغوب ہوں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿**كلوا واشربوا هنيئا بما أسلفتم فى الايام الخالية ٥**﴾ (الحاقة: ۲٤) (ان سے کہا جائیگا) کہ مزے سے کھاؤ، پیو اپنے ان اعمال کے بدلے جو تم نے گذشتہ زمانے میں کیئے تھے۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: زمین قیامت کے دن ایک روٹی کی مانند ہوگی اللہ تعالیٰ جنتیوں کی مہمانی کرنے کے لیے اس کو اپنے ہاتھ میں ایسے ہی الٹے پلٹے گا جیسے تم میں سے کوئی شخص سفر میں اپنی روٹی الٹتا پلٹتا ہے اس حدیث میں یہ الفاظ بھی ہیں کہ اس کے بعد ایک یہودی شخص آیا اس نے کہا کہ کیا میں تمہیں یہ نہ بتاؤں کہ جنتیوں کا سالن کیا ہوگا ان کا سالن بالام اور نون ہوگا صحابہ نے کہا کہ بالام اور نون کیا ہے، اس نے کہا بیل اور مچھلی یہ بیل اور مچھلی اتنے بڑے ہوں گے کہ ان کے کلیجے کا لٹکا ہوا ٹکڑا ستر ہزار آدمی کھائیں گے۔

(بخاری: ٦٥٢٠، مسلم: ۲۷۹۲)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ اہل جنت کھائیں گے، پئیں گے، لیکن نہ تھوکیں گے نہ پیشاب کریں گے نہ پائخانہ کریں گے نہ رینٹ صاف کریں گے۔ لوگوں نے کہا کہ پھر کھانا کہاں جائے گا؟ آپ نے فرمایا کہ وہ ڈکار لیں گے اور پسینہ نکالیں گے جو کہ مشک کے پسینے کی طرح ہوگا (جس سے کھانا پینا زائل ہوجائے گا) انہیں تسبیح و تمہید کا الہام ایسے ہی کیا جائے گا جیسے کہ سانس لینے کا الہام کیا جاتا ہے۔ (مسلم: ۲۸۳۵)

حضرت عتبہ بن عبد سلمی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا، اتنے میں ایک دیہاتی آیا اور کہنے لگا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ میں نے آپ کو جنت میں ایک درخت کا ذکر کرتے ہوئے سنا ہے لیکن میرے علم میں دنیا میں اس درخت سے زیادہ کسی درخت میں کانٹے نہیں ہیں، یعنی ببول کا درخت، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ہر کانٹے کی جگہ خصی بکرے کے خصیہ کی طرح (گانٹھ) کردے گا جس میں ستر قسم کا کھانا ہوگا ان میں کوئی قسم دوسری قسم کے مشابہ نہ ہوگی (بلکہ ہر ایک کا مزہ الگ الگ ہوگا) (طبرانی فی الکبیر: ٧-١٣٠، مسندالشامیین: ٢-٢٨٢، السلسلة الصحيحة: ٢٧٣٤)

اہل جنت کے پینے کی صفت:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿إِنَّ الْأَبْرَارَ يَشْرَبُونَ مِن كَأْسٍ كَانَ مِزَاجُهَا كَافُوراً﴾ (الانسان: ٥) بیشک نیک لوگ وہ جام پئیں گے جس کی آمیزش کافور کی ہے۔

ایک جگہ ہے: ﴿ويسقون فيها كأسا كان مزاجها زنجبيلا ٥﴾ (الانسان: ١٧) اور انہیں وہاں وہ جام پلائے جائیں گے جن کی آمیزش زنجبیل کی ہوگی۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿يسقون من رحيق مختوم ٥ ختامه مسك وفي ذلك فليتنافس المتنافسون ٥ ومزاجه من تسنيم ٥ عينا يشرب بها المقربون ٥﴾ (المطففين: ٢٥-٢٨) یہ لوگ سربمہر خالص شراب پلائے جائیں گے جس پر مشک کی مہر ہوگی سبقت لے جانے والوں کو اس میں سبقت کرنی چاہئے اور اس کی آمیزش تسنیم کی ہوگی (یعنی) وہ چشمہ جس کا پانی مقرب لوگ پئیں گے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کوثر جنت میں ایک نہر ہے جس کے دونوں کنارے سونے کے ہیں اور وہ موتی اور یاقوت پر بہتا ہے اس کی مٹی مشک سے زیادہ خوشبودار ہے، اس کا پانی شہد سے زیادہ میٹھا اور برف سے زیادہ سفید ہے۔

(ترمذی: ٣٣٦١، ابن ماجه: ٤٣٣٤)

جنت کے درختوں اور پھلوں کی صفت:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿ودانية عليهم ظلالها وذللت قطوفها تذليلا ٥﴾ (الانسان: ١٤) ان جنتیوں کے سائے ان پر جھکے ہوئے ہوں گے اور ان کے (میوے اور) گچھے نیچے لٹکائے ہوئے ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي ظِلَالٍ وَعُيُونٍ وَفَوَاكِهَ مِمَّا يَشْتَهُونَ﴾ (المرسلات: ٤١-٤٢) بیشک پرہیزگار لوگ سایوں میں ہیں اور بہتے چشموں میں اور ان میووں میں جن کی وہ خواہش کریں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿متكئين فيها يدعون فيها بفاكهة كثيرة وشراب ٥﴾ (ص: ٥١) جنت میں بافراغت تکیے لگائے بیٹھے ہوئے طرح طرح کے میوے اور قسم قسم کی شرابوں کی فرمائشیں کررہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿ولهم فيها من كل الثمرات﴾ (محمد: ١٥) اور ان کے لیے وہاں ہر قسم کے میوے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿إِنَّ لِلْمُتَّقِينَ مَفَازاً حَدَائِقَ وَأَعْنَاباً﴾ (نباء: ٣١-٣٢) یقیناً پرہیزگاروں کے لیے کامیابی ہے باغات ہیں اور انگور ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿فيهما من كل فاكهة زوجان ٥﴾ (رحمن: ٥٢) ان دونوں جنتوں میں ہر قسم کے میووں کی دو قسمیں ہوں گی۔

﴿فيهما فاكهة ونخل ورمان ٥﴾ (رحمن: ٦٨) ان دونوں میں میوے اور کھجور اور انار ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿يدعون فيها بكل فاكهة آمنين ٥﴾ (الدخان: ٥٥) دل جمعی کے ساتھ وہاں ہر طرح کے میووں کی فرمائشیں کرتے ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿واصحاب اليمين ما اصحاب اليمين ٥ في سدر مخضود

oوطلح منضود oوظل ممدود oوماء مسکوب oوفاکھة کثیرة oلا مقطوعة ولا ممنوعة o﴾(واقعة:۲۷-۳۳) اور داہنے ہاتھ والے کیا ہی اچھے ہیں داہنے ہاتھ والے، وہ بغیر کانٹوں کی بیریوں اور تر بہ تر کیلوں اور لمبے لمبے سایوں اور بہتے ہوئے پانیوں اور بکثرت پھلوں میں جو نہ ختم ہوں اور نہ روک لیے جائیں اس میں قیام فرما ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿فی جنة عالیة oقطوفها دانیة oکلوا واشربوا هنیئا بما اسلفتم فی الایام الخالیة o﴾ (الحاقة:۲۲-۲۴) بلند وبالا جنت میں جس کے میوے جھکے پڑے ہوں گے (ان سے کہا جائے گا) کہ مزے سے کھاؤ، پیو اپنے اعمال کے بدلے جو تم نے گزشتہ زمانے میں کیئے۔

معراج کی حدیث میں ہے جو حضرت مالک بن صعصعہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: پھر مجھے سدرۃ المنتہیٰ تک لے جایا گیا میں کیا دیکھتا ہوں کہ اس کے بیر ہجر کے مٹکوں کے برابر ہیں اور اس کے پتے ہاتھی کے کان کی طرح ہیں اس کی جڑ سے چار ندیاں پھوٹی ہیں دو تو بند (ڈھانپی ہوئی) اور دو کھلی ہوئی ہیں میں نے حضرت جبرئیل علیہ السلام سے اس کے بارے میں پوچھا انہوں نے کہا کہ بند ندیاں تو جنت میں گئیں ہیں اور کھلی ندیاں (دنیا میں) نیل وفرات ہیں۔
(بخاری: ۳۲۰۷، مسلم: ۱۶۲)

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جنت میں ایک درخت ہے جس کے سایہ میں اگر تیز رفتار دوڑ کے مقابلے کے لیے تیار کئے گئے گھوڑے کا سوار سو برس تک چلتا رہے جب بھی اسے ختم نہیں کر سکے گا۔ (بخاری: ۶۵۵۳، مسلم: ۲۸۲۸)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جنت میں جو بھی درخت ہے اس کا تنہ سونے کا ہے۔ (ترمذی: ۲۵۲۵، ملاحظہ ہو صحیح الجامع: ۵۶۴۷)

جنت کی نہریں:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿ا ن الذین آمنوا وعملوا الصالحات لهم جنات تجری من

تحتها الانهار ذلک الفوز الکبیر o﴾(البروج: ۱۱) بیشک ایمان قبول کرنے والوں اور نیک کام کرنے والوں کے لیے وہ باغات ہیں جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿مثل الجنة التی وعد المتقون فیها انهار من ماء غیر آسن وانهار من لبن لم یتغیر طعمه وأنهار من خمر لذة للشار بین وأنهار من عسل مصفی ولهم فیهامن کل الثمرات ومغفرة من ربهم ﴾ (محمد:۱۵) اس جنت کی صفت جس کا پرہیزگاروں سے وعدہ کیا گیا ہے یہ ہے کہ اس میں پانی کی نہریں ہیں جو بدبو کرنے والا نہیں اور دودھ کی نہریں ہیں جن کا مزہ نہیں بدلا، اور شراب کی نہریں ہیں جن میں پینے والوں کے لیے بڑی لذت ہے اور نہریں ہیں شہد کی جو بہت صاف ہیں اور ان کے لیے وہاں ہر قسم کے میوے ہیں اور ان کے رب کی طرف سے مغفرت ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي جَنَّاتٍ وَنَهَرٍ فِي مَقْعَدِ صِدْقٍ عِندَ مَلِيكٍ مُّقْتَدِرٍ ﴾ (القمر: ۵۴-۵۵) یقیناً ہمارا ڈر رکھنے والے جنتوں اور نہروں میں ہوں گے راستی اور عزت کی بیٹھک میں قدرت والے بادشاہ کے پاس۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں جنت میں چل رہا تھا اتنے میں ایک نہر دکھائی دی جس کے کناروں پر خولدار موتیوں کے گنبد بنے تھے میں نے حضرت جبرئیل علیہ السلام سے پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا یہی وہ کوثر ہے جسے اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا کیا ہے پھر میں نے دیکھا کہ اس کی خوشبو یا اس کی مٹی تیز مشک کی طرح تھی۔ (بخاری: ۶۵۸۱)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا سیحان وجیحان اور فرات ونیل سب جنت کی نہریں ہیں۔ (مسلم: ۲۸۳۹)

جنت کے چشمے:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي جَنَّاتٍ وَعُيُونٍ ﴾ (الحجر: ۴۵) پرہیزگار جنتی لوگ باغوں اور چشموں میں ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿إِنَّ الْأَبْرَارَ يَشْرَبُونَ مِن كَأْسٍ كَانَ مِزَاجُهَا كَافُوراً عَيْناً يَشْرَبُ بِهَا عِبَادُ اللَّهِ يُفَجِّرُونَهَا تَفْجِيراً﴾ (الانسان:٥-٦) بیشک نیک لوگ وہ جام پیئیں گے جس کی آمیزش کافور کی ہے جو ایک چشمہ ہے جسے اللہ کے بندے پیئیں گے اس کی نہریں نکال لے جائیں گے (جدھر چاہیں)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿ومزاجه من تسنيم ٥عينا يشرب بها المقربون ٥﴾ (المطففين: ٢٧-٢٨) اور اس کی آمیزش تسنیم کی ہوگی (یعنی) وہ چشمہ جس کا پانی مقرب لوگ پیئیں گے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿فيهما عينان تجريان ٥﴾(رحمن: ٥٠) ان دونوں جنتوں میں دو بہتے ہوئے چشمے ہیں۔

﴿فيهما عينان نضاختان ٥﴾(رحمن:٦٦) ان میں دو (جوش سے) ابلنے والے چشمے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿ويسقون فيها كأسا كان مزاجها زنجبيلا ٥عينا فيها تسمىٰ سلسبيلا ٥﴾(الانسان:١٧-١٨) اور انہیں وہاں وہ جام پلائے جائیں گے جن کی آمیزش زنجبیل کی ہوگی جنت کی ایک نہر ہے جس کا نام سلسبیل ہے۔

اہل جنت کی عورتیں:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿للذين اتقوا عند ربهم جنات تجرى من تحتها الانهار خالدين فيها وأزواج مطهرة ورضوان من الله والله بصير بالعباد ٥﴾(آل عمران: ١٥) تقویٰ والوں کے لیے ان کے رب تعالیٰ کے پاس جنتیں ہیں جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے اور پاکیزہ بیویاں اور اللہ تعالیٰ کی رضامندی ہے سب بندے اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿إِنَّا أَنشَأْنَاهُنَّ إِنشَاءً فَجَعَلْنَاهُنَّ أَبْكَاراً عُرُباً أَتْرَاباً﴾ (واقعة:٣٥-٣٧) ہم نے ان کی بیویوں کو خاص طور پر بنایا ہے اور ہم نے انہیں کنواریاں بنادیا ہے، محبت والی اور ہم عمر ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿وعندهم قاصرات الطرف عين ٥كأنهم بيض مكنون٥﴾ (الصافات: ٤٨-٤٩) اور ان کے پاس نیچی نظروں، بڑی بڑی آنکھوں والی (حوریں) ہوں گی ایسی جیسے چھپائے ہوئے انڈے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿وحورعين ٥كأمثال اللؤلؤ المكنون ٥جزاء بما كانوا يعملون ٥﴾ (الواقعة: ٢٢-٢٤) اور بڑی بڑی آنکھوں والی حوریں جو چھپے ہوئے موتیوں کی طرح ہیں یہ صلہ ہے ان کے اعمال کا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿فِيهِنَّ قَاصِرَاتُ الطَّرْفِ لَمْ يَطْمِثْهُنَّ إِنسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَانٌّ فَبِأَيِّ آلَاء رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ كَأَنَّهُنَّ الْيَاقُوتُ وَالْمَرْجَانُ﴾(الرحمن:٥٦-٥٨) وہاں (شرمیلی) نیچی نگاہ والی حوریں ہیں جنہیں ان سے پہلے کسی جن وانس نے ہاتھ نہیں لگایا پس اپنے پالنے والے کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے وہ حوریں مثل یاقوت اور مونگے کے ہوں گی۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿فيهن خيرات حسان ٥فبأيّ آلاء ربكما تكذبان ٥حور مقصورات فى الخيام ٥﴾ (رحمن: ٧٠-٧٢) ان میں نیک سیرت خوبصورت عورتیں ہیں پس تم اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے (گوری رنگت کی) حوریں جنتی خیموں میں رہنے والیاں ہیں۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: اللہ کی راہ میں صبح و شام کو چلنا دنیا و مافیہا سے بہتر ہے اور جنت میں ایک کمان یا ایک کوڑے برابر جگہ دینا دنیا و مافیہا سے بہتر ہے اور اگر جنت کی کوئی عورت (حور) زمین والوں کو جھانکے تو زمین سے آسمان تک روشن ہو جائے اور خوشبو سے مہک جائے اور حور کی اوڑھنی دنیا و مافیہا سے بہتر ہے۔(بخاری: ٢٧٩٦، مسلم: ١٨٨٠)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: پہلا گروہ جو جنت میں جائے گا ان کے چہرے چودہویں رات کے چاند کی طرح چمکتے ہوں گے ان کے بعد جو لوگ

جنت میں جائیں گے ان کے چہرے آسمان میں سب سے زیادہ روشن ستارے کی طرح ہوں گے ان میں سے ہر ایک کے پاس دو دو بیویاں ہونگی جن کی پنڈلی کا مغز گوشت کے پرے سے دکھائی دے گا اور جنت میں کوئی غیر شادی شدہ نہ ہوگا۔ (بخاری: ٣٢٤٦، مسلم: ٢٨٣٤)

جنت کی خوشبو:

یہ خوشبو ان کے منازل ودرجات کے اختلاف کے اعتبار سے مختلف ہوگی۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے کسی معاہد (ذمی کافر) کو قتل کیا اسے جنت کی خوشبو نہیں ملے گی حالانکہ اس کی خوشبو ایسی ہے کہ چالیس سال کی راہ تک پہنچتی ہے۔(بخاری: ٣١٦٦)

ایک روایت میں یہ ہے کہ اس کی خوشبو ستر سال کی راہ تک پہنچتی ہے۔(ترمذی: ١٤٠٣، ابن ماجہ: ٢٦٨٧)

اہل جنت کی بیویوں کے گانے:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اہل جنت کی بیویاں اپنے شوہروں کے لیے سب سے اچھی آواز میں جس کو کبھی کسی نے نہ سنی ہوگی گائیں گی، وہ جو گانے گائیں گی ان میں سے بعض گانے یہ ہوں گے:

"نحن خير الحسان، ازواج قوم كرام، ينظرن بقرة اعيان، نحن الخالدات فلا يمتنه ، نحن الآمنات فلا يخفنه ، نحن الميقات فلا يظعنه " (طبرانی فی الاوسط: ٤٩١٧)

جنت میں لڑکا:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مؤمن اگر جنت میں لڑکا چاہے گا تو اس کا حمل، اس کی ولادت اور اس کی عمر ایک گھنٹے میں مکمل ہوجائے گی جیسے وہ چاہے گا۔(احمد: ١١٠٧٩، ترمذی/٢٥٦٣)

اہل جنت کا جماع:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿إِنَّ أَصْحَابَ الْجَنَّةِ الْيَوْمَ فِي شُغُلٍ فَاكِهُونَ هُمْ وَأَزْوَاجُهُمْ فِي ظِلَالٍ عَلَى الْأَرَائِكِ مُتَّكِؤُونَ﴾(یس: ٥٥-٥٦) جنتی لوگ آج کے دن اپنے (دلچسپ) مشغلوں میں ہشاش بشاش ہیں وہ اور ان کی بیویاں سایوں میں مسہریوں پر تکیہ لگائے بیٹھے ہوں گے۔

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جنتی مرد کو کھانے پینے شہوت وجماع میں سو آدمی کی قوت دی جائے گی، ایک یہودی نے کہا کہ جو کھائے گا اور پئے گا اسے قضاء حاجت کے لیے جانا پڑے گا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس کی قضاء حاجت پسینہ ہے جو اس کے چمڑے سے نکل جائے گا پھر اس کا پیٹ سکڑ جائے گا۔ (طبرانی، معجم کبیر: ٥-١٧٨، دارمی: ٢٧٢١، ملاحظہ ہو صحیح الجامع: ١٦٢٧)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا کہ کیا جنت میں ہم اپنی بیویوں تک پہنچیں گے؟ آپ نے فرمایا: کہ آدمی ایک دن میں سو باکرہ عورتوں کے پاس جائے گا۔(طبرانی فی الاسناد: ٥٢٦٣، ابو نعیم فی صفة الجنة : ٣٧٣، ملاحظہ ہو السلسلة الصحيحة: ٣٦٧)

اہل جنت کی نعمت ہمیشہ رہے گی:

اہل جنت جب جنت میں داخل ہوں گے تو فرشتے ان کو ہاتھوں ہاتھ لیں گے اور انہیں اس نعمت کی خوشخبری دیں گے جو جنت میں ہے اور اس میں ہمیشہ ہمیش رہنے کی خوشخبری دیں گے یہ خوشخبری ایسی ہوگی کہ اس کی طرح انہوں نے کبھی کوئی خوشخبری نہیں سنی ہوگی۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿مثل الجنة التي وعد المتقون تجري من تحتها الأنهار أكلها دائم وظلها تلك عقبى الذين اتقوا وعقبىٰ الكافرين النار ۝﴾ (رعد: ٥٣) اس جنت کی صفت، جس کا وعدہ پرہیزگاروں سے کیا گیا ہے یہ ہے کہ اس کے نیچے

سے نہریں بہہ رہی ہیں، اس کا میوہ ہمیشگی والا ہے اور اس کا سایہ بھی، یہ ہے انجام پرہیزگاروں کا، اور کافروں کا انجام کار دوزخ ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: (جنت میں) ایک پکارنے والا پکارے گا کہ اب تم ہمیشہ ہمیش تندرست رہو گے اور کبھی بیمار نہ ہو گے اور تم ہمیشہ زندہ رہو گے اور کبھی نہیں مرو گے اور تم ہمیشہ جوان رہو گے کبھی بوڑھے نہیں ہو گے اور ہمیشہ نعمت میں رہو گے کبھی محتاج نہیں ہو گے۔

اللہ تعالیٰ نے یہی بات اس آیت کریمہ میں کہی ہے: ﴿ونودوا أن تلكم الجنة أورثتموها بما كنتم تعملون﴾ (مسلم:٢٨٣٧) حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ لوگوں نے پوچھا اے اللہ کے رسول! کیا اہل جنت سوئیں گے، آپ نے فرمایا نہیں، نیند موت کا بھائی ہے۔ (بزار:٣٥١٧ السلسلة الصحيحة:١٠٨٧)

جنت کے درجات:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿انظر كيف فضلنا بعضهم على بعض وللآخرة اكبر درجات واكبر تفضيلا o﴾ (الاسراء:٢١)

دیکھ لے کہ ان میں بعض کو بعض پر ہم نے کس طرح فضیلت دے رکھی ہے اور آخرت تو درجوں میں اور بھی بڑھ کر ہے اور فضیلت کے اعتبار سے بھی بہت بڑی ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿ومن يأته مؤمنا قد عمل الصالحات فأولئك لهم الدرجات العلیٰ o جنات عدن تجری من تحتها الانهار خالدين فيها وذلك جزاء من تزكیٰ o﴾ (طٰہٰ:٧٥-٧٦) اور جو بھی اس کے پاس ایماندار ہوکر حاضر ہوگا اور اس نے اعمال بھی نیک کئے ہوں گے اس کے لیے بلند و بالا درجے ہیں، ہمیشگی والی جنتیں ہیں جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں جہاں وہ ہمیشہ (ہمیش) رہیں گے یہی انعام ہے ہر اس شخص کا جو پاک ہوا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿والسابقون السابقون o اولئك المقربون o فی جنات

النعيم o ثلة من الاولين o وقليل من الآخرين o﴾ (واقعة:١٠-١٤) اور جو آگے والے ہیں وہ تو آگے والے ہی ہیں اور وہ بالکل نزدیکی حاصل کئے ہوئے ہیں، نعمتوں والی جنتوں میں ہیں (بہت بڑا) گروہ تو اگلے لوگوں میں ہوگا اور تھوڑے سے پچھلے لوگوں میں سے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے اور نماز قائم کرے اور رمضان کے روزے رکھے تو اللہ پر واجب ہے کہ اس کو جنت میں داخل کرے خواہ وہ جہاد کرے یا اسی سرزمین میں بیٹھا رہے جہاں پیدا ہوا ہے (اور جہاد کا موقع نہ پائے) لوگوں نے کہا: اے اللہ کے رسول! کیا ہم لوگوں کو یہ خوشخبری نہ سنا دیں، آپ نے فرمایا: جنت میں سو درجے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے جہاد کرنے والوں کے لیے تیار کیا ہے ہر دو درجوں میں اتنا فاصلہ ہے جتنا آسمان و زمین میں ہے پس اللہ تعالیٰ سے جب تم جنت مانگو تو جنت الفردوس مانگو اس لیے کہ فردوس جنت کا سب سے اونچا درجہ ہے اور بیچ کا حصہ ہے (راوی کہتے ہیں کہ) میرا خیال ہے کہ آپ نے یہ کہا کہ اوپر پروردگار کا عرش ہے اور جنت کی نہریں فردوس سے پھوٹی ہیں۔ (بخاری:٢٧٩٠)

مؤمن کی ذریت بھی اس درجے میں کردی جائے گی اگرچہ ان کے اعمال اس سے کم ہوں:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَالَّذِينَ آمَنُوا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُم بِإِيمَانٍ أَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَمَا أَلَتْنَاهُم مِّنْ عَمَلِهِم مِّن شَيْءٍ ۚ كُلُّ امْرِئٍ بِمَا كَسَبَ رَهِينٌ﴾ (طور:٢١) اور جو لوگ ایمان لائے اور ان کی اولاد نے بھی ایمان میں اس کی پیروی کی ہم ان کی اولاد کو ان تک پہنچا دیں گے اور ان کے عمل سے ہم کچھ کم نہ کریں گے ہر شخص اپنے اپنے اعمال کا گروی ہے۔

جنت کا سایہ:

﴿والذين آمنوا وعملوا الصالحات سندخلهم جنات تجری من تحتها الانهار خالدين فيها أبدا لهم فيها أزواج مطهرة وندخلهم ظلاً

ظليلاً ۞﴾ (نساء:٥٧) اور جو لوگ ایمان لائے اور شائستہ اعمال کئے ہم عنقریب انہیں ان جنتوں میں لے جائیں گے جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں، جن میں وہ ہمیشہ ہمیش رہیں گے، ان کے لیے وہاں صاف ستھری بیویاں ہوں گی اور ہم انہیں گھنی چھاؤں (اور پوری راحت) میں لے جائیں گے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿واصحاب اليمين ما أصحاب اليمين ۞ في سدر مخضود ۞ وطلح منضود ۞ وظل ممدود ۞﴾ (واقعة:٢٧-٣٠) اور داہنے ہاتھ والے کیا ہی اچھے ہیں داہنے ہاتھ والے وہ بغیر کانٹوں کی بیریوں اور تہ بہ تہ کیلوں اور لمبے لمبے سایوں میں ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿متكئين فيها على الارائك لا يرون فيها شمسا ولا زمهريرا ۞ ودانية عليهم ظلالها وذللت قطوفها تذليلا ۞﴾ (دھر:١٣-١٤) یہ وہاں تختوں پر تکیے لگائے ہوئے بیٹھیں گے، نہ وہاں آفتاب کی گرمی دیکھیں گے نہ جاڑے کی سختی ان جنتوں کے سائے ان پر جھکے ہوئے ہوں گے اور ان کے (میوے اور) گچھے نیچے لٹکائے ہوئے ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿مثل الجنة التي وعد المتقون تجري من تحتها الانهار اكلها دائم وظلها ﴾ (رعد/٣٥) اس جنت کی صفت جس کا وعدہ پرہیزگاروں سے کیا گیا ہے یہ ہے کہ اس کے نیچے سے نہریں بہہ رہی ہیں اس کا میوہ ہمیشگی والا ہے اور اس کا سایہ بھی۔

جنت کی بلندی اور وسعت:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وجوه يؤمئذ ناعمة ۞ لسعيها راضية ۞ في جنة عالية ۞﴾ (الغاشية: ٨-١٠) بہت سے چہرے اس دن تر وتازہ اور (آسودہ حال) ہوں گے اپنی کوشش پر خوش ہوں گے، بلند وبالا جنتوں میں ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَسَارِعُواْ إِلَى مَغْفِرَةٍ مِّن رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمَاوَاتُ وَالأَرْضُ أُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِينَ ﴾ (آل عمران:١٣٣) اور اپنے رب کی بخشش کی طرف اور اس

جنت کی طرف دوڑو جس کا عرش آسمانوں اور زمین کے برابر ہے جو پرہیزگاروں کے لیے تیار کی گئی ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿سَابِقُوا إِلَى مَغْفِرَةٍ مِّن رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا كَعَرْضِ السَّمَاء وَالْأَرْضِ أُعِدَّتْ لِلَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ ذَلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَن يَشَاءُ وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ ﴾ (حديد:٢١) (آؤ) دوڑو اپنے رب کی مغفرت کی طرف اور اس جنت کی طرف جس کی وسعت آسمان اور زمین کی وسعت کے برابر ہے یہ ان کے لیے بنائی گئی ہے جو اللہ پر اور اس کے رسولوں پر ایمان رکھتے ہیں یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہے دے اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔

جنت میں سب سے اعلیٰ مقام:

جنت میں سب سے اعلیٰ مقام وسیلۃ ہے جو کہ نبی ﷺ کے لیے ہے، آپ دنیا میں سب سے زیادہ ایمان والے تھے اور آخرت میں سب سے اونچے مقام پر ہوں گے۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ انہوں نے نبی ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جب تم مؤذن کی آواز سنو تو اس طرح سے کہو جس طرح وہ کہتا ہے، پھر میرے اوپر درود بھیجو اس لیے کہ جو میرے اوپر ایک مرتبہ درود بھیجے گا اللہ تعالیٰ اس پر دس مرتبہ رحمت بھیجے گا پھر اللہ تعالیٰ سے میرے لیے وسیلہ مانگو اس لیے کہ وہ جنت میں ایک مقام ہے جو اللہ کے بندوں میں سے صرف ایک بندہ کے لیے ہے اور مجھے امید ہے کہ وہ بندہ میں ہوں پس جس نے میرے لیے وسیلہ مانگا اس کے لیے میری سفارش واجب ہو جائے گی۔ (مسلم : ٣٨٤)

جنت میں سب سے اعلیٰ اور ادنیٰ مقام ومرتبہ والا:

حضرت مغیرہ بن شعبۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے رب سے پوچھا کہ اہل جنت میں سب سے کم مرتبہ والا کون ہوگا؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یہ وہ شخص ہوگا جو اس وقت آئے گا جب سارے اہل جنت جنت میں جا چکے ہوں گے اس

سے کہا جائے گا کہ جنت میں داخل ہو جاؤ وہ کہے گا اے رب! میں جنت میں کیسے داخل ہوں لوگ تو جنت میں اپنی اپنی جگہوں پر اتر چکے ہیں اور قبضہ کر چکے ہیں (ساری جنت بھری ہوئی ہے) اللہ تعالیٰ کہے گا کیا تم یہ پسند کرو گے کہ تمہارے لیے دنیا کے بادشاہوں میں سے کسی بادشاہ کی ملکیت ہو وہ کہے گا اے رب! میں راضی ہوا اللہ تعالیٰ کہے گا کہ تمہارے لیے وہ ہے اور اسی کے مثل اور اسی کے مثل اور اسی کے مثل اور اسی کے مثل اور ہے پانچویں بار وہ کہے گا اے رب میں راضی ہوا، اللہ تعالیٰ پھر فرمائے گا یہ تمہارے لیے اور ہر وہ چیز ہے جو تمہارا دل چاہے اور تمہارے آنکھ لذت محسوس کرے، وہ کہے گا اے رب! میں راضی ہوا، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا اے رب! سب سے اونچے مرتبے والے کے لیے اور کیا ہوگا؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ وہ لوگ ہیں جن کو میں نے چاہا اور جن کی کرامت کا پودا میں نے اپنے ہاتھ سے لگایا اور اس پر مہر لگا دی اس کو کسی آنکھ نے نہیں دیکھا اور کسی کان نے نہیں سنا اور کسی انسان کے دل میں اس کا خیال تک نہیں آیا، آپ نے فرمایا اس کی مصداق کتاب اللہ میں یہ آیت ہے:

﴿**فلا تعلم نفس ما أخفى لهم من قرة أعين** ﴾(مسلم :۱۸۹)

صحیحین میں جنت میں سب سے کم درجے والے کے بارے میں جو حدیث ہے اس میں یہ الفاظ ہیں: اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ تمہارے لیے دنیا کے مثل اور اس کے دس گنا اور ہے۔

(بخاری:۶۵۷۱، مسلم:۱۸۶)

اہل جنت کی سب سے بڑی نعمت:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ إِلَىٰ رَبِّهَا نَاظِرَةٌ ﴾(قیامۃ:۲۲/۲۳) اس روز بہت سے چہرے تروتازہ اور بارونق ہوں گے اپنے رب کی طرف دیکھتے ہوں گے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ کچھ لوگوں نے کہا: اے اللہ کے رسول! کیا ہم قیامت کے دن اپنے رب کو دیکھیں گے؟ آپ نے فرمایا چودھویں رات کے چاند کو دیکھنے میں تم کوئی اڑچن محسوس کرتے ہو، انہوں نے کہا نہیں اے اللہ کے رسول! آپ نے فرمایا جب آسمان ابر آلود

نہ ہو تو کیا تمہیں سورج کو دیکھنے میں کوئی اڑچن ہوتی ہے، انہوں نے کہا نہیں، آپ نے فرمایا بس اسی طرح تم اپنے رب کو دیکھو گے۔ (بخاری: ۸۰۶، مسلم :۱۸۲)

حضرت صہیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب اہل جنت جنت میں چلے جائیں گے تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا: کیا تم کچھ اور چاہتے ہے وہ کہیں گے کہ اے اللہ! کیا تو نے ہمارے چہروں کو روشن نہیں کیا ہے، کیا تو نے ہمیں جنت میں داخل نہیں کیا ہے؟ کیا تو نے ہمیں جہنم سے نہیں بچایا ہے، (اب ہمیں مزید کس چیز کی ضرورت ہے) پھر اللہ تعالیٰ اپنا پردہ ہٹائے گا پھر جب وہ اللہ تعالیٰ کو دیکھیں گے تو اس کو دیکھنا ان کے نزدیک ہر اس چیز سے بہتر ثابت ہوگا جو انہیں عطا کیا گیا ہوگا۔ (مسلم : ۱۸۱)

جنت کی نعمتوں کا بیان

جنت اور اس کی نعمتوں کے کچھ اوصاف یہاں بیان کئے جا رہے ہیں، اللہ تعالیٰ ہمیں اہل جنت میں سے بنائے۔

۱- اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿**الذين آمنوا بآياتنا وكانوا مسلمين ٥ادخلوا الجنة انتم وازواجكم تحبرون ٥يطاف عليهم بصحاف من ذهب واكواب وفيها ما تشتهيه الأنفس وتلذ الاعين وانتم فيها خالدون ٥وتلك الجنة التي اورثتموها بما كنتم تعملون ٥لكم فيها فاكهة كثيرة منها تاكلون ٥**﴾(زخرف:۶۹-۷۰) جو ہماری آیتوں پر ایمان لائے اور تھے وہ بھی (فرماں بردار) مسلمان، تم اور تمہاری بیویاں ہشاش بشاش (راضی خوشی) جنت میں چلے جاؤ، ان کے چاروں طرف سے سونے کی رکابیاں اور سونے کے گلاسوں کا دور چلایا جائے گا، ان کے جی جس چیز کی خواہش کریں اور جس سے ان کی آنکھیں لذت پائیں، سب وہاں ہوگا اور تم اس میں ہمیشہ رہو گے یہی وہ بہشت ہے کہ تم اپنے اعمال کے بدلے اس کے وارث بنائے گئے ہو، یہاں تمہارے لیے بکثرت میوے ہیں جنہیں تم کھاتے رہو گے۔

۲-اللہ تعالیٰ فرمائے گا:﴿إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي مَقَامٍ أَمِينٍ فِي جَنَّاتٍ وَعُيُونٍ يَلْبَسُونَ مِن سُندُسٍ وَإِسْتَبْرَقٍ مُّتَقَابِلِينَ كَذَلِكَ وَزَوَّجْنَاهُم بِحُورٍ عِينٍ يَدْعُونَ فِيهَا بِكُلِّ فَاكِهَةٍ آمِنِينَ لَا يَذُوقُونَ فِيهَا الْمَوْتَ إِلَّا الْمَوْتَةَ الْأُولَى وَوَقَاهُمْ عَذَابَ الْجَحِيمِ﴾ (الدخان: ۵۱-۵۶) بیشک اللہ سے ڈرنے والے امن چین کی جگہ میں ہوں گے، باغوں اور چشموں میں باریک اور دبیز ریشم کے لباس پہنے ہوئے آمنے سامنے بیٹھے ہوں گے یہ اس طرح ہے اور ہم بڑی بڑی آنکھوں والی حوروں سے ان کا نکاح کردیں گے دلجمعی کے ساتھ وہاں ہر طرح کے میوؤں کی فرمائشیں کرتے ہوں گے وہاں وہ موت چکھنے کے نہیں ہاں پہلی موت (جو وہ مرچکے ہیں) انہیں اللہ تعالیٰ نے دوزخ کی سزا سے بچالیا۔

۳-اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿وَجَزَاهُم بِمَا صَبَرُوا جَنَّةً وَحَرِيراً مُّتَّكِئِينَ فِيهَا عَلَى الْأَرَائِكِ لَا يَرَوْنَ فِيهَا شَمْساً وَلَا زَمْهَرِيراً وَدَانِيَةً عَلَيْهِمْ ظِلَالُهَا وَذُلِّلَتْ قُطُوفُهَا تَذْلِيلاً وَيُطَافُ عَلَيْهِم بِآنِيَةٍ مِّن فِضَّةٍ وَأَكْوَابٍ كَانَتْ قَوَارِيرَا قَوَارِيرَ مِن فِضَّةٍ قَدَّرُوهَا تَقْدِيراً وَيُسْقَوْنَ فِيهَا كَأْساً كَانَ مِزَاجُهَا زَنجَبِيلاً عَيْناً فِيهَا تُسَمَّى سَلْسَبِيلاً وَيَطُوفُ عَلَيْهِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُونَ إِذَا رَأَيْتَهُمْ حَسِبْتَهُمْ لُؤْلُؤاً مَّنثُوراً وَإِذَا رَأَيْتَ ثَمَّ رَأَيْتَ نَعِيماً وَمُلْكاً كَبِيراً عَالِيَهُمْ ثِيَابُ سُندُسٍ خُضْرٌ وَإِسْتَبْرَقٌ وَحُلُّوا أَسَاوِرَ مِن فِضَّةٍ وَسَقَاهُمْ رَبُّهُمْ شَرَاباً طَهُوراً إِنَّ هَذَا كَانَ لَكُمْ جَزَاءً وَكَانَ سَعْيُكُم مَّشْكُوراً﴾ (دھر: ۱۲-۲۲) اور انہیں ان کے صبر کے بدلے جنت اور ریشمی لباس عطا کئے جائیں گے یہ وہاں تختوں پر تکیے لگائے ہوئے بیٹھیں ہوں گے، نہ وہاں آفتاب کی گرمی دیکھیں گے نہ جاڑے کی سختی ان جنتیوں کے سائے ان پر جھکے ہوئے ہوں گے اور ان کے (میوے اور) گچھے نیچے لٹکائے ہوں گے) اور ان پر چاندی کے برتنوں اور ان جاموں کا دور کرایا جائے گا جو شیشے کے ہوں گے شیشے بھی چاندی کے جن کو (ساقی نے) انداز سے ناپ رکھا ہوگا اور انہیں وہاں وہ جام پلائے جائیں گے جن کی آمیزش زنجبیل کی ہوگی جنت کی ایک نہر ہے جس کا نام سلسبیل ہے

اور اس کے ارد گرد گھومتے پھرتے ہوں گے وہ کم سن بچے جو ہمیشہ رہنے والے ہیں جب تو انہیں دیکھے گا تو سمجھے گا کہ وہ بکھرے ہوئے سچے موتی ہیں تو وہاں جہاں کہیں بھی نظر ڈالے گا سراسر نعمتیں اور عظیم الشان سلطنت ہی دیکھے گا ان کے جسموں پر سبز باریک اور موٹے ریشمی کپڑے ہوں گے اور انہیں چاندی کے کنگن کا زیور پہنایا جائے گا اور انہیں ان کا رب پاک وصاف شراب پلائے گا (کہا جائے گا) کہ یہ تمہارے اعمال کا بدلہ ہے اور تمہاری کوشش کی قدر کی گئی۔

۴-اللہ تعالیٰ فرمائے گا:﴿وَالسَّابِقُونَ السَّابِقُونَ أُوْلَئِكَ الْمُقَرَّبُونَ فِي جَنَّاتِ النَّعِيمِ ثُلَّةٌ مِّنَ الْأَوَّلِينَ وَقَلِيلٌ مِّنَ الْآخِرِينَ عَلَى سُرُرٍ مَّوْضُونَةٍ مُّتَّكِئِينَ عَلَيْهَا مُتَقَابِلِينَ يَطُوفُ عَلَيْهِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُونَ بِأَكْوَابٍ وَأَبَارِيقَ وَكَأْسٍ مِّن مَّعِينٍ لَا يُصَدَّعُونَ عَنْهَا وَلَا يُنزِفُونَ وَفَاكِهَةٍ مِّمَّا يَتَخَيَّرُونَ وَلَحْمِ طَيْرٍ مِّمَّا يَشْتَهُونَ وَحُورٌ عِينٌ كَأَمْثَالِ اللُّؤْلُؤِ الْمَكْنُونِ جَزَاءً بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ لَا يَسْمَعُونَ فِيهَا لَغْواً وَلَا تَأْثِيماً إِلَّا قِيلاً سَلَاماً سَلَاماً﴾ (واقعة: ۱۰-۲۶) اور جو آگے والے ہیں وہ تو آگے والے ہی ہیں وہ بالکل نزدیکی حاصل کئے ہوئے ہیں، نعمتوں والی جنتوں میں ہیں (بہت بڑا) گروہ تو اگلے لوگوں میں سے ہوگا اور تھوڑے پچھلے لوگوں میں سے یہ لوگ سونے کے تاروں سے بنے ہوئے تختوں پر ایک دوسرے کے سامنے تکیہ لگائے بیٹھے ہوں گے ان کے پاس ایسے لڑکے چکر لگائیں گے جو ہمیشہ (لڑکے ہی) رہیں گے رہیں آبخورے اور جگ لے کر جو بہتی ہوئی شراب سے پر ہو جس سے نہ سر میں درد ہو نہ عقل میں فتور آئے اور ایسے میوے لیے ہوئے جو ان کی پسند کے ہوں اور پرندوں کے گوشت جو انہیں مرغوب ہوں اور بڑی بڑی آنکھوں والی حوریں جو چھپے ہوئے موتیوں کی طرح ہیں یہ صلہ ہے ان کے اعمال کا نہ وہاں بکواس سنیں گے اور نہ گناہ کی بات صرف سلام ہی سلام کی بات ہوگی۔

۵-اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿وَأَصْحَابُ الْيَمِينِ مَا أَصْحَابُ الْيَمِينِ فِي سِدْرٍ مَّخْضُودٍ وَطَلْحٍ مَّنضُودٍ وَظِلٍّ مَّمْدُودٍ وَمَاءٍ مَّسْكُوبٍ وَفَاكِهَةٍ كَثِيرَةٍ لَّا مَقْطُوعَةٍ وَلَا

مَمْنُوعَةٍ وَفُرُشٍ مَّرْفُوعَةٍ إِنَّا أَنشَأْنَاهُنَّ إِنشَاء فَجَعَلْنَاهُنَّ أَبْكَاراً عُرُباً أَتْرَاباً لِّأَصْحَابِ الْيَمِينِ ثُلَّةٌ مِّنَ الْأَوَّلِينَ وَثُلَّةٌ مِّنَ الْآخِرِينَ ﴾(واقعة:۲۷-۴۰) اوردائے ہاتھ والے کیا ہی اچھے ہیں داہنے ہاتھ والے وہ بغیر کانٹوں کی بیریوں اورتہ بہ ترکیلوں اور لمبے لمبے سایوں اور بہتے ہوئے پانیوں اور بکثرت پھلوں میں جو نہ ختم ہوں نہ روک لیے جائیں اور اونچے اونچے فرشوں میں ہوں گے ہم نے (ان کی بیویوں کو) خاص طور پر بنایا ہے اور ہم نے انہیں کنواریاں بنادیا ہے محبت والیاں اور ہم عمر ہیں دائیں ہاتھ والوں کے لیے ہیں جم غفیر ہے اگلوں میں سے اور بہت بڑی جماعت ہے پچھلوں میں سے۔

۶-حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میں نے اپنے نیک بندوں کے لیے ایسی چیزیں تیار کررکھی ہیں جن کو نہ کسی آنکھ نے دیکھا ہے نہ کسی کان نے سنا ہے اور نہ کسی کے دل میں اس کا خیال آیا ہے اس کی مصداق کتاب اللہ میں یہ آیت کریمہ ہے:

﴿فلا تعلم نفس ما اخفی لهم من قرة اعين جزاء بما كانوا يعملون o﴾ (سجدة:۱۷) کوئی نفس نہیں جانتا جو کچھ ہم نے ان کی آنکھوں کی ٹھنڈک ان کے لیے پوشیدہ کر رکھی ہے یہ جو کچھ کرتے تھے اس کا یہ بدلہ ہے۔(بخاری:۳۲۴۴، مسلم: ۲۸۲۴)

اہل جنت کا ذکر وکلام:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿وقالوا الحمد لله الذی صدقنا وعده واورثنا الارض نتبوّأ من الجنة حيث نشاء فنعم اجر العالمين o﴾ (زمر: ۷۴) یہ کہیں گے کہ اللہ کا شکر ہے جس نے ہم سے اپنا وعدہ پورا کیا اور ہمیں اس زمین کا وارث بنادیا کہ جنت میں جہاں چاہیں قیام کریں پس عمل کرنے والوں کا کیا ہی اچھا بدلہ ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿دعواهم فيها سبحانك اللهم وتحيتهم فيها سلام وآخر دعواهم أن الحمد لله رب العالمين o﴾(یونس:۱۰) ان کے منہ سے یہ بات نکلے گی

''سبحان اللہ'' ان کا باہمی سلام یہ ہوگا ''السلام علیکم'' اور ان کی اخیر بات یہ ہوگی تمام تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں جو سارے جہان کا رب ہے۔

۲-اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿ لَا يَسْمَعُونَ فِيهَا لَغْواً وَلَا تَأْثِيماً إِلَّا قِيلاً سَلَاماً سَلَاماً ﴾ (واقعة:۲۵-۲۶) نہ وہاں بکواس سنیں گے نہ گناہ کی بات صرف سلام ہی سلام کی آواز ہوگی۔

اہل جنت پر اللہ کا سلام ہوگا:

۴-اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿تحيتهم يوم يلقونه سلام واعد لهم اجراً كريما o﴾ (احزاب: ۴۴) جس دن (اللہ سے) ملاقات کریں گے ان کا تحفہ سلام ہوگا، ان کے لیے اللہ تعالیٰ نے باعزت اجر تیار کر رکھا ہے۔

۲-اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿سلام قولا من رب الرحيم o﴾(یس:۵۸) مہربان پروردگار کی طرف سے انہیں ''سلام'' کہا جائے گا۔

اللہ کی خوشنودی حاصل ہونا

جنت میں مؤمن مردوں اور مؤمنہ عورتوں کی عزت افزائی ایسی چیزوں سے کی جائے گی جن کو نہ کسی آنکھ نے دیکھا ہوگا نہ کسی کان نے سنا ہوگا نہ کسی کے دل میں خیال تک آیا ہوگا انہیں عیش و آرام کی ہر چیز حاصل ہوگی وہ اپنے رب کو دیکھیں گے انہیں اللہ کی خوشنودی حاصل ہوگی۔

حضرت ابوسعید خذری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اہل جنت سے کہے گا اے اہل جنت! وہ کہیں گے اے ہمارے رب! ہم حاضر ہیں، اللہ تعالیٰ کہے گا کیا تم خوش ہوئے وہ کہیں گے کیا اب بھی خوش نہ ہوں گے؟ تو نے ایسی ایسی نعمتیں ہمیں عطا فرمائیں ہیں جس کو تو نے اپنی ساری مخلوقات میں کسی کو نہیں دیا، اللہ تعالیٰ فرمائے گا اب ان سب نعمتوں سے بڑھ کر ایک نعمت تم کو دیتا ہوں وہ کہیں گے اے رب ان سے بڑھ کر کون سی نعمت ہوگی اللہ تعالیٰ فرمائے گا میں اپنی رضامندی تم پر اتارتا ہوں اب میں کبھی تمہارے اوپر غصہ نہیں کروں گا۔ (بخاری:۶۵۴۹، مسلم: ۲۸۲۹)

اللھم ارض عناو عن والدینا واھلینا والمسلمین اجمعین وادخلنا برحمتك فی جنات النعیم .

اہل جنت کی صفیں:

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اہل جنت کی ایک سو تیس صفیں ہوں گی جن میں اسی صفیں اس امت کی ہوں گی اور چالیس صفیں ساری امتوں کی ہوں گی۔
(ترمذی:٢٥٤٦،ابن ماجہ:٤٢٨٩)

جنت میں امت محمد ﷺ کی تعداد:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک (چمڑے کے) ڈیرے میں بیٹھے ہوئے تھے، اتنے میں آپ نے فرمایا کیا تم اس پر راضی نہیں ہو کہ سارے اہل جنت میں تم چوتھائی رہو ہم نے کہا ہم اس پر راضی ہیں آپ نے پھر فرمایا کیا تم اس پر راضی نہیں ہو کہ سارے اہل جنت میں تم تہائی رہو ہم نے کہا ہم اس پر راضی ہیں آپ نے فرمایا کیا تم اس پر راضی نہیں ہو کہ سارے جنت میں تم نصف رہو ہم نے کہا ہاں ہم اس پر راضی وخوش ہیں آپ نے فرمایا مجھے امید ہے کہ سارے اہل جنت میں تم لوگ آدھے رہو گے (آدھے میں دوسری امتیں رہیں گے) اس لیے کہ جنت میں وہی نفس جائے گا جو مسلمان ہو اللہ تعالیٰ کو ایک مانتا ہو اور شرک نہ کرتا ہو) اور تمہارا شرک مشرکوں کے مقابلے میں ایسے ہی ہے جیسے کالے بیل کی جلد میں ایک سفید بال ہو یا لال بیل کے جلد میں ایک کالا بال ہو۔ (بخاری : ٦٥٢٨، مسلم : ٢٢١)

اہل جنت:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿**والذین آمنوا وعملوا الصالحات اولئک اصحاب الجنة هم فيها خالدون**﴾ (بقرہ : ٨٢) اور جو لوگ ایمان لائیں اور نیک کام کریں وہ جنتی ہیں جو جنت میں ہمیشہ رہیں گے۔

٢-عیاض بن حمار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اہل جنت میں

تین طرح کے لوگ ہیں: ایک اثر رسوخ والا آدمی جو انصاف کرے، صدقہ کرے اور اسے اچھے کاموں کی توفیق ہو، دوسرا وہ شخص جو رحیم ہو اور قرابت دار اور مسلمان کے لیے نرم دل ہو اور تیسرا وہ شخص جو پاکدامن ہو اور بال بچوں والا ہو کر بھی مانگنے سے پرہیز کرے۔ (مسلم : ٢٨٦٥)

٣-حارثہ بنت وہب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ انہوں نے نبی ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ کیا میں تم کو اہل جنت کے بارے میں نہ بتاؤں؟ لوگوں نے کہا ہاں ضرور بتائیے، آپ نے فرمایا یہ وہ لوگ ہیں جو (دنیا میں) کمزور ہیں یا کمزور سمجھے جاتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کو ان کی اتنی پرواہ ہے کہ اگر وہ اللہ تعالیٰ کے بھروسے پر کسی بات کی قسم کھالیں تو اللہ تعالیٰ ان کی قسم سچی کردے گا۔ (بخاری : ٤٩١٨، مسلم : ٢٨٥٣)

جنت میں اکثریت کن لوگوں کی ہوگی؟: عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں نے جنت میں جھانکا تو کیا دیکھتا ہوں کہ وہاں وہ لوگ زیادہ ہیں جو دنیا میں فقیر ومحتاج تھے اور دوزخ میں بھی جھانکا تو کیا دیکھتا ہوں کہ وہاں عورتیں زیادہ ہیں۔ (بخاری : ٣٢٤١، مسلم:٢٧٣٧)

سب سے آخر میں جنت میں جانے والا شخص: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سب سے آخر میں جنت میں جانے والا اور سب سے آخر میں دوزخ سے نکلنے والا وہ شخص ہوگا جو جہنم سے گھسٹتے ہوئے نکلے گا اللہ تعالیٰ اس سے کہے گا کہ جنت میں داخل ہو جاؤ وہ کہے گا کہ اے پروردگار جنت تو بھری ہوئی ہے پھر اللہ تعالیٰ اسے تین مرتبہ ایسے ہی کہے گا اور ہر مرتبہ وہ یہی کہے گا کہ جنت تو بھری ہوئی ہے اللہ تعالیٰ کہے گا کہ (تم جنت میں جاؤ) تم کو دنیا کی طرح دس گنا جگہ ملے گی۔ (بخاری: ٧٥١١، مسلم:١٨٦)

---oOo---

جہنم یہ عذاب کا گھر ہے اس کو اللہ تعالیٰ نے آخرت میں کفار اور نافرمان بندوں کے لیے تیار کیا ہے یہاں یہاں میں انشاء اللہ جہنم کے عذاب کے بارے میں گفتگو کروں گا تا کہ آدمی کے دل میں یہ خوف پیدا ہو جائے اور وہ اس سے بچنے کی اور بھاگنے کی کوشش کرے۔

جنت کا حصول اور جہنم سے نجات اللہ پر ایمان لانے، شرک و معاصی سے بچنے اور نیک کام کرنے پر منحصر ہے اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں جہنم سے بچائے اور جنت میں داخل کرے میں جہنم کے بارے میں گفتگو قرآن کریم اور صحیح حدیثوں کی روشنی میں کروں گا۔

جہنم کے مشہور نام:

النـــار:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿**ومن یعص اللہ ورسولہ ویتعد حدودہ یدخلہ ناراً خالداً فیھا ولہ عذاب مھین**﴾ (نساء: ۱۴) اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی کرے اور اس کی مقررہ حدوں سے آگے نکلے اسے وہ جہنم میں ڈال دے گا جس میں وہ ہمیشہ رہے گا ایسوں ہی کے لیے رسوا کن عذاب ہے۔

جھنـم:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿**ان اللہ جامع المنافقین والکافرین فی جھنم جمیعا**﴾ (نساء: ۱۴۰) یقیناً اللہ تعالیٰ تمام کافروں اور سب منافقوں کو جہنم میں جمع کرنے والا ہے۔

جحیـم:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿**والذین کفروا وکذبوا بآیاتنا اولئک اصحاب الجحیم**﴾ (مائدۃ: ۱۰) اور جن لوگوں نے کفر کیا اور ہمارے احکام کو جھٹلایا وہ دوزخی ہیں۔

سعیــرا:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿**ان اللہ لعن الکافرین واعد لھم سعیرا**﴾ (احزاب: ۶۴) اللہ تعالیٰ نے کافروں پر لعنت کی ہے اور ان کے لیے بھڑکتی ہوئی آگ تیار کر رکھی ہے۔

سقــر:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿**یوم یسحبون فی النار علی وجوھھم ذوقوا مس سقر**﴾ (قمر: ۴۸) جس دن وہ اپنے منہ کے بل آگ میں سے گھسیٹے جائیں گے (اور ان سے کہا جائے گا) دوزخ کی آگ لگنے کے مزے چکھو۔

حطمــہ:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿**کلا لینبذن فی الحطمۃ o وما ادراک ما الحطمۃ نار اللہ الموقدۃ**﴾ (ھمزہ: ۴-۶) ہرگز نہیں یہ تو ضرور توڑ پھوڑ دینے والی آگ میں پھینک دیا جائے گا اور تجھے کیا معلوم کہ ایسی آگ کیا ہوگی؟ وہ اللہ تعالیٰ کی سلگائی ہوئی آگ ہوگی۔

لظـیٰ:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿**کلا انھا لظیٰ، نزاعۃ للشویٰ، تدعو من ادبر وتولیٰ**﴾ (معارج: ۱۵-۱۷) (مگر) ہرگز یہ نہ ہوگا، یقیناً وہ شعلہ آگ ہے جو منہ اور سر کی کھال کھینچ لانے والی ہے وہ ہر شخص کو پکارے گی جو پیچھے ہٹتا اور منہ موڑتا ہے۔

دارالبوار:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿**الم تر الی الذین بدلوا نعمت اللہ کفراً واحلوا قومھم دارالبوار جھنم یصلونھا وبئس القرار**﴾ (ابراھیم: ۲۸-۲۹) کیا آپ نے ان کی طرف نظر نہیں ڈالی جنہوں نے اللہ کی نعمت کے بدلے ناشکری کی اور اپنی قوم کو ہلاکت کے گھر میں لا اتارا یعنی دوزخ میں جس میں یہ سب جائیں گے جو بدترین ٹھکانہ ہے۔

جہنم کی جگہ:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿كلا ان كتاب الفجار لفي سجين﴾ (مطففين:٧) یقیناً بدکاروں کا نامۂ اعمال سجین میں ہے۔

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کافر کی روح جب قبض کی جاتی ہے اور اس کو زمین کے دروازہ کے پاس لایا جاتا ہے تو زمین کے داروغہ کہتے ہیں کہ ہم نے اس سے زیادہ بدبودار کسی چیز کو نہیں پایا پر اسے سب سے نچلی زمین میں پہنچادیا جاتا ہے۔ (حاکم :١٣٠٤، ابن حبان: ٣٠١٣)

اہل جہنم کا ہمیشہ رہنا:

کفار ومشرکین اور منافقین جہنم میں ہمیشہ رہیں گے البتہ موحدین میں سے جو گنہ گار لوگ ہیں انہیں اللہ چاہے گا تو معاف کردے گا یا ان کو ان کے گناہوں کے بقدر عذاب دے گا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وعد الله المنافقين والمنافقات والكفار نار جهنم خالدين فيها هي حسبهم ولعنهم الله ولهم عذاب مقيم﴾ (توبة:٦٨) اللہ تعالیٰ ان منافق عورتوں اور کافروں سے جہنم کی آگ کا وعدہ کر چکا ہے جہاں یہ ہمیشہ رہنے والے ہیں یہ ان کے لئے کافی ہے ان پر اللہ کی پھٹکار ہے اور ان کے لیے دائمی عذاب ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿إِنَّ اللّهَ لاَ يَغْفِرُ أَن يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَلِكَ لِمَن يَشَاءُ﴾ (نساء:٤٨) یقیناً اللہ تعالیٰ اپنے ساتھ شریک کئے جانے کو نہیں بخشتا اور اس کے سوا جسے چاہے بخش دیتا ہے۔

اہل جہنم کے چہروں کی صفت:

١-اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿ويوم القيامة ترى الذين كذبوا على الله وجوههم مسودة اليس في جهنم مثوى للمتكبرين﴾ (زمر:٦٠) اور جن لوگوں نے اللہ پر جھوٹ باندھا ہے تو آپ دیکھیں گے کہ قیامت کے دن ان کے چہرے سیاہ ہوگئے ہوں گے، کیا تکبر کرنے والوں کا ٹھکانہ جہنم نہیں ہے؟

٢-اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿ووجوه يومئذ عليها غبرة ترهقها قترة اولئك هم الكفرة الفجرة﴾ (عبس: ٤٠-٤٢) اور بہت سے چہرے اس دن غبار آلود ہوں گے جن پر سیاہی چڑھی ہوئی ہوگی یہ وہی کافر وبدکار لوگ ہوں گے۔

٣-اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿ووجوه يومئذ باسرة تظن ان يفعل بها فاقرة﴾ (قيامة: ٢٤-٢٥) اور کتنے چہرے اس دن (بدرونق اور) ہوں گے اداس ہوں گے سمجھتے ہوں گے کہ ان کے ساتھ کمر توڑنے والا معاملہ کیا جائے گا۔

٤-اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وجوه يومئذ خاشعه ، عاملة ناصبة، تصلى ناراً حامية﴾ (الغاشية: ٢-٤) اس دن بہت سے چہرے ذلیل ہوں گے اور محنت کرنے والے تھکے ہوئے ہوں گے وہ دہکتی ہوئی آگ میں جائیں گے۔

٥-اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿تلفح وجوههم النار وهم فيها كالحون﴾ (مؤمنون: ١٠٤) اور ان کے چہروں کو آگ جھلستی رہے گی اور وہ وہاں بدشکل بنے ہوئے ہوں گے۔

جہنم کے دروازوں کی تعداد:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَإِنَّ جَهَنَّمَ لَمَوْعِدُهُمْ أَجْمَعِينَ لَهَا سَبْعَةُ أَبْوَابٍ لِّكُلِّ بَابٍ مِّنْهُمْ جُزْءٌ مَّقْسُومٌ﴾ (حجر: ٤٣-٤٤) یقیناً ان سب کے وعدے کی جگہ جہنم ہے جس کے سات دروازے ہیں ہر دروازے کے لیے ایک حصہ بٹا ہوا ہے۔

جہنم کے دروازے اہل جہنم کے داخل ہونے کے بعد بند کردیئے جائیں گے:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿انها عليهم مؤصدة في عمد ممدة﴾ (همزه: ٨-٩) اور یہ آگ ان پر بڑے بڑے ستونوں میں ہر طرف سے بند کی ہوئی ہوگی۔

عرصۂ قیامت میں جہنم کا لایا جانا:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وبرزت الجحيم للغاوين﴾ (شعراء: ٩١) اور گمراہ لوگوں کے لیے جہنم ظاہر کردی جائے گی۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿كَلَّا إِذَا دُكَّتِ الْأَرْضُ دَكًّا دَكًّا وَجَاءَ رَبُّكَ وَالْمَلَكُ صَفًّا صَفًّا وَجِيءَ يَوْمَئِذٍ بِجَهَنَّمَ يَوْمَئِذٍ يَتَذَكَّرُ الْإِنسَانُ وَأَنَّىٰ لَهُ الذِّكْرَىٰ﴾(فجر : ۲۱-۲۳) یقیناً جس وقت زمین کوٹ کوٹ کر برابر کردی جائے گی اور تیرا رب (خود) آجائے گا اور فرشتے صفیں باندھ کر (آجائیں گے) اور جس دن جہنم بھی لایا جائے گا اس دن انسان کو سمجھ آئے گی مگر آج اس کے سمجھنے کا فائدہ کہاں۔

۳-حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن جہنم کو اس حال میں لایا جائے گا کہ اس کے ستر ہزار لگام ہوں گے اور ہر لگام کے ساتھ ستر ہزار فرشتے اس کو کھینچ رہے ہوں گے۔(مسلم:۲۸۴۲)

جہنم پر وارد ہونا اور پل صراط سب سے پہلے کون پار کرے گا:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿كَلَّا إِذَا دُكَّتِ الْأَرْضُ دَكًّا دَكًّا وَجَاءَ رَبُّكَ وَالْمَلَكُ صَفًّا صَفًّا وَجِيءَ يَوْمَئِذٍ بِجَهَنَّمَ يَوْمَئِذٍ يَتَذَكَّرُ الْإِنسَانُ وَأَنَّىٰ لَهُ الذِّكْرَىٰ﴾ (فجر : ۲۱-۲۳) تم میں سے ہر ایک وہاں ضرور وارد ہونے والا ہے یہ تیرے پروردگار کے ذمہ قطعی فیصل شدہ امر ہے پھر ہم پرہیزگاروں کو تو بچالیں گے اور نافرمانوں کو اسی میں گھٹنوں کے بل گرا ہوا چھوڑ دیں گے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ کچھ لوگوں نے کہا اے اللہ کے رسول! کیا ہم قیامت کے دن اپنے رب کو دیکھیں گے؟ اس میں یہ الفاظ بھی ہیں کہ جہنم کے اوپر پل صراط رکھا جائے گا جسے میں اور میرے امتی سب سے پہلے پار کریں گے۔ (بخاری : ۸۰۶،مسلم : ۱۸۲)

جہنم کی تہہ:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے اتنے میں آپ نے دھماکے کے ساتھ کسی چیز کے گرنے کی آواز سنی آپ نے فرمایا کیا تم جانتے ہو کہ یہ کیا ہے؟ ہم نے کہا اللہ اور اس کے رسول زیادہ جانتے ہیں آپ نے فرمایا کہ یہ ایک پتھر ہے جسے جہنم میں ستر سال

پہلے پھینکا گیا تھا اور وہ اب جا کر اس کی تہہ میں پہنچا ہے۔(مسلم : ۲۸۴۴)

حضرت سمرۃ بن جندب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ انہوں نے نبی ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ اہل جہنم میں سے کچھ لوگوں کے ٹخنے تک آگ لگی ہوگی، کچھ لوگوں کے ازار باندھنے کی جگہ تک آگ لگی ہوگی اور کچھ لوگوں کی گردن تک آگ لگی ہوگی۔(مسلم : ۲۸۴۵)

اہل جہنم کا بھاری بھرکم جسم:

۱-حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: (قیامت کے دن) کافر کے داڑھ کے دانت احد پہاڑ کے مثل ہوں گے اور اس کا چمڑا اتنا موٹا ہوگا کہ تین دن کی راہ ہوگی۔ (مسلم : ۲۸۱۵)

۲-حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: کافر (دوزخ میں اتنا بڑا ہو جائے گا) کہ اس کے مونڈھوں کے درمیان اچھے تیز سوار کی تین دن کی راہ ہوگی۔ (بخاری :۶۵۵۱، مسلم : ۲۸۵۲)

۳-حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کافر کے داڑھ کے دانت قیامت کے دن احد کے پہاڑ کے مثل ہوں گے اور اس کے چمڑے کی چوڑائی ستر ہاتھ ہوگی اور اس کے بازو بیضاء کے مثل ہوں گے اور اس کی ران ورقان کے مثل ہوں گی اور جہنم میں اس کے بیٹھنے کی جگہ اتنی ہوگی جتنی میرے اور ربذہ کے درمیان کی جگہ ہے۔(احمد: ۸۳۲۷، حاکم:۸۷۵۹)

۴-حضرت حارث بن اقیش رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میری امت میں سے ایک ایسا شخص بھی ہوگا جس کی سفارش سے قبیلۂ مضر سے بھی زیادہ لوگ جنت میں جائیں گے اور میری امت میں ایسا شخص بھی ہوگا جس کو جہنم میں اتنا بڑا کر دیا جائے گا کہ وہ جہنم کا ایک گوشہ بن جائے گا۔ (احمد/۱۸۰۴، ابن ماجہ:۴۳۲۳)

جہنم کی آگ کی حرارت:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿ونحشرهم يوم القيامة علىٰ وجوههم عميا وبكما وصما ماواهم جهنم كلما خبت زدناهم سعيرا o ذلك جزاؤهم بانهم كفروا بآياتنا﴾ (اسراء: ۹۷-۹۸) ایسے لوگوں کا ہم بروز قیامت اوندھے منہ حشر کریں گے دراں حال کہ وہ اندھے گونگے اور بہرے ہوں گے ان کا ٹھکانہ جہنم ہوگا جب کبھی وہ بجھنے لگے گی ہم ان پر اسے اور بھڑکا دیں گے یہ سب ہماری آیتوں سے کفر کا بدلہ ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تمہاری دنیا کی یہ آگ جس کو ابن آدم جلاتا ہے دوزخ کی گرمی کے ستر حصوں میں سے ایک حصہ ہے لوگوں نے کہا یا رسول اللہ؟ دنیا ہی کی آگ جلانے کے لیے کافی تھی، آپ نے فرمایا دوزخ کی آگ انہتر حصے اس سے زیادہ ہے اور ہر حصہ دنیا کی آگ کے مثل گرم ہے۔ (بخاری: ۳۲۵۶، مسلم: ۲۸۴۳)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دوزخ نے اپنے رب سے شکوہ کیا کہنے لگی اب تو میرا یہ حال ہے کہ (گرمی کی شدت سے) بعض حصہ بعض کو کھا رہا ہے اس وقت اس کو (سال میں) دوبار سانس لینے کی اللہ تعالیٰ نے اجازت دی ایک سانس (اندر کو) جاڑے میں اور ایک سانس (باہر کو) گرمی میں تم جو گرمی میں سخت حرارت دیکھتے ہو اور جاڑے میں سخت سردی کا اس کا بھی یہی سبب ہے۔ (بخاری: ۳۲۶۰، مسلم: ۶۱۷)

جہنم کی ایندھن:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿يا ايها الذين آمنوا قوا انفسكم وأهليكم ناراً وقودها الناس والحجارة عليها ملائكة غلاظ شداد لا يعصون الله ماامرهم ويفعلون ما يؤمرون o﴾ (التحریم: ۶) اے ایمان والو! تم اپنے کو اور اپنے گھر والوں کو اس آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن انسان ہیں اور پتھر جس پر سخت دل مضبوط فرشتے مقرر ہیں اللہ تعالیٰ انہیں جو حکم دیتا

ہے وہ اس کی نافرمانی نہیں کرتے بلکہ جو حکم دیا جائے بجالاتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿فاتقوا النار التی وقودها الناس والحجارة أعدت للكافرين o﴾ (بقرة: ۲۷) تو (اسے سچا مان کر) اس آگ سے بچو جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہیں، جو کافروں کے لیے تیار کی گئی ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿إِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُونَ مِن دُونِ اللَّهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ أَنتُمْ لَهَا وَارِدُونَ﴾ (انبیاء: ۹۸) تم اور اللہ کے سوا جن جن کی تم عبادت کرتے ہو سب دوزخ کا ایندھن بنو گے تم سب دوزخ میں جانے والے ہو۔

جہنم کے طبقات:

جہنم کے بہت سے طبقات ہیں ان میں سے بعض بعض سے نیچے ہیں، منافق جہنم کے سب سے نیچے حصے میں ہوں گے کیونکہ ان کا کفر بہت سخت ہے اور انہوں نے مسلمانوں کو اذیتیں دی ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿إِنَّ الْمُنَافِقِينَ فِي الدَّرْكِ الْأَسْفَلِ مِنَ النَّارِ وَلَن تَجِدَ لَهُمْ نَصِيرًا﴾ (النساء: ۱۴۵) منافق تو یقیناً جہنم کے سب سے نیچے کے طبقے میں جائیں گے ناممکن ہے کہ تو ان کا کوئی مددگار پالے۔

جہنم کا سایہ:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿واصحاب الشمال ما اصحاب الشمال o في سموم وحميم o وظل من يحموم o﴾ (واقعة: ۴۱-۴۳) اور بائیں ہاتھ والے کیا ہیں بائیں ہاتھ والے گرم ہوا اور گرم پانی میں ہوں گے اور سیاہ دھوئیں کے سائے میں۔

۲- اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿لهم من فوقهم ظلل من النار ومن تحتهم ظلل ذلك يخوف الله به عباده يا عباد فاتقون o﴾ (زمر/ ۱۶) انہیں نیچے اوپر سے آگ کے (شعلے کے مثل) سائبان ڈھانک رہے ہوں گے یہی (عذاب) ہے جن سے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو ڈرا رہا ہے، اے میرے بندو! پس مجھ سے ڈرتے رہو۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿انطَلِقُوا إِلَى ظِلٍّ ذِي ثَلَاثِ شُعَبٍ لَا ظَلِيلٍ وَلَا يُغْنِي مِنَ اللَّهَبِ﴾(مرسلات: ۳۰/۳۱) چلوتین شاخوں والے سائے کی طرف جودراصل نہ سایہ دینے والا ہے اورنہ شعلے سے بچاسکتا ہے۔

جہنم کے داروغے:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿سَأُصْلِيهِ سَقَرَ وَمَا أَدْرَاكَ مَا سَقَرُ لَا تُبْقِي وَلَا تَذَرُ لَوَّاحَةٌ لِّلْبَشَرِ عَلَيْهَا تِسْعَةَ عَشَرَ وَمَا جَعَلْنَا أَصْحَابَ النَّارِ إِلَّا مَلَائِكَةً وَمَا جَعَلْنَا عِدَّتَهُمْ إِلَّا فِتْنَةً لِّلَّذِينَ كَفَرُوا﴾ (مدثر ۲۶-۳۱) میں عنقریب اسے دوزخ میں ڈالوں گا اور تجھے کیا خبر کہ دوزخ کیا چیز ہے نہ وہ باقی رکھتی ہے نہ چھوڑتی ہے کھال کوجھلسا دیتی ہے اوراس میں انیس (فرشتے) مقرر ہیں ہم نے دوزخ کے داروغے صرف فرشتے رکھے ہیں اور ہم نے ان کی تعداد صرف کافروں کی آزمائش کے لیے مقرر کی ہے۔

جہنم کے داروغہ کا نام:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿وَنَادَوْا يَا مَالِكُ لِيَقْضِ عَلَيْنَا رَبُّكَ قَالَ إِنَّكُم مَّاكِثُونَ﴾ (زخرف: ۷۷) اور پکار پکار کر کہیں گے کہ اے مالک! تیرا رب ہمارا کام ہی تمام کردے وہ کہے گا کہ تمہیں تو (ہمیشہ) رہنا ہے۔

جہنم کا لشکر:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ (قیامت کے دن) فرمائے گا اے آدم! وہ کہیں گے، اے اللہ! میں تیری خدمت میں ہر وقت حاضر ہوں سب بھلائی تیرے ہی ہاتھ میں ہے، اللہ تعالیٰ فرمائے گا دوزخ کا لشکر نکالو، وہ پوچھیں گے دوزخ کا لشکر کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا ہر ہزار آدمیوں میں سے نوسو ننانوے اس وقت (سخت خوف سے) بچہ بوڑھا ہوجائے گا۔

پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی:﴿ وتضع كل ذات حمل حملها وترى الناس

سكارىٰ وما هم بسكارىٰ ولكن عذاب الله شديد ﴾ (الحج: ۲) اورتمام حمل والیوں کے حمل گرجائیں گے اورتو دیکھے گا کہ لوگ مدہوش دکھائی دیں گے حالاں کہ درحقیقت وہ متوالے نہ ہوں گے لیکن اللہ کا عذاب بڑا ہی سخت ہے، صحابہ کرام نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ بھلا ہزار میں سے ایک، ہم میں سے ایک کون ہوگا؟ آپ نے فرمایا: (کچھ فکر نہ کرو) خوش ہوجاؤ تم میں سے ایک آدمی ہوگا اور یاجوج ماجوج میں سے ہزار آدمی ہوں گے۔ (بخاری:۳۳۴۸، مسلم: ۲۲۲)

اہل جہنم کے جہنم میں داخل ہونے کی کیفیت:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿وَسِيقَ الَّذِينَ كَفَرُوا إِلَى جَهَنَّمَ زُمَراً حَتَّى إِذَا جَاؤُوهَا فُتِحَتْ أَبْوَابُهَا وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَا أَلَمْ يَأْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنكُمْ يَتْلُونَ عَلَيْكُمْ آيَاتِ رَبِّكُمْ وَيُنذِرُونَكُمْ لِقَاءَ يَوْمِكُمْ هَذَا قَالُوا بَلَى وَلَكِنْ حَقَّتْ كَلِمَةُ الْعَذَابِ عَلَى الْكَافِرِينَ قِيلَ ادْخُلُوا أَبْوَابَ جَهَنَّمَ خَالِدِينَ فِيهَا فَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِينَ﴾ (زمر:۷۱-۷۲) کافروں کے غول کے غول جہنم کی طرف ہنکائے جائیں گے جب وہ اس کے پاس پہنچ جائیں گے اس کے دروازے ان کے لیے کھول دیئے جائیں گے اور وہاں کے نگہبان ان سے سوال کریں گے کہ کیا تمہارے پاس تم میں سے رسول آئے تھے، جوتم پر تمہارے رب کی آیتیں پڑھتے تھے اور تمہیں اس دن کی ملاقات سے ڈراتے تھے، یہ جواب دیں گے کہ ہاں درست ہے لیکن عذاب کا حکم کافروں پر ثابت ہوگیا، کہا جائے گا کہ اب جہنم کے دروازوں میں داخل ہوجاؤ جہاں ہمیشہ رہیں گے پس سرکشوں کا ٹھکانہ بہت ہی برا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿ وَأَعْتَدْنَا لِمَن كَذَّبَ بِالسَّاعَةِ سَعِيراً إِذَا رَأَتْهُم مِّن مَّكَانٍ بَعِيدٍ سَمِعُوا لَهَا تَغَيُّظاً وَزَفِيراً﴾ (فرقان: ۱۱-۱۲) اور قیامت کو جھٹلانے والوں کے لیے ہم نے بھڑکتی ہوئی آگ تیار کر رکھی ہے جب وہ انہیں دور سے دیکھے گی تو وہ لوگ اس کا غصے سے بپھرنا اور دہاڑنا سنیں گے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿ يَوْمَ يُدَعُّونَ إِلَى نَارِ جَهَنَّمَ دَعّاً هَذِهِ النَّارُ الَّتِي كُنتُم بِهَا

تُكَذِّبُونَ ﴾ (طور : ۱۳-۱٤) جس دن وہ دھکے دے دے کر آتش جہنم کی طرف لائے جائیں گے یہی وہ آتش دوزخ ہے جسے تم جھوٹ بتلاتے تھے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿وَإِذَا أُلْقُوا مِنْهَا مَكَاناً ضَيِّقاً مُقَرَّنِينَ دَعَوْا هُنَالِكَ ثُبُوراً ﴾ (فرقان : ۱۳) اور جب یہ جہنم کی کسی تنگ جگہ میں مشکیں کس کر پھینک دیئے جائیں گے تو وہاں اپنے لیے موت ہی موت پکاریں گے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿وترى المجرمين يومئذ مقرنين فى الاصفاد ٥ سرابيلهم من قطران وتغشىٰ وجوههم النار ٥﴾ (ابراهيم : ٤٩-٥٠) آپ اس دن گنہ گاروں کو دیکھیں گے کہ زنجیروں میں ملے جلے ایک جگہ جکڑے ہوئے ہوں گے ان کے لباس گندھک کے ہوں گے اور آگ ان کے چہروں پر بھی چڑھی ہوئی ہوگی۔

٦-حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن جہنم کی ایک گردن نکلے گی اس کی دو آنکھیں ہوں گی ، دو کان ہوں گے اور ایک زبان ہوگی جو بات کرے گی اور کہے گی کہ مجھے تین قسم کے لوگ سونپے گئے ہیں ہر ظالم سرکش آدمی آدمی ہر وہ شخص جس نے اللہ کے ساتھ دوسرے (جھوٹے) معبود کا پکارا اور تصویریں بنانے والے۔ (احمد: ۸٤۱۱، ملاحظہ ہو السلسلۃ الصحیحۃ: ۵۱۲، ترمذی: ۲۵۷٤)

سب سے پہلے جن لوگوں کو جہنم میں ڈالا جائے گا:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ قیامت کے دن سب سے پہلے تین آدمیوں کے بارے میں فیصلہ کیا جائے گا ، ایک شہید اسے اللہ تعالیٰ کے سامنے لایا جائے گا اللہ تعالیٰ اسے اپنی نعمتیں یاد دلائے گا (جو اس نے اسے دنیا میں عطا کی تھیں) وہ ان نعمتوں کا اعتراف کرے گا اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ ان نعمتوں کو پا کر تم نے کیا عمل کیا وہ کہے گا کہ میں نے تیرے راستے میں جہاد کیا یہاں تک کہ شہادت پائی ، اللہ تعالیٰ کہے گا کہ تم نے جھوٹ کہا تم نے اس لیے لڑائی کی تا کہ لوگ تمہیں جری و بہادر کہیں ، لہٰذا دنیا میں تمہیں جری و بہادر

کہا گیا پھر اسے جہنم میں ڈالنے کا حکم ہوگا اور اسے منہ کے بل گھسیٹ کر جہنم میں ڈالا جائے گا ، دوسرا وہ شخص ہوگا جس نے علم حاصل کیا اور اس کو سکھایا اور قرآن پڑھا ، اس کو اللہ تعالیٰ کے سامنے لایا جائے گا ، اللہ تعالیٰ اسے اپنی نعمتیں یاد دلائے گا وہ ان نعمتوں کا اعتراف کرے گا اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ ان نعمتوں کو پا کر تم نے کیا عمل کیا وہ کہے گا کہ میں نے علم سیکھا اور اسے لوگوں کو سکھایا اور تیرے لیے قرآن پڑھا اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ تم نے جھوٹ کہا بلکہ تم نے علم اس لیے حاصل کیا تا کہ لوگ تمہیں عالم کہیں اور قرآن اس لیے پڑھا تا کہ لوگ تمہیں قاری کہیں لہٰذا دنیا میں تمہیں عالم وقاری کہا گیا پھر اسے جہنم میں ڈالنے کا حکم ہوگا اور اسے منہ کے بل گھسیٹ کر جہنم میں ڈال دیا جائے گا تیسرا وہ شخص ہوگا جس کو اللہ تعالیٰ نے خوب مال و دولت عطا کیا تھا اسے اللہ تعالیٰ کے سامنے لایا جائے گا اللہ تعالیٰ اسے اپنی نعمتیں یاد دلائے گا وہ ان نعمتوں کا اعتراف کرے گا اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ ان نعمتوں کو پا کر تم نے کیا عمل کیا وہ کہے گا کہ میں نے ہر اس راستے میں تیرے لیے اپنا مال خرچ کیا جہاں تو خرچ کیا جانا پسند کرتا تھا ، اللہ تعالیٰ کہے گا کہ تم نے جھوٹ کہا تم نے خرچ اس لیے کیا تا کہ لوگ تمہیں سخی کہیں چنانچہ دنیا میں تمہیں سخی کہا گیا پھر اسے جہنم میں ڈالنے کا حکم ہوگا اور اسے منہ کے بل گھسیٹ کر جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔ (مسلم : ۱۹۰۵)

اہل جہنم:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿والذين كفروا وكذبوا بآياتنا اولئك اصحاب النار هم فيها خالدون ﴾ (بقرہ: ۳۹) اور جو انکار کر کے ہماری آیتوں کو جھٹلائیں ، وہ جہنمی ہیں اور ہمیشہ اس میں رہیں گے۔

حضرت عیاض بن حمار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اہل جہنم پانچ قسم کے لوگ ہیں ، ایک وہ کمزور آدمی جس کے پاس کوئی طاقت نہ ہو اور اس کی حیثیت تمہارے درمیان نوکر چاکر کی ہو لیکن تمہارے اہل و مال کی حفاظت کرنے میں وفادار نہ ہو ، دوسرا وہ شخص جو خائن ہو اور جس کی طمع پوشیدہ نہ ہو اور چھوٹی چھوٹی چیزوں میں خیانت کر بیٹھے اور تیسرا آدمی وہ جو صبح

وشام تمہارے اہل و مال میں دھوکہ دینے کی کوشش کرے اور چوتھے نمبر پر آپ نے بخل یا جھوٹ کا ذکر کیا اور پانچواں شخص وہ ہے جو بدخلق اور فحش بکنے والا ہو۔(مسلم : ٥٦٨٢)

جہنم میں اکثریت کن کی ہوگی؟:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں نے جہنم کو دیکھا اس میں عورتیں زیادہ تھیں وہ ناشکری کرتی ہیں، لوگوں نے کہا کیا اللہ کی ناشکری کرتی ہیں؟ آپ نے فرمایا نہیں، شوہر کی نافرمانی کرتی ہیں اور احسان نہیں مانتیں اگر تم کسی عورت کے ساتھ ساری عمر احسان کرو پھر وہ ذرا سی بات تجھ سے دیکھے (جس کو پسند نہ کرتی ہو) تو کہنے لگتی ہے میں نے تم سے کبھی کوئی بھلائی نہیں پائی۔(بخاری:٢٩، مسلم:٢٠٧)

اہل جہنم میں سب سے سخت عذاب کس کو ہوگا؟

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿ أَلْقِيَا فِي جَهَنَّمَ كُلَّ كَفَّارٍ عَنِيدٍ مَّنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ مُعْتَدٍ مُّرِيبٍ الَّذِي جَعَلَ مَعَ اللَّهِ إِلَهاً آخَرَ فَأَلْقِيَاهُ فِي الْعَذَابِ الشَّدِيدِ ﴾(ق:٢٤-٢٦) ڈال دو جہنم میں ہر کافر وسرکش کو جو نیک کام کرنے سے روکنے والا حد سے گزر جانے والا اور شک کرنے والا تھا جس نے اللہ کے ساتھ دوسرا معبود بنا لیا تھا پس اسے سخت عذاب میں ڈال دو۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿وحاق بآل فرعون سوء العذاب ٥النار يعرضون عليها غدوا وعشيا ويوم تقوم الساعة ادخلوا آل فرعون اشد العذاب ٥﴾(غافر : ٤٥-٤٦) اور فرعون والوں پر بری طرح کا عذاب الٹ پڑا، آگ ہے جس کے سامنے یہ ہر صبح وشام لائے جاتے ہیں اور جس دن قیامت قائم ہوگی (فرمان ہوگا کہ) فرعونیوں کو سخت ترین عذاب میں ڈال دو۔

﴿الذين كفروا وصدوا عن سبيل الله زدناهم عذابا فوق العذاب بما كانوا يفسدون ٥﴾ (نحل : ٨٨) جنہوں نے کفر کیا اور اللہ کی راہ سے روکا ہم انہیں عذاب پر عذاب بڑھاتے جائیں گے یہ بدلہ ہوگا ان کی فتنہ پردازیوں کا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿إِنَّ الْمُنَافِقِينَ فِي الدَّرْكِ الْأَسْفَلِ مِنَ النَّارِ وَلَن تَجِدَ لَهُمْ

نَصِيراً ﴾ (نساء : ١٤٥) منافق تو یقیناً جہنم کے سب سے نیچے کے طبقے میں جائیں گے ناممکن ہے کہ تو ان کا کوئی مددگار پالے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿فو ربک لنحشرنهم والشياطين ثم لنحضرنهم حول جهنم جثيا ٥ثم لننزعن من كل شيعة ايهم أشد على الرحمن عتيا ٥ثم لنحن أعلم بالذين هم اولىٰ بها صليا ٥﴾ (مریم:٦٨-٧٠) تیرے پروردگار کی قسم! ہم انہیں اور شیطانوں کو جمع کر کے ضرور ضرور جہنم کے اردگرد گھٹنوں کے بل گرے ہوئے حاضر کردیں گے پھر ہر ہر گروہ سے انہیں الگ نکال کر کھڑا کریں گے جو اللہ رحمٰن سے بہت اکڑتے پھرتے تھے پھر ہم انہیں بھی خوب جانتے ہیں جو جہنم کے داخلے کے زیادہ سزاوار ہیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن جہنم سے ایک گردن نمودار ہوگی جس کی دو آنکھیں ہوں گی جو دیکھیں گی اور دو کان ہوں گے جو سنیں گے اور ایک زبان ہوگی جو بولے گی وہ کہے گی کہ مجھے تین طرح کے لوگ سونپے گئے ہیں ہر ظالم و سرکش آدمی، ہر وہ شخص جس نے اللہ کے ساتھ دوسرے (جھوٹے) معبود کو پکارا ہے، اور تصویر بنانے والے۔(احمد:٨٤١١، السلسلة الصحيحة : ٥١٢، ترمذی : ٢٥٧٤)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قیامت کے دن سب سے سخت عذاب تصویر بنانے والوں کو ہوگا۔(بخاری: ٥٩٥٠، مسلم:٢١٠٩)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن سب سے سخت عذاب اس شخص کو ہوگا جس کو کسی نبی نے قتل کیا یا جس نے کسی نبی کو قتل کیا اور گمراہی کے امام کو اور تصویر بنانے والے کو۔(احمد/٣٨٦٨، سنده جيد، طبرانی فی الکبیر: ١٠-٢٦٠، ملاحظہ ہو السلسلة الصحيحة :٢٨١)

سب سے ہلکا عذاب کس کو ہوگا:

حضرت نعمان بن بشیرؓ کہتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ سب سے ہلکا

عذاب قیامت کے دن ایک شخص کو ہوگا (ابوطالب کو) ان کے پیر کے نیچے دو انگارے رکھے جائیں گے جس سے ان کا دماغ ایسے ہی پکے گا جیسے کہ دیگ اور پتیلی پکتی ہے۔ (بخاری:٢٦٥٦، مسلم:٣١٢)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سب سے ہلکا عذاب ابوطالب کو ہوگا انہیں آگ کے دو جوتے پہنائے جائیں گے جس سے ان کا دماغ پکے گا۔ (مسلم:٢١٢)

حضرت ابوسعید خذری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا آپ کے پاس ابوطالب کا ذکر کیا گیا آپ نے فرمایا امید ہے کہ میری سفارش سے قیامت کے دن انہیں فائدہ ہو وہ دوزخ میں ایک ایسے مقام میں رہیں گے جہاں ٹخنوں تک آگ ہوگی جس سے ان کا بھیجہ پکتا رہے گا۔ (بخاری:٦٥٦٤، مسلم:٢١٠)

سب سے ہلکے عذاب والے سے کیا کہا جائے گا؟

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْ أَنَّ لَهُم مَّا فِي الْأَرْضِ جَمِيعاً وَمِثْلَهُ مَعَهُ لِيَفْتَدُوا بِهِ مِنْ عَذَابِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ مَا تُقُبِّلَ مِنْهُمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيم ﴾ (المائدة : ٣٦) یقین مانو کہ کافروں کے لیے اگر وہ سب کچھ ہو جو ساری زمین میں ہے بلکہ اس کے مثل اور بھی ہو اور وہ اس سب کو قیامت کے دن کے عذاب کے بدلے فدیہ میں دینا چاہیں تو بھی ناممکن ہے کہ ان کا فدیہ قبول کرلیا جائے ان کے لیے تو دردناک عذاب ہی ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اس جہنمی شخص سے فرمائے گا جس کو سب سے ہلکا عذاب ہوگا کہ اگر تمہارے پاس اس وقت ساری زمین کا مال واسباب ہو تو کیا تم اپنے آپ کو جہنم سے چھڑانے کے لیے اسے دے دو گے وہ کہے گا بیشک دے دوں گا اس وقت اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا کہ میں نے تم سے اس کی بہ نسبت بہت سہل بات چاہی تھی جب تم آدم کی پشت میں تھے میں نے کہا تھا کہ تم شرک نہ کرو لیکن تم نے نہ مانا اور شرک کیا۔

(بخاری:٦٥٥٧، مسلم: ٢٨٠٥)

جہنم کے عذاب کی صفت وکیفیت

جہنم کی زنجیریں اور بیڑیاں:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿إِنَّا أَعْتَدْنَا لِلْكَافِرِينَ سَلَاسِلَا وَأَغْلَالاً وَسَعِيراً ﴾ (دهر : ٤) یقیناً ہم نے کافروں کے لیے زنجیریں اور طوق اور شعلوں والی آگ تیار کر رکھی ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿الَّذِينَ كَذَّبُوا بِالْكِتَابِ وَبِمَا أَرْسَلْنَا بِهِ رُسُلَنَا فَسَوْفَ يَعْلَمُونَ إِذِ الْأَغْلَالُ فِي أَعْنَاقِهِمْ وَالسَّلَاسِلُ يُسْحَبُونَ فِي الْحَمِيمِ ثُمَّ فِي النَّارِ يُسْجَرُونَ ﴾ (غافر : ٧٠-٧٢) جن لوگوں نے کتاب کو جھٹلایا اور اسے بھی جو ہم نے اپنے رسولوں کے ساتھ بھیجا انہیں عنقریب حقیقت حال معلوم ہو جائے گی جب کہ ان کی گردنوں میں طوق ہوں گے اور زنجیریں ہوں گی گھسیٹے جائیں گے، کھولتے ہوئے پانی میں اور پھر جہنم کی آگ میں جلائے جائیں گے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿إِنَّ لَدَيْنَا أَنكَالاً وَجَحِيماً وَطَعَاماً ذَا غُصَّةٍ وَعَذَاباً أَلِيماً ﴾ (مزمل : ١٢-١٣) یقیناً ہمارے یہاں سخت بیڑیاں ہیں اور سلگتا ہوا جہنم ہے اور حلق میں اٹکنے والا کھانا ہے اور درد دینے والا عذاب ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿خذوه فغلوه ٥ ثم الجحيم صلوه ٥ ثم فى سلسة ذرعها سبعون ذراعا فاسلكوه ٥ انه كان لايؤمن بالله العظيم ٥ ولا يحض على طعام المسكين ٥﴾ (الحاقة : ٣٠-٣٤) (حکم ہوگا) اسے پکڑ لو پھر اسے طوق پہنا دو، پھر اسے دوزخ میں ڈال دو پھر اسے ایسی زنجیر میں جس کی پیمائش ستر ہاتھ کی ہے جکڑ دو، بیشک یہ اللہ عظمت والے پر ایمان نہ رکھتا تھا اور مسکین کے کھانے پر رغبت نہ دلاتا تھا۔

اہل جہنم کے کھانے کی صفت:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿إِنَّ شَجَرَةَ الزَّقُّومِ طَعَامُ الْأَثِيمِ كَالْمُهْلِ يَغْلِي فِي الْبُطُونِ

كَـغَـلْـيِ الْحَمِيْمِ ﴾ (دخان : ۴۳-۴۶) بیشک زقوم (تھوہر) کا درخت ہے، گناہ گار کا کھانا ہے جو مثل تلچھٹ کے ہے اور پیٹ میں کھولتا رہتا ہے مثل تیز گرم پانی کے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿أَذَٰلِكَ خَيْرٌ نُّزُلًا أَمْ شَجَرَةُ الزَّقُّومِ إِنَّا جَعَلْنَاهَا فِتْنَةً لِّلظَّالِمِينَ إِنَّهَا شَجَرَةٌ تَخْرُجُ فِي أَصْلِ الْجَحِيمِ طَلْعُهَا كَأَنَّهُ رُؤُوسُ الشَّيَاطِينِ فَإِنَّهُمْ لَآكِلُونَ مِنْهَا فَمَالِؤُونَ مِنْهَا الْبُطُونَ ثُمَّ إِنَّ لَهُمْ عَلَيْهَا لَشَوْباً مِّنْ حَمِيمٍ ثُمَّ إِنَّ مَرْجِعَهُمْ لَإِلَى الْجَحِيمِ﴾ (الصافات : ۶۲-۶۸) کیا یہ مہمانی اچھی ہے یا سیندھ (زقوم) کا درخت؟ جسے ہم نے ظالموں کے لیے سخت آزمائش بنا رکھا ہے، بیشک وہ درخت جہنم کی جڑ میں سے نکلتا ہے جس کے خوشے شیطانوں کے سروں جیسے ہوتے ہیں (جہنمی) اس درخت میں سے کھائیں گے اور اسی سے پیٹ بھریں گے پھر اس پر گرم جلتے پانی کی ملونی ہوگی پھر ان سب کا لوٹنا جہنم کی (آگ کے ڈھیر کی) طرف ہوگا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿لَّيْسَ لَهُمْ طَعَامٌ إِلَّا مِن ضَرِيعٍ لَا يُسْمِنُ وَلَا يُغْنِي مِن جُوعٍ وُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ نَّاعِمَةٌ﴾ (الغاشية : ۶-۸) ان کے لیے سوائے کانٹے دار درختوں کے اور کچھ کھانا نہ ہوگا جو نہ موٹا کرے گا نہ بھوک مٹائے گا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿فَلَيْسَ لَهُ الْيَوْمَ هَاهُنَا حَمِيمٌ وَلَا طَعَامٌ إِلَّا مِنْ غِسْلِينٍ لَا يَأْكُلُهُ إِلَّا الْخَاطِؤُونَ﴾ (الحاقة : ۳۵-۳۷) پس آج اس کا نہ کوئی دوست ہے اور نہ سوائے پیپ کے اس کی کوئی غذا ہے، جسے گناہ گار کے سوا کوئی نہیں کھائے گا۔

اہل جہنم کے پینے کی صفت:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿واستفتحوا وخاب كل جبار عنيد o من ورائه جهنم ويسقىٰ من ماء صديد o يتجرعه ولا يكاد يسيغه ويأتيه الموت من كل مكان وما هو بميت ومن ورائه عذاب غليظ o﴾ (ابراهيم : ۱۵-۱۷) اور انہوں نے فیصلہ طلب کیا اور تمام سرکش ضدی لوگ نامراد ہوگئے اس کے سامنے دوزخ ہے جہاں وہ پیپ کا پانی پلایا

جائے گا جسے وہ بمشکل گھونٹ گھونٹ پیئے گا پھر بھی اسے گلے سے نہ اتار سکے گا اور اسے ہر جگہ سے موت آتی دکھائی دے گی لیکن وہ مرنے والا نہیں پھر اس کے پیچھے بھی سخت عذاب ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿وسقوا ماء حميما فقطع أمعاء هم o﴾ (محمد : ۱۵) اور انہیں گرم کھولتا ہوا پانی پلایا جائے گا جو ان کی آنتوں کو ٹکڑا ٹکڑا کردے گا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿إِنَّا أَعْتَدْنَا لِلظَّالِمِينَ نَاراً أَحَاطَ بِهِمْ سُرَادِقُهَا وَإِن يَسْتَغِيثُوا يُغَاثُوا بِمَاءٍ كَالْمُهْلِ يَشْوِي الْوُجُوهَ بِئْسَ الشَّرَابُ وَسَاءَتْ مُرْتَفَقاً﴾ (كهف : ۲۹) ظالموں کے لیے ہم نے وہ آگ تیار کر رکھی ہے جس کی قناتیں انہیں گھیر لیں گی اور وہ فریاد رسی چاہیں گے تو ان کی فریاد اس پانی سے کی جائے گی جو تیل کی تلچھٹ جیسا ہوگا جو چہرے بھون دے گا بڑا ہی برا پانی ہے اور بڑی بری آرام گاہ (دوزخ) ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿هَذَا وَإِنَّ لِلطَّاغِينَ لَشَرَّ مَآبٍ جَهَنَّمَ يَصْلَوْنَهَا فَبِئْسَ الْمِهَادُ هَذَا فَلْيَذُوقُوهُ حَمِيمٌ وَغَسَّاقٌ وَآخَرُ مِن شَكْلِهِ أَزْوَاجٌ﴾ (ص ۵۵-۵۸) یہ تو ہوئی جزا، (یاد رکھو کہ) سرکشوں کے لیے بڑی بری جگہ ہے، دوزخ ہے جس میں وہ جائیں گے (آہ) کیا ہی وہ برا بچھونا ہے، یہ ہے پس اسے چکھیں، گرم پانی اور پیپ اس کے علاوہ اور طرح طرح کے عذاب۔

اہل جہنم کے کپڑے:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿فالذين كفروا قطعت لهم ثيا ب من نار يصيب من فوق ر ء وسهم الحميم o﴾ (الحج : ۱۹) پس کافروں کے لیے تو آگ کے کپڑے بیونت کر کاٹے جائیں گے اور ان کے سروں کے اوپر سے سخت کھولتا ہوا پانی بہایا جائے گا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿وترى المجرمين يؤمئذ مقرنين فى الاصفاد o سرابيلهم من قطران وتغشىٰ وجوههم النار o﴾ (ابراهيم: ۴۹-۵۰) آپ اس دن گنہ گاروں کو دیکھیں گے کہ زنجیروں میں ملے جلے ایک جگہ جکڑے ہوئے ہوں گے، ان کے لباس گندھک کے ہوں گے اور آگ ان کے چہروں پر بھی چڑھی ہوئی ہوگی۔

اہل جہنم کا بچھونا:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿لهم من جهنم مهاد ومن فوقهم غواش وكذلك نجزی الظالمين ○﴾ (الأعراف : ٤١) ان کے لیے آتش دوزخ کا بچھونا ہوگا اور ان کے اوپر (اسی کا) اوڑھنا ہوگا اور ہم ایسے ظالموں کو ایسی ہی سزا دیتے ہیں۔

اہل جہنم کی حسرت:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿كذلك يريهم الله اعمالهم حسرات عليهم وماهم بخارجين من النار ○﴾(البقرة : ١٦٧) اسی طرح اللہ تعالیٰ انہیں ان کے اعمال دکھائے گا ان کو حسرت دلانے کو یہ ہرگز جہنم سے نہ نکلیں گے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا جو شخص جنت میں جائے گا اس کو دوزخ میں بھی اسی طرح کا ٹھکانہ دکھایا جائے گا یعنی اگر وہ برے کام کرتا تو اسی میں جاتا تاکہ وہ اللہ کا شکر مزید کرے اور جو شخص جہنم میں جائے گا اس کو جنت میں اس کا ٹھکانہ دکھایا جائے گا یعنی اگر وہ اچھے کام کرتا تو اس میں رہتا تاکہ وہ زیادہ رنج وافسوس کرے۔(بخاری:٦٥٦٩)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن کافر کو لایا جائے گا اور اس سے کہا جائے گا کہ اگر تمہارے پاس زمین بھر سونا ہو تو کیا تم اپنے آپ کو جہنم سے چھڑانے کے لیے اسے دے دو گے وہ کہے گا کہ بیشک دے دوں گا، اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ تم سے اس سے کہیں زیادہ آسان چیز کا مطالبہ کیا گیا تھا۔(بخاری:٦٥٣٨، مسلم:٢٨٠٥)

اہل جہنم کی گفتگو:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿قَالَ ادْخُلُواْ فِي أُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِن قَبْلِكُم مِّن الْجِنِّ وَالإِنسِ فِي النَّارِ كُلَّمَا دَخَلَتْ أُمَّةٌ لَّعَنَتْ أُخْتَهَا حَتَّى إِذَا ادَّارَكُواْ فِيهَا جَمِيعاً قَالَتْ أُخْرَاهُمْ لأُولاَهُمْ رَبَّنَا هَؤُلاء أَضَلُّونَا فَآتِهِمْ عَذَاباً ضِعْفاً مِّنَ النَّارِ قَالَ لِكُلٍّ ضِعْفٌ وَلَكِن لاَّ تَعْلَمُونَ وَقَالَتْ أُولاَهُمْ لأُخْرَاهُمْ فَمَا كَانَ لَكُمْ عَلَيْنَا مِن فَضْلٍ فَذُوقُواْ الْعَذَابَ

بِمَا كُنتُمْ تَكْسِبُونَ﴾(الاعراف:٣٨-٣٩) اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ جو فرقے تم سے پہلے گزر چکے ہیں جنات میں سے بھی اور آدمیوں میں سے بھی، ان کے ساتھ تم بھی دوزخ میں جاؤ، جس وقت بھی کوئی جماعت داخل ہوگی، اپنی دوسری جماعت کو لعنت کرے گی یہاں تک کہ جب اس میں سب جمع ہو جائیں گے تو پچھلے لوگ پہلے لوگوں کی نسبت کہیں گے کہ ہمارے پروردگار ہم کو ان لوگوں نے گمراہ کیا تھا سو ان کو دوزخ کا عذاب دوگنا دے، اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ سب ہی کا دوگنا ہے، لیکن تم کو خبر نہیں اور پہلے لوگ پچھلے لوگوں سے کہیں گے کہ پھر تم کو ہم پر کوئی فوقیت نہیں سو تم بھی اپنی کمائی کے بدلے میں عذاب کا مزہ چکھو۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿ثم يوم القيامة يكفر بعضكم ببعض ويلعن بعضكم بعضا وماواكم النار ومالكم من ناصرين ○﴾(عنکبوت : ٢٥) تم سب قیامت کے دن ایک دوسرے سے کفر کرنے لگو گے اور تمہارا سب کا ٹھکانہ دوزخ ہوگا اور تمہارا کوئی مددگار نہ ہوگا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿لاتدعوا اليوم ثبورا واحداً وادعوا ثبوراً كثيرا﴾ (فرقان:١٤) (ان سے کہا جائے گا) آج ایک ہی موت کو نہ پکارو بلکہ بہت سے اموات کو پکارو۔

جہنم میں عذاب میں مبتلا کچھ لوگوں کا بیان

کفار ومنافقین:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿وعد الله المنافقين والمنافقات والكفار نار جهنم خالدين فيها هی حسبهم ولعنهم الله ولهم عذاب مقيم ○﴾(توبة:٦٨) اللہ تعالیٰ ان منافق مردوں، عورتوں اور کافروں سے جہنم کی آگ کا وعدہ کر چکا ہے جہاں یہ ہمیشہ رہنے والے ہیں وہی انہیں کافی ہے ان پر اللہ کی پھٹکار ہے اور ان ہی کے لیے دائمی عذاب ہے۔

کسی معصوم جان کو قصداً قتل کرنے والا:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿ومن يقتل مؤمنا متعمدا فجزاؤه جهنم خالدا فيها وغضب

الله عليه ولعنه وأعد له عذابا عظيما ۝﴾ (النساء : ۹۳) اور جو کوئی کسی مؤمن کو قصداً قتل کر ڈالے اس کی سزا دوزخ ہے جس میں وہ ہمیشہ رہے گا اس پر اللہ تعالیٰ کا غضب ہے اسے اللہ تعالیٰ نے لعنت کی ہے اور اس کے لیے بڑا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جس نے کسی معاہد (ذمی کافر) کو قتل کیا اس کو جنت کی خوشبو نہیں ملے گی حالانکہ اس کی خوشبو چالیس سال کی راہ تک پہنچتی ہے۔

زنا کرنے والے مرد اور زنا کرنے والی عورتیں:

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اکثر اپنے صحابہ سے کہا کرتے تھے کہ کیا تم میں سے کسی نے کوئی خواب دیکھا ہے اس میں یہ الفاظ بھی ہیں کہ آپ نے ایک صبح فرمایا: میرے پاس آج رات دو فرشتے آئے دونوں نے مجھے اٹھایا اور کہنے لگے چلو میں ان کے ساتھ چلا ہم ایک گڑھے کے پاس پہنچے جو تندور کی طرح تھا اس میں سے شور وغل اٹھ رہا تھا ہم نے اس میں جھانکا تو دیکھا کہ اس میں مرد اور عورتیں ہیں اور سب ننگے ہیں جب ان کے نیچے سے آگ کی لپٹ آتی ہے تو وہ چلاتے ہیں میں نے ان دونوں فرشتوں سے پوچھا کہ یہ کون لوگ ہیں...... اس کے اندر یہ الفاظ ہیں کہ ان دونوں نے کہا کہ ننگے مرد اور عورت جو تم نے تنور میں دیکھے ہیں وہ زنا کرنے والے اور زنا کرنے والیاں ہیں۔ (بخاری:۷۰۴۳)

سود کھانے والے:

حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ بن جندب کی گزشتہ حدیث میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ہم خون کی ایک ندی پر پہنچے ایک آدمی ندی کے بیچ میں کھڑا تھا اور ندی کے کنارے ایک آدمی کھڑا تھا جس کے سامنے پتھر پڑے تھے ندی میں جو شخص تھا وہ باہر آنے لگا جب اس نے نکلنا چاہا تو اس شخص نے ایک پتھر سے اس کے منہ پر مارا اور اس کو اسی جگہ لوٹا دیا جہاں وہ پہلے تھا پھر جب جب اس نے نکلنا چاہا تو اس شخص نے اس کے منہ پر پتھر پھینک کر مارا اور وہ اسی جگہ لوٹ جاتا جہاں پہلے تھا میں

نے پوچھا یہ کون ہے، فرشتے نے کہا جس کو تم نے ندی میں دیکھا ہے یہ وہ لوگ ہیں جو سود کھاتے تھے۔ (بخاری:۱۳۸۶)

تصویر بنانے والے:

۱-حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ ہر تصویر بنانے والا جہنم میں جائے گا اس نے جو بھی تصویر بنائی ہے اس میں جان ڈالی جائے گی پھر یہ تصویر اسے جہنم میں عذاب دیں گی۔ (مسلم: ۲۱۱۰)

۲-حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں اپنے ایک روشن دان میں ایک پردہ لگائے ہوئی تھی جس مین تصویریں تھیں اتنے میں رسول اللہ ﷺ آئے آپ نے جب اسے دیکھا تو پھاڑ دیا اور آپ کے چہرے کا رنگ بدل گیا اور کہنے لگے اے عائشہ قیامت کے دن اللہ کے یہاں سب سے سخت عذاب ان لوگوں کو ہوگا جو اللہ تعالیٰ کی خلقت میں مقابلہ آرائی کرتے ہیں، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ پھر ہم نے اسے کاٹ دیا اور اس سے ایک یا دو تکیہ بنالیا۔

۳-حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جس شخص نے دنیا میں کوئی تصویر بنائی اس سے قیامت کے دن کہا جائے گا کہ اس میں جان ڈالو اور وہ جان ڈال نہ سکے گا (جس پر اسے عذاب ہوگا) (بخاری:۷۰۴۲، مسلم: ۲۱۱۰)

یتیم کا مال کھانے والا:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿إِنَّ الَّذِينَ يَأْكُلُونَ أَمْوَالَ الْيَتَامَى ظُلْماً إِنَّمَا يَأْكُلُونَ فِي بُطُونِهِمْ نَاراً وَسَيَصْلَوْنَ سَعِيراً﴾ (النساء: ۱۰) جو لوگ ناحق ظلم سے یتیموں کا مال کھا جاتے ہیں وہ اپنے پیٹ میں آگ بھر رہے ہیں اور عنقریب وہ دوزخ میں جائیں گے۔

جھوٹ اور غیبت کرنے والے لوگ:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَأَمَّا إِن كَانَ مِنَ الْمُكَذِّبِينَ الضَّالِّينَ فَنُزُلٌ مِّنْ حَمِيمٍ

وَتَصْلِيَةُ جَحِيمٍ ﴾ (واقعة: ۹۲-۹۳) لیکن اگر کوئی جھٹلانے والے گمراہوں میں سے ہے تو کھولتے ہوئے گرم پانی کی مہمانی ہے اور دوزخ میں جانا ہے۔

۲-حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں ایک سفر میں نبی ﷺ کے ساتھ تھا اس میں یہ الفاظ ہیں کہ میں نے کہا اے اللہ کے نبی! کیا جو ہم باتیں کرتے ہیں اس پر بھی ہمارا مؤاخذہ ہوگا آپ نے فرمایا اے معاذ! تمہارے اوپر تمہاری ماں روئے اپنی زبان سے لوگ جو (غلط) باتیں کہتے ہیں اسی کی وجہ سے تو وہ جہنم میں اوندھے منہ ڈالے جائیں گے۔ (ترمذی: ۲۶۱۶، ابن ماجہ: ۳۹۷۳)

اللہ تعالیٰ کی نازل کی ہوئی چیز کو چھپانے والے:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿إِنَّ الَّذِينَ يَكْتُمُونَ مَا أَنزَلَ اللَّهُ مِنَ الْكِتَابِ وَيَشْتَرُونَ بِهِ ثَمَناً قَلِيلاً أُولَـئِكَ مَا يَأْكُلُونَ فِي بُطُونِهِمْ إِلَّا النَّارَ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللَّهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا يُزَكِّيهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴾ (البقرة: ۱۷۴) بیشک جو لوگ اللہ تعالیٰ کی اتاری ہوئی کتاب چھپاتے ہیں اور اسے تھوڑی تھوڑی سی قیمت پر بیچتے ہیں یقین مانو کہ یہ اپنے پیٹ میں آگ بھر رہے ہیں قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ان سے بات بھی نہ کرے گا نہ انہیں پاک کرے گا بلکہ ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔

اہل جہنم کا آپس میں جھگڑنا:

جب کفار اللہ کے عذاب اور اس کی ہولناکیوں کو دیکھیں گے تو اپنے اوپر اور اپنے دوستوں پر غصہ ہوں گے ان کی محبت عداوت میں بدل جائے گی اور وہ ایک دوسرے سے جھگڑیں گے۔

۱-عبادت کرنے والے اپنے باطل معبودوں سے جھگڑیں گے:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿قَالُوا وَهُمْ فِيهَا يَخْتَصِمُونَ تَاللَّهِ إِن كُنَّا لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ إِذْ نُسَوِّيكُم بِرَبِّ الْعَالَمِينَ وَمَا أَضَلَّنَا إِلَّا الْمُجْرِمُونَ ﴾ (الشعراء: ۹۶-۹۹) آپس میں لڑتے جھگڑتے ہوئے کہیں گے کہ قسم اللہ کی یقیناً ہم تو کھلی غلطی پر تھے جبکہ تمہیں رب العالمین کے برابر سمجھ بیٹھے تھے اور ہمیں تو سوا ان بدکاروں کے کسی اور نے گمراہ نہیں کیا تھا۔

۲-کمزور لوگ اپنے سرداروں اور طاقتور لوگوں سے جھگڑا کریں گے:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَإِذْ يَتَحَاجُّونَ فِي النَّارِ فَيَقُولُ الضُّعَفَاء لِلَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا إِنَّا كُنَّا لَكُمْ تَبَعاً فَهَلْ أَنتُم مُّغْنُونَ عَنَّا نَصِيباً مِّنَ النَّارِ قَالَ الَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا إِنَّا كُلٌّ فِيهَا إِنَّ اللَّهَ قَدْ حَكَمَ بَيْنَ الْعِبَادِ ﴾ (غافر: ۴۷-۴۸) اور جب کہ دوزخ میں ایک دوسرے سے جھگڑیں گے تو کمزور لوگ تکبر کرنے والوں سے (جن کے یہ تابع تھے) کہیں گے کہ ہم تو تمہارے پیرو تھے تو کیا اب تم ہم سے اس آگ کا کوئی حصہ ہٹا سکتے ہو؟ وہ بڑے لوگ جواب دیں گے کہ ہم تو سبھی اس آگ میں ہیں اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے درمیان فیصلہ کر چکا ہے۔

۳-اتباع کرنے والوں گمراہ لیڈروں سے جھگڑا کریں گے:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَأَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلَى بَعْضٍ يَتَسَاءلُونَ قَالُوا إِنَّكُمْ كُنتُمْ تَأْتُونَنَا عَنِ الْيَمِينِ قَالُوا بَل لَّمْ تَكُونُوا مُؤْمِنِينَ وَمَا كَانَ لَنَا عَلَيْكُم مِّن سُلْطَانٍ بَلْ كُنتُمْ قَوْماً طَاغِينَ فَحَقَّ عَلَيْنَا قَوْلُ رَبِّنَا إِنَّا لَذَائِقُونَ فَأَغْوَيْنَاكُمْ إِنَّا كُنَّا غَاوِينَ فَإِنَّهُمْ يَوْمَئِذٍ فِي الْعَذَابِ مُشْتَرِكُونَ ﴾ (الصافات: ۲۷-۳۳) وہ ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہو کر سوال و جواب کرنے لگیں گے، کہیں گے کہ تم تو ہمارے پاس ہماری دائیں طرف سے آتے تھے وہ جواب دیں گے کہ نہیں بلکہ تم ہی ایماندار نہ تھے اور کچھ ہمارا زور تو تم پر تھا (ہی) نہیں بلکہ تم (خود) سرکش لوگ تھے، اب تو ہم (سب) پر ہمارے رب کی یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ ہم (عذاب) چکھنے والے ہیں، پس ہم نے تمہیں گمراہ کیا ہم خود بھی گمراہ ہی تھے، سو اب آج کے دن تو (سب کے سب) عذاب میں شریک ہیں۔

۴-کافر اپنے ساتھی شیطان سے جھگڑا کریں گے:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿قَالَ قَرِينُهُ رَبَّنَا مَا أَطْغَيْتُهُ وَلَكِن كَانَ فِي ضَلَالٍ بَعِيدٍ قَالَ لَا تَخْتَصِمُوا لَدَيَّ وَقَدْ قَدَّمْتُ إِلَيْكُم بِالْوَعِيدِ مَا يُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَيَّ وَمَا أَنَا بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيدِ ﴾ (ق/۲۷-۲۹) اس کا ہم نشین (شیطان) کہے گا اے ہمارے رب! میں نے اسے گمراہ

نہیں کیا تھا بلکہ یہ خود ہی دور دراز کی گمراہی میں تھا حق تعالیٰ فرمائے گا بس میرے سامنے جھگڑے کی بات مت کرو میں تو پہلے ہی تمہاری طرف وعید (وعدۂ عذاب) بھیج چکا تھا میرے ہاں بات بدلتی نہیں اور نہ میں اپنے بندوں پر ذرا بھی ظلم کرنے والا ہوں۔

۵-انسان اپنے اعضاء سے جھگڑا کرے:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿وَيَوْمَ يُحْشَرُ أَعْدَاءُ اللَّهِ إِلَى النَّارِ فَهُمْ يُوزَعُونَ حَتَّى إِذَا مَا جَاؤُوهَا شَهِدَ عَلَيْهِمْ سَمْعُهُمْ وَأَبْصَارُهُمْ وَجُلُودُهُمْ بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ وَقَالُوا لِجُلُودِهِمْ لِمَ شَهِدتُّمْ عَلَيْنَا قَالُوا أَنطَقَنَا اللَّهُ الَّذِي أَنطَقَ كُلَّ شَيْءٍ وَهُوَ خَلَقَكُمْ أَوَّلَ مَرَّةٍ وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ﴾ (فصلت: ۱۹-۲۱) اور جس دن اللہ کے دشمن دوزخ کی طرف لائے جائیں گے اور ان (سب) کو جمع کر دیا جائے گا یہاں تک کہ جب بالکل جہنم کے پاس آجائیں گے ان پر ان کے کان اور ان کی آنکھیں اور ان کی کھالیں ان کے اعمال کی گواہی دیں گے یہ اپنی کھالوں سے کہیں گے کہ تم نے ہمارے خلاف شہادت کیوں دی؟ وہ کہیں گے کہ ہمیں اللہ نے قوت گویائی عطا فرمائی جس نے ہر چیز کو بولنے کی طاقت بخشی ہے اس نے تمہیں اول مرتبہ پیدا کیا اور اسی کی طرف تم سب لوٹائے جاؤ گے۔

اہل جہنم اللہ تعالیٰ سے کہیں گے کہ ہمیں ان لوگوں کو دکھا دے جنہوں نے ہمیں گمراہ کیا تھا، اور ان کو دوگنا عذاب دے:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا رَبَّنَا أَرِنَا الَّذَيْنِ أَضَلَّانَا مِنَ الْجِنِّ وَالْإِنسِ نَجْعَلْهُمَا تَحْتَ أَقْدَامِنَا لِيَكُونَا مِنَ الْأَسْفَلِينَ﴾ (فصلت: ۲۹) اور کافر کہیں گے اے ہمارے رب ہمیں جنوں، انسانوں (کے وہ دونوں فریق) دکھا جنہوں نے ہمیں گمراہ کیا (تا کہ) ہم انہیں اپنے قدموں تلے ڈال دیں تا کہ وہ جہنم میں سب سے نیچے (سخت عذاب میں) ہو جائیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿يَوْمَ تُقَلَّبُ وُجُوهُهُمْ فِي النَّارِ يَقُولُونَ يَا لَيْتَنَا أَطَعْنَا اللَّهَ وَأَطَعْنَا الرَّسُولَا وَقَالُوا رَبَّنَا إِنَّا أَطَعْنَا سَادَتَنَا وَكُبَرَاءَنَا فَأَضَلُّونَا السَّبِيلَا رَبَّنَا آتِهِمْ

ضِعْفَيْنِ مِنَ الْعَذَابِ وَالْعَنْهُمْ لَعْنًا كَبِيرًا﴾ (احزاب: ۶۶-۶۸) اس دن ان کے چہرے آگ میں الٹ پلٹ کئے جائیں گے (حسرت وافسوس سے) کہیں گے کہ کاش ہم اللہ تعالیٰ اور رسول کی اطاعت کرتے اور کہیں گے اے ہمارے رب! ہم نے اپنے سرداروں اور اپنے بڑوں کی مانی جنہوں نے ہمیں راہ راست سے بھٹکا دیا پروردگار تو انہیں دوگنا عذاب دے اور ان پر بہت بڑی لعنت نازل فرما۔

اہل جہنم کے بارے میں ابلیس کا خطبہ:

جب اللہ تعالیٰ بندوں کا فیصلہ کر دے گا تو ابلیس اہل جہنم سے خطاب کرے گا جس سے ان کی حسرت وندامت اور بڑھ جائے گی۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿وَقَالَ الشَّيْطَانُ لَمَّا قُضِيَ الْأَمْرُ إِنَّ اللَّهَ وَعَدَكُمْ وَعْدَ الْحَقِّ وَوَعَدتُّكُمْ فَأَخْلَفْتُكُمْ وَمَا كَانَ لِيَ عَلَيْكُم مِّن سُلْطَانٍ إِلَّا أَن دَعَوْتُكُمْ فَاسْتَجَبْتُمْ لِي فَلَا تَلُومُونِي وَلُومُوا أَنفُسَكُم مَّا أَنَا بِمُصْرِخِكُمْ وَمَا أَنتُم بِمُصْرِخِيَّ إِنِّي كَفَرْتُ بِمَا أَشْرَكْتُمُونِ مِن قَبْلُ إِنَّ الظَّالِمِينَ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ﴾ (ابراهيم: ۲۲) جب اور کام کا فیصلہ کر دیا جائے گا تو شیطان کہے گا کہ اللہ نے تمہیں سچا وعدہ دیا تھا اور میں نے تم سے جو وعدے کئے تھے ان کا خلاف کیا، میرا تم پر کوئی دباؤ تو تھا ہی نہیں ہاں میں نے تمہیں پکارا اور تم نے میری مان لی پس تم مجھے الزام نہ لگاؤ بلکہ خود اپنے آپ کو ملامت کرو، نہ میں تمہارا فریادرس اور نہ تم میری فریاد کو پہنچنے والے میں تو سرے سے مانتا ہی نہیں کہ تم مجھے اس سے پہلے اللہ کا شریک مانتے رہے، یقیناً ظالموں کے لیے دردناک عذاب ہے۔

جہنم مزید طلب کرے گا:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿ويوم نقول لجهنم هل امتلات وتقول هل من مزيد ٥﴾ (ق/۳۰) جس دن ہم دوزخ سے پوچھیں گے کیا تو بھر چکی؟ وہ جواب دے گی کیا کچھ اور زیادہ بھی ہے؟

۲-حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ دوزخی لوگ دوزخ میں ڈالے جاتے رہیں گے لیکن دوزخ یہی کہتی رہے گی اور کچھ ہے اور کچھ ہے یہاں تک کہ اللہ رب العزت اپنا پیر اس میں رکھ دے گا اس وقت اس کا بعض حصہ بعض سے قریب ہو جائے گا (یعنی سکڑ جائے گا) اور کہے گی تیری عزت و بزرگی کی قسم! ہرگز نہیں ہرگز نہیں اور جنت میں جگہ باقی رہ جائے گی (یعنی نہیں بھرے گی) یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اس کو پر کرنے کے لیے کچھ لوگوں کو پیدا کرے گا پھر انہیں جنت کی خالی جگہوں میں ٹھہرائے گا۔(بخاری:۴۸۴۸، مسلم/۲۸۴۸)

اہل جہنم کے احوال کی تصویر

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُواْ بِآيَاتِنَا سَوْفَ نُصْلِيهِمْ نَاراً كُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُودُهُمْ بَدَّلْنَاهُمْ جُلُوداً غَيْرَهَا لِيَذُوقُواْ الْعَذَابَ إِنَّ اللّهَ كَانَ عَزِيزاً حَكِيماً﴾ (نساء: ۵۶) جن لوگوں نے ہماری آیتوں سے کفر کیا، انہیں ہم یقیناً آگ میں ڈال دیں گے، جب ان کی کھالیں پک جائیں گی ہم ان کے سوا اور کھالیں بدل دیں گے تا کہ وہ عذاب چکھتے رہیں یقیناً اللہ تعالیٰ غالب حکمت والا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿إِنَّ الْمُجْرِمِينَ فِي عَذَابِ جَهَنَّمَ خَالِدُونَ لَا يُفَتَّرُ عَنْهُمْ وَهُمْ فِيهِ مُبْلِسُونَ وَمَا ظَلَمْنَاهُمْ وَلَكِن كَانُوا هُمُ الظَّالِمِينَ﴾ (زخرف:۷۴-۷۶) بیشک گناہ گار لوگ عذاب دوزخ میں ہمیشہ رہیں گے یہ عذاب کبھی بھی ان سے ہلکا نہ کیا جائے گا اور وہ اس میں مایوس پڑے رہیں گے اور ہم نے ان پر ظلم نہیں کیا بلکہ یہ خود ہی ظالم تھے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿إِنَّ اللَّهَ لَعَنَ الْكَافِرِينَ وَأَعَدَّ لَهُمْ سَعِيراً خَالِدِينَ فِيهَا أَبَداً لَّا يَجِدُونَ وَلِيّاً وَلَا نَصِيراً يَوْمَ تُقَلَّبُ وُجُوهُهُمْ فِي النَّارِ يَقُولُونَ يَا لَيْتَنَا أَطَعْنَا اللَّهَ وَأَطَعْنَا الرَّسُولَا﴾ (احزاب: ۶۴-۶۶) اللہ تعالیٰ نے کافروں پر لعنت کی ہے اور ان کے لیے بھڑکتی ہوئی آگ تیار کر رکھی ہے جس میں وہ ہمیشہ ہمیش رہیں گے وہ وہاں کوئی حامی و مددگار نہ

پائیں گے اس دن ان کے چہرے آگ میں الٹ پلٹ کئے جائیں گے (حسرت و افسوس سے) کہیں گے کاش ہم اللہ تعالیٰ اور رسول کی اطاعت کرتے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿والذين كفروا لهم نار جهنم لا يقضىٰ عليهم فيموتوا ولا يخفف عنهم من عذابها كذلك نجزي كل كفور﴾ (فاطر: ۳۶) اور جن لوگوں نے کفر کی راہ اختیار کی ان کے لئے دوزخ کی آگ ہے نہ تو ان کی قضا ہی آئے گی کہ مر جائیں اور نہ ہی دوزخ کا عذاب ان سے ہلکا کیا جائے گا، ہم ہر کافر کو ایسے ہی سزا دیتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿فَأَمَّا الَّذِينَ شَقُواْ فَفِي النَّارِ لَهُمْ فِيهَا زَفِيرٌ وَشَهِيقٌ خَالِدِينَ فِيهَا مَا دَامَتِ السَّمَاوَاتُ وَالأَرْضُ إِلَّا مَا شَاء رَبُّكَ إِنَّ رَبَّكَ فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيد﴾ (ھود: ۱۰۶-۱۰۷) لیکن جو بدبخت ہوئے وہ دوزخ میں ہوں گے وہاں چیخیں گے چلائیں گے وہ وہاں ہمیشہ رہنے والے ہیں جب تک آسمان و زمین برقرار ہے سوائے اس وقت کے جب تمہارا رب چاہے یقیناً تیرا رب جو کچھ چاہتا ہے کر گزرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿فو ربک لنحشرنهم والشياطين ثم لنحضرنهم حول جهنم جثيا ٥ ثم لننزعن من كل شيعة ايهم أشد على الرحمن عتيا ٥ ثم لنحن أعلم بالذين هم اولىٰ بها صليا ٥﴾ (مریم:۶۸-۷۰) تیرے پروردگار کی قسم ہم انہیں اور شیطانوں کو جمع کر کے ضرور ضرور جہنم کے اردگرد گھٹنوں کے بل گرے ہوئے حاضر کر دیں گے ہم پھر ہر ہر گروہ سے انہیں الگ نکال کھڑا کریں گے جو اللہ رحمٰن سے بہت بہت اکڑے اکڑے پھرتے تھے پھر ہم انہیں بھی خوب خوب جانتے ہیں جو جہنم کے داخلے کے زیادہ سزاوار ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿إِنَّ جَهَنَّمَ كَانَتْ مِرْصَاداً لِلْطَّاغِينَ مَآباً لَابِثِينَ فِيهَا أَحْقَاباً لَّا يَذُوقُونَ فِيهَا بَرْداً وَلَا شَرَاباً إِلَّا حَمِيماً وَغَسَّاقاً جَزَاء وِفَاقاً﴾ (نباء:۲۱-۲۲) بیشک دوزخ گھات میں ہے سرکشوں کا ٹھکانہ وہی ہے اس میں وہ مدتوں تک پڑے رہیں گے نہ کبھی اس میں خنکی کا مزہ چکھیں گے، نہ پانی کا سوائے گرم پانی اور بہتی پیپ کے (ان کو) پورا پورا بدلہ

ملے گا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿وَلِلَّذِينَ كَفَرُوا بِرَبِّهِمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ وَبِئْسَ الْمَصِيرُ إِذَا أُلْقُوا فِيهَا سَمِعُوا لَهَا شَهِيقاً وَهِيَ تَفُورُ تَكَادُ تَمَيَّزُ مِنَ الْغَيْظِ كُلَّمَا أُلْقِيَ فِيهَا فَوْجٌ سَأَلَهُمْ خَزَنَتُهَا أَلَمْ يَأْتِكُمْ نَذِيرٌ قَالُوا بَلَى قَدْ جَاءنَا نَذِيرٌ فَكَذَّبْنَا وَقُلْنَا مَا نَزَّلَ اللَّهُ مِن شَيْءٍ إِنْ أَنتُمْ إِلَّا فِي ضَلَالٍ كَبِيرٍ﴾(الملک : ٦-٩) اور اپنے رب کے ساتھ کفر کرنے والوں کے لیے جہنم کا عذاب ہے اور وہ کیا ہی بری جگہ ہے جب اس میں یہ ڈالے جائیں گے تو اس کی بڑے زور کی آوازیں سنیں گے اور وہ جوش مار رہی ہوگی قریب ہے کہ (ابھی) غصے کے مارے پھٹ جائے جب کبھی اس میں کوئی گروہ ڈالا جائے گا اس سے جہنم کے داروغہ پوچھیں گے کہ کیا تمہارے پاس ڈرانے والا کوئی نہیں آیا تھا وہ کہیں گے بیشک آیا تھا لیکن ہم نے اسے جھٹلایا اور ہم نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے کچھ بھی نازل نہیں فرمایا ہے تم بہت بڑی گمراہی میں ہو۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿إِنَّ الْمُجْرِمِينَ فِي ضَلَالٍ وَسُعُرٍ يَوْمَ يُسْحَبُونَ فِي النَّارِ عَلَى وُجُوهِهِمْ ذُوقُوا مَسَّ سَقَرَ﴾ (قمر/ ٤٧-٤٨) بیشک گناہ گار گمراہی اور عذاب میں ہیں جس دن وہ اپنے منہ کے بل آگ میں گھسیٹے جائیں گے (اور ان سے کہا جائے گا) دوزخ کی آگ لگنے کا مزہ چکھو۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿كَلَّا لَيُنبَذَنَّ فِي الْحُطَمَةِ وَمَا أَدْرَاكَ مَا الْحُطَمَةُ نَارُ اللَّهِ الْمُوقَدَةُ الَّتِي تَطَّلِعُ عَلَى الْأَفْئِدَةِ إِنَّهَا عَلَيْهِم مُّؤْصَدَةٌ فِي عَمَدٍ مُّمَدَّدَةٍ﴾ (حمزہ:٤-٩) ہرگز نہیں یہ تو ضرور توڑ پھوڑ دینے والی آگ میں پھینک دیا جائے گا اور تجھے کیا معلوم کہ ایسی آگ کیا ہوگی جو دلوں پر چڑھتی چلی جائے گی اور ان پر بڑے بڑے ستونوں میں ہر طرف سے بند کی ہوئی ہوگی۔

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ قیامت کے دن ایک شخص کو لایا جائے گا اور دوزخ میں ڈال دیا جائے گا اس کی انتڑیاں (پیٹ

سے) باہر نکل پڑیں گی اور وہ اپنی انتڑیاں لیتے ہوئے چکی کے گدھے کی طرح گھومتا رہے گا سارے دوزخ والے اس کے پاس اکٹھا ہو جائیں گے کہیں گے ارے فلاں یہ کیا معاملہ ہے تم تو دنیا میں ہمیں بھلائی کا حکم دیتے تھے اور برائی سے منع کرتے تھے وہ کہے گا میں تو تم کو بھلائی کا حکم دیتا تھا لیکن خود نہ کرتا تھا اور تم کو برائی سے منع کرتا تھا لیکن خود برائی کرتا تھا۔(بخاری:٣٢٦٧، مسلم : ٢٩٨٩)

اہل جہنم کا رونا اور چیخنا

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿فليضحكوا قليلا وليبكوا كثيرا جزاء بما كانوا يكسبون o﴾ (توبة:٨٢) پس انہیں چاہئے کہ بہت کم ہنسیں اور بہت زیادہ روئیں بدلے میں اس کے جو یہ کرتے تھے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿وهم يصطرخون فيها ربنا اخرجنا نعمل صالحا غير الذى كنا نعمل﴾ (فاطر : ٣٧) اور وہ لوگ اس میں چلائیں گے کہ اے ہمارے پروردگار! ہم کو نکال لے ہم اچھے کام کریں گے برخلاف ان کاموں کے جو کیا کرتے تھے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿لهم فيها زفير وهم فيها لا يسمعون o﴾ (انبیاء:١٠٠) وہ وہاں چلا رہے ہوں گے اور وہاں کچھ بھی نہ سن سکیں گے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿وَإِذَا أُلْقُوا مِنْهَا مَكَاناً ضَيِّقاً مُقَرَّنِينَ دَعَوْا هُنَالِكَ ثُبُوراً لَا تَدْعُوا الْيَوْمَ ثُبُوراً وَاحِداً وَادْعُوا ثُبُوراً كَثِيراً﴾(فرقان:١٣-١٤) اور جب یہ جہنم کی کسی تنگ جگہ میں مشکیں کس کر پھینک دیئے جائیں گے تو وہاں اپنے لیے موت ہی موت پکاریں گے (ان سے کہا جائے گا) آج ایک ہی موت کو نہ پکارو بلکہ بہت سے اموات کو پکارو۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿ويوم يعض الظالم على يديه يقول ياليتنى اتخذت مع الرسول سبيلا﴾ (فرقان:٢٧) اس دن ظالم شخص اپنے ہاتھوں کو چبا چبا کر کہے گا: کاش! میں نے رسول اللہ ﷺ کی راہ اختیار کی ہوتی۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿كذلك يريهم الله اعمالهم حسرات عليهم وماهم بخارجين من النار ۝﴾(بقرۃ:۱۶۷) اسی طرح اللہ تعالیٰ انہیں ان کے اعمال دکھائے گا ان کو حسرت دلانے کو یہ ہرگز جہنم سے نہ نکلیں گے۔

حضرت عبداللہ بن قیس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اہل جہنم اس قدر روئیں گے کہ اگر ان کے آنسوؤں میں کشتیاں چلائی جائیں تو کشتیاں چلنے لگیں وہ وہ آنسو کی بجائے خون کے آنسو بہائیں گے۔

اہل جہنم کی پکار

جب جہنمی جہنم میں چلے جائیں گے اور ان کو سخت عذاب ہوگا تو وہ فریاد طلب کریں گے اور پکاریں گے تاکہ کوئی ان کی مدد کرے ان کی فریاد سنے چنانچہ کبھی وہ اہل جنت کو پکاریں گے، کبھی جہنم کے داروغہ کو پکاریں گے، کبھی اپنے رب کو پکاریں گے، لیکن کوئی ان کی پکار سننے والا نہ ہوگا جس سے ان کی حسرت اور بڑھ جائے گی وہ مایوس ہوکر چیخیں گے چلائیں گے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿وَنَادَى أَصْحَابُ النَّارِ أَصْحَابَ الْجَنَّةِ أَنْ أَفِيضُوا عَلَيْنَا مِنَ الْمَاءِ أَوْ مِمَّا رَزَقَكُمُ اللَّهُ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ حَرَّمَهُمَا عَلَى الْكَافِرِينَ﴾ (اعراف:۵۰) اور دوزخ والے جنت والوں کو پکاریں گے کہ ہمارے اوپر تھوڑا پانی ہی ڈال دو یا اور ہی کچھ دے دو جو اللہ نے تم کو دے رکھا ہے، جنت والے کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے دونوں چیزوں کی کافروں کے لیے بندش کردی ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿وَقَالَ الَّذِينَ فِي النَّارِ لِخَزَنَةِ جَهَنَّمَ ادْعُوا رَبَّكُمْ يُخَفِّفْ عَنَّا يَوْمًا مِّنَ الْعَذَابِ قَالُوا أَوَلَمْ تَكُ تَأْتِيكُمْ رُسُلُكُم بِالْبَيِّنَاتِ قَالُوا بَلَى قَالُوا فَادْعُوا وَمَا دُعَاءُ الْكَافِرِينَ إِلَّا فِي ضَلَالٍ﴾(غافر/۴۹-۵۰) اور (تمام) جہنمی مل کر جہنم کے داروغہ سے کہیں گے کہ تم ہی اپنے پروردگار سے دعا کرو کہ وہ کسی دن تو ہمارے عذاب میں کمی

کردے وہ جواب دیں گے کہ کیا تمہارے پاس تمہارے رسول معجزے لے کر نہیں آئے تھے؟ وہ کہیں گے کیوں نہیں، وہ کہیں گے کہ پھر تم ہی دعا کرو اور کافروں کی دعا محض بے اثر اور بے راہ ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿وَنَادَوْا يَا مَالِكُ لِيَقْضِ عَلَيْنَا رَبُّكَ قَالَ إِنَّكُم مَّاكِثُونَ لَقَدْ جِئْنَاكُم بِالْحَقِّ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَكُمْ لِلْحَقِّ كَارِهُونَ﴾(زخرف:۷۷-۷۸) اور پکار پکار کر کہیں گے کہ اے مالک! تیرا رب ہمارا کام ہی تمام کردے وہ کہے گا کہ تمہیں تو (ہمیشہ) رہنا ہے ہم تو تمہارے پاس حق لے کر آئے لیکن تم میں سے اکثر لوگ حق سے نفرت رکھنے والے تھے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿قَالُوا رَبَّنَا غَلَبَتْ عَلَيْنَا شِقْوَتُنَا وَكُنَّا قَوْمًا ضَالِّينَ رَبَّنَا أَخْرِجْنَا مِنْهَا فَإِنْ عُدْنَا فَإِنَّا ظَالِمُونَ قَالَ اخْسَئُوا فِيهَا وَلَا تُكَلِّمُونِ﴾ (المؤمنون: ۱۰۶-۱۰۸) کہیں گے کہ اے ہمارے پروردگار! ہماری بدبختی ہم پر غالب آگئی (واقعی) ہم تھے ہی گمراہ، اے ہمارے پروردگار! ہمیں یہاں سے نجات دے اگر اب بھی ہم ایسا ہی کریں گے تو بیشک ہم ظالم ہیں اللہ تعالیٰ فرمائے گا پھٹکارے ہوئے یہیں پڑے رہو اور مجھ سے کلام نہ کرو۔

پھر جب اہل جہنم جہنم سے نکلنے کی امید کھودیں گے اور مایوس ہوجائیں گے تو چیخیں گے چلائیں گے۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:﴿فَأَمَّا الَّذِينَ شَقُوا فَفِي النَّارِ لَهُمْ فِيهَا زَفِيرٌ وَشَهِيقٌ خَالِدِينَ فِيهَا مَا دَامَتِ السَّمَاوَاتُ وَالْأَرْضُ إِلَّا مَا شَاءَ رَبُّكَ إِنَّ رَبَّكَ فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيدُ﴾ (ہود:۱۰۶-۱۰۷) جو بدبخت ہوئے وہ دوزخ میں ہوں گے وہاں چیخیں گے چلائیں گے وہ وہیں ہمیشہ رہنے والے ہیں جب تک آسمان و زمین برقرار رہیں سوائے اس وقت کے جو تمہارا رب چاہے یقیناً تیرا رب جو کچھ چاہے کر گزرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی ناراضگی وسزا سے بچائے۔

اللھم ارزقنا الجنة وأجرنا من النار انت مولانا ......فنعم المولیٰ ......ونعم النصیر.

اہل جنت اہل جہنم کے مکانوں کے وارث بن جائیں گے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے ہر ایک کا دو ٹھکانہ ہے ایک جنت میں اور ایک جہنم میں چنانچہ جب کوئی شخص مرنے کے بعد جہنم میں چلا جاتا ہے تو اہل جنت جنت میں اس کے ٹھکانے کے وارث بن جائیں گے اللہ تعالیٰ کے اس قول"اولئك هم الوارثون الذين يرثون الفردوس هم فيها خالدون" سے یہی مراد ہے۔(ابن ماجه : ۴۳۴۱)

موحدین میں سے گناہ گار لوگوں کا جہنم سے نکلنا:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اہل توحید میں سے کچھ لوگوں کو جہنم میں عذاب دیا جائے گا جب وہ جل کر کوئلہ ہو جائیں گے تو اللہ تعالیٰ ان پر رحم فرمائے گا اور وہ جہنم سے نکال کر جنت کے دروازے پر پھینک دیئے جائیں گے پھر اہل جنت ان پر پانی چھڑکیں گے پھر وہ ایسے ہی اگیں گے جیسے سیلاب کو کوڑا کرکٹ میں پودا اگتا ہے، پھر وہ جنت میں چلے جائیں گے۔(احمد :۱۵۲۶۸، السلسلة الصحيحة: ۲۴۵۱، ترمذی:۲۵۹۷)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جہنم سے ہر وہ شخص نکالا جائے گا جس نے لا الہ الا اللہ کہا اور اس کے دل میں جو کے دانہ کے برابر ایمان ہے پھر جہنم سے ہر وہ شخص نکالا جائے گا جس نے لا الہ الا اللہ کہا اور اس کے دل میں ذرہ برابر بھی ایمان ہے۔(بخاری : ۴۴، مسلم:۱۹۳)

اہل جہنم کا سب سے سخت عذاب:

جنت کی سب سے افضل نعمت دیدار الٰہی ہے مؤمن اللہ تعالیٰ کو دیکھ کر خوش ہو جائیں گے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿وُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ إِلَى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ وَوُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ بَاسِرَةٌ﴾ (القيامة:۲۲-۲۳) اس دن بہت سے چہرے ترو تازہ اور با رونق ہوں گے اپنے رب کی طرف دیکھتے ہوں گے۔

اسی طرح اہل جہنم کے لیے سب سے سخت عذاب دیدار الٰہی سے محرومی ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿كَلَّا إِنَّهُمْ عَن رَّبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّمَحْجُوبُونَ ثُمَّ إِنَّهُمْ لَصَالُوا الْجَحِيمِ﴾ (المطففين:۱۵-۱۶) ہرگز نہیں یہ لوگ اس دن اپنے رب سے اوٹ میں رکھیں جائیں گے پھر یہ لوگ بالیقین جہنم میں جھونکے جائیں گے۔

اہل جنت وجہنم کا ہمیشہ رہنا

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿فَأَمَّا الَّذِينَ شَقُوا فَفِي النَّارِ لَهُمْ فِيهَا زَفِيرٌ وَشَهِيقٌ خَالِدِينَ فِيهَا مَا دَامَتِ السَّمَاوَاتُ وَالْأَرْضُ إِلَّا مَا شَاءَ رَبُّكَ إِنَّ رَبَّكَ فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيدُ وَأَمَّا الَّذِينَ سُعِدُوا فَفِي الْجَنَّةِ خَالِدِينَ فِيهَا مَا دَامَتِ السَّمَاوَاتُ وَالْأَرْضُ إِلَّا مَا شَاءَ رَبُّكَ عَطَاءً غَيْرَ مَجْذُوذٍ﴾ (هود:۱۰۶-۱۰۸) لیکن جو بدبخت ہوئے وہ دوزخ میں ہوں گے وہاں چیخیں گے چلائیں گے وہ وہیں ہمیشہ رہنے والے ہیں جب تک آسمان وزمین برقرار ہیں سوائے اس وقت کے جو تمہارا رب چاہے یقیناً تیرا رب جو کچھ چاہے کر گزرتا ہے لیکن جو نیک بخت کئے گئے وہ جنت میں ہوں گے جہاں ہمیشہ رہیں گے جب تک آسمان وزمین باقی ہے مگر جو تیرا پروردگار رہے چاہے یہ بے انتہا بخشش ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْ أَنَّ لَهُم مَّا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا وَمِثْلَهُ مَعَهُ لِيَفْتَدُوا بِهِ مِنْ عَذَابِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ مَا تُقُبِّلَ مِنْهُمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ يُرِيدُونَ أَن يَخْرُجُوا مِنَ النَّارِ وَمَا هُم بِخَارِجِينَ مِنْهَا وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّقِيمٌ﴾ (المائدة:۳۶-۳۷) یقین مانو کہ کافروں کے لیے اگر وہ سب کچھ ہو جو ساری زمین میں ہے بلکہ اسی کے مثل اور بھی ہو اور وہ ان سب کو قیامت کے دن عذابوں کے بدلے فدیہ میں دینا چاہیں تو بھی ناممکن ہے کہ ان کا فدیہ قبول کرلیا جائے ان کے لیے تو دردناک عذاب ہے یہ چاہیں گے کہ دوزخ میں سے نکل جائیں لیکن یہ ہرگز اس میں سے نہ نکل سکیں گے ان کے لیے تو دوامی عذاب ہیں۔

۳-حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب اہل

جنت جنت میں چلے جائیں گے اور اہل جہنم جہنم میں چلے جائیں گے تو موت کو لایا جائے گا اور جنت اور جہنم کے درمیان اسے ذبح کر دیا جائے گا پھر ایک پکارنے والا پکارے گا کہ اے اہل جنت! اب موت نہیں آئے گی اور اے اہل جہنم! اب موت نہیں آئے گی یہ سن کر اہل جنت کی خوشی بڑھ جائے گی اور اہل جہنم کا غم بڑھ جائے گا۔(بخاری:٦٥٤٨، مسلم:٢٨٥٠)

جنت اور جہنم کا حجاب:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جہنم نفسانی خواہشوں سے ڈھکی ہوئی ہے جونفس کو بری معلوم ہوتی ہے۔(بخاری: ٦٤٨٧)

جنت وجہنم کا قریب ہونا:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جنت جوتے کے تسمے سے بھی زیادہ نزدیک ہے اور جہنم بھی اسی طرح ہے۔(بخاری : ٦٤٨٨)

جنت وجہنم کا آپس میں جھگڑا کرنا اوران کے درمیان اللہ تعالیٰ کا فیصلہ کرنا:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جنت وجہنم نے آپس میں جھگڑا کیا، جہنم نے کہا کہ میرے اندر متکبر و جابر لوگ داخل ہوں گے جنت نے کہا کہ میرے اندر کمزور، گرے پڑے اور عاجز و ناتواں لوگ ہی داخل ہوں گے اللہ تعالیٰ نے جنت سے فرمایا کہ تم میری رحمت ہو میں تمہارے ذریعے اپنے بندوں میں سے جس پر چاہوں گا رحم کروں گا اور جہنم سے کہا کہ تم میرا عذاب ہو میں تمہارے ذریعے اپنے بندوں سے جس کو چاہوں گا عذاب میں مبتلا کر دوں گا اور تم میں سے ہر ایک کو بھر دوں گا۔(بخاری: ٤٨٥٠، مسلم : ٢٨٤٦)

جہنم سے ڈرنا اور جنت طلب کرنا:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿**واتقوا النار التی اعدت للکافرین o واطیعوا اللہ والرسول لعلکم ترحمون o**﴾(آل عمران : ١٣١-١٣٢) اور اس آگ سے ڈرو جو کافروں کے لیے تیار کی گئی ہے اور اللہ اور اس کے رسول کی فرماں برداری کروتا کہ تم پر رحم کیا جائے۔

٢-حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی ﷺ نے دوزخ کا ذکر کیا اور منہ پھیر کر اس سے پناہ مانگی پھر دوزخ کا ذکر کیا اور منہ پھیر کر اس سے پناہ مانگی پھر فرمایا تم دوزخ سے بچو چاہے کھجور کا ایک ٹکڑا (صدقہ دے کر) ہی سہی اور جسے وہ بھی میسر نہ ہو وہ اچھی بات ہی کہہ کر دوزخ سے بچے۔(بخاری:٦٥٦٣، مسلم:١٠١٦)

٣-حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میری امت کا ہر شخص جنت میں جائے گا سوائے اس شخص کے جس نے انکار کیا، لوگوں نے کہا اللہ کے رسول انکار کون کرتا ہے؟ آپ نے فرمایا جس نے میری اطاعت کی وہ جنت میں جائے گا اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے انکار کیا۔ (بخاری: ٧٢٨٠، مسلم : ١٠١٦)

اللهم انا نسألك الجنة وما قرب اليها من قول أو عمل ونعوذ بك من النار وما قرب اليها من قول أو عمل .

——∘○∘——

۶-تقدیر پر ایمان

تقدیر:

تقدیر کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو مخلوقات کے پیدا کرنے سے پہلے ہی سب کا علم تھا اور اس نے ہر چیز کو ایک مقررہ اندازے پر پیدا کیا ہے اور اس نے سب کی تقدیر لوح محفوظ میں لکھ دی ہے تقدیر مخلوق میں ایک راز الٰہی ہے جس کو نہ مقرب فرشتے جانتے ہیں نہ نبی ورسول۔

تقدیر پر ایمان:

تقدیر پر ایمان لانے کا مطلب اس بات کی تصدیق کرنا ہے کہ دنیا میں جو بھی خیر وشر کا ظہور ہوتا ہے وہ اللہ کی قضاء وقدر سے ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿**انا کل شئ خلقناہ بقدر**﴾ (قمر: ۴۹) ہم نے ہر چیز کو ایک مقررہ اندازے پر پیدا کیا ہے۔

تقدیر پر ایمان چار چیزوں کو شامل ہے:

۱- اس بات پر ایمان کہ ہر چیز کا علم پوری طرح اللہ تعالیٰ کو ہے چاہے اس کا تعلق اللہ رب العزت کے فعل سے ہو جیسے پیدا کرنا، مارنا، جلانا، وغیرہ یا مخلوق کے فعل سے ہو جیسے انسان کے اقوال وافعال واحوال، حیوان ونباتات اور جمادات کے احوال، اللہ ہر چیز کو جانتا ہے۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ **اللہ الذی خلق سبع سمٰوات ومن الارض مثلھن یتنزل الامر بینھن لتعلموا ان اللہ علیٰ کل شئ قدیر وأن اللہ قد احاط بکل شئ علما o**﴾ (طلاق: ۱۲) اللہ وہ ہے جس نے سات آسمان بنائے اور اسی کے مثل زمینیں بھی اس کا حکم ان کے درمیان اترتا ہے تا کہ تم جان لو کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے اور اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کو بہ اعتبار علم گھیر رکھا ہے۔

۲- اس بات پر ایمان کہ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کی تقدیر لوح محفوظ میں لکھ دی ہے۔

یعنی مخلوقات کے احوال ان کی روزیاں، اس کی مقدار وکیفیت اس کا زمان ومکان ساری چیزوں کو اللہ تعالیٰ نے اپنے علم کے مطابق لکھ دیا ہے اس میں رد وبدل نہیں ہوسکتا اور نہ کمی وزیادتی ہوسکتی ہے الا یہ کہ اللہ تعالیٰ حکم دے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿**أَلَمْ تَعْلَمْ أَنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ إِنَّ ذَٰلِكَ فِي كِتَابٍ إِنَّ ذَٰلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرٌ**﴾ (الحج: ۷۰) کیا آپ نے نہیں جانا کہ آسمان وزمین کی ہر چیز اللہ کے علم میں ہے، یہ سب لکھی ہوئی کتابوں میں محفوظ ہے اللہ تعالیٰ پر تو یہ امر بالکل آسان ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان وزمین کی پیدائش سے پچاس ہزار سال پہلے جب کہ اس کا عرش پانی پر تھا مخلوقات کی تقدیریں لکھ دیں تھیں۔ (مسلم: ۲۶۵۳)

۳- اس بات پر ایمان کہ ساری کائنات اللہ کی مشیئت اور ارادہ سے ہے یعنی ہر چیز اللہ کی مشیئت سے ہوتی ہے اللہ جو چاہے گا وہ ہوگا اور جو نہیں چاہے گا وہ نہیں ہوگا چاہے اس کا تعلق اللہ تعالیٰ کے فعل سے ہو جیسے پیدا کرنا، مارنا، جلانا وغیرہ یا مخلوقات کے افعال واقوال واحوال سے ہو۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿**وربک یخلق ما یشاء ویختار**﴾ (القصص/ ۶۸) اور آپ کا رب جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے چن لیتا ہے۔

۲- اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿**ویفعل اللہ ما یشاء o**﴾ (ابراھیم: ۲۷) اور اللہ جو چاہے کر گزرے۔

۳- اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿**ولو شاء ربک ما فعلوہ**﴾ (الانعام: ۱۱۲) اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو یہ ایسے کام نہ کر سکتے۔

۴- اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿**لمن شاء منکم أن یستقیم o وما تشاء ون الا ان یشاء اللہ رب العالمین o**﴾ (التکویر: ۲۸-۲۹) (بالخصوص) اس کے لیے جو تم میں سے سیدھی راہ

پر چلنا چاہے اور تم بغیر پروردگار عالم کے چاہے کچھ نہیں چاہ سکتے۔

اس بات پر ایمان کہ اللہ تعالیٰ ہی ہر چیز کا خالق ہے اس نے ساری مخلوقات کی ذات وصفات اور حرکات کو پیدا کیا ہے اس کے علاوہ کوئی رب وخالق نہیں۔

۱-اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿اللہ خالق کل شئ وھو علیٰ کل شئ وکیل o﴾ (زمر: ٦٢) اللہ ہی ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے اور وہی ہر چیز پر نگہبان ہے۔

﴿انا کل شئ خلقنا بقدر o﴾ (قمر: ٤٩) بیشک ہم نے ہر چیز کو ایک (مقرر) اندازے پر پیدا کیا ہے۔

٣-اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿واللہ خلقکم وما تعملون o﴾ (الصافات: ٩٦) حالانکہ تمہیں اور تمہاری بنائی چیزوں کو اللہ ہی نے پیدا کیا ہے۔

تقدیر سے احتجاج

انسان کے لیے اللہ تعالیٰ نے جن چیزوں کو مقدر کیا ہے ان کی دو قسمیں ہیں:

۱-اللہ تعالیٰ نے کچھ ایسے اعمال واحوال مقدر کئے ہیں جو انسان کے بس میں نہیں ہیں بلکہ اس کے ارادہ سے خارج ہیں، جیسے انسان کا لمبا یا چھوٹا ہونا، خوبصورت یا بدصورت ہونا اس کی زندگی و موت یا مصائب وامراض اموال ونفوس میں کمی وغیرہ جو کہ کبھی بطور سزا ہوتی ہیں اور کبھی بندہ کا امتحان لیا جاتا ہے اور کبھی اس سے اس کے درجات بلند کئے جاتے ہیں ان اعمال کے بارے میں بندہ سے سوال نہیں کیا جائے گا لیکن اس بات پر ایمان لانا ضروری ہے کہ یہ سب اللہ کی قضاء وقدر سے ہے بندہ اس پر صبر کرے، اس پر رضا مندر ہے، اور یہ سمجھے کہ دنیا میں جو بھی حادثہ رونما ہوتا ہے اس میں اللہ علیم وخبیر کی کوئی نہ کوئی حکمت ہے۔

۱-اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿ما اصاب من مصیبۃ فی الارض ولا فی انفسکم الا فی کتاب من قبل ان نبرأھا ا ن ذلک علی اللہ یسیر o﴾ (الحدید: ٢٢) نہ کوئی مصیبت

دنیا میں آتی ہے نہ (خاص) تمہاری جانوں میں مگر اس سے پہلے کہ ہم اس کو پیدا کریں وہ ایک خاص کتاب میں لکھی ہوئی ہے یہ (کام) اللہ تعالیٰ پر (بالکل) آسان ہے۔

٢-حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں ایک دن رسول اللہ ﷺ کے پیچھے تھا، آپ نے فرمایا کہ اے لڑکے! میں تم کو کچھ کلمات سکھاتا ہوں تم اللہ کو یاد رکھو وہ تم کو یاد رکھے گا، تم اللہ کو یاد رکھو اس کو اپنے سامنے پاؤ گے اور جب تم مانگو تو اللہ ہی سے مانگو اور جب تم مدد طلب کرو تو اللہ ہی سے مدد طلب کرو اور یہ جان لو کہ اگر سارے لوگ اس بات کے لیے اکٹھا ہو جائیں کہ تمہیں کچھ فائدہ پہنچا دیں تو تمہیں فائدہ نہیں پہنچا سکتے مگر وہی جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے لکھ دیا ہے اور سارے لوگ اس بات پر اکٹھا ہو جائیں کہ تم کو کچھ نقصان پہنچائیں تو وہ تم کو نقصان نہیں پہنچا سکتے مگر وہی جو اللہ نے تمہارے لیے لکھ دیا ہے، قلم اٹھا لیے گئے ہیں اور صحیفے خشک ہو گئے ہیں۔ (احمد: ٢٦٦٩، ترمذی: ٢٥١٦)

٣-حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ابن آدم مجھے تکلیف پہنچاتا ہے وہ زمانہ کو گالی دیتا ہے، حالانکہ زمانہ میں ہی ہوں میرے ہی ہاتھ میں سارے امور ہیں میں رات ودن کو الٹتا پلٹتا ہوں۔ (بخاری: ٤٨٢٦، مسلم: ٢٢٤٦)

٢-وہ افعال جن کو اللہ تعالیٰ نے مقدر کر دیا ہے اور جن پر بندہ کو اختیار دیا گیا ہے، جیسے ایمان وکفر، اطاعت ونافرمانی۔

اس پر انسان کا محاسبہ ہوگا اور ثواب وعقاب کا مستحق ہوگا اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے رسولوں کو بھیجا ہے، اپنی کتابیں نازل کی ہیں اور حق وباطل کو واضح کر دیا ہے، ایمان واطاعت کی ترغیب دی ہے اور کفر ومعاصی سے ڈرایا ہے انسان کو عقل وشعور دیا ہے اور اسے اختیار دیا ہے کہ دونوں راستوں میں سے کوئی ایک راستہ اپنائے لیکن وہ اللہ کی قدرت ومشیئت کے تحت ہے اللہ کی ملکیت میں جتنی بھی چیزیں ہیں سب اس کے علم میں ہیں اور اسی کی مشیئت کے تحت ہیں۔

۱-اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وقل الحق من ربکم فمن شاء فلیؤمن ومن شاء

فلیکفر ﴾(الکھف : ۲۹) اوراعلان کردے کہ یہ سراسر برحق قرآن تمہارے رب کی طرف
سے ہے اب جو چاہے ایمان لائے اور جو چاہے کفر کرے۔

۲-اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿من عمل صالحا فلنفسه ومن اساء فعليها وما ربک
بظلام للعبيد ٥﴾ (فصلت:٤٦) جو شخص نیک کام کرے گا وہ اپنے نفع کے لیے اور جو برا کام
کرے گا اس کا وبال بھی اسی پر ہے اور آپ کا رب بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں۔

۳-اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿من كفر فعليه كفره ومن عمل صالحا فلا نفسهم
يمهدون ٥﴾ (روم : ٤٤) کفر کرنے والوں پر ان کے کفر کا وبال ہوگا اور نیک کام کرنے والے
اپنی ہی آرام گاہ سنوار رہے ہیں۔

۴-اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿إِنْ هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعَالَمِينَ لِمَن شَاء مِنكُمْ أَن يَسْتَقِيمَ وَمَا
تَشَاؤُونَ إِلَّا أَن يَشَاءَ اللَّهُ رَبُّ الْعَالَمِينَ ﴾ (التکویر ۲۷-۲۹) یہ تو تمام جہان والوں
کے لیے نصیحت نامہ ہے۔ (بالخصوص) اس کے لیے جو تم میں سے سیدھی راہ پر چلنا چاہے اور تم بغیر
پروردگار عالم کے چاہے کچھ نہیں چاہ سکتے۔

تقدیر کو حجت بنانا کب جائز ہے؟

۱-آفات ومصائب پر تقدیر کو حجت بنانا جائز ہے جیسے کہ قسم اول میں ہے، لہٰذا جب انسان بیمار ہو
یا کسی کی وفات ہو جائے یا کوئی غیر اختیاری مصیبت آپڑے تو وہ تقدیر کو حجت بنائے اور یہ کہے "قدر
الله وماشاء فعل" اور اس پر صبر کرے اور اللہ کے فیصلے پر راضی رہے تا کہ اس کو اس پر ثواب ملے۔

۱-اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَلَنَبْلُوَنَّكُم بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوفْ وَالْجُوعِ وَنَقْصٍ مِّنَ
الأَمَوَالِ وَالأنفُسِ وَالثَّمَرَاتِ وَبَشِّرِ الصَّابِرِينَ الَّذِينَ إِذَا أَصَابَتْهُم مُّصِيبَةٌ قَالُواْ إِنَّا لِلّهِ
وَإِنَّـا إِلَيْهِ رَاجِعونَ أُولَـئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوَاتٌ مِّن رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ وَأُولَـئِكَ هُمُ
الْمُهْتَدُونَ ﴾ (بقرة : ۱۵۵-۱۵۷) اور صبر کرنے والوں کو خوشخبری دے دیجیے جنہیں جب کوئی
مصیبت آتی ہے تو کہہ دیا کرتے ہیں کہ ہم تو خود اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہیں اور ہم اس کی طرف لوٹنے

والے ہیں ان پر ان کے رب کی نوازشیں اور رحمتیں ہیں اور یہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں۔

۲-معاصی پر تقدیر کو حجت بنانا جائز نہیں:

انسان کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ گناہ کے کاموں پر تقدیر کو حجت بنائے اور واجبات کو چھوڑ دے
یا محرمات کو ارتکاب کرے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے طاعات کا حکم دیا ہے اور معاصی سے بچنے کی
تلقین کی ہے، اور عمل کرنے کا حکم دیا ہے اور تقدیر پر بھروسہ کر کے بیٹھ جانے سے منع کیا ہے، اگر
تقدیر کسی کے لیے حجت ہوتی تو اللہ تعالیٰ رسولوں کو جھٹلانے والوں کو عذاب نہ دیتا جیسے قوم نوح قوم
عاد اور قوم ثمود وغیرہ کو اور سرکشی ونافرمانی کرنے والوں پر حدود قائم کرنے کا حکم نہ دیتا۔

اور جو لوگ گنہ گاروں کے لیے تقدیر کو حجت مانتے ہیں اور ان کی مذمت نہیں کرتے ہیں انہیں
سزا کا مستحق نہیں سمجھتے ہیں وہ اس شخص کو برا بھلا نہ کہیں جو ان پر ظلم کرتا ہو اور اسے سزا نہ دیں، ان
کے نزدیک وہ شخص جو ان کے ساتھ بھلائی کرتا ہے اور وہ شخص جو ان کے ساتھ برائی کرتا ہے،
دونوں برابر ہونے چاہئیں، جب کہ ایسا ماننا غلط ہوگا۔

اللہ تعالیٰ نے بندے کے لیے جو خیر وشر مقدر کیا ہے اس کو اسباب سے جوڑا ہے خیر کے اسباب
ایمان واطاعت ہیں اور شر کے اسباب کفر ومعاصی ہیں انسان محض اس ارادہ سے کام کرتا ہے جو اللہ
تعالیٰ نے اس کے لیے مقدر کیا ہے اور اس اختیار سے کام کرتا ہے جو اللہ تعالیٰ نے اس کو عطا کیا ہے
اور اللہ تعالیٰ نے بندے کے لیے جو سعادت یا شقاوت مقدر کر دیا ہے وہاں تک وہ اسباب کو اختیار
کرنے کے بعد ہی پہنچ سکتا ہے پس جنت میں داخل ہونے کے کچھ اسباب ہیں اور دوزخ میں
داخل ہونے کے بھی کچھ اسباب ہیں۔

۱-اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿سَيَقُولُ الَّذِينَ أَشْرَكُواْ لَوْ شَاء اللّهُ مَا أَشْرَكْنَا وَلاَ آبَاؤُنَا
وَلاَ حَرَّمْنَا مِن شَيْءٍ كَذَلِكَ كَذَّبَ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِم حَتَّى ذَاقُواْ بَأْسَنَا قُلْ هَلْ
عِندَكُم مِّنْ عِلْمٍ فَتُخْرِجُوهُ لَنَا إِن تَتَّبِعُونَ إِلاَّ الظَّنَّ وَإِنْ أَنتُمْ إَلاَّ تَخْرُصُونَ ﴾
(انعام : ۱٤٨) یہ مشرکین (یوں) کہیں گے کہ اگر اللہ تعالیٰ کو منظور ہوتا تو نہ ہم شرک کرتے اور نہ

ہمارے باپ دادا اور نہ ہم کسی چیز کو حرام کہہ سکتے اسی طرح جو لوگ ان سے پہلے ہو چکے ہیں انہوں نے بھی تکذیب کی تھی یہاں تک کہ انہوں نے ہمارے عذاب کا مزہ چکھا، آپ کہئے کہ کیا تمہارے پاس کوئی دلیل ہے تو اس کو ہمارے روبرو ظاہر کرو، تم لوگ محض خیالی باتوں پر چلتے ہو اور تم بالکل اٹکل سے باتیں بناتے ہو۔

ایک جگہ ہے: ﴿**واطیعوا اللہ والرسول لعلکم ترحمون o**﴾ (آل عمران: ۱۳۲) اللہ اور اس کے رسول کی فرماں برداری کرو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے ہر شخص کا ٹھکانہ لکھ دیا گیا ہے، کسی کا جنت میں کسی کا دوزخ میں لوگوں نے کہا: اے اللہ کے رسول! جب لکھ دیا گیا ہے تو پھر اس پر بھروسہ کریں عمل کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ آپ نے فرمایا نہیں تم عمل کرو ہر شخص جس کے لیے پیدا کیا گیا ہے وہ اس کے لیے آسان کر دیا جاتا ہے (یعنی جو سعادت مند ہے اسے اہل سعادت کے عمل کی توفیق دی جاتی ہے اور جو بدبخت ہے اس کے لیے اہل شقاوت کے عمل آسان کر دیئے جاتے ہیں) پھر آپ نے یہ آیت کریمہ پڑھی:

﴿**فأما من اعطیٰ واتقیٰ o وصدق بالحسنیٰ o فسنیسرہ للیسریٰ o واما من بخل واستغنیٰ o وکذب بالحسنیٰ فسنیسرہ للعسریٰ**﴾ (اللیل: ۵-۱۰) (بخاری: ۴۹۴۵، مسلم: ۲۶۴۷) جس نے اللہ کی راہ میں دیا اور اپنے رب سے ڈرا اور نیک باتوں کی تصدیق کرتا رہے گا تو ہم بھی اس کو آسان راستے کی سہولت دیں گے لیکن جس نے بخیلی کی اور بے پرواہی برتی اور نیک باتوں کی تکذیب کی تو ہم بھی اس کی تنگی و مشکل کے سامان میسر کر دیں گے۔

تقدیر کو تقدیر سے دفع کرنا مشروع ہے:

۱- اگر کسی چیز کے واقع ہونے کے اسباب پیدا ہو جائیں تو دوسرے اسباب سے دفع کرنا درست ہے جیسے دشمن کو جنگ سے دفع کیا جائے گرمی کو ٹھنڈی سے دفع کیا جائے وغیرہ۔

۲- اگر کوئی چیز واقع ہو چکی ہو تو اسے دوسری چیز سے دفع کرنا جائز ہے جیسے بیماری کو علاج سے

دفع کیا جائے گناہ کو توبہ سے دفع کیا جائے بدسلوکی کو احسان سے دفع کیا جائے وغیرہ۔

خیر وشر کا خالق وموجد اللہ ہے بلکہ ہر چیز کا خالق وہی ہے جس میں انسان اور اس کے افعال بھی شامل ہیں لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ اس کی مشیئت اس کی رضا پر بھی دلیل ہے پس کفر ومعاصی اور فساد اللہ کی مشیئت سے ہو رہے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ انہیں پسند نہیں کرتا اور نہ ہی ان کا حکم دیتا ہے بلکہ اس سے منع کرتا ہے اور کسی چیز کا مبغوض ومکروہ ہونا اس چیز کو اللہ کی مشیئت سے خارج نہیں کرتا اس کی مشیئت ہر چیز کو شامل ہے ہر چیز کی پیدائش میں اللہ تعالیٰ کی حکمت ہے۔

سب سے کامل اور افضل لوگ وہ ہیں جو وہ چیزیں پسند کرتے ہیں جو اللہ اور اس کے رسول کو پسند ہیں اور وہ چیزیں ناپسند کرتے ہیں جو اللہ اور اس کے رسول کو ناپسند ہیں، وہ اللہ ہی کے لیے محبت کرتے ہیں اور اللہ ہی کے لیے دشمنی، اللہ اور اس کے رسول نے جن باتوں کا حکم دیا ہے ان کا حکم دیتے ہیں اور جن باتوں سے منع کیا ہے ان سے منع کرتے ہیں، بندہ ہر وقت اللہ کے امر ونہی کا محتاج ہے، اللہ تعالیٰ نے جس چیز کا حکم دیا ہے اس کو بجالاتے اور جس چیز سے منع کیا ہے اس سے اجتناب کرے اور تقدیر پر راضی رہے۔

تقدیر پر راضی ہونے کی تین قسمیں ہیں:

۱- **طاعت پر رضامندی:** اس کا حکم دیا گیا ہے۔

۲- **مصائب پر رضامندی:** اس کا حکم دیا گیا ہے یہ یا تو مستحب ہے یا واجب۔

۳- **کفر وفسق اور نافرمانی پر رضامندی:** اس پر رضامند رہنے کا حکم نہیں دیا گیا ہے بلکہ ان سے بغض رکھنے کا حکم دیا گیا ہے، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ اس سے خوش نہیں ہوتا ہے اور نہ اسے پسند کرتا ہے اگرچہ اسی نے اس کو بھی پیدا کیا ہے، مثلاً اسی نے شیاطین کو پیدا کیا ہے، پس ہمارا کام یہ ہے کہ اللہ کے پیدا کئے ہوئے پر راضی ہوں البتہ مذموم فعل یا اس کے فاعل کو ہم اچھا نہ سمجھیں اور نہ اس پر راضی ہوں۔

ایک ہی چیز ایک اعتبار سے محبوب ہو سکتی ہے اور دوسرے اعتبار سے مبغوض، مثلاً کڑوی دوا اچھی نہیں لگتی ہے لیکن وہ اچھے انجام تک پہنچاتی ہے، پس اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے ہمیں جس

چیز پر راضی رہنے کا حکم دیا ہے، ہم اس پر راضی رہیں۔

قضاء الٰہی چاہے خیر ہو یا شر اس کی دو شکلیں ہیں:

۱-ایک یہ کہ اسے اللہ کی طرف منسوب کیا جائے ایسی صورت میں بندہ کو اللہ کے فیصلہ پر راضی رہنا چاہئے اس لیے کہ اس کا ہر فیصلہ خیر وعدل اور حکمت پر مبنی ہے۔

۲-دوسرا یہ کہ اسے بندہ کی طرف منسوب کیا جائے ایسی صورت میں اس کے بعض اعمال سے اللہ خوش ہوتا ہے جیسے ایمان وطاعات اور بعض سے ناخوش ہوتا ہے جیسے کفر ومعاصی۔

۱-اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وربک یخلق ما یشاء ویختار ما کان لهم الخيرة سبحان الله وتعالىٰ عما يشركون o﴾ (القصص: ٦٨) اور آپ کا رب جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے چن لیتا ہے ان میں سے کسی کو کوئی اختیار نہیں اللہ ہی کے لیے پاکی ہے وہ بلند تر ہے ہر اس چیز سے کہ لوگ شریک کرتے ہیں۔

۲-اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿إِن تَكْفُرُوا فَإِنَّ اللَّهَ غَنِيٌّ عَنكُمْ وَلَا يَرْضَى لِعِبَادِهِ الْكُفْرَ وَإِن تَشْكُرُوا يَرْضَهُ لَكُمْ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَى ثُمَّ إِلَى رَبِّكُم مَّرْجِعُكُمْ فَيُنَبِّئُكُم بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ إِنَّهُ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ﴾ (زمر: ۷) اگر تم ناشکری کرو تو (یاد رکھو کہ) اللہ تعالیٰ تم (سب سے) بے نیاز ہے اور وہ اپنے بندوں کی ناشکری سے خوش نہیں اور اگر تم شکر کرو تو وہ اسے تمہارے لیے ہی پسند کرے گا۔

۳-اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿والله خلقكم وما تعملون o﴾ (الصافات: ۹٦) حالاں کہ تمہیں اور تمہاری بنائی ہوئی چیزوں کو اللہ ہی نے پیدا کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے بندہ کو پیدا کیا ہے اور اسی کے افعال کو بھی پیدا کیا ہے اسی نے اپنے علم کے مطابق اس کے واقع ہونے سے پہلے اسے لکھ دیا ہے پھر جب بندہ اچھائی یا برائی کرتا ہے تو ہمارے اوپر وہ چیز منکشف ہوتی ہے جو اللہ کے علم میں پہلے سے تھی اور جسے اس نے لکھ رکھا تھا اللہ تعالیٰ بندہ کے فعل کو پوری طرح جانتا ہے، اس کا علم ہر چیز پر محیط ہے، آسمان وزمین میں ذرہ برابر چیز بھی اس سے پوشیدہ نہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿والله خلقكم وما تعملون﴾ (صافات: ۹٦) حالاں کہ تمہیں اور تمہاری بنائی ہوئی چیزوں کو اللہ ہی نے پیدا کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَعِندَهُ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَا إِلَّا هُوَ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَمَا تَسْقُطُ مِن وَرَقَةٍ إِلَّا يَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ فِي ظُلُمَاتِ الْأَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَلَا يَابِسٍ إِلَّا فِي كِتَابٍ مُّبِينٍ﴾ (انعام: ۵۹) اور اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہیں غیب کی کنجیاں (خزانے) ان کو کوئی نہیں جانتا بجز اللہ کے اور وہ تمام چیزوں کو جانتا ہے، جو کچھ خشکی میں ہیں اور جو کچھ دریاؤں میں ہیں، اور کوئی پتہ نہیں گرتا مگر وہ اس کو بھی جانتا ہے اور کوئی دانہ زمین کے تاریک حصوں میں نہیں پڑتا اور نہ کوئی تر اور نہ کوئی خشک چیز گرتی ہے مگر یہ سب کتاب مبین میں ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَمَا تَكُونُ فِي شَأْنٍ وَمَا تَتْلُو مِنْهُ مِن قُرْآنٍ وَلَا تَعْمَلُونَ مِنْ عَمَلٍ إِلَّا كُنَّا عَلَيْكُمْ شُهُوداً إِذْ تُفِيضُونَ فِيهِ وَمَا يَعْزُبُ عَن رَّبِّكَ مِن مِّثْقَالِ ذَرَّةٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاءِ وَلَا أَصْغَرَ مِن ذَلِكَ وَلا أَكْبَرَ إِلَّا فِي كِتَابٍ مُّبِينٍ﴾ (یونس: ٦١) اور آپ کسی حال میں ہوں اور من جملہ ان احوال کے آپ کہیں سے قرآن پڑھتے ہوں اور جو کام بھی کرتے ہوں ہم کو سب خبر رہتی ہے جب تم اس کام میں مشغول ہوتے ہو، اور آپ کے رب سے کوئی چیز ذرہ برابر بھی غائب نہیں نہ زمین میں اور نہ آسمان میں اور نہ کوئی چیز اس سے چھوٹی اور نہ کوئی چیز بڑی، مگر یہ سب کتاب مبین میں ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم سے رسول اللہ ﷺ نے بیان کیا اور آپ صادق المصدوق ہیں تم میں سے ہر آدمی کی خلقت چالیس دن تک اس کے ماں کے پیٹ میں جمع کی جاتی ہے پھر وہ اس پیٹ میں خون کا لوتھڑا ہو جاتا ہے پھر وہ گوشت کا لوتھڑا ہو جاتا ہے پھر اللہ تعالیٰ ایک فرشتہ کو بھیجتا ہے اور وہ اس کے اندر روح پھونکتا ہے اور اسے چار باتوں کے لکھنے کا حکم دیا جاتا ہے اس کی روزی، اس کی عمر، اس کا عمل، اس کی نیک بختی یا بدبختی اس ذات کی قسم جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں تم میں سے کوئی شخص (زندگی بھر) جنتیوں کا کام کرتا ہے یہاں تک کہ جنت اس

سے ایک ہاتھ رہ جاتی ہے پھر تقدیر کا لکھا غالب آتا ہے اور وہ دوزخیوں کے کام کر بیٹھتا ہے اور دوزخ میں چلا جاتا ہے، اور تم میں سے کوئی شخص (زندگی بھر) دوزخیوں کا کام کرتا ہے یہاں تک کہ دوزخ اس سے ایک ہاتھ رہ جاتی ہے پھر تقدیر کا لکھا غالب آجاتا ہے اور وہ جنتیوں کا کام کرنے لگتا ہے اور وہ جنت میں چلا جاتا ہے۔(بخاری: ۳۲۰۸، مسلم :۲۶۴۳)

عدل واحسان:

اللہ تعالیٰ کے سارے افعال عدل واحسان پر مبنی ہیں وہ کسی پر ظلم نہیں کرتا وہ یا تو اپنے بندوں کے ساتھ عدل کا معاملہ کرتا ہے یا احسان کا وہ گناہ گار کے ساتھ بھی عدل کا معاملہ کرے گا۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿**وجزاء سيئة سيئة مثلها**﴾ (الشوریٰ: ۴۰) اور برائی کا بدلہ اسی جیسی برائی ہے۔

اور محسن کے ساتھ فضل واحسان کا معاملہ کرے گا۔

جیسا کہ فرماتا ہے:﴿**من جاء بالحسنة فله عشر أمثالها**﴾ (انعام: ۱۶۰) جو شخص نیک کام کرے گا اس کو اس کے دس گنا ملے گے۔

شرعی اور کائناتی اُوامر:

اللہ تعالیٰ کے اُوامر کی دوقسمیں ہیں:

ایک اوامر کونیہ دوسری اوامر شرعیہ۔

اوامر کونیہ کی تین قسمیں ہیں:

۱-اللہ کے حکم سے ہر چیز پیدا ہوئی ہے اس کا یہ حکم تمام مخلوقات کے لیے ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿**الله خالق كل شيء وهو على كل شيء وكيل**﴾(زمر:۶۲) اللہ ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے اور وہی ہر چیز پر نگہبان ہے۔

۲-اللہ نے تمام مخلوقات کو باقی رہنے کا حکم دیا ہے جیسا کہ فرماتا ہے:﴿إِنَّ اللَّهَ يُمْسِكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ أَن تَزُولَا وَلَئِن زَالَتَا إِنْ أَمْسَكَهُمَا مِنْ أَحَدٍ مِّن بَعْدِهِ إِنَّهُ كَانَ

حَلِيماً غَفُوراً ﴾(فاطر: ۴۱) یقینی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین کو تھامے ہوئے ہے، کہ وہ ٹل نہ جائیں اور اگر وہ ٹل جائیں تو پھر اللہ کے سوا اور کوئی ان کو تھام نہیں سکتا، وہ حلیم وغفور ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿ وَمِنْ آيَاتِهِ أَن تَقُومَ السَّمَاء وَالْأَرْضُ بِأَمْرِهِ ثُمَّ إِذَا دَعَاكُمْ دَعْوَةً مِّنَ الْأَرْضِ إِذَا أَنتُمْ تَخْرُجُون ﴾(روم:۲۵) اس کی ایک نشانی یہ بھی ہے کہ آسمان و زمین اسی کے حکم سے قائم ہیں، پھر جب وہ تمہیں آواز دے گا صرف ایک بار کی آواز کے ساتھ ہی تم سب زمین سے نکل آؤ گے۔

۳- اس نے نفع نقصان، حرکت وسکون، زندگی اور موت وغیرہ کا حکم دیا ہے اس کا یہ حکم تمام مخلوقات کے لیے ہے۔

جیسا کہ فرماتا ہے:﴿قُل لَّا أَمْلِكُ لِنَفْسِي نَفْعاً وَلَا ضَرّاً إِلَّا مَا شَاء اللّهُ وَلَوْ كُنتُ أَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ وَمَا مَسَّنِيَ السُّوءُ إِنْ أَنَاْ إِلَّا نَذِيرٌ وَبَشِيرٌ لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ﴾ (اعراف:۱۸۸) آپ فرما دیجئے کہ میں خود اپنی ذات خاص کے لیے کسی نفع کا اختیار نہیں رکھتا اور نہ کسی ضرر کا، مگر اتنا ہی کہ جتنا اللہ نے چاہا ہو، اور اگر میں غیب کی باتیں جانتا ہوتا تو میں بہت سے منافع حاصل کر لیتا اور کوئی نقصان مجھ کو نہ پہنچتا، میں تو محض ڈرانے والا اور بشارت دینے والا ہوں، ان لوگوں کو جو ایمان رکھتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿هُوَ الَّذِي يُسَيِّرُكُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ حَتَّى إِذَا كُنتُمْ فِي الْفُلْكِ وَجَرَيْنَ بِهِم بِرِيحٍ طَيِّبَةٍ وَفَرِحُواْ بِهَا جَاءتْهَا رِيحٌ عَاصِفٌ وَجَاءهُمُ الْمَوْجُ مِن كُلِّ مَكَانٍ وَظَنُّواْ أَنَّهُمْ أُحِيطَ بِهِمْ دَعَوُاْ اللّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ لَئِنْ أَنجَيْتَنَا مِنْ هَـذِهِ لَنَكُونَنَّ مِنَ الشَّاكِرِينَ ﴾(یونس:۲۲) وہ اللہ ایسا ہے کہ تم کو خشکی اور دریا میں چلاتا ہے یہاں تک کہ جب تم کشتی میں ہوتے ہو اور وہ کشتیاں لوگوں کو لے کر موافق ہوا کے ذریعہ چلتی ہیں اور وہ لوگ ان سے خوش ہوتے ہیں تو اسی وقت ان پر ایک جھونکا سخت ہوا کا آتا ہے اور ہر طرف سے ان پر موجیں اٹھتی چلی آتی ہیں اور وہ سمجھتے ہیں کہ (برے) آگھیرے، (اس وقت) سب خالص اعتقاد

کر کے اللہ ہی کو پکارتے ہیں کہ اگر تو ہم کو اس سے بچا لے تو ہم ضرور شکر گزار بن جائیں گے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿هُوَ الَّذِي يُحْيِي وَيُمِيتُ فَإِذَا قَضَى أَمْراً فَإِنَّمَا يَقُولُ لَهُ كُن فَيَكُونُ﴾ (غافر:٦٨) وہی ہے جو زندہ کرتا ہے اور مار ڈالتا ہے، پھر جب وہ کسی کام کا کرنا مقرر کرتا ہے۔ تو اس سے صرف یہ کہتا ہے کہ ہو جا پس وہ ہو جاتا ہے۔

البتہ اوامر شرعیہ صرف انسان اور جنات کے لیے ہیں اور یہی دین ہے، یہ ایمان، عبادات، معاملات اور معاشرت واخلاق تمام چیزوں کو شامل ہیں، اللہ کے اوامر پر آدمی کو جتنا زیادہ یقین ہوگا اتنا ہی زیادہ اس کے اندر اللہ کے شرعی اوامر کو بجالانے اور اس پر عمل کرنے کا شوق وجذبہ ہوگا، اللہ کی معرفت جسے سب سے زیادہ حاصل ہوتی ہے وہ اس معاملے میں سب سے زیادہ خوش قسمت ہے اور وہ انبیاء کرام ہیں، پھر وہ لوگ ہیں جنہوں نے ان کے بتلائے ہوئے طریقے پر عمل کیا، اللہ کا شرعی حکم بجالانے سے اللہ تعالیٰ دنیا میں ہمارے لیے خیر وبرکت کا دروازہ کھول دے گا اور آخرت میں ہمیں جنت دے گا۔''

ا۔شرعی اوامر: کبھی ان کا وقوع بھی ہو سکتا ہے اور کبھی بندہ اللہ کے اذن سے ان کی مخالفت بھی کر سکتا ہے۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ میں فرمایا ہے: ﴿وَقَضَى رَبُّكَ أَلَّا تَعْبُدُواْ إِلَّا إِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَاناً﴾ (اسراء:٢٣) اور تیرا پروردگار صاف صاف حکم دے چکا ہے کہ تم اس کے سوا کسی اور کی عبادت نہ کرنا اور ماں باپ کے ساتھ احسان کرنا۔

کونی اوامر: یہ ہر صورت میں واقع ہو کر رہیں گے انسان ان کی مخالفت نہیں کر سکتا ان کی دو قسمیں ہیں ایک ڈائرکٹ حکم ربانی جس کا وقوع لازم ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿إِنَّمَا أَمْرُهُ إِذَا أَرَادَ شَيْئاً أَنْ يَقُولَ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ﴾ (یٰس: ٨٢) اور وہ جب کبھی کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو اسے اتنا فرما دینا (کافی ہے) کہ ہو جا وہ اسی وقت ہو جاتی ہے۔

دوسرا سنن کونی جو اسباب ونتائج سے مرکب ہیں پس ہر کوئی سبب کا ایک نتیجہ ہے سنن کونی میں سے اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے:

﴿ذَلِكَ بِأَنَّ اللّهَ لَمْ يَكُ مُغَيِّراً نِّعْمَةً أَنْعَمَهَا عَلَى قَوْمٍ حَتَّى يُغَيِّرُواْ مَا بِأَنفُسِهِمْ وَأَنَّ اللّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ﴾ (انفال: ٥٣) یہ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ ایسا نہیں کہ کسی قوم پر کوئی نعمت وانعام فرما کر پھر بدل دے جب تک کہ وہ خود اپنی اس حالت کو نہ بدل دیں جو کہ ان کی اپنی تھی۔

ایک دوسری جگہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿واذا أردنا أن نهلك قرية أمرنا مترفيها ففسقوا فيها فحق عليها القول فدمرناها تدميرا ٥﴾ (اسراء: ١٦) اور جب ہم کسی بستی کی ہلاکت کا ارادہ کر لیتے ہیں تو وہاں کے خوشحال لوگوں کو (کچھ) حکم دیتے ہیں اور وہ اس بستی میں کھل کر نافرمانی کرنے لگتے ہیں تو ان پر (عذاب کی) بات ثابت ہو جاتی ہے پھر ہم اسے تباہ وبرباد کر دیتے ہیں۔

اس سنت کونی کی تسخیر کے لیے ابلیس اور اس کے متبعین کوشش کر سکتے ہیں تاکہ وہ بعض لوگوں کی ہلاکت کا سبب بنیں لیکن اللہ تعالیٰ نے اس سے نجات پانے کے لیے ہمارے لیے دعا واستغفار کو مشروع کیا ہے اور قضاء الٰہی کو دعا ہی رد کر سکتی ہے اور دعا کا مطلب ہے کہ آدمی اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرے جس نے تمام سنن کونیۃ کو پیدا کیا ہے اور وہ اس کی تاثیر کو باطل کرنے پر قادر ہے وہ اس کے نتیجے کو جب چاہے اور جس طرح چاہے بدل سکتا ہے جیسے کہ اس نے آگ کی تاثیر کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لیے بدل دیا تھا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿قلنا يا نار كوني بردا وسلاما علىٰ ابراهيم ٥﴾ (انبیاء: ٦٩) ہم نے کہہ دیا اے آگ تو ٹھنڈی پڑ جا اور ابراہیم (علیہ السلام) کے لیے سلامتی (اور آرام کی چیز) بن جا۔

بھلائیاں اور برائیاں:

بھلائیوں کی دو قسمیں ہیں ایک وہ بھلائی جس کا سبب ایمان اور عمل صالح ہے اور وہ اللہ اور اس

کے رسول کی اطاعت کرنا ہے، دوسری بھلائی جس کا سبب انسان پر انعام الٰہی ہے مثلاً مال وصحت، نصرت وعزت وغیرہ۔

برائیوں کی بھی دو قسمیں ہیں:

ایک وہ برائی جس کا سبب شرک ومعاصی ہے اور وہ انسان کا شرک اور گناہ کرنا ہے دوسری وہ برائی جس کا سبب آزمائش یا انتقام الٰہی ہے جیسے بیماری، مال کا ضائع ہونا، شکست وغیرہ۔

جو بھلائی طاعت کے معنیٰ میں ہے اسے صرف اللہ کی طرف منسوب کیا جائے گا اللہ تعالیٰ ہی نے اسے بندے کے لیے مشروع کیا ہے اور اسے سکھایا ہے اور اس کے کرنے کا حکم دیا ہے اور اس پر اس کی مدد کی ہے۔

اور جو برائی اللہ اور اس کے رسول کے نافرمانی کے معنیٰ میں ہے اس کو جب بندہ اپنے ارادے و اختیار سے کرے گا اور وہ اطاعت پر اثر انداز ہوگی تو یہ برائی اللہ کی طرف منسوب نہیں کی جائے گی بلکہ بندہ کی طرف منسوب کی جائے گی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کو مشروع نہیں کیا ہے اور نہ اس کا حکم دیا ہے بلکہ اسے حرام قرار دیا ہے اور اس پر سزا دینے کی دھمکی دی ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿**ما اصابک من حسنة فمن الله و ما أصابک من سيئة فمن نفسک وارسلنا للناس رسولا و كفىٰ بالله شهيدا** o﴾(نساء:۷۹) تجھے جو بھلائی ملتی ہے وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور جو برائی پہنچتی ہے وہ تیرے اپنے نفس کی طرف سے ہے ہم نے تجھے تمام لوگوں کو پیغام پہنچانے والا بنا کر بھیجا ہے اور اللہ تعالیٰ گواہ کافی ہے۔

جو بھلائی نعمت کے معنیٰ میں ہے جیسے مال، اولاد، صحت، فتح ونصرت، عزت وقوت اور جو برائی آزمائش وانتقام الٰہی کے معنیٰ میں ہے جیسے مال ونفوس اور پھلوں میں کمی، شکست وغیرہ تو ایسی بھلائی وبرائی اللہ کی طرف سے ہے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے کبھی اپنے بندہ کو آزماتا ہے کبھی دنیا میں اس سے انتقام لیتا ہے کبھی اس کے درجات بلند کرتا ہے، کبھی اس کی تربیت کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿**وان تصبهم حسنة يقولوا هذه من عندالله وان تصبهم سيئة يقولوا هذه من عندک قل كل من عندالله فمال هؤلاء القوم لا يكادون**

يفقهون حديثاً o﴾(نساء : ۸۷) اور اگر انہیں بھلائی ملتی ہے تو کہتے ہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور اگر کوئی برائی پہنچتی ہے تو کہہ اٹھتے ہیں کے تیری طرف سے ہے کہہ دو کہ یہ سب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے انہیں کیا ہو گیا ہے کہ کوئی بات سمجھنے کے بھی قریب نہیں۔

برائیوں کی سزا دفع کرنا:

اگر مومن بندہ کوئی گناہ کر بیٹھے تو اس کی سزا مندرجہ ذیل طریقوں سے دور کی جاسکتی ہے۔

یا تو وہ توبہ واستغفار کرے اور اللہ اس کی توبہ واستغفار قبول کرلے، یا نیکیاں کرے جو اس کی برائیوں کو مٹا دیں، یا اس کے لیے اس کے مومن بھائی دعا واستغفار کریں، یا اللہ تعالیٰ اسے مصیبتوں میں مبتلا کر دے جو اس کے گناہوں کو مٹا دیں، یا اللہ تعالیٰ عالم برزخ میں اس کو زور سے ایک آواز میں مبتلا کر دے جس سے اس کے گناہ مٹ جائیں یا عرصہ قیامت میں اس کو ایسی تکلیفوں میں مبتلا کر دے جن سے اس کے گناہ مٹ جائیں، یا نبی ﷺ اس کے بارے میں سفارش کریں، یا اللہ تعالیٰ اس پر رحم کرے کیونکہ وہ غفور رحیم ہے۔

اطاعت ومعصیت:

اطاعت سے نفع حاصل ہوگا اور اچھے اخلاق پیدا ہوں گے اور معصیت سے نقصان ہوگا اور وہ برے اخلاق کو جنم دے گی سورج، چاند، نباتات وحیوانات، برّ وبحر آپ کی اطاعت کرتے ہیں لہٰذا ان سے اتنے منافع نکلتے ہیں جن کا شمار اللہ کے علاوہ کوئی نہیں کرسکتا انبیاء ورسل نے اللہ کی اطاعت کی تو ان سے بہت خیر وبرکت کا صدور ہوا جس کا شمار صرف اللہ ہی کرسکتا ہے اور ابلیس نے اپنے رب کی نافرمانی کی اور تکبر کیا تو اس سے اتنا شر وفساد پھیلا کہ روئے زمین بھر گئی اسی طرح انسان اگر اپنے رب کی اطاعت کرے گا تو اس سے بہت سے منافع صادر ہوں گے اور اگر نافرمانی کرے گا تو بہت سے شر وفساد پھیلیں گے۔

طاعات اور معاصی کے آثار:

اللہ تعالیٰ نے نیکیوں کے کچھ عمدہ آثار بنائے ہیں اور برائیوں کے کچھ برے آثار بنائے ہیں،

نیکیوں میں جو لذت ہے وہ برائیوں میں ہرگز نہیں، برائیوں سے حسرت وہ ندامت ہوتی ہے، برائیوں کی وجہ سے ہی آدمی کو کوئی تکلیف یا ناگوار چیز لاحق ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ بہت سے گناہوں کو نظر انداز کر دیتا ہے ورنہ آدمی کو اس کے برے اعمال کی وجہ سے بہت سے مصائب کا سامنا کرنا پڑے، گناہ دل پر ایسے ہی اثر انداز ہوتے ہیں، جیسے زہر جسم پر اثر انداز ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ نے انسان کو عمدہ فطرت پر پیدا کیا ہے، پس اگر اس میں گناہ خلط ملط ہو جائے تو اس کا حسن و جمال ختم ہو جاتا ہے اور اگر توبہ کر لیتا ہے تو اپنے حسن و جمال کی طرف لوٹ آتا ہے۔

ہدایت اور ضلالت:

اللہ تعالیٰ ہی ساری چیزوں کا پیدا کرنے والا ہے اور ساری مخلوقات پر اسی کا حکم چلتا ہے وہ جس طرح چاہتا ہے کرتا ہے اور جس طرح چاہتا ہے اپنا فیصلہ صادر کرتا ہے وہ جس کو چاہے ہدایت دے اور جس کو چاہے گمراہ کرے ساری کائنات اسی کی ملکیت ہے اور ساری چیزوں کو اسی نے پیدا کیا ہے وہ جو کچھ کرتا ہے اس کے بارے میں اس سے کوئی پوچھنے والا نہیں اور جو مخلوق کرتے ہیں اس کی وہ باز پرس کرنے والا ہے اس کی یہ مہربانی ہے کہ اس نے لوگوں کی ہدایت کے لیے انبیاء علیہم السلام کو بھیجا کتابیں نازل کیں اور راستہ واضح کر دیا اس نے انسان کو عقل و بصیرت دے کر اسباب وہدایت کو قابو میں کرنے کی صلاحیت بخشی۔

پس جو خیر و رشد کا راستہ اپناتا ہے اس کو تلاش کرتا ہے اس کے اسباب پر عمل کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی طرف اس کی رہنمائی کرتا ہے، اس پر اس کی مدد کرتا ہے، اس کے لیے راستہ آسان کر دیتا ہے اور اسے خیر کی توفیق سے نوازتا ہے اور یہ بندوں پر اللہ کا فضل واحسان ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿**والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا وا ن اللہ لمع المحسنین o**﴾ (عنکبوت:٦٩) اور جو لوگ ہماری راہ میں مشقتیں برداشت کرتے ہیں ہم انہیں اپنی راہیں ضرور دکھائیں گے یقیناً اللہ تعالیٰ نیکو کاروں کا ساتھی ہے۔

اور جو شر و معصیت اور گمراہی کا راستہ اختیار کرتا ہے، اس کو تلاش کرتا ہے، اس کے اسباب پر عمل

کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے برائی کا راستہ آسان کر دیتا ہے اور اسے خیر کی توفیق نہیں ہوتی ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿**ومن یشاقق الرسول من بعد ما تبین له الهدیٰ ویتبع غیر سبیل المؤمنین نوله ما تولیٰ ونصله جهنم وساء ت مصیرا o**﴾(نساء: ١١٥) اور جو شخص راہ ہدایت کے واضح ہو جانے کے بعد بھی رسول اللہ ﷺ کے خلاف کرے اور تمام مؤمنوں کی راہ چھوڑ کر چلے، ہم اسے ادھر ہی متوجہ کر دیں گے جدھر وہ خود متوجہ ہوا اور دوزخ میں ڈال دیں گے وہ پہنچنے کی بہت ہی بری جگہ ہے۔

تقدیر پر ایمان لانے کے ثمرات:

تقدیر پر ایمان ہر مسلمان کے لیے راحت و سکون کا مصدر ہے وہ جب اس بات کو جان لیتا ہے کہ ہر چیز قضاء الٰہی سے ہے تو جب اس کی مراد حاصل ہوتی ہے تو اس پر گھمنڈ نہیں کرتا بلکہ اللہ کا شکر ادا کرتا ہے اور جب اس کو اس کی مراد حاصل نہیں ہوتی ہے یا جب اسے کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو اس پر افسوس نہیں کرتا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿مَا أَصَابَ مِن مُّصِيبَةٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي أَنفُسِكُمْ إِلَّا فِي كِتَابٍ مِّن قَبْلِ أَن نَّبْرَأَهَا إِنَّ ذَٰلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرٌ لِكَيْلَا تَأْسَوْا عَلَىٰ مَا فَاتَكُمْ وَلَا تَفْرَحُوا بِمَا آتَاكُمْ وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُورٍ﴾ (حدید:٢٢-٢٣) نہ کوئی مصیبت دنیا میں آتی ہے نہ (خاص) تمہاری جانوں میں مگر اس سے پہلے کہ ہم اس کو پیدا کریں وہ ایک خاص کتاب میں لکھی ہوئی ہے یہ (کام) اللہ تعالیٰ پر (بالکل) آسان ہے تاکہ تم اپنے سے فوت شدہ کسی چیز پر رنجیدہ نہ ہو جایا کرو اور نہ عطا کردہ چیز پر اترا جاؤ اور اترانے والے شیخی خوروں کو اللہ پسند نہیں فرماتا۔

حضرت صہیب رومی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مؤمن کا معاملہ بھی عجیب ہے اس کا سارا معاملہ خیر ہی خیر ہے یہ چیز مؤمن کے علاوہ کسی کو حاصل نہیں وہ یہ کہ جب اسے آرام و راحت ملتی ہے تو اللہ کا شکر ادا کرتا ہے اور یہ اس کے لیے خیر ہے اور اگر تکلیف و

مصیبت پہنچتی ہے تو صبر کرتا ہے اور یہ بھی اس کے لیے خیر ہے۔(مسلم : ٩٩٩٢)

حضرت سعد بن أبی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھے مؤمن پر تعجب ہے اگر اسے خیر ملتا ہے تو اللہ کا شکر ادا کرتا ہے اور اگر اسے مصیبت پہنچتی ہے تو اللہ کی حمد بیان کرتا ہے اور صبر کرتا ہے مؤمن کو اس کے ہر معاملے میں ثواب ملتا ہے یہاں تک کہ اس کا لقمہ بھی جسے وہ اپنی بیوی کو کھلاتا ہے۔(احمد : ١٤٩٢، عبدالرزاق:٢٠٣١٠)

الحمدللہ ایمان کے چھ ارکان کا بیان مکمل ہوگیا ہے اور وہ اللہ، اس کے فرشتوں، اس کی کتابوں، اس کے رسولوں، یوم آخرت، اور تقدیر پر ایمان لانا ہے ان میں سے ہر رکن مؤمن کو نفع پہنچاتا ہے۔

ارکان ایمان کے ثمرات:

١- اللہ پر ایمان لانے سے اللہ سے محبت ہوتی ہے آدمی اس کی تعظیم کرتا ہے اس کا شکر ادا کرتا ہے اس کی عبادت واطاعت کرتا ہے اس سے ڈرتا ہے اس کے حکموں کو بجالاتا ہے۔

٢- فرشتوں پر ایمان لانے سے فرشتوں سے محبت ہوتی ہے آدمی ان سے شرماتا ہے اور ان کی اطاعت وفرماں برداری کا اعتبار واعتراف کرتا ہے۔

٣- اللہ کی کتابوں اور رسولوں پر ایمان لانے سے اللہ پر ایمان اور مضبوط ہوجاتا ہے اور اللہ کی شریعت کی معرفت ہوتی ہے اور اس چیز کی معرفت ہوتی ہے جسے اللہ پسند کرتا ہے اور جسے ناپسند کرتا ہے اور دار آخرت کے احوال کی معرفت ہوتی ہے اور اللہ کے رسولوں سے محبت ہوتی ہے اور ان کی اطاعت کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔

٤- یوم آخرت پر ایمان لانے سے نیک اعمال کی رغبت ہوتی ہے اور معاصی ومنکرات سے نفرت ہوتی ہے۔

٥- تقدیر پر ایمان لانے سے نفس کو سکون واطمینان حاصل ہوتا ہے، آدمی قضاء الٰہی پر راضی و مطمئن ہوجاتا ہے۔

٦- جب یہ ساری چیزیں ایک مؤمن کی زندگی میں داخل ہوجائیں تو وہ جنت میں داخل ہونے

کے لائق ہوجاتا ہے اور یہ ساری چیزیں اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرنے سے ہی حاصل ہوں گی۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿ومن يطع الله ورسوله يدخله جنات تجري من تحتها الانهار خالدين فيها وذلك الفوز العظيم ۝﴾(نساء : ١٣)اور جو اللہ تعالیٰ کی اور اس کے رسول (ﷺ) کی فرماں برداری کرے گا اسے اللہ تعالیٰ ایسی جنتوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے اور یہ بہت بڑی کامیابی ہے۔

اللہ تعالیٰ جو کرتا ہے اس میں کچھ نہ کچھ حکمت ومصلحت ہوتی ہے اس کا مخلوق پر بھلائی کرنا اس کی رحمت پر دلالت کرتا ہے، اس کا انتقام لینا اور گرفت کرنا اس کے غضب پر دلالت کرتا ہے، اس کا مہربان ہونا اور عزت بخشنا اس کی محبت پر دلالت کرتا ہے اس کا رسوا کرنا اس کے بغض وغصہ پر دلالت کرتا ہے، اس کا اپنی مخلوق میں نقص وکمال پیدا کرنا آخرت کے واقع ہونے پر دلالت کرتا ہے۔

———◦○◦———

۱۱-احسان

احسان یہ ہے کہ تم اللہ کی عبادت اس طرح کرو گویا کہ تم اسے دیکھ رہے ہو اور اگر ایسا خیال نہ ہو تو کم از کم تمہارے دل میں یہ خیال رہے کہ وہ تمہیں دیکھ رہا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿ان اللہ مع الذین اتقوا والذین ھم محسنون ٥﴾ (نحل : ۱۲۸) یقین مانو کہ اللہ تعالیٰ پرہیز گاروں اور نیکوکاروں کے ساتھ ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَتَوَكَّلْ عَلَى الْعَزِيزِ الرَّحِيمِ الَّذِي يَرَاكَ حِينَ تَقُومُ وَتَقَلُّبَكَ فِي السَّاجِدِينَ إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ﴾ (الشعراء: ۲۱۷ - ۲۲۰) اپنا پورا بھروسہ غالب مہربان اللہ تعالیٰ پر رکھ جو تجھے دیکھتا رہتا ہے جب کہ تو کھڑا ہوتا ہے اور سجدہ کرنے والوں کے درمیان تیرا گھومنا پھرنا بھی وہ بڑا ہی سننے والا اور خوب جاننے والا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَمَا تَكُونُ فِي شَأْنٍ وَمَا تَتْلُو مِنْهُ مِن قُرْآنٍ وَلَا تَعْمَلُونَ مِنْ عَمَلٍ إِلَّا كُنَّا عَلَيْكُمْ شُهُودًا إِذْ تُفِيضُونَ فِيهِ وَمَا يَعْزُبُ عَن رَّبِّكَ مِن مِّثْقَالِ ذَرَّةٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاءِ وَلَا أَصْغَرَ مِن ذَٰلِكَ وَلَا أَكْبَرَ إِلَّا فِي كِتَابٍ مُّبِينٍ﴾ (یونس: ۶۱) اور آپ کسی حال میں ہوں اور منجملہ ان احوال کے آپ کہیں سے قرآن پڑھتے ہوں اور جو کام بھی کرتے ہوں ہم کو سب کی خبر رہتی ہے جب آپ اس کام میں مشغول ہوتے ہیں اور آپ کے رب سے ذرہ برابر بھی کوئی چیز غائب نہیں نہ زمین میں اور نہ آسمان میں اور نہ کوئی چیز اس سے چھوٹی اور نہ کوئی چیز بڑی مگر یہ سب کتاب مبین میں ہے۔

دین اسلام کے مراتب:

دین اسلام کے تین مراتب ہیں ان میں سے بعض بعض کے اوپر ہیں اور وہ یہ ہیں: اسلام، ایمان، احسان۔

احسان ان میں سب سے زیادہ بلند ہے، ان میں سے ہر مرتبہ کے کچھ ارکان ہیں، حضرت عمر

بن خطاب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک دن ہم لوگ رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے اتنے میں ہمارے پاس ایک شخص آیا جس کے کپڑے بہت سفید تھے، اس کے بال بہت سیاہ تھے، اس پر سفر کے آثار دکھائی نہیں دیتے تھے اور ہم میں سے کوئی بھی اس کو نہ پہچانتا تھا وہ نبی کریم ﷺ کے پاس آ کر بیٹھ گیا اور اپنے دونوں گھٹنوں کو آپ کے گھٹنے سے ٹیک دیا اور اپنی دونوں ہتھیلیوں کو اپنی رانوں پر رکھا اور کہنے لگا اے محمد! مجھے اسلام کے بارے میں بتاؤ، آپ نے فرمایا: اسلام یہ ہے کہ تم اس بات کی گواہی دو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں، اور نماز قائم کرو، زکوٰۃ دو، رمضان کے روزے رکھو، اور اگر خانۂ کعبہ تک پہنچنے کی طاقت ہو تو حج کرو، اس نے کہا تم نے سچ کہا، ہمیں تعجب ہوا کہ وہ شخص خود ہی پوچھ رہا ہے اور خود ہی تصدیق کر رہا ہے، اس نے کہا کہ مجھے ایمان کے بارے میں بتاؤ، آپ نے فرمایا کہ ایمان یہ ہے کہ تم اللہ، اس کے فرشتوں، اس کی کتابوں، اس کے رسولوں، یوم آخرت اور تقدیر، پر خواہ وہ اچھی ہو یا بری ایمان لاؤ، اس نے کہا تم نے سچ کہا، اس نے کہا اچھا مجھے احسان کے بارے میں بتاؤ، آپ نے فرمایا: احسان یہ ہے کہ تم اللہ کی عبادت اس طرح کرو گویا کہ تم اس کو دیکھ رہے ہو اور اگر اتنا نہ ہو سکے تو کم از کم اتنا خیال رکھو کہ وہ تم کو دیکھ رہا ہے اس نے کہا مجھے قیامت کے بارے میں بتاؤ، آپ نے فرمایا: جس سے پوچھا جا رہا ہے وہ پوچھنے والے سے زیادہ نہیں جانتا اس نے کہا اچھا مجھے اس کی نشانیاں بتاؤ، آپ نے فرمایا: جب لونڈی اپنے آقا کو جنم دے گی، اور جب تم ننگے پاؤں اور ننگے بدن والے چرواہوں کو دیکھو گے کہ اونچی اونچی عمارتیں بنانے میں فخر کرتے ہیں، پھر وہ شخص چلا گیا، میں تھوڑی دیر ٹھہرا رہا پھر آپ نے مجھ سے کہا اے عمر! کیا تم جانتے ہو کہ یہ سوال کرنے والا کون تھا؟ میں نے کہا اللہ اور اس کے رسول زیادہ جانتے ہیں، آپ نے فرمایا کہ وہ جبرئیل تھے جو تمہارے پاس تمہارا دین سکھانے آئے تھے۔ (بخاری : ۵۰، مسلم :۸)

احسان کے دو مراتب ہیں:

پہلا یہ ہے کہ آدمی اپنے رب کی عبادت اس طرح کرے گویا کہ وہ اسے دیکھ رہا ہے یعنی کہ وہ

اللہ تعالیٰ کو اپنی عبادت میں تلاش کرے اور محبت و چاہت سے اس کے سامنے پیشانی ٹیکے یہ سب سے اعلیٰ مرتبہ ہے۔

دوسرا یہ کہ اگر ایسا نہ ہو سکے تو اس کی عبادت کرتے وقت اتنا خیال رکھے کہ وہ اسے دیکھ رہا ہے یعنی اس سے خوف کھائے اس کے عذاب وعقاب سے بھاگے اس کے سامنے فروتنی کرے۔

اللہ تعالیٰ کی عبادت دو چیزوں پر مبنی ہے ایک اس سے انتہائی محبت دوسرے اس کی انتہائی تعظیم وتکریم اور اس کے سامنے عاجزی وفروتنی اختیار کرنا پس محبت، چاہت وطلب پیدا کرتی ہے اور تعظیم کرنے اور فروتنی اختیار کرنے سے دل میں خوف پیدا ہوتا ہے اللہ کی عبادت میں احسان کا یہی مطلب ہے اور اللہ محسنین کو پسند کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿ومن أحسن دينا ممن اسلم وجهه لله وهو محسن واتبع ملة ابراهيم حنيفا﴾ (نساء: ۱۲۵) باعتبار دین کے اس سے اچھا کون ہے؟ جو اپنے کو اللہ کے تابع کر دے اور ہو بھی نیکوکار، ساتھ ہی یکسوئی والے ابراہیم کے دین کی پیروی کر رہا ہو۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَمَن يُسْلِمْ وَجْهَهُ إِلَى اللَّهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقَى وَإِلَى اللَّهِ عَاقِبَةُ الْأُمُورِ﴾ (لقمان: ۲۲) اور جو (شخص) اپنے آپ کو اللہ کے تابع کر دے اور ہو بھی نیکوکار یقیناً اس نے مضبوط کڑا تھام لیا، تمام کاموں کا انجام اللہ کی طرف ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿بلىٰ من اسلم وجهه لله وهو محسن فله اجره عند ربه ولا خوف عليهم ولا هم يحزنون ٥﴾ (بقرة: ۱۱۲) سنو جو بھی اپنے آپ کو خلوص کے ساتھ اللہ کے سامنے جھکا دے بیشک اسے اس کا رب پورا بدلہ دے گا اس پر نہ تو کوئی خوف ہوگا اور نہ غم اور اداسی۔

نفع بخش تجارت:

قرآن کریم میں دو طرح کی تجارت کا بیان ہے:

مؤمن کی تجارت اور منافق کی تجارت۔

مؤمن کی تجارت نفع بخش ہے، اس سے دنیا وآخرت میں کامیابی ملے گی اور وہ دین ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا هَلْ أَدُلُّكُمْ عَلَى تِجَارَةٍ تُنجِيكُم مِّنْ عَذَابٍ أَلِيمٍ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَتُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ بِأَمْوَالِكُمْ وَأَنفُسِكُمْ ذَلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ إِن كُنتُمْ تَعْلَمُونَ﴾ (صف: ۱۰-۱۱) اے ایمان والو! کیا میں تمہیں وہ تجارت بتلا دوں جو تمہیں دردناک عذاب سے بچائے؟ اللہ تعالیٰ پر اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اللہ کی راہ میں اپنے مال اور اپنی جانوں سے جہاد کرو، یہ تمہارے لیے بہتر ہے اگر تم میں علم ہو۔

منافق کی تجارت غیر نفع بخش ہے اس میں دنیا وآخرت میں گھاٹا اور نقصان ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَإِذَا لَقُوا الَّذِينَ آمَنُوا قَالُوا آمَنَّا وَإِذَا خَلَوْا إِلَى شَيَاطِينِهِمْ قَالُوا إِنَّا مَعَكُمْ إِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزِئُونَ اللَّهُ يَسْتَهْزِئُ بِهِمْ وَيَمُدُّهُمْ فِي طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُونَ أُولَئِكَ الَّذِينَ اشْتَرَوُا الضَّلَالَةَ بِالْهُدَى فَمَا رَبِحَت تِّجَارَتُهُمْ وَمَا كَانُوا مُهْتَدِينَ﴾ (بقرہ: ۱۴-۱۶) اور جب ایمان والوں سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں ہم بھی ایمان والے ہیں اور جب اپنے بڑوں کے پاس جاتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم تو تمہارے ساتھ ہیں ہم تو ان سے صرف مذاق کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ بھی ان سے مذاق کرتا ہے اور انہیں ان کی سرکشی اور بہکاوے میں اور بڑھا دیتا ہے، یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے گمراہی کو ہدایت کے بدلے میں خرید لیا، پس نہ تو ان کی تجارت نے ان کو فائدہ پہنچایا اور نہ یہ ہدایت والے ہوئے۔

———oOo———

۱۲- کتاب العلم

علم کی فضیلت:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿یرفع اللہ الذین آمنوا منکم والذین أوتوا العلم درجات واللہ بما تعملون خبیر ٥﴾ (المجادلة:۱۱) اوراللہ تعالیٰ تم میں سے ان لوگوں کو جو ایمان لائے ہیں اور جو علم دیئے گئے ہیں درجے بلند کردے گا اور اللہ تعالیٰ (ہر اس کام سے) جو تم کررہے ہو (خوب) خبردار ہے۔

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس دو آدمیوں کا ذکر کیا گیا ان میں ایک عابد تھا اور دوسرا عالم، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: عالم کی فضیلت عابد پر ایسے ہی ہے جیسے کہ میری فضیلت تم میں سے ادنیٰ شخص پر، پھر آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس کے فرشتے اور آسمانوں اور زمینوں میں رہنے والے یہاں تک کہ چیونٹی اپنے سوراخ میں اور مچھلیاں بھی لوگوں کو خیر سکھانے والے کے حق میں دعا کرتی ہیں۔(ترمذی : ۲٦۸۵)

علم طلب کرنے کی فضیلت اور یہ قول وعمل سے پہلے ہے:

۱- اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿فَاعْلَمْ أَنَّهُ لَا إِلَٰهَ إِلَّا اللَّهُ وَاسْتَغْفِرْ لِذَنبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَاللَّهُ يَعْلَمُ مُتَقَلَّبَكُمْ وَمَثْوَاكُمْ﴾(محمد:۱۹) سو (اے نبی!) آپ یقین کرلیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور اپنے گناہوں کی بخشش مانگا کریں اور مؤمن مردوں اور مؤمن عورتوں کے حق میں بھی۔

۲- اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿وقل رب زدنی علماً ٥﴾(طٰہٰ:۱۱٤) ہاں یہ دعا کرو کہ پروردگار میرا علم بڑھا۔

اس شخص کی فضیلت جس نے ہدایت کی طرف بلایا:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے ہدایت کی

طرف بلایا تو اس کے لیے اتنا ہی اجر ہے جتنا کہ اس پر چلنے والوں کے لیے ہے اور ان کے اجر میں سے کچھ بھی کم نہ کیا جائے گا اور جس نے کسی گمراہی کی طرف بلایا اس کو اتنا ہی گناہ ملے گا جتنا کہ اس پر چلنے والوں کو ملے گا اور ان کے گناہ میں سے کچھ بھی کم نہ کیا جائے گا۔ (مسلم : ۲٦۷٤)

علم کا پہنچانا واجب ہے:

۱- اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿هَٰذَا بَلَاغٌ لِّلنَّاسِ وَلِيُنذَرُوا بِهِ وَلِيَعْلَمُوا أَنَّمَا هُوَ إِلَٰهٌ وَاحِدٌ وَلِيَذَّكَّرَ أُولُو الْأَلْبَابِ﴾ (ابراهيم:۵۲) یہ قرآن تمام لوگوں کے لیے اطلاع نامہ ہے کہ اس کے ذریعے ہوشیار کردیئے جائیں اور بخوبی معلوم کریں کہ اللہ ایک ہی معبود ہے تاکہ عقلمند لوگ سمجھ لیں۔

۲- حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر فرمایا: جو یہاں حاضر ہے وہ اس کو خبر کردے جو غائب ہے کیونکہ جو حاضر ہے وہ شاید ایسے شخص کو خبر کردے جو بات کو اس سے زیادہ یاد رکھے۔ (بخاری:۹۷، مسلم ۱٦۷۹)

۳- حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میری بات لوگوں تک پہنچاؤ خواہ ایک آیت ہی کیوں نہ ہو۔(بخاری: ۳٤٦۱)

علم چھپانے والوں کی سزا:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿إِنَّ الَّذِينَ يَكْتُمُونَ مَا أَنزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنَاتِ وَالْهُدَىٰ مِن بَعْدِ مَا بَيَّنَّاهُ لِلنَّاسِ فِي الْكِتَابِ أُولَٰئِكَ يَلْعَنُهُمُ اللَّهُ وَيَلْعَنُهُمُ اللَّاعِنُونَ إِلَّا الَّذِينَ تَابُوا وَأَصْلَحُوا وَبَيَّنُوا فَأُولَٰئِكَ أَتُوبُ عَلَيْهِمْ وَأَنَا التَّوَّابُ الرَّحِيمُ﴾ (بقرة : ۱۵۹-۱٦۰)
جو لوگ ہماری اتاری ہوئی دلیلوں اور ہدایت کو چھپاتے ہیں باوجود کہ ہم اسے اپنی کتاب میں لوگوں کے لیے بیان کرچکے ہیں ان لوگوں پر اللہ کی اور تمام لعنت کرنے والوں کی لعنت ہے مگر وہ لوگ جو توبہ کرلیں اور اصلاح کرلیں اور بیان کردیں تو میں ان کی توبہ قبول کرلیتا ہوں اور میں توبہ قبول کرنے والا اور رحم کرنے والا ہوں۔

۲-حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس سے کوئی ایسی بات پوچھی گئی جس کا اس کو علم تھا اور اس نے اسے چھپایا تو قیامت کے دن اسے آگ کی لگام پہنائی جائے گی۔ (ابوداؤد: ۳۶۵۸، ترمذی/۲۶۴۹)

جس نے اللہ کی خاطر علم حاصل نہیں کیا اس کی سزا:

۱-حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے کوئی ایسا علم حاصل کیا جس سے اللہ کی خوشنودی حاصل کی جاتی ہے لیکن اس نے اس کو دنیا کا مال کمانے کے لیے حاصل کیا تو قیامت کے دن جنت کی خوشبو نہ پائے گا۔ (ابوداؤد/۳۶۶۴، ابن ماجہ/۲۵۲)

۲-حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جس نے علم اس لیے حاصل کیا تا کہ علماء سے مقابلہ کرے یا احمقوں سے جھگڑے یا اس کے ذریعے لوگوں کی توجہ اپنے طرف مبذول کرے تو اللہ تعالیٰ اس کو جہنم میں داخل کرے گا۔ (ترمذی: ۲۶۵۴، ابن ماجہ: ۲۵۳)

اللہ اور اس کے رسول پر جھوٹ باندھنے کی سزا:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿فمن اظلم ممن افتریٰ علی اللہ کذباً لیضل الناس بغیر علمٍ ان اللہ لا یھدی القوم الظالمین ٥﴾ (انعام: ۱۴۴) تو اس سے زیادہ کون ظالم ہوگا جو اللہ تعالیٰ پر بلا دلیل جھوٹی تہمت لگائے، تا کہ لوگوں کو گمراہ کرے یقیناً اللہ تعالیٰ ظالم لوگوں کو راستہ نہیں دکھلاتا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿ولا تقولوا لما تصف السنتکم الکذب ھذا حلال وھذا حرام لتفتروا علی اللہ الکذب ان الذین یفترون علی اللہ الکذب لا یفلحون ٥ متاع قلیل ولھم عذابٌ الیم﴾ (نحل: ۱۱۶-۱۱۷) کسی چیز کو اپنی زبان سے جھوٹ موٹ نہ کہہ دیا کرو کہ یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے کہ اللہ پر جھوٹ بہتان باندھ لو، سمجھ لو کہ اللہ تعالیٰ پر بہتان بازی کرنے واے کامیابی سے محروم ہی رہتے ہیں، انہیں بہت معمولی فائدہ ملتا ہے، اور ان

کے لیے ہی دردناک عذاب ہے۔

جو شخص رسول اللہ ﷺ پر جھوٹ باندھے اس کا گناہ:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص جان بوجھ کر مجھ پر جھوٹ باندھے وہ اپنا ٹھکانہ دوزخ میں بنالے۔ (بخاری: ۱۱۰، مسلم: ۳)

جس نے علم سیکھا اور سکھایا اس کی فضیلت:

۱-اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿ولکن کونوا ربانیین بما کنتم تعلمون الکتاب وبما کنتم تدرسون ٥﴾ (آل عمران: ۷۹) بلکہ وہ تو کہے گا کہ تم سب رب کے ہو جاؤ تمہارے کتاب سکھانے کے باعث اور تمہارے کتاب پڑھنے کے سبب۔

۲-حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے علم و ہدایت کی جو باتیں مجھ کو دے کر بھیجی ہیں ان کی مثال زوردار بارش کی طرح ہے جو کسی زمین پر برسا پس جو زمین عمدہ تھی اس نے پانی کو چوس لیا اور اس نے گھاس اور سبزی خوب اگائی اور بعض سخت زمین تھی اس نے پانی تھام لیا، اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو اس سے فائدہ پہنچایا، انہوں نے اسے پیا اور جانوروں کو پلایا اور کھیتی کی اور اس زمین کے بعض ایسے حصہ میں بارش ہوئی جو صاف چٹیل تھی اس نے نہ تو پانی روکا اور نہ گھاس اگائی (بلکہ پانی اس پر سے بہہ کر نکل گیا) یہی اس شخص کی مثال ہے جس نے خدا کے دین میں سمجھ پیدا کی اور اللہ تعالیٰ نے جو مجھ کو دے کر بھیجا اس سے اس کو فائدہ ہوا اس نے خود سیکھا اور دوسروں کو سکھایا اور اس شخص کی مثال ہے جس نے اس پر سر ہی نہیں اٹھایا اور اللہ کی ہدایت جو میں دے کر بھیجا گیا ہوں اسے نہ مانی۔ (بخاری: ۷۹، مسلم: ۲۲۸۲)

۳-حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: رشک صرف دو آدمیوں کی خصلتوں پر کیا جائے ایک وہ آدمی جس کو اللہ تعالیٰ نے دولت دی اور وہ اس کو نیک کاموں میں خرچ کرتا ہے، دوسرے اس پر جس کو اللہ تعالیٰ نے قرآن اور حدیث کا علم دیا اور وہ

اس کے موافق فیصلہ کرتا ہے اور لوگوں کو سکھاتا ہے۔ (بخاری:۳۷، مسلم:۸۱۶)

دنیا سے علم اٹھ جانا اور اٹھ جانے کی کیفیت کیا ہوگی؟

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ کیا میں تم سے ایک حدیث بیان نہ کروں جس کو میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنی ہے جس کو میرے بعد تم سے کوئی بیان نہیں کرے گا، آپ نے فرمایا ہے کہ قیامت کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ دین کا علم اٹھالیا جائے گا اور جہالت پھیل جائے گی اور زنا عام ہوجائے گا اور لوگ شراب کثرت سے پئیں گے مردوں کی قلت اور عورتوں کی کثرت ہوگی یہاں تک کہ پچاس عورتوں کا ایک مرد قیم رہے گا۔ (بخاری:۸۱، مسلم:۲۶۷۱)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ تعالیٰ (دین کا) علم بندوں سے چھین کر نہیں اٹھاتا ہے بلکہ عالموں کو اٹھا کر علم کو اٹھاتا ہے یہاں تک کہ جب کوئی عالم باقی نہیں رہے گا تو لوگ جاہلوں کو اپنا سردار بنالیں گے، ان سے مسئلہ پوچھا جائے گا وہ بغیر علم فتویٰ دیں گے وہ خود بھی گمراہ ہوں گے، اور دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے۔ (بخاری:۱۰۰، مسلم:۲۶۷۳)

دین میں تفقہ کی فضیلت:

حمید بن عبدالرحمٰن کہتے ہیں کہ انہوں نے حضرت معاویہ سے سنا وہ کہہ رہے تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ بھلائی کرنا چاہتا ہے اس کو دین میں سمجھ کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ دینے والا ہے اور میں تقسیم کرنے والا ہوں اور امت ہمیشہ اپنے مخالفین پر غالب رہے گی یہاں تک کہ امر آجائے اور وہ اس وقت بھی غالب ہی رہیں گے۔ (بخاری:۳۱۱۶، مسلم:۱۰۳۷)

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میں سب سے بہتر وہ ہے جو قرآن کریم کو سیکھے اور سکھائے۔ (بخاری:۵۰۲۷)

ذکر کی مجلسوں کی فضیلت:

دنیا میں جنت کے دو ٹکڑے ہیں، ان میں ایک ثابت ہے اور دوسرا متغیر ہے زمان ومکان کے

اعتبار سے نیا ہوتا رہتا ہے۔

۱- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: میرے گھر اور منبر کے درمیان کی زمین جنت کی کیاریوں میں سے ایک کیاری ہے اور میرا منبر میرے حوض پر ہے۔ (بخاری:۱۱۹۶، مسلم:۱۰۳۷)

۲- حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب جنت کی کیاریوں سے گزرو تو چرو، انہوں نے کہا کہ جنت کی کیاری کیا ہے؟ آپ نے فرمایا ذکر کی مجلسیں۔ (احمد/۱۲۵۵۱، ترمذی: ۳۵۱۰)

۳- حضرت ابوہریرہ اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہما نے اس بات کی گواہی دی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب کچھ لوگ ایک ساتھ بیٹھ کر اللہ کا ذکر کرتے ہیں تو فرشتے ان کو ڈھانپ لیتے ہیں اور اللہ کی رحمت انہیں ڈھانپ لیتی ہے اور ان پر سکینت نازل ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ ان کا ذکر ان لوگوں میں کرتا ہے جو اس کے پاس ہیں۔ (یعنی فرشتوں میں) (مسلم/۲۷۰۰)

علم حاصل کرنے کے آداب

علم ایک عبادت ہے اور عبادت کی دو شرطیں ہیں ایک یہ کہ وہ عبادت اللہ کے لیے خالص ہو، دوسرے یہ کہ وہ سنت کے مطابق ہو، علماء انبیاء کے وارث ہیں، علوم کی کئی قسمیں ہیں ان میں سب سے افضل علم وہ ہے جسے انبیاء ورسل لے کر آئے ہیں یعنی اللہ کی ذات اس کے اسماء وصفات اور افعال اور اس کے دین وشریعت کی معرفت۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿فاعلم انه لا اله الا الله واستغفر لذنبک وللمؤمنین والمؤمنات والله یعلم متقلبکم ومثواکم ۝﴾ (محمد: ۱۹) سو (اے نبی!) آپ یقین کرلیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور اپنے گناہوں کی بخشش مانگا کریں اور مؤمن مردوں اور مؤمن عورتوں کے حق میں بھی، اللہ تم لوگوں کی آمدورفت کی اور رہنے سہنے کی جگہ کو خوب جانتا ہے۔

علم کے کچھ آداب ہیں ان میں سے بعض کا تعلق معلم سے ہے اور بعض کا متعلم سے ہے وہ آداب یہ ہیں:

ا۔معلم کے آداب

نرمی سے پیش آنا:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿واخفض جناحک لمن اتبعک من المؤمنین﴾ (شعراء: ۲۱۵) اس کے ساتھ فروتنی سے پیش آؤ جو بھی ایمان لانے والا ہو کر تمہاری تابعداری کرے۔

اچھے اخلاق اختیار کرنا:

﴿وانک لعلیٰ خلق عظیم o﴾ (القلم: ٤) اور بیشک تو بہت بڑے (عمدہ) اخلاق پر ہے۔

ایک جگہ ہے: ﴿خذ العفو وامر بالعرف واعرض عن الجاھلین o﴾ (اعراف: ۱۹۹) آپ درگزر کو اختیار کریں نیک کام کی تعلیم دیں اور جاہلوں سے ایک کنارہ ہو جائیں۔

وقت اور موقع دیکھ کر سمجھانا اور علم کی باتیں بتانا تا کہ لوگ نہ اکتائیں:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی ﷺ ہم کو دنوں میں نصیحت کرنے کے لیے وقت اور موقع کی رعایت فرماتے آپ اس کو برا سمجھتے کہ ہم اکتا جائیں۔ (بخاری: ٦٨، مسلم: ۲۸۲۱)

زور سے بولنا اور ایک بات کو خوب سمجھانے کے لیے دوبارہ سہ بارہ کہنا:

۱۔حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک سفر میں جو ہم نے کیا تھا رسول اللہ ﷺ پیچھے رہ گئے پھر آپ ہم سے اس وقت ملے جب نماز کا وقت آ پہنچا ہم اس وقت (جلدی جلدی) وضو کر رہے تھے اور پاؤں کو (خوب دھونے کی بجائے) یوں ہی پونچھ رہے تھے آپ نے یہ حال دیکھ کر بلند آواز سے پکارا، ایڑیوں کے لیے دوزخ کا ویل ہے آپ نے ایسا دو تین بار کہا۔ (بخاری: ٦٠، مسلم: ۲٤۱)

۲۔حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی ﷺ جب کوئی بات کہتے تو تین بار کہتے تا کہ لوگ اس کو اچھی طرح سمجھ لیں اور جب کسی قوم کے پاس تشریف لاتے تو ان کو سلام کرتے اور تین بار سلام کرتے۔ (بخاری: ۹۵)

وعظ کہنے یا پڑھانے میں کوئی بری بات دیکھ کر غصہ کرنا:

حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک شخص نے کہا: اے اللہ کے رسول! مجھے تو (جماعت سے) نماز پڑھنا مشکل ہو گیا ہے کیونکہ فلاں صاحب نماز بہت لمبی پڑھاتے ہیں، ابو مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو کبھی وعظ میں اس دن سے زیادہ غصہ میں نہیں دیکھا، آپ نے فرمایا لوگو! تم نفرت دلانے لگے، دیکھو جو لوگوں کو نماز پڑھائے وہ ہلکی نماز پڑھائے اس لیے کہ ان میں کوئی بیمار ہوتا ہے کوئی ضعیف ہوتا ہے کوئی کام کاج والا ہوتا ہے۔ (بخاری: ۹۰، مسلم/٤٦٦)

کبھی سائل کے سوال سے زیادہ جواب دینا:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک شخص نے کہا کہ اے اللہ کے رسول محرم کون سے کپڑے پہنے، آپ نے فرمایا: قمیص، پگڑی، پائجامہ، کن ٹوپ اور موزہ نہ پہنو مگر جس کو جوتے نہ ملیں وہ موزے کو ٹخنے کے نیچے تک کاٹ کر پہن سکتا ہے اور وہ کپڑا بھی (احرام میں) نہ پہنو جس میں زعفران یا ورس لگی ہو۔ (بخاری: ۱٥٤۲، مسلم: ۱۱۷۷)

اپنے شاگردوں کا علم آزمانے کے لیے سوال کرنا:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: درختوں میں سے ایک درخت ایسا ہے جس کے پتے نہیں جھڑتے اور مسلمانوں کی یہی مثال ہے مجھے بتاؤ کہ وہ کون سا درخت ہے؟ یہ سن کر لوگ جنگل کے درختوں کے بارے میں سوچنے لگے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میرے دل میں یہ خیال آیا کہ وہ کھجور کا درخت ہے لیکن (بزرگ لوگ بیٹھے تھے اس لئے) مجھے شرم آئی، آخر صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ ہی بتائیں کہ وہ کونسا درخت

ہے آپ نے فرمایا کہ وہ کھجور کا درخت ہے۔ (بخاری:١٦، مسلم ١١٨٢)

بعض علم کی باتیں کچھ لوگوں کو بتانا اور کچھ لوگوں کو اس خیال سے نہ بتانا کہ ان کی سمجھ میں نہیں آئے گی:

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے معاذ رضی اللہ عنہ سے فرمایا جب معاذ رضی اللہ عنہ آپ کی سواری پر آپ کے پیچھے بیٹھے ہوئے تھے اے معاذ بن جبل! انہوں نے کہا اے اللہ کے رسول! حاضر ہوں کیا حکم ہے، آپ نے تین بار معاذ کو پکارا پھر فرمایا جو کوئی سچے دل سے یہ گواہی دے کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اس کے رسول ہیں تو اللہ دوزخ کی آگ اس پر حرام کر دے گا، معاذ رضی اللہ عنہ نے کہا اے اللہ کے رسول! کیا میں لوگوں کو اس کی خبر نہ کر دوں تا کہ وہ خوش ہو جائیں آپ نے فرمایا ایسا کرو گے تو وہ بھروسہ کر کے بیٹھ جائیں گے (اور عمل نہیں کریں گے) پھر معاذ رضی اللہ عنہ نے گناہ ہونے کے ڈر سے مرتے وقت اس حدیث کو لوگوں سے بیان کر دیا۔ (بخاری:٦١، مسلم:٢٨١١)

اگر مزید فتنے کا اندیشہ ہو تو منکر کو بدلنے کا ارادہ ترک کر دینا:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا اے عائشہ! اگر تمہاری قوم کی جاہلیت کا زمانہ ابھی تازہ نہ گزرا ہوتا تو میں کعبہ کو گرانے کا حکم دیتا اور جتنا حصہ اس میں سے نکال دیا گیا ہے وہ شریک کر دیتا اور اس کی کرسی توڑ کر زمین کے برابر کر دیتا ہے اور اس میں دو دروازے رکھتا ایک پوربی اور ایک پچھمی اور اسے اس بنیاد پر کھڑا کر دیتا جس کو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے رکھا تھا۔ (بخاری:١٥٨٦، مسلم: ١٣٣٣)

اگر مرد اور عورتیں علاحدہ ہوں تو مردوں کے علاوہ عورتوں کی تعلیم پر بھی توجہ دینا:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ عورتوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ مرد آپ کے پاس آنے میں ہم پر غالب آ گئے ہیں تو آپ اپنی طرف سے خاص ہمارے لیے کوئی دن مقرر کر دیجئے آپ نے ان سے ایک دن ملنے کا وعدہ کیا آپ نے اس دن ان کو نصیحت کی

اور شریعت کے احکام بتائے ان باتوں میں جو آپ نے انہیں بتلائے یہ بھی تھی کہ تم میں سے جس عورت کے تین بچے مر جائیں تو آخرت میں وہ اس کے لیے دوزخ سے آڑ بن جائیں گے، ایک عورت نے کہا کہ اگر دو بچے مر جائیں آپ نے فرمایا اور دو بھی۔ (بخاری:١٠١، مسلم: ٢٦٣٣)

رات میں یا دن میں زمین یا سواری پر بیٹھ کر واعظ کہنا:

١- حضرت ام سلمٰی رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ایک رات نیند سے جاگے تو فرمایا سبحان اللہ آج رات میں (آسمان سے دنیا میں) کیا کیا فتنے اترے اور کیا کیا رحمت کے خزانے کھلے تم حجرے والیوں (بیویوں) کو عبادت کے لیے جگاؤ اس لیے کہ بہت سی عورتیں جو دنیا میں پہنے اوڑھے ہیں وہ آخرت میں ننگی ہوں گی۔ (بخاری:١١٥)

٢- حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی اخیر عمر میں ہم کو عشاء کی نماز پڑھائی جب سلام پھیرا تو کھڑے ہوئے اور فرمایا تم نے اس رات کو دیکھا (اسے یاد رکھنا) اب سے سو برس کے بعد جتنے لوگ اس وقت زمین پر ہیں ان میں سے کوئی نہیں رہے گا۔ (بخاری:١١٦، مسلم:٢٥٣٧)

٣- حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں ایک گدھے پر جس کا نام عفیر تھا رسول اللہ ﷺ کے پیچھے بیٹھا ہوا تھا، آپ نے فرمایا اے معاذ! کیا تم جانتے ہو کہ اللہ کا حق بندوں پر کیا ہے اور بندوں کا حق اللہ پر کیا ہے؟ میں نے کہا اللہ اور اس کے رسول زیادہ جانتے ہیں آپ نے فرمایا اللہ کا حق بندوں پر یہ ہے کہ وہ اس کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں اور بندوں کا حق اللہ پر یہ ہے کہ وہ اس شخص کو سزا نہ دے جو اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائے میں نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ کیا میں لوگوں کو خوشخبری نہ دے دوں آپ نے فرمایا نہیں اگر ایسا کرو گے تو وہ بھروسہ کر کے بیٹھ جائیں گے (یعنی عمل نہیں کریں گے) (بخاری:٢٨٥٦، مسلم : ٣٠)

مجلس کے اخیر میں کون سی دعا پڑھی جائے:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب مجلس سے اٹھتے تو اپنے

اصحاب کے لیے یہ دعا کرتے:

"اللهم اقسم لنا من خشيتك ما يحول بيننا وبين معاصيك ، ومن طاعتك ما تبلغنا به جنتك ومن اليقين ما تهون به علينا مصيبات الدنيا ومتعنا باسماعنا وابصارنا وقوتنا ما احييتنا ، واجعله الوارث منا ، واجعل ثأرنا على من ظلمنا وانصرنا على من عادانا ولا تجعل مصيبتنا في ديننا ولا تجعل الدنيا اكبر همنا ولا مبلغ علمنا ولا تسلط علينا من لا يرحمنا "

اے اللہ! تو ہمارے دل میں اپنی خشیت پیدا کردے جس سے ہم تیری نافرمانی کرنے سے رک جائیں اور ہمیں اپنی اطاعت کی توفیق دے جس سے ہم تیری جنت میں پہنچ جائیں اور ہمیں ایمان و یقین عطا کر جس سے دنیا کے مصائب ہمارے لیے آسان ہو جائیں ہماری قوت سماع، قوت بصر اور جسمانی قوت زندگی بھر باقی رہے اور ہمارے وارثین کو بھی اسی طرح عطا کر جو ہم پر ظلم کرے اس سے تو بدلہ لے اور ہمارے دشمن پر فتح دے اور ہمارے دین میں مصیبت نہ پیدا کر اور دنیا کا حصول ہی ہماری سب سے بڑی فکر نہ بنا اور نہ اسے ہمارے علم کا مقصد بنا اور ہمارے اوپر ایسے شخص کو مسلط نہ کر جو ہمارے اوپر رحم نہ کرے۔(ترمذی:٣٥٠٢، صحیح الجامع:١٢٦٨)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص کسی مجلس میں بیٹھا اور کثرت سے شور وغل کیا اور اٹھنے سے پہلے یہ دعا کی:

سبحانك اللهم وبحمدك اشهد ان لا اله الا انت ، استغفرك وأتوب اليك "تو اس سے اس مجلس میں جتنی لغزشیں ہوئی ہیں وہ معاف کر دی جاتی ہیں۔(احمد:٠٢٤٠١، ترمذی : ٣٣٤٣)

——— •○O○• ———

٢- طالب علم کے آداب

علم طلب کرنے کے لئے بیٹھنے کا طریقہ:

١- حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے اتنے میں ایک آدمی آیا جس کے کپڑے انتہائی سفید تھے، بال بہت سیاہ تھے اس پر سفر کے آثار نہیں دکھائی دیتے تھے اور نہ ہم میں سے کوئی اسے پہچانتا تھا وہ آکر نبی ﷺ کے پاس بیٹھ گیا اور اپنے گھٹنوں کو نبی کریم ﷺ کے گھٹنوں سے ملا کر بیٹھ گیا اور اپنی ہتھیلیوں کو اپنی رانوں پر رکھا......

(بخاری:٥٠، مسلم:٨)

٢- حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی ﷺ باہر تشریف لائے تو عبداللہ بن حذافہ کھڑے ہوگئے اور کہنے لگے کہ میرا باپ کون ہے؟ آپ نے فرمایا تمہارے باپ حذافہ ہیں، پھر آپ بار بار فرمانے لگے کہ تم لوگ مجھ سے پوچھو پوچھو، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ یہ حال دیکھ کر دو زانو (آپ کے سامنے ادب سے) بیٹھے اور کہنے لگے ہم اللہ کے رب ہونے، اسلام کے دین ہونے اور حضرت محمد ﷺ کے نبی ہونے سے خوش ہیں پھر آپ چپ ہوگئے۔ (بخاری : ٩٣)

علم کی مجلس میں حاضر ہونا، مسجد میں ذکر کرنا اور جب لوگ بیٹھے ہوں تو آنے والے کو کہاں بیٹھنا چاہئے:

حضرت ابو واقد لیثی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی ﷺ ایک بار مسجد میں بیٹھے تھے اور لوگ بھی آپ کے ساتھ بیٹھے تھے اتنے میں تین آدمی آئے ان میں سے دو رسول اللہ ﷺ کے پاس گئے اور ایک باہر نکل گیا پھر وہ دونوں رسول اللہ ﷺ کے پاس ٹھہرے رہے ان میں سے ایک نے تھوڑی سی جگہ حلقہ میں دیکھی اور وہاں بیٹھ گیا اور دوسرا لوگوں کے پاس جا کر بیٹھا اور تیسرا پیٹھ موڑ کر چلا گیا جب رسول اللہ ﷺ وعظ سے فارغ ہوئے تو آپ نے فرمایا کیا میں تینوں آدمیوں کا حال تم کو نہ بتاؤں ان میں سے ایک نے اللہ کی پناہ لی اللہ نے اس کو جگہ دی اور دوسرے نے (اندر گھسنے میں

لوگوں سے) شرم کی تو اللہ نے بھی اس سے شرم کی اور تیسرے نے منہ پھیر لیا تو اللہ نے بھی اس سے منہ پھیر لیا۔(بخاری: ٦٦، مسلم: ٢١٧٦)

ذکر اور علم کی مجلسوں میں حلقہ بنا کر بیٹھنا:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم جنت کی کیاریوں سے گزرو تو چرو، صحابہ کرام نے کہا جنت کی کیاری کیا ہے؟ آپ نے فرمایا ذکر کے حلقے۔(احمد: ١٢٥٥١، ترمذی: ٣٥١٠، السلسلة الصحيحة : ٢٥٦٢)

علماء اور بڑوں کی عزت کرنا:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿**يا ايها الذين آمنوا لا ترفعوا أصواتكم فوق صوت النبي ولا تجهروا له بالقول كجهر بعضكم لبعض أن تحبط أعمالكم وأنتم لا تشعرون ۝**﴾ (الحجرات: ٢) اے ایمان والو! اپنی آواز کو نبی کی آواز سے اونچی نہ کرو اور نہ ان سے اونچی آواز میں بات کرو جیسے آپس میں ایک دوسرے سے کرتے ہو کہیں (ایسا نہ ہو) تمہارے اعمال اکارت ہو جائیں اور تمہیں خبر بھی نہ ہو۔

٢-حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک بوڑھا شخص نبی ﷺ سے ملنے آیا لوگوں نے اس کو جگہ دینے میں تاخیر کی نبی ﷺ نے فرمایا جو ہمارے چھوٹوں پر رحم نہ کرے اور بڑوں کی عزت نہ کرے وہ ہم میں سے نہیں۔ (ترمذی: ١٩٩، بخاری الادب المفرد: ٣٦٣، ملاحظہ ہو السلسلة الصحيحة : ٢١٩٤)

٣-حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: وہ شخص ہم میں سے نہیں جو ہمارے بڑوں کی عزت نہ کرے اور ہمارے چھوٹوں پر رحم نہ کرے اور ہمارے علماء کو نہ پہچانے۔ (حاکم: ٤٢١، ملاحظہ ہو صحيح الترغيب والترهيب : ٩٥٠)

علماء کی بات سننے کے لیے خاموش رہنا:

حضرت جریر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی ﷺ نے حجۃ الوداع میں ان سے کہا کہ لوگوں کو خاموش

کرو پھر فرمایا (لوگو!) میرے بعد ایک دوسرے کی گردنیں مار کر تم کافر نہ بن جانا۔ (بخاری: ١٢١، مسلم: ٦٥)

کوئی چیز سنے اور اسے نہ سمجھ سکے تو سمجھنے کے لیے عالم سے دوبارہ پوچھے:

ابن ابی ملیکہ کہتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عادت تھی کہ جس بات کو وہ سنتی تھیں اور سمجھتی تھیں اس کو دوبارہ پوچھتی تھیں تا کہ اچھی طرح سمجھ جائیں ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس سے حساب لیا جائے گا اسے عذاب دیا جائے گا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کیا اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا نہیں ﴿**فسوف يحاسب حسابا يسيرا**﴾ (انشقاق/٨) اس کا حساب آسانی سے لیا جائے گا۔

آپ نے فرمایا کہ وہ تو صرف پیشی ہے لیکن جس کا مناقشہ ہوگا وہ تباہ ہوگا۔(بخاری: ١٠٣، مسلم: ٢٨٧٦)

قرآن کا جو حصہ یاد ہو اس کی حفاظت کرنا:

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم قرآن کی حفاظت کرو اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے وہ اس سے بھی زیادہ نکل بھاگنے والا ہے جتنا کہ اونٹ اپنی رسی کو چھڑا کر بھاگتا ہے۔ (بخاری: ٥٠٣٣، مسلم: ٢٨٧٦)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے (علم کے) دو تھیلے سیکھے (یعنی دو طرح کے علم حاصل کئے) ایک تو میں نے لوگوں میں پھیلا دیا اور دوسرے کو اگر میں پھیلاؤں تو میرا بلعوم (نرخرا) کاٹ دیا جائے۔ (بخاری: ١٢٠)

دل حاضر رکھنا اور اچھی طرح سننا:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿**ان في ذلک لذكرىٰ لمن كان له قلب او القىٰ السمع وهو شهيد۝**﴾ (ق/٣٧) اس میں ہر صاحب دل کے لیے عبرت ہے اور اس کے لیے جو دل سے متوجہ ہو کر کان لگائے اور وہ حاضر ہو۔

علم حاصل کرنے کے لیے نکلنا اوراس کے لیے مشقت برداشت کرنا اور ہر حال میں تواضع اختیار کرنا:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ ایک مرتبہ حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کی ایک جماعت میں بیٹھے ہوئے تھے اتنے میں ایک شخص آیا اور کہنے لگا کہ کیا آپ کسی ایسے شخص کو جانتے ہیں جو آپ سے بھی بڑا عالم ہو، حضرت موسیٰ نے کہا کہ میں تو نہیں جانتا (اللہ تعالیٰ کو ان کا یہ جملہ پسند نہیں آیا) اس نے ان کے پاس وحی بھیجی کہ ہمارا ایک بندہ خضر جو تم سے زیادہ علم رکھتا ہے، حضرت موسیٰ نے کہا ان سے ملاقات کس طرح ہوسکتی ہے؟ اللہ تعالیٰ نے ایک مچھلی ان کے لیے نشانی مقرر کردی اور فرمایا کہ جب یہ مچھلی کھو جائے تو لوٹ جاؤ تم وہاں ان کو پاؤ گے، چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سمندر کے کنارے کنارے مچھلی کے نشان پر روانہ ہوئے ان کے خادم (یوشع) نے کہا کہ ہم پتھر سے ٹیک لگا کر آرام کررہے تھے وہیں میں مچھلی بھول گیا تھا، دراصل شیطان نے ہی مجھے بھلا دیا کہ میں آپ سے اس کا ذکر کروں، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ یہی وہ جگہ ہے جس کی تلاش میں ہم نکلے تھے چنانچہ وہیں سے اپنے قدموں کے نشان ڈھونڈتے ہوئے واپس لوٹے وہاں خضر سے ملاقات ہوئی انہیں دونوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں یہ قصہ بیان کیا ہے۔(بخاری:٧٤، مسلم: ٢٣٨٠)

علم کے لیے حرص کرنا:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا: اے اللہ کے رسول! قیامت کے دن آپ کی شفاعت کا سب سے زیادہ مستحق کون ہوگا؟ آپ نے فرمایا ابوہریرہ! میں جانتا تھا کہ تم سے پہلے یہ بات کوئی مجھ سے نہیں پوچھے گا کیونکہ میں نے دیکھا ہے کہ تمہیں حدیث سیکھنے کا بہت حرص ہے قیامت کے دن سب سے زیادہ میری سفارش کا حقدار وہ شخص ہوگا جس نے سچے دل سے لا الہ الا اللہ کہا۔(بخاری :٩٩)

علم کی باتیں:

١-ابوجحیفہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا کہ کیا آپ کے پاس کوئی کتاب ہے؟ انہوں نے کہا کوئی کتاب نہیں سوائے اللہ کی کتاب کے یا سمجھ جو مسلمان کو دی جاتی ہے (یعنی اللہ کی طرف سے ملتی ہے) یا جو اس صحیفے (ورق) میں لکھا ہے میں نے کہا کہ اس صحیفہ (ورق) میں کیا لکھا ہے، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا دیت کا بیان اور قیدیوں کو چھڑانے کا بیان اور یہ حکم کہ مسلمان کو کافر کے بدلے میں قتل نہ کیا جائے۔(بخاری:١١٣)

٢-حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی ﷺ کے صحابہ میں مجھ سے زیادہ حدیث کا روایت کرنے والا کوئی نہیں البتہ عبداللہ بن عمر نے بہت سی حدیثیں روایت کیں ہیں وہ لکھتے تھے اور میں نہیں لکھتا تھا۔ (بخاری:١١٣)

اگر آدمی خود سوال کرنے سے شرمائے تو دوسروں کو سوال کرنے کا حکم دے:

حضرت علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ مجھے مذی بہت نکلا کرتی تھی میں نبی ﷺ سے اس کا مسئلہ پوچھنے سے شرماتا تھا کیوں کہ آپ کی صاحبزادی میرے نکاح میں تھی، میں نے مقداد بن اسود سے کہا کہ اس کا مسئلہ پوچھو چنانچہ انہوں نے آپ سے اس کا مسئلہ پوچھا آپ نے فرمایا کہ جب مذی نکلے تو آدمی اپنا ذکر دھولے اور وضو کرلے۔(بخاری:٢٦٩، مسلم:٣٠٣)

وعظ ونصیحت کے وقت امام سے قریب ہونا:

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم ذکر کی مجلسوں میں شرکت کرو اور امام سے قریب رہو اس لیے کہ آدمی دور ہوتا جائے گا یہاں تک کہ وہ جنت میں بھی پیچھے رہے گا اگرچہ جنت میں داخل ہوجائے۔(ابوداؤد/١١٠٨)

مجلس کے مشروع آداب کا خیال رکھنا:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا قِيلَ لَكُمْ تَفَسَّحُوا فِي الْمَجَالِسِ فَافْسَحُوا يَفْسَحِ اللَّهُ لَكُمْ وَإِذَا قِيلَ انشُزُوا فَانشُزُوا يَرْفَعِ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنكُمْ

وَالَّذِيْنَ أُوتُوا الْعِلْمَ دَرَجَاتٍ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيْرٌ ﴾(المجادلة:۱۱)اے مسلمانو! جب تم سے کہا جائے کہ مجلسوں میں ذرا کشادگی پیدا کرو تو کشادگی پیدا کردو اللہ تمہیں کشادگی دے گا اور جب کہا جائے کہ اٹھ کھڑے ہو جاؤ تو تم اٹھ کھڑے ہو جاؤ اللہ تعالیٰ تم میں سے ان لوگوں کے جو ایمان لائے ہیں اور جو علم دیئے گئے ہیں درجے بلند کردے گا اور اللہ تعالیٰ (ہر اس کام سے) جو تم کر رہے ہو (خوب) خبردار ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کوئی آدمی کسی آدمی کو اس کی جگہ سے اٹھا کر خود نہ بیٹھے بلکہ تم پھیل جاؤ اور کشادگی پیدا کرو۔(بخاری: ۶۲۷۰، مسلم/۲۱۷۷)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص اپنے بیٹھنے کی جگہ سے اٹھ جائے پھر وہیں واپس آجائے تو وہاں بیٹھنے کا زیادہ حقدار ہے۔(مسلم:۲۱۷۹)

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس آتے تو مجلس کے اخیر میں بیٹھ جاتے۔ (ابو داؤد/۴۸۲۵، ترمذی/۲۷۲۵)

عمرو بن شعیب اپنے باپ سے اور وہ ان کے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دو آدمیوں کے درمیان ان کی اجازت کے بغیر نہ بیٹھا جائے۔(ابو داؤد: ۴۸۴۴)

حضرت شرید بن سوید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ میرے پاس سے گزرے اس وقت میں اس طرح بیٹھا ہوا تھا میں اپنا بایاں ہاتھ اپنی پیٹھ کے پیچھے رکھ کر اس پر ٹیک لگائے ہوئے تھا آپ نے فرمایا کیا تم ان لوگوں کی طرح بیٹھتے ہو جن پر اللہ کا غضب نازل ہوا ہے۔ (احمد:۱۹۶۸۳، ابو داؤد/۴۸۴۸)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تین آدمی ہوں تو دو آدمی تیسرے کو چھوڑ کر سرگوشی نہ کریں اس لیے کہ اس سے اس کو غم لاحق ہوگا۔(بخاری:۶۲۹۰، مسلم:۲۱۸۴)

الباب الثانی

فقہ الکتاب والسنة

۱-فضائل

۲-اخلاق

۳-آداب

۴-اذکار

۵-دعائیں

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ إِنَّ هَذَا الْقُرْآنَ يَهْدِي لِلَّتِي هِيَ أَقْوَمُ وَيُبَشِّرُ الْمُؤْمِنِينَ الَّذِينَ يَعْمَلُونَ الصَّالِحَاتِ أَنَّ لَهُمْ أَجْرًا كَبِيرًا ○ وَأَنَّ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ أَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابًا أَلِيمًا ○ ﴾ (اسراء: ۹-۱۰)

یقیناً یہ قرآن وہ راستہ دکھاتا ہے جو بہت ہی سیدھا ہے اور ایمان والوں کو جو نیک اعمال کرتے ہیں اس بات کی خوش خبری دیتا ہے کہ ان کے لئے بہت بڑا اجر ہے اور یہ کہ جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے ان کے لئے ہم نے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔

۱- کتاب الفضائل

یہ مندرجہ ذیل عناوین پر مشتمل ہے:

۱- فضائل ایمان

۲- فضائل عبادات: فضائل عبادات میں ان چیزوں کا بیان ہے:

۱- فضائل صلوٰۃ
۲- فضائل زکوٰۃ
۳- فضائل روزہ
۴- فضائل حج وعمرہ،
۵- فضائل جہاد
۶- فضائل ذکر،
۷- فضائل دعا

۳- فضائل معاملات

۴- فضائل معاشرت

۵- فضائل اخلاق

۶- فضائل قرآن کریم

۷- فضائل نبی کریم ﷺ

۸- فضائل اصحاب النبی ﷺ

کتاب الفضائل

یہاں ہم نے قرآن کریم کی ان آیات اور صحیح احادیث کو نقل کیا ہے جو اعمال کے فضائل کے سلسلے میں وارد ہوئی ہیں اور جن سے اللہ کا تقرب حاصل کیا جا سکتا ہے ان کو پڑھ کر آدمی کے دل میں عبادت کا شوق بڑھتا ہے بدن وروح میں پھرتی آتی ہے اور سستی دور ہوتی ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿**وبشر الذين آمنوا وعملوا الصالحات ان لهم جنات تجرى من تحتها الانهار كلما رزقوا منها من ثمرة رزقا قالوا هذا الذى رزقنا من قبل وأتوا به متشابها ولهم فيها أزواج مطهرة وهم فيها خالدون**o﴾(بقرہ:۲۵) اور ایمان والوں اور نیک عمل کرنے والوں کو ان جنتوں کی خوش خبری دو، جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں، جب کبھی وہ پھلوں کا رزق دیئے جائیں گے اور ہم شکل لائے جائیں گے تو کہیں گے یہ وہی ہے جو ہم اس سے پہلے دیئے گئے تھے، اور ان کے لئے بیویاں ہیں صاف ستھری اور وہ ان جنتوں میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔

اخلاص اور حسن نیت کی فضیلت:

۱-اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَمَا أُمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ حُنَفَاء وَيُقِيمُوا الصَّلَاةَ وَيُؤْتُوا الزَّكَاةَ وَذَلِكَ دِينُ الْقَيِّمَة﴾(بینة /۵) انہیں اس کے سوا کوئی حکم نہیں دیا گیا کہ صرف اللہ کی عبادت کریں اسی کے لئے دین کو خالص رکھیں ابراہیم حنیف کے دین پر اور نماز کو قائم رکھیں اور زکوٰۃ دیتے رہیں یہی ہے دین سیدھی ملت کا۔

۲-حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اعمال کا دارومدار نیت پر ہے اور ہر آدمی کو وہی چیز ملے گی جو اس نے نیت کی پس جس کی ہجرت اللہ اور اس کے رسول کے لئے ہے اس کی ہجرت اللہ اور اس کے رسول کے لئے ہوگی اور جس کی ہجرت دنیا کمانے کے لئے یا کسی عورت سے شادی کرنے کے لئے ہے، اس کی ہجرت ان ہی کاموں کے لئے ہوگی۔(بخاری /۵۴، مسلم /۱۹۰۷)

۳-حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں اور مالوں کو نہیں دیکھتا ہے بلکہ تمہارے دلوں اور تمہارے اعمال کو دیکھتا ہے۔ (مسلم: ۲۵۶۴)

۴-حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ سے یہ حدیث قدسی نقل کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نیکیوں اور برائیوں دونوں کو لکھا پھر اسے واضح کر دیا پس جس نے کسی نیکی کا ارادہ کیا لیکن اس پر عمل نہیں کیا تو اللہ تعالیٰ اس کو اپنے پاس ایک پوری نیکی لکھتا ہے اور اگر اس نے نیکی کا ارادہ کیا اور اس پر عمل بھی کیا تو اللہ تعالیٰ اس کو اپنے پاس دس نیکیاں سات سو گنا تک لکھتا ہے اور اگر اس نے برائی کا ارادہ کیا اور اس پر عمل نہیں کیا تو اللہ تعالیٰ اس کو اپنے پاس ایک پوری نیکی لکھتا ہے اور اگر اس نے برائی کا ارادہ کیا اور اس پر عمل بھی کیا تو اللہ تعالیٰ اسے ایک برائی لکھتا ہے۔(بخاری /۶۴۹۱، مسلم /۱۳۱)

۱-فضائل الایمان

۱-اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿سَابِقُوا إِلَى مَغْفِرَةٍ مِّن رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا كَعَرْضِ السَّمَاء وَالْأَرْضِ أُعِدَّتْ لِلَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ ذَلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَن يَشَاءُ وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ﴾(الحدید/۲۱)(آؤ) دوڑو اپنے رب کی مغفرت کی طرف جس کی وسعت آسمان وزمین کی وسعت کے برابر ہے، یہ ان کے لئے بنائی گئی ہے جو اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان رکھتے ہیں یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہے دے اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔

۲-اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ كَانَتْ لَهُمْ جَنَّاتُ الْفِرْدَوْسِ نُزُلًا﴾(کہف /۱۰۷) جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے کام بھی اچھے کئے یقیناً ان کے لئے فردوس کے باغات کی مہمانی ہے۔

۳-حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا کہ کونسا عمل افضل ہے؟ آپ نے فرمایا اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانا۔ کہا گیا پھر کون سا عمل، آپ نے فرمایا اللہ کے راستے میں جہاد کرنا، کہا گیا پھر کونسا عمل آپ نے فرمایا حج مبرور (مقبول حج)

۴-حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے اچھی طرح وضو کیا اس کی خطائیں اس کے جسم سے نکل جاتی ہیں یہاں تک کہ اس کے ناخن کے نیچے سے بھی نکل جاتی ہیں۔ (مسلم : ٢٤٥)

۲-فضائل عبادات

وضو کی فضیلت:

وضو میں داہنے ہاتھ سے شروع کرنا:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو ہر کام میں داہنے ہاتھ سے شروع کرنا اچھا لگتا تھا جوتا پہننے میں، کنگھی کرنے میں اور طہارت حاصل کرنے میں۔ (بخاری /١٦٨، مسلم /٢٦٨)

وضو کے بعد نماز کی فضیلت:

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ انہوں نے نبی ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جو مسلمان بھی اچھی طرح وضو کرتا ہے پھر کھڑے ہو کر انتہائی دلجوئی اور خشوع وخضوع سے دو رکعت نماز پڑھتا ہے تو اس کے لئے جنت واجب ہو جاتی ہے۔ (مسلم : ٢٣٤)

اذان کی فضیلت:

عبداللہ بن عبدالرحمٰن کہتے ہیں کہ حضرت سعید خدری رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا: میں دیکھتا ہوں کہ تم کو صحرا و جنگل میں رہنا اور بکریاں چرانا پسند ہے لہٰذا جب تم اپنی بکریوں یا جنگل میں ہو اور اذان دو تو بلند آواز سے اذان دو کیوں کہ جہاں تک مؤذن کی آواز پہنچتی ہے اور اس کو جن اور آدمی یا اور کوئی سنتا ہے وہ قیامت کے دن اس پر گواہی دے گا ابوسعید نے کہا کہ میں نے یہ رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے۔ (بخاری /٦٠٩)

۱-حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر لوگ وہ

ثواب جان لیتے جو اذان اور صف اول میں ہے پھر بغیر قرعہ ڈالے اس کو نا پاسکتے تو بیشک اس پر قرعہ ڈالتے...... (بخاری/٦١٥، مسلم /٤٣٧)

۲-حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ مؤذن کی گردن قیامت کے دن سب سے لمبی ہوگی۔ (مسلم :٣٨٧)

۱-نماز کے فضائل

چل کر نماز کے لئے جانا اور مسجد میں جماعت سے نماز ادا کرنا:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جماعت سے نماز پڑھنے میں گھر میں یا بازار میں نماز پڑھنے سے پچیس گنا زیادہ ثواب ملتا ہے جب تم میں سے کوئی شخص اچھی طرح وضو کرتا ہے اور مسجد آتا ہے اور اس کا مقصد صرف نماز پڑھنا ہوتا ہے تو وہ جو بھی قدم چلتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے اس کا ایک درجہ بلند کر دیتا ہے اور ایک گناہ معاف کرتا ہے یہاں تک کہ وہ مسجد پہنچ جائے پھر جب مسجد میں پہنچ جاتا ہے تو جب تک نماز اس کو روکے رہتی ہے وہ نماز ہی کی حالت میں ہوتا ہے اور فرشتے اس کے لئے یہ دعا کرتے رہتے ہیں جب تک کہ وہ اپنی نماز کی جگہ میں رہتا ہے: اے اللہ! اس کو معاف کر دے اور اے اللہ! اس پر رحم کر جب تک کہ وہ کسی کو تکلیف نہ دے اور اس کا وضو نہ ٹوٹے۔ (بخاری ٣٤٧٧، مسلم /٦٤٩)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جماعت سے نماز پڑھنا تنہا نماز پڑھنے سے ۲۷ گنا افضل ہے۔ (بخاری:٦٤٥، مسلم:٦٥٠)

صبح و شام مسجد جانے کی فضیلت:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص صبح و شام مسجد (نماز کے لئے) جائے تو اللہ تعالیٰ اس کیلئے مہمانی کا سامان تیار کرے گا جب جب وہ صبح و شام جائے گا۔ (بخاری /٦٦٢، مسلم/٦٦٩)

سکون و وقار سے مسجد میں آنے کی فضیلت:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب نماز کے لئے تکبیر کہہ دی جائے تو تم دوڑتے ہوئے نہ آؤ بلکہ سکون اور وقار سے آؤ پھر جو نماز ملے اس کو پڑھو اور جو فوت ہو جائے اس کو پوری کر لو اس لئے کہ تم میں سے کوئی شخص نماز کا قصد کرتا ہے تو وہ نماز ہی کی حالت میں ہوتا ہے۔(بخاری:٦٣٦، مسلم:٦٠٢)

آمین کہنے کی فضیلت:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص آمین کہے اور فرشتے بھی آسمان میں آمین کہیں اور دونوں کی آمین کہنے کی آواز مل جائے تو اس کے اگلے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔(بخاری ٧٨١، مسلم / ٤١٠)

وقت پر نماز پڑھنے کی فضیلت:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ کونسا عمل اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب ہے؟ آپ نے فرمایا وقت پر نماز پڑھنا، میں نے کہا پھر کونسا عمل؟ آپ نے فرمایا والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرنا، میں نے پوچھا پھر کونسا عمل؟ آپ نے فرمایا اللہ کے راستے میں جہاد کرنا، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے یہی تین باتیں ہم سے بیان کیں اور اگر میں اور پوچھتا تو آپ مجھ سے اور زیادہ بیان کرتے۔

فجر اور عصر پڑھنے کی فضیلت:

۱-حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے یہ دونوں ٹھنڈی نمازیں (فجر اور عصر) پڑھیں وہ جنت میں جائے گا۔(بخاری: ٣٥٧٤، مسلم / ٦٣٥)

۲-حضرت ابوبصرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں مخمص میں عصر کی نماز

پڑھائی پھر فرمانے لگے کہ یہ نماز تم سے پہلے لوگوں پر پیش کی گئی تھی لیکن انہوں نے اسے ضائع کر دیا پس جس نے اس کی حفاظت کی اس کو دوگنا اجر ملے گا۔(مسلم / ٨٣٠)

جماعت کے ساتھ عشاء اور فجر کی نماز پڑھنے کی فضیلت:

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جس نے عشاء کی نماز جماعت سے ادا کی اس نے گویا آدھی رات نماز پڑھی اور جس نے فجر کی نماز جماعت سے ادا کی اس نے گویا پوری رات نماز پڑھی۔(مسلم / ٦٥٦)

ایک نماز کے بعد دوسری نماز کے انتظار کی فضیلت:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا میں تم کو ایسی چیز نہ بتاؤں جس سے اللہ تعالیٰ خطاؤں کو مٹا دیتا ہے اور درجات بلند کر دیتا ہے لوگوں نے کہا ہاں اے اللہ کے رسول! ضرور بتایئے، آپ نے فرمایا دشوار و ناپسندیدہ حالت میں بھی کامل وضو کرنا، مسجدوں تک دور سے چل کر آنا، اور ایک نماز کے لئے دوسری نماز کا انتظار کرنا، پس یہ رباط ہے (جس سے تم اپنے آپ کو باندھ لو)(مسلم / ٢٥١)

فجر کی نماز کے بعد نماز پڑھنے کی جگہ پر بیٹھے رہنے کی فضیلت:

سماک بن حرب کہتے ہیں کہ میں نے حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ کیا آپ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ بیٹھا کرتے تھے انہوں نے کہا ہاں اکثر بیٹھا کرتا تھا آپ جس جگہ فجر کی نماز پڑھتے وہاں سے اس وقت تک کھڑے نہ ہوتے جب تک سورج طلوع نہ ہو جاتا پھر جب سورج طلوع ہو جاتا تو آپ کھڑے ہوتے۔(مسلم / ٦٧٠)

جمعہ کے دن کی فضیلت:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ سب سے بہتر دن جس پر سورج طلوع ہوا جمعہ کا دن ہے اسی دن آدم (علیہ السلام) پیدا ہوئے، اسی دن جنت میں داخل کئے گئے، اسی دن جنت سے نکالے گئے اور قیامت جمعہ کے دن ہی آئے گی۔(مسلم / ٨٥٤)

جس نے غسل کیا، جمعہ کا خطبہ سنا اور نماز پڑھی اس کی فضیلت:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے غسل کیا پھر جمعہ کی نماز کے لئے آیا پھر نفل نماز پڑھی جتنا کہ اس کے لئے مقدر کیا گیا ہے پھر خاموش رہا یہاں تک کہ امام اپنے خطبے سے فارغ ہو جائے پھر امام کے ساتھ نماز پڑھے تو اس کے ایک جمعہ سے دوسرے جمعہ کے درمیان کے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں اور تین دن کے مزید۔ (مسلم: ۸۵۷)

جمعہ کے دن ایک گھڑی کی فضیلت جو کہ عصر کے بعد ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جمعہ کے دن کا ذکر کیا پھر فرمایا اس میں ایک ایسی ساعت ہے کہ جب کوئی مسلمان بندہ اس میں نماز پڑھتا ہوا اور اللہ تعالیٰ سے کچھ مانگے تو اللہ تعالیٰ اس کو وہ چیز عطا کرے گا، قتیبہ کی روایت میں یہ الفاظ زیادہ ہیں کہ ہاتھ سے اشارہ کر کے آپ نے یہ بتایا کہ وہ ساعت تھوڑی ہے۔

سنن مؤکدہ کی فضیلت:

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جو مسلمان بھی فرض نمازوں کے علاوہ روزانہ بارہ رکعتیں بطور نفل اللہ کے لئے پڑھے گا تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت میں ایک گھر بنائے گا یا (آپ نے فرمایا) اس کے لئے جنت میں ایک گھر بنایا جائے گا، حضرت ام حبیبہ کہتی ہیں کہ میں اس حدیث کو سننے کے بعد برابر نفل نمازیں پڑھتی رہی۔
(مسلم: ۷۲۸)

نماز تہجد کی فضیلت:

۱- اللہ تعالیٰ مؤمنوں کی صفت بیان کرتے ہوئے فرماتا ہے:

﴿تَتَجَافَى جُنُوبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ خَوْفاً وَطَمَعاً وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنفِقُونَ فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا أُخْفِيَ لَهُم مِّن قُرَّةِ أَعْيُنٍ جَزَاءً بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ﴾
(سجدة / ۱۶-۱۷) ان کی کروٹیں اپنے بستروں سے الگ رہتی ہیں اپنے رب کو خوف اور امید

کے ساتھ پکارتے ہیں اور جو کچھ ہم نے انہیں دے رکھا ہے وہ خرچ کرتے ہیں کوئی نفس نہیں جانتا جو کچھ ہم نے ان کی آنکھوں کی ٹھنڈک ان کے لئے پوشیدہ کر رکھی ہے جو کچھ کرتے تھے یہ اس کا بدلہ ہے۔

۲- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: رمضان کے روزہ کے بعد سب سے افضل روزہ محرم کا روزہ ہے اور فرض نماز کے بعد سب سے افضل نماز تہجد کی نماز ہے۔ (مسلم: ۱۱۶۳)

رات کے آخری حصہ میں وتر کی نماز پڑھنا:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اس بات سے ڈرے کہ رات کے آخری حصے میں نہیں اٹھ سکے گا تو وہ رات کے پہلے حصے میں وتر پڑھ لے اور جو یہ طمع کرے کہ رات کے آخری حصہ میں اٹھے گا وہ رات کے آخری حصہ میں وتر پڑھے اس لئے کہ رات کے آخری حصہ میں نماز پڑھنا حاضر کیا گیا ہے۔ (یعنی اس وقت فرشتے حاضر ہوتے ہیں) اور یہ افضل ہے۔ (مسلم/ ۷۵۵)

رات میں دعا، نماز اور ذکر کی فضیلت:

۱- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ہر رات نچلے آسمان پر اترتا ہے جب رات کا آخری تہائی حصہ باقی رہ جاتا ہے اور فرماتا ہے کہ کون ہے جو مجھ سے دعا کرے میں اس کی دعا قبول کروں گا، کون ہے جو مجھ سے مانگے میں اسے عطا کروں گا، کون ہے جو مجھ سے بخشش طلب کرے میں اسے بخش دوں گا۔ (بخاری/ ۱۱۴۵، مسلم/ ۷۵۸)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ رات میں ایک ساعت ایسی ہے کہ اگر اس کے اندر کوئی مسلمان اللہ تعالیٰ سے دنیا اور آخرت کی کوئی بھلائی مانگے تو اللہ تعالیٰ اس کو عطا کرتا ہے اور یہ ہر رات میں ہے۔ (مسلم/ ۷۵۷)

چاشت کی نماز کی فضیلت اور اس کا افضل وقت:

۱-حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم میں سے ہر شخص کے ہر جوڑ پر صدقہ ہے پس ہر سبحان الله صدقه ہے، ہر الحمدلله صدقه ہے، ہر لا اله الا الله صدقه ہے، امر بالمعروف صدقہ ہے، نہی عن المنکر صدقہ ہے اور چاشت کی دو رکعتیں ان سب کے لئے کافی ہیں۔(مسلم / ۷۲۰)

۲-حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اوابین کی نماز (چاشت کی نماز) اس وقت ہے جب اونٹنی کے بچے کے پیر زمین گرم ہو جانے کی وجہ سے جلنے لگیں۔(مسلم :۷۴۸)

کثرت سے سجدہ کرنے اور اس میں دعا کرنے کی فضیلت:

حضرت ربیعہ بن کعب اسلمی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں رات رسول اللہ ﷺ کے ساتھ گزارتا تھا میں آپ کے لئے وضو کا پانی لاتا اور آپ کی ضرورت پوری کرتا آپ نے (ایک مرتبہ) مجھ سے کہا کہ مانگو میں نے کہا کہ میں آپ سے جنت میں آپ کا ساتھ مانگتا ہوں، آپ نے فرمایا کیا اس کے علاوہ کوئی مطالبہ ہے میں نے کہا بس وہی ہے آپ نے فرمایا پھر تم کثرت سے سجدہ کر کے اپنے لئے میری مدد کرو۔(مسلم /۴۸۹)

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم اللہ کے لیے کثرت سے سجدہ کرو اس لئے کہ تم اللہ کے لئے جو بھی سجدہ کرو گے اللہ تعالیٰ اس کے بدلے تمہیں ایک درجہ بلند کرے گا اور تمہارے ایک گناہ کو مٹا دے گا۔(مسلم:۴۸۸)

گھر میں نماز پڑھنے کی فضیلت:

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: تم اپنے گھروں میں نماز پڑھا کرو، اس لئے کہ فرض نماز کو چھوڑ کر بقیہ نمازیں گھر میں پڑھنا بہتر ہے۔(بخاری / ۷۳۱، مسلم / ۷۸۱)

فرائض ونوافل ادا کرنے کی فضیلت:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو میرے کسی ولی سے دشمنی رکھے میں اس کو خبر کئے دیتا ہوں کہ میں اس سے لڑوں گا اور میرا بندہ جن جن عبادتوں سے میرا قرب حاصل کرتا ہے ان میں کوئی عبادت مجھ کو اس سے زیادہ پسند نہیں ہے جو میں نے اس پر فرض کی ہے۔(یعنی فرائض مجھ کو بہت پسند ہیں مثلاً ، نماز ، روزہ ، حج ، زکوٰۃ) اور میرا بندہ (فرض ادا کرنے کے بعد) نفل عبادتیں کر کے مجھ سے اتنا قریب ہو جاتا ہے کہ میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں پھر تو یہ حال ہوتا ہے کہ میں ہی اس کا کان ہوتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے، اس کی آنکھ ہوتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اس کا ہاتھ ہوتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے اور اس کا پاؤں ہوتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے، وہ اگر مجھ سے کچھ مانگتا ہے تو میں اسے دیتا ہوں اگر (دشمن یا شیطان سے) میری پناہ چاہتا ہے تو میں اس کو پناہ دیتا ہوں اور مجھ کو کسی کام میں جس کو میں کرنا چاہتا ہوں اتنا تردد نہیں ہوتا جتنا اپنے مسلمان بندے کی جان نکالنے میں ہوتا ہے وہ موت کو برا سمجھتا ہے اور مجھ کو بھی اس کو تکلیف دینا برا لگتا ہے۔(بخاری / ۶۵۰۲)

فرض نماز سے سلام پھیرنے کے بعد ذکر کی فضیلت:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے ہر نماز کے بعد ۳۳ مرتبہ سبحان الله، ۳۳ مرتبہ الحمدلله، ۳۳ مرتبہ الله اكبر کہا اور یہ ۹۹ ہوئے پھر ۱۰۰ پورا کرنے کے لئے "لا اله الا الله وحده لا شريك له، له الملك وله الحمد وهو علىٰ كل شئى قدير" تو اس کی غلطیاں معاف کردی جاتی ہیں اگرچہ وہ سمندر کے جھاگ کے برابر کیوں نہ ہوں۔(مسلم / ۵۹۷)

جنازہ کے ساتھ جانا، اس پر نماز پڑھنا اور دفن کرنے میں شریک ہونا:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو کوئی ایمان رکھ کر اور ثواب کی نیت سے کسی مسلمان کے جنازے کے ساتھ جائے اور نماز اور دفن سے فارغ ہونے

تک اس کے ساتھ رہے تو وہ دو قیراط ثواب لے کر لوٹے گا اور ہر قیراط اتنا بڑا ہے جتنا احد کا پہاڑ اور جو شخص جنازہ پر نماز پڑھ کر دفن سے پہلے لوٹ آئے تو وہ ایک قیراط ثواب لے کر لوٹے گا۔

(بخاری ٤٧/، مسلم ٩٤٥/)

جس کے جنازہ میں سو یا چالیس آدمیوں نے شرکت کی:

۱-حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جس میت پر سو مسلمان نماز پڑھ لیں اور سب اس کے لئے سفارش کریں تو اس کے بارے میں ان کی سفارش قبول کی جاتی ہے۔(مسلم ٩٤٧/)

۲-حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: جب کوئی مسلمان مرجائے اور اس کی جنازہ کی نماز چالیس آدمی پڑھ لیں جو اللہ کے ساتھ کسی قسم کا شرک نہ کرتے ہیں تو اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ ان کی سفارش قبول کرے گا۔(مسلم ٩٤٧/)

جس کا کوئی عزیز مرجائے اور وہ صبر کرے اس کی فضیلت:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب میں دنیا میں اپنے مؤمن بندے کے کسی عزیز کی روح قبض کرتا ہوں پھر وہ صبر کرتا ہے تو میرے پاس اس کا بدلہ جنت ہی ہے۔(بخاری: ٦٤٢٤)

مسجد حرام اور مسجد نبوی میں نماز پڑھنے کی فضیلت:

۱-حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میری اس مسجد (مسجد نبوی) میں ایک نماز دوسری مسجدوں میں ایک ہزار نمازوں سے بہتر ہے سوائے مسجد حرام کے۔(بخاری: ١١٩٠، مسلم: ١٣٩٤)

۲-حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: میری مسجد میں ایک نماز دوسری مسجدوں میں ایک ہزار نماز سے افضل ہے سوائے مسجد حرام کے اور مسجد حرام میں ایک نماز دوسری مسجدوں میں ایک لاکھ نماز سے افضل ہے۔(احمد: ١٤٧٥٠، ملاحظہ ہو ارواء الغلیل: ١١٢٩، ابن ماجہ: ١٤٠٦)

بیت المقدس میں نماز پڑھنے کی فضیلت:

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس آپس میں یہ بحث کر رہے تھے کہ مسجد نبوی افضل ہے یا مسجد بیت المقدس، اتنے میں آپ نے فرمایا: میری اس مسجد میں ایک نماز بیت المقدس کی مسجد میں چار نمازوں سے افضل ہے اور وہ بھی کیا ہی بہتر نماز پڑھنے کی جگہ ہے۔(حاکم: ۸۵۵۳، السلسلة الصحيحة: ۲۹۰۲)

مسجد قباء میں نماز پڑھنے کی فضیلت:

حضرت سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے اپنے گھر میں طہارت حاصل کی پھر مسجد قباء آیا اور اس میں نماز پڑھی تو اس کو ایک عمرہ کا ثواب ملے گا۔(نسائی: ٦٩٩، ابن ماجہ: ١٤١٢)

۲-زکوٰۃ کے فضائل

زکوٰۃ ادا کرنے کی فضیلت:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿إِنَّ الَّذِينَ آمَنُواْ وَعَمِلُواْ الصَّالِحَاتِ وَأَقَامُواْ الصَّلاَةَ وَآتَوُاْ الزَّكَاةَ لَهُمْ أَجْرُهُمْ عِندَ رَبِّهِمْ وَلاَ خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلاَ هُمْ يَحْزَنُونَ﴾(بقرة: ٢٧٧) بیشک جو لوگ ایمان کے ساتھ (سنت کے مطابق) نیک کام کرتے ہیں، نمازوں کو قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں ان کا اجر ان کے رب تعالیٰ کے پاس ہے ان پر نہ تو کوئی خوف ہے نہ اداسی نہ غم۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وما آتيتم من زكوٰة تريدون وجه الله فأولٰئك هم المضعفون ٥﴾(روم/ ٣٩) اور جو کچھ صدقہ زکوٰۃ تم اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لئے دو تو ایسے لوگ ہی ہیں اپنا دوچند کرنے والے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿الذين ينفقون أموالهم بالليل والنهار سرا وعلانية فلهم أجرهم عند ربهم ولا خوف عليهم ولا هم يحزنون ٥﴾(بقرة/ ٢٧٤) جو لوگ اپنے

مالوں کو رات دن چھپے کھلے خرچ کرتے ہیں ان کے لئے ان کے رب تعالیٰ کے پاس اجر ہے اور نہ انہیں خوف ہے اور غمگینی۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿خُذْ مِنْ أَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيهِم بِهَا وَصَلِّ عَلَيْهِمْ إِنَّ صَلَاتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ﴾ (توبة /١٠٣) آپ ان کے مالوں میں سے صدقہ لے لیجئے جس کے ذریعے سے آپ ان کو پاک وصاف کردیں اوران کے لئے دعا کیجئے بلاشبہ آپ کی دعا ان کے لئے موجب اطمینان ہے، اور اللہ تعالیٰ خوب سنتا ہے اور خوب جانتا ہے۔

۵-حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک دیہاتی نبی ﷺ کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ مجھے ایسا عمل بتائیے کہ جب میں اسے کروں تو جنت میں چلا جاؤں، آپ نے فرمایا کہ تم اللہ کی عبادت کرو، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ، فرض نمازیں پڑھو، فرض زکوٰۃ ادا کرو اور رمضان کے روزے رکھو، اس نے کہا اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے میں اس سے زیادہ نہیں کروں گا جب وہ مڑ کر جانے لگا تو نبی ﷺ نے فرمایا کہ جس کو یہ پسند ہو کہ اہل جنت میں سے کسی آدمی کو دیکھے وہ اس شخص کو دیکھ لے۔ (بخاری /١٣٩٧، مسلم /١٤)

حلال کمائی میں سے خیرات:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص حلال کمائی میں سے ایک کھجور کے برابر صدقہ کرے اور اللہ تعالیٰ حلال کمائی کو ہی قبول کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو اپنے داہنے ہاتھ میں لیتا ہے پھر صدقہ دینے والے کے فائدہ کے لئے اس کو پالتا ہے جیسے تم میں سے کوئی اپنا بچھڑا پالتا ہے یہاں تک کہ وہ پہاڑ کے برابر ہو جاتا ہے۔ (بخاری /١٤١٠، مسلم /١٤١٠)

۳-روزہ کے فضائل:

ماہ رمضان کی فضیلت:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب رمضان کا مہینہ آتا ہے تو آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور جہنم کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں

اور شیطان جکڑ دیئے جاتے ہیں اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔ (بخاری /١٨٩٩، مسلم /١٠٧٩)

روزے کی فضیلت:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ابن آدم کا ہر نیک عمل اس کے کام کا ہے لیکن روزہ خالص میرے لئے ہے اور میں ہی اس کا بدلہ دوں گا اور روزہ گناہوں کی ڈھال ہے اور جب تم میں سے کوئی روزہ رکھے تو فحش باتیں نہ کرے اور نہ شور وغل کرے اگر کوئی اس کو گالی دے یا اس سے لڑے تو کہہ دے کہ میں روزہ دار ہوں اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں محمد ﷺ کی جان ہے روزہ دار کے منہ کی بو اللہ تعالیٰ کو مشک کی خوشبو سے زیادہ پسند ہے روزہ دار کے لئے دو خوشیاں ہیں ایک تو روزہ کھولتے وقت خوش ہوتا ہے دوسرے جب اپنے مالک سے ملے گا تو روزے کا ثواب دیکھ کر خوش ہوگا۔

روزہ دار کی فضیلت:

حضرت سہلؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جنت میں آٹھ دروازے ہیں ان میں سے ایک دروازے کا نام ریان ہے اس سے صرف روزہ دار داخل ہوں گے۔ (بخاری: ٣٢٥٧، مسلم:١١٥٢)

جس نے رمضان کا روزہ ایمان کے ساتھ ثواب کی نیت سے رکھا:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے رمضان کا روزہ ایمان کے ساتھ ثواب کی نیت سے رکھا تو اس کے اگلے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔ (بخاری:٣٨، مسلم: ٧٦٠)

جس نے رمضان میں (رات کو) ثواب کی نیت سے عبادت کی:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے رمضان میں (رات کو) ثواب کی نیت سے عبادت کی اس کے اگلے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔ (بخاری:٣٧، مسلم: ٧٥٩)

جس نے شب قدر میں ایمان کے ساتھ ثواب کی نیت سے عبادت کی:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے شب قدر میں ایمان کے ساتھ ثواب کی نیت سے عبادت کی تو اس کے اگلے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔

ہر مہینے کے تین دنوں میں روزہ رکھنے کی فضیلت:

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ نبی ﷺ نے ان سے کہا: تم ہر مہینہ کے تین دن روزہ رکھو اس لئے کہ نیکی دس گنا کر دی جاتی ہے اور یہ ہمیشہ روزہ رکھنے کے مثل ہے۔(بخاری: ٦٧٩١، مسلم: ٩٥١١)

٤- حج وعمرہ کے فضائل:

عشرۃ ذی الحجہ کے فضائل:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ان ایام سے بڑھ کر کسی بھی ایام میں کوئی عمل افضل نہیں لوگوں نے کہا اے اللہ کے رسول ﷺ جہاد بھی نہیں آپ نے فرمایا ہاں جہاد بھی نہیں البتہ یہ کہ کوئی آدمی اپنی جان ومال کے ساتھ جہاد کے لئے جائے اور ان میں سے کسی چیز کے ساتھ واپس نہ آئے۔(بخاری: ٩٤٩)

اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ کوئی بھی ایام ایسے نہیں ہیں جن میں نیک عمل اللہ کے نزدیک ان دس ایام سے زیادہ پسندیدہ ہوں۔(ترمذی/ ٧٥٧)

حج مبرور کی فضیلت:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جو شخص اللہ کے لئے حج کرے اور شہوت اور گناہ کی باتیں نہ کرے تو وہ ایسا ہی پاک ہو کر لوٹے گا جیسے اس دن پاک تھا جس دن اس کی ماں نے اس کو جنم دیا تھا۔(بخاری: ١٥٢١، مسلم: ١٣٥٠)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا کہ کونسا عمل افضل ہے؟ آپ نے فرمایا اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانا کہا گیا پھر کونسا عمل آپ نے فرمایا اللہ کی راہ میں

جہاد کرنا، کہا گیا پھر کونسا عمل آپ نے فرمایا مقبول حج۔(بخاری: ١٥١٩، مسلم: ٨٣)

عورتوں کے لئے سب سے افضل جہاد:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ ہم سب جانتے ہیں کہ جہاد سب سے افضل عمل ہے (تو کیا ہم جہاد کریں) آپ نے فرمایا (عورتوں کا) افضل جہاد مقبول حج ہے۔ (بخاری: ١٥٢٠)

عمرہ کی فضیلت:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایک عمرہ سے لے کر دوسرے عمرہ تک جتنے گناہ ہوتے ہیں وہ سب عمرہ کی وجہ سے ختم ہو جاتے ہیں اور مقبول حج کا بدلہ جنت کے سوا اور کچھ نہیں۔(بخاری/ ١٧٧٣، مسلم/ ١٣٤٩)

٥- جہاد کے فضائل:

اللہ کی راہ میں جہاد کرنے کی فضیلت:

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ﴿إِنَّ اللّٰهَ اشْتَرَى مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُم بِأَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ فَيَقْتُلُونَ وَيُقْتَلُونَ وَعْداً عَلَيْهِ حَقّاً فِي التَّوْرَاةِ وَالإِنجِيلِ وَالْقُرْآنِ وَمَنْ أَوْفَى بِعَهْدِهِ مِنَ اللّٰهِ فَاسْتَبْشِرُواْ بِبَيْعِكُمُ الَّذِي بَايَعْتُم بِهِ وَذَلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ﴾(توبة/ ١١١) بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں سے ان کی جانوں کو اور ان کے مالوں کو اس بات کے عوض میں خرید لیا ہے کہ ان کو جنت ملے گی وہ لوگ اللہ کی راہ میں لڑتے ہیں جس میں قتل کرتے ہیں اور قتل کئے جاتے ہیں اس پر سچا وعدہ کیا گیا ہے تورات میں اور انجیل میں اور قرآن میں اور اللہ سے زیادہ اپنے عہد کو کون پورا کرنے والا ہے تو تم لوگ اپنی اس بیع پر جس کا تم نے معاملہ ٹھہرایا ہے خوشی مناؤ اور یہ بڑی کامیابی ہے۔

صبح وشام اللہ کی راہ میں چلنے کی فضیلت:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ کی راہ

میں صبح وشام کو چلنا ساری دنیا سے اور دنیا میں جو چیزیں ہیں ان سے بہتر ہے۔(بخاری: ۲۷۹۲، مسلم: ۱۸۸۰)

حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ کی راہ میں صبح و شام کو چلنا ان تمام چیزوں سے بہتر ہے جس پر سورج طلوع اور غروب ہوا۔ (مسلم: ۱۸۸۳)

جو اللہ کی راہ میں جہاد کے لئے نکلے پھر مرجائے یا قتل کر دیا جائے:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿وَمَن يَخْرُجْ مِن بَيْتِهِ مُهَاجِراً إِلَى اللّهِ وَرَسُولِهِ ثُمَّ يُدْرِكْهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ أَجْرُهُ عَلى اللّهِ وَكَانَ اللّهُ غَفُوراً رَّحِيما﴾(نساء: ۱۰۰) اور جو کوئی اپنے گھر سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف نکل کھڑا ہوا پھر اسے موت نے آ پکڑا تو یقیناً اس کا اجر اللہ تعالیٰ کے ذمہ ثابت ہو گیا اور اللہ تعالیٰ بڑا بخشنے والا مہربان ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿وَلَئِن قُتِلْتُمْ فِي سَبِيلِ اللّهِ أَوْ مُتُّمْ لَمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّهِ وَرَحْمَةٌ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُونَ وَلَئِن مُّتُّمْ أَوْ قُتِلْتُمْ لإِلَى الله تُحْشَرُون﴾(آل عمران: ۱۵۷-۱۵۸) تم اگر اللہ تعالیٰ کی راہ میں شہید کئے جاؤ یا اپنی موت مرو تو بیشک اللہ تعالیٰ کی بخشش و رحمت اس سے بہتر ہے جسے یہ جمع کر رہے ہیں بالیقین خواہ تم مر جاؤ یا مار ڈالے جاؤ جمع تو اللہ کی طرف ہی کئے جاؤ گے۔

اس شخص کی فضیلت جس نے جہاد کا ارادہ کیا لیکن مرض یا عذر کی وجہ سے نہ جاسکا:

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی ﷺ ایک جنگ میں تھے آپ نے فرمایا کچھ لوگ مدینہ میں ہمارے پیچھے رہ گئے مگر ہم جس گھاٹی یا میدان میں چلے وہ گویا ہمارے ساتھ تھے کیونکہ وہ عذر کی وجہ سے رک گئے (انہیں جہاد کا ثواب ملے گا) (بخاری: ۲۸۳۹)

جس نے غازی کے لئے سامان تیار کیا اس کی فضیلت:

حضرت زید بن خالد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے جہاد کے لئے کسی غازی کا سامان تیار کیا اس نے گویا خود جہاد کیا اور جس نے غازی کے گھر اس کے پیچھے خبر رکھی اس نے گویا خود جہاد کیا۔(بخاری /۳۴۸۲، مسلم /۵۹۸۱)

اللہ کی راہ میں جان و مال خرچ کرنے کی فضیلت:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿مَا كَانَ لِأَهْلِ الْمَدِينَةِ وَمَنْ حَوْلَهُم مِّنَ الأَعْرَابِ أَن يَتَخَلَّفُواْ عَن رَّسُولِ اللّهِ وَلاَ يَرْغَبُواْ بِأَنفُسِهِمْ عَن نَّفْسِهِ ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ لاَ يُصِيبُهُمْ ظَمَأٌ وَلاَ نَصَبٌ وَلاَ مَخْمَصَةٌ فِي سَبِيلِ اللّهِ وَلاَ يَطَؤُونَ مَوْطِئاً يَغِيظُ الْكُفَّارَ وَلاَ يَنَالُونَ مِنْ عَدُوٍّ نَّيْلاً إِلاَّ كُتِبَ لَهُم بِهِ عَمَلٌ صَالِحٌ إِنَّ اللّهَ لاَ يُضِيعُ أَجْرَ الْمُحْسِنِينَ وَلاَ يُنفِقُونَ نَفَقَةً صَغِيرَةً وَلاَ كَبِيرَةً وَلاَ يَقْطَعُونَ وَادِياً إِلاَّ كُتِبَ لَهُمْ لِيَجْزِيَهُمُ اللّهُ أَحْسَنَ مَا كَانُواْ يَعْمَلُون﴾(توبة: ۱۲۰-۱۲۱) مدینہ کے رہنے والوں کو اور جو دیہاتی ان کے گرد و پیش ہیں ان کو یہ زیبا نہ تھا کہ رسول اللہ ﷺ کو چھوڑ کر پیچھے رہ جائیں اور نہ یہ کہ اپنی جان کو ان کی جان سے عزیز سمجھیں اور یہ اس سبب سے کہ ان کو اللہ کی راہ میں جو پیاس لگی اور جو تکان پہنچی اور جو بھوک لگی اور جو کسی ایسی جگہ چلے جو کفار کے لئے موجب غیظ ہوا ہو اور دشمن کی جو خبر لی ان سب پر ان کے نام (ایک ایک) نیک کام لکھا گیا یقیناً اللہ تعالیٰ مخلصین کا اجر ضائع نہیں کرتا اور جو کچھ چھوٹا بڑا انہوں نے خرچ کیا اور جتنے میدان ان کو طے کرنے پڑے یہ سب ان کے نام لکھا گیا تاکہ اللہ تعالیٰ ان کے کاموں کا اچھے سے اچھا بدلہ دے۔

۲-حضرت ابوعبس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جس کے قدم اللہ کی راہ میں غبار آلود ہوئے اللہ تعالیٰ اس کے لئے جہنم حرام کر دے گا۔(بخاری: ۹۰۷)

اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کی فضیلت:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿مثل الـذين ينفقون أموالهم فى سبيل الله كمثل حبة أنبتت سبع سنابل فى كل سنبلة مائة حبة والله يضاعف لمن يشاء والله واسع عليم o﴾ (بقرة /۱۶۲) جو لوگ اپنا مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں اس کی مثال اس دانے جیسی ہے جس میں سے سات بالیاں نکلیں اور ہر بالی میں سو دانے ہوں اور اللہ تعالیٰ جسے چاہے بڑھا چڑھا کر دے اور اللہ تعالیٰ کشادگی والا اور علم والا ہے۔

حضرت ابومسعود انصاری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک آدمی ایک نکیل لگی ہوئی اونٹنی نبی ﷺ کے پاس لایا اور کہنے لگا یہ اللہ کی راہ میں ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن اس کے بدلے تمہیں سات سو اونٹنی ملے گی اور سب کو نکیل لگی ہوگی۔ (مسلم:۱۸۹۲)

اس شخص کی فضیلت جو اللہ کی راہ میں قتل کیا گیا:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿ولا تحسبن الذين قتلوا في سبيل الله أمواتا بل احياء عند ربهم يرزقون ٥فرحين بما آتاهم الله من فضله ويستبشرون بالذين لم يلحقوا بهم من خلفهم ألا خوف عليهم ولا هم يحزنون ٥يستبشرون بنعمة من الله وفضل وأن الله لا يضيع أجر المؤمنين ٥﴾ (آل عمران: ۱۶۹-۱۷۱) اور جو لوگ اللہ کی راہ میں شہید کئے گئے ان کو ہرگز مردہ نہ سمجھیں بلکہ وہ زندہ ہیں اپنے رب کے پاس روزیاں دیئے جاتے ہیں اللہ تعالیٰ نے اپنا فضل جو انہیں دے رکھا ہے اس سے بہت خوش ہیں اور خوشیاں منا رہے ہیں ان لوگوں کی بابت جو اب تک ان سے نہیں ملے ان کے پیچھے ہیں یوں کہ ان پر نہ کوئی خوف ہے اور نہ وہ غمگین ہیں وہ خوش ہوتے ہیں اللہ کی نعمت اور فضل سے اور اس سے بھی کہ اللہ تعالیٰ ایمان والوں کے اجر کو برباد نہیں کرتا۔

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک آدمی رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور کہنے لگا آپ مجھے بتائیں کہ اگر میں اللہ کی رہ قتل کیا جاؤں تو کیا میرے گناہ اس کی وجہ سے بخش دیئے جائیں گے ؟ آپ نے فرمایا ہاں بشرط کہ تم صبر کرنے والے بنو اور ثواب کی امید رکھو اور آگے بڑھنے والے بنو پیچھے ہٹنے والے نہیں لیکن اگر تمہارے اوپر قرض ہے تو وہ معاف نہیں ہوگا اس لئے کہ جبرئیل علیہ السلام نے ابھی مجھے اس کی خبر دی ہے۔(مسلم /۱۸۸۵)

۶-ذکر کے فضائل:

ذکر کی فضیلت:

۱-اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿الذين آمنوا وتطمئن قلوبهم بذكر الله ألا بذكر الله

تطمئن القلوب ٥﴾ (رعد/ ۲۸) جو لوگ ایمان لائے اور ان کے دل اللہ کے ذکر سے اطمینان حاصل کرتے ہیں یاد رکھو اللہ کے ذکر سے ہی دلوں کو تسلی حاصل ہوتی ہے۔

۲-حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں اپنے بندے کے گمان کے پاس رہتا ہوں جو وہ میرے بارے میں رکھتا ہے اور میں اس کے ساتھ رہتا ہوں جب وہ میرا ذکر کرتا ہے پس اگر وہ مجھے اپنے دل میں یاد کرتا ہے تو میں اس کو اپنے دل میں یاد کرتا ہوں اور اگر وہ میرا ذکر لوگوں میں کرتا ہے تو میں اس کا ذکر ایسے لوگوں میں کرتا ہوں جو ان سے بہتر ہیں (یعنی فرشتوں میں) اور اگر وہ ایک بالشت مجھ سے قریب ہوتا ہے تو میں اس سے ایک ہاتھ قریب ہوتا ہوں اور اگر وہ مجھ سے ایک ہاتھ قریب ہوتا ہے تو میں اس سے دو ہاتھ قریب ہوتا ہوں اور اگر وہ میرے پاس چل کر آتا ہے تو میں اس کے پاس دوڑ کر آتا ہوں۔

(بخاری:۷۴۰۵، مسلم:۲۶۷۵)

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص اللہ کو یاد کرتا ہے اس کی مثال زندہ کی سی ہے اور جو اللہ کو یاد نہیں کرتا اس کی مثال مردہ کی سی ہے۔

(بخاری:۶۴۰۷)

ہمیشہ ذکر اور امور آخرت میں غور وفکر کرنا اور بعض اوقات میں اسے چھوڑ دینا:

حضرت حنظلۃ اسیدی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں اور حضرت ابوبکر رسول اللہ ﷺ کے پاس گئے، میں نے کہا اے اللہ کے رسول! حنظلہ منافق ہوگیا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا وہ کیوں؟ میں نے کہا اے اللہ کے رسول! جب ہم آپ کے پاس ہوتے ہیں اور آپ ہم سے جنت وجہنم کا ذکر کرتے ہیں تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہم اسے اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں لیکن جب ہم آپ کے پاس سے نکل کر اپنی بیوی بچوں اور اموال کے پاس جاتے ہیں تو بہت سی چیزیں بھول جاتے ہیں آپ نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے اگر تم اس حالت میں بر برابر رہو جیسے تم میرے پاس رہتے ہو اور ذکر میں ہمیشہ مشغول رہو تو تمہارے بستروں اور تمہارے راستوں

میں فرشتے تم سے سلام کریں لیکن اے حنظلہ ! کچھ وقت یہ کرو اور کچھ وقت وہ کرو۔(یعنی کبھی ذکر کرو اور کبھی چھوڑ دیا کرو)(مسلم : ۲۷۵۰)

۷-دعا کے فضائل:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّيْ فَإِنِّيْ قَرِيْبٌ أُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لِيْ وَلْيُؤْمِنُوْا بِيْ لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُوْنَ﴾(بقرة / ۱۸۶) جب میرے بندے میرے بارے میں آپ سے سوال کریں تو آپ کہہ دیں کہ میں بہت ہی قریب ہوں اور ہر پکارنے والے کی پکار کو جب کبھی وہ مجھے پکارے قبول کرتا ہوں اس لئے لوگوں کو بھی چاہئے کہ وہ میری بات مان لیا کریں اور مجھ پر ایمان رکھیں یہی ان کی بھلائی کا باعث ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کہتا ہے: میں اپنے بندے کے گمان کے پاس ہوتا ہوں اور میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں جب وہ مجھے پکارتا ہے۔(مسلم: ۲۶۷۵)

گناہ بخشنے کے لئے اور دشمن کے مقابل میں ثابت قدم رہنے کے لئے اور فتح و نصرت سے ہم کنار ہونے کے لئے دعا کرنا:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿وَمَا كَانَ قَوْلَهُمْ إِلَّا أَنْ قَالُوْا رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَإِسْرَافَنَا فِيْ أَمْرِنَا وَثَبِّتْ أَقْدَامَنَا وانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِيْنَ فَآتَاهُمُ اللّٰهُ ثَوَابَ الدُّنْيَا وَحُسْنَ ثَوَابِ الْآخِرَةِ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ﴾(آل عمران / ۱۴۷-۱۴۸) وہ یہی کہتے رہے کہ اے پروردگار! ہمارے گناہوں کو بخش دے اور ہم سے ہمارے کاموں میں جو بے جا زیادتی ہوئی ہے اسے بھی معاف فرما اور ہمیں ثابت قدمی عطا فرما اور ہمیں کافروں کی قوم پر مدد دے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں دنیا کا ثواب بھی دیا اور آخرت کے ثواب کی خوبی بھی عطا فرمائی اور اللہ تعالیٰ نیک لوگوں سے محبت کرتا ہے۔

۳-معاملات کے فضائل

دعوت الی اللہ کی فضیلت:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿وَمَنْ أَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَا إِلَى اللّٰهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَقَالَ إِنَّنِيْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ﴾ ''اور اس سے زیادہ اچھی بات والا کون ہے جو اللہ کی طرف بلائے اور نیک کام کرے اور کہے کہ میں یقیناً مسلمانوں میں سے ہوں''۔(فصلت: ۳۳)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ أُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَأُولٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْن﴾ ''تم میں سے ایک جماعت ایسی ہونی چاہیے جو بھلائی کی طرف لائے اور نیک کام کا حکم کرے اور برے کاموں سے روکے اور یہی لوگ فلاح اور نجات پانے والے ہیں''۔(آل عمران: ۱۰۴)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ﴾(آل عمران: ۱۱۰) تم بہترین امت ہو جو لوگوں کے لئے پیدا کی گئی ہے تم نیک باتوں کا حکم کرتے ہو اور بری باتوں سے روکتے ہو اور اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہو۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ تم میں سے جو شخص (اللہ کے نزدیک) غیر پسندیدہ کام دیکھے وہ اپنے ہاتھ سے اسے روکے اور اگر اس میں اس کی طاقت نہ ہو تو وہ اپنی زبان سے روکے اور اگر اس کی بھی طاقت نہ ہو تو اپنے دل میں اسے برا جانے اور یہ ایمان کا سب سے کمزور درجہ ہے۔ (مسلم رقم: ۹۴)

نصیحت کی فضیلت:

حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: دین خیر خواہی کا نام ہے ہم نے کہا خیر خواہی کس کے لئے آپ نے فرمایا اللہ کے لئے اس کی کتاب کے لئے، اس کے رسول

کے لئے، مسلمانوں کے ائمہ کے لئے اوران کے عام لوگوں کے لئے۔ (مسلم/ ۵۵)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿ وَالْعَصْرِ إِنَّ الْإِنسَانَ لَفِي خُسْرٍ إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ﴾(العصر/ ۱-۳) زمانے کی قسم! بیشک (بالیقین) انسان سرتا سر نقصان میں ہے سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور نیک عمل کئے اور (جنہوں نے) آپس میں حق کی وصیت کی اور ایک دوسرے کو صبر کی نصیحت کی۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿وَالْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاء بَعْضٍ يَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَيُقِيمُونَ الصَّلاَةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَيُطِيعُونَ اللّهَ وَرَسُولَهُ أُوْلَـئِكَ سَيَرْحَمُهُمُ اللّهُ إِنَّ اللّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ﴾(توبۃ:۷۱) مؤمن مرد وعورت آپس میں ایک دوسرے کے (مددگار معاون اور) دوست ہیں وہ بھلائیوں کا حکم دیتے ہیں اور برائیوں سے روکتے ہیں، نمازوں کو پابندی سے بجالاتے ہیں، زکوٰۃ ادا کرتے ہیں، اللہ کی اوراس کے رسول کی بات مانتے ہیں یہی لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ بہت جلد رحم فرمائے گا بیشک اللہ غلبے والا حکمت والا ہے۔

جس نے اسلام میں کوئی اچھی چیز نکالی اس کی فضیلت:

حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے اسلام میں کوئی اچھا طریقہ ایجاد کیا تو اسے اس کا اجر ملے گا اور اس کے بعد اس پر عمل کرنے والوں کا اجر بھی اسے ملے گا اور عمل کرنے والوں کے اجر میں سے کچھ کمی نہیں کی جائے گی اور جس نے اسلام میں کوئی برا طریقہ نکالا اس کو اس کا گناہ ملے گا اور اس کے بعد اس پر عمل کرنے والوں کا گناہ بھی اسے ملے گا اور عمل کرنے والوں کے گناہ میں سے کچھ کمی نہیں کی جائے گی۔ (مسلم:۱۰۱۷)

لوگوں کے درمیان صلح کرانے کی فضیلت:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿لاَّ خَيْرَ فِي كَثِيرٍ مِّن نَّجْوَاهُمْ إِلاَّ مَنْ أَمَرَ بِصَدَقَةٍ أَوْ مَعْرُوفٍ

أَوْ إِصْلاَحٍ بَيْنَ النَّاسِ وَمَن يَفْعَلْ ذَلِكَ ابْتَغَاء مَرْضَاتِ اللّهِ فَسَوْفَ نُؤْتِيهِ أَجْراً عَظِيماً﴾(نساء/ ۱۱۴) ان کے اکثر مصلحتی مشورے بے خبر ہیں، ہاں بھلائی اس کے مشورے میں ہے جو خیرات کا یا نیک بات کا یا لوگوں میں صلح کرانے کا حکم کرے اور جو شخص صرف اللہ تعالیٰ کی رضا مندی حاصل کرنے کے ارادہ سے یہ کام کرے اسے ہم یقیناً بہت بڑا ثواب دیں گے۔

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا میں تم کو ایسا عمل نہ بتاؤں جو (نفلی) روزہ، نماز، اور صدقہ سے بھی افضل ہے، لوگوں نے کہا ہاں اے اللہ کے رسول! ضرور بتائیے، آپ نے فرمایا وہ لوگوں کے درمیان صلح کرا دینا ہے اور لوگوں کے درمیان فساد و جھگڑا موت ہے۔(ابوداؤد:۴۹۱۹، ترمذی:۲۵۰۹)

مسلمانوں کے درمیان تعاون کرنے کی فضیلت:

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ایک مؤمن دوسرے مؤمن کے لئے ایک عمارت کی طرح ہے جس کی ایک اینٹ دوسری اینٹ کو مضبوط کرتی ہے اور آپ نے اپنی انگلیوں کو ایک دوسرے میں ملایا۔(بخاری ۴۸۱، مسلم/ ۲۵۸۵)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿وَتَعَاوَنُواْ عَلَى الْبرِّ وَالتَّقْوَى وَلاَ تَعَاوَنُواْ عَلَى الإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَاتَّقُواْ اللّهَ إِنَّ اللّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ﴾ (مائدہ:۲) اور گناہ اور ظلم وزیادتی میں مدد نہ کرو، اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو، بے شک اللہ تعالیٰ سخت سزا دینے والا ہے۔

ایک مسلمان کا دوسرے مسلمان سے ہمدردی رکھنے کی فضیلت:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے کسی مسلمان کی دنیا کی تکلیفوں میں سے کسی تکلیف کو دور کیا تو اللہ تعالیٰ قیامت کی تکلیفوں میں سے کوئی تکلیف اس سے دور کردے گا اور جس نے کسی تنگ دست پر آسانی برتی تو اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت میں اس پر آسانی برتے گا اور جس نے کسی مسلمان کی پردہ پوشی کی تو اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت میں اس کی پردہ پوشی کرے گا اور اللہ تعالیٰ بندے کی مدد میں ہوتا ہے جب تک کہ بندہ اپنے بھائی کی مدد میں

ہوتا ہے۔(مسلم/٩٩٦٦٢)

مریض کی عیادت کی فضیلت:

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص مریض کی عیادت کرے وہ جنت کے چنے ہوئے میوے میں ہوتا ہے لوگوں نے کہا کہ اے اللہ کے رسول! خرفۃ الجنۃ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا چنے ہوئے میوے۔(مسلم :٢٥٦٨)

صدقہ وخیرات کی فضیلت:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿إِنَّ الْمُصَّدِّقِينَ وَالْمُصَّدِّقَاتِ وَأَقْرَضُوا اللَّهَ قَرْضاً حَسَناً يُضَاعَفُ لَهُمْ وَلَهُمْ أَجْرٌ كَرِيمٌ﴾ (حدید/١٨) بیشک صدقہ دینے والے مرد اور صدقہ دینے والی عورتیں اور جو اللہ کو خلوص کے ساتھ قرض دے رہے ہیں ان کے لئے یہ بڑھایا جائے گا اور ان کے لئے پسندیدہ اجروثواب ہے۔

خرید وفروخت اور تقاضا کرنے میں نرمی:

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اس بندے پر رحم کرے جو خرید وفروخت اور تقاضا کرنے میں نرمی کرتا ہے۔(بخاری:٢٠٧٦)

اللہ کی راہ میں جہاد، ہجرت اور مدد پہنچانے کی فضیلت:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿لَا يَسْتَوِي الْقَاعِدُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ غَيْرُ أُولِي الضَّرَرِ وَالْمُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنفُسِهِمْ فَضَّلَ اللَّهُ الْمُجَاهِدِينَ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنفُسِهِمْ عَلَى الْقَاعِدِينَ دَرَجَةً وَكُلًّا وَعَدَ اللَّهُ الْحُسْنَى وَفَضَّلَ اللَّهُ الْمُجَاهِدِينَ عَلَى الْقَاعِدِينَ أَجْراً عَظِيماً دَرَجَاتٍ مِّنْهُ وَمَغْفِرَةً وَرَحْمَةً وَكَانَ اللَّهُ غَفُوراً رَّحِيماً﴾(نساء :٩٥-٩٦) اپنی جانوں اور مالوں سے اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے مؤمن اور بغیر عذر کے بیٹھے رہنے والے مؤمن برابر نہیں اپنے مالوں اور اپنی جانوں سے جہاد کرنے والوں کو بیٹھ رہنے والوں پر اللہ نے درجوں میں بہت فضیلت دے رکھی ہے اور یوں تو اللہ تعالیٰ نے ہر

ایک سے خوبی اور اچھائی کا وعدہ کیا ہے لیکن مجاہدین کو بیٹھ رہنے والوں پر بہت بڑے اجر کی فضیلت دے رکھی ہے اپنی طرف سے مرتبے کی بھی اور بخشش کی بھی اور رحمت کی بھی اور اللہ تعالیٰ بخشش کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿وَالَّذِينَ آمَنُواْ وَهَاجَرُواْ وَجَاهَدُواْ فِي سَبِيلِ اللّهِ وَالَّذِينَ آوَواْ وَّنَصَرُواْ أُولَـئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُونَ حَقّاً لَّهُم مَّغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ كَرِيمٌ﴾ (انفال :٧٤) جو لوگ ایمان لائے اور ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں جہاد کیا اور جنہوں نے پناہ دی اور مدد پہنچائی یہی لوگ سچے مؤمن ہیں ان کے لئے بخشش ہے اور عزت کی روزی ہے۔

اللہ کے لئے کسی مسلمان بھائی کی زیارت کرنے کی فضیلت:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک شخص اپنے ایک بھائی کی زیارت کرنے دوسرے گاؤں جا رہا تھا، اللہ تعالیٰ نے اس کے راستے میں ایک فرشتہ بیٹھا دیا، جب وہ فرشتے کے پاس پہنچا تو فرشتے نے کہا کہ تم کہاں جا رہے ہو؟ کیا اس کے پاس کوئی نعمت لینے جا رہے ہو؟ اس نے کہا نہیں میں تو صرف اس سے اللہ کی خاطر محبت کرتا ہوں، فرشتے نے کہا کہ مجھے اللہ نے تمہارے پاس بھیجا ہے تاکہ میں تمہیں بتا دوں کہ اللہ بھی تم سے محبت کرتا ہے جس طرح تم نے اپنے اس بھائی سے اللہ کے خاطر محبت کی ہے۔(مسلم: ٢٥٦٧)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے کسی مریض کی عیادت کی یا اللہ کے لیے اپنے کسی مسلمان بھائی کی زیارت کی تو ایک پکارنے والا پکارتا ہے کہ تم نے اچھا کیا، تمہارا چلنا اچھا رہا اور تم نے جنت میں اپنا ایک ٹھکانا بنا لیا۔(ترمذی: ٢٠٠٨، ابن ماجہ: ١٤٤٣)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میری محبت ایسے دو شخصوں کے لیے واجب ہوگئی جو میرے لیے آپس میں ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں اور میرے لیے دونوں ایک ساتھ بیٹھتے ہیں اور میرے لیے دونوں ایک دوسرے کی

زیارت کرتے ہیں، اور میرے لیے ایک دوسرے کو دیتے ہیں۔ (مالك: ۹۷۷۱، احمد: ۸۳۲۲)

۴-سماجی تعلقات کے فضائل

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَقَضَى رَبُّكَ أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا إِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا إِمَّا يَبْلُغَنَّ عِندَكَ الْكِبَرَ أَحَدُهُمَا أَوْ كِلَاهُمَا فَلَا تَقُل لَّهُمَا أُفٍّ وَلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُل لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيمًا وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُل رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيَانِي صَغِيرًا رَّبُّكُمْ أَعْلَمُ بِمَا فِي نُفُوسِكُمْ إِن تَكُونُوا صَالِحِينَ فَإِنَّهُ كَانَ لِلْأَوَّابِينَ غَفُورًا﴾ (الاسراء: ۲۳-۲۵) اور تیرا پروردگار صاف صاف حکم دے چکا ہے کہ اس کے سوا کسی اور کی عبادت نہ کرنا اگر تیری موجودگی میں ان میں سے ایک یا دونوں بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو ان کے آگے اف تک نہ کہنا نہ انہیں ڈانٹ ڈپٹ کرنا بلکہ ان کے ساتھ ادب واحترام سے بات چیت کرنا اور عاجزی اور محبت کے ساتھ ان کے سامنے تواضع کا بازو پست رکھنا اور دعا کرتے رہنا کہ اے ہمارے پروردگار! ان پر ایسا رحم کر جیسا انہوں نے میرے بچپن میں میری پرورش کی ہے، جو کچھ تمہارے دلوں میں ہے اسے تمہارا رب بخوبی جانتا ہے اگر تم نیک ہو تو وہ رجوع کرنے والوں کو بخشنے والا ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ سے پوچھا کہ کون سا عمل اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ پسند ہے؟ آپ نے فرمایا وقت پر نماز پڑھنا، میں نے کہا پھر کون سا عمل؟ آپ نے فرمایا والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرنا، میں نے کہا پھر کون سا عمل؟ آپ نے فرمایا اللہ کی راہ میں جہاد کرنا۔ (بخاری: ۵۲۷، مسلم: ۸۵)

والدین کے ساتھ حسن سلوک کی فضیلت:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک آدمی نبی ﷺ کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ اے اللہ کے رسول! میرے حسن سلوک کا سب سے زیادہ مستحق کون ہے؟ آپ نے فرمایا تمہاری ماں، اس نے کہا پھر کون؟ آپ نے فرمایا تمہاری ماں، اس نے کہا پھر کون؟ آپ نے فرمایا تمہاری ماں،

اس نے کہا پھر کون آپ نے فرمایا تمہارا باپ۔ (بخاری: ۱۷۹۵، مسلم: ۸۴۵۲)

صلہ رحمی کی فضیلت:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص یہ چاہے کہ اس کی روزی کشادہ ہو اور عمر زیادہ ہو وہ صلہ رحمی کرے۔ (بخاری: ۵۹۸۶، مسلم: ۲۵۵۷)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: رشتہ اللہ تعالیٰ سے جڑا ہوا ہے اللہ تعالیٰ نے اس سے فرمایا ہے کہ جو کوئی تجھ کو جوڑے گا میں اسے جوڑوں گا اور جو کوئی تجھ کو قطع کرے گا میں بھی اسے قطع کروں گا۔ (بخاری: ۵۹۸۸، مسلم: ۲۵۵۴)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: رشتہ جوڑنے والا وہ نہیں ہے جو بدلہ دے (یعنی احسان کے بدلے احسان کرے) بلکہ رشتہ جوڑنے والا وہ ہے کہ جب کوئی رشتہ دار اس سے رشتہ توڑے تو وہ اسے جوڑ لے۔ (بخاری: ۵۹۹۱)

اولاد کے ساتھ حسن سلوک اور ان کی تربیت کی فضیلت:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میرے پاس ایک عورت مانگنے آئی اس کے ساتھ اس کی دو بیٹیاں تھیں اس وقت میرے پاس کچھ نہ تھا صرف ایک کھجور تھی میں نے وہ اسے دے دی اس نے اس کھجور کے دو ٹکڑے کئے اور اپنی بیٹیوں کو دے دیئے (اور خود نہ کھائی) پھر اٹھ کر چلی گئی اس کے بعد رسول اللہ ﷺ میرے پاس آئے میں نے آپ سے یہ واقعہ بیان کیا آپ نے فرمایا کہ جس کے پاس لڑکیاں ہوں اور وہ ان کے ساتھ اچھا سلوک کرے تو یہ لڑکیاں دوزخ سے اس کے لئے بچاؤ ہوں گی۔ (بخاری: ۵۹۹۵، مسلم: ۲۶۲۹)

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ مجھ کو لے کر اپنی ران پر بٹھا لیتے اور حضرت حسن کو دوسری ران پر بٹھا لیتے پھر دونوں کو چمٹا لیتے اور یہ دعا کرتے اے اللہ! تو ان دونوں پر رحم کر اس لئے کہ میں بھی ان پر رحم کرتا ہوں۔ (بخاری: ۶۰۰۳)

یتیم کو پالنے کی فضیلت:

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں اور یتیم کی پرورش کرنے والا دونوں جنت میں اس طرح ہوں گے (قریب قریب) آپ نے شہادت کی انگلی اور بیچ کی انگلی سے اشارہ کیا اور ان دونوں کے درمیان تھوڑی کشادگی باقی رکھی۔ (بخاری :٥٣٠٤، مسلم:٢٩٨٣)

والدین کے دوستوں کے ساتھ تعلق قائم رکھنے کی فضیلت:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ سب سے افضل حسن سلوک یہ ہے کہ آدمی اپنے باپ کے مرنے کے بعد اپنے باپ کے دوستوں سے تعلق قائم رکھے۔ (بخاری :٥٣٠٤ ،مسلم:٢٥٥٢)

بیواؤں اور مسکینوں کی پرورش کرنے کی فضیلت:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بیواؤں اور محتاجوں کی پرورش کرنے والا اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے کی طرح ہے یا اس شخص کی طرح ہے جو رات میں نماز پڑھتا ہو اور دن میں روزہ رکھتا ہو۔ (بخاری :٥٣٥٣)

لڑکیوں کی پرورش کرنے کی فضیلت:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے دو بچیوں کی پرورش کی یہاں تک کہ دونوں بالغ ہوگئیں تو قیامت کے دن وہ اور میں اس طرح (قریب قریب) رہیں گے اور آپ نے اپنی انگلیوں کو ملایا۔ (مسلم:٢٦٣١)

پڑوسی کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے کی فضیلت:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿وَاعْبُدُواْ اللّهَ وَلاَ تُشْرِكُواْ بِهِ شَيْئاً وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَاناً وَبِذِي الْقُرْبَى وَالْيَتَامَى وَالْمَسَاكِينِ وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبَى وَالْجَارِ الْجُنُبِ﴾(نساء/٣٦) اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ اور ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک واحسان کرو اور رشتہ داروں سے اور یتیموں سے اور مسکینوں سے اور قرابت دار ہمسایہ سے اور اجنبی ہمسایہ

سے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جبرئیل مجھے برابر پڑوسی کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کا حکم دیتے رہے یہاں تک کہ میں نے سمجھا کہ اس کو وارث بھی بنا دیں گے۔ (بخاری :٦٠١٤، مسلم:٢٦٢٤)

حضرت ابوشریح رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: خدا کی قسم! وہ شخص مؤمن نہیں ہوسکتا لوگوں نے کہا اے اللہ کے رسول! کون؟ آپ نے فرمایا جس کے پڑوسی کو اس سے ایذاء کا ڈر ہو۔ (بخاری :٦٠١٦)

٤-حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: تم میں سے کوئی اس وقت تک مؤمن نہیں ہوسکتا جب تک کہ اپنے بھائی کے لئے یا آپ نے فرمایا کہ اپنے پڑوسی کے لئے وہی چیز پسند نہ کرے جو وہ اپنے لئے پسند کرتا ہے۔ (بخاری:١٣، مسلم :٤٥)

لوگوں پر رحم کھانے کی فضیلت:

حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحم نہیں کرے گا جو لوگوں پر رحم نہیں کرے گا۔ (بخاری :٧٣٧٦، مسلم:٢٣١٩)

مشرک اقرباء کے ساتھ اچھا برتاؤ اگر وہ مسلمانوں کو تکلیف نہ پہنچائیں:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿لَا يَنْهَاكُمُ اللَّهُ عَنِ الَّذِينَ لَمْ يُقَاتِلُوكُمْ فِي الدِّينِ وَلَمْ يُخْرِجُوكُم مِّن دِيَارِكُمْ أَن تَبَرُّوهُمْ وَتُقْسِطُوا إِلَيْهِمْ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ﴾ (الممتحنة :٨) جن لوگوں نے تم سے دین کے بارے میں لڑائی نہیں لڑی اور تمہیں جلاوطن نہیں کیا ان کے ساتھ حسن سلوک واحسان کرنے اور منصفانہ بھلے برتاؤ کرنے سے اللہ تعالیٰ تمہیں نہیں روکتا، بلکہ اللہ تعالیٰ انصاف کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔

حضرت اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں میری ماں میرے پاس آئیں وہ مشرکہ تھیں میں نے رسول اللہ ﷺ سے فتویٰ پوچھا اور آپ سے کہا کہ میری

ماں آئیں ہیں، انہیں اسلام سے نفرت ہے کیا میں ان کے ساتھ حسن سلوک کروں؟ آپ نے فرمایا ہاں اپنی ماں کے ساتھ حسن سلوک کرو (اگر چہ وہ مسلمان نہیں ہیں)

مسلمانوں پر رحم کرنے کی فضیلت:

۱۔حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم مؤمن کو آپس میں رحم کرنے، آپس میں محبت کرنے اور آپس میں مہربانی کرنے میں جسم واحد کی طرح دیکھو گے جب جسم کے کسی حصہ میں تکلیف ہوتی ہے تو سارا جسم شب بیداری کرتا ہے اور بخار میں مبتلا ہوجاتا ہے۔(بخاری : ۶۰۱۱، :۲۵۸۶)

عورتوں اور خادموں کے ساتھ اچھا سلوک:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم عورتوں کے ساتھ اچھا سلوک کرو کیوں کہ عورتیں پسلی سے پیدا کی گئی ہیں اور پسلی میں سب سے ٹیڑھا اوپر کا حصہ ہوتا ہے اگر تم اس کو بالکل سیدھا کرنا چاہو گے تو اس کو توڑ دو گے اور اگر تم اسے چھوڑ دو گے تو وہ ٹیڑھی ہی رہے گی، پس تم عورتوں کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔(بخاری : ۳۳۳۱، مسلم: ۱۴۶۸)

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ کی دس سال خدمت کی لیکن آپ نے مجھے کبھی اف تک نہیں کہا اور نہ یہ کہا کہ یہ کام تم نے کیوں کیا اور نہ یہ کہا کہ یہ کام تم نے کیوں نہیں کیا۔(بخاری /۶۰۳۸، مسلم/۲۳۰۹)

اچھی نگہبانی اور حسن معاشرت:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ تم میں سے ہر شخص حاکم ونگہبان ہے اور قیامت کے دن تم میں سے ہر ایک سے اس کی رعیت کے بارے میں پوچھا جائے گا بادشاہ حاکم ہے اس سے اس کی رعایا کے بارے میں پوچھا جائے گا آدمی اپنے گھر والوں کا حاکم ہے اس سے ان کے بارے میں پوچھا جائے گا عورت اپنے شوہر کے گھر میں حاکم ومحافظ ہے اس سے اس کے بارے میں پوچھا جائے گا خادم اپنے مالک کے مال کا

نگہبان ہے اس سے اس کے بارے میں پوچھا جائے گا۔(بخاری :۳۹۸، مسلم: ۹۲۸۱)

حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جس شخص کو اللہ تعالیٰ نے رعیت کی نگہبانی پر مقرر کیا ہو اور وہ اس حال میں مرے کہ اپنی رعیت کا بدخواہ ہو تو اللہ تعالیٰ جنت اس پر حرام کردے گا۔ (بخاری : ۷۱۵۰، مسلم: ۲۵۸۰)

مسلمانوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنا، ان کی ضرورتیں پوری کرنا، ان کی تکلیف دور کرنا، ان کی غلطیاں چھپانا:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے وہ اس پر ظلم نہیں کرتا اور نہ اسے دشمن کے حوالے کرتا ہے جو شخص اپنے بھائی کی ضرورت پوری کرنے میں لگا رہے گا اللہ تعالیٰ اس کی ضرورت پوری کرے گا اور جو شخص کسی مسلمان کی کوئی تکلیف دور کرے گا اللہ تعالیٰ اس کے بدلے قیامت کے دن کی تکلیفوں میں سے اس کی کوئی تکلیف دور کردے گا اور جو کوئی کسی مسلمان کی پردہ پوشی کرے گا تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی پردہ پوشی کرے گا۔ (بخاری:۲۴۴۲، مسلم: ۲۵۸۰)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک سفر میں تھے، اتنے میں ایک آدمی اپنی سواری پر بیٹھ کر آیا اور اپنی نگاہ دائیں بائیں پھیرنے لگا، نبی ﷺ نے فرمایا: جس کے پاس زائد سواری ہو وہ اس شخص کو دے دے جس کے پاس سواری نہ ہو اور جس کے پاس زائد توشہ ہو وہ اس شخص کو دے دے جس کے پاس توشہ نہ ہو، پھر آپ نے اس طرح مال کی کئی قسموں کا ذکر کیا، یہاں تک کہ ہم نے سمجھا کہ زائد چیز میں ہمارا کوئی حق نہیں۔(مسلم:۱۷۲۸)

———•○O○•———

۵-اخلاق کے فضائل

اچھے اخلاق کی فضیلت:

اللہ تعالیٰ اپنے رسول ﷺ کی تعریف بیان کرتے ہوئے فرماتا ہے: ﴿وَإِنَّكَ لَعَلَىٰ خُلُقٍ عَظِيمٍ﴾ (قلم: ۴) اور بیشک تو بہت بڑے (عمدہ) اخلاق پر ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی ﷺ سخت گو اور بدزبان نہ تھے اور آپ یہ فرماتے تھے کہ تم میں سے بہتر وہ شخص ہے جس کے اخلاق اچھے ہوں۔ (بخاری:۳۵۵۹، مسلم:۲۳۲۱)

علم کی فضیلت:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿يَرْفَعِ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنكُمْ وَالَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ دَرَجَاتٍ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ﴾ (المجادلة / ۱۱) اللہ تعالیٰ تم میں سے ان لوگوں کے جو ایمان لائے ہیں اور جو علم دیئے گئے ہیں درجے بلند کرے گا اور اللہ تعالیٰ (ہر اس کام سے) جو تم کر رہے ہو (خوب) خبردار ہے۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ بھلائی کرنا چاہتا ہے اس کو دین کی سمجھ عنایت فرماتا ہے اور میں تو بانٹنے والا ہوں، دینے والا اللہ تعالیٰ ہے اور یہ امت اللہ کے حکم پر ہمیشہ قائم رہے گی اور دشمنوں سے اس کو کچھ نقصان نہ پہنچے گا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کا حکم (قیامت) آجائے۔ (بخاری: ۷۱، مسلم:۱۰۳۷)

صبر کی فضیلت:

اسلام نے صبر پر زور دیا ہے اس کی تین قسمیں ہیں:

۱-اللہ کی اطاعت پر صبر کرے یہاں تک کہ اس کو ادا کر لے جائے۔

۲-اللہ کی نافرمانی سے رکا رہے اور اس کا ارتکاب نہ کرے۔

۳-اللہ کی طرف سے مقدر کی گئی مصیبتوں پر صبر کرے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَلَنَبْلُوَنَّكُم بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْأَمْوَالِ وَالْأَنفُسِ وَالثَّمَرَاتِ وَبَشِّرِ الصَّابِرِينَ الَّذِينَ إِذَا أَصَابَتْهُم مُّصِيبَةٌ قَالُوا إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ أُولَٰئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوَاتٌ مِّن رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُونَ﴾ (بقرة: ۱۵۵-۱۵۷) ہم کسی نہ کسی طرح سے تمہاری آزمائش ضرور کریں گے، دشمن کے ڈر سے، بھوک پیاس سے، مال وجان اور پھلوں کی کمی سے، اور ان پر صبر کرنے والوں کو خوش خبری دے دیجئے جنہیں جب کبھی مصیبت لاحق ہوتی ہے تو کہہ دیا کرتے ہیں کہ ہم تو خود اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہیں اور ہم اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں ان پر ان کے رب کی نوازشیں اور رحمتیں ہیں اور یہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں۔

۲-حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص صبر کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو صبر دے گا اور کسی بھی شخص کو صبر سے بہتر اور بڑا تحفہ نہیں دیا گیا ہے۔ (بخاری:۱۴۶۹، مسلم:۱۰۵۳)

۳-حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: پہلوان وہ نہیں ہے جو کشتی میں جیت جائے بلکہ پہلوان وہ ہے جو غصے میں اپنے آپ کو قابو میں رکھے۔ (بخاری :۶۱۱۴، مسلم:۲۶۰۹)

۴-حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ فرماتا ہے کہ میں جب اپنے بندے کو اس کی دونوں محبوب چیزیں یعنی آنکھیں چھین کر آزمائش میں ڈالتا ہوں اور وہ اس پر صبر کرتا ہے تو میں اس کے بدلے اس کو جنت دوں گا۔ (بخاری:۵۶۵۳)

سچ بولنے کی فضیلت:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿هَٰذَا يَوْمُ يَنفَعُ الصَّادِقِينَ صِدْقُهُمْ لَهُمْ جَنَّاتٌ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا رَّضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ ذَٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ﴾

(مـائـدة:۱۱۹) یہ وہ دن ہے کہ جو لوگ سچے تھے ان کا سچا ہونا ان کے کام آئے گا ان کو باغ ملیں گے جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی جن میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے اللہ تعالیٰ ان سے راضی اور خوش ہیں، یہ بڑی (بھاری) کامیابی ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم ہمیشہ سچ بولو اس لئے کہ سچ نیکی کی طرف لے جاتی ہے اور نیکی جنت کی طرف لے جاتی ہے اور آدمی ہمیشہ سچ بولتا ہے اور سچ کو تلاش کرتا ہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کے پاس صدیق لکھا جاتا ہے اور تم جھوٹ سے بچو اس لئے کہ جھوٹ برائی کی طرف لے جاتی ہے اور برائی جہنم کی طرف لے جاتی ہے اور آدمی ہمیشہ جھوٹ بولتا رہتا ہے اور جھوٹ کی تلاش میں رہتا ہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کے پاس کذاب لکھا جاتا ہے۔ (مسلم/۲۶۰۷)

توبہ واستغفار کی فضیلت:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَيَا قَوْمِ اسْتَغْفِرُواْ رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوبُواْ إِلَيْهِ يُرْسِلِ السَّمَاء عَلَيْكُم مِّدْرَاراً وَيَزِدْكُمْ قُوَّةً إِلَى قُوَّتِكُمْ وَلاَ تَتَوَلَّوْاْ مُجْرِمِينَ﴾ (ھود/۵۲) اے میری قوم کے لوگو! تم اپنے پالنے والے سے اپنی تقصیروں کی معافی طلب کرو اور اس کی جناب میں توبہ کرو تاکہ وہ برسنے والے بادل تم پر بھیج دے اور تمہاری طاقت پر اور طاقت قوت بڑھادے اور تم جرم کرتے ہوئے روگردانی نہ کرو۔

۲-حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اپنے بندے کے توبہ کرنے پر اس شخص سے بھی زیادہ خوش ہوتا ہے جس کا اونٹ کسی چٹیل میدان میں گم ہو جائے پھر وہ اچانک اس کو پالے۔ (بخاری: ۶۳۰۹، مسلم: ۲۷۴۷)

تقویٰ کی فضیلت:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُواْ إَن تَتَّقُواْ اللّهَ يَجْعَل لَّكُمْ فُرْقَاناً وَيُكَفِّرْ عَنكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ وَاللّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ﴾ (الانفال/۲۹) اے ایمان

والو! اگر تم اللہ سے ڈرتے رہو گے تو اللہ تعالیٰ تم کو ایک فیصلہ کی چیز دے گا اور تم سے تمہارے گناہ دور کر دے گا اور تم کو بخش دے گا اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُم مِّن ذَكَرٍ وَأُنثَى وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوباً وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ﴾ (حجرات:۱۳) اے لوگو! ہم نے تم سب کو ایک (ہی) مرد وعورت سے پیدا کیا ہے اور اس لئے کہ تم آپس میں ایک دوسرے کو پہچانو تمہارے کنبے اور قبیلے بنا دیئے ہیں اللہ کے نزدیک تم سب میں سے باعزت وہ ہے جو سب سے زیادہ ڈرنے والا ہے یقین مانو کہ اللہ دانا اور باخبر ہے۔

یقین اور توکل کی فضیلت:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿الَّذِينَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ إِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُواْ لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ إِيمَاناً وَقَالُواْ حَسْبُنَا اللّهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ فَانقَلَبُواْ بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّهِ وَفَضْلٍ لَّمْ يَمْسَسْهُمْ سُوءٌ وَاتَّبَعُواْ رِضْوَانَ اللّهِ وَاللّهُ ذُو فَضْلٍ عَظِيمٍ﴾ (آل عمران: ۱۷۳-۱۷۴) وہ لوگ کہ جب ان سے لوگوں نے کہا کہ کافروں نے تمہارے مقابلے پر لشکر جمع کر لیئے ہیں تم ان سے خوف کھاؤ تو اس بات نے انہیں ایمان میں اور بڑھا دیا اور کہنے لگے ہمیں اللہ کافی ہے اور وہ بہت اچھا کارساز ہے (نتیجہ یہ ہوا کہ) اللہ کی نعمت وفضل کے ساتھ یہ لوٹے انہیں کوئی برائی نہ پہنچی انہوں نے اللہ تعالیٰ کی رضامندی کی پیروی کی اللہ بہت بڑے فضل والا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَمَن يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَل لَّهُ مَخْرَجاً وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ وَمَن يَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ فَهُوَ حَسْبُهُ إِنَّ اللَّهَ بَالِغُ أَمْرِهِ قَدْ جَعَلَ اللَّهُ لِكُلِّ شَيْءٍ قَدْراً﴾ (طلاق/۲-۳) اور جو شخص اللہ سے ڈرتا ہے اللہ اس سے چھٹکارے کی شکل نکال دیتا ہے اور اسے اس جگہ سے روزی دیتا ہے جس کا اسے گمان بھی نہ ہو اور جو شخص اللہ پر توکل کرے اللہ اسے کافی ہوگا اللہ تعالیٰ اپنا کام کر کے ہی رہے گا اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کا ایک اندازہ مقرر کر رکھا ہے۔

مجاہدہ کی فضیلت:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا وَإِنَّ اللَّهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِينَ﴾ (عنکبوت/۶۹) اور جو لوگ ہماری راہ میں مشقتیں برداشت کرتے ہیں ہم انہیں اپنی راہ ضرور دکھا دیں گے یقیناً اللہ تعالیٰ نیکوکاروں کے ساتھ ہے۔

زیاد کہتے ہیں کہ میں نے حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ سے سنا وہ کہہ رہے تھے کہ نبی ﷺ اتنی دیر تک نماز پڑھتے کہ آپ کے دونوں پیر سوج جاتے یا پنڈلیاں سوج جاتیں آپ سے اس کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا کہ کیا میں اللہ کا شکرگزار بندہ نہ بنوں۔ (بخاری: ۱۱۳۰، مسلم: ۲۸۱۹)

اللہ تعالیٰ سے خوف کھانے کی فضیلت:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿إِنَّمَا ذَلِكُمُ الشَّيْطَانُ يُخَوِّفُ أَوْلِيَاءَهُ فَلَا تَخَافُوهُمْ وَخَافُونِ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ﴾ (آل عمران: ۱۷۵) یہ خبر دینے والا صرف شیطان ہی ہے جو اپنے دوستوں سے ڈراتا ہے تم ان کافروں سے نہ ڈرو اور میرا خوف رکھو اگر تم مؤمن ہو۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ جَنَّتَانِ﴾ (رحمن/۴۶) اور اس شخص کے لئے جو اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرا دو جنتیں ہیں۔

اللہ سے امید رکھنے کی فضیلت:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿قُلْ يَا عِبَادِيَ الَّذِينَ أَسْرَفُوا عَلَى أَنفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوا مِن رَّحْمَةِ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ جَمِيعاً إِنَّهُ هُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ﴾ (زمر: ۵۳) (میری جانب سے) کہہ دو کہ اے میرے بندو! جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی ہے تم اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو جاؤ بالیقین اللہ تعالیٰ سارے گناہوں کو بخش دیتا ہے واقعی وہ بڑی بخشش بڑی رحمت والا ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے اگر تم گناہ نہ کرتے تو اللہ تعالیٰ تم کو اٹھا لیتا اور تمہاری جگہ ایک

ایسی قوم کو لاتا جس کے افراد گناہ کرتے پھر اللہ تعالیٰ سے بخشش مانگتے اور اللہ انہیں بخشتا۔ (مسلم: ۹۴۷۲)

رحم کی فضیلت:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿مُّحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ تَرَاهُمْ رُكَّعاً سُجَّداً يَبْتَغُونَ فَضْلاً مِّنَ اللَّهِ وَرِضْوَاناً﴾ (فتح/۲۹) محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں کافروں پر سخت ہیں آپس میں رحم دل ہیں تو انہیں دیکھے گا کہ رکوع اور سجدے کر رہے ہیں اللہ تعالیٰ کے فضل اور رضامندی کی جستجو میں ہیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص رحم نہیں کرے گا اس پر رحم نہیں کیا جائے گا۔ (بخاری: ۵۹۹۷، مسلم: ۲۳۱۸)

اللہ کی رحمت وسیع ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ سب مخلوق کو پیدا کر چکا (آسمان وزمین وغیرہ کو) تو اس نے اپنی کتاب (لوح محفوظ) میں جو اسی کے پاس عرش پر ہے یہ لکھا کہ میرے رحمت میری غضب پر بھاری ہے۔ (بخاری: ۳۱۹۴، مسلم: ۲۷۵۱)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ نے اپنی رحمت کے سو حصوں میں ایک حصہ دنیا میں نازل کیا ہے جو جنات وانسان، چوپائے اور کیڑوں مکوڑوں میں پایا جاتا ہے چنانچہ وہ اسی حصہ میں سے ایک دوسرے پر مہربانی اور رحم کرتے ہیں اور اسی وجہ سے وحشی جانور بھی اپنے بچوں پر شفقت کرتے ہیں اور اپنی رحمت کے ننانوے حصے کو اللہ تعالیٰ نے اپنے پاس روک رکھا ہے وہ اس کے ذریعے قیامت کے دن اپنے بندوں پر رحم کرے گا۔ (بخاری: ۶۰۰۰، مسلم: ۲۷۵۲)

معاف کرنے درگذر کرنے اور بردباری اختیار کرنے کا بیان:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَلْيَعْفُوا وَلْيَصْفَحُوا أَلَا تُحِبُّونَ أَن يَغْفِرَ اللَّهُ لَكُمْ وَاللَّهُ

غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴾ (نور/۲۲) بلکہ معاف کر دینا اور درگذر کر لینا چاہئے کیا تم نہیں چاہتے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے قصور معاف فرمادے اللہ قصوروں کو معاف فرمانے والا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِيْنَ﴾ (اعراف: ۱۹۹) آپ درگزر کو اختیار کریں نیک کام کی تعلیم دیں اور جاہلوں سے کنارہ کش ہو جائیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿وَإِنَّ السَّاعَةَ لَآتِيَةٌ فَاصْفَحِ الصَّفْحَ الْجَمِيْلَ﴾ (حجر:۸۵) اور قیامت ضرور ضرور آنے والی ہے پس تو حسن وخوبی (اور اچھائی) سے درگزر کرلے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿وَإِن تَعْفُوا وَتَصْفَحُوا وَتَغْفِرُوا فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ﴾ (التغابن ۱٤/۱) اورتم معاف کردو اور درگزر کر جاؤ اور بخش دو تو اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔

نرمی اختیار کرنے کی فضیلت:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا اے عائشہ اللہ! تعالیٰ نرم اور نرمی کو پسند کرتا ہے اور نرمی اختیار کرنے پر وہ چیز عطا کرتا ہے جو سختی پر عطا نہیں کرتا اور نہ کسی اور چیز پر عطا کرتا ہے۔(بخاری: ۶۹۲۷، مسلم:۲۵۹٤)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: نرمی جس چیز میں بھی ہوتی ہے اس کو خوبصورت بنا دیتی ہے اور نرمی جس چیز سے نکال لی جاتی ہے اس کو بدنما بنا دیتی ہے۔ (مسلم:۲۵۹٤)

شرم وحیاء کی فضیلت:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایمان کی ساٹھ سے اوپر شاخیں ہیں اور حیاء بھی ایمان کی ایک شاخ ہے۔(بخاری:۹،مسلم:۳۵)

حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: نبوت کا کلام جن لوگوں کو ملا اس میں یہ بھی ہے کہ جب شرم ہی نہ رہی تو پھر جو چاہو کرو۔(بخاری:۳٤۸۳)

خاموش رہنے اور زبان کی حفاظت کرنے کی فضیلت:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھے وہ بھلی بات کہے یا چپ رہے۔ (بخاری:٦٤٧٥، مسلم:٤٧)

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ لوگوں نے پوچھا اے اللہ کے رسول! کونسا مسلمان افضل ہے؟ آپ نے فرمایا جس کے ہاتھ اور زبان سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔ (بخاری/۱۱، مسلم/٤۲)

اللہ کے اوامر پر استقامت کی فضیلت:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿إِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلَائِكَةُ أَلَّا تَخَافُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَبْشِرُوا بِالْجَنَّةِ الَّتِي كُنتُمْ تُوعَدُونَ نَحْنُ أَوْلِيَاؤُكُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَشْتَهِي أَنفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَدَّعُونَ نُزُلًا مِّنْ غَفُورٍ رَّحِيمٍ﴾ (فصلت: ۳۰-۳۲) (واقعی) ان لوگوں نے کہا کہ ہمارا پروردگار اللہ ہے، پھر اسی پر قائم رہے ان کے پاس فرشتے (یہ کہتے ہوئے) آتے ہیں کہ تم کچھ غم اور اندیشہ نہ کرو (بلکہ) اس جنت کی بشارت سن لو جس کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے تمہاری دینوی زندگی میں بھی ہم تمہارے رفیق تھے اور آخرت میں بھی رہیں گے جس چیز کو تمہارا جی چاہے اور جو کچھ تم مانگو سب تمہارے لئے (جنت میں موجود) ہے غفور رحیم (معبود) کی طرف سے یہ سب کچھ بطور مہمانی کے ہے۔

حضرت سفیان بن عبد اللہ ثقفی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے کہا اے اللہ کے رسول! مجھے اسلام کے بارے میں ایسی بات بتائیں کہ آپ کے بعد مجھے کسی سے کچھ پوچھنے کی ضرورت نہ رہے آپ نے فرمایا: تم کہو میں اللہ پر ایمان لایا پھر استقامت اختیار کرو۔ (یعنی سخت سے سخت حالت میں بھی اس پر قائم رہو) (مسلم:۳۸)

پرہیزگاری کی فضیلت:

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ

حلال ظاہر ہے اور حرام ظاہر ہے اور ان کے درمیان کچھ مشتبہ چیزیں ہیں جن کو بہت سے لوگ نہیں جانتے (کہ وہ حلال ہیں یا حرام؟) پس جو شخص شبہہ کی چیزوں سے بچا اس نے اپنے دین اور عزت کو بچالیا اور جو شخص ان شبہہ کی چیزوں میں پڑ گیا اس کی مثال اس چرواہے کی سی ہے جو چراگاہ کے آس پاس اپنے جانوروں کو چرائے وہاں اس بات کا اندیشہ ہوتا ہے کہ اس کے جانور اس چراگاہ کے اندر گھس نہ جائیں سن لو ہر بادشاہ کی ایک چراگاہ ہوتی ہے اور اللہ کی چراگاہ اس کے محارم ہیں سن لو بدن میں ایک گوشت کا ٹکڑا ہے جب وہ درست ہوگا تو سارا بدن درست ہوگا، جب وہ خراب ہوگا تو سارا بدن خراب ہوگا اور وہ دل ہے۔ (بخاری ۱/ ۵۲، مسلم/ ۱۵۹۹)

احسان کی فضیلت:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿ إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي ظِلَالٍ وَعُيُونٍ وَفَوَاكِهَ مِمَّا يَشْتَهُونَ كُلُوا وَاشْرَبُوا هَنِيئاً بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ إِنَّا كَذَلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ ﴾ (مرسلات :۴۱-۴۴) بیشک پرہیزگار لوگ سایوں میں ہیں اور بہتے چشموں میں اور ان میووں میں جن کی وہ خواہش کریں (اے جنتیو!) کھاؤ پیو مزے سے اپنے کئے ہوئے اعمال کے بدلے یقیناً ہم نیکی کرنے والوں کو اسی طرح جزا دیتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿بَلَى مَنْ أَسْلَمَ وَجْهَهُ لِلَّهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَلَهُ أَجْرُهُ عِندَ رَبِّهِ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ﴾ (بقرة :۱۱۲) سنو جو بھی اپنے آپ کو خلوص کے ساتھ اللہ کے سامنے جھکا دے بیشک اسے اس کا رب پورا بدلہ دے گا اس پر نہ تو کوئی خوف ہوگا، نہ غم اور اداسی۔

اللہ کی خاطر محبت کرنے کی فضیلت:

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تین چیزیں جس کے اندر پائی جائیں وہ ایمان کا مزہ پا گیا ایک یہ کہ اللہ اور اس کے رسول اس کے سامنے دوسری ساری چیزوں سے زیادہ محبوب ہوں دوسرے یہ کہ صرف اللہ کے لئے کسی سے محبت رکھے تیسرا یہ کہ دوبارہ کافر بننا اس کو اتنا ناگوار ہو جیسے آگ میں جھونکا جانا اسے ناگوار ہے۔ (بخاری/ ۱۶، مسلم / ۴۳)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مؤمن نہیں ہوسکتا جب تک کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کے لئے وہی چیز پسند نہ کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ قیامت کے دن کہے گا کہ میری خاطر آپس میں محبت رکھنے والے کہاں گئے؟ آج میں ان سب کو اپنا سایہ عطا کروں گا جس دن میرے سایہ کے علاوہ کوئی سایہ نہیں ہے۔ (مسلم: ۲۵۶۶)

اللہ کے ڈر سے رونے کی فضیلت:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَإِذَا سَمِعُواْ مَا أُنزِلَ إِلَى الرَّسُولِ تَرَى أَعْيُنَهُمْ تَفِيضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُواْ مِنَ الْحَقِّ يَقُولُونَ رَبَّنَا آمَنَّا فَاكْتُبْنَا مَعَ الشَّاهِدِينَ وَمَا لَنَا لَا نُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَمَا جَاءَنَا مِنَ الْحَقِّ وَنَطْمَعُ أَن يُدْخِلَنَا رَبُّنَا مَعَ الْقَوْمِ الصَّالِحِينَ فَأَثَابَهُمُ اللَّهُ بِمَا قَالُواْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا وَذَلِكَ جَزَاءُ الْمُحْسِنِينَ ﴾ (مائدة / ۸۳-۸۵) اور جب وہ رسول کی طرف نازل کردہ (کلام) کو سنتے ہیں تو آپ ان کی آنکھیں آنسو سے بہتی ہوئی دیکھتے ہیں اس سبب سے کہ انہوں نے حق کو پہچان لیا وہ کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب! ہم ایمان لے آئے پس تو ہم کو بھی ان لوگوں کے ساتھ لکھ لے جو تصدیق کرتے ہیں اور ہمارے پاس کون سا عذر ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ پر اور جو حق ہم کو پہنچا ہے اس پر ایمان نہ لائیں اور ہم اس بات کی امید رکھتے ہیں کہ ہمارا رب ہم کو نیک لوگوں کی رفاقت میں داخل کر دے گا اس لئے ان کو اللہ تعالیٰ ان کے اس قول کی وجہ سے ایسے باغ دے گا جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی یہ ان میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے اور نیک لوگوں کا یہی بدلہ ہے۔

حضرت انس بن مالک ؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو اپنے اصحاب کے بارے میں کوئی خبر ملی آپ نے ایک خطبہ دیا اور فرمایا کہ میرے اوپر جنت اور جہنم پیش کی گئی میں نے آج کی طرح لوگوں کو خیر اور شر میں کبھی نہیں دیکھا تھا اگر تم وہ باتیں جان لیتے جن کو میں جانتا ہوں تو تم بہت کم ہنستے اور زیادہ روتے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اصحاب رسول ﷺ پر اس دن سے سخت دن نہیں آیا (یہ سننے کے بعد) انہوں نے اپنے سروں کو ڈھانپ لیا اور ناک میں بولنے لگے۔ (یعنی بہت پست آواز میں ہنسنے اور بات کرنے لگے) (بخاری: ٤٦٢١، مسلم: ٢٣٥٩)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ دو آنکھیں ایسی ہیں جن کو آگ نہیں چھوئے گی ایک وہ آنکھ جو اللہ کے ڈر سے روئے اور دوسری وہ آنکھ جو جہاد میں رات کو جاگ کر (مؤمنوں کی) نگہبانی کرے۔ (ترمذی: ١٦٣٩)

خوش کلامی اور خندہ پیشانی سے ملنے کی فضیلت:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللَّهِ لِنتَ لَهُمْ وَلَوْ كُنتَ فَظًّا غَلِيظَ الْقَلْبِ لَانفَضُّوا مِنْ حَوْلِكَ﴾ (آل عمران/١٥٩) اللہ تعالیٰ کی رحمت کے باعث آپ ان پر رحم دل ہیں اور اگر آپ بدزبان اور سخت دل ہوتے تو یہ سب آپ کے پاس سے چھٹ جاتے۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم کسی بھی بھلی چیز کو حقیر مت سمجھو اگرچہ وہ اپنے (مسلمان) بھائی سے خندہ پیشانی سے ملنا ہی کیوں نہ ہو۔ (مسلم: ٢٦٢٦)

دنیا میں زہد کی فضیلت:

١- اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَمَا هَٰذِهِ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا إِلَّا لَهْوٌ وَلَعِبٌ وَإِنَّ الدَّارَ الْآخِرَةَ لَهِيَ الْحَيَوَانُ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ﴾ (عنکبوت/٦٤) اور دنیا کی یہ زندگانی تو محض کھیل تماشہ ہے البتہ آخرت کے گھر کی زندگی ہی حقیقی زندگی ہے کاش یہ جانتے ہوتے۔

٢- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے اللہ! تو آل محمد کو اتنی ہی روزی دے جتنی ضرورت ہے۔ (بخاری: ٦٤٦٠، مسلم: ١٠٥٥)

٣- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب سے مدینہ تشریف لائے آل محمد ﷺ کو تین دن مسلسل گیہوں کی روٹی پیٹ بھر کھانا نصیب نہیں ہوا یہاں تک کہ آپ کی وفات ہوگئی۔ (بخاری: ٥٤١٦، مسلم: ٢٩٧٠)

اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کی فضیلت:

﴿وَمَا أَنفَقْتُم مِّن شَيْءٍ فَهُوَ يُخْلِفُهُ وَهُوَ خَيْرُ الرَّازِقِينَ﴾ (سبأ/٣٩) تم جو کچھ بھی اللہ کی راہ میں خرچ کرو گے اللہ اس کا (پورا پورا) بدلہ دے گا اور وہ سب سے بہتر روزی دینے والا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿الَّذِينَ يُنفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ثُمَّ لَا يُتْبِعُونَ مَا أَنفَقُوا مَنًّا وَلَا أَذًى لَّهُمْ أَجْرُهُمْ عِندَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ﴾ (بقرہ: ٢٦٢) جو لوگ اپنا مال اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں، پھر اس کے بعد نہ تو احسان جتاتے ہیں نہ ایذا دیتے ہیں، ان کا اجر ان کے رب کے پاس ہے ان پر نہ تو کچھ خوف ہے نہ وہ اداس ہوں گے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ہر روز دو فرشتے اترتے ہیں ان میں ایک کہتا ہے کہ اے اللہ! خرچ کرنے والے کو اس کا نعم البدل دے اور دوسرا کہتا اے اللہ! بخیلی کرنے والے کے مال کو ضائع کر دے۔

مصیبت پر صبر کرنے کی فضیلت:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مؤمن مرد اور مؤمن عورت کو انکی جان انکی اولاد اور ان کے مال میں برابر آزمایا جاتا رہے گا، یہاں تک کہ وہ اللہ سے اس حال میں ملیں گے کہ ان کے اوپر ایک گناہ بھی باقی نہیں رہ جائے گا۔ (ترمذی: ٢٣٩٩، السلسلة الصحیحة: ٢٢٨٠)

کثرت سے نیکی کرنے کی فضیلت:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: آج تم میں سے کس نے روزہ رکھا ہے؟ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے، آپ نے فرمایا آج تم میں سے کس نے جنازہ میں شرکت کی ہے؟ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے، آپ نے فرمایا آج تم میں سے کس نے مسکین کو کھلایا ہے، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے، آپ نے فرمایا آج تم

میں سے کس نے مریض کی عیادت کی ہے؟ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے، آپ نے فرمایا: جس کے اندر یہ ساری خوبیاں جمع ہو جائیں وہ جنت میں جائے گا۔ (مسلم: ٨٢٠١)

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جس نے اللہ کے لئے مسجد بنائی اللہ تعالیٰ جنت میں اسی کے مثل اس کے لئے گھر بنائے گا۔

(بخاری: ٤٥٠، مسلم: ٥٣٣)

٦-قرآن کریم کے فضائل

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿اللَّهُ نَزَّلَ أَحْسَنَ الْحَدِيثِ كِتَاباً مُّتَشَابِهاً مَّثَانِيَ تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُودُ الَّذِينَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ثُمَّ تَلِينُ جُلُودُهُمْ وَقُلُوبُهُمْ إِلَى ذِكْرِ اللَّهِ ذَلِكَ هُدَى اللَّهِ يَهْدِي بِهِ مَنْ يَشَاءُ وَمَن يُضْلِلِ اللَّهُ فَمَا لَهُ مِنْ هَادٍ﴾ (زمر:٢٣)

”اللہ تعالیٰ نے بہترین کلام نازل فرمایا جو ایسی کتاب ہے کہ آپس میں ملتی جلتی اور بار بار دہرائی ہوئی آیتوں کی ہے، جس سے ان لوگوں کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں جو اپنے رب کا خوف رکھتے ہیں پھر ان کے جسم اور دل اللہ تعالیٰ کے ذکر کی طرف نرم ہو جاتے ہیں یہ ہے اللہ تعالیٰ کی ہدایت جس کے ذریعے سے جسے چاہے راہ راست پر لگا دیتا ہے اور جسے اللہ ہی راہ بھلا دے اس کا ہادی کوئی نہیں“۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿إِنَّ هَـذَا الْقُرْآنَ يِهْدِي لِلَّتِي هِيَ أَقْوَمُ وَيُبَشِّرُ الْمُؤْمِنِينَ الَّذِينَ يَعْمَلُونَ الصَّالِحَاتِ أَنَّ لَهُمْ أَجْراً كَبِيراً﴾ (اسراء:٩) ”یقیناً یہ قرآن وہ راستہ دکھاتا ہے جو بہت ہی سیدھا ہے اور ایمان والوں کو جو نیک اعمال کرتے ہیں اس بات کی خوشخبری دیتا ہے کہ ان کے لئے بہت بڑا اجر ہے“۔

قرآن کو پڑھنے والے اور اس پر عمل کرنے والے کی فضیلت:

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جو مؤمن قرآن پڑھتا ہے اور اس پر عمل کرتا ہے اس کی مثال نارنگی کی سی ہے جس کا مزہ بھی اچھا ہے اور بو بھی اچھی ہے اور جو مؤمن قرآن کا قاری نہیں اور اس پر عمل کرتا ہے اس کی مثال کھجور کی سی ہے جس کا مزہ اچھا ہے لیکن اس میں خوشبو نہیں اور جو شخص منافق ہے اور قرآن پڑھتا ہے اس کی مثال ریحان (خوشبودار سبزہ) کی سی ہے جس کی بو تو اچھی ہے لیکن مزہ کڑوا ہے اور جو شخص منافق ہے اور قرآن کا قاری بھی نہیں اس کی مثال اندرائن کے پھل کی سی ہے جس کا مزہ بھی کڑوا ہوتا ہے اور خوشبو بھی خراب ہوتی ہے۔ (بخاری: ٥٠٥٩، مسلم: ٧٩٧)

قرآن سیکھنے اور سکھانے کی فضیلت:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: تم میں بہتر وہ شخص ہے جو قرآن سیکھتا اور سکھاتا ہے۔(بخاری:٥٠٢٧)

قرآن کریم میں مہارت حاصل کرنے والے کی فضیلت:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو قرآن میں ماہر ہو (یعنی جید حافظ ہو یا بے تکلف تلاوت کرتا ہو) وہ قیامت کے دن لکھنے والے فرشتوں کے ساتھ ہوگا جو بزرگ اور پاکباز ہیں اور جو قرآن پڑھتا ہے لیکن ہکلاتا ہے اور مشقت کے ساتھ پڑھتا ہے اس کے لئے دوگنا اجر ہے۔(بخاری:٤٩٣٧، مسلم:٧٩٨)

اجتماعی طور پر قرآن کی تلاوت کرنے کی فضیلت:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب کچھ لوگ اللہ کے گھروں میں سے کسی گھر میں اکٹھا ہوکر کتاب اللہ کی تلاوت کرتے ہیں اور آپس میں پڑھتے پڑھاتے ہیں تو ان پر سکینت نازل ہوتی ہے اور ان کو رحمت گھیر لیتی ہے اور فرشتے اس کو ڈھانپ لیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان کا ذکر ان لوگوں کے درمیان کرتا ہے جو اس کے پاس ہیں (یعنی فرشتوں میں) اور جس کو اس کا عمل پیچھے کردے اس کو اس کا نسب آگے نہیں کرسکتا۔(مسلم:٢٦٩٩)

قرآن کو ہمیشہ پڑھنے کی فضیلت:

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: قرآن کو ہمیشہ پڑھتے رہو اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے قرآن اس سے بھی جلد بھاگ نکلنے والا ہے جتنا جلد اونٹ اپنی رسی چھڑا کر بھاگ جاتا ہے۔(بخاری:٥٠٣٣، مسلم:٧٩١)

قرآن پڑھتے یا سنتے وقت رونے کی فضیلت:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ مجھ سے نبی ﷺ نے فرمایا: مجھے قرآن پڑھ کر

سناؤ، میں نے کہا اے اللہ کے رسول! کیا میں آپ کو قرآن پڑھ کر سناؤں جب کہ قرآن آپ پر اترا ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں پھر میں نے سورۃ النساء پڑھنی شروع کی جب میں اس آیت پر پہنچا: ﴿فکیف اذا جئنا من کل امة بشهید و جئنا بک علیٰ هؤلاء شهیدا﴾" تو آپ نے فرمایا بس رہنے دو پھر جب میں آپ کی جانب متوجہ ہوا تو کیا دیکھتا ہوں کہ آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے"۔(بخاری:٥٠٥٠، مسلم:٨٠٠)

رات میں قرآن پڑھنے کی فضیلت:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: صرف دو شخصوں پر رشک ہوسکتا ہے ایک وہ شخص ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے قرآن دیا ہے اور وہ رات و دن اس کی تلاوت کرتا ہے دوسرے وہ شخص جس کو اللہ نے مال دیا ہے اور وہ رات و دن اللہ کی راہ میں اسے خرچ کرتا ہے۔(بخاری:٥٠٢٥، مسلم:٨١٥)

اچھی آواز میں قرآن پڑھنے کی فضیلت:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ اتنی توجہ سے کوئی بات نہیں سنتا جتنی توجہ سے قرآن پیغمبر کے منہ سے سنتا ہے جب وہ اچھی آواز میں اسے پڑھتا ہے۔(بخاری:٥٠٢٤، مسلم:٧٩٢)

سورہ فاتحہ کی فضیلت:

ابوسعید بن معلیٰ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے کہا اے اللہ کے رسول! آپ نے فرمایا تھا کہ میں تم کو قرآن کی سب سے عظیم سورہ بتاؤں گا، آپ نے فرمایا وہ الحمدللہ رب العالمین ہے وہ سبع مثانی اور قرآن عظیم ہے جو مجھے دیا گیا ہے۔(بخاری:٥٠٠٦)

رسول اللہ ﷺ کی وصیت:

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے عبداللہ بن اَبی اوفی رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ کیا اللہ کے رسول ﷺ نے (وفات کے وقت) وصیت کی تھی؟ انہوں نے کہا نہیں، میں نے کہا قرآن

میں وصیت کرنا تو لوگوں پر فرض قرار دیا گیا ہے اور آنحضرت ﷺ نے وصیت نہیں کی (یہ کیسے ہوسکتا ہے) انہوں نے کہا آپ نے اللہ کی کتاب پر عمل کرنے کی وصیت کی۔ (بخاری: ٥٠٢٢، مسلم: ١٦٣٤)

قرآن پڑھنے کی فضیلت:

حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ تم قرآن پڑھو اس لئے کہ وہ قیامت کے دن اپنے پڑھنے والے کے لئے سفارش کرے گا تم زھراوین یعنی سورہ بقرہ اور سورہ آل عمران پڑھو اس لئے کہ وہ قیامت کے دن بادل کے دو ٹکڑوں کی شکل میں آئیں گی یا صف بنائے ہوئے پرندوں کے دو جھنڈ کی شکل میں آئیں گی اور اپنے پڑھنے والوں کی طرف سے حجت کریں گی تم سورہ بقرہ پڑھو اس لئے کہ اس کا پڑھنا برکت ہے اور اس کا چھوڑنا حسرت ہے اور جادوگروں کا بس اس پر نہیں چلتا۔ (مسلم: ٨٠٤)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا تم میں سے کوئی یہ پسند کرے گا کہ جب وہ اپنے گھر والوں کے پاس واپس جائے تو وہاں تین بڑے اور موٹے اونٹ کے بچے پائے؟ ہم نے کہا ہاں، آپ نے فرمایا تین آیات جنہیں تم میں سے کوئی اپنی نماز میں پڑھتا ہے وہ اس کے لئے تین بڑے اور موٹے اونٹ کے بچے سے بھی بہتر ہیں۔ (مسلم: ٨٠٢)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قرآن پڑھنے والے سے کہا جائے گا کہ تم قرآن پڑھو اور چڑھتے جاؤ اور ٹھہر ٹھہر کر عمدہ طریقے سے پڑھو جیسا کہ تم دنیا میں پڑھتے تھے، اس لیے کہ تمہارا ٹھکانا آخری آیت کے پاس ہے جسے تم پڑھو گے۔ (ابوداؤد: ١٤٦٤، ترمذی: ٢٩١٤)

۷- نبی ﷺ کے فضائل

نبی ﷺ کے نسب کی فضیلت:

حضرت واثلة بن اسقع رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ تعالیٰ نے کنانہ کو حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے چنا اور قریش کو کنانہ میں سے چنا اور قریش میں سے بنو ہاشم کو چنا اور بنو ہاشم میں سے مجھے چنا۔ (مسلم: ٢٢٧٦)

حضرت محمد ﷺ کے نام:

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میرے کچھ نام ہیں، میں محمد ہوں، احمد ہوں، ماحی ہوں، (یعنی مٹانے والا) اللہ تعالیٰ کفر کو میرے ہاتھ سے مٹائے گا اور حاشر ہوں (یعنی اکٹھا کرنے والا) جس کے بعد لوگ حشر کئے جائیں گے (قیامت آئے گی) اور عاقب ہوں (یعنی سب سے بعد میں آنے والا نبی ہوں) جس کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ میں توبہ کا نبی اور رحمت کا نبی ہوں۔ (بخاری: ٤٨٩٦، مسلم: ٥٤٢٣)

نبی ﷺ کی فضیلت تمام انبیاء پر:

۱- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھے سارے انبیاء پر چھ چیزوں میں فضیلت دی گئی ہے مجھے جوامع الکلم عطا یا گیا ہے (یعنی وہ کلام جس کے الفاظ کم اور معنی بہت زیادہ ہیں) (دشمن پر) میرا رعب پڑتا ہے، میرے لئے مال غنیمت حلال کیا گیا ہے اور ساری روئے زمین میرے لئے پاک کرنے والی اور سجدہ گاہ بنائی گئی ہے مجھے سارے لوگوں کے پاس نبی بنا کر بھیجا گیا ہے اور مجھے خاتم النبین بنایا گیا ہے۔

۲- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میرے اور اگلے نبیوں کی مثال ایسی ہے جیسے ایک شخص نے ایک گھر بنایا اس کو خوب آراستہ و پیراستہ کیا مگر اس کے

ایک کونے میں ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دی لوگ اس گھر میں پھرنے لگے اور تعجب کرنے لگے (یعنی اس کی خوبصورتی دیکھ کر حیران رہ گئے) اور کہنے لگے یہ اینٹ کیوں نہیں لگائی ،آپ نے فرمایا وہ اینٹ میں ہوں اور میں خاتم النبیین ہوں۔(بخاری :٣٥٣٥ ،مسلم:٢٢٨٦)

تمام مخلوقات پر نبی ﷺ کی فضیلت:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں قیامت کے دن بنی آدم کا سردار ہوں گا، میں سب ے پہلے قبر سے اٹھوں گا اور سب سے سفارش کرنے والا ہوں گا اور سب سے پہلے میری سفارش قبول کی جائے گی۔(مسلم:٢٢٧٨)

اسراء اور معراج:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿ سُبۡحَانَ الَّذِیۡ أَسۡرَی بِعَبۡدِهِ لَیۡلاً مِّنَ الۡمَسۡجِدِ الۡحَرَامِ إِلَی الۡمَسۡجِدِ الأَقۡصَی الَّذِیۡ بَارَکۡنَا حَوۡلَهُ لِنُرِیَهُ مِنۡ آیَاتِنَا إِنَّهُ هُوَ السَّمِیۡعُ الۡبَصِیۡرُ ﴾(اسراء:١) ''پاک ہے وہ اللہ جو اپنے بندے کو رات ہی رات میں مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک لے گیا جس کے آس پاس ہم نے برکت دے رکھی ہے، اس لئے کہ اسے اپنی قدرت کے بعض نمونے دکھائیں، یقیناً اللہ تعالیٰ ہی خوب سننے دیکھنے والا ہے''۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میرے پاس براق لایا گیا (وہ ایک سفید جانور تھا جو گدھے سے کچھ اونچا اور خچر سے ذرا نیچا تھا، وہ قدم وہاں رکھتا تھا جہاں تک اس کی نگاہ پہنچتی تھی) میں اس پر سوار ہوا اور بیت المقدس آیا، میں نے اسے اس حلقہ سے باندھ دیا جس سے انبیاء باندھا کرتے تھے پھر مسجد میں داخل ہوا اور دو رکعت نماز پڑھی پھر نکل گیا، اتنے میں جبرئیل علیہ السلام میرے پاس ایک برتن میں شراب اور ایک برتن میں دودھ لے کر آئے میں نے دودھ پینا پسند کیا، حضرت جبرئیل نے کہا کہ تم نے فطرت کو اختیار کیا، پھر جبرئیل علیہ السلام ہم کو لے کر آسمان کی طرف چڑھے، انہوں نے کہا، دروازہ کھولو، (اندر سے) پوچھا گیا کون ہے، حضرت جبرئیل نے کہا، (میں ہوں) جبرئیل ، پوچھا گیا تمہارے ساتھ اور کون ہے

انہوں نے کہا محمد ﷺ ، پوچھا گیا یہ بلائے گئے ہیں؟ انہوں نے کہا ہاں، پھر آسمان کا دروازہ ہمارے لیے کھول دیا گیا، میں اندر گیا تو دیکھا کہ آدم علیہ السلام بیٹھے ہیں انہوں نے مجھے مبارک باد دی اور میرے لیے دعا کی، پھر جبرئیل مجھے لے کر دوسرے آسمان کی طرف چڑھے انہوں نے کہا دروازہ کھولو، پوچھا گیا کون ہے، جبرئیل نے کہا میں ہوں جبرئیل، پوچھا گیا تمہارے ساتھ اور کون ہے، انہوں نے کہا محمد ﷺ، پوچھا گیا کیا وہ بلائے گئے ہیں؟ انہوں نے کہاں ہاں، پھر آسمان کا دروازہ ہمارے لیے کھول دیا گیا، میں اندر گیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت عیسیٰ بن مریم اور حضرت یحیٰ بن زکریا دونوں خالہ زاد بھائی بیٹھے ہوئے ہیں، ان دونوں نے مجھے مرحبا کہا اور میرے لیے دعا کی، پھر جبرئیل مجھے لے کر تیسرے آسمان کی طرف چڑھے انہوں نے کہا دروازہ کھولو، (اندر سے) پوچھا گیا، کون ہے؟ انہوں نے کہا میں ہوں جبرئیل، پوچھا گیا تمہارے ساتھ کون ہے؟ انہوں نے کہا محمد ﷺ ، پوچھا گیا کیا وہ بلائے گئے ہیں؟ انہوں نے کہا ہاں، پھر آسمان کا دروازہ ہمارے لیے کھول دیا گیا، میں اندر گیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت یوسف علیہ السلام بیٹھے ہوئے ہیں، انہیں دنیا کا آدھا حسن دیا گیا تھا، انہوں نے مرحبا کہا اور میرے لئے دعا کی۔

پھر جبرئیل مجھے لے کر چوتھے آسمان کی طرف چڑھے حضرت جبرئیل علیہ السلام نے کہا دروازہ کھولو، پوچھا گیا کون ہے؟ حضرت جبرئیل نے جواب دیا میں ہوں جبرئیل، پوچھا گیا تمہارے ساتھ اور کون ہے؟ انہوں نے کہا محمد (ﷺ) پوچھا گیا کیا وہ بلائے گئے ہیں؟ انہوں نے کہا ہاں، پھر ہمارے لیے آسمان کا دروازہ کھول دیا گیا، جب میں اندر گیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت ادریس علیہ السلام بیٹھے ہوئے ہیں، انہوں نے مرحبا کہا اور میرے لیے دعا کی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ورفعناه مكانا عليا﴾ (مریم:٥٧) ''ہم نے اسے بلند مقام پر اٹھالیا''۔

''پھر حضرت جبرئیل علیہ السلام ہمیں لے کر پانچویں آسمان کی طرف چڑھے انہوں نے کہا دروازہ کھولو، کہا گیا کون ہے؟ انہوں نے کہا میں ہوں جبرئیل، پوچھا گیا تمہارے ساتھ اور کون ہے؟ انہوں نے کہا محمد ﷺ، پوچھا گیا کیا وہ بلائے گئے ہیں؟ انہوں نے کہا ہاں، پھر ہمارے لیے

آسمان کا دروازہ کھول دیا گیا۔ پھر جب میں اندر پہنچا تو دیکھا حضرت ہارون علیہ السلام بیٹھے ہوئے ہیں، انہوں نے مرحبا کہا اور میرے لیے دعا کی، پھر حضرت جبرئیل علیہ السلام ہمیں لے کر چھٹے آسمان کی طرف چڑھے انہوں نے کہا دروازہ کھولو، پوچھا گیا کون ہے؟ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے کہا میں ہوں جبرئیل، پوچھا گیا تمہارے ساتھ اور کون ہے؟ انہوں نے کہا محمد ﷺ، پوچھا گیا کہ کیا وہ بلائے گئے ہیں؟ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے کہا ہاں، پھر ہمارے لیے آسمان کا دروازہ کھول دیا گیا، جب میں اندر گیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام بیٹھے ہوئے ہیں انہوں نے مرحبا کہا اور میرے لیے دعا کی۔ پھر حضرت جبرئیل ساتویں آسمان کی طرف چڑھے اور کہا دروازہ کھولو، پوچھا گیا کون ہے؟ انہوں نے کہا میں ہوں جبرئیل، پوچھا گیا تمہارے ساتھ اور کون ہے؟ انہوں نے کہا محمد ﷺ، پوچھا گیا کیا وہ بلائے گئے ہیں؟ انہوں نے کہا ہاں، پھر آسمان کا دروازہ ہمارے لیے کھول دیا گیا، جب میں اندر گیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام بیت معمور سے اپنی پیٹھ ٹیکے بیٹھے ہوئے ہیں، اس میں ستر ہزار فرشتے روزانہ داخل ہوتے ہیں پھر (قیامت تک) ان کی باری نہیں آئے گی، پھر مجھے سدرۃ المنتہی تک لے گئے، میں کیا دیکھتا ہوں کہ اس کے پتے ہاتھی کے کان کی طرح ہیں اور اس کے پھل مٹکوں کی طرح ہیں، پھر اللہ کے حکم سے وہ اس طرح بدل گیا کہ اس کے حسن کو کوئی بیان نہیں کر سکتا، پھر اللہ تعالیٰ نے میرے پاس وحی کی، اور ہر دن اور رات میں پچاس نمازیں فرض کیں، میں حضرت موسیٰ کے پاس پہنچا تو انہوں نے کہا کہ تمہاری امت پر تمہارے رب نے کیا فرض کیا؟ میں نے کہا پچاس نمازیں، انہوں نے کہا کہ اپنے رب کے پاس واپس جاؤ اور اپنی امت کے لیے تخفیف چاہو، اس لئے کہ تمہاری امت اس کی طاقت نہیں رکھتی ہے، اس لئے کہ میں بنی اسرائیل کو آزما چکا ہوں، مجھے ان لوگوں کا تجربہ ہے، میں اللہ تعالیٰ کے پاس واپس گیا، میں نے کہا اے رب! میری امت پر تخفیف کر، اللہ تعالیٰ نے پانچ نمازیں کم کر دیں، میں پھر حضرت موسیٰ کے پاس آیا اور ان سے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے پانچ نمازیں کم کر دی ہیں، انہوں نے کہا کہ تمہاری امت اس کی بھی طاقت نہیں رکھتی، اپنے رب کے پاس جاؤ

اور تخفیف کراؤ، پھر میں اپنے رب اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے درمیان برابر لوٹتا رہا، یہاں تک کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا اے محمد ﷺ یہ ہر دن اور رات میں پانچ نمازیں ہیں اور ہر نماز دس نمازوں کے برابر ہے پس یہ پچاس نمازیں ہوئیں، جس نے کسی نیکی کا ارادہ کیا لیکن اس پر عمل نہیں کر سکا تو اس کے لئے ایک نیکی لکھ دی جائے گی اور اگر اس پر عمل کر لیا تو اس کے لئے دس نیکیاں لکھی جائیں گی اور جس نے کسی برائی کا ارادہ کیا لیکن اس پر عمل نہیں کیا تو کچھ نہیں لکھا جائے گا اور اگر اس پر عمل کر لیا تو ایک برائی ہی لکھی جائے گی، پھر میں نیچے آیا اور حضرت موسیٰ کے پاس پہنچا اور انہیں بتلایا، انہوں نے کہا اپنے رب کے پاس جاؤ اور مزید تخفیف کراؤ میں نے کہا کہ میں اپنے رب کے پاس اتنی بار گیا کہ اب مجھے پھر جاتے ہوئے شرم آتی ہے۔ (بخاری:۷۵۱۷، مسلم:۱۶۲)

رسول اللہ ﷺ پر درود وسلام بھیجنے کی فضیلت:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا﴾ (احزاب:۵۶) "اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے اس نبی ﷺ پر رحمت بھیجتے ہیں اے ایمان والو! تم بھی ان پر درود وسلام بھیجو"۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے میرے اوپر ایک درود بھیجا اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں بھیجے گا۔ (مسلم:۴۰۸)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ کے کچھ فرشتے زمین میں گشت لگاتے ہیں وہ میری امت کا سلام مجھ تک پہنچاتے ہیں۔ (احمد:۳۶۶۶، السلسلة الصحيحة:۲۸۵۳، نسائی:۱۲۸۲)

نبی ﷺ پر درود بھیجنے کا سب سے کامل طریقہ:

"اللهم صلى علىٰ محمد وعلىٰ آل محمد كما صليت علىٰ ابراهيم وعلىٰ آل ابراهيم انك حميد مجيد، اللهم بارك علىٰ محمد وعلىٰ آل محمد كما باركت علىٰ ابراهيم وعلىٰ آل ابراهيم انك حميد مجيد" (بخاری:۳۳۷۰، مسلم:۴۰۶)

۸- نبی ﷺ کے اصحاب کے فضائل

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿وَالسَّابِقُونَ الأَوَّلُونَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالأَنصَارِ وَالَّذِينَ اتَّبَعُوهُم بِإِحْسَانٍ رَّضِيَ اللّهُ عَنْهُمْ وَرَضُواْ عَنْهُ وَأَعَدَّ لَهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي تَحْتَهَا الأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَداً ذَلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ﴾(توبۃ: ۱۰۰)"اور جو مہاجر اور انصار سابق اور مقدم ہیں اور جتنے لوگ اخلاص کے ساتھ ان کے پیرو ہیں اللہ ان سب سے راضی ہوا اور وہ سب اس سے راضی ہوئے اللہ نے ان سب کے لئے ایسے باغ مہیا کر رکھے ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی جن میں یہ ہمیشہ رہیں گے یہ بڑی کامیابی ہے"۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میرے اصحاب کو گالی مت دو، میرے اصحاب کو گالی مت دو، اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر تم میں سے کوئی (اللہ کی راہ میں) احد پہاڑ کے برابر بھی سونا خرچ کر دے تو انہوں نے (اللہ کی راہ میں) جو ایک مد یا آدھا مد خرچ کیا ہے اس کے برابر نہیں ہو سکتا۔ (بخاری: ۳۶۷۳، مسلم: ۲۵۴۰)

مہاجرین وانصار کی فضیلت:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿لِلْفُقَرَاء الْمُهَاجِرِينَ الَّذِينَ أُخْرِجُوا مِن دِيارِهِمْ وَأَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُونَ فَضْلاً مِّنَ اللَّهِ وَرِضْوَاناً وَيَنصُرُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ أُوْلَئِكَ هُمُ الصَّادِقُونَ وَالَّذِينَ تَبَوَّؤُوا الدَّارَ وَالْإِيمَانَ مِن قَبْلِهِمْ يُحِبُّونَ مَنْ هَاجَرَ إِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُونَ فِي صُدُورِهِمْ حَاجَةً مِّمَّا أُوتُوا وَيُؤْثِرُونَ عَلَى أَنفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ وَمَن يُوقَ شُحَّ نَفْسِهِ فَأُوْلَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ﴾ (الحشر: ۸-۹)"(فیٔ کا مال) ان مہاجرین مسکینوں کے لئے ہے جو اپنے گھروں سے اور اپنے مالوں سے نکال دیئے گئے ہیں وہ اللہ کے فضل اور اس کی رضا مندی کے طلب گار ہیں اور اللہ تعالیٰ کی اور اس کے رسول کی مدد کرتے ہیں یہی

راست باز لوگ ہیں اور (ان کے لئے) جنہوں نے اس گھر میں (یعنی مدینہ) اور ایمان میں ان سے پہلے جگہ بنالی اور اپنی طرف ہجرت کرنے والوں سے محبت کرتے ہیں اور مہاجرین کو جو کچھ دیا جائے اس سے وہ اپنے دلوں میں کوئی تنگی محسوس نہیں کرتے بلکہ خود انہیں اپنے اوپر ترجیح دیتے ہیں گو خود کو کتنی سخت حاجت ہو (بات یہ ہے) کہ جو بھی اپنے نفس کے بخل سے بچایا گیا وہی کامیاب (اور بامراد) ہے"۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر میں نے (مکہ سے) ہجرت کی ہوتی تو میں بھی انصار کا ایک آدمی ہوتا اگر لوگ کسی وادی میں جائیں اور انصار کسی اور وادی یا گھاٹی میں جائیں تو میں انصار کی وادی یا گھاٹی میں جاؤں گا۔ (بخاری: ۷۲۴۴، مسلم: ۱۰۵۹)

خلفاء راشدین کی فضیلت:

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ ایک باغ میں داخل ہوئے اور مجھ سے کہا کہ میں باغ کے دروازہ پر پہرہ داری کروں، اتنے میں ایک آدمی آیا اور اس نے اندر جانے کی اجازت مانگی، آپ نے فرمایا: اس کو اجازت دے دو اور اسے جنت کی خوشخبری دے دو، میں نے دروازہ کھولا تو وہ ابو بکر رضی اللہ عنہ تھے، پھر دوسرا آدمی آیا اور اس نے بھی اندر آنے کی اجازت مانگی، آپ نے فرمایا: اسے اجازت دے دو اور اسے جنت کی خوشخبری دے دو، میں نے دروازہ کھولا تو دیکھا کہ عمر رضی اللہ عنہ ہیں، پھر ایک اور آدمی آیا اور اس نے اندر آنے کی اجازت طلب کی آپ تھوڑی دیر خاموش رہے پھر فرمایا انہیں اجازت دے دو اور انہیں جنت کی خوشخبری دے دو، مگر ایک مصیبت کے بعد، میں نے دروازہ کھولا تو دیکھا کہ وہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ ہیں۔ (بخاری: ۳۶۹۵، مسلم: ۲۴۰۳)

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے غزوۂ تبوک میں حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو اپنے پیچھے (عورتوں اور بچوں کی حفاظت کے لیے مدینہ میں) چھوڑ

دیا، انہوں نے کہا اے اللہ کے رسول! کیا آپ ہمیں عورتوں اور بچوں میں چھوڑ رہے ہیں، آپ نے فرمایا: کیا تم اس سے خوش نہیں ہو گے کہ تمہارا درجہ میرے پاس ایسا ہو جیسے ہارون کا درجہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس تھا، البتہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔ (بخاری: ٤٤١٦، مسلم: ٢٤٠٤)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ حرا پہاڑ پر تھے اور آپ کے ساتھ حضرت ابو بکر، حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہم بھی تھے، اتنے میں چٹان ہلنے لگی، آپ نے فرمایا: ٹھہر جا تجھ پر نبی یا صدیق یا شہید ہی تو ہیں۔ (مسلم: ٢٤١٧)

٢- کتاب الأخلاق

اس میں مندرجہ ذیل چیزوں کا بیان ہے:

۱- حسن اخلاق کی فضیلت
۲- نبی ﷺ کا حسن اخلاق
۳- نبی ﷺ کا کرم
۴- نبی ﷺ کی حیاء
۵- نبی ﷺ کا تواضع
۶- نبی ﷺ کی بہادری
۷- نبی ﷺ کی نرمی
۸- نبی ﷺ کا عفوودرگزر
۹- نبی ﷺ کا رحم
۱۰- نبی ﷺ کی ہنسی
۱۱- نبی ﷺ کا رونا
۱۲- نبی ﷺ کا غصہ
۱۳- نبی ﷺ کی شفقت
۱۴- نبی ﷺ کی معیشت
۱۵- نبی ﷺ کا عدل
٦١- نبی ﷺ کی بردباری
۱۷- نبی ﷺ کا صبر
۱۸- نبی ﷺ کی خصلتیں

اخلاق

اچھے اخلاق کی فضیلت:

اللہ تعالیٰ اپنے نبی ﷺ کی تعریف کرتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے: ﴿وَإِنَّكَ لَعَلَى خُلُقٍ عَظِيمٍ﴾ (قلم: ٤) "بیشک تو بہت بڑے (عمدہ) اخلاق پر ہے"۔

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: میزان میں اچھے اخلاق سے زیادہ وزنی کوئی چیز نہیں ہوگی۔ (ابو داؤد: ٤٧٩٩، ترمذی: ٢٠٠٢)

عمرو بن شعیب اپنے باپ سے اور وہ ان کے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا میں تم کو اس شخص کے بارے میں نہ بتاؤں جو قیامت کے دن تم لوگوں میں مجھے سب سے زیادہ محبوب ہوگا اور میرے سب سے قریب بیٹھے گا، لوگ خاموش رہے آپ نے ایسا دو یا تین بار کہا، لوگوں نے کہا اے اللہ کے رسول! ہاں ضرور بتائیے آپ نے فرمایا وہ شخص جو تم میں سب سے اچھے اخلاق والا ہوگا۔ (احمد: ٦٧٣٥، بخاری الادب المفرد: ٢٧٥، ملاحظہ ہو السلسلة الصحيحة: ٧٥١)

سب سے کامل مؤمن وہ ہے جس کے اخلاق سب سے اچھے ہوں مؤمن اپنے اچھے اخلاق کی وجہ سے دن میں روزے رکھنے والے اور رات میں عبادت کرنے والے کا درجہ حاصل کر لیتا ہے سب سے بہتر آدمی وہ ہے جس کے اخلاق سب سے بہتر ہوں۔

عمدہ اخلاق پیدا کرنا سونا اور چاندی حاصل کرنے سے افضل ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: لوگ سونے اور چاندی کی کان کی طرح ہیں ان میں زمانۂ جاہلیت میں جو بہتر تھے وہ زمانۂ اسلام میں بھی بہتر ہیں اگر وہ دین میں سمجھ پیدا کرلیں اور روحوں کے الگ الگ جھنڈ ہیں پس جن روحوں میں (دنیا میں) آپس میں شناسائی ہوتی ہے وہ ایک ساتھ مل جاتی ہیں اور جن سے شناسائی نہیں ہوتی ہے ان سے الگ ہوجاتی ہیں۔ (بخاری: ٣٤٩٣)

اچھا اخلاق پیدا کرنے کا سب سے آسان اور بہتر طریقہ رسول اللہ ﷺ کی اقتداء کرنا ہے کیوں کہ آپ کا اخلاق قرآن تھا اور آپ لوگوں میں سب سے اچھے اخلاق والے تھے جو آپ کو نہیں دیتا آپ اس کو دیتے، جو آپ پر ظلم کرتا آپ اس کو معاف کر دیتے جو آپ سے رشتہ منقطع کرتا آپ اس سے رشتہ جوڑتے، جو آپ کے ساتھ برا سلوک کرتا آپ اس کے ساتھ اچھا سلوک کرتے، لہٰذا سارے احوال میں ہم آپ کی اتباع کریں سوائے ان احوال کے جن کو اللہ تعالیٰ نے آپ کے لئے خاص کیا ہے۔ مثلاً نبوت، وحی اور چار عورتوں سے زیادہ شادی کرنا، آپ کے بعد آپ کی بیویوں سے نکاح کرنے کی حرمت، زکوٰۃ کا مال کھانے کی حرمت، اور آپ ﷺ کا وارث نہ ہونا وغیرہ جو کہ معلوم ہیں۔

اس باب میں ہم نے نبی ﷺ کی بعض خصلتوں اور اخلاق کا ذکر کیا ہے، تا کہ ہر مسلمان ان کو اپنا نمونہ بنائے اور انہیں حاصل کرنے کی کوشش کرے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَن كَانَ يَرْجُو اللَّهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَذَكَرَ اللَّهَ كَثِيرًا﴾ (احزاب: ٢١) "یقیناً تمہارے لئے رسول اللہ ﷺ میں عمدہ نمونہ (موجود) ہے ہر اس شخص کے لئے جو اللہ تعالیٰ سے ملاقات اور قیامت کے دن کی توقع رکھتا ہے اور بکثرت اللہ تعالیٰ کو یاد کرتا ہے"۔

نبی ﷺ کے عمدہ اخلاق کا بیان:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَإِنَّكَ لَعَلَى خُلُقٍ عَظِيمٍ﴾ (قلم: ٤) "بیشک تو بہت بڑے (عمدہ) اخلاق پر ہے"۔

٢- حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی ﷺ سخت گو اور بدزبان نہ تھے اور آپ کہتے تھے کہ تم میں بہتر وہ ہے جس کے اخلاق سب سے اچھے ہوں۔ (بخاری: ٣٥٥٩، مسلم: ٢٣٢١)

٣- حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ کی دس سال تک خدمت کی لیکن

آپ نے مجھے کبھی اف تک نہیں کہا اور نہ کبھی یہ کہا کہ یہ کام تم نے کیوں کیا یا کیوں نہیں کیا۔(بخاری:۶۰۳۸،مسلم:۲۳۰۹)

رسول اللہ ﷺ کا کرم:

۱-حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی ﷺ سے کبھی کوئی چیز مانگی گئی تو آپ نے نانہیں کہا۔

۲-حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سب لوگوں سے زیادہ سخی تھے اور رمضان کے دنوں میں تو سب دنوں سے زیادہ سخاوت کرتے تھے جب حضرت جبرئیل علیہ السلام آپ سے ملاقات کرنے آتے، اور حضرت جبرئیل علیہ السلام آپ سے ہر رات ملاقات کرنے آتے تھے اور آپ کو قرآن کا دور کراتے تھے اس وقت رسول اللہ ﷺ تیز رفتار ہوا سے بھی زیادہ تیز بھلائی کرنے میں سخی ہوتے۔(بخاری:۶، مسلم:۲۳۰۸)

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے اسلام پر جو بھی چیز مانگی گئی آپ نے اسے عطا کیا ایک مرتبہ آپ کے پاس ایک آدمی آیا آپ نے اسے دو پہاڑوں کے درمیان موجود بکریوں کا ایک ریوڑ دیا وہ اپنی قوم کے پاس گیا اور کہنے لگا اے لوگو! اسلام قبول کرلو اس لئے کہ محمد اتنا عنایت کرتے ہیں کہ فاقہ سے نہیں ڈرتے۔(مسلم:۲۳۱۲)

نبی ﷺ کی حیاء:

حضرت ابوسعید خذری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی ﷺ اس کنواری لڑکی سے بھی زیادہ شرم کرنے والے تھے جو پردے میں رہتی ہے، آپ اگر کسی چیز کو دیکھتے اور اسے ناپسند کرتے تو ہم اس کے آثار آپ کے چہرے پر پہچان لیتے۔(بخاری:۶۱۰۲،مسلم:۲۳۲۰)

نبی ﷺ کا تواضع:

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ تم میری تعریف میں مبالغہ نہ کرو جیسا کہ نصاریٰ نے حضرت عیسیٰ بن مریم کی تعریف میں مبالغہ کیا تھا میں صرف اللہ کا بندہ ہوں لہٰذا تم مجھے اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہی کہو۔(بخاری:۳۴۴۵)

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک عورت کی عقل میں کچھ خلل تھا اس نے کہا اے اللہ کے رسول! مجھے آپ سے کچھ کام ہے، آپ نے فرمایا اے فلاں کی ماں! تم جس راستے میں بھی مجھے لے جانا چاہو لے جاسکتی ہو میں تمہاری ضرورت پوری کروں گا پھر آپ اس کے ساتھ کسی راستے میں گئے یہاں تک کہ اس نے اپنی ضرورت پوری کی۔(مسلم:۲۳۲۶)

۳-حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: اگر مجھے بکری کا دست یا اس کا کھر کھانے کے لئے بلایا جائے تو میں دعوت قبول کروں گا اور اگر میرے پاس بکری کا دست یا کھر بطور ہدیہ بھیجا جائے تو میں اس کو قبول کروں گا۔(۲۵۶۸)

نبی ﷺ کی شجاعت:

۱-حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ لوگوں میں سب سے زیادہ خوبصورت، سب سے زیادہ بہادر، اور سب سے زیادہ سخی تھے، ایک بار ایسا ہوا کہ مدینہ والے ایک رات کو کچھ آواز سن کر گھبرا گئے کچھ لوگ آواز کی طرف گئے (راستے میں رسول اللہ ﷺ ان سے ملے اس وقت آپ واپس آرہے تھے آپ آواز کی طرف سب سے پہلے پہنچ گئے تھے، آپ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کے گھوڑے پر سوار تھے جس پر زین نہیں تھی آپ کی گردن میں تلوار تھی آپ یہ کہہ رہے تھے کوئی ڈر کی بات نہیں، کوئی ڈر کی بات نہیں، آپ نے یہ بھی فرمایا کہ ہم نے اس کو دریا پایا یا یہ گھوڑا دریا ہے اور وہ ایک سست گھوڑا مانا جاتا تھا۔(بخاری:۲۹۰۸، مسلم:۲۳۰۷)

۲-حضرت علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ بدر کے دن ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس پناہ لیتے آپ اس وقت دشمن سے سب سے زیادہ قریب تھے اور اس دن لوگوں میں سب سے زیادہ بہادر تھے۔
(احمد:۶۵۴) احمد شاکر کہتے ہیں کہ اس کی سند صحیح ہے۔

۱-حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دیہاتی نے مسجد میں پیشاب کردیا، لوگ اسے مارنے کے لئے دوڑے، رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا کہ اس کو چھوڑ دو اور جہاں اس نے پیشاب کیا ہے وہاں ایک ڈول پانی بہادو (دیکھو) اللہ تعالیٰ نے تم کو آسانی کرنے کے لئے

بھیجا ہے نہ کہ سختی کرنے کے لئے۔(بخاری/۶۱۲۸، مسلم/۲۸۴)

۲-حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: لوگوں پر آسانی کرو اور ان کو مشکل میں نہ ڈالو اور لوگوں کو تسلی دو اور انہیں (دین سے) نفرت نہ دلاؤ۔ (بخاری:۶۱۲۵، مسلم: ۱۷۳۴)

۳-حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے عائشہ! بیشک اللہ نرم ہے اور نرمی کو پسند کرتا ہے اور نرمی کرنے پر وہ چیز عطا کرتا ہے جو سختی کرنے پر عطا نہیں کرتا اور نہ کسی اور چیز پر عطا کرتا ہے۔(بخاری:۶۹۲۷، مسلم:۲۵۹۳)

نبی ﷺ کا عفوودرگزر:

۱-اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاصْفَحْ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ﴾ (مائدہ: ۱۳) ”پس تو انہیں معاف کرتا جا اور درگزر کرتا رہ بیشک اللہ تعالیٰ احسان کرنے والوں سے محبت کرتا ہے“۔

۲-حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ کو دو کاموں میں اختیار دیا جاتا تو آپ اس کو اختیار کرتے جو آسان ہوتا بشرط کہ یہ کہ گناہ نہ ہوتا اور اگر گناہ ہوتا تو سب سے زیادہ اس سے پرہیز کرتے اور رسول اللہ ﷺ نے ساری عمر کبھی اپنی ذات خاص کے لئے کسی سے بدلہ نہیں لیا، ہاں اگر اللہ تعالیٰ کی حرمت کی مخالفت کی جاتی تو آپ اللہ کی رضامندی کے لئے اس کا انتقام لیتے۔(بخاری:۳۵۶۰، مسلم:۲۳۲۷)

نبی ﷺ کی رحمت وشفقت:

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس آئے آپ کے کندھے پر (آپ کی نواسی) امامہ بنت ابوالعاص تھیں آپ نے نماز شروع کی جب رکوع کرتے تو بچی کو زمین پر بٹھا دیتے اور جب کھڑے ہوتے تو اس کو اپنے کندھے پر بٹھا لیتے۔ (بخاری:۵۹۹۶،مسلم:۵۴۳)

۲-حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت حسن بن علی کا بوسہ لیا اس وقت آپ کے پاس اقرع بن حابس تمیمی بیٹھے ہوئے تھے اقرع کہنے لگے کہ میرے تو دس بیٹے ہیں لیکن میں نے ان میں سے کسی کو بوسہ نہیں لیا نبی ﷺ نے (کراہت سے) ان کی طرف دیکھا پھر فرمایا کہ جو رحم نہ کرے اس پر (خدا کی طرف سے بھی) رحم نہیں کیا جاتا۔(بخاری: ۵۹۹۷، مسلم:۲۳۱۸)

۳-حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص لوگوں کو نماز پڑھائے تو وہ ہلکی نماز پڑھائے اس لئے کہ ان میں کمزور، بیمار اور بوڑھے بھی ہوتے ہیں اور جب تم میں سے کوئی تنہا نماز پڑھے تو جتنی چاہے لمبی نماز پڑھے۔(بخاری :۷۰۳، مسلم:۴۶۷)

۴-خادموں پر آپ کی شفقت کی دلیل آپ کا یہ فرمان ہے: یہ غلام وخادم تمہارے بھائی ہیں اللہ تعالیٰ نے انہیں تمہارے ماتحت کر دیا ہے لہٰذا ان کو وہی کھلاؤ جو خود کھاتے ہو اور وہی پہناؤ جو خود پہنتے ہو اور ان سے وہ کام نہ لو جو وہ نہ کر سکیں اور اگر ایسا کام لینا چاہو تو ان کی مدد کرو۔ (بخاری:۳۰، مسلم:۱۶۶۱)

دشمنوں پر آپ کی شفقت:

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک یہودی لڑکا نبی ﷺ کی خدمت کرتا تھا ایک مرتبہ وہ بیمار پڑ گیا نبی ﷺ اس کی عیادت کے لئے آئے آپ اس کے سر کے پاس بیٹھ گئے اور اس سے کہنے لگے کہ اسلام لے آؤ اس نے اپنے باپ کی طرف دیکھا جو وہاں موجود تھا اس نے کہا تم ابوالقاسم صلی اللہ ﷺ کی بات مان لو چنانچہ اس نے اسلام قبول کر لیا پھر نبی ﷺ اس کے پاس سے یہ کہتے ہوئے نکلے اللہ کا شکر ہے کہ اس نے اسے دوزخ سے بچا لیا۔(بخاری :۱۳۵۶)

نبی ﷺ کی ہنسی:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو کبھی پورا ہنستے ہوئے نہیں

دیکھا کہ میں آپ کا کو دیکھتی ،آپ صرف مسکراتے تھے۔ (بخاری:٦٠٩٢، مسلم:٨٩٩)

حضرت جریر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ جب سے میں مسلمان ہوا رسول اللہ ﷺ نے مجھے اپنے پاس آنے سے کبھی نہیں روکا اور جب بھی انہوں نے مجھے دیکھا تو مسکرائے (خندہ پیشانی سے ملے) (بخاری/٦٠٨٩،مسلم/٢٤٧٥)

نبی ﷺ کا رونا:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ مجھ سے نبی ﷺ نے فرمایا: قرآن پڑھ کر سناؤ، میں نے کہا کہ اے اللہ کے رسول! کیا میں آپ کو پڑھ کر سناؤں جب کہ قرآن آپ پر نازل ہوا ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں سناؤ پھر میں نے سورہ نساء پڑھنی شروع کی جب میں اس آیت پر پہنچا:

﴿فکیف اذا جئنا من کل امة بشهيد و جئنا بک علیٰ هولاء شهيدا﴾

''تو آپ نے فرمایا: اب رہنے دو پھر میں آپ کی طرف متوجہ ہوا تو کیا دیکھتا ہوں کہ آپ کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے ہیں''۔ (بخاری:٥٠٥٠،مسلم:٨٠٠)

حضرت عبداللہ شخیر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ،آپ کے سینے میں رونے کی وجہ سے چکی کے گھڑ گھڑانے کی آواز آرہی تھی۔ (ابوداؤد:٩٠٤، نسائی:١٢١٤)

نسائی کی ایک روایت میں ہے کہ دیگ کے پکنے کی طرح آواز آرہی تھی۔

خلاف شرع کام کرنے پر نبی ﷺ کا غصہ کرنا:

١-حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ میرے گھر تشریف لائے اس وقت گھر میں ایک پردہ لٹکا ہوا تھا جس میں تصویریں بنی ہوئی تھیں آپ کے چہرے کا رنگ غصے سے بدل گیا اور آپ نے پردہ لے کر اسے پھاڑ ڈالا اور فرمایا کہ قیامت کے دن سب سے سخت عذاب ان لوگوں کو ہوگا جو یہ تصویریں بناتے ہیں۔ (بخاری:٦١٠٩، مسلم:٢١٠٧)

٢-حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک آدمی آیا اور کہنے لگا

کہ میں فجر کی نماز میں فلاں کی وجہ سے شریک نہیں ہوتا کیونکہ وہ لمبی نماز پڑھاتے ہیں ابو مسعود کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو کسی وعظ میں اتنے غصے میں نہیں دیکھا جتنا اس دن دیکھا، آپ نے فرمایا اے لوگو! تم میں سے بعض لوگ دین سے نفرت دلانا چاہتے ہیں دیکھو جو کوئی لوگوں کو نماز پڑھائے وہ ہلکی نماز پڑھائے اس لئے کہ مقتدیوں میں کوئی بیمار ہوتا ہے، کوئی بوڑھا ہوتا ہے اور کوئی کام کاج والا ہوتا ہے۔ (بخاری:٦١١٠،مسلم:٤٦٦)

آپ ﷺ کی اپنی امت پر شفقت:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُم بِالْمُؤْمِنِينَ رَؤُوفٌ رَّحِيمٌ﴾(توبة:١٢٨) ''تمہارے پاس ایک پیغمبر تشریف لائے ہیں جو تمہاری جنس سے ہیں اور جن کو تمہاری مضرت کی بات نہایت گراں گزرتی ہے جو تمہاری منفعت کے بڑے خواہش مند رہتے ہیں ایمان داروں کے ساتھ بڑے ہی شفیق اور مہربان ہیں''۔

٢-حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میری اور تمہاری مثال اس آدمی کی طرح ہے جس نے آگ جلائی اور اس میں ٹڈیاں اور پتنگے گرنے لگے وہ انہیں اس سے ہٹا رہا ہے اسی طرح میں تمہیں تمہاری پشتوں کو پکڑ کر کھینچتا ہوں لیکن تم میرے ہاتھ سے اپنے آپ کو چھڑا کر جہنم میں داخل ہو رہے ہو۔ (مسلم:٢٢٨٥)

نبی ﷺ کا لوگوں سے کھل کر باتیں کرنا:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہم سے گھل مل جاتے تھے یہاں تک کہ میرا ایک چھوٹا بھائی تھا جس کا نام ابو عمیر تھا اس سے آپ فرمایا کرتے تھے کہو ابو عمیر تمہاری چڑیا نغیر تو بخیر ہے؟ (بخاری:٦١٢٩،مسلم:٢١٥٠)

نبی ﷺ کا زہد:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے اللہ تو آل محمد کو

اتنی ہی روزی دے جتنی ضرورت ہو۔ (بخاری: ٦٤٦٠، مسلم: ١٠٥٥)

۲-حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ نبی ﷺ جب سے مدینہ تشریف لائے آل محمد نے تین رات مسلسل پیٹ بھر گیہوں کی روٹی نہیں کھائی یہاں تک کہ آپ کی وفات ہوگئی ۔ (بخاری: ٥٤١٦، مسلم: ٢٩٧٠)

۳-عروہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا میرے بھانجے ہم دو مہینے میں تین نئے چاند دیکھتے تھے اور اس مدت میں رسول اللہ ﷺ کے گھروں میں آگ نہ جلائی جاتی میں نے کہا: اے خالہ! پھر آپ لوگوں کی گزر کیسے ہوتی تھی؟ انہوں نے کہا دو کالی چیزیں کھجور اور پانی پر ہاں رسول اللہ ﷺ کے کئی انصاری لوگ پڑوسی تھے ان کے پاس دودھ دینے والی اونٹنیاں تھیں وہ اپنے گھروں سے آپ کے لئے دودھ بھیجتے تھے پھر آپ ہم کو بھی وہ دودھ پلاتے تھے۔ (بخاری: ٢٥٦٧، مسلم: ٢٩٧٢)

حضرت عمرو بن حارث رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے دینار اور درہم نہیں چھوڑا اور نہ غلام ولونڈی چھوڑا، البتہ ایک سفید خچر جس پر آپ سوار ہوتے تھے اور ہتھیار چھوڑا اور ایک زمین چھوڑی جس کو آپ نے مسافروں کے لئے صدقہ کر دیا تھا۔ (بخاری: ٤٤٦١)

رسول اللہ ﷺ کا عدل:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ قریش کو مخزومی عورت کی وجہ سے بڑی فکر ہوئی جس نے چوری کی تھی اس میں یہ الفاظ ہیں کہ اسامہ بن زید نے اس سلسلہ میں آپ سے بات کی آپ نے (غصہ سے) فرمایا: کیا تم اللہ کی حد میں سفارش کرتے ہو؟ اس کے بعد آپ نے کھڑے ہو کر خطبہ دیا اور فرمایا: کہ تم سے پہلے کے لوگ اس لئے ہلاک کئے گئے کیوں کہ جب انسان میں کوئی حسب و نسب والا چوری کرتا تو اس کو چھوڑ دیتے اور جب کوئی کمزور آدمی چوری کرتا تو اس پر حد قائم کرتے خدا کی قسم اگر فاطمہ بنت محمد چوری کرتی تو میں اس کا بھی ہاتھ کاٹ دیتا۔ (بخاری: ٣٤٧٥، مسلم: ١٦٨٨)

نبی ﷺ کی بردباری:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا: اے اللہ کے رسول! کیا آپ کے اوپر جنگ احد سے بھی سخت کوئی گزرا ہے آپ نے فرمایا کہ مجھے تمہاری قوم سے تکلیف پہنچی ہے اس میں سب سے سخت تکلیف عقبۃ کے دن پہنچی ہے جب میں نے اپنے آپ کو ابن عبد یالیل بن عبد کلال پر پیش کیا تھا اس نے میری بات نہیں مانی پھر میں چل پڑا میرے چہرے پر اداسی چھائی ہوئی تھی مجھے افاقہ اس وقت ہوا جب میں قرن الثعالب پہنچا میں نے اپنا سر اٹھایا تو ایک بادل سایا کئے ہوئے تھا میں نے اس میں جبرئیل علیہ السلام کو دیکھا جبرئیل نے مجھے آواز دی اور کہنے لگے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہاری قوم کی باتیں سنیں جو انہوں نے تم سے کیں ہیں اور جو انہوں نے تم کو جواب دیا ہے اللہ تعالیٰ نے تمہارے پاس پہاڑ کے فرشتے کو بھیجا ہے تا کہ تم اس کے بارے میں جو چاہو اس کو حکم دو پھر پہاڑ کے فرشتے نے مجھے آواز دی اور کہا اے محمد! اللہ تعالیٰ نے تمہاری قوم کی باتیں سنیں جو انہوں نے تم سے کیں ہیں میں پہاڑ کا فرشتہ ہوں مجھے تمہارے رب نے تمہارے پاس بھیجا ہے تا کہ تم مجھے جو چاہو حکم دو کیا تم یہ چاہتے ہو کہ میں ان لوگوں کو ان دونوں پہاڑوں کے درمیان پیس دوں رسول اللہ ﷺ نے اس فرشتے سے کہا نہیں بلکہ مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی آئندہ نسلوں میں ایسے لوگوں کو پیدا کرے گا جو تنہا اللہ کی عبادت کریں گے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرائیں گے۔ (بخاری: ٣٢٣١، مسلم: ١٧٩٥)

رسول اللہ ﷺ کا صبر:

۱-حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اس وقت آپ کو بخار تھا میں نے آپ کو اپنے ہاتھ سے چھوا پھر کہا اے اللہ کے رسول! آپ کو سخت بخار ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہاں مجھے اتنا بخار ہے جتنا تم میں سے دو آدمیوں کو ہوتا ہے میں نے کہا یہ اس لئے ہے کیوں کہ آپ کے لئے دوہرا اجر ہے، آپ نے فرمایا ہاں۔ (بخاری: ٥٦٦٧، مسلم: ٢٥٧١)

۲-حضرت خباب بن ارت رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ سے (اپنی تکلیفوں کی) شکایت کی اس وقت آپ خانۂ کعبہ کے سائے میں اپنی چادر پر ٹیک لگائے ہوئے بیٹھے تھے ہم نے کہا کیا آپ اللہ تعالیٰ سے ہمارے لئے مدد نہیں مانگے گیں؟ ہمارے لئے دعا نہیں کریں گیں؟ آپ نے فرمایا تم میں سے پہلے اگلے زمانہ میں لوگوں کو اتنی تکلیف دی جاتی کہ آدمی کو پکڑ لیا جاتا پھر ایک گڑھا کھود کر اس میں اس کو ڈال دیا جاتا، پھر آرا لایا جاتا اور اس کے سر پر رکھ کر اس کے دو ٹکڑے کر دیئے جاتے اور لوہے کی کنگھیاں اس کے جسم پر چلائی جاتیں جو اس کے گوشت کو اس کی ہڈی سے الگ کر دیتیں پھر بھی وہ سچے دین سے باز نہ آتا خدا کی قسم! اللہ تعالیٰ اس کام کو (یعنی دین اسلام کی اشاعت کو) ضرور پورا کرے گا یہاں تک کہ صنعاء سے سوار ہو کر ایک شخص حضر موت تک جائے گا اور اللہ کے علاوہ اسے کسی (کافر) کا ڈر نہ ہو گا اپنی بکریوں پر بھی اسے بھیڑیئے کے سوا اور کسی کا ڈر نہ ہو گا مگر تم جلدی مچاتے ہو۔ (بخاری:٦٩٤٣)

نبی ﷺ کی خصلتیں اور عادتیں:

رسول اللہ ﷺ کا چہرہ سب سے زیادہ خوبصورت تھا اور آپ کے جسم کی بناوٹ بھی سب سے اچھی تھی، آپ نہ بہت لمبے تھے اور نہ چھوٹے۔ (بخاری:٣٥٤٩، مسلم:٢٣٣٧)

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی ﷺ جب کوئی بات کہتے تو اس کو تین بار دہراتے تا کہ اچھی طرح سمجھ لی جائے اور جب کسی قوم کے پاس تشریف لے جاتے تو انہیں سلام کرتے اور تین مرتبہ سلام کرتے۔ (بخاری:٩٥)

جب کوئی چیز آپ کو گھبرا دیتی تو آپ کہتے: "هو الله ربی لا اشرك به شيئا" (نسائی فی عمل الیوم واللیلة:٦٥٧، السلسلة الصحیحة:٢٠٧٠)

آپ ﷺ جس بستر پر سوتے وہ چمڑے کا تھا جس میں کھجور کے درخت کی چھال بھری ہوئی تھی۔ (بخاری: ٦٤٥٦، مسلم:٢٠٨٢)

آپ ﷺ رحم دل تھے آپ کے پاس اگر کوئی مانگنے بھی آتا تو آپ اس کو دینے کا وعدہ کرتے

اور اگر وہ چیز آپ کے پاس موجود ہوتی تو وعدہ پورا کر دیتے۔ (بخاری فی الادب المفرد: ٢٨١، السلسلة الصحیحة: ٢٠٩٤)

آپ کی بات الگ الگ (بالکل واضح) ہوتی جس کو ہر سننے والا سمجھ لیتا۔ (ابو داؤد:٤٨٣٩)

آپ سے کوئی چیز مانگی جاتی تو آپ اسے دے دیتے یا خاموش رہتے۔ (حاکم: ٢٥٩١، السلسلة الصحیحة: ٢١٠٩)

آپ جب سوتے تو مسواک آپ کے ساتھ ہوتی اور اٹھتے ہی مسواک کرتے۔ (احمد:٥٩٧٩ السلسلة الصحیحة: ٢١١١)

آپ کمزور مسلمانوں کی زیارت کرتے ان کے مریضوں کی عیادت کرتے، ان کے جنازے میں شرکت کرتے۔ (حاکم:٣٧٣٥، صحیح الجامع:٤٨٧٧)

آپ جب سفر میں پیچھے ہوتے تو کمزور کی سواری کو ہانکتے اور ان کے پیچھے ہو جاتے اور ان کے لئے دعا کرتے۔ (ابو داؤد:٢٦٣٩)

جب آپ کے ساتھ کوئی ایسا معاملہ پیش آتا جس سے آپ خوش ہو جاتے تو کہتے "**الحمدلله الذی بنعمته تتم الصالحات**" اور اگر کوئی ایسا معاملہ آتا جو آپ کو ناگوار لگتا تو کہتے "**الحمدلله علی کل حال**" (حاکم:١٤٨٠، صحیح الجامع:٤٦٤٠)

جب سردی زیادہ ہوتی تو آپ ﷺ نماز جلدی پڑھتے اور جب گرمی زیادہ ہوتی تو آپ نماز ٹھنڈی کر کے (مؤخر کر کے) پڑھتے۔ (بخاری:٩٠٦)

جب آپ ﷺ بیمار ہوتے تو معوذات پڑھ کر اپنے اوپر پھونکتے اور اپنا ہاتھ جسم پر پھیرتے۔ (بخاری:٤٤٣٩، مسلم:٢١٩٢)

آپ ﷺ جب سرمہ لگاتے تو طاق بار سلائی پھیرتے اور جب دھونی دیتے تو طاق بار دھونی دیتے۔ (احمد:١٧٥٢٦، صحیح الجامع:٤٦٨٠)

رسول اللہ ﷺ خوشبو پسند کرتے تھے (احمد:٢٦٣٦٤، السلسلة الصحیحة: ٢١٣٦، ابوداؤد:٤٠٧٤)

آپ ﷺ کے پاس اگر کوئی ایسا معاملہ آتا جو آپ کو خوش کر دیتا تو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کے لئے آپ سجدہ میں گر جاتے۔(ترمذی:١٥٧٨، ابن ماجہ:١٣٩٤)

آپ ﷺ کے سامنے جب کوئی دشوار معاملہ آتا تو نماز پڑھتے۔ (احمد: ٢٣٦٨٨، ابو داؤد: ١٣١٩)

جب آپ ﷺ خطبہ دیتے تو آنکھیں سرخ ہو جاتیں اور آواز بلند ہو جاتی اور غصہ بڑھ جاتا گویا کہ آپ کسی لشکر سے ڈرا رہے ہوں اور کہہ رہے ہوں کہ وہ صبح کے وقت تمہارے پاس آنے والا ہے اور شام کے وقت تمہارے پاس آنے والا ہے۔(مسلم:٨٦٧)

جب آپ ﷺ اپنے گھر میں داخل ہوتے تو پہلے مسواک کرتے۔ (مسلم:٢٥٣)

جب آپ ﷺ دعا کرتے تو اپنے نفس سے شروع کرتے۔(طبرانی فی الکبیر: ٤-٢٨١، صحیح الجامع :٠٢٧٤)

جب آپ ﷺ خوش ہوتے تو آپ کا چہرہ چمک اٹھتا آپ کا چہرہ گویا کہ چاند کا ٹکڑا تھا۔ (بخاری:٢٥٥٦، مسلم:٢٧٦٩)

جب کوئی دشوار معاملہ آجاتا تو آپ ﷺ کہتے "يا حي يا قيوم برحمتك استغيث" (ترمذی: ٣٥٢٤) ''اے زندہ اور ہمیشہ رہنے والی ذات! میں تیری رحمت کے وسیلے سے فریاد کر رہا ہوں۔

آپ ﷺ قرآن کریم آہستہ آہستہ پڑھتے جب کوئی ایسی آیت آتی جس میں تسبیح بیان کرنے کے لئے کہا جاتا تو آپ تسبیح بیان کرتے اور جب کوئی ایسی آیت آتی جس میں سوال کرنے کے لئے کہا جاتا تو آپ سوال کرتے اور جب کوئی ایسی آیت آتی جس میں پناہ مانگنے کے لئے کہا جاتا تو آپ پناہ مانگتے۔ (مسلم:٧٧٢)

آپ ﷺ کے گھر میں جب کوئی بیمار ہوتا تو معوذات پڑھ کر اس پر پھونکتے۔ (مسلم:٢١٩٢)

جب آپ چلتے تو ادھر ادھر مڑ کر نہیں دیکھتے۔(حاکم:٧٧٩٤، صحیح الجامع:٤٧٨٦)

آپ ﷺ عید الفطر کو کچھ کھا کر عیدگاہ کی طرف نکلتے اور عید الاضحیٰ کو کچھ نہ کھاتے یہاں تک کہ نماز پڑھ لیتے۔(احمد:٢٣٣٧١، ترمذی:٥٤٢)

آپ ﷺ کل کے لئے کوئی چیز ذخیرہ بنا کر نہیں رکھتے۔ (ترمذی:٧٤٥، نسائی: ٢٣ ٦١)

آپ ﷺ اپنی بیویوں سے حالت حیض میں ازار کے اوپر مباشرت کرتے۔ (بخاری:٣٠٣، مسلم: ٢٩٤)

آپ ﷺ پیر اور جمعرات کو روزہ رکھتے۔ (ترمذی:٧٤٥، نسائی:٢٣٦١)

آپ ﷺ زمین پر بیٹھ جاتے، زمین پر کھاتے اور بکری کو دوہتے اور اگر کوئی غلام جو کی روٹی پر آپ کو بلاتا تو آپ اس کی دعوت قبول کرتے۔(طبرانی فی الکبیر: ١٢-٧٢، صحیح الجامع:٤٩١٥)

آپ ﷺ کو ہر کام داہنی طرف سے شروع کرنا اچھا لگتا، جوتا پہننے میں، کنگھی کرنے میں، اور طہارت حاصل کرنے میں۔(بخاری:١٦٨، مسلم:٢٦٨)

آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کو ہر وقت یاد رکھتے۔ (مسلم:٣٧٣)

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایسا کم ہی ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کسی سفر میں جمعرات کے سوا کسی اور دن نکلیں۔

آپ ﷺ اپنی سواری پر بیٹھ کر نفل نمازیں پڑھتے سواری کا رخ جس طرف بھی ہوتا اور جب فرض نماز ادا کرنا چاہتے تو سواری سے اترتے اور قبلہ کی طرف رخ کرتے۔(بخاری : ٤٠٠)

آپ ﷺ اپنی بعض بیویوں کا بوسہ لیتے پھر نماز پڑھتے اور وضو نہیں کرتے۔ (نسائی : ١٧٠، ابن ماجہ:٥٠٢)

آپ ﷺ روزہ کی حالت میں اپنی بیویوں کا بوسہ لیتے اور مباشرت کرتے لیکن آپ اپنی شہوت کو سب سے زیادہ قابو میں رکھنے والے تھے۔ (بخاری :١٩٢٧، مسلم:١١٠٦)

آپ ﷺ ہدیہ قبول کرتے اور اس کا بدلہ دینے کی کوشش کرتے۔ (٢٥٨٥)

آپ ﷺ سفر سے اپنے گھر والوں میں رات کو نہ آتے بلکہ صبح کو آتے یا شام کو۔ (بخاری: ١٨٠٠، مسلم:١٩٢٨)

رسول اللہ ﷺ شہد اور حلوہ پسند کرتے تھے، عصر کی نماز کے بعد آپ اپنی بیویوں کے پاس آتے اور ان میں سے کسی ایک سے قریب ہوتے۔(بخاری:٥٢٦٨، مسلم:١٧٧٤)

قمیص آپ ﷺ کا سب سے محبوب کپڑا ہوتا۔ (ابو داؤد:٤٠٢٥، ترمذی:١٧٢٦)

جب آپ ﷺ قضائے حاجت کے لئے جاتے تو اتنی دور جاتے کہ آپ کو کوئی نہیں دیکھتا۔ (ابو داؤد:٢،ابن ماجه:٣٣٥)

جب آپ ﷺ سفر سے آتے تو دن میں چاشت کے وقت آتے اور سب سے پہلے مسجد میں جاتے اور دو رکعت نماز پڑھتے پھر وہاں بیٹھتے۔(بخاری:٣٠٨٨، مسلم:٧١٨)

آپ ﷺ دباغت دی ہوئی کھال کا جوتا پہنتے اور اپنی داڑھی کو ورس اور زعفران سے زرد کئے رہتے۔(ابو داؤد:٤٢١٠،نسائی:٥٢٤٤)

آپ ﷺ (سفر میں) نماز قصر کرکے پڑھتے اور (حالت اقامت میں) پوری پڑھتے۔ (مسلم:٤٦٩)

آپ ﷺ فجر کی نماز پڑھنے کے بعد مصلی سے اس وقت تک کھڑے نہ ہوتے جب تک کہ سورج طلوع نہ ہو جاتا، پھر جب سورج طلوع ہو جاتا تو آپ ﷺ کھڑے ہوتے۔ (مسلم:٦٧٠)

آپ ﷺ کے بال کچھ گھنگھریالے تھے نہ بالکل سیدھے اور نہ سخت، آپ کے بال آپ کے کانوں اور کندھوں کے درمیان لٹکے رہتے۔ (بخاری:٥٩٠٥،مسلم:٢٣٣٨)

آپ ﷺ اپنے داہنے ہاتھ میں ایک چاندی کی انگوٹھی پہنتے۔ (نسائی:٥١٩٧)

آپ ﷺ غسل کے بعد وضو نہیں کرتے تھے۔ (ترمذی:١٠٧، نسائی:٤٣٠)

رسول اللہ ﷺ ایک مد پانی سے وضو کرتے اور ایک صاع پانی سے غسل کرتے۔ (ابو داؤد: ٩٢، نسائی:٣٤٧)

رسول اللہ ﷺ ہر مہینہ میں تین دن روزہ رکھتے ایک پیر کو پھر اسی ہفتہ جمعرات کو پھر آنے والے پیر کو۔(ابو داؤد:٢٤٥٠،نسائی:٢٣٦٥)

آپ رات کے شروع حصہ میں سوتے اور رات کے آخری حصہ میں جاگتے (یعنی عبادت کرتے)(بخاری:١١٤٦، مسلم:٧٣٩)

آپ ﷺ مسلسل کئی راتیں بھوکے گزارتے اور آپ کے گھر والوں کو رات کا کھانا نہیں ملتا، عام طور پر آپ کے گھر والے جو کی روٹی کھاتے۔(احمد:٢٣٠٣، ترمذی:٢٣٦٠)

رسول اللہ ﷺ کہتے تھے کہ میرے دل پر خواہشات غالب ہوتی ہیں اور میں دن میں سو مرتبہ اللہ سے استغفار کرتا ہوں۔ (مسلم:٢٧٠٢)

رسول اللہ ﷺ کہتے تھے کہ جب تمہارے پاس کسی قوم کا معزز شخص آئے تو تم اس کی عزت کرو۔ (ابن ماجه :٣٧١٢)

رسول اللہ ﷺ کہتے تھے: اے اللہ! تو مجھے مسکین بنا کر زندہ رکھ اور مسکین بنا کر موت دے اور مجھے مسکینوں کی جماعت میں اٹھا۔ (ابن ماجه:٤١٢٦، ملاحظہ ہو الارواء:٨٦١)

رسول اللہ ﷺ کہتے تھے کہ اگر تم وہ چیز جان لو جس کو میں جانتا ہوں تو تم کم ہنسو اور زیادہ روؤ۔ (بخاری:٤٦٢١،مسلم:٢٣٥٩)

رسول اللہ ﷺ کہتے تھے کہ لذتوں کو کاٹنے والی چیز (یعنی موت کو) کثرت سے یاد کرو۔ (ترمذی:٢٣٠٧،نسائی:١٨٢٤)

رسول اللہ ﷺ کہتے تھے کہ کسی مسلمان کے لئے جائز نہیں کہ وہ اپنے بھائی کو تین دن سے زیادہ چھوڑے رہے جب وہ دونوں ملیں تو ان میں ایک اپنا چہرہ ادھر پھیر لے اور دوسرا ادھر پھیر لے اور ان میں بہتر وہ ہے جو پہلے سلام کرے۔(بخاری:٦٢٣٧، مسلم:٢٥٦٠)

رسول اللہ ﷺ فرماتے تھے کہ تم بدگمانی سے بچو اس لئے کہ بدگمانی سخت جھوٹ ہے اور ٹوہ نہ لگاؤ اور کسی کا عیب نہ ٹٹولو اور (دوسروں کو نقصان پہنچانے کے لئے کسی سامان پر) بڑھ کر بولی نہ بولو

،آپس میں حسد نہ کرو اور بغض نہ رکھو، اور ترک ملاقات نہ کرو، اللہ کے بندے سب بھائیوں کی طرح (میل ملاپ) سے رہو۔(بخاری:٦٠٦٦، مسلم:٢٥٦٣)

رسول اللہ ﷺ کہتے تھے کہ بہت لعنت کرنے والے قیامت کے دن سفارش کرنے والے اور گواہی دینے والے نہیں ہو سکتے۔(مسلم:٢٥٩٨)

رسول اللہ ﷺ کہتے تھے لوگوں میں سب سے برا آدمی دو رخا آدمی ہے ان کے پاس ایک منہ لے کر آئے اور ان کے پاس دوسرا منہ لے کر جائے (یعنی ہر جگہ لگی لپٹی بات کہے ان کے منہ پر ان کی بات اور ان کے منہ پر ان کی بات کہے) (بخاری:٦٠٥٨،مسلم:٢٥٢٦)

رسول اللہ ﷺ فرماتے تھے کہ ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے وہ اس پر ظلم نہیں کرتا اور نہ اسے ظالم کے حوالے کرتا ہے، جو شخص اپنے بھائی کی ضرورت پوری کرے گا اللہ تعالیٰ اس کی ضرورت پوری کرے گا اور جو کسی مسلمان کی کوئی تکلیف دور کرے گا اللہ تعالیٰ اس کی قیامت کے دن کی تکلیفوں میں سے ایک تکلیف دور کر دے گا اور جو کسی مسلمان کی پردہ پوشی کرے گا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی پردہ پوشی کرے گا۔(بخاری:٢٤٤٢، مسلم:٢٥٨٠)

رسول اللہ ﷺ فرماتے تھے کہ تم ایک دوسرے سے بغض وحسد نہ کرو ایک دوسرے کے پیچھے نہ پڑو، اللہ کے بندے بھائی بن کر رہو، کسی مسلمان کے لیے یہ جائز نہیں کہ اپنے بھائی کو تین دنوں سے زیادہ چھوڑے رہے۔(بخاری:٦٠٦٥، مسلم:٢٥٥٩)

رسول اللہ ﷺ فرماتے تھے کہ تم ظلم سے بچو، اس لئے کہ ظلم قیامت کے دن تاریکی ہوگا اور بخیلی سے بچو اس لئے کہ بخیلی نے تم سے پہلے لوگوں کو ہلاک کر دیا، اس نے انہیں خون بہانے اور محارم کو حلال کرنے پر آمادہ کیا۔(مسلم:٢٥٧٨)

رسول اللہ ﷺ فرماتے تھے کہ جب تم تعریف کرنے والوں کو دیکھو تو ان کے چہروں پر مٹی ڈال دو۔(مسلم:٣٠٠٢)

رسول اللہ ﷺ فرماتے تھے: تم اپنے نفس کا تزکیہ مت کرو (یعنی خود اپنے آپ کو اچھا مت کہو)

اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ تم میں سے نیک کون ہے۔(مسلم:٢١٤٢)

رسول اللہ ﷺ فرماتے تھے کہ تم میں سے کوئی شخص کسی تکلیف کی وجہ سے موت کی تمنا نہ کرے اور اگر موت کی تمنا کرنا ضروری ہو جائے تو یہ کہے: اے اللہ! تو مجھے اس وقت تک زندہ رکھ جب تک زندگی میرے لئے بہتر ہو اور مجھے وفات دے دے اگر وفات میرے لئے بہتر ہو۔(بخاری:٦٣٥١، مسلم: ٢٦٨٠)

رسول اللہ ﷺ فرماتے تھے کہ تم میں سے جو شخص اپنے بھائی کو نفع پہنچانے پر قادر ہو وہ اسے نفع پہنچائے۔(مسلم:٢١٩٩)

رسول اللہ ﷺ فرماتے تھے کہ جو شخص اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہو وہ اپنے پڑوسی کو تکلیف نہ دے، اور جو شخص اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہو وہ اپنے مہمان کی عزت کرے۔(بخاری:٦٤٧٥، مسلم:٤٧)

——— ∘○O○∘ ———

۳-کتاب الآداب

آداب

ادب: قابل تعریف اقوال وافعال اور مکارم اخلاق کا استعمال ادب ہے۔

اسلام دین کامل ہے اس نے تمام احوال میں انسان کی زندگی کو منظم کیا ہے اسلام نے انسان کے خود اپنے نفس کے لئے اور دوسروں کے لئے کچھ آداب مقرر کئے ہیں، یہ آداب کھانے پینے، نیند و بیداری، سفر وحضر تمام احوال میں بتائے گئے ہیں۔قرآن وحدیث میں جن آداب کا بیان آیا ہے ان میں سے بعض یہ ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانتَهُوا وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ﴾(حشر:۷)"رسول اللہ ﷺ تمہیں جو کچھ دیں لے لو،اور جس چیز سے روکیں اس سے رک جاؤ، اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہا کرو، یقیناً اللہ تعالیٰ سخت عذاب والا ہے"۔

۱-سلام کے آداب

سلام کی فضیلت:

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی ﷺ سے پوچھا کہ اسلام کی کونسی خصلت بہتر ہے آپ نے فرمایا(مسکینوں کو) کھانا کھلانا اور سلام کرنا جس کو پہچانتے ہو اس کو بھی اور جس کو نہیں پہچانتے ہو اس کو بھی۔(بخاری:۱۲،مسلم:۳۹)

۲-حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے تم جنت میں اس وقت تک داخل نہیں ہو سکتے جب تک کہ ایمان نہ لاؤ اور تم مؤمن اس وقت تک نہیں ہو سکتے جب تک کہ آپس میں محبت نہ کرو کیا میں تم کو ایسی چیز نہ بتاؤں جسے تم اگر کرو گے تو تمہارے درمیان محبت بڑھے گی تم آپس میں خوب سلام کیا کرو۔

(مسلم:٤٥)

٣-حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ''اے لوگو! سلام پھیلاؤ، کھانا کھلاؤ، اور جب لوگ سوئے ہوئے ہوں تو تم نماز پڑھو تم جنت میں سلامتی سے داخل ہو جاؤ۔(ترمذی:٢٤٨٥، ابن ماجه: ١٣٣٤)

سلام کی کیفیت:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿وَإِذَا حُيِّيتُم بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّواْ بِأَحْسَنَ مِنْهَا أَوْ رُدُّوهَا إِنَّ اللّهَ كَانَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ حَسِيبًا﴾ (نساء:٨٦) اور جب تمہیں سلام کیا جائے تو تم اس سے اچھا جواب دو یا انہیں الفاظ کو لوٹا دو بے شبہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کا حساب لینے والا ہے۔

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک آدمی نبی ﷺ کے پاس آیا اس نے کہا السلام علیکم، آپ نے اس کے سلام کا جواب دیا، پھر وہ شخص بیٹھ گیا، آپ نے فرمایا اس کو دس نیکی ملی، پھر دوسرا شخص آیا اس نے کہا السلام علیکم ورحمة الله وہ شخص بیٹھ گیا آپ نے فرمایا اس کو بیس نیکی ملی پھر ایک تیسرا شخص نبی ﷺ کے پاس آیا اس نے کہا السلام علیکم ورحمة الله وبرکاته آپ نے اس کے سلام کا جواب دیا اور وہ بیٹھ گیا آپ نے فرمایا اس کو تیس نیکی ملی۔
(ابوداؤد:٥١٩٥، ترمذی:٢٦٨٩)

پہلے سلام کرنے کی فضیلت:

حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کسی مسلمان کے لئے یہ جائز نہیں کہ اپنے (مسلمان) بھائی کو تین راتوں سے زیادہ چھوڑے رہے دونوں جب ملیں تو ایک اپنا چہرہ ادھر پھیر لے اور دوسرا اپنا چہرہ ادھر پھیر لے اور ان میں بہتر وہ ہے جو پہلے سلام کرے۔(بخاری:٦٠٧٧، مسلم:٢٥٦٠)

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: لوگوں میں اللہ سے سب سے زیادہ قریب وہ شخص ہے جو پہلے سلام کرے۔ (ابوداؤد:٥١٩٧،

ترمذی:٤٩٦٢)

سلام پہلے کون کرے؟

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: چھوٹا بڑے کو سلام کرے اور راستہ میں گزرنے والا بیٹھے ہوئے شخص کو سلام کرے اور تھوڑے لوگ زیادہ لوگوں کو سلام کریں۔(بخاری:٢٦٣١، مسلم:٢١٦٠)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سوار پیدل چلنے والے کو سلام کرے اور چلنے والا بیٹھے ہوئے کو سلام کرے اور تھوڑے لوگ زیادہ کو سلام کریں۔
(بخاری:٦٢٣٢، مسلم:٢١٦٠)

عورتوں اور بچوں کو سلام:

حضرت اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ نبی ﷺ ہم عورتوں کی جماعت کے پاس سے گزرے آپ نے ہمیں سلام کیا۔ (ابوداؤد:٥٢٠٤، ابن ماجه:٢٩٨٦)

٢-حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ بچوں کے پاس سے گزرے تو انہوں نے انہیں سلام کیا اور کہنے لگے کہ نبی ﷺ ایسے ہی کرتے تھے۔ (بخاری:٢٦٤٧، مسلم:٢١٨٦)

عورتوں کا مردوں کو سلام کرنا اگر فتنے کا اندیشہ نہ ہو:

حضرت ام ہانی بنت اُبی طالب کہتی ہیں کہ فتح مکہ کے سال میں رسول اللہ ﷺ کے پاس گئی میں نے آپ کو غسل کرتے ہوئے پایا اور آپ کی بیٹی فاطمہ پردہ کئے ہوئے تھیں میں نے آپ کو سلام کیا آپ نے فرمایا کون ہے میں نے کہا ام ہانی بنت اُبی طالب آپ نے فرمایا ام ہانی مرحبا (خوش آمدید)

گھر میں داخل ہونے کے وقت سلام کرنا:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿فَإِذَا دَخَلْتُم بُيُوتاً فَسَلِّمُوا عَلَى أَنفُسِكُمْ تَحِيَّةً مِّنْ عِندِ اللَّهِ مُبَارَكَةً طَيِّبَةً﴾(نور:٦١) ''جب تم گھروں میں جانے لگو تو اپنے گھر والوں کو سلام کر لیا کرو

دعائے خیر ہے جو بابرکت اور پاکیزہ ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل شدہ“۔

ذمی کو سلام کرنا:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم یہودی کو پہلے سلام نہ کرو اور جب تم ان میں سے کسی سے راستے میں ملو تو اسے تنگ راستے پر چلنے پر مجبور کردو۔
(مسلم:۲۱۶۷)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: اہل کتاب جب تم سے سلام کریں تو تم (صرف) وعلیکم کہو۔(بخاری:۶۲۵۸، مسلم:۲۱۶۳)

جو شخص کسی ایسی جماعت کے پاس سے گزرے جس میں مسلمان اور کفار دونوں ہوں تو وہ سلام کرے اور اس کا ارادہ مسلمانوں پر سلام کرنا ہو:

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی ﷺ نے حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی عیادت کی اس حدیث میں ہے کہ آپ ایک مجلس کے پاس سے گزرے جس میں مسلمان ،مشرک بت پرست یہودی سب تھے آپ نے انہیں سلام کیا پھر آپ ٹھہر گئے اور سواری سے اتر گئے پھر انہیں اللہ کی طرف بلایا اور قرآن پڑھ کر سنایا۔(بخاری:۵۶۶۳، مسلم:۱۷۹۸)

مجلس میں آنے کے وقت اور مجلس سے نکلنے کے وقت سلام کرنا:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص مجلس میں آئے تو سلام کرے اور جب مجلس سے جانے کا ارادہ کرے تب بھی سلام کرے کیونکہ پہلا سلام دوسرے سلام سے زیادہ اہم نہیں ہے۔(ابوداؤد:۵۲۰۸، ترمذی:۲۷۰۶)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ایک آدمی نے کہا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ ہم میں سے جب کوئی آدمی اپنے (مسلمان) بھائی یا دوست سے ملے تو کیا اس کے لئے جھکے؟ آپ نے فرمایا: نہیں، اس نے کہا کیا اس سے چمٹے اور اسے بوسہ لے؟ آپ نے فرمایا: نہیں اس نے کہا کیا اس کا ہاتھ پکڑ کر اس سے مصافحہ کرے؟ آپ نے فرمایا: ہاں۔(ترمذی:۲۷۲۸، ابن

ماجہ:۳۷۰۲)

مصافحہ کی فضیلت اور مصافحہ کب کرے:

حضرت براء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب دو مسلمان آپس میں ملتے ہیں اور مصافحہ کرتے ہیں تو ان دونوں کے جدا ہونے سے پہلے انہیں بخش دیا جاتا ہے۔
(ابوداؤد:۵۲۱۲، ترمذی:۲۷۲۷)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ کے اصحاب جب ملتے تو مصافحہ کرتے اور جب سفر سے آتے تو معانقہ کرتے۔(طبرانی فی الاوسط:، السلسلة الصحيحة:۲۶۴۷)

غائب پر سلام لوٹانا:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا: اے عائشہ! جبرئیل علیہ السلام تم کو سلام کرتے ہیں انہوں نے کہا وعليه السلام ورحمة الله وبركاته آپ وہ چیز دیکھتے ہیں جو میں نہیں دیکھتی۔(بخاری:۳۲۱۷، مسلم:۲۴۴۷)

نبی ﷺ کے پاس ایک آدمی آیا اور کہنے لگا کہ میرے باپ نے آپ کو سلام کہا ہے آپ نے فرمایا: عليك وعلىٰ ابيك السلام (تمہارے اوپر اور تمہارے باپ پر سلامتی نازل ہو)
(احمد:۲۳۴۹۲، ابوداؤد:۵۲۳۱)

آنے والے کے احترام میں یا اس کی مدد کرنے کے لئے کھڑے ہونا:

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ بنو قریظہ کے یہودی سعد بن معاذ کے فیصلے پر راضی ہوگئے نبی ﷺ نے ان کو بلا بھیجا وہ آئے آپ نے صحابہ سے فرمایا کہ اپنے سردار کو لینے کے لئے اٹھو یا یوں فرمایا اس شخص کو لینے کے لئے اٹھو جو تم میں سے بہتر ہے۔(بخاری:۶۲۶۲، مسلم:۱۷۶۸)

ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ تم اپنے سردار کو (سواری سے) اتارنے کے لئے کھڑے ہو جاؤ۔(احمد:۲۵۶۱۰، السلسلة الصحيحة:۶۷)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے بڑھ کر کسی کو نبی

ﷺ کی ہیئت اور طور طریقے سے مشابہ نہیں دیکھا، آپ جب ان کے پاس جاتے تو وہ آپ کے پاس کھڑی ہو جاتیں اور آپ کا ہاتھ پکڑ کر چومتیں اور آپ کو اپنے بیٹھنے کی جگہ بٹھاتیں ۔

(ابو داؤد: ۵۲۱۷، ترمذی: ۳۸۷۲)

کسی کے لیے کھڑا ہونا مکروہ ہے:

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: جو شخص یہ پسند کرے کہ لوگ اس کے سامنے کھڑے ہو جایا کریں وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنالے۔ (ابو داؤد: ۲۹-۵۳، ترمذی: ۵۵-۲۷)

اگر سلام نہ سنا جائے تو تین مرتبہ سلام کرنا:

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی ﷺ جب بات کرتے تو اس کو تین مرتبہ دہراتے تا کہ اچھی طرح سمجھ لیا جائے اور جب کسی قوم کے پاس آتے اور انہیں سلا کرتے تو تین مرتبہ سلام کرتے۔ (بخاری: ۹۵)

جماعت کو سلام کرنا:

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگر جماعت گزرے تو ان میں سے ایک آدمی کا سلام کرنا کافی ہے اور بیٹھے ہوئے لوگوں میں ایک آدمی کا جواب دینا کافی ہے۔

(ابو داؤد: ۵۲۱۰، ملاحظہ ہو السلسلة الصحيحة: ۱۴۱۲)

قضائے حاجت کے وقت سلام کرنے اور جواب دینے کی ممانعت:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک آدمی گزرا رسول اللہ ﷺ اس وقت پیشاب کر رہے تھے اس نے آپ کو سلام کیا، آپ نے اس کے سلام کا جواب نہیں دیا۔ (مسلم: ۳۷۰)

حضرت مہاجر بن قنفذ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ وہ نبی ﷺ کے پاس آئے آپ اس وقت پیشاب کر رہے تھے، انہوں نے آپ سے سلام کیا، لیکن آپ نے ان کے سلام کا جواب نہیں دیا یہاں تک کہ وضو کیا، پھر ان سے معذرت کی پھر فرمایا کہ میں نے یہ ناپسند کیا کہ اللہ تعالیٰ کو بغیر

طہارت کی حالت میں یاد کروں۔ (ابو داؤد: ۷۱، نسائی: ۸۳)

آنے والے سے پوچھنا کہ تم کون ہو تا کہ اسے پہچانا جاسکے:

ابو جمرہ کہتے ہیں کہ میں حضرت عبداللہ بن عباس اور لوگوں کے درمیان مترجم تھا انہوں نے کہا کہ جب عبدالقیس کا وفد نبی ﷺ کے پاس آیا تو آپ نے فرمایا یہ کون سا وفد ہے یا یہ کون لوگ ہیں انہوں نے کہا ہم ربیعہ والے ہیں آپ نے فرمایا لوگوں کو مرحبا یا وفد کو مرحبا یہ نہ ذلیل ہوں گے نہ شرمندہ۔ (بخاری: ۸۷، مسلم: ۱۷)

علیک السلام کہنا مکروہ ہے:

حضرت جابر بن سلیم رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نبی ﷺ کے پاس آیا میں نے کہا علیك السلام آپ نے فرمایا علیك السلام نہ کہو بلکہ السلام علیکم کہو۔ (ابو داؤد: ۵۲۰۹، ترمذی: ۲۷۲۲)

ابوداؤد کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ آپ نے فرمایا: علیك السلام مردوں کا تحیۃ ہے۔ (ابو داؤد: ۵۲۰۹)

۲- کھانے پینے کے آداب

مسلمان کا کھانا حلال اور پاکیزہ ہونا چاہیے:

۱- اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُلُوا مِن طَيِّبَاتِ مَا رَزَقْنَاكُمْ وَاشْكُرُوا لِلَّهِ إِن كُنتُمْ إِيَّاهُ تَعْبُدُونَ﴾ (بقرہ: ۱۷۲) ''اے ایمان والو! جو پاکیزہ چیزیں ہم نے تمہیں دے رکھی ہیں انہیں کھاؤ اور پیو اور اللہ کا شکر ادا کرو اگر تم خاص اس کی عبادت کرتے ہو''۔

۲- اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ الرَّسُولَ النَّبِيَّ الْأُمِّيَّ الَّذِي يَجِدُونَهُ مَكْتُوبًا عِندَهُمْ فِي التَّوْرَاةِ وَالْإِنجِيلِ يَأْمُرُهُم بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَاهُمْ عَنِ الْمُنكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبَاتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَائِثَ﴾ (الأعراف: ۱۵۷) ''جو لوگ ایسے رسول نبی امی کا اتباع

کرتے ہیں جن کو وہ لوگ اپنے پاس تورات وانجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں وہ ان کو نیک باتوں کا حکم فرماتے ہیں اور بری باتوں سے منع کرتے ہیں اور پاکیزہ چیزوں کو حلال بتاتے ہیں اور گندی چیزوں کو ان پر حرام فرماتے ہیں''۔

کھانے سے پہلے بسم اللہ کہنا:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص کھائے تو اللہ کا نام لے لے اور اگر شروع میں بسم اللہ کہنا بھول جائے تو یہ کہے: "باسم الله اوله وآخره"(ابوداؤد: ۳۷۶۷، ترمذی:۱۸۵۸)

دائیں ہاتھ سے کھانا کھانا اور برتن میں جو قریب ہو وہ کھانا:

عمر بن ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں بچہ تھا اور (ابوسلمہ کے مرجانے کے بعد) رسول اللہ ﷺ کی پرورش میں تھا کھانے کے وقت میرا ہاتھ پلیٹ کی چاروں طرف گھومتا (کبھی ادھر سے کھاتا کبھی ادھر سے) آپ نے مجھ سے فرمایا اے بچے! بسم اللہ کہو اور داہنے ہاتھ سے اپنے نزدیک سے کھاؤ اس کے بعد میں ہمیشہ اسی طرح کھاتا رہا۔(بخاری:۵۳۷۶، مسلم:۲۰۲۲)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی کھائے تو اپنے دائیں ہاتھ سے کھائے اور جب پئے تو اپنے دائیں ہاتھ سے پئے اس لئے کہ شیطان اپنے بائیں ہاتھ سے کھاتا اور پیتا ہے۔ (مسلم : ۲۰۲۰)

دوسروں کو کیسے پلایا جائے:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس دودھ پانی ملا کر لایا گیا اس وقت آپ کی داہنے طرف ایک دیہاتی بیٹھا ہوا تھا اور بائیں طرف حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تھے آپ نے پیا پھر وہ پیالہ اس دیہاتی کو دے دیا اور فرمایا داہنی طرف سے شروع کرنا چاہئے پھر داہنی طرف سے۔ (بخاری :۲۳۵۲، مسلم:۲۰۲۹)

کھڑے ہو کر نہیں پینا چاہئے:

۱-حضرت ابوسعید خدریؓ کہتے ہیں کہ نبی ﷺ نے کھڑے ہو کر پینے سے منع کیا ہے۔(مسلم:۲۰۲۵)

۲-حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی ﷺ نے ایک آدمی کو کھڑے ہو کر پیتے ہوئے دیکھا آپ نے اس سے کہا قے کرو اس نے کہا کیوں؟ آپ نے فرمایا کیا تم یہ پسند کرو گے کہ تمہارے ساتھ بلی پیے اس نے کہا نہیں، آپ نے فرمایا تمہارے ساتھ اس نے پیا ہے جو بلی سے بھی خراب ہے اور وہ شیطان ہے۔(احمد/۷۹۹۰،دارمی:۲۰۵۲، ملاحظہ ہو السلسلة الصحيحة:۱۷۵)

سونے اور چاندی کے برتنوں میں کھانا پینا منع ہے:

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ تم حریر و دیباج (ریشمی کپڑے) نہ پہنو اور نہ سونے اور چاندی کے برتنوں میں پیو اور نہ اس کی پلیٹ میں کھاؤ اس لئے کہ یہ برتن کافروں کے لئے دنیا میں اور ہمارے لئے آخرت میں ہیں۔(بخاری : ۵۴۲۶، مسلم:۲۰۶۷)

کھانا کیسے کھائے:

۱-حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی ﷺ تین انگلیوں سے کھاتے تھے اور ہاتھ پوچھنے سے پہلے ہاتھ چاٹ لیتے تھے۔ (مسلم:۲۰۳۲)

۲-حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب کھانا کھا لیتے تو اپنی تینوں انگلیوں کو چاٹ لیتے اور آپ نے فرمایا ہے کہ جب تم میں سے کسی کا لقمہ گر جائے تو اس کو صاف کر کے کھا لے اور اس کو شیطان کے لئے نہ چھوڑے اور آپ نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم پیالے کو انگلی سے چاٹ لیں آپ نے فرمایا ہے کہ تم نہیں جانتے ہو کہ تمہارے کس کھانے میں برکت ہے۔ (مسلم:۲۰۳۴)

۳-حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اس بات سے منع کیا ہے کہ آدمی دو کھجوریں ایک ساتھ ملا کر کھائے (یعنی جب دوسرے لوگوں کے ساتھ کھا رہا ہو) البتہ اس وقت کھا سکتا ہے جب اپنے ساتھ کھانے والوں سے اجازت لے لے۔ (بخاری : ۲۴۵۵،

مسلم:۵۴۰۲)

۴-حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: تم دائیں ہاتھ سے کھاؤ، دائیں ہاتھ سے پیو، دائیں ہاتھ سے پکڑو، دائیں ہاتھ سے دو، اس لئے کہ شیطان اپنے بائیں ہاتھ سے کھاتا ہے، بائیں ہاتھ سے پیتا ہے، بائیں ہاتھ سے دیتا ہے اور بائیں ہاتھ سے پکڑتا ہے۔(ابن ماجہ:۳۲۶۶،السلسلۃ الصحیحۃ:۱۲۳۶)

کھانے کی مقدار:

حضرت مقدام بن معدی کرب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ آدمی پیٹ سے زیادہ برا کسی برتن کو نہیں بھرتا، آدمی کے لئے اتنا کھانا کافی ہے جس سے وہ اپنی پیٹھ سیدھی رکھ سکے (یعنی قوت برقرار رہ سکے) اور اگر زیادہ کھانا ضروری ہو تو ایک تہائی حصہ میں کھانا ہو ایک تہائی حصہ میں پانی ہو اور ایک تہائی حصہ میں سانس لینے کی گنجائش ہو۔(ترمذی:۲۳۸۰،ابن ماجہ:۳۳۴۹)

کسی کھانے کو عیب نہ لگانا:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی ﷺ نے کسی کھانے کو کبھی برا نہیں کہا اگر آپ کی خواہش ہوتی تو کھا لیتے اور اگر خواہش نہیں ہوتی تو چھوڑ دیتے۔(بخاری:۵۴۰۹،مسلم:۲۰۴۶)

زیادہ نہ کھانا:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: کافر سات آنتوں میں کھاتا ہے اور مؤمن ایک آنت میں کھاتا ہے۔(بخاری:۵۳۹۳، مسلم:۲۰۶۰)

کھانا کھلانے کی فضیلت:

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ ایک آدمی کا کھانا دو آدمیوں کے لئے کافی ہے اور دو آدمیوں کا کھانا چار آدمیوں کے لئے کافی ہے اور چار آدمیوں کا کھانا آٹھ آدمیوں کے لئے کافی ہے۔(مسلم:۲۰۵۹)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے نبی ﷺ سے پوچھا کہ اسلام کی کونسی خصلت بہتر ہے؟ آپ نے فرمایا تم لوگوں کو کھانا کھلاؤ اور ہر مسلمان کو سلام کرو جسے پہچانتے ہو اسے بھی اور جسے نہ پہچانتے ہو اسے بھی۔(بخاری:۶۲۳۶، مسلم:۳۹)

حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس جب کھانا لایا جاتا تو آپ اس میں سے کھاتے اور جو بچ جاتا وہ میرے پاس بھیج دیتے۔(مسلم:۲۰۵۳)

کھانے والا جو کھانا کھائے اس کی تعریف کرے:

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے گھر والوں سے سالن مانگا، انہوں نے کہا کہ ہمارے پاس سرکہ کے علاوہ کوئی چیز نہیں ہے آپ نے اسے مانگا اور اسے کھانے لگے اور کہنے لگے سرکہ کیا ہی بہترین سالن ہے، سرکہ کیا ہی بہترین سالن ہے۔(مسلم:۲۰۵۲)

پینے کی چیز میں پھونکنا نہیں چاہئے:

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیالے کے ٹوٹی ہوئی جگہ سے پینے سے منع کیا ہے اور اس بات سے منع کیا ہے کہ کہ مشروب میں پھونکا جائے۔(ابو داؤد:۳۷۲۲، ترمذی:۱۸۸۷)

لوگوں کو پلانے والا خود آخر میں پیئے:

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں خطبہ دیا اس کے آخر میں ہے کہ آپ نے فرمایا کہ لوگوں کو پلانے والا سب سے آخر میں پیئے۔(مسلم:۶۸۱)

اکٹھا ہو کر کھانا کھانا:

وحشی بن حرب اپنے باپ سے اور وہ ان کے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ نے کہا: اے اللہ کے رسول! ہم کھاتے ہیں لیکن آسودہ نہیں ہوتے، آپ نے فرمایا شاید تم الگ الگ کھاتے ہو؟ انہوں نے کہا ہاں، آپ نے فرمایا تم اکٹھا ہو کر کھایا کرو اور بسم اللہ کہہ لیا کرو

تمہارے کھانے میں برکت ہوگی۔(ابو داؤد:٦٤٧٣، ابن ماجہ:٦٨٢٣)

مہمان کی عزت کرنا:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿هَلْ أَتَاكَ حَدِيثُ ضَيْفِ إِبْرَاهِيمَ الْمُكْرَمِينَ إِذْ دَخَلُوا عَلَيْهِ فَقَالُوا سَلَاماً قَالَ سَلَامٌ قَوْمٌ مُّنكَرُونَ فَرَاغَ إِلَى أَهْلِهِ فَجَاء بِعِجْلٍ سَمِينٍ فَقَرَّبَهُ إِلَيْهِمْ قَالَ أَلَا تَأْكُلُونَ﴾(الذاریات:٢٤-٢٧) "کیا تجھے ابراہیم (علیہ السلام) کے معزز مہمانوں کی بھی خبر پہنچی ہے؟ وہ جب ان کے ہاں آئے تو سلام کیا، ابراہیم نے سلام کا جواب دیا (اور کہا یہ تو) اجنبی لوگ ہیں پھر (چپ چپ جلدی جلدی) اپنے گھر والوں کی طرف گئے اور ایک فربہ بچھڑے (کا گوشت) لائے اور اسے ان کے پاس رکھا اور کہا آپ کھاتے کیوں نہیں"؟

٢-ابوشریح کعبی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہو وہ اپنے مہمان کی عزت کرے ایک دن اور رات تو مہمانی لازم ہے اور تین دن تک افضل ہے اس کے بعد صدقہ ہے مہمان کو بھی نہیں چاہئے کہ میزبان کے پاس ٹھہرا پڑا رہے یہاں تک کہ اس کو تنگ کر ڈالے۔ (بخاری:٦١٣٩، مسلم:٤٨)

کھانے کے لئے بیٹھنے کی ہیئت:

١-حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں ٹیک لگا کر نہیں کھاتا (جیسے مغرور لوگ کھاتے ہیں)(بخاری:٥٣٩٨)

٢-حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اکڑوں بیٹھ کر کھجور کھاتے ہوئے دیکھا۔(مسلم:٢٠٤٤)

٣-حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی ﷺ کے پاس ایک بکری بطور ہدیہ بھیجی گئی آپ دوزانو بیٹھ کر کھانے لگے ایک دیہاتی نے کہا کہ یہ آپ کس طرح بیٹھے ہیں؟ آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھے مہربان بندہ بنایا ہے جابر و سرکش نہیں بنایا ہے۔ (ابو داؤد:٣٧٧٣، ابن ماجہ:٣٢٦٣)

مشغول آدمی کے کھانے کی صفت:

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس کھجور لائی گئی آپ اس کو تقسیم کرنے لگے آپ زانو کے بل بیٹھے ہوئے تھے آپ اس میں سے جلدی جلدی کھا رہے تھے زہیر کی روایت میں "اكلاً حثيثاً" ہے۔ (مسلم:٢٠٤٤)

سوتے وقت پانی کا برتن ڈھانپنا اور بسم اللہ کہنا:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: (جب رات کو سونے لگو تو) دروازہ بند کر لیا کرو اور بسم اللہ کہہ لو اور چراغ بجھا دیا کرو اور بسم اللہ کہہ لو، اور مشکوں کے منہ باندھ دو اور بسم اللہ کہہ لو اور برتن ڈھانپ دو اور بسم اللہ کہہ لو اگر چہ اس پر کوئی چیز ہی رکھ دو۔(بخاری:٣٢٨٠، مسلم:٢٠١٢)

خادم کے ساتھ کھانا:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تم میں سے کسی کا خادم کھانا (پکا کر) لائے تو اگر اس کو اپنے ساتھ کھانے کے لئے نہ بٹھائے تو خیر یہی کرے کہ ایک نوالہ یا دو نوالہ یا ایک لقمہ یا دو لقمہ اس کو دے دے کیونکہ اس نے چولہا وغیرہ کی گرمی برداشت کی ہے اور محنت اٹھا کر کوٹ پیس کر کھانا تیار کیا ہے۔ (بخاری:٥٤٦٠، مسلم:١٦٦٣)

اگر رات کا کھانا سامنے آئے اور نماز کا وقت ہو جائے تو پہلے کھانا کھالے:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جب رات کا کھانا سامنے رکھا جائے اور نماز کی تکبیر ہو جائے تو پہلے کھانا کھالو۔(بخاری:٥٤٦٣، مسلم:٥٥٧)

پلیٹ سے کیسے کھائے:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی کھانا کھائے تو پلیٹ میں رکھے ہوئے کھانے میں سے اوپر سے نہ کھائے بلکہ نیچے سے کھائے اس لئے کہ برکت اس کے اوپر سے اترتی ہے۔(ابو داؤد:٣٧٧٢، ابن ماجہ:٣٢٧٧)

جب کھانا کھائے یا دودھ پیئے تو کیا کہے:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی کھانا کھائے تو کہے: "اللهم بارك لنا فيه واطعمنا خيرا منه" اور جب دودھ پیئے تو کہے: "اللهم بارك لنا فيه وزدنا منه" اس لئے کہ دودھ کے علاوہ کوئی بھی چیز کھانے اور پینے دونوں کے لئے کافی نہیں ہوتی۔ (ابو داؤد: ٣٧٣٠، ترمذی: ٣٤٥٥)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی ﷺ نے دودھ پیا پھر پانی مانگا اور کلی کیا اور فرمایا: اس میں چکناہٹ ہوتی ہے۔ (بخاری: ٢١١، مسلم: ٣٥٨)

کھانے سے فارغ ہونے کے بعد کیا کہے:

۱- حضرت معاذ بن انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے کھانا کھایا پھر یہ دعا پڑھی: "الحمدلله الذى اطعمنى هذا الطعام ورزقنيه من غير حول منى ولا قوة" تو اس کے اگلے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔ (ابو داؤد ٤٠٢٣، ابن ماجه: ٣٢٨٥)

۲- حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا دسترخوان جب اٹھایا جاتا تو آپ یہ دعا پڑھتے: "الحمدلله كثيراً طيبا مباركا فيه غير مكفى ولا مودع ولا مستغنى عنه ربنا" اللہ کا شکر بہت سا شکر پاکیزہ شکر برکت والا شکر ایسا شکر نہیں جو ایک بار ہو کر رہ جائے ختم ہو جائے پھر اس کی حاجت نہ رہے۔ (بخاری: ٥٤٥٨)

۳- حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب کھاتے یا پیتے تو کہتے: "الحمدلله الذى اطعم وسقى وسوغه وجعل له مخرجا" (ابو داؤد: ٣٨٥١)

۴- حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ یہ پسند کرتا ہے کہ بندہ جب کوئی نوالہ کھائے تو اس پر اس کا شکر ادا کرے اور جب کوئی گھونٹ پیئے تو اس پر اس کا شکر ادا کرے۔ (مسلم: ٢٧٣٤)

۵- "اللهم اطعمت وأسقيت وأغنيت وأقنيت وهديت وأحييت فلك

الحمد على ما اعطيت" "اے اللہ! تو نے کھلایا پلایا تو نے مالدار بنایا اور سرمایہ دیا اور ہدایت دی اور زندہ کیا، تیرا شکر ہے اس چیز پر جو تو نے عطا کیا"۔ (احمد: ١٦٧١٢، السلسلة الصحيحه رقم: ٧١)

۶- حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ جب کسی بندہ کو نعمت دیتا ہے اور وہ الحمدلله کہتا ہے تو جو اس نے اس کو عطا کیا ہے وہ اس سے افضل ہے جو اس نے لے لیا ہے۔ (ابن ماجه: ٣٨٠٥)

مہمان کے آنے اور جانے کا وقت:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا بُيُوتَ النَّبِيِّ إِلَّا أَن يُؤْذَنَ لَكُمْ إِلَى طَعَامٍ غَيْرَ نَاظِرِينَ إِنَاهُ وَلَكِنْ إِذَا دُعِيتُمْ فَادْخُلُوا فَإِذَا طَعِمْتُمْ فَانتَشِرُوا وَلَا مُسْتَأْنِسِينَ لِحَدِيثٍ ......﴾ (احزاب: ٥٣) "اے ایمان والو! جب تک تمہیں اجازت نہ دی جائے تم نبی کے گھروں میں نہ جایا کرو کھانے کے لئے ایسے وقت میں کہ اس کے پکنے کا انتظار کرتے رہو، بلکہ جب بلایا جائے جاؤ، اور جب کھا چکو نکل کھڑے ہو وہیں باتوں میں مشغول نہ ہو جایا کرو"۔

مہمان کھانے سے فارغ ہونے کے بعد میزبان کے لئے دعا کرے:

"اللهم بارك لهم فى ما رزقتهم واغفرلهم وارحمهم" (مسلم/ ٢٠٤٢) "اے اللہ! تو نے ان کو جو رزق عطا فرمایا ہے اس میں برکت دے، ان کی مغفرت فرما اور ان پر رحم فرما"۔

۲- حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سعد بن عبادہ کے پاس آئے انہوں نے آپ کے سامنے روٹی اور زیتون کا تیل پیش کیا آپ نے کھایا پھر فرمایا: تمہارے پاس روزہ داروں نے افطار کیا ہے اور تمہارا کھانا نیک لوگوں نے کھایا ہے اور فرشتوں نے تمہارے لئے رحمت کی دعا کی ہے۔ (ابو داؤد: ٣٨٥٤، ابن ماجه: ١٧٤٧)

پلانے والے کے لئے دعا:

پلانے والے کے لئے یہ دعا کرنی چاہیے۔ "اللهم اطعم من اطعمنى واسق من اسقانى"

(مسلم: ۵۵۰۲) ''اے اللہ! جس نے مجھے کھلایا ہے تو اسے کھلا جس نے مجھے پلایا ہے تو اسے پلا''۔

۳- راستے اور بازار کے آداب

راستے کا حق:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: تم راستوں پر مت بیٹھا کرو۔ لوگوں نے کہا اے اللہ کے رسول! ہم لوگوں کو تو اپنی مجلسوں میں ضرور بیٹھنا پڑتا ہے وہیں تو ہم لوگ باتیں کرتے ہیں، آپ نے فرمایا: اچھا جب تم نہیں مانتے اور مجلسوں میں بیٹھنا ہی چاہتے ہو تو راستے کا حق ادا کیا کرو، انہوں نے کہا اے اللہ کے رسول! راستے کا کیا حق ہے؟ آپ نے فرمایا: نگاہ نیچی رکھنا لوگوں کو تکلیف نہ دینا، سلام کا جواب دینا اور اچھی بات کا حکم دینا اور بری بات سے منع کرنا۔ (بخاری: ۶۲۲۹، مسلم: ۲۱۲۱)

مسلم کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں: راستوں میں بیٹھنے سے بچو، ہم نے کہا ہم ایسے کام کے لئے بیٹھتے ہیں جس میں کوئی حرج نہیں، ہم بیٹھ کر باتیں کرتے ہیں، آپ نے فرمایا: اگر بیٹھنا ہی چاہتے ہو تو راستے کا حق ادا کرو اور وہ نگاہ نیچی رکھنا، سلام کا جواب دینا اور اچھی بات کرنا ہے۔ (مسلم: ۲۱۶۱)

ابوداؤد کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں تم فریاد کرنے والے کی مدد کرو اور بھٹکے ہوئے کو راستہ بتاؤ۔ (ابوداؤد: ۴۸۱۷)

راستے سے تکلیف دہ چیز ہٹانا:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: میں نے ایک آدمی کو جنت میں الٹتے پلٹتے دیکھا، وہ جنت میں اس وجہ سے داخل کیا گیا کیونکہ اس نے راستے سے ایک درخت کاٹ دیا تھا جو لوگوں کو تکلیف دیتا تھا۔ (بخاری: ۶۵۲، مسلم: ۱۹۱۴)

راستے وغیرہ میں قبلہ کی طرف تھوکنا:

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص قبلہ کی طرف تھوکے گا وہ قیامت کے دن اس حال میں آئے گا کہ اس کا تھوک اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان ہوگا۔ (ابن خزیمہ: ۱۳۱۴، السلسلة الصحیحه: ۲۲۲، ابوداؤد: ۳۸۲۴)

سفر میں جانوروں کے آرام کا خیال رکھنا اور رات میں راستے پر قیام نہ کرنا:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم ایسی زمین میں سفر کرو جو چٹیل میدان ہو تو تیز چلو اور جب تم رات میں قیام کرو تو راستے میں قیام نہ کرو اس لئے کہ وہ رات میں کیڑے مکوڑوں کے رہنے کی جگہ ہے۔ (مسلم: ۱۹۲۶)

بازار کے آداب:

خرید و فروخت میں نرمی برتنا:

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اس بندے پر رحم کرے جو بیچنے خریدنے اور تقاضا کرنے میں نرمی برتتا ہے۔ (بخاری: ۲۰۷۶)

وقت پر قرض ادا کرنا:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مال کا (قرض ادا کرنے میں) ٹال مٹول کرنا ظلم ہے، جب مدت گزر جائے اور کسی کو اس کا قرض واپس نہ ملے تو وہ تقاضا کرے۔ (بخاری: ۲۲۸۷، مسلم: ۱۵۶۷)

تنگ دست کو مہلت دینا اور اس کا قرض معاف کر دینا:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایک تاجر لوگوں کو قرض دیتا تھا، جب وہ دیکھتا کہ کوئی تنگ دست ہے تو اپنے آدمیوں سے کہتا کہ اس کو معاف کر دو شاید اللہ تعالیٰ ہمیں بھی معاف کر دے (جب وہ مرگیا تو) اللہ نے اس کو بخش دیا۔ (بخاری: ۲۰۷۸)

نماز کے اوقات میں خرید و فروخت نہ کرنا:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نُودِيَ لِلصَّلَاةِ مِن يَوْمِ الْجُمُعَةِ

فَاسْعَوْا إِلَى ذِكْرِ اللَّهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ ذَلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ إِن كُنتُمْ تَعْلَمُونَ فَإِذَا قُضِيَتِ الصَّلَاةُ فَانتَشِرُوا فِي الْأَرْضِ وَابْتَغُوا مِن فَضْلِ اللَّهِ وَاذْكُرُوا اللَّهَ كَثِيراً لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ﴾ (جمعه:۹-۱۰) "اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو، جمعہ کے دن جب نماز کی اذان دی جائے تو تم اللہ کے ذکر کی طرف دوڑ پڑو اور خرید و فروخت چھوڑ دو، یہ تمہارے حق میں بہت ہی بہتر ہے اگر تم جانتے ہو، پھر جب نماز ہو چکے تو زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کا فضل تلاش کرو اور بکثرت اللہ کا ذکر کیا کرو تا کہ تم فلاح پالو"۔

ہر حالت میں عدل وانصاف کرنا:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِينَ الَّذِينَ إِذَا اكْتَالُوا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُونَ وَإِذَا كَالُوهُمْ أَو وَّزَنُوهُمْ يُخْسِرُونَ أَلَا يَظُنُّ أُولَئِكَ أَنَّهُم مَّبْعُوثُونَ لِيَوْمٍ عَظِيمٍ يَوْمَ يَقُومُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعَالَمِينَ ﴾ (مطففین:۱-۶) "بڑی خرابی ہے ناپ تول میں کمی کرنے والوں کی کہ جب لوگوں سے ناپ کر لیتے ہیں تو پورا پورا لیتے ہیں اور جب انہیں ناپ کر یا تول کر دیتے ہیں تو کم دیتے ہیں، کیا انہیں اپنے مرنے کے بعد جی اٹھنے کا خیال نہیں، اس عظیم دن کے لئے جس دن سب لوگ رب العالمین کے سامنے کھڑے ہوں گے"۔

زیادہ قسم کھانے سے پرہیز کرنا:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قسم سے سامان بک جاتا ہے لیکن برکت مٹ جاتی ہے۔ (بخاری:۲۰۸۷)

حرام چیزوں کی خرید وفروخت سے پرہیز کرنا:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَأَحَلَّ اللَّهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبَا ﴾ (بقرہ:۲۷۵) "حالاں کہ اللہ تعالیٰ نے تجارت کو حلال کیا ہے اور سود کو حرام"۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنصَابُ وَالْأَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ﴾ (مائدہ:۹۰) "اے ایمان والو!

شراب اور جوا اور تھان اور فال نکالنے کے تیر یہ سب گندی باتیں، شیطانی کام ہیں، ان سے بالکل الگ رہو، تا کہ تم فلاح یاب ہو"۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿ ......وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبَاتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَائِثَ ﴾ (اعراف:۱۵۷) "اور پاکیزہ چیزوں کو حلال بتاتے ہیں اور گندی چیزوں کو ان پر حرام فرماتے ہیں"۔

دھوکہ دینے اور جھوٹ بولنے سے بچنا:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ایک غلے کے ڈھیر کے پاس سے گزرے، آپ نے اپنا ہاتھ اس میں داخل کیا، آپ کی انگلیاں تر ہو گئیں، آپ نے اس کے مالک سے فرمایا کہ یہ کیا ہے؟ اس نے کہا اے اللہ کے رسول! بارش سے یہ بھیگ گیا ہے، آپ نے فرمایا: کہ اس کو تم نے اوپر کیوں نہیں رکھا تا کہ لوگ اسے دیکھ لیں، جس نے دھوکہ دیا وہ ہم میں سے نہیں۔ (مسلم:۱۰۲)

حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بائع اور مشتری دونوں کو اختیار ہے جب تک جدا نہ ہوں یا یہ فرمایا یہاں تک کہ دونوں جدا ہو جائیں، پس اگر دونوں سچ بولیں اور اصل حال بیان کر دیں تو ان کی بیع میں برکت ہوگی اور اگر جھوٹ بولیں گے اور اصل حال چھپائیں گے تو بیع کی برکت مٹ جائے گی۔ (بخاری:۲۰۷۹، مسلم:۱۵۳۲)

ذخیرہ اندوزی سے بچنا یعنی مہنگا بیچنے کے لیے سامان روک لینا:

حضرت معمر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ذخیرہ اندوزی گناہ گار ہی کرے گا۔ (مسلم:۱۶۰۵)

-----oOOo-----

۴-سفر کے آداب

اہل خیر سے نصیحت طلب کرنا:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک آدمی نے کہا: اے اللہ کے رسول! میں سفر پر جانا چاہتا ہوں لہٰذا آپ مجھے نصیحت کریں آپ نے فرمایا تم تقویٰ اختیار کرو اور ہر بلند جگہ پر الله اکبر کہو پھر جب وہ آدمی مڑ کر جانے لگا تو آپ نے فرمایا: "اللھم اطوله الارض وھون علیه السفر" اے اللہ! تو اس کے لئے زمین سمیٹ دے (یعنی مسافت جلد قطع ہو جائے) اور اس کے لئے سفر آسان بنا دے۔ (ترمذی:۳۴۴۵، ابن ماجہ:۲۷۷۱)

مقیم مسافر سے سفر کے وقت کیا کہے:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہم کو رخصت کرتے تو یہ کہتے: "استودع الله دینك وامانتك وخواتیم عملك" میں تمہارے دین تمہاری امانت اور تمہارے عمل کے انجام کو اللہ کے حوالے کرتا ہوں۔ (ابو داؤد:۲۶۰۰، ترمذی:۳۴۴۳)

مسافر مقیم سے کیا کہے جب وہ اسے چھوڑے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے الوداع کیا تو آپ نے یہ فرمایا: میں تم کو اس ذات کے حوالے کرتا ہوں جس کے پاس امانتیں ضائع نہیں ہوتی ہیں۔ (احمد:۹۲۱۹، ابن ماجہ:۲۸۲۵)

اچھے لوگوں کے ساتھ سفر:

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: نیک ساتھی اور برے ساتھی کی مثال ایسی ہی ہے جیسے مشک بردار اور لوہار کی بھٹی پھونکنے والا، مشک بردار یا تحفے کے طور پر کچھ خوشبو تم کو دے گا یا تم اس سے خوشبو خریدو گے یہ دونوں نہ سہی (کم سے کم اس کے پاس) تم عمدہ خوشبو سونگھو گے اور لوہار کی بھٹی پھونکنے والا یا تو آگ اڑا کر تمہارا کپڑا جلا دے گا اور اگر یہ نہ

ہوا اور تم بچ جاؤ تو بدبو ضرور سونگھو گے۔ (بخاری: ۵۵۳۴، مسلم:۲۶۲۸)

۲-حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تنہائی میں جو خرابی میں جانتا ہوں اگر لوگ جان لیتے تو رات کو کوئی بھی شخص تنہا سفر نہ کرتا۔ (بخاری:۲۹۹۸)

۳-عمرو بن شعیب اپنے باپ سے اور وہ ان کے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایک سوار ایک شیطان ہے اور دو سوار دو شیطان ہیں اور اگر تین ہوں تو حقیقی سوار ہیں۔ (ابو داؤد:۲۶۰۷، ترمذی:۱۶۷۴)

سفر میں کتا اور گھنٹی نہ لے جانا:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس جماعت کے ساتھ فرشتے نہیں جاتے ہیں جس میں کتا اور گھنٹی ہو۔ (مسلم:۲۱۱۳)

سفر وغیرہ میں ساتھی کی مدد کرنا:

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم لوگ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک سفر میں تھے اتنے میں ایک آدمی اپنی سواری پر آیا اور دائیں بائیں دیکھنے لگا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس کے پاس زائد سواری ہو وہ اس شخص کو دے دے جس کے پاس سواری نہیں ہے اور جس کے پاس زائد توشہ ہو وہ اس شخص کو دے دے جس کے پاس توشہ نہیں ہے۔ (مسلم:۱۷۲۸)

سوار ہوتے وقت کیا پڑھے:

علی بن ربیعہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دیکھا آپ کے پاس ایک چوپایہ لایا گیا تا کہ آپ اس پر سوار ہوں جب انہوں نے اپنا پیر کجاوہ میں رکھا تو کہا بسم الله پھر جب اس کی پیٹھ پر بیٹھ گئے تو کہا الحمدلله پھر یہ آیت کریمہ پڑھی ﴿سُبْحَانَ الَّذِیْ سَخَّرَ لَنَا هَذَا وَمَا کُنَّا لَهُ مُقْرِنِیْنَ وَإِنَّا إِلَی رَبِّنَا لَمُنقَلِبُوْن﴾ (زخرف:۱۳-۱۴)

پھر انہوں نے تین مرتبہ الحمدلله کہا پھر تین مرتبہ الله اکبر کہا پھر یہ دعاء پڑھی: "سبحانك انی ظلمت نفسی فاغفر لی فانه لا یغفرالذنوب الا انت" پھر انہوں نے

کہا کہ میں نے نبی ﷺ کو ایسے ہی کرتے ہوئے دیکھا ہے جیسا میں نے کیا ہے۔ (ابو داؤد: ۲۶۰۲، ترمذی: ۳۴۴۶)

سفر کی دعا:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب سفر کے لئے نکلتے اور اپنے اونٹ پر بیٹھ جاتے تو تین مرتبہ اللہ اکبر کہتے پھر یہ آیت کریمہ پڑھتے:

﴿سُبْحَانَ الَّذِیْ سَخَّرَ لَنَا هَذَا وَمَا كُنَّا لَهُ مُقْرِنِیْنَ وَإِنَّا إِلَى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُونَ﴾ (زخرف: ۳۱-۴۱) کہو پاک ذات ہے اس کی جس نے اسے ہمارے بس میں کر دیا باوجود یہ کہ ہمیں اسے قابو کرنے کی طاقت نہ تھی اور بالیقین ہم اپنے رب کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں۔

اور کہتے: ﴿اللهم نسألك فی سفرنا هذا البر والتقویٰ ومن العمل ماترضی اللهم هون علینا سفرنا هذا واطوعنا بعده اللهم انت الصاحب فی السفر والخلیفة فی الاهل اللهم انی اعوذ بك من وعثاء السفر وكآبة المنظر وسوء المنقلب فی المال والاهل﴾ "اے اللہ! ہم تجھ سے اپنے سفر میں نیکی وتقویٰ مانگتے ہیں تو ہمیں ایسے عمل کی توفیق دے جس سے تو راضی ہو اے اللہ! تو ہمارے اوپر اس سفر کو آسان کر دے اس کی مسافت سمیٹ دے تو سفر میں میرا ساتھی ہے اور میری غیر موجودگی میں میرے اہل وعیال کا نگہبان ہے اے اللہ! میں سفر کی مشقتوں سے تیری پناہ چاہتا ہوں اور اس بات سے پناہ مانگتا ہوں کہ میں کوئی تکلیف دہ منظر دیکھوں اور جب اپنے مال واہل میں واپس لوٹوں تو کوئی بری چیز پاؤں اور جب آپ سفر سے واپس آتے تو یہی دعا پڑھتے البتہ اس میں یہ الفاظ بھی ہوتے: "آیبون، تائبون، عابدون لربنا حامدون" (ہم لوٹنے والے ہیں، توبہ کرنے والے ہیں، اپنے رب کی عبادت کرنے والے ہیں اور اس کی تعریف کرنے والے ہیں)"۔ (مسلم: ۱۳۴۲)

جب دو آدمی سفر میں نکلیں تو کیا کریں:

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی ﷺ نے ان کو اور حضرت معاذ بن جبل کو

یمن بھیجا تو فرمایا: تم دونوں لوگوں پر آسانی کرتے رہنا، سختی نہ کرنا، خوش کرتے رہنا، (دین سے) نفرت نہ دلانا، دونوں مل جل کر رہنا، اور اختلاف نہ کرنا۔ (بخاری: ۴۳۴۴، مسلم: ۱۷۳۳)

جب تین یا تین سے زیادہ لوگ سفر میں نکلیں تو ان میں سے کسی ایک کو اپنا امیر بنالیں:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تین آدمی سفر میں نکلیں تو ان میں سے ایک کو اپنا امیر بنالیں۔ (ابو داؤد: ۲۶۰۸)

مسافر جب بلندی پر چڑھے تو کیا کہے اور جب نشیبی زمین میں اترے تو کیا کہے:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی ﷺ اور آپ کے لشکر کے لوگ جب بلندی پر چڑھتے تو اللہ اکبر کہتے اور جب نشیب میں اترتے تو سبحان اللہ کہتے۔ (ابو داؤد: ۲۵۹۹)

سفر میں نیند کی کیفیت:

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب سفر میں آخر رات میں آرام کے لئے اترتے تو اپنے دائیں کروٹ پر لیٹ جاتے اور جب صبح سے ذرا پہلے آرام کے لئے اترتے تو اپنا ہاتھ کھڑا کر لیتے اور سر ہتھیلی پر رکھ لیتے۔ (مسلم/ ۶۸۳)

جب کسی جگہ ٹھہرے تو کیا کہے:

خولہ بنت حکیم سلمیہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جو شخص کسی جگہ پر ٹھہرے پھر یہ دعا پڑھ لے: "اعوذ بکلمات الله التامات من شر ما خلق" "تو اس کو وہاں سے کوچ کرنے تک کوئی چیز نہیں پہنچائے گی"۔ (مسلم: ۲۷۰۸)

اگر مسافر صبح کے وقت کوچ کرے تو کیا کہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب سفر میں ہوتے اور صبح کے وقت کوچ کرتے تو یہ دعا پڑھتے: "سمع سامع بحمدالله وحسن بلائه علینا ربنا صاحبنا وافضل علینا عائذاً بالله من النار" (مسلم: ۲۷۱۸)

جب سواری لڑکھڑا جائے تو کیا کہے؟

جب سواری لڑکھڑا جائے تو" بسم الله" کہے۔ (احمد:۲۰۸۶۷، ابو داؤد:۴۹۸۲)

جب کوئی گاؤں دیکھے تو کیا کہے:

حضرت صہیب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی ﷺ جب کوئی گاؤں دیکھتے اور اس میں داخل ہونا چاہتے تو یہ دعا پڑھتے:"اللهم رب السموٰت السبع وما اظللن ورب الارضين السبع وما اقللن ورب الشياطين وما اضللن ورب الرياح وما ذرين فانا نسألك خير هذه القرية وخير اهلها ونعوذبك من شرها وشر اهلها وشرما فيها"
''اے اللہ! ساتوں آسمانوں کے رب اور ان چیزوں کے رب جن پر ان کا سایہ ہے اور ساتوں زمینوں کے رب اور ان چیزوں کے رب جن کو انہوں نے گمراہ کیا ہے اور ہواؤں کے رب اور ان چیزوں کے رب جن کو یہ اٹھائے ہوئے ہیں اور شیاطین کے رب اور ان چیزوں کے رب جن کو یہ ہوائیں بکھیرتی ہیں ہم تجھ سے اس گاؤں کی بھلائی اور اس کے رہنے والوں کی بھلائی مانگتے ہیں اور اس کی برائی اور اس کے رہنے والوں کی برائی اور اس میں جو چیزیں ہیں ان کی برائی سے تیری پناہ مانگتے ہیں''۔ (نسائی فی السنن الکبریٰ: ۸۸۲۶، طحاوی فی مشکل الآثار: ۵۶۹۳، ملاحظہ ہو السلسلة الصحيحة: ۲۷۵۹)

جمعرات کے دن سفر کے لئے نکلنا بہتر ہے:

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی ﷺ جمعرات کے دن غزوہ تبوک کے لئے نکلے اور آپ جمعرات کے دن سفر میں نکلنا پسند کرتے تھے ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ ایسا کم ہی ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کسی سفر میں جمعرات کے سوا اور کسی دن نکلیں۔ (بخاری: ۲۹۵۰-۲۹۴۹)

سفر کے لئے صبح نکلنا اور رات میں چلنا:

۱-حضرت صخر غامدیؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: اے اللہ! تو میری امت کی صبح میں برکت دے آپ جب کوئی لشکر بھیجتے تو دن کے پہلے حصے میں بھیجتے۔(احمد: ۱۵۵۲۲، ابو داؤد: ۲۶۰۶)

۲-حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: تم رات میں چلو اس لئے کہ رات میں زمین سمیٹ دی جاتی ہے۔(یعنی مسافت جلدی قطع ہوتی ہے)(احمد: ۱۵۱۵۷، ابو داؤد: ۲۵۷۱)

جب سفر سے لوٹے تو کیا کہے:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب کسی غزوہ یا حج یا عمرہ سے لوٹتے تو ہر بلند زمین پر چڑھتے وقت تین مرتبہ الله اکبر کہتے پھر کہتے:

"لا اله الا الله وحده لا شريك له له الملك وله الحمد وهو علىٰ كل شئى قدير آيبون، تائبون، عابدون ، ساجدون،لربنا حامدون، صدق الله وعده ونصر عبده وهزم الاحزاب وحده "۔ ''اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ اکیلا ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں اسی کے لئے بادشاہت ہے اسی کے لئے تعریف ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے ہم سفر سے لوٹنے والے ہیں، توبہ کرنے والے ہیں، اپنے مالک کی عبادت کرنے والے ہیں اور سجدہ کرنے والے ہیں، اور اپنے مالک کی تعریف کرنے والے ہیں اللہ تعالیٰ نے اپنا وعدہ سچ کیا، اپنے بندے کی مدد کی اور کافروں کی جماعت کو اکیلے ہی شکست دی''۔(بخاری: ۱۷۹۷، مسلم: ۱۳۴۴)

جب ضرورت پوری ہو جائے تو مسافر کیا کرے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سفر عذاب کا ایک ٹکڑا ہے وہ تمہیں کھانے پینے اور سونے سے روک دیتا ہے پس جب تم میں سے کوئی شخص اپنی ضرورت پوری کرے تو اپنے گھر والوں کی طرف لوٹنے میں جلدی کرے۔(بخاری: ۳۰۰۱، مسلم: ۱۹۲۷)

سفر سے آنے کا وقت:

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سفر سے چاشت کے وقت ہی واپس آتے آپ پہلے مسجد میں دو رکعت نماز پڑھتے پھر وہاں بیٹھتے۔(بخاری: ۴۴۱۸، مسلم: ۷۱۶)

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی ﷺ اپنے گھر والوں کے پاس (سفر سے) رات میں نہیں آتے بلکہ صبح یا شام کے وقت آتے تھے۔(بخاری: ۱۸۰۰، مسلم:۱۹۲۸)

مسافر جب رات کو آنا چاہے تو اپنے گھر والوں کو پہلے مطلع کردے:

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم رات میں (سفر سے) آؤ تو اپنے گھر والوں کے پاس (اچانک) نہ آؤ (بلکہ مطلع کردو) تاکہ وہ عورتیں جن کے شوہران سے دور ہیں اپنے ناف کے نیچے کے بال مونڈ لیں اور پراگندہ بال والیاں اپنے بال میں کنگھی کرلیں۔(بخاری:۵۲۴۶، مسلم کتاب الامارہ:۷۱۵)

۵-سونے اور جاگنے کے آداب

جب سونے کا ارادہ کرے تو کیا کرے:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: رات میں جب سونے لگو تو چراغ بجھا دو اور دروازہ بند کردو اور مشکوں کے منہ باندھ دو اور کھانے پینے کی چیزیں ڈھانپ دو۔(بخاری:۶۲۹۴، مسلم:۲۰۱۲)

سونے سے پہلے ہاتھ میں لگی ہوئی چکنائی دھولینا:

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص اس حال میں سوئے کہ اس کے ہاتھ میں گوشت کی چکناہٹ یا بو ہو اور اس نے اپنا ہاتھ نہ دھویا ہو پھر اس کو کوئی بیماری لاحق ہوگئی تو وہ صرف اپنے آپ کو ملامت کرے۔(ترمذی:۱۸۶۰، ابن ماجہ:۳۲۹۷)

سونے کے وقت سورہ اخلاص اور معوذتین پڑھنا:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہر رات جب بستر پر جاتے تو اپنی دونوں ہتھیلیوں کو ملاتے پھر اس میں پھونکتے پھر اس میں ﴿قل هو الله احد﴾، ﴿قل اعوذ برب الفلق﴾، اور ﴿قل اعوذ برب الناس﴾ پڑھتے پھر اپنی دونوں ہتھیلیوں کو جہاں تک ہوسکتا سارے بدن پر پھراتے آپ اپنے سر اور چہرے اور سامنے کے حصے سے شروع کرتے آپ ایسا تین مرتبہ کرتے تھے۔(بخاری:۵۰۱۷)

حضرت نوفل اشجعی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم قل یا ایها الکافرون پڑھو پھر اسے ختم کرنے کے بعد سوؤ اس لئے کہ وہ شرک سے برأت ہے۔(ابو داؤد:۵۰۵۵، ترمذی:۳۴۰۳)

سونے کے وقت تکبیر اور تسبیح وتحمید:

حضرت علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت فاطمہ رسول اللہ ﷺ کے پاس خادم مانگنے آئیں

لیکن آپ سے ملاقات نہ ہوسکی وہ کہتی ہیں کہ پھر رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس اس وقت تشریف لائے جب ہم اپنے بستروں پر سونے کے لئے جاچکے تھے آپ نے فرمایا کیا میں تم کو ایسی چیز نہ بتاؤں جو تمہارے لئے اس چیز سے بہتر ہے جو تم دونوں نے مجھ سے مانگی ہے؟ جب تم دونوں اپنے بستر پر جانے لگو تو ۳۴ مرتبہ الله اکبر، ۳۳ مرتبہ الحمدلله، اور ۳۳ مرتبہ سبحان الله کہہ لو یہ عمل اس چیز سے بہتر ہوگا جو تم دونوں نے مجھ سے مانگی ہے۔(بخاری: ۳۱۱۳، مسلم: ۲۷۲۷)

سونے کے وقت آیت الکرسی پڑھنا:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے رمضان میں زکوٰۃ کے مال کی حفاظت کرنے کے لئے مقرر کیا تھا ایک شخص آیا اور غلہ بھرنے لگا میں نے اس کو پکڑ لیا اور کہا کہ میں تم کو رسول اللہ ﷺ کے پاس لے جاؤں گا پھر انہوں نے حدیث بیان کی ہے اس نے کہا کہ جب تم اپنے بستر پر جاؤ تو آیت الکرسی پڑھ لیا کرو تمہارے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک محافظ رہے گا اور شیطان تم سے قریب نہیں ہوگا یہاں تک کہ تم صبح کرو نبی ﷺ نے فرمایا کہ وہ جھوٹا ہے لیکن اس نے جو کچھ تم سے کہا ہے وہ سچ ہے اور وہ شیطان ہے۔(بخاری: ۵۰۱)

ضرورت سے زیادہ بستر نہ رکھنا:

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ان سے کہا کہ ایک بستر آدمی کے لئے ہو اور ایک بستر اس کی بیوی کے لئے اور تیسرا مہمان کے لئے، اور چوتھا بستر شیطان کا ہے۔(مسلم: ۲۰۸۴)

عشاء کے بعد گپ شپ نہ کرنا:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ عشاء کی نماز سے پہلے سونا پسند نہیں کرتے تھے اور عشاء کی نماز کے بعد بات چیت کرنا پسند نہیں کرتے تھے۔(بخاری: ۵۹۹، مسلم: ۶۴۷)

بستر جھاڑنا:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص

اپنے بستر پر سونے جائے تو اپنا بستر اپنے تہبند کے اندر کی طرف سے جھاڑ لے کیونکہ معلوم نہیں اس کے پیچھے اس کے بستر پر کوئی کیڑا وغیرہ (جیسے سانپ، بچھو) آ گیا ہو پھر یہ کہے: "باسمك ربي وضعت جنبي، وبك ارفعه، ان امسكت نفسي فارحمها، وان ارسلتها فاحفظها بما تحفظ به عبادك الصالحين" (اے میرے رب! میں تیرا نام لے کر لے کر اپنا پہلو بستر پر رکھتا ہوں اور تیرے ہی حکم سے اسے اٹھاؤں گا اگر تم میری جان اسی حالت میں روک رکھو (یعنی میں مرجاؤں) تو اس پر رحم فرما اور اگر اس کو چھوڑ دے (یعنی مجھے زندہ رکھے) تو اس کے گناہوں سے اس طرح بچائے رکھ جیسے اپنے نیک بندوں کو بچائے رکھتا ہے۔ (بخاری: ۶۳۲۰، مسلم: ۲۷۱۴)

بخاری کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں: تو وہ اسے تین مرتبہ اپنے کپڑے کے کنارے سے جھاڑے۔(بخاری: ۷۳۹۳)

وضو کرنا پھر داہنی کروٹ پر سونا:

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے کہا: جب تم اپنے بستر پر جانے لگو تو نماز کے وضو کی طرح وضو کرو پھر اپنی داہنی کروٹ پر لیٹو اور کہو: "اللهم اسلمت وجهي اليك وفوّضت امري اليك، والجأت ظهري اليك، رغبة ورهبة اليك، لا ملجأ ولا منجا منك الا اليك آمنت بكتابك الذى انزلت وبنبيك الذى ارسلت" اے اللہ! میں نے اپنا چہرہ تیرے سپرد کر دیا اور اپنا سارا معاملہ بھی تجھے سونپ دیا اور اپنی پیٹھ بھی تیری طرف کر دی تجھ سے ثواب کی خواہش کرتے ہوئے اور تیرے عذاب کا ڈر رکھ کر، تجھ سے بھاگ جانے کا ٹھکانہ اور پناہ گاہ بجز تیرے اور کہیں نہیں ہے میں تیری اس کتاب پر جو تو نے اتاری ہے اور تیرے اس نبی پر جو تو نے بھیجا ہے ایمان لایا پس اگر تم یہ دعا پڑھ کر سوئے پھر مر گئے تو ایمان پر تمہارا خاتمہ ہوگا اور ان کلمات کو اپنا آخری کلام بناؤ۔ (بخاری: ۶۳۱۱، مسلم: ۲۷۱۰)

جب سونے کا ارادہ کرے اور جب بیدار ہو تو کیا پڑھے:

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی ﷺ جب رات میں اپنے بستر پر سونے کے لئے جاتے تو اپنا ہاتھ اپنے گال کے نیچے رکھ لیتے پھر کہتے: "اللھم باسمك اموت واحیا" اے اللہ! تیرے نام ہی سے میں مرتا اور جیتا ہوں۔ اور جب بیدار ہوتے تو یہ کہتے: "الحمدلله الذی احیانا بعدما اماتنا والیه النشور" شکر اس اللہ کا ہے جس نے ہمیں مار کر پھر جلایا اور اسی کی طرف ہم کو قیامت کے دن اٹھ کر جانا ہے۔(بخاری:٦٣١٤،مسلم:٢٧١١)

٢-حضرت نوفل اشجعی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم سورة ﴿قل یا ایھا الکافرون﴾ پڑھ کر سویا کرو اس لئے کہ وہ شرک سے بیزاری کا اعلان ہے۔
(ابو داؤد:٥٠٥٥، ترمذی:٣٤٠٣)

٣-حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب سونے کا ارادہ کرتے تو اپنا دایاں ہاتھ اپنے گال کے نیچے رکھتے پھر کہتے: "اللھم قنی عذابك یوم تبعث عبادك"
(احمد:٢٦٩٩٧، ابو داؤد:٥٠٤٥)

٤-حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب بیدار ہو تو یہ کہو: "الحمدلله الذی عافانی فی جسدی ورد علی روحی واذن لی بذکره" (شکر اس اللہ کا جس نے میرے جسم میں عافیت بخشی اور میری روح کو واپس کیا اور مجھے اپنے ذکر کی اجازت دی)(ترمذی:٣٤٠١)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص پاک ہو کر رات گزارتا ہے تو اس کے پاس ایک فرشتہ رات گزارتا ہے پھر جب وہ بیدار ہوتا ہے تو فرشتہ کہتا ہے کہ اے اللہ! تو اپنے فلاں بندے کو بخش دے اس لیے کہ اس نے پاک رہ کر رات گزاری ہے۔(ابن حبان:١٠٥١، السلسلة الصحیحه:٢٥٣٩)

طہارت کی حالت میں سونے کی فضیلت:

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو مسلمان پاکی کی

حالت میں اللہ کا ذکر کرتے ہوئے رات گزارتا ہے اور رات میں بیدار ہو کر اللہ تعالیٰ سے دنیا اور آخرت کی بھلائی مانگتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو عطا کرتا ہے۔(ابو داؤد:٥٠٤٢، ابن ماجه:٣٨٨١)

"اللھم عالم الغیب والشھاده فاطر السماوات والارض رب کل شیء و ملیکه اشھد ان لااله الا انت اعوذبك من شر نفسی ومن شر الشیطان وشرکه" ''اے اللہ پوشیدہ اور ظاہر کے جاننے والے، آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے والے ہر شیء کے رب اور بادشاہ میں گواہی دیتا ہوں کہ تیرے علاوہ کوئی معبود نہیں میں اپنے نفس کی برائی اور شیطان کے شر اور اس کے شرک سے تیری پناہ چاہتا ہوں''۔(طیالسی رقم:٩، ترمذی:٣٣٩٢)

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب سونے جاتے تو اپنا داہنا ہاتھ اپنے گال کے نیچے رکھتے اور یہ کہتے:

"اللھم قنی عذابك یوم تبعث عبادك" اے اللہ! تو مجھے اپنے عذاب سے اس دن بچا لے جس دن تو اپنے بندوں کو اٹھائے گا۔(احمد:١٨٦٥٩، السلسلة الصحیحه: ٢٧٥٤)

حضرت ابو ازہر انماری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب رات میں سونے لگتے تو یہ کہتے: "باسم الله وضعت جنبی اللھم اغفرلی ذنبی واخسئی شیطانی وفك رھانی واجعلنی فی الندی الاعلیٰ"۔ ''اللہ کے نام سے میں نے اپنا پہلو رکھا اے اللہ! تو میرے گناہوں کو معاف کر دے اور میرے شیطان کو ناکام کر دے اور میرے رہن کو چھڑا دے اور مجھے بلند مجلس میں کر دے''۔(ابو داؤد:٥٠٥٤)

سونے کے وقت اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا:

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب اپنے بستر پر سونے کے لئے جاتے تو کہتے: "الحمدلله الذی اطعمنا وسقانا وکفانا وآوانا، فکم ممن لا کافی له ولا مؤوی" ''اللہ کا شکر ہے جس نے ہمیں کھلایا پلایا اور ہمارے لئے کافی ہوا اور ہمیں ٹھکانہ عطا کیا بہت سے لوگ ہیں جن کا کوئی مددگار اور پناہ دینے والا نہیں''۔(مسلم:٢٧١٥)

۱-"اللهم خلقت نفسي وانت توفاها ، لك مماتها ومحياها ، ان احييتها فاحفظها ، وان أمتها فاغفرلها ، اللهم انى اسألك العافية ". "اے اللہ! تونے میری جان کو پیدا کیا ہے اور تو ہی اس کو وفات دینے والا ہے تیرے ہی ہاتھ میں زندگی اور موت ہے اگر تو نے اسے زندہ کیا تو (گناہوں سے) اس کی حفاظت فرما اور اگر اسے موت دیا تو اسے بخش دے اے اللہ! میں تجھ سے عافیت مانگتا ہوں"۔ (مسلم:۲۷۱۲)

۲-"اللهم رب السمٰوات ورب الارض ورب العرش العظيم ربنا ورب كل شئى فالق الحب والنوىٰ ومنزل التوراة والانجيل والفرقان اعوذبك من شر كل شئى انت آخذبنا صيته ".

"اللهم انت الاول فليس قبلك شئى وانت الآخر فليس بعدك شئى وانت الظاهر فليس فوقك شئى وانت الباطن فليس دونك شئى ، اقض عناالدين واغننا من الفقر" (مسلم/۲۷۱۳)

"اے اللہ! آسمان وزمین کے رب اور عرش عظیم کے رب ہمارے اور ہر چیز کے رب دانوں اور گٹھلیوں کے پھاڑنے والے توریت اور انجیل اور فرقان نازل کرنے والے میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں برائی والے کی برائی سے جس کی پیشانی تیرے ہاتھ میں ہے اے اللہ! تو اول ہے تجھ سے پہلے کوئی نہیں اور تو آخر ہے تیرے بعد کوئی نہیں تو ظاہر ہے اور تیرے اوپر کوئی نہیں تو باطن ہے تیرے نیچے کوئی نہیں تو ہمارے قرضوں کو ادا کردے اور محتاجی سے ہمیں بچالے اور غنی کردے"۔

اس حال میں سوئے کہ اس کے دل میں کسی کے لئے حسد وبغض نہ ہو:

۱-حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے رسول اللہ ﷺ کو انصار کے ایک آدمی کے بارے میں تین مرتبہ کہتے ہوئے سنا کہ تمہارے پاس اس وقت ایک جنتی آدمی آرہا ہے، اس حدیث میں ہے کہ عبداللہ بن عمرو نے اس کے پاس تین راتیں گزاریں اور اس سے کہا میں نے تمہارے پاس اس لئے پناہ لی تا کہ تمہارے عمل کو دیکھوں اور اس

کی اقتداء کروں لیکن میں نے تم کو بہت زیادہ عمل کرتے ہوئے نہیں دیکھا پھر کس وجہ سے تم اس مرتبہ تک پہنچے ہو جو رسول اللہ ﷺ نے تمہارے بارے میں کہا ہے، اس نے کہا کہ میں وہی عمل کرتا ہوں جو تم نے دیکھا ہے، پھر جب میں مڑ کر جانے لگا تو اس نے مجھے بلایا اور کہنے لگا میں وہی عمل کرتا ہوں جو تم نے دیکھا البتہ میں کسی مسلمان سے کینہ نہیں رکھتا اور اگر اللہ تعالیٰ نے کسی کو کوئی چیز عطا کی ہے تو میں اس پر حسد نہیں کرتا عبداللہ بن عمرو نے کہا کہ بس تم اسی وجہ سے اس مرتبہ تک پہنچے ہو اور یہی وہ چیز ہے جسے اکثر لوگ نہیں کر پاتے ہیں۔(احمد:۱۲۶۹۷،قال الارنؤط اسناده صحيح)

جب رات میں الٹے پلٹے تو اللہ کا ذکر کرے:

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جو شخص رات میں بیدار ہوا تو اس نے یہ دعا پڑھی:"لا اله الا الله وحده لا شريك له، له الملك وله الحمد وهو علىٰ كل شئى قدير ، الحمدلله ، سبحان الله ، والله اكبر، ولا حول ولا قوة الا بالله" پھر کہے اے اللہ! مجھے معاف کردے یا کوئی دوسری دعا کرے تو اس کی دعا قبول کی جائے گی پس اگر اس نے وضو کیا اور نماز پڑھی تو اس کی نماز قبول کی جائے گی۔
(بخاری:۱۱۵٤)

اگر رات میں بستر پر گھبراہٹ سے نہ سو سکے:

عمرو بن شعیب اپنے باپ سے اور وہ ان کے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی نیند میں گھبرا جائے تو یہ دعا پڑھے:

"اعوذ بكلمات الله التامات من غضبه وعقابه وشر عباده ومن همزات الشياطين وان يحضرون ". "(میں اللہ تعالیٰ کے کلمات تامہ کے ذریعے اس کے غضب، اس کی سزا اور اس کے بندوں کے شر اور شیطان کے وسوسے سے اور ان کے آنے سے پناہ مانگتا ہوں) تو وہ چیز اس کو نقصان نہیں پہنچا سکتی۔(ابو داؤد:۳۸۹۳، ترمذی:۳۵۲۸)

٦-خواب کے آداب

جب خواب میں کوئی ایسی چیز دیکھے جو اسے پسند ہو یا ناپسند ہو تو کیا کہے:

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ اچھے خواب اللہ کی طرف سے ہیں لہٰذا اگر تم میں سے کوئی شخص کوئی اچھی چیز دیکھے تو اس کو صرف اس شخص سے بیان کرے جس سے وہ محبت کرتا ہے اور اگر کوئی بری چیز دیکھے تو اس کے شر سے اور شیطان کے شر سے اللہ کی پناہ مانگے اور تین مرتبہ تھوکے اور اسے کسی سے بیان نہ کرے پھر ایسے خواب اس کو نقصان نہیں پہنچائیں گے۔ (بخاری: ٧٠٤٤، مسلم: ٢٢٦١)

٢-حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جب تم میں سے کوئی شخص ایسا خواب دیکھے جس کو وہ پسند کرتا ہو تو وہ اللہ کی طرف سے ہے اور وہ اس پر اللہ کا شکر ادا کرے اور اسے بیان کرے۔ (بخاری: ٧٠٤٥)

٣-حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص برا خواب دیکھے تو اپنے بائیں جانب تین مرتبہ تھوکے اور تین مرتبہ شیطان سے اللہ کی پناہ مانگے اور اپنا پہلو بدل لے ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ اگر تم میں سے کوئی برا خواب دیکھے تو کھڑا ہو جائے اور نماز پڑھے۔ (مسلم: ٢٢٦٢)

اچھا خواب خوشخبری ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ نبوت میں سے (میری وفات کے بعد) کچھ باقی نہ رہے گا البتہ خوشخبریاں رہ جائیں گی، لوگوں نے پوچھا کہ خوشخبریاں کیا ہیں؟ آپ نے فرمایا: اچھے خواب۔ (بخاری: ٦٩٩٠)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: نیک آدمی کا اچھا خواب نبوت کے چھیالیس حصوں میں سے ایک حصہ ہے۔ (بخاری: ٦٩٨٣، مسلم: ٢٢٦٣)

خواب میں نبی ﷺ کو دیکھنا:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا: تم میرے نام پر نام رکھو لیکن میری کنیت نہ رکھو (یعنی ابو القاسم) اور جس نے مجھے خواب میں دیکھا اس نے مجھے (حقیقت میں) دیکھا اس لئے کہ شیطان میری صورت میں نہیں آ سکتا، اور جس نے میرے اوپر جان بوجھ کر جھوٹ باندھا وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالے۔ (بخاری: ١١٠، مسلم: ٢١٣٤)

اگر نیند میں شیطان کھلواڑ کرے تو اسے لوگوں سے نہ بیان نہیں کرنا چاہیے:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک آدمی نبی ﷺ کے پاس آیا اور کہنے لگا: اے اللہ کے رسول ﷺ میں نے خواب میں دیکھا کہ میرا سر کاٹ لیا گیا ہے، نبی ﷺ یہ سن کر ہنس پڑے، آپ نے فرمایا: جب شیطان تم میں سے کسی کے ساتھ اس کی نیند میں کھلواڑ کرے تو اسے لوگوں سے بیان نہ کرے۔ (مسلم: ٢٢٦٨)

———∘○○∘———

۷-اجازت طلبی کے آداب

گھروں میں داخل ہونے کے آداب:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا بُيُوتاً غَيْرَ بُيُوتِكُمْ حَتَّى تَسْتَأْنِسُوا وَتُسَلِّمُوا عَلَى أَهْلِهَا ذَلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ﴾(النور:۲۷)

''اے ایمان والو! اپنے گھروں کے سوا اور گھروں میں نہ جاؤ جب تک کہ اجازت نہ لے لو اور وہاں کے رہنے والوں کو سلام نہ کرلو یہی تمہارے لئے سراسر بہتر ہے تاکہ تم نصیحت حاصل کرو''۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:﴿فَإِذَا دَخَلْتُم بُيُوتاً فَسَلِّمُوا عَلَى أَنفُسِكُمْ تَحِيَّةً مِّنْ عِندِ اللَّهِ مُبَارَكَةً طَيِّبَةً﴾(النور:۶۱) ''پس جب تم گھروں میں جانے لگو تو اپنے گھر والوں کو سلام کر لیا کرو دعائے خیر ہے جو بابرکت اور پاکیزہ ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل شدہ''۔

اجازت طلبی کی کیفیت:

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی آدمی تین مرتبہ اجازت مانگے لیکن اگر اسے اجازت نہ ملے تو لوٹ جائے۔ (بخاری: ۶۲۴۵، مسلم:۲۱۵۴)

۲-ربعی کہتے ہیں کہ مجھ سے بنو عامر کے ایک آدمی نے بیان کیا کہ اس نے نبی ﷺ سے اجازت طلب کی اس وقت آپ گھر میں موجود تھے اس شخص نے کہا کہ کیا میں اندر آؤں نبی ﷺ نے اپنے خادم سے کہا کہ اس کے پاس جاؤ اور اسے اجازت طلب کرنے کے آداب سکھاؤ اور اس سے کہو کہ اس طرح کہو السلام علیکم کیا میں اندر آؤں اس شخص نے آپ کی بات سن لی پھر اس نے کہا السلام علیکم کیا میں اندر آؤں آپ نے اسے آنے کی اجازت دے دی چنانچہ وہ اندر گیا۔ (ابو داؤد:۲۳۵۱۵، ابو داؤد:۵۲۷۷)

اجازت طلب کرنے والا کہاں کھڑا ہو:

حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی ﷺ جب کسی دروازے پر آتے تھے تو دروازے

کے بالکل سامنے اپنا چہرہ کرکے نہیں کھڑے ہوتے تھے بلکہ دروازے کے دائیں یا بائیں جانب کھڑے ہوتے تھے اور کہتے تھے السلام علیکم، السلام علیکم۔(احمد: ۴۴۸۷۱، ابو داؤد: ۶۸۱۵)

غلاموں اور چھوٹے بچوں کی اجازت طلبی:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لِيَسْتَأْذِنكُمُ الَّذِينَ مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ وَالَّذِينَ لَمْ يَبْلُغُوا الْحُلُمَ مِنكُمْ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ مِن قَبْلِ صَلَاةِ الْفَجْرِ وَحِينَ تَضَعُونَ ثِيَابَكُم مِّنَ الظَّهِيرَةِ وَمِن بَعْدِ صَلَاةِ الْعِشَاء ثَلَاثُ عَوْرَاتٍ لَّكُمْ لَيْسَ عَلَيْكُمْ وَلَا عَلَيْهِمْ جُنَاحٌ بَعْدَهُنَّ طَوَّافُونَ عَلَيْكُم بَعْضُكُمْ عَلَى بَعْضٍ كَذَلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمُ الْآيَاتِ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ﴾(النور:۵۸) ''اے ایمان والو! تم سے تمہاری ملکیت کے غلاموں کو اور انہیں بھی جو تم میں سے بلوغت کو نہ پہنچے ہوں (اپنے آنے کی) تین وقتوں میں اجازت حاصل کرنی ضروری ہے نماز فجر سے پہلے اور ظہر کے بعد جب کہ تم اپنے کپڑے اتار رکھتے ہو اور عشاء کی نماز کے بعد یہ وقت تمہاری (خلوت) اور پردہ کے ہیں، ان وقتوں کے سوا نہ تو تم پر کوئی گناہ ہو نہ ان پر، تم سب آپس میں ایک دوسرے کے پاس بکثرت آنے جانے والو اللہ اس طرح کھول کھول کرا پنے احکام تم سے بیان فرما رہا ہے، اللہ تعالیٰ پورے علم اور کامل حکمت والا ہے''۔

اجازت لے کر ہی سرگوشی کی جائے:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تین آدمی ہوں تو دو آدمی تیسرے کو چھوڑ کر سرگوشی نہ کریں، اس لئے کہ اس سے اس کو غم لاحق ہوگا۔(بخاری:۶۲۹۰، مسلم: ۲۱۸۴)

دوسرے کے گھر میں بغیر اجازت نہ جھانکا جائے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر کسی آدمی نے تمہارے گھر میں بغیر تمہاری اجازت کے جھانکا اور تم نے اسے کنکری پھینک کر مارا اور اس کی آنکھ پھوٹ گئی تو تمہارے اوپر کوئی گناہ نہیں۔(بخاری:۶۸۸۸، مسلم:۲۱۵۸)

۸-چھینکنے کے آداب

چھینکنے والے کو جواب دینا:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ چھینک کو پسند کرتا ہے اور جمائی کو ناپسند کرتا ہے پس جب کوئی مسلمان چھینکے اور الحمدللہ کہے تو ہر مسلمان پر جو اسے سنے اس کا جواب دینا واجب ہے اور جمائی شیطان کی طرف سے ہے جہاں تک ہو سکے اس کو روکے (منہ بند کرکے) جب جمائی لینے والا (منہ کھول کر) ہا کرتا ہے تو شیطان اس پر ہنستا ہے۔ (بخاری:۶۲۲۳)

جمائی کے وقت کیا کرے:

جہاں تک ہو سکے جمائی روکے اور اگر نہ روک سکے تو اپنا ہاتھ منہ پر رکھ لے۔

۱-حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جمائی شیطان کی طرف سے ہے پس جب تم میں سے کسی کو جمائی آئے تو جہاں تک ہو سکے اس کو روکے۔ (بخاری:۶۲۲۳، مسلم:۲۹۹۴)

۲-حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص جمائی لے تو اپنا ہاتھ منہ پر رکھ لے اس لئے کہ شیطان اندر چلا جاتا ہے۔ (۲۹۹۵)

چھینکنے والے کو کیسے جواب دیا جائے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص چھینکے تو الحمدلله کہے اور اس کا بھائی یا ساتھی یرحمك الله کہے پھر جب وہ یرحمک اللہ کہے تو چھینکنے والا "یهدیكم الله ویصلح بالكم" کہے۔ (بخاری:۶۲۲۴)

نافع کہتے ہیں کہ ایک آدمی کو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی بغل میں چھینک آئی اس نے کہا الحمدلله والسلام علی رسول الله، حضرت عبداللہ بن عمر نے کہا میں بھی الحمدلله والسلام علی رسول الله کہتا ہوں لیکن رسول اللہ ﷺ نے ہمیں (اس موقعہ پر) اس طرح کہنا

نہیں سکھایا ہے بلکہ یہ کہنا سکھایا ہے: "الحمدلله علی کل حال" (ترمذی:۲۷۳۸، الارواء:۷۸۰)

۲-حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی چھینکے تو الحمدالله علی کل حال کہے اور اس کا بھائی یا ساتھی یرحمك الله کہے اور وہ (چھینکنے والا) "یهدیكم الله ویصلح بالكم" کہے۔ (ابوداؤد:۵۰۳۳، ترمذی:۲۷۳۸)

اگر کافر چھینکے اور الحمدلله کہے تو کیا کہا جائے:

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ یہود نبی ﷺ کے پاس چھینکتے تھے اس امید میں کہ آپ یرحمك الله کہیں گے لیکن آپ "یهدیكم الله ویصلح بالكم" کہتے تھے۔ (ابوداؤد:۵۰۳۸، ترمذی:۲۷۳۹)

چھینک کے وقت کیا کرے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب چھینکتے تھے تو اپنا ہاتھ یا کپڑا منہ پر رکھ لیتے تھے اور اس سے اپنی آواز پست کر لیتے۔ (ابوداؤد:۵۰۲۹، ترمذی:۲۷۴۵)

کب چھینکنے والے کا جواب دیا جائے:

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ دو آدمیوں نے نبی ﷺ کے پاس چھینکا ان میں سے ایک کی چھینک کا جواب آپ نے دیا اور دوسرے کی چھینک کا جواب نہیں دیا آپ سے اس کے بارے میں کہا گیا تو آپ نے فرمایا: اس نے الحمدلله کہا اور اس نے الحمدلله نہیں کہا۔ (بخاری:۶۲۲۱، مسلم:۲۹۹۱)

چھینکنے والے کو کتنی بار جواب دیا جائے:

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: چھینکنے والے کو تین مرتبہ جواب دیا جائے اور اگر اس سے زیادہ اس کو چھینک آئے تو سمجھو اس کو زکام ہے۔ (ابن ماجہ:۳۷۱۴)

۲-حضرت سلمہ بن اکوعؓ کہتے ہیں کہ انہوں نے نبی ﷺ سے سنا آپ کے پاس ایک آدمی نے چھینکا آپ نے یرحمك الله کہا اس نے دوبارہ چھینکا آپ نے فرمایا کہ اس کو زکام ہے۔ (مسلم:۲۹۹۳)

۹-مریض کی عیادت کے آداب

مریض کی عیادت کی فضیلت:

۱-حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے کسی مریض کی عیادت کی وہ جنت کے لئے چنے ہوئے میوے میں ہوتا ہے یہاں تک کہ لوٹ آئے۔ (مسلم:٢٥٦٨)

۲-حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے کسی مریض کی عیادت کی یا اپنے کسی مسلمان بھائی کی زیارت کی تو ایک پکارنے والا اس سے یہ کہتا ہے کہ تم نے اچھا کیا تمہارا چلنا اچھا رہا اور تم نے جنت میں ایک گھر بنالیا۔ (ترمذی:٢٠٠٨، ابن ماجہ:١٤٤٣)

۳-حضرت علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جو شخص اپنے مسلمان بھائی کے پاس اس کی عیادت کے لئے آیا وہ جنت کے چنے ہوئے میوے میں چلتا ہے یہاں تک کہ بیٹھ جائے پھر جب وہ (مریض کے پاس) بیٹھ جاتا ہے تو اس کو رحمت ڈھانپ لیتی ہے اگر وہ صبح کے وقت جاتا ہے تو اس پر ستر ہزار فرشتے شام تک درود بھیجتے ہیں اور اگر شام کے وقت جاتا ہے تو صبح تک اس پر ستر ہزار فرشتے درود بھیجتے ہیں۔ (ابو داؤد:٣٠٩٨، ابن ماجہ:١٤٤٢)

مریض کی عیادت کی مشروعیت:

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں سات چیزوں کا حکم دیا اور سات چیزوں سے منع کیا، ہمیں یہ حکم دیا کہ ہم جنازہ میں شرکت کریں، مریض کی عیادت کریں، دعوت لینے والے کی دعوت قبول کریں مظلوم کی مدد کریں قسم پوری کریں سلام کا جواب دیں اور چھینکنے والے کی چھینک کا جواب دیں (یرحمک اللہ کہیں) اور آپ نے ہمیں چاندی کے برتن، سونے کی انگوٹھی، خالص ریشمی کپڑے اور دیباج، قسی اور استبرق سے منع کیا ہے (یہ سب ریشمی کپڑوں کی قسمیں ہیں) (بخاری:١٢٣٩، مسلم:٢٠٦٦)

جب کسی مصیبت زدہ کو دیکھے تو کیا کہے:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے کسی مصیبت زدہ کو دیکھا پھر یہ کہا: "الحمدلله الذی عافانی مما ابتلاك به وفضلنی علی کثیر ممن خلق تفضیلا" اللہ کا شکر ہے جس نے مجھے اس چیز سے نجات دی جس نے تمہیں آزمائش میں ڈالا ہے اور مجھے اپنی بہت ساری مخلوقات پر فضیلت بخشی تو اس مصیبت سے اسے زندگی بھر چھٹکارا مل جائے گا چاہے وہ مصیبت جو بھی ہو۔ (ترمذی:٣٤٣١، ابن ماجہ:٣٨٩٢)

عیادت کرنے والا کہاں بیٹھے:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی ﷺ جب مریض کے عیادت کرنے آتے تو اس کے سر کے پاس بیٹھتے۔ (بخاری فی الآداب المفرد:٥٤٦)

عیادت کے وقت مریض کے لئے کیا دعا کرے:

۱-حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جس نے کسی ایسے مریض کی عیادت کی جس کی موت ابھی نہ آئی ہو اور اس کے پاس سات مرتبہ یہ کہا: "أسال الله العظیم رب العرش العظیم ان یشفیك" تو اللہ تعالیٰ اسے مرض سے نجات دے دے گا۔ (ابو داؤد:٣١٠٦، ترمذی:٢٠٨٣)

۲-حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جب کوئی آدمی مریض کی عیادت کے لئے آئے تو یہ کہے: "اللهم اشف عبدك ینكأ لك عدواً او یمشی لك الی صلوٰة" اے اللہ! تو اپنے بندے کو شفاء دے تا کہ وہ تیرے دشمن سے جنگ کرے یا تیری خاطر کسی جنازہ میں شرکت کرے اور ایک روایت میں نماز کا لفظ ہے۔

۳-حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب کسی مریض کے پاس آتے یا آپ کو اس کے پاس لایا جاتا تو آپ یہ کہتے: "اذهب الباس رب الناس اشف وانت الشافی لا شفاء الا شفاؤك شفاءً لا یغادر سقما" اے لوگوں کے رب! تو

بیماری کو لے جا اور شفاء عطا کر تو ہی شفاء عطا کرنے والا ہے اصل تندرستی وہ ہے جو تو عنایت فرمائے ایسی شفاء جو بیماری کو نہ چھوڑے۔(بخاری: ۵۶۷۵، مسلم: ۲۱۹۱)

۴-حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی ﷺ جب کسی مریض کی عیادت کرنے جاتے تو یہ کہتے: "لا بأس طهور ان شاء الله" کوئی بات نہیں ان شاء اللہ یہ بیماری گناہوں کو پاک کرے گی۔(بخاری: ۳۶۱۶)

عورتیں مردوں کی عیادت کرسکتی ہیں اگر فتنہ کا اندیشہ نہ ہو:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب مدینہ تشریف لائے تو حضرت ابوبکر اور حضرت بلال بیمار پڑ گئے میں ان دونوں کے پاس گئی میں نے کہا اے ابا! آپ کیسے ہیں حضرت عائشہ کہتی ہیں پھر میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آئی اور آپ کو بتایا آپ نے فرمایا اے اللہ! مدینہ کو ہمارے نزدیک مکہ کی طرح یا اس سے بھی زیادہ محبوب بنا اور اس کی ہوا صحت بخش بنا دے اور مدینہ میں برکت دے اور وہاں کا بخار جحفہ منتقل کردے۔(بخاری: ۵۶۵، مسلم: ۱۳۷۶)

مشرک کی عیادت:

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک یہودی لڑکا نبی ﷺ کی خدمت کرتا تھا اتفاق سے وہ بیمار پڑ گیا آپ اس کی عیادت کے لئے آئے اور اس کے سر کے پاس بیٹھ گئے آپ نے اس سے کہا کہ اسلام لے آؤ اس نے اپنے باپ کی طرف دیکھا جو اس کے پاس ہی تھا اس نے کہا ابوالقاسم ﷺ کی بات مان لو چنانچہ اس نے اسلام قبول کرلیا پھر نبی ﷺ نکلے آپ یہ کہہ رہے تھے اللہ کا شکر ہے جس نے اس کو جہنم سے بچا لیا۔(بخاری: ۱۳۵۶)

مریض پر پھونکنا:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اپنے مرض الموت میں معوذات پڑھ کر اپنے اوپر پھونکتے پھر جب مرض بڑھ گیا تو میں انہیں پڑھ کر آپ کے اوپر پھونکتی تھی اور آپ کا ہاتھ برکت کے لئے آپ کے بدن پر پھیرتی تھی۔(بخاری: ۵۷۳۵، مسلم: ۲۱۹۲)

مریض کو ان چیزوں کی رہنمائی کرنا جو اس کے لئے نفع بخش ہو:

۱-حضرت عثمان بن ابوالعاص ثقفی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے ایک درد کی شکایت کی جسے وہ اپنے بدن میں اسلام لانے کے وقت سے محسوس کررہے تھے رسول اللہ ﷺ نے ان سے کہا کہ تم اپنا ہاتھ جسم کے اس حصہ پر رکھو جہاں تکلیف ہے پھر تین مرتبہ بسم اللہ کہو اور سات مرتبہ "اعوذ بالله وقدرته من شر ما اجد واحاذر" کہو۔(مسلم: ۲۲۰۲)

۲-حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: شفاء تین چیزوں میں ہے۔ پچھنا لگوانے میں، شہد پینے میں، اور آگ سے داغنے میں لیکن میں اپنی امت کو داغنے سے منع کرتا ہوں۔ (بخاری: ۵۶۸۱، مسلم: ۲۲۰۵)

۳-حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ کلونجی میں ہر بیماری سے شفاء ہے سوائے موت کے۔(بخاری: ۵۶۸۸، مسلم: ۲۲۱۵)

ام رافع رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ نبی ﷺ کے جسم میں جب بھی کوئی زخم ہوتا یا کانٹا چبھتا تو آپ اس پر مہندی رکھتے تھے۔(ترمذی: ۲۰۵۴، ابن ماجہ: ۳۵۰۲)

مریض اور میت کے پاس کیا کہا جائے:

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم مریض یا میت کے پاس جاؤ تو بھلی بات کہو اس لئے کہ فرشتے اس چیز پر آمین کہتے ہیں جو تم کہتے ہو وہ کہتی ہیں کہ جب ام سلمہ کا انتقال ہوگیا تو میں نبی ﷺ کے پاس آئی اور کہا: اے اللہ کے رسول! ابوسلمہ کا انتقال ہوگیا ہے، آپ نے فرمایا تم یہ کہو اے اللہ تو مجھے اور انہیں بخش دے اور مجھے اچھا بدلہ دے وہ کہتی ہیں کہ میں نے یہ دعا کی چنانچہ اللہ تعالیٰ نے مجھے ابوسلمہ سے بہتر محمد ﷺ کو عطا کیا۔ (مسلم: ۹۱۹)

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ابوسلمہ کے پاس آئے اس وقت ان کی نگاہ پھٹی ہوئی تھی آپ نے اس کو بند کردیا پھر فرمایا اے اللہ! تو ابوسلمہ کی مغفرت فرما اور ان کا درجہ ان لوگوں میں بلند کردے جن کی تو نے حق کی طرف رہنمائی کی ہے اور پسماندگان میں تو ان کا

جانشین اور قائم مقام بنا اور اے رب العالمین! ہمیں اور انہیں بخش دے ان کی قبر کو کشادہ کردے اور اس میں ان کے لئے نور پیدا کردے۔(مسلم: ۹۲۰)

میت کا بوسہ لینا:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا آپ عثمان بن مظعون کا بوسہ لے رہے تھے جب کہ وہ مرچکے تھے یہاں تک کہ میں نے آنسو بہتے دیکھا۔
(ابو داؤد: ۳۱۶۳، ترمذی: ۶۸۹)

حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ حضرت ابوبکر نے نبی ﷺ کا بوسہ لیا جب کہ آپ کا انتقال ہو چکا تھا۔ (بخاری: ۵۷۰۹)

بیمار کے اوپر دعا پڑھنا:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کے رسول اللہ ﷺ اپنی بعض بیویوں پر دعا پڑھتے تھے (درد کے مقام پر) اپنا دایاں ہاتھ پھیرتے اور کہتے اے اللہ! لوگوں کے پروردگار تو بیماری لے جا اور شفا دے اور تو ہی شفا دینے والا ہے اصل تندرستی وہی ہے جو تو عنایت فرمائے ایسی تندرستی دے کہ کوئی بیماری باقی نہ رہے۔(بخاری: ۵۷۴۳، مسلم: ۲۱۹۱)

۲-حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب بیمار پڑتے تو یوں کہتے "باسم الله تربة ارضنا وريقة بعضنا يشفى سقيمنا باذن ربنا" بسم اللہ یہ ہماری زمین کی مٹی ہے اور ہم میں سے بعض کا تھوک ہے ہمارے بیمار کو ہمارے مالک کے حکم سے شفاء ہو جائے گی۔ (بخاری: ۵۷۴۶، مسلم: ۲۱۹۴)

آپ شہادت کی انگلی میں اپنا تھوک لگاتے پھر اس پر مٹی رکھتے پھر اسے بیماری کی جگہ پر رکھتے اور رکھتے وقت یہ دعا پڑھتے۔

۳-حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نبی ﷺ کے پاس آئے اور کہنے لگے اے محمد! کیا آپ بیمار ہیں آپ نے فرمایا ہاں، انہوں نے کہا: "باسم الله ارقيك

من كل شئى يوذيك من شركل نفس اوعين حاسد الله يشفيك باسم الله ارقيك" اللہ کے نام سے میں تم پر دعا پڑھتا ہوں ہر اس چیز سے محفوظ رہنے کی جو تمہیں تکلیف سے اور ہر نفس سے شر سے یا حسد کرنے والی آنکھ سے اللہ تمہیں شفا دے اللہ کے نام سے میں تم پر دعا پڑھتا ہوں۔(۲۱۸۶)

جب کسی شہر میں طاعون پھیل جائے تو مسلمان کیا کرے:

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: طاعون ایک عذاب ہے جسے اللہ تعالی نے بنی اسرائیل پر یا تم سے پہلے لوگوں پر بھیجا تھا، پس جب تم کسی سرزمین میں طاعون پھیلنے کی خبر سنو تو وہاں مت جاؤ اور جب اس سرزمین میں طاعون آجائے جہاں تم ہو تو وہاں سے نہ بھاگو۔(بخاری: ۳۴۷۳، مسلم: ۲۲۱۸)

—— ◦O◦ ——

۱۰-لباس کے آداب

لباس میں دو فائدے ہیں:

۱-ایک ستر پوشی اور زینت۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿يَا بَنِي آدَمَ خُذُوا زِينَتَكُمْ عِندَ كُلِّ مَسْجِدٍ﴾ (اعراف: ۳۱) ''اے اولاد آدم! تم مسجد کی ہر حاضری کے وقت اپنا لباس پہن لیا کرو''۔

۲-دوسرے گرمی اور ٹھنڈک سے حفاظت۔ جیسا کہ اللہ نے فرمایا ہے: ﴿وَجَعَلَ لَكُمْ سَرَابِيلَ تَقِيكُمُ الْحَرَّ وَسَرَابِيلَ تَقِيكُم بَأْسَكُمْ كَذَٰلِكَ يُتِمُّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تُسْلِمُونَ﴾ (نحل: ۸۱) ''اور اسی نے تمہارے لئے کرتے بنائے ہیں جو تمہیں گرمی سے بچائے اور ایسے کرتے بھی جو تمہیں لڑائی کے وقت کام آئیں''۔

اللہ تعالیٰ نے بنی آدم کے لئے لباس مشروع کیا ہے:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿یا بنی آدم قد أنزلنا علیکم لباسا یواری سوءاتکم وریشا ولباس التقوی ذلک خیر ذلک من آیات اللہ لعلهم یتذکرون o﴾ (الاعراف: ۲۶) ''اے آدم (علیہ السلام) کی اولاد! ہم نے تمہارے لئے لباس پیدا کیا ہے جو تمہاری شرم گاہوں کو بھی چھپاتا ہے اور موجب زینت بھی ہے اور تقوے کا لباس یہ اس سے بڑھ کر ہے یہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ہے تاکہ یہ لوگ یاد رکھیں''۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِينَةَ اللَّهِ الَّتِي أَخْرَجَ لِعِبَادِهِ وَالطَّيِّبَاتِ مِنَ الرِّزْقِ قُلْ هِيَ لِلَّذِينَ آمَنُوا فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا خَالِصَةً يَوْمَ الْقِيَامَةِ كَذَٰلِكَ نُفَصِّلُ الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ﴾ (الاعراف: ۳۲) ''آپ فرمائیے کہ اللہ تعالیٰ کے پیدا کئے ہوئے اسباب زینت جس کو اس نے اپنے بندوں کے واسطے بنایا ہے اور کھانے پینے کی حلال چیزوں کو کس شخص نے حرام کیا ہے آپ کہہ دیجئے کہ یہ اشیاء اس طور پر کہ قیامت کے روز خالص ہوں گی اہل ایمان کے لئے اور دینوی زندگی میں

مؤمنوں کے لئے بھی ہیں، ہم اس طرح تمام آیات کو سمجھ داروں کے واسطے صاف صاف بیان کرتے ہیں۔

سب سے افضل لباس:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم سفید کپڑا پہنو اس لئے کہ وہ سب سے بہتر ہے اور اسی میں اپنے مردوں کو کفن دو۔ (ابو داؤد: ۴۰۶۱، ابن ماجہ: ۱۴۷۲)

۲-حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ کپڑوں میں نبی ﷺ کو سبز یمنی چادر پہننا بہت پسند تھا، حبرہ ایک منقش سوتی کپڑا ہے۔ (بخاری: ۵۸۱۳، مسلم: ۲۰۷۹)

۳-حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا سب سے محبوب کپڑا قمیص تھی۔ (ابو داؤد: ۴۰۲۵، ابن ماجہ: ۳۵۷۵)

مرد اور عورت اپنا ازار کہاں باندھیں:

۱-حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مسلم کا ازار آدھی پنڈلی تک ہونا چاہئے اور اگر آدھی پنڈلی اور ٹخنوں کے درمیان ہے تب بھی کوئی حرج یا گناہ نہیں اور اگر ٹخنوں کے نیچے ہے تو وہ اپنے پہننے والے کو دوزخ میں لے جائے گا اور جس نے اپنا ازار گھمنڈ سے زمین میں گھسیٹا تو اللہ تعالیٰ اس کی طرف (قیامت کے دن) نہیں دیکھے گا۔

(ابو داؤد: ۴۰۹۳، ابن ماجہ: ۳۵۳۷)

۲-حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے اپنا ازار گھمنڈ سے زمین میں گھسیٹا اس کی طرف اللہ تعالیٰ قیامت کے دن نہیں دیکھے گا۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ عورتیں اپنے دامن کو کیا کریں آپ نے فرمایا ایک بالشت لٹکالیں انہوں نے کہا کہ پھر ان کے قدم کھل جائیں گے آپ نے فرمایا پھر ایک ہاتھ لٹکائیں اور اس سے زیادہ نہ کریں۔ (ترمذی: ۱۷۳۱، نسائی: ۵۳۳۶)

ٹخنوں کے نیچے کپڑا لٹکانے والوں کے لئے وعید:

۱-حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے تکبر سے ازار، قمیص اور عمامہ لٹکایا اس کی طرف اللہ تعالیٰ قیامت کے دن نہیں دیکھے گا۔(ابو داؤد: ٤٠٩٤، نسائی: ٥٣٣٤)

۲-حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تین قسم کے آدمیوں سے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن بات نہیں کرے گا اور نہ ان کی طرف دیکھے گا اور نہ انہیں گناہوں سے پاک کرے گا اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے، یہ بات آپ نے تین مرتبہ دہرائی، حضرت ابوذر نے کہا کہ وہ تو ناکام ہوئے اور خسارہ میں پڑ گئے، اے اللہ! کے رسول آخر وہ کون لوگ ہیں؟ آپ نے فرمایا کپڑا (تکبر سے ٹخنے کے نیچے) لٹکانے والے، احسان کر کے احسان جتانے والے اور جھوٹی قسم کھا کر اپنا سامان بیچنے والے۔(مسلم: ١٠٦)

۳-حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو ازار ٹخنے سے نیچے ہو وہ اپنے پہننے والے کو دوزخ میں لے جائے گا۔(بخاری: ٥٧٨٧)

کس لباس اور فرش سے منع کیا گیا ہے:

۱-حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم ریشم نہ پہنو اس لئے کہ جس نے دنیا میں ریشم پہنا آخرت میں اسے نہ پہنے گا۔(بخاری: ٥٨٣٤، مسلم: ٢٠٦٩)

۲-حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میری امت کے مردوں کے لئے ریشم کا لباس اور سونا حرام کیا گیا ہے اور عورتوں کے لئے حلال کیا گیا ہے۔(ترمذی: ١٧٢٠، نسائی: ٥٢٦٥)

۳-حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی ﷺ نے ہمیں سات باتوں کا حکم دیا ہے: مریض کی عیادت کرنے کا، جنازے کے ساتھ جانے کا، اور چھینکنے والے کی چھینک کا جواب دینے کا اور ہم کو خالص ریشمی کپڑا، دیباج، قسی اور استبرق اور سرخ زین پوشوں کے استعمال سے منع

کیا ہے۔(بخاری: ٩٤٨٥، مسلم: ٦٦٠٢)

۴-حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دو قسم کے جہنمیوں کو میں نے نہیں دیکھا ایک وہ لوگ جن کے پاس گائے کی دم کی طرح کوڑے ہوتے ہیں اور وہ اس سے لوگوں کو مارتے ہیں اور دوسری وہ عورتیں جو نیم برہنہ لباس پہنتی ہیں اور اٹھلاتے ہوئے مٹک کر چلتی ہیں (تاکہ لوگوں کو اپنی طرف مائل کریں) ان کے سر اونٹ کے کوہان کی طرح ہلتے رہتے ہیں وہ جنت میں نہیں جائیں گی اور نہ اس کی خوشبو پائیں گی حالاں کہ اس کی خوشبو اتنے اور اتنے فاصلے سے محسوس کی جاتی ہے۔(مسلم: ٢١٢٨)

۵-حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے میرے بدن پر زرد رنگ سے رنگے ہوئے دو کپڑے دیکھے آپ نے فرمایا: یہ کفار کے کپڑے ہیں لہٰذا انہیں نہ پہنو۔(مسلم: ٢٠٧٧)

۶-حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی ﷺ نے ہمیں سونے اور چاندی کے برتنوں میں کچھ کھانے اور پینے سے منع کیا ہے اور خالص ریشمی کپڑے اور دیباج پہننے اور ان پر بیٹھنے سے منع کیا ہے۔(بخاری: ٥٨٣٧)

۷-ابوملیح اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے درندوں کے چمڑے کو استعمال کرنے سے منع کیا ہے۔(ابو داؤد/٤١٣٢، ترمذی/١٧٧٠)

ایسا کپڑا پہننا جائز نہیں جس میں صلیب ہو یا کسی جاندار کی تصویر ہو اور نہ شہرت کا لباس پہننا جائز ہے۔

کس قسم کے لباس اور چال سے منع کیا گیا ہے؟

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ لِلنَّاسِ وَلَا تَمْشِ فِي الْأَرْضِ مَرَحًا إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُورٍ وَاقْصِدْ فِي مَشْيِكَ وَاغْضُضْ مِن صَوْتِكَ إِنَّ أَنكَرَ الْأَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَمِيرِ﴾ (لقمان: ١٨-١٩) ”لوگوں کے سامنے اپنے گال نہ پھلا اور

زمین پر اترا کر نہ چل کسی تکبر کرنے والے شیخی خورے کو اللہ تعالیٰ پسند نہیں فرماتا اپنی رفتار میں میانہ روی اختیار کرو اور اپنی آواز پست کرو یقیناً آوازوں میں سب سے بدتر آواز گدھوں کی آواز ہے''۔

عورتوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَلَا يَضْرِبْنَ بِأَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِينَ مِن زِينَتِهِنَّ﴾ (نور: ۳۱) ''اور اس طرح زور زور سے پاؤں مار کر نہ چلیں کہ ان کی پوشیدہ زینت معلوم ہو جائے''۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے دو لباسوں سے منع کیا ہے ایک یہ کہ آدمی ایک کپڑے میں گوٹ مار کر بیٹھے اور اس کی شرم گاہ پر کپڑا نہ ہو، دوسرے یہ کہ ایک کپڑے کو اس طرح لپیٹ لیں کہ دوسری جانب کھلا رہے۔ (بخاری: ۵۸۲۱)

۴-حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایک شخص ایک جوڑا پہن کر بالوں میں کنگھی کئے اتراتا جارہا تھا اچانک اللہ تعالیٰ نے اس کو زمین میں دھنسا دیا قیامت تک وہ اس میں تڑپتا رہے گا۔ (بخاری: ۵۷۸۹، مسلم: ۲۰۸۸)

۵-حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے عورتوں کی مشابہت اختیار کرنے والوں مردوں اور مردوں کی مشابہت اختیار کرنے والی عورتوں پر لعنت بھیجی ہے۔ (بخاری: ۵۸۸۵)

۶-حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے کسی قوم کی مشابہت اختیار کی وہ انہیں میں سے ہے۔ (احمد: ۵۱۱۴، ملاحظہ ہو الارواء: ۱۲۶۹، ابو داؤد: ۴۰۳۱)

عورتیں اپنی زینت ظاہر نہ کریں:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُل لِّأَزْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَاءِ الْمُؤْمِنِينَ يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِن جَلَابِيبِهِنَّ ذَٰلِكَ أَدْنَىٰ أَن يُعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَّحِيمًا﴾ (الأحزاب/۵۹) ''اے نبی! اپنی بیویوں سے اور اپنی صاحبزادیوں سے اور مسلمانوں کی عورتوں

سے کہہ دو کہ وہ اپنے اوپر اپنی چادریں لٹکا لیا کریں، اس سے بہت جلد ان کی شناخت ہو جایا کرے گی پھر نہ ستائی جائیں گی، اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے''۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَقُل لِّلْمُؤْمِنَاتِ يَغْضُضْنَ مِنْ أَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوجَهُنَّ وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلَىٰ جُيُوبِهِنَّ﴾ (النور: ۳۱) ''مسلمان عورتوں سے کہو کہ وہ بھی اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی عصمت میں فرق نہ آنے دیں اور اپنی زینت کو ضاہر نہ کریں سوائے اس کے جو ظاہر ہے اور اپنے گریبانوں پر اپنے دوپٹے ڈالے رکھیں''۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَالْقَوَاعِدُ مِنَ النِّسَاءِ اللَّاتِي لَا يَرْجُونَ نِكَاحًا فَلَيْسَ عَلَيْهِنَّ جُنَاحٌ أَن يَضَعْنَ ثِيَابَهُنَّ غَيْرَ مُتَبَرِّجَاتٍ بِزِينَةٍ وَأَن يَسْتَعْفِفْنَ خَيْرٌ لَّهُنَّ وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ﴾ (النور: ۶۰) ''بڑی بوڑھی عورتیں جنہیں نکاح کی امید (اور خواہش ہی) نہ رہی ہو وہ اگر اپنے کپڑے اتار رکھیں تو ان پر کوئی گناہ نہیں بشرط کہ وہ اپنا بناؤ سنگھار ظاہر کرنے والیاں نہ ہوں، تاہم اگر ان سے بھی احتیاط رکھیں تو ان کے لئے بہت افضل ہے اور اللہ تعالیٰ سنتا اور جانتا ہے''۔

زینت اور صفائی ستھرائی کا اہتمام:

ابو الاحوص اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا: میں رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک ردی کپڑا پہن کر آیا آپ نے فرمایا: کیا تمہارے پاس مال ہے کہا ہاں، پوچھا کون سا مال انہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اونٹ، بکریاں، گھوڑے اور غلام عطا کئے ہیں آپ نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ نے تمہیں مال عطا کیا ہے تو اس کی نعمت اور کرامت کا اثر تمہارے جسم پر دکھائی دینا چاہئے۔ (ابو داؤد: ۴۰۶۳، نسائی: ۵۲۲۴)

۲-حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس آئے آپ نے ایک آدمی کے بال پراگندہ دیکھے آپ نے فرمایا کیا اس کے پاس کوئی کنگھی نہیں جس سے اپنا بال درست کرے اور آپ نے ایک دوسرے آدمی کو دیکھا وہ گندہ کپڑا پہنے ہوا تھا آپ نے فرمایا کیا اس کے پاس پانی نہیں جس سے اپنا کپڑا دھولے۔ (ابو داؤد: ۴۰۶۲، نسائی: ۵۲۳۶)

سر کا لباس:

حضرت عمرو بن حویرث رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ گویا میں منبر پر رسول اللہ ﷺ کو دیکھ رہا ہوں آپ کے سر پر ایک کالا عمامہ تھا جس کے دونوں کناروں کو آپ نے اپنے دونوں کندھوں کے درمیان لٹکا لیا تھا۔ (مسلم : ١٣٥٩)

جب نیا کپڑا پہنے تو کیا کہے:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ نیا کپڑا پہنتے تو اس کو اس کا نام لیتے خواہ قمیص ہو یا عمامہ پھر کہتے: "اللهم لك الحمد انت كسوتنيه ، أسالك من خيره وخير ما صنع له واعوذبك من شره وشرما صنع له" اے اللہ! تعریف تیرے لئے ہی ہے تو نے مجھے اسے پہنایا میں تجھ سے اس کی بھلائی مانگتا ہوں اور جو بھلائی اس کے لئے لکھی گئی ہے وہ مانگتا ہوں اور اس کی برائی سے تیری پناہ مانگتا ہوں اور اس برائی سے تیری پناہ مانگتا ہوں جو اس کے لئے لکھی گئی ہے۔

ابونضرہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ میں سے جب کوئی نیا کپڑا پہنتا تو اس سے کہا جاتا: "تبلى ويخلف الله تعالىٰ "تم اسے بوسیدہ کرو پھر اللہ تعالیٰ تمہیں اس کی جگہ دوسرا کپڑا عطا کرے۔(ابوداؤد: ٤٠٢٠، ترمذی: ١٧٦٧)

جو شخص نیا کپڑا پہنے اس کو کیا دعا دی جائے:

حضرت ام خالد بنت خالد رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس کچھ کپڑے آئے ان میں ایک کالی اونی چادر بھی تھی، آپ نے صحابہ سے فرمایا بتاؤ یہ چادر میں کس کو پہناؤں، لوگ خاموش رہے پھر آپ نے کہا ام خالد کو میرے پاس لاؤ چنانچہ لوگ مجھے نبی ﷺ کے پاس لائے پھر آپ نے اپنے ہاتھ سے مجھے وہ چادر پہنائی اور فرمایا "ابلِي واخلقي" (پرانی کرو اور پھاڑو، یعنی زندہ رہنے کی دعا دی) آپ نے ایسا دو مرتبہ کہا۔

جوتا پہننا مستحب ہے اور جوتا کیسے پہنا جائے:

۱-حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو ایک جنگ میں فرماتے ہوئے سنا کہ تم کثرت سے جوتے پہنو اس لئے کہ آدمی جب تک جوتا پہنے رہتا ہے سوار ہوتا ہے۔ (مسلم: ٦٩٠٢)

۲-حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص جوتا پہنے تو دائیں طرف سے شروع کرے اور جب جوتا نکالے تو بایاں پاؤں پہلے نکالے داہنا پاؤں پہننے میں اول رہے اور اتارنے میں آخر رہے۔(بخاری: ٥٨٥٦، مسلم: ٢٠٩٧)

مردوں کا انگوٹھی پہننا اور انگوٹھی کہاں پہنی جائے:

۱-حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے سونے کی انگوٹھی پہننے سے منع کیا ہے۔(بخاری: ٥٨٦٤، مسلم: ٢٠٩٧)

۲-حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی ﷺ کی انگوٹھی چاندی کی تھی اور اس کا نگ بھی اسی میں سے تھا۔(بخاری: ٥٨٧٠)

۳-حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اپنے داہنے ہاتھ میں چاندی کی انگوٹھی پہنتے تھے جس کے اندر ایک حبشی نگ تھا اور اس کا نگ آپ ہتھیلی کی طرف اندر رکھتے تھے۔ (مسلم: ٢٠٩٤)

۴-حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک انگوٹھی بنوائی اور فرمایا ہم نے انگوٹھی بنوائی ہے اور اس پر ایک نقش کروایا ہے، یہ نقش کوئی دوسرا نہ کروائے، حضرت انس کہتے ہیں کہ اس کی چمک گویا کہ میں آپ کی خنصر (چھنگلیا) میں دیکھ رہا ہوں۔ (بخاری: ٥٨٧٤)

عورتوں کے لئے سونے اور چاندی کا زیور پہننا جائز ہے جیسے انگوٹھی ہار وغیرہ:

۱-حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نبی ﷺ کے ساتھ عید میں موجود تھا، آپ نے خطبہ سے پہلے عید کی نماز پڑھی، پھر عورتوں کے پاس آئے ان کو خیرات کرنے کا حکم دیا وہ چھلے اور انگوٹھیاں بلال کے کپڑے میں ڈالنے لگیں۔(بخاری: ٥٨٨٠، مسلم: ٨٨٤)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ انہوں نے حضرت اسماء سے ایک ہار مانگ کر لیا تھا وہ

(راستے میں گر گیا) رسول اللہ ﷺ نے اس کو ڈھونڈنے کے لئے ایک آدمی کو بھیجا وہ ہار اسے مل گیا اس وقت نماز کا وقت ہو گیا تھا اور لوگوں کے پاس پانی نہیں تھا تا کہ وضو کر کے نماز پڑھیں چنانچہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے اس کی شکایت کی پھر اللہ تعالیٰ نے تیمّم کی آیت کو نازل کیا۔

(بخاری:٣٣٦، مسلم:٣٦٧)

لباس اور بستر میں تواضع اختیار کرنا:

حضرت ابو بردہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت عائشہ نے ہمارے سامنے ایک کپڑا اور ایک موٹا تہبند نکالا اور کہنے لگیں کہ رسول اللہ ﷺ کی روح انہیں دونوں کپڑوں میں قبض کی گئی تھی۔(بخاری:٥٨١٨، مسلم:٢٠٨٠)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا بستر جس پر آپ سوتے تھے چمڑے کا تھا جس میں کھجور کے درخت کی چھال بھری ہوئی تھی۔(مسلم:٢٠٨٢)

—— ∘∘○∘∘ ——

٤-کتاب الأذکار

اس میں مندرجہ ذیل چیزوں کا بیان ہے:

۱-ذکر کی فضیلت

۲-صبح وشام ذکر کرنا

۳-مطلق ذکر

۴-مقید ذکر

۱-عام حالات میں ذکر

۲-سخت اوقات میں ذکر

۳-پیش آمدہ امور کے اذکار

۵-شیطان سے بچنے کی دعائیں اور اذکار

٦-جادو اور ایذاء رسانی کا علاج

۷-نظر بد کی دعا

۱- فضائل اذکار

نبی اکرم ﷺ کا طریقۂ ذکر:

نبی ﷺ لوگوں میں سب سے زیادہ اللہ کا ذکر کرنے والے تھے، آپ ہر وقت اور ہر حالت میں اللہ کا ذکر کرتے تھے، آپ کا پورا کلام ذکر اللہ پر مشتمل ہے، آپ کے اوامر ونواہی سب میں یہ چیز پائی جاتی ہے، آپ نے اللہ کے اسماء وصفات افعال واحکام کے بارے میں جو بھی خبر دی ہے وہ بھی ذکر ہی ہے آپ کی تسبیح وتحمید سوال ودعا اور خوف ورجاء سب ذکر ہے۔

ہم نے اس باب میں ان شرعی اذکار کو بیان کیا ہے جو قرآن کریم اور صحیح احادیث میں وارد ہوئی ہیں۔

اللہ کا ذکر سب سے آسان اور سب سے افضل عبادت ہے کیوں کہ زبان کی حرکت دوسرے اعضاء کی حرکتوں سے آسان ہے، ذکر الٰہی دوسری بہت سی عبادات پر فضیلت وثواب کے اعتبار سے بھاری ہے۔

ذکر اور دعا اصل میں خفیہ طور پر ہی کرنی چاہئے اور زور سے صرف وہی دعائیں پڑھی جائیں جن کا بیان شریعت میں ہے۔

۱- اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَاذْكُر رَّبَّكَ فِي نَفْسِكَ تَضَرُّعاً وَخِيفَةً وَدُونَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ وَالآصَالِ وَلاَ تَكُن مِّنَ الْغَافِلِينَ﴾ (اعراف: ۲۰۵) ”اور اے شخص اپنے رب کو یاد کر اپنے دل میں عاجزی کے ساتھ اور خوف کے ساتھ اور زور کی آواز کی نسبت کم آواز کے ساتھ صبح اور شام اور اہل غفلت میں سے مت ہونا“۔

۲- اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿ادْعُواْ رَبَّكُمْ تَضَرُّعاً وَخُفْيَةً إِنَّهُ لاَ يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ﴾ (اعراف: ۵۵) ”تم لوگ اپنے پروردگار سے دعا کیا کرو گڑگڑا کر بھی اور چپکے چپکے بھی واقعی اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو ناپسند کرتا ہے جو حد سے نکل جائیں“۔

قرآن کریم میں اللہ کے ذکر کی فضیلت:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿فَاذْكُرُونِي أَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُواْ لِي وَلاَ تَكْفُرُونِ﴾ (بقرة: ۱۵۲) ”اس لئے تم میرا ذکر کرو میں بھی تمہیں یاد کروں گا میری شکرگزاری کرو اور ناشکری سے بچو“۔

۲- اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿الَّذِينَ آمَنُواْ وَتَطْمَئِنُّ قُلُوبُهُم بِذِكْرِ اللّهِ أَلاَ بِذِكْرِ اللّهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوبُ﴾ (رعد: ۲۸) ”جو لوگ ایمان لائے ان کے دل اللہ کے ذکر سے اطمینان حاصل کرتے ہیں یاد رکھو کہ اللہ کے ذکر سے ہی تسلی حاصل ہوتی ہے“۔

۳- اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَالذَّاكِرِينَ اللَّهَ كَثِيراً وَالذَّاكِرَاتِ أَعَدَّ اللَّهُ لَهُم مَّغْفِرَةً وَأَجْراً عَظِيماً﴾ (احزاب: ۳۵) ”بکثرت اللہ کا ذکر کرنے والے اور ذکر کرنے والیاں ان (سب کے) لئے اللہ تعالیٰ نے (وسیع) مغفرت اور بڑا ثواب تیار کر رکھا ہے“۔

ذکر الٰہی کے فوائد:

ذکر کے بہت سے فوائد ہیں ان میں سے بعض اہم فوائد یہ ہیں:

اس سے اللہ تعالیٰ خوش ہوتا ہے اور شیطان بھاگتا ہے، مشکل کام آسان ہو جاتا ہے برائی دور ہو جاتی ہے دل سے غم وحزن چلا جاتا ہے، دل اور بدن مضبوط ہوتا ہے، دل اور چہرہ روشن ہوتا ہے، اس سے روزی حاصل ہوتی ہے، خوف زائل ہو جاتا ہے، یہ جنت کا پودا ہے۔

ذکر الٰہی سے گناہ معاف ہوتے ہیں، وہ عذاب سے بچاتا ہے، بندے اور اس کے رب کے درمیان وحشت کو زائل کرتا ہے، اس سے اللہ بھی بندے کو یاد رکھتا ہے، ذکر الٰہی سے اللہ سے محبت اور انسیت پیدا ہوتی ہے، آدمی اس کی طرف رجوع کرتا ہے، اس سے قربت حاصل کرتا ہے، ذکر الٰہی ذکر کرنے والے کو قوت بخشتی ہے، وہ تر وتازہ رہتا ہے، اس کے چہرہ پر جلال ہوتا ہے، اس سے آدمی کو دلی سکون ملتا ہے، ذکر کرنے والے کو اللہ کی رحمت ڈھانپے رہتی ہے، فرشتے اسے اپنے پروں سے ڈھانپے رہتے ہیں، اس کا ذکر اللہ تعالیٰ فرشتوں میں کرتا ہے اور اس کی وجہ سے فرشتوں پر فخر کرتا ہے، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے ہمیں ہمیشہ ذکر کرنے کا حکم دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اذْكُرُوا اللَّهَ ذِكْراً كَثِيراً وَسَبِّحُوهُ بُكْرَةً وَأَصِيلاً﴾ (احزاب: ٤١-٤٢) ”اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ کا ذکر بہت زیادہ کرو، اور صبح وشام اس کی پاکیزگی بیان کرو“۔

باقی رہنے والی نیکیاں:

١- **سبحان الله:** اس کا معنیٰ تمام عیوب ونقائص سے اللہ تعالیٰ کو پاک وصاف ٹھہرانا ہے اور اس کی ربوبیت والوہیت اور اسماء وصفات میں کسی کو ہم مثل اور شریک نہ ٹھہرانا ہے۔

٢- **الحمدلله:** اس کا مطلب اللہ تعالیٰ کے لئے تمام محامد ثابت کرنا ہے وہ اپنی ذات اسماء وصفات میں محمود ہے، اور وہ اپنے افعال وانعام اور دین وشریعت میں قابل تعریف ہے۔

٣- **لاالٰہ الا اللہ:** اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں اس میں تمام مخلوقات کی عبادت کا انکار ہے، اور اس بات کو ثابت کرنا ہے کہ عبادت صرف اللہ کی ہونی چاہئے جس کا کوئی شریک نہیں۔

٤- **اللہ اکبر:** اس کا معنیٰ اللہ وحدہ لاشریک لہ کے لیے عظمت وکبریائی ثابت کرنا ہے۔

٥- **لاحول ولاقوۃ الا باللہ:** اس کا معنیٰ یہ ہے کہ صرف اللہ ہی حرکت وقوت کا مالک ہے، اللہ ہی حالات بدلتا ہے اور اس کی مدد کے بغیر ہم کوئی کام نہیں کر سکتے۔

حدیث میں ذکر الٰہی کی فضیلت:

١- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میرا بندہ میرے بارے میں جو گمان کرتا ہے میں اس کے پاس ہوتا ہوں اور جب وہ مجھے یاد کرتا ہے تو میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں پس اگر وہ مجھے اپنے دل میں یاد کرتا ہے تو میں اس کو اپنے دل میں یاد کرتا ہوں اور اگر وہ مجھے لوگوں میں یاد کرتا ہے تو میں اس کو لوگوں میں یاد کرتا ہوں جو ان سے بہتر ہیں (یعنی فرشتوں میں) اور اگر وہ مجھ سے ایک بالشت قریب ہوتا ہے تو میں اس سے ایک ہاتھ قریب ہوتا ہوں اور اگر وہ مجھ سے ایک ہاتھ قریب ہوتا ہے تو میں اس سے دو ہاتھ قریب ہوتا

ہوں اور اگر وہ میرے پاس چلتے ہوئے آتا ہے تو میں اس کے پاس دوڑتے ہوئے آتا ہوں۔
(بخاری: ٧٤٠٥، مسلم: ٢٦٧٥)

٢- حضرت ابوموسیٰ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص اللہ یاد کرتا ہے اس کی مثال زندے کی سی ہے اور جو اس کو یاد نہیں کرتا اس کی مثال مردے کی سی ہے۔ (بخاری/ ٦٤٠٧)

مجالس ذکر کی فضیلت:

اغر ابومسلم کہتے ہیں کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت ابوہریرہ اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہما نے اس بات کی گواہی دی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جب کچھ لوگ بیٹھ کر اللہ کا ذکر کرتے ہیں تو ان کو فرشتے ڈھانپ لیتے ہیں اور ان کو رحمت ڈھانپ لیتی ہے اور ان پر سکینت نازل ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ ان لوگوں کا ذکر ان لوگوں میں کرتا ہے جو اس کے پاس ہیں (یعنی فرشتوں میں)
(مسلم: ٢٧٠٠)

ہر مجلس میں اللہ کا ذکر اور نبی ﷺ پر درود واجب ہے:

١- اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ إِلَيْهِ تَبْتِيلاً﴾ (مزمل: ٨) ”تو اپنے رب کے نام کا ذکر کیا کر اور تمام خلائق سے کٹ کر اس کی طرف متوجہ ہو جا“۔

٢- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس مجلس میں کچھ لوگ بیٹھے اور اس میں اللہ کا ذکر نہیں کیا اور نہ نبی ﷺ پر درود بھیجا تو وہ مجلس ان لوگوں کے لئے وبال ثابت ہوگی پھر اگر اللہ تعالیٰ چاہے گا تو انہیں سزا دے گا اور اگر چاہے گا تو انہیں معاف کر دے گا۔ (احمد: ٩٥٨٠، السلسلة الصحيحة: ٧٤، ترمذی: ٣٣٨٠)

٣- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس مجلس سے لوگ کھڑے ہو جائیں اور اس میں اللہ کا ذکر نہ کریں تو وہ ایسی مجلس سے کھڑے ہوتے ہیں جو گدھے کے بد بودار حصے کی طرح ہے اور ایسی مجلس ان کے لئے باعث حسرت ہوگی۔ (ابو داؤد: ٤٨٥٥، ترمذی: ٣٣٨٠)

ہمیشہ اللہ کا ذکر کرنے کی فضیلت:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿إِنَّ فِی خَلْقِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلاَفِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ لآيَاتٍ لِّأُولِی الألْبَابِ الَّذِينَ يَذْكُرُونَ اللّهَ قِيَاماً وَقُعُوداً وَعَلَىَ جُنُوبِهِمْ وَيَتَفَكَّرُونَ فِی خَلْقِ السَّمَاوَاتِ وَالأَرْضِ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هَذا بَاطِلاً سُبْحَانَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ﴾(آل عمران : ۱۹۰-۱۹۱) ’’آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں رات دن کے ہیر پھیر میں یقیناً عقلمندوں کے لئے نشانیاں ہیں جو اللہ تعالیٰ کا ذکر کھڑے اور بیٹھے اور اپنی کروٹوں پر لیٹے ہوئے کرتے ہیں اور آسمان و زمین کی پیدائش میں غور وفکر کرتے ہیں اور کہتے ہیں اے ہمارے پروردگار! تو نے یہ بے فائدہ نہیں بنایا تو پاک ہے پس ہمیں آگ کے عذاب سے بچالے‘‘۔

۲-حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک آدمی نے کہا: اے اللہ کے رسول! اسلام کے احکامات میرے اوپر بہت سے ہوگئے ہیں لہٰذا آپ مجھے کوئی ایسی (جامع) چیز بتائیں جس سے میں چمٹا رہوں آپ نے فرمایا: تمہاری زبان ہمیشہ اللہ کے ذکر سے تر رہنی چاہیے۔ (ترمذی:۳۳۷۵، ابن ماجہ:۳۷۹۳)

۳-حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: کیا میں تمہیں بہتر عمل نہ بتاؤں جو تمہارے رب کے پاس سب سے زیادہ پاکیزہ ہے اور اس سے تمہارے درجات سب سے زیادہ بلند ہوں گے اور وہ سونے اور چاندی کے خرچ کرنے سے بھی زیادہ تمہارے لئے بہتر ہے اور اس بات سے بھی بہتر ہے کہ تمہاری ملاقات تمہارے دشمنوں سے ہو اور تم ان کی گردنیں ماردو اور وہ تمہاری گردنیں ماریں لوگوں نے کہا ہاں ضرور بتائیں، آپ نے فرمایا وہ اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے۔(ترمذی:۳۳۷۷، ابن ماجہ: ۷۹۰)

۴-حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ نبی ﷺ ہر وقت اللہ کا ذکر کرتے تھے۔ (مسلم:۳۷۳)

۲-صبح اور شام کے اذکار

یہ چند اذکار ہیں جنہیں صبح وشام ہر مسلمان کو پڑھنا چاہئے قرآن وحدیث میں ان کا ذکر وارد ہوا ہے۔

ذکر کا وقت:

صبح میں فجر کی نماز کے بعد سورج طلوع ہونے سے پہلے اور شام میں عصر کی نماز کے بعد سورج غروب ہونے سے پہلے ذکر کرنا افضل ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿فَاصْبِرْ عَلَى مَا يَقُولُونَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ الْغُرُوبِ﴾ (ق:۳۹) ’’پس یہ جو کچھ کہتے ہیں آپ اس پر صبر کریں اور اپنے رب کی تسبیح تعریف کے ساتھ بیان کریں سورج نکلنے سے پہلے بھی اور سورج غروب ہونے سے پہلے بھی‘‘۔

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جو بندہ ہر دن کی صبح اور ہر رات کی شام میں تین مرتبہ یہ دعا پڑھے گا۔ "باسم الله الذی لا يضر مع اسمه شئ فی الارض ولا فی السماء وهو السميع العليم "تو اس کو کوئی چیز نقصان نہیں پہنچائے گی۔(ترمذی:۳۳۸۸، ابن ماجہ:۳۸۶۹)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک آدمی نبی ﷺ کے پاس آیا اور کہنے لگا: اے اللہ کے رسول! مجھے بچھو نے گذشتہ رات ڈنک مار دیا ہے آپ نے فرمایا کہ اگر شام کے وقت تم یہ کہتے: "اعوذ بکلمات الله التامات من شر ما خلق "تو وہ تم کو تکلیف نہیں پہنچاتا۔ (مسلم:۲۷۰۹)

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ان کے پاس کھجور سکھانے کا کھلیان تھا وہاں سے کھجور کم ہو جاتی تھی ایک رات انہوں نے اس کی نگرانی کی اتفاق سے ایک بالغ لڑکے کی شکل میں ایک جانور آیا اور ان سے سلام کیا انہوں نے اس کے سلام کا جواب دیا اور اس سے پوچھا کہ تم کون

ہوجن یا انسان؟ اس نے کہا میں جن ہوں، حضرت ابی بن کعب نے اس سے پوچھا کہ کیا چیز ہمیں تم سے بچا سکتی ہے اس نے کہا یہ آیت جو سورۃ بقرۃ میں ہے ﴿الله لا اله الا هو الحى القيوم﴾ (آیت الکرسی) جس نے شام کے وقت اسے پڑھا وہ صبح تک ہم سے محفوظ رہے گا اور جس نے صبح کے وقت اسے پڑھا وہ شام تک ہم سے محفوظ رہے گا جب صبح ہوئی تو حضرت اُبی بن کعب رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور آپ سے یہ واقعہ بیان کیا آپ نے فرمایا: "صدق الخبيث" اس خبیث نے صحیح کہا۔(حاکم: ۲۰۴٦، طبرانی فی الکبیر: ۱-۲۰۱، ملاحظہ ہو صحیح الترغیب والترهيب: ٦٥٥)

حضرت ابومسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص سورۃ بقرہ کے اخیر کی دو آیتیں رات کو پڑھ لے تو اس کو یہ (ہر آفت سے بچانے کے لئے) کافی ہوں گی۔
(بخاری: ۴۰۰۸، مسلم: ۸۰۷)

معاذ بن عبداللہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا کہ ہمیں نگاہ کی کمزوری لاحق ہوئی ہم رسول اللہ ﷺ کا انتظار کر رہے تھے تا کہ آپ ہمیں نماز پڑھائیں پھر آپ ہمیں نماز پڑھانے کے لئے نکلے آپ نے فرمایا تم کہو میں نے کہا میں کیا کہوں؟ آپ نے فرمایا: صبح وشام تین مرتبہ قل هو الله احد اور معوذتین پڑھ لیا کرو یہ تم کو ہر آفت سے بچانے کے لئے کافی ہوں گی۔
(ترمذی: ۳۵۷۵، نسائی: ۵۴۲۸)

حضرت ابومالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی صبح کرے تو یہ کہے "اصبحنا واصبح الملك لله رب العالمين اللهم انى اسالك خير هذا اليوم فتحه ونصره ونوره وبركته وهداه واعوذبك من شرمافيه وشرما بعده" ہم نے اور ساری کائنات نے اللہ رب العالمین کے لئے صبح کیا اے اللہ! میں تجھ سے اس دن کی بھلائی اس کی فتح ونصرت نور و برکت اور اس کی ہدایت مانگتا ہوں اور اس کے اندر جو برائی ہے اور اس کے بعد جو برائی ہے اس سے تیری پناہ مانگتا ہوں، پھر جب شام کرے تو اسی طرح کہے۔(ابوداؤد: ۵۰۸۴)

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ نے فرمایا: جو مسلمان بندہ صبح یا شام تین مرتبہ یہ کہے "رضيت بالله ربا و بالاسلام دينا وبحمد نبيا" تو اللہ کے اوپر واجب ہے کہ اسے قیامت کے دن خوش کردے۔ (احمد: ۲۳۴۹۹، ابوداؤد: ۵۰۷۲، ملاحظہ ہو تحفة الاخیار ص: ۳۹)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب شام کرتے تو فرماتے "أمسينا وامسى الملك لله والحمدلله لا اله الا الله وحده لا شريك له اللهم انى اسالك من خيرهذه الليلة وخيرمافيها واعوذبك من شرها وشرمافيها اللهم انى اعوذبك من الكسل والهرم و سوء الكبر وفتنة الدنيا وعذاب القبر" ہم نے اور ساری کائنات نے اللہ کے لئے شام کی اللہ کا شکر ہے اس کے علاوہ کوئی معبود نہیں وہ تنہا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اے اللہ! میں تجھ سے اس رات کی بھلائی اور اس کے اندر جو بھلائی رکھی گئی ہے وہ مانگتا ہوں اور اس کی برائی سے اور اس کے اندر جو برائی رکھی گئی ہے اس سے تیری پناہ مانگتا ہوں اے اللہ! میں سستی، انتہائی بڑھاپے اور بڑھاپے کی تکلیف اور دنیا کے فتنے اور عذاب قبر سے تیری پناہ مانگتا ہوں اور جب آپ صبح کرتے تب بھی ایسے ہی کہتے "اصبحنا واصبح الملك لله" (مسلم: ۲۷۲۳)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی ﷺ جب صبح کرتے تو یہ کہتے: "اللهم بك اصبحنا، وبك امسينا، وبك نحياوبك نموت واليك النشور" اور جب شام کرتے تو یہ کہتے: "اللهم بك امسينا وبك اصبحنا وبك نحياوبك نموت واليك المصير" (بخاری فی الادب المفرد: ۱۲۳۴، ابوداؤد: ۵۰٦۸، ملاحظہ ہو السلسلة الصحيحة: ۲٦۲)

حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: سیدالاستغفار یہ ہے کہ آدمی کہے: "اللهم انت ربى لا اله الا انت خلقتنى وانا عبدك وانا على عهدك

ووعدك ما استطعت، اعوذبك من شرماصنعت ابوء لك بنعمتك علی وابوء بذنبی فاغفرلی انه لا یغفرالذنوب الا انت ". اے اللہ! تو میرا مالک ہے تیرے سوا کوئی معبود نہیں تو نے مجھے پیدا کیا ہے میں تیرا بندہ ہوں اور تیرے عہد اور وعدے پر جہاں تک مجھ سے ہوسکتا ہے قائم ہوں میں نے جو برے کام کئے ہیں ان سے تیری پناہ چاہتا ہوں اور میں تیرے احسان اور اپنے گناہ کا اقرار کرتا ہوں میری خطائیں بخش دے تیرے سوا کوئی گناہوں کو بخشنے والا نہیں آپ نے فرمایا جس نے یہ دعا اس پر یقین رکھ کر دن میں پڑھی اور اس دن شام ہونے سے پہلے مرگیا تو وہ جنتی ہے اور جس نے یہ دعا اس پر یقین رکھ کر رات میں پڑھی اور اس رات صبح ہونے سے پہلے مرگیا تو وہ اہل جنت میں سے ہے۔ (بخاری:٦٣٠٦)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ سے کہا کہ اے اللہ کے رسول! مجھے کچھ ایسی چیزیں سکھائیے جسے میں صبح اور شام کہوں آپ نے فرمایا اے ابوبکر! تم یہ کہو: "اللھم فاطر السموات والارض عالم الغیب والشھادة رب کل شئی وملیکه اعوذبك من شر نفسی ومن شر الشیطان وشرکه وان اقترف علی نفسی سوءاً أو اجره الی مسلم ".

اے اللہ آسمانوں اور زمین کے بنانے والے عیب اور حاضر کے جاننے والے ہر چیز کے رب اور بادشاہ میں تجھ سے اپنے نفس کی برائی اور شیطان کی برائی اور اس کے شرک سے پناہ مانگتا ہوں اور اس بات سے پناہ مانگتا ہوں کہ میں اپنے نفس کے خلاف کوئی برا کام کروں یا کسی مسلمان کا برا کروں۔ (بخاری فی الادب المفرد:١٢٣٩، ترمذی:٣٥٢٩)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی ﷺ جب شام کرتے اور جب صبح کرتے تو یہ دعائیں پڑھنا نہ چھوڑتے: "اللھم انی اسالك العفو والعافیة فی الدنیا والآخرة اللھم انی اسالك العفو والعافیة فی دینی ودنیای واھلی ومالی اللھم استر عوراتی وآمن روعاتی واحفظنی من بین یدی ومن خلفی وعن یمینی وعن

شمالی ومن فوقی واعوذبك ان اغتال من تحتی " (ابوداؤد:٥٠٧٤، ابن ماجه: ٣٨٧١) اے اللہ! میں تجھ سے بخشش طلب کرتا ہوں اور دنیا وآخرت میں عافیت مانگتا ہوں اے اللہ! میں تجھ سے بخشش طلب کرتا ہوں اور اپنے دین ودنیا اور اہل ومال میں عافیت مانگتا ہوں اے اللہ! تو میری پردہ پوشی کر اور میرے خوف کو امن میں بدل دے اور میرے آگے پیچھے دائیں بائیں اور اوپر سے میری حفاظت کر اور اس بات سے میں تیری پناہ مانگتا ہوں کہ میں اپنے نیچے سے ہلاک کیا جاؤں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے صبح اور شام سو مرتبہ سبحان الله وبحمده کہا تو قیامت کے دن کوئی بھی شخص اس سے افضل عمل لے کر نہیں آئے گا الا یہ کہ کسی دوسرے شخص نے بھی اسی طرح کہا ہو جس طرح سے اس نے کہا ہے یا اس سے زیادہ کہا ہو۔ (متفق علیہ)

بخاری ومسلم کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ اس کی غلطیاں معاف کردی جاتی ہیں چاہے وہ سمندر کے جھاگ کے برابر ہی کیوں نہ ہوں۔ (بخاری ٦٤٠٥؛ مسلم :٢٦٩٢)

حضرت عبداللہ بن ابزی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی ﷺ جب صبح کرتے اور جب شام کرتے تو یہ کہتے: "اصبحنا علی فطرة الاسلام وعلی کلمة الاخلاص وعلی دین نبینا محمد ﷺ وعلی ملة ابینا ابراهیم حنیفا مسلما و ما کان من المشرکین ".

ہم نے فطرت اسلام، کلمہ اخلاص، اپنے نبی حضرت محمد ﷺ کے دین اور اپنے باپ حضرت ابراہیم کی ملت پر صبح کی جو کہ دین حق کو اختیار کرنے والے اور مسلمان تھے اور مشرکوں میں سے نہیں تھے۔ (احمد:١٥٤٣٤، دارمی:٢٥٨٨)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے ایک دن میں سو مرتبہ "لا اله الا الله وحده لا شریك له ، الملك وله الحمد وهو علی کل شئی قدیر " کہا تو اس کو دو غلاموں کو آزاد کرنے کا ثواب ملے گا اور اس کے لئے سو نیکیاں لکھی

جائیں گی اوراس کی سو برائیاں مٹادی جائیں گی اوراس دن شام تک وہ شیطان کے شر سے محفوظ رہے گا اورکوئی بھی شخص (اس دن) اس سے افضل کوئی عمل نہ لا سکے گا سوائے اس شخص کے جس نے اس کلمہ کوسوبار سے بھی زیادہ پڑھا ہو۔(بخاری:٦٤٠٣، مسلم:٢٦٩١)

حضرت ابوعیاش رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے صبح کے وقت یہ کہا " لا الہ الاالله وحده لا شريك له له الملك وله الحمد وهو على كل شئى قدير " تو اس کوحضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے دس غلاموں کوآزاد کرنے کا ثواب ملے گا اوراس کے لئے دس نیکیاں لکھی جائیں گی اوراس سے دس برائیاں مٹادی جائیں گی اوراس کے دس درجات بلند کردیئے جائیں گے اوروہ (اس دن) شام تک شیطان سے محفوظ رہے گا اور اگر یہ کلمہ شام کے وقت کہے تو اس کے لئے اسی کے مثل ہے یہاں تک کہ صبح کرے۔(ابو داؤد: ٥٠٧٧، ابن ماجه:٣٨٦٧)

حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ نبی ﷺ فجر کی نماز پڑھنے کے بعد ان کے پاس سے نکلے اس وقت وہ اپنی نماز پڑھنے کی جگہ پرتھیں پھر آپ چاشت کے وقت واپس آئے اس وقت بھی وہ اپنی جگہ پر بیٹھی تھیں آپ نے فرمایا: جس حالت میں میں نے تم کو چھوڑا تھا اسی حالت میں اب بھی ہو؟ انہوں نے کہا ہاں آپ نے فرمایا میں نے تمہارے پاس سے جانے کے بعد تین مرتبہ چار کلمات کہے اگر ان کا وزن ان کلمات کے ساتھ کیا جائے جو تم نے اس دوران کہے ہیں تو وہ بھاری ہوجائیں گے اوروہ کلمات یہ ہیں "سبحان الله وبحمده ، عدد خلقه ورضانفسه ، وزنة عرشه ،و مداد كلماته "(مسلم:٢٧٢٦)

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے ہرصبح و شام سات مرتبہ یہ دعا پڑھی:"حسبي الله لااله الا هو عليه توكلت وهو رب العرش العظيم "تو اللہ تعالیٰ اس کے دنیا وآخرت کے ہرغم کو دور کرنے کے لئے کافی ہوگا۔(ابن سنی فی عمل اليوم والليلة :٧١، وصححه الأرنؤوط)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت فاطمہ سے فرمایا: جس چیز کی وصیت میں تم کو کرتا ہوں اس کو سننے سے تم کو کیا چیز روکتی ہے، تم جب صبح اورشام کروتو یہ کہو "يا حي يا قيوم برحمتك استغيث اصلح لى شاني كله ولا تكلني الى نفسي طرفة عين "اے وہ ذات جوزندہ اور ہمیشہ رہنے والی ہے تو ہمارے سارے کاموں کودرست کردے اور مجھے ایک لحمہ کے لئے بھی میرے نفس کے حوالے نہ کر (یعنی مجھے ایک لحمہ کے لئے بھی بے یارومددگار نہ چھوڑ اور اپنی نظر عنایت سے محروم نہ کر)(نسائی فی الکبریٰ :١٠٤٠٥، حاکم :٢٠٠٠، ملاحظہ ہو صحیح الترغیب والترهيب: ٦٥٤، السلسلة الصحيحة :٢٢٧)

—•oOo•—

۳-مطلق اذکار

اس باب میں ہم نے سبحان اللہ ، الحمدللہ ، اللہ اکبر، لا الہ الا اللہ اور استغفر اللہ وغیرہ اذکار کے فضائل بیان کئے ہیں جو ہر وقت مشروع ہیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دو کلمے ایسے ہیں جو زبان پر ہلکے معلوم ہوتے ہیں اور وہ یہ ہیں: سبحان الله العظيم ، سبحان الله وبحمده ، (بخاری: ٦٤٠٤، مسلم: ٢٦٩٤)

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے محبوب کلام چار ہیں: سبحان الله ، الحمدلله، لا اله الا الله اور الله اكبر تم ان میں سے جس کو بھی پہلے کہو کوئی حرج نہیں۔ (مسلم:٢١٣٧)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر میں سبحان الله، الحمدلله، لا اله الا الله اور الله اكبر کہوں تو یہ میرے نزدیک ان تمام چیزوں سے بہتر ہے جس پر سورج طلوع ہوا۔ (مسلم:٢٦٩٥)

حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: پاکی آدھا ایمان ہے اور الحمدلله میزان کو بھر دیتا ہے اور سبحان الله اور الحمدلله آسمانوں اور زمین کے درمیان خلاء کو (نیکیوں سے) بھر دیتے ہیں نماز نور ہے صدقہ دلیل و حجت ہے، صبر روشنی ہے اور قرآن تمہارے حق میں یا تمہارے خلاف حجت ہے ہر آدمی صبح کرتا ہے پھر اپنے نفس کو بیچ دیتا ہے پھر اس کو آزاد کراتا ہے یا بھگا دیتا ہے۔ (مسلم:٢٢٣)

حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا کہ کون سا کلام افضل ہے آپ نے فرمایا جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے فرشتوں یا اپنے بندوں کے لئے چن لیا ہے اور وہ سبحان الله وبحمده ہے۔ (مسلم:٢٧٣١)

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم لوگ رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے آپ نے فرمایا کیا تم میں سے کوئی روزانہ ہزار نیکیاں نہیں کر سکتا، آپ کے ساتھ بیٹھے ہوئے لوگوں میں سے ایک شخص نے کہا کہ ہم میں سے کوئی ہزار نیکی کیسے کر سکتا ہے؟ آپ نے فرمایا سو مرتبہ سبحان الله کہہ لے اس کے بدلے اس کے لئے ہزار نیکیاں لکھی جائیں گی یا اس کی ہزار غلطیاں مٹادی جائیں گی۔ (مسلم: ٢٦٩٨)

ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ اس کے لئے ہزار نیکیاں لکھی جائیں گی اور اس کی ہزار برائیاں مٹادی جائیں گی۔ (احمد: ١٤٩٦، ترمذی:٣٤٦٣)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جس نے سبحان الله العظيم و بحمده کہا اس کے لئے جنت میں ایک کھجور کا درخت لگایا جائے گا۔ (ترمذی: ٣٤٦٥، ملاحظہ ہو السلسلة الصحيحة : ٦٤)

حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے دس مرتبہ "لا اله الا الله وحده لا شريك له ،له الملك وله الحمد وهو علىٰ كل شئي قدير " کہا اس کو حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے چار نفسوں کو آزاد کرنے کا ثواب ملے گا۔ (مسلم:٢٦٣٩)

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک دیہاتی رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ مجھے کوئی ایسا کلام سکھایئے جسے میں کہوں آپ نے فرمایا تم یہ کہو: " لا اله الا الله وحده لا شريك له ، الله اكبر كبيرا والحمدلله كثيرا ،سبحان الله رب العالمين، لا حول ولا قوة الا بالله العزيز الحكيم " اس نے کہا کہ یہ کلمات تو میرے رب کے لئے ہیں پھر میرے لئے کیا ہے؟ آپ نے فرمایا تم یہ کہو: "اللهم اغفرلی وارحمنی واهدنی وارزقنی "(مسلم:٢٦٩٦)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے یہ کہا: "اللهم

انی اشهدك واشهد ملائكتك وحملة عرشك واشهد من فی السمٰوات ومن فی الارض انك انت الله لا اله الا انت وحدك لا شريك لك واشهد ان محمداً عبدك ورسولك"۔ اے اللہ! میں تجھ کو گواہ بناتا ہوں اور تیرے فرشتوں، عرش کے اٹھانے والوں اور زمین میں جتنی چیزیں ہیں سب کو اس بات کے لئے گواہ بناتا ہوں کہ تو اللہ ہے تیرے علاوہ کوئی معبود نہیں تو تنہا ہے تیرا کوئی شریک نہیں اور میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ تیرے بندے اور رسول ہیں، جس نے اسے ایک مرتبہ کہا اللہ تعالیٰ اس کا تہائی حصہ جہنم سے آزاد کردے گا اور جس نے اسے دو مرتبہ کہا اللہ تعالیٰ اس کا دو تہائی حصہ جہنم سے آزاد کردے گا اور جس نے اسے تین مرتبہ کہا اللہ تعالیٰ اس کا پورا حصہ جہنم سے آزاد کردے گا۔(حاکم: ۱۹۲۰، قال الارنؤوط سنده ، ملاحظہ ہو زادالمعاد: ۲-۳۷۳)

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: تم میں سے ہر شخص کے ہر جوڑ پر صدقہ ہے، پس ہر سبحان اللہ صدقہ ہے، ہر الحمدللہ صدقہ ہے ہر لا الہ الا اللہ صدقہ ہے، ہر اللہ اکبر صدقہ ہے، بھلائی کا حکم دینا صدقہ ہے، برائی سے روکنا صدقہ ہے اور ان سب کی جگہ پر چاشت کی دو رکعتیں کافی ہیں۔(مسلم: ۷۲۰)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے یہ کہا "رضيت بالله رباً وبالاسلام ديناً وبمحمد رسولاً" اس کے لئے جنت واجب ہوجائے گی۔(ابو داؤد/ ۱۸۸٤)

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی ﷺ نے ان سے کہا اے عبداللہ بن قیس! کیا میں تمہیں جنت کے خزانوں میں سے ایک خزانہ نہ بتاؤں؟ میں نے کہا اے اللہ کے رسول! ضرور بتائیں، آپ نے فرمایا: تم یہ کہو "لا حول ولا قوة الا بالله" (بخاری: ٦٣٨٤، مسلم: ٢٧٠٤) گناہ سے بچانا اور نیکی کی توفیق دینا اللہ ہی کا کام ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ خدا کی

قسم میں ایک دن میں ستر مرتبہ سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے توبہ واستغفار کرتا ہوں۔(بخاری: ٦٣٠٧)

حضرت اغر مزنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میرے دل پر یہ خواہشات غالب ہوتی ہیں اور میں ایک دن میں سو مرتبہ اللہ تعالیٰ سے توبہ واستغفار کرتا ہوں۔ (مسلم: ٤٠٨)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے میرے اوپر ایک مرتبہ درود بھیجا اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں بھیجا گا۔ (مسلم: ٤٠٨)

حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ انہوں نے نبی ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جس نے یہ کہا "استغفر الله الذی لا اله الا هو الحی القيوم واتوب اليه" اسے بخش دیا جائے گا اگر چہ وہ لشکر (یعنی میدان جنگ) سے بھاگ گیا ہو (جس کا گناہ بہت بڑا ہے) (ابو داؤد: ١٥١٧، ترمذی: ٣٥٧٧)

———•०O०•———

۴-مقید اذکار

بعض اذکار خاص مواقع کے لئے ہیں ان میں سے بعض عام حالات میں پڑھے جاتے ہیں اور بعض مصیبت آنے پر پڑھے جاتے ہیں اور بعض پیش آمدہ امور کے وقت پڑھے جاتے ہیں۔

ا-وہ اذکار جو عام حالات میں پڑھے جاتے ہیں یہ ہیں:

جب کھانا کھائے یا کپڑا پہنے تو کیا کہے:

حضرت معاذ بن انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے کھانا کھایا پھر یہ کہا "الحمدلله الذى اطعمنى هذا الطعام ورزقنيه من غير حول منى ولا قـوة " تو اس کے اگلے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں اور جس نے کوئی کپڑا پہنا پھر یہ کہا "الحمدلله الذى كسانى هذا الثوب ورزقنيه من غير حول منى ولا قوة " تو اس کے اگلے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔(ابو داؤد:۴۰۲۳، ترمذی:۳۴۵۸)

جب نیا کپڑا پہنے تو کیا کہے اور اس سے کیا کہا جائے:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب نیا کپڑا پہنتے تو اس کو اس کا نام لیتے خواہ قمیص ہو یا عمامہ پھر کہتے: "اللهم لك الحمد انت كسو تنيه اسالك من خيره وخير ما صنع له واعوذبك من شره وشر ما صنع له" اے اللہ! تعریف تیرے ہی لئے ہے تو نے مجھے یہ کپڑا پہنایا میں تجھ سے اس کا خیر مانگتا ہوں اور وہ خیر مانگتا ہوں جو اس کے لئے مقدر ہے اور اس کے شر سے تیری پناہ مانگتا ہوں اور اس شر سے پناہ مانگتا ہوں جو اس کے لئے مقدر ہے، ابونضرۃ کہتے ہیں کہ صحابہ کرام میں سے جب کوئی نیا کپڑا پہنتا تو اس سے صحابہ کرام یہ کہتے تم اسے بوسیدہ کرو اور اللہ تعالیٰ اس کی جگہ دوسرا عطا کرے۔(ابو داؤد:۴۰۲۰، ترمذی:۱۷۶۷)

۲-حضرت ام خالد رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس کچھ کپڑے آئے جس میں ایک کالی اونی چادر تھی آپ نے صحابہ سے فرمایا بتاؤ یہ چادر میں کس کو پہناؤں لوگ خاموش

رہے، پھر آپ نے فرمایا کہ ام خالد کو میرے پاس لاؤ چنانچہ لوگ مجھے نبی ﷺ کے پاس لائے پھر آپ نے اپنے ہاتھ سے مجھے وہ چادر پہنائی اور دو مرتبہ یہ کہا "ابلى واخلقى"(پرانی کرو، پھاڑو یعنی زندہ رہنے کی دعا دی) پھر آپ چادر کے نقش ونگار کو دیکھنے لگے اور اپنے ہاتھ سے میری طرف شارہ کرتے ہوئے کہنے لگے: "يا ام خالد هذا سنا "اے ام خالد! یہ کتنی اچھی لگتی ہے۔(بخاری:۵۸۴۵)

گھر میں داخل ہوتے وقت کیا کہے:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جب آدمی اپنے گھر میں داخل ہوتا ہے اور داخل ہوتے وقت اور کھانا کھاتے وقت بسم الله کہتا ہے تو شیطان (اپنے ساتھیوں سے) کہتا ہے کہ اب تمہارے لئے نہ رات گزارنے کی جگہ ہے اور نہ رات کا کھانا ہے اور اگر گھر میں داخل ہوتا ہے اور بسم الله نہیں کہتا تو شیطان کہتا ہے کہ تمہیں رات گزارنے کی جگہ مل گئی اور اگر کھانا کھاتے وقت بھی بسم اللہ نہیں کہتا ہے تو شیطان کہتا ہے کہ اب تمہیں رات گزارنے کی جگہ اور رات کا کھانا مل گیا۔(مسلم:۲۰۱۸)

۲-حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب آدمی اپنے گھر میں داخل ہو تو یہ کہے "اللهم انى اسالك خير المؤلج وخير المخرج باسم الله ولجنا وباسم الله خرجنا وعلى الله ربنا توكلنا " اے اللہ! میرا داخل ہونا بہتر ہو اور میرا نکلنا بہتر ہو اللہ کے نام سے ہم داخل ہوئے اور اللہ کے نام سے ہی باہر جائیں گے اور ہم نے اللہ (اپنے رب) پر بھروسہ کیا پھر اپنے گھر والوں کو سلام کرے۔(ابو داؤد:۵۰۹۴،قال الارنؤوط اسناده صحيح ملاحظه هو زادلمعاد:۲/۳۸۲)

گھر سے نکلنے کے وقت کیا کہے:

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ رسول اللہ جب میرے گھر سے نکلتے تو اپنی نگاہ آسمان کی طرف اٹھا کر یہ دعا پڑھتے: "اللهم انى اعوذ بك ان أضل أو أضل أو ازِل أو أزِل أو اظلم أو أُظلم او أجهل أو يجهل على " اے اللہ! میں اس بات سے تیری پناہ مانگتا

ہوں کہ میں راستہ بھٹک جاؤں یا بھٹکا دیا جاؤں یا پھسل جاؤں یا پھسلا دیا جاؤں یا ظلم کروں یا میرے اوپر کوئی ظلم کرے یا جہالت کروں یا میرے اوپر کوئی جہالت کرے۔(ابو داؤد:٥٠٩٤، ترمذی:٣٤٢٧)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب آدمی اپنے گھر سے نکلتا ہے اور یہ کہتا ہے: "باسم الله توكلت على الله لا حول ولا قوة الا بالله" تو کہا جاتا ہے کہ تم ہدایت یافتہ ہوئے اور (ہر آفت سے) بچا لئے گئے پھر شیطان اس کے پاس آتا ہے تو دوسرا اس سے کہتا ہے کہ اس شخص پر تمہارا بس کیسے چل سکتا ہے جسے ہدایت دی گئی ہے اور جس کی حفاظت کی گئی ہے اور جسے بچا لیا گیا ہے۔(ابو داؤد:٥٠٩٥،ترمذی:٣٤٢٦)

جب بیت الخلاء جائے تو کیا کہے:

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جنوں کی آنکھوں اور انسانوں کی شرم گاہوں کے درمیان پردہ ہے کہ جب تم میں سے کوئی شخص بیت الخلاء جائے تو بسم الله کہہ لے۔(ترمذی:١٤٢، ابن ماجه:٢٩٧)

جب بیت الخلاء سے نکلے تو کیا کہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ بیت الخلاء سے نکلتے تو "غفرانك" کہتے۔(ابو داؤد:٣٠، ترمذی:٧)

جب مسجد جائے تو کیا کہے:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ انہوں نے اپنی خالہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے پاس رات گزاری جب نبی ﷺ ان کے پاس تھے......اس حدیث میں یہ بھی ہے......کہ مؤذن نے اذان دی نبی ﷺ نماز کے لئے نکلے اور آپ یہ کہہ رہے تھے "اللهم اجعل فى قلبى نوراً وفى لسانى نوراً،واجعل فى سمعى نوراً،واجعل فى بصرى نوراً واجعل فى خلفى نوراً ومن امامى نوراً واجعل من فوقى نوراً ومن

تحتی نوراً اللهم اعطنی نوراً" اے اللہ! تو میرے دل میں، میری زبان میں، میرے کان میں، میری آنکھ میں، میرے پیچھے، میرے آگے، میرے اوپر، میرے نیچے نور پیدا کر دے، اے اللہ! تو مجھے نور عطا کر۔(بخاری:٦٣٦١، مسلم:٧٦٣)

مسجد میں داخل ہوتے وقت اور مسجد سے نکلتے وقت کیا کہے:

١-حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی ﷺ جب مسجد میں داخل ہوتے تو یہ دعا پڑھتے:

"اعوذ بالله العظيم وبوجهه الكريم وسلطانه القديم من الشيطان الرجيم"۔ (ابو داؤد:٤٦٦)

٢-دوسری دعا یہ ہے:"**باسم الله والصلوٰة والسلام علىٰ رسول الله اللهم افتح لى ابواب رحمتك**"۔

اور جب مسجد سے نکلے تو یہ کہے:

"**باسم الله والصلوٰة والسلام علىٰ رسول الله اللهم انى اسئلك من فضلك**"

ابن ماجہ میں یہ الفاظ زیادہ ہیں: "**اللهم اعصمنى من الشيطان الرجيم**"۔

(ابو داؤد:٤٦٥، ابن ماجه:٧٧٣، ابن مسند:٨٨،مسلم:٧١٣)

جب چاند دیکھے تو کیا کہے:

حضرت طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی ﷺ جب چاند دیکھتے تو یہ دعا پڑھتے:

"**اللهم اهله علينا باليمن والايمان والسلامة والاسلام ربى وربك الله**" اے اللہ! تو اسے ہمارے اوپر خیر و برکت کے ساتھ ایمان و سلامتی اور اسلام کی حالت میں نکال میرا اور تیرا رب اللہ ہے۔(احمد:١٣٩٧،ملاحظہ ہو السلسلة الصحيحة :١٨١٦، ترمذی:٣٤٥١)

اذان سننے کے بعد کیا کہے:

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص اذان سن چکے پھر یوں دعا کرے:"اللهم رب هذه الدعوة التامة والصلوٰة القائمة آت

محمداً الوسيلة والفضيلة وابعثه مقاماً محموداً الذی وعدته " اے اللہ! جو اس پوری پکار کا مالک ہے اور قائم رہنے والی نماز کا محمد ﷺ کو (قیامت کے دن) وسیلہ عطا فرما اور بڑا رتبہ عنایت کر اور مقام محمود پر ان کو فائز کر جس کا تو نے ان سے وعدہ کیا ہے، قیامت کے دن میری سفارش اس کے لئے واجب ہو جائے گی۔(بخاری:٤ ٦١)

۲-حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے مؤذن کی آواز سننے کے بعد یہ دعا پڑھی "اشهد ان لا اله الا الله وحده لا شريك له وان محمداً عبده ورسوله رضيت بالله ربا وبمحمد رسولاً وبالاسلام ديناً" تو اس کے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔(مسلم:٣٨٦)

۳-حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ انہوں نے نبی ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جب تم مؤذن کی آواز سنو تو اس طرح کہو جس طرح وہ کہتا ہے پھر میرے اوپر درود بھیجو اس لئے کہ جس نے میرے اوپر ایک مرتبہ درود بھیجا اللہ تعالیٰ اس کے بدلے اس پر دس رحمتیں بھیجے گا پھر اللہ تعالیٰ سے میرے لئے وسیلہ مانگو اس لئے کہ وہ جنت میں ایک مقام ہے جو صرف اللہ کے ایک بندے کے لئے ہے اور مجھے امید ہے کہ وہ میں ہوں پس جس نے میرے لئے وسیلہ مانگا اس کے لئے میری سفارش واجب ہوگئی۔ (مسلم:٣٨٤)

۲-وہ اذکار جو مصیبت کے وقت میں کہے جاتے ہیں:

غم اور مشقت کے وقت کیا کہے:

۱-حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ غم و تکلیف کے وقت یہ کہتے تھے: "لا اله الا الله العظيم الحليم ، لا اله الا الله رب العرش العظيم ، لا اله الا الله رب السمٰوات ورب الارض ورب العرش الكريم" اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں جو عرش عظیم کا رب ہے اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں جو آسمانوں اور زمین کا رب ہے اور عرش کریم کا رب ہے۔(بخاری:٦٣٤٦، مسلم:٢٧٣٠)

۲-حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو جب کوئی معاملہ بےچین کر دیتا تو یہ دعا پڑھتے: "يا حيي يا قيوم برحمتك استغيث" (ترمذی:٣٥٢٤)

۳-حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مصیبت زدہ کی دعا یہ ہے: "اللهم رحمتك ارجو فلا تكلني الى نفسي طرفة عين واصلح لي شاني كله لا اله الا انت" اے اللہ! میں تیری رحمت کی امید کرتا ہوں تو مجھے ایک لحہ کے لئے بھی میرے نفس کے حوالہ نہ کر یعنی اپنی نظر عنایت مجھ سے نہ ہٹا اور میرے سارے کاموں کو درست کر دے تیری علاوہ کوئی معبود نہیں۔(احمد:٢٠٧٠٢، ابو داؤد:٥٠٩٠)

۴-حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: حضرت یونس علیہ السلام نے مچھلی کے پیٹ میں یہ دعا کی تھی: " لا اله الا انت سبحانك اني كنت من الظالمين" جس مسلمان نے بھی کسی چیز کے بارے میں یہ دعا پڑھی تو اللہ تعالیٰ اس کی دعا قبول کرے گا۔(ترمذی:٣٥٠٥)

جب کوئی چیز خوفزدہ کر دے تو کیا کہے:

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو جب کوئی چیز خوفزدہ کرتی تو کہتے: "هو الله ربي لا اشرك به شيئاً" .(نسائی فی عمل اليوم والليلة: ٦٥٧، ملاحظہ ہو السلسلة الصحيحة:٢٠٧٠)

جب گھبرا جائے تو کیا کہے:

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ صحابہ کرام کو گھبراہٹ لاحق ہونے کے وقت یہ دعا سکھاتے تھے: "اعوذ بكلمات الله التامة من غضبه و شر عباده ومن همزات الشياطين وان يحضرون " میں اللہ کے کلمات کے ذریعے جو مکمل ہیں اس کے غضب سے، اس کے بندوں کے شر سے، اور شیطانوں کے وسوسے سے پناہ مانگتا ہوں اور اس بات سے پناہ مانگتا ہوں کہ یہ شیاطین میرے پاس آئیں۔(ابو داؤد:٣٨٩٣، ترمذی:٣٥٢٨)

جب غم لاحق ہو تو کیا کہے:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص کو کبھی کوئی غم لاحق ہو اور وہ یہ دعا پڑھے: "**اللهم انی عبدك ، وابن عبدك ، وابن امتك ناصيتی بيدك ماض فی حكمك ، عدل فی قضاؤك ، اسالك بكل اسم هولك ، سميت به نفسك او علمته احداً من خلقك او انزلته فی كتابك او استأثرت به فی علم الغيب عندك ، ان تجعل القرآن ربيع قلبی ونور صدری وجلاء حزنی و ذهاب همی** " اے اللہ! میں تیرا بندہ ہوں، تیرے بندے اور بندی کا بیٹا ہوں، میری پیشانی کا بال تیرے ہاتھ میں ہے تیرا حکم میرے بارے میں نافذ ہونے والا ہے میرے بارے میں تیرا فیصلہ عدل پر مبنی ہے میں تیرے ہر نام سے جو تو نے اپنے لئے خاص کر رکھا ہے یا اپنی مخلوق میں سے کسی کو بتایا ہے یا اپنی کتاب میں نازل کیا ہے یا اپنے علم غیب میں رکھ چھوڑا ہے تجھ سے یہ سوال کرتا ہوں کہ تو قرآن کریم کو میرے دل کی بہار میرے سینے کا نور اور میرے غم و حزن کو دور کرنے والا بنا۔

تو اللہ تعالیٰ اس کے غم کو دور کر دے گا اور اس کی جگہ اسے خوشی عطا کرے گا حضرت عبداللہ بن مسعود کہتے ہیں کہ لوگوں نے کہا کہ اے اللہ کے رسول! کیا ہم اس کو نہ سیکھ لیں آپ نے فرمایا ہاں کیوں نہیں جس نے اس کو سنا ہے اسے سیکھ لینا چاہیئے۔ (احمد: ۳۷۱۲، ملاحظہ ہو السلسلة الصحيحة: ۱۹۹)

جب کسی قوم سے ڈرے تو کیا کہے:

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی ﷺ جب کسی قوم سے ڈرتے تو یہ کہتے: "**اللهم انا نجعلك فی نحورهم ونعوذبك من شرورهم** " اے اللہ! ہم تجھے ان کے مقابلے میں کرتے ہیں اور ان کے شر سے تیری پناہ مانگتے ہیں۔ (احمد: ۱۹۹۸۵، ابوداؤد: ۱۵۳۷)

دوسری دعا یہ ہے: "**اللهم اكفنيهم بما شئت**" اے اللہ! تو مجھے ان لوگوں سے بچا جس طرح تو چاہے" (مسلم: ۳۰۰۵)

جب دشمن سے سامنا ہو تو کیا کہے:

۱- حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب جنگ میں جاتے تو یہ کہتے: "**اللهم انت عضدی ونصيری بك احول وبك اصول وبك اقاتل**" اے اللہ! تو ہی میرا مددگار ہے تیرے ذریعہ ہی میں حرکت کروں گا، تیرے ذریعے ہی میں دشمن پر حملہ کروں گا اور تیرے ذریعے ہی میں جنگ کروں گا۔ (ابوداؤد: ۲۶۳۲، ترمذی: ۳۵۸٤)

دوسری دعا: "**حسبنا الله ونعم الوكيل**" ہے۔

۲- حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ دعا اس وقت پڑھی تھی جب وہ آگ میں ڈالے گئے تھے اور محمد ﷺ نے یہ دعا اس وقت پڑھی تھی جب لوگوں نے یہ کہا تھا: "**ان الناس قدجمعوا لكم فاخشوهم فزادهم ايمانا وقالوا حسبنا الله ونعم الوكيل**" (بخاری: ٤٥٦٣) جب ان سے لوگوں نے کہا کہ کافروں نے تمھارے مقابلے پر لشکر جمع کر لئے ہیں، تم ان سے خوف کھاؤ تو اس بات نے انہیں ایمان میں اور بڑھا دیا اور کہنے لگے ہمیں اللہ کافی ہے اور وہ بہت اچھا کارساز ہے۔

جب دشمن کے خلاف اللہ تعالیٰ سے مدد مانگی جائے تو کیا کہے:

حضرت عبداللہ بن اوفی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جنگ احزاب کے موقع پر رسول اللہ ﷺ نے مشرکین کے خلاف اللہ تعالیٰ سے یہ دعا مانگی تھی:

"**اللهم منزل الكتاب سريع الحساب اللهم اهزم الاحزاب اللهم اهزمهم وزلزلهم** " اے اللہ! کتاب کے نازل کرنے والے، حساب جلد لینے والے تو (کفار کے) لشکروں کو شکست دے اے اللہ! تو انہیں شکست دے اور انہیں ہلا دے۔ (بخاری: ۲۹۳۳، مسلم: ۱۷٤۲)

اگر اس پر کوئی معاملہ غالب آجائے تو کیا کہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: طاقت ور مؤمن

کمزور مؤمن سے بہتر ہے اور اللہ تعالیٰ کو زیادہ محبوب ہے اور ہر ایک میں بھلائی ہے جو چیز تمہیں نفع پہنچائے اس کو حاصل کرنے کی کوشش کرو اور اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کرو اور عاجز مت بنو اور اگر کوئی مصیبت تمہیں لاحق ہو جائے تو یہ نہ کہو کہ اگر میں ایسا کرتا تو ایسے ہوتا بلکہ یہ کہو: **"قدر اللہ و ماشاء فعل"** اللہ نے جو مقدر کیا تھا وہ ہوا اس لئے کہ لفظ ''اگر'' شیطان کے عمل کا دروازہ کھولتا ہے۔ (مسلم: ٢٦٦٤)

جب کوئی گناہ سرزد ہو جائے تو کیا کہے:

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: جو مسلمان کوئی گناہ کرے پھر اچھی طرح وضو کرے اور کھڑے ہو کر دو رکعت نماز پڑھے اور اللہ سے استغفار کرے تو اللہ تعالیٰ اسے معاف کر دے گا، پھر آپ نے یہ آیت کریمہ تلاوت کی:

"والذین اذا فعلوا فاحشة او ظلموا انفسهم ذكروا الله "

(ابو داؤد: ١٥٢١، ترمذی: ٣٠٠٦) جب ان سے کوئی ناشائستہ کام ہو جائے یا کوئی گناہ کر بیٹھیں تو اللہ کا ذکر کرتے ہیں۔

جب کسی کے اوپر قرض ہو اور ادا نہ کر پاتا ہو تو کیا کہے:

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ان کے پاس ایک مکاتب آیا (وہ غلام جو مال معینہ کی ادائیگی کی شرط پر اپنے آپ کو آزاد کرے) اور کہنے لگا کہ میں اپنی آزادی کے لئے مال معینہ ادا نہیں کر سکتا لہٰذا آپ میری مدد کریں انہوں نے کہا کہ کیا میں تم کو ایسے کلمات نہ سکھا دوں جنہیں رسول اللہ ﷺ نے مجھے سکھایا ہے؟ (اس کو پڑھنے کے بعد) اگر تمہارے اوپر جبل ثبیر کے برابر بھی قرض ہوگا تو اللہ تعالیٰ اسے ادا کرا دے گا۔ تم یہ کہو: **"اللهم اكفني بحلالك عن حرامك واغنني بفضلك عمن سواك "** (احمد: ١٣١٩، ترمذی: ٣٥٦٣)

٢- حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ یہ دعا پڑھتے تھے:

"اللهم انى اعوذبك من الهم والحزن والعجز والكسل والجبن والبخل وضلع

الدين وغلبة الرجال " اے اللہ! میں تجھ سے رنج و غم، عاجزی و سستی، بزدلی و بخیلی، کمر توڑ قرض اور دشمنوں کے غلبہ سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔ (بخاری: ٦٣٦٩)

جب کوئی چھوٹی یا بڑی مصیبت آئے تو کیا کہے:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿ وَبَشِّرِ الصَّابِرِينَ الَّذِينَ إِذَا أَصَابَتْهُم مُّصِيبَةٌ قَالُوا إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعونَ أُولَـئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوَاتٌ مِّن رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ وَأُولَـئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُونَ ﴾ (البقرة: ١٥٥-١٥٧) ''اور صبر کرنے والوں کو خوشخبری دیدیجئے جنہیں جب کوئی مصیبت آتی ہے تو کہہ دیا کرتے ہیں کہ ہم تو خود اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہیں اور ہم اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں، ان پر ان کے رب کی نوازشیں اور رحمتیں ہیں اور یہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں''۔

٢- حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جو بندہ مصیبت پڑنے پر یہ کہے: ﴿إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعون﴾ **"اللهم اجرني في مصيبتي واخلف لي خيرا منها "** تو اللہ تعالیٰ اس کو اس کی مصیبت پر اجر دے گا اور اس کو نعم البدل عطا کرے گا۔ (مسلم: ٩١٨)

شیطان کو بھگانے اور اس کے وسوسے کو دور کرنے کے لئے کیا کہے:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَإِمَّا يَنزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيْطَانِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللَّهِ إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ﴾ (فصلت: ٣٦) اور اگر شیطان کی طرف سے کوئی وسوسہ آئے تو اللہ کی پناہ طلب کرو، یقیناً وہ بہت ہی سننے اور جاننے والا ہے۔

٢- اذان دے، ہمیشہ ذکر کرے، قرآن کی تلاوت کرے، آیت الکرسی پڑھے اس کی تفصیل ان شاء اللہ آگے آئے گی۔

غصہ کے وقت کیا کہے:

حضرت سلیمان بن صرد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ دو آدمیوں نے نبی ﷺ کے پاس آپس میں گالی گلوچ کی اس وقت ہم آپ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے ان میں سے ایک اپنے ساتھی کو گالی دے

رہا تھا اور اس کا چہرہ غصہ سے سرخ ہو گیا تھا نبی ﷺ نے فرمایا: مجھے ایک ایسا کلمہ معلوم ہے کہ اگر وہ اسے کہہ لے تو اس کا غصہ ختم ہو جائے اور وہ **"اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم"** ہے۔ (بخاری: ٦١١٥، مسلم: ٢٦١٠) میں شیطان رجیم سے اللہ کی پناہ چاہتا ہوں۔

۳- پیش آمدہ امور کے اذکار:

مرغ کی آواز، گدھے کی آواز، اور کتے کے بھونکنے کی آواز سنے تو کیا کہے:

۱- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم مرغ کی آواز سنو تو اللہ تعالیٰ سے اس کا فضل مانگو اس لئے کہ اس نے کسی فرشتے کو دیکھا ہے اور جب تم گدھے کی آواز سنو تو شیطان سے اللہ کی پناہ مانگو، اس لئے کہ اس نے کسی شیطان کو دیکھا ہے۔ (بخاری: ٣٣٠٣، مسلم: ٢٧٢٩)

۲- حضرت جابر بن عبداللہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص کسی مجلس میں بیٹھا ہوا اور خوب شور وغل کیا ہو پھر کھڑے ہونے سے پہلے یہ دعا پڑھ لی: **"سبحانك اللهم وبحمدك اشهد ان لا اله الا انت استغفرك واتوب اليك"** تو اس مجلس میں اس سے جو غلطی سرزد ہوئی ہے وہ معاف کر دی جائے گی۔ (احمد: ١٠٤٢٠، ترمذی: ٣٤٣٣)

اگر کسی کو کسی مرض وغیرہ میں مبتلا دیکھے تو کیا کہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص کسی شخص کو کسی مصیبت میں مبتلا دیکھے اور یہ کہے: **"الحمدلله الذى عافانى مما ابتلاك به وفضلنى على كثير ممن خلق تفضيلا"** اللہ کا شکر ہے کہ جس نے مجھے اس چیز سے عافیت بخشی جس سے تمہیں آزمائش میں ڈالا ہے اور مجھے اپنی بہت سی مخلوق پر فضیلت دی تو وہ مصیبت اسے لاحق نہیں ہوگی۔ (ترمذی: ٣٤٣٢)

جب بازار میں داخل ہو تو کیا کہے:

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص

بازار میں داخل ہوا اور یہ دعا پڑھے: **"لا اله الا الله وحده لا شريك له ، له الملك وله الحمد يحيى ويميت وهو لا يموت بيده الخير وهو علىٰ كل شئى قدير"** (اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ تنہا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اسی کے لئے بادشاہت ہے اور اسی کے لئے حمد ہے وہ زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے وہ زندہ ہے اور کبھی نہیں مرے گا اسی کے ہاتھ میں بھلائی ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے) تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے ہزار نیکیاں لکھتا ہے، اس کے ہزاروں گناہ معاف کر دیتا ہے اور ہزاروں درجات بلند کر دیتا ہے۔ (ترمذی: ٣٤٢٨، ابن ماجہ: ٢٢٣٥)

جو مسلمانوں پر ظلم کرے اس کے خلاف کیسے دعا کی جائے:

۱- حضرت علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ خندق کے دن ہم لوگ رسول اللہ ﷺ کے پاس تھے آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کفار کی قبروں اور گھروں کو آگ سے بھر دے جیسے کہ انہوں نے بیچ والی نماز (عصر کی نماز) نہ پڑھنے دی یہاں تک کہ سورج ڈوب گیا۔ (بخاری: ٦٣٩٤، مسلم: ٦٢٧)

ایک دعا آپ نے یہ کی تھی: "اللهم اشدد وطأتك علىٰ مضر اللهم اجعل عليهم سنين كسني يوسف".

اے اللہ! تو مضر کے کافروں پر اپنا دباؤ سخت کر دے، اے اللہ! تو ان پر ایسے قحط بھیج جیسے حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانے میں آئے تھے۔ (بخاری: ١٠٠٦، مسلم: ٦٧٥)

جو شخص شریعت کی مخالفت کرے اس کے خلاف دعا کرنا:

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ کے پاس اپنے بائیں ہاتھ سے کھایا آپ نے اس سے کہا: اپنے داہنے ہاتھ سے کھاؤ اس نے تکبر کی وجہ سے کہا کہ میں اس کی استطاعت نہیں رکھتا آپ نے فرمایا کہ اب تمہیں اس کی استطاعت بھی نہ ہوگی چنانچہ وہ (زندگی بھر) اپنا دایاں ہاتھ اپنے منہ تک نہ اٹھا سکا۔ (مسلم: ٢٠٢١)

جب منکر کا ازالہ کرے تو کیا کہے:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی ﷺ جب مکہ میں داخل ہوئے (یعنی فتح

مکہ کے سال) تو اس وقت خانۂ کعبہ کے اردگرد تین سو ساٹھ بت رکھے ہوئے تھے آپ ایک چھڑی سے ایک ایک بت گراتے جاتے اور کہتے: "جاء الحق وزهق الباطل "حق آیا اور باطل مٹ گیا)(بخاری:٢٤٧٨، مسلم:١٧٨١)

جو شخص کسی کے ساتھ بھلائی کرے اس کے لئے دعا کرنا:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ بیت الخلاء گئے پھر میں نے آپ کے لئے وضو کا پانی رکھا آپ نے فرمایا: یہ کس نے رکھا ہے؟ چنانچہ آپ کو بتایا گیا آپ نے فرمایا: "**اللهم فقهه فى الدين**" اے اللہ! تو اسے دین میں سمجھ عطا کر۔(بخاری :١٤٣، مسلم:٢٤٧٧)

٢-حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس کے ساتھ کوئی بھلائی کی جائے اور وہ بھلائی کرنے والے سے یہ کہے: "**جزاك الله خيرا**" تو اس نے اس کی خوب تعریف کی''(ترمذی:٢٠٣٥)

٣-حضرت عبداللہ بن أبی ربیعہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے چالیس ہزار قرض لیا، پھر جب آپ کے پاس مال آیا تو آپ نے اسے مجھے دیا اور فرمایا: "**بارك الله لك فى اهلك ومالك**" اللہ تعالیٰ تمہارے اہل و مال میں برکت دے قرض کا بدلہ یہ ہے کہ آدمی (قرض دینے والے کا) شکر ادا کرے اور قرض کو ادا کردے۔ (نسائی: ٤٦٨٣، ابن ماجه:٢٤٢٤)

جب پہلا پھل دیکھے تو کیا دعا کرے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ لوگ جب پہلا پھل دیکھتے تو اس کو نبی ﷺ کے پاس لاتے آپ جب اسے اپنے ہاتھ میں لیتے تو یہ کہتے: اے اللہ! تو ہمارے پھلوں میں برکت دے، ہمارے شہر میں برکت دے، ہمارے صاع میں برکت دے، ہمارے مد میں برکت دے، پھر آپ سب سے چھوٹے بچے کو بلاتے اور اسے وہ پھل دے دیتے۔ (مسلم:١٣٧٣)

جب ایسی چیز دیکھے جو اسے پسند ہو یا ایسی چیز دیکھے جو اسے ناپسند ہو تو کیا کہے:

١-حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب کوئی ایسی چیز دیکھتے جسے آپ پسند کرتے تو کہتے: "**الحمدلله الذى بنعمته تتم الصالحات**" اور جب کوئی ایسی چیز دیکھتے جو ناپسند کرتے تو کہتے: "**الحمدلله علىٰ كل حال**"(ابن ماجه:٣٨٠٣)

تعجب کے وقت کیا کہا جائے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ان سے مدینے کے راستوں میں سے ایک راستے میں ملے اس وقت وہ جنبی تھے وہ چپکے سے کھسک گئے اور جا کر غسل کیا نبی ﷺ نے ان کو تلاش کیا پھر وہ آپ کے پاس آئے تو آپ نے ان سے کہا ابو ہریرہ! تم کہاں تھے؟ انہوں نے کہا کہ اے اللہ کے رسول! جب آپ مجھ سے ملے تھے تو میں اس وقت جنبی تھا میں نے یہ ناپسند کیا کہ غسل کرنے سے پہلے آپ کے ساتھ بیٹھوں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "سبحان الله" مؤمن نجس نہیں ہوتا ہے۔ (بخاری:٢٨٣، مسلم:٣٧١)

٢-حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ایک حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اے اللہ کے رسول! کیا آپ نے اپنی بیویوں کو طلاق دے دی ہے آپ نے میری طرف اپنی نگاہ اٹھائی اور فرمایا نہیں، میں نے کہا اللہ اکبر......(بخاری: ٢٨٣، مسلم: ٣٧١)

جب بادل اور بارش دیکھے تو کیا کہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب افق سے بادل آتے ہوئے دیکھتے تو جس کام میں مشغول ہوتے اسے چھوڑ دیتے یہاں تک کہ (نفل) نماز بھی اور قبلہ کی طرف رخ کر کے یہ دعا کرتے: " اللهم انا نعوذبك من شر ما ارسل به" اے اللہ! میں اس شر سے تیری پناہ مانگتا ہوں جو یہ لے کر بھیجا گیا ہے۔

پھر اگر بارش ہونے لگتی تو آپ دو یا تین مرتبہ کہتے: "اللهم صيبا نافعا" اے اللہ! نفع بخش بارش برسا۔

اوراگر بادل چھٹ جاتا اور بارش نہیں ہوتی تو آپ اس پراللہ کا شکرادا کرتے۔(بخاری فی الادب المفرد:۷۰۷، ابن ماجہ:۳۸۸۹)

جب تیز ہوا چلے تو کیا کہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ جب تیز ہوا چلتی تو نبی ﷺ یہ کہتے **"اللهم انی اسألك خيرها وخيرمافيها، وخيرماأرسلت به واعوذبك من شرها وشرمافيها، وشر ما ارسلت به"** اے اللہ! میں تجھ سے اس کی بھلائی مانگتا ہوں اور اس کے اندر جو بھلائی مقدر کی گئی ہے وہ مانگتا ہوں اور جس خیر کو لے کر وہ بھیجی گئی وہ مانگتا ہوں اور اس کے شر سے میں تیری پناہ مانگتا ہوں اور اس شر سے پناہ مانگتا ہوں جو اس کے اندر ہے اور اس شر سے پناہ مانگتا ہوں جس کو لے کر وہ بھیجی گئی ہے۔ (مسلم:۸۹۹)

اپنے خادم کے لئے کیا دعا کرے:

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میری ماں نے کہا کہ اے اللہ کے رسول! یہ آپ کا خادم ہے آپ اس کے لئے اللہ سے دعا کر دیجئے آپ نے فرمایا: **"اللهم أكثر ماله وولده وبارك له فيما اعطيته"** اے اللہ! تو اس کے مال اور اولاد کو زیادہ کر اور جو اسے عطا کیا گیا ہے اس میں برکت دے۔(بخاری:۶۳۴۴، مسلم:۶۶۰)

جب کسی مسلمان کی تعریف کرنا چاہے تو کیا کہے:

حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص لامحالہ کسی کی تعریف کرنے والا ہو تو یوں کہے جہاں تک میں سمجھتا ہوں فلاں ایسا ہے باقی علم اللہ کو ہے اور اللہ کے نزدیک کون اچھا ہے اس کے بارے میں میں کچھ نہیں کہہ سکتا اگر اس کو معلوم ہے کہ وہ ایسا اور ایسا ہے۔ (بخاری: ۲۶۶۲، مسلم:۳۰۰۰)

جب کسی کو اچھا کہا جائے تو وہ کیا کہے:

عدی بن ارطاۃ کہتے ہیں کہ اصحاب رسول ﷺ میں سے جب کسی مسلمان کو اچھا کہا جاتا تو وہ

یہ کہتا: **"اللهم لا تؤاخذني بما يقولون واغفرلي ما لا يعلمون"** اے اللہ! تو میرا مؤاخذہ اس چیز پر نہ کر جو لوگ کہہ رہے ہیں اور میرے ان گناہوں کو بخش دے جو لوگ نہیں جانتے ہیں۔(بخاری فی الادب المفرد:۷۸۲)

۵-وہ دعائیں اوراذکار جن کے ذریعے بندۂ مومن شیطان سے محفوظ رہ سکتا ہے:

مرض کی قسمیں اوران کا علاج:

مرض کی دو قسمیں ہیں: دل کا مرض اور جسم کا مرض۔

دل کے امراض کی دو قسمیں ہیں:

۱-شبہہ کا مرض:

جیسا کہ اللہ تعالیٰ منافقین کے بارے میں فرماتا ہے:﴿ فِي قُلُوبِهِم مَّرَضٌ فَزَادَهُمُ اللّٰهُ مَرَضاً وَلَهُم عَذَابٌ أَلِيْمٌ بِمَا كَانُوا يَكْذِبُون ﴾(بقرہ:۱۰)"ان کے دلوں میں بیماری تھی اللہ تعالیٰ نے انہیں بیماری میں مزید بڑھا دیا اور ان کے جھوٹ کی وجہ سے ان کے لیے دردناک عذاب ہے"۔

۲-شہوت کا مرض:

جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے امہات المؤمنین سے فرمایا:﴿فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِيْ فِيْ قَلْبِهِ مَرَضٌ وَقُلْنَ قَوْلاً مَّعْرُوفا﴾(احزاب:۳۲)"تم نرم لہجے سے بات نہ کرو کہ جس کے دل میں روگ ہو وہ کوئی برا خیال کرے اور ہاں قاعدے کے مطابق کلام کرو"۔

جسم کے امراض سے مراد، وہ بیماریاں ہیں جو انسان کے جسم میں لاحق ہوتی ہے۔دلوں کا علاج صرف انہیں تعلیمات کے ذریعے ممکن ہے جو انبیاء علیہم السلام لے کر آئیں ہیں، دل اسی وقت درست ہوں گے جب انہیں اللہ کی ذات اور اس کے اسماء وصفات کی معرفت ہوگی اور جب وہ اللہ کے بتائے ہوئے احکام پر چلیں گے۔

اور بدن کے علاج کی دو قسمیں ہیں: ایک ان امراض کا علاج ہے جن پر اللہ تعالیٰ نے انسان

وجانور کو پیدا کیا ہے مثلاً بھوک، پیاس، تھکاوٹ، ان کا علاج ان کے اضداد سے ممکن ہے، دوسری قسم ان امراض کا علاج ہے جن میں فکر وتأمل کی ضرورت ہوتی ہیں ان کا علاج دوا اور دعا دونوں طریقوں سے کیا جاتا ہے۔

دل کے امراض:

دل کا مرض یہ ہے کہ وہ صحت واعتدال سے نکل جائے۔

صحت کا مطلب یہ ہے کہ وہ حق کو پہچانے، حق سے محبت کرے، حق کو دوسری چیزوں پر ترجیح دے، اور مرض کا مطلب یہ ہے کہ دل میں شک وشبہہ پیدا ہوجائے وہ دوسری چیزوں کو حق پر ترجیح دے، منافقین کا مرض شک وشبہہ ہے اور نافرمان کا مرض شہوت کا مرض ہے، دل کی دوسری بیماریاں بھی ہیں مثلاً ریاء، کبر، خود پسندی، حسد، فخر، سرداری کی خواہش، اور زمین میں غلبہ یہ امراض شبہہ اور شہرت کے امراض سے مرکب ہیں اور اسی سے پیدا ہونے والے ہیں، اللہ تعالیٰ ہمیں ان سے محفوظ رکھے۔

شیاطین کے شرور کو دفع کرنا خواہ وہ انسانوں میں سے ہوں یا جنوں میں سے:

اللہ تعالیٰ نے اس بات کا حکم دیا ہے کہ برائی کو بھلائی سے دفع کیا جائے تاکہ دشمن انسان کا دوست بن جائے۔

چنانچہ فرماتا ہے:﴿وَلَا تَسْتَوِي الْحَسَنَةُ وَلَا السَّيِّئَةُ ادْفَعْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ فَإِذَا الَّذِي بَيْنَكَ وَبَيْنَهُ عَدَاوَةٌ كَأَنَّهُ وَلِيٌّ حَمِيمٌ وَمَا يُلَقَّاهَا إِلَّا الَّذِينَ صَبَرُوا وَمَا يُلَقَّاهَا إِلَّا ذُو حَظٍّ عَظِيمٍ﴾(فصلت: ٣٤-٣٥) ”نیکی اور بدی برابر نہیں ہوتی، برائی کو بھلائی سے دفع کرو پھر وہی جس کے اور تمہارے درمیان دشمنی ہے ایسا ہوجائے گا جیسے دلی دوست، اور یہ بات انہیں کو نصیب ہوتی ہے جو صبر کریں اور سوائے بڑے نصیب والوں کے کوئی نہیں پاسکتا“۔

٢-اللہ تعالیٰ نے شیطان سے پناہ مانگنے کا حکم دیا ہے کیوں کہ وہ ایسا دشمن ہے جو بھلائی واحسان کو نہیں سمجھتا بلکہ اس کی فطرت میں بنی آدم سے دشمنی کرنا اور ان کو گمراہ کرنا ہے وہ انسان کا کبھی دوست نہیں بن سکتا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿وَإِمَّا يَنزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيْطَانِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللَّهِ إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ﴾(فصلت: ٣٦) ”اور اگر شیطان کی طرف سے کوئی وسوسہ آئے تو اللہ کی پناہ طلب کرو یقیناً وہ بہت ہی سننے اور جاننے والا ہے“۔

فرشتے اور شیطان ابن آدم کے دل پر یکے بعد دیگرے آتے ہیں، جیسے کہ رات اور دن یکے بعد دیگرے آتے ہیں، پس کچھ لوگوں کی رات ان کے دن سے لمبی ہوتی ہے اور کچھ لوگوں کے دن ان کی رات سے لمبے ہوتے ہیں اور کچھ لوگوں کے لئے پورا زمانہ رات ہی ہے اور کچھ لوگوں کے لئے پورا زمانہ دن ہی ہے، آدمی کے دل پر فرشتہ بھی اپنا اثر چھوڑتا ہے اور شیطان کا بھی اثر ہوتا ہے، جب اللہ تعالیٰ کسی چیز کا حکم دیتا ہے تو شیطان آدمی کو دو چیزوں کے لئے چونکا لگاتا ہے، یا تو غلو کرنے کے لئے یا تو کوتاہی کرنے کے لئے۔

بنی آدم سے شیطان کی دشمنی:

اللہ تعالیٰ نے انسان اور جنات کو تین بنیادی نعمتیں دی ہیں: عقل، دین اور اختیار کی آزادی، ابلیس نے سب سے پہلے ان نعمتوں کا غلط استعمال کیا، اس نے اپنے رب کے حکم کی نافرمانی کی اور نافرمانی پر اصرار کیا اور قیامت تک کے لئے مہلت مانگی تاکہ ان نعمتوں کا غلط استعما کرتا رہے اور بنی آدم کو گمراہ کرے، معاصی ان کے سامنے مزین کر کے پیش کرے تاکہ وہ بھی اس کے پیچھے پیچھے جہنم میں جائیں۔

١-اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿إِنَّ الشَّيْطَانَ لَكُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوهُ عَدُوًّا إِنَّمَا يَدْعُو حِزْبَهُ لِيَكُونُوا مِنْ أَصْحَابِ السَّعِيرِ﴾(فاطر: ٦) ”یاد رکھو شیطان تمہارا دشمن ہے، تم اسے دشمن جانو وہ تو اپنے گروہ کو صرف اس لئے ہی بلاتا ہے کہ وہ سب جہنم واصل ہوجائیں“۔

٢-اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿إِنَّ الشَّيْطَانَ لِلْإِنسَانِ عَدُوٌّ مُّبِينٌ﴾(یوسف: ٥) ”شیطان تو انسان کا کھلا دشمن ہے“۔

٣-حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ ابلیس

کا عرش سمندر پر ہے وہ اپنے لشکر کو بھیجتا ہے پھر وہ لوگوں کو گمراہ کرتے ہیں اور ان میں سب سے افضل اس کے نزدیک وہ ہوتا ہے جو سب سے زیادہ فتنہ مچانے والا ہوتا ہے۔(مسلم:۲۸۱۳)

شیطان کی دشمنی کے مظاہر:

انسان کے ساتھ شیطان کی دشمنی کی مختلف شکلیں ہیں ان میں سے بعض یہ ہیں:

- وہ بنی آدم کو گمراہ کرتا ہے، گناہ کے کاموں کو ان کے لئے مزین کرتا ہے، پھر ان سے بری ہوجاتا ہے۔
- وہ عمل میں وسوسہ اور خلل پیدا کرتا ہے۔
- وہ ان سے جھوٹے وعدے کرتا ہے، انہیں آرزوئیں دلاتا ہے، اور بعض کے خلاف بعض کو ورغلاتا ہے۔
- وہ معاصی اور سارے محرمات پر ان کی مدد کرتا ہے۔
- وہ بنی آدم کی بھلائی کے راستے میں بیٹھ جاتا ہے اور اسے آگے بڑھنے سے روکتا ہے، اس کی ہمت توڑتا ہے، اسے خوف دلاتا ہے۔
- وہ بعض کو بعض کے خلاف اکساتا ہے اور آپس میں دشمنی ڈالتا ہے۔
- دلوں میں حسد وکینہ پیدا کرتا ہے۔
- وہ مختلف شر و بیماری سے انہیں تکلیف پہنچاتا ہے اور انہیں اللہ کے راستے سے روکنے کے لئے ہر ممکن طریقہ اختیار کرتا ہے۔
- وہ بندے کے کان میں پیشاب کر دیتا ہے، یہاں تک کہ وہ صبح تک سوتا رہتا ہے اور اس کے سر پر ایک گرہ لگا دیتا ہے، جو اسے بیدار ہونے سے روکتی ہے۔

پس جس نے شیطان کی بات مانی، اس کی پیروی کی وہ اس کے گروہ میں شامل ہوگیا اور اسی کے ساتھ قیامت کے دن اٹھایا جائے گا اور جس نے اپنے رب کی اطاعت کی اور شیطان کی بات نہیں مانی تو اللہ تعالیٰ شیطان سے اس کی حفاظت کرے گا اور اسے جنت میں داخل کرے گا۔

۱-اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿اسْتَحْوَذَ عَلَيْهِمُ الشَّيْطَانُ فَأَنسَاهُمْ ذِكْرَ اللَّهِ أُوْلَئِكَ حِزْبُ الشَّيْطَانِ أَلَا إِنَّ حِزْبَ الشَّيْطَانِ هُمُ الْخَاسِرُونَ﴾ (المجادلة : ۱۹) ''ان پر شیطان نے غلبہ حاصل کرلیا ہے اور ان کو اللہ کے ذکر سے غافل کر دیا ہے، یہ شیطانی لشکر ہے کوئی شک نہیں کہ شیطانی لشکر ہی خسارے والا ہے''۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿قَالَ اذْهَبْ فَمَن تَبِعَكَ مِنْهُمْ فَإِنَّ جَهَنَّمَ جَزَآؤُكُمْ جَزَاء مَّوْفُوراً وَاسْتَفْزِزْ مَنِ اسْتَطَعْتَ مِنْهُمْ بِصَوْتِكَ وَأَجْلِبْ عَلَيْهِم بِخَيْلِكَ وَرَجِلِكَ وَشَارِكْهُمْ فِي الأَمْوَالِ وَالأَوْلادِ وَعِدْهُمْ وَمَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطَانُ إِلاَّ غُرُوراً إِنَّ عِبَادِي لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطَانٌ وَكَفَى بِرَبِّكَ وَكِيلا﴾(الاسراء:۶۳-۶۵) ''ارشاد ہوا جا ان میں سے جو بھی تیرا تابعدار ہوجائے گا تو تم سب کی سزا جہنم ہے جو پورا پورا بدلہ ہے ان میں سے تو جسے بھی اپنی آرزو سے بہکا سکے بہکا لے اور ان پر اپنے سوار اور پیادے چڑھا لا اور ان کے مال اور اولاد میں سے اپنا بھی ساجھا لگا اور انہیں (جھوٹے) وعدے دے لے ان سے جتنے بھی وعدے شیطان کے ہوتے ہیں سب کے سب سراسر فریب ہیں میرے سچے بندوں پر تیرا کوئی قابو اور بس نہیں، تیرا رب کارسازی کرنے والا کافی ہے''۔

۳-حضرت سبرہ بن أبي فاکہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ شیطان انسان کے راستوں میں بیٹھ جاتا ہے اور وہ اسلام کے راستے میں بیٹھ جاتا ہے اور کہتا ہے کہ کیا تم اسلام قبول کرو گے اور اپنے باپ دادا کے دین کو چھوڑ دو گے وہ اس کی بات نہیں مانتا ہے اور اسلام قبول کرلیتا ہے پھر وہ ہجرت کے راستے میں بیٹھ جاتا ہے، اور کہتا ہے کہ کیا تم ہجرت کرو گے اور اپنی سرزمین اور فضاء کو چھوڑ دو گے مہاجر کی مثال تو اس گھوڑے کی طرح ہے جو رسی میں ہو لیکن وہ شیطان کی بات نہیں مانتا اور ہجرت کرتا ہے پھر وہ جہاد کے راستے میں بیٹھ جاتا ہے اور کہتا ہے کہ کیا تم جہاد کرو گے جہاد تو جان و مال کی تکلیف ومشقت کا نام ہے تم جنگ کرو گے تمہیں قتل کر دیا جائے گا تمہاری عورتوں سے شادی کر لی جائے گی اور تمہارا مال تقسیم کر دیا جائے گا

لیکن وہ شیطان کی بات نہیں مانتا اور جہاد کرتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص نے ایسا کیا اللہ پر واجب ہے کہ اس کو جنت میں داخل کردے۔(احمد: ۱۶۰۵، نسائی: ۳۱۳٤)

شیطان کے راستے:

انسان چار سمتوں میں سے کسی ایک سمت چلتا ہے، دائیں، بائیں، آگے اور پیچھے، انسان جس طرف بھی جاتا ہے اس کے راستے میں شیطان بیٹھ جاتا ہے، اگر انسان اچھے کام کے لئے جاتا ہے تو شیطان اس کے دل میں طرح طرح کا خوف ڈال کر اس کی ہمت کمزور کرتا ہے اور اس کے لیے رکاوٹیں پیدا کرتا ہے اور اگر برے کام کے لیے نکلتا ہے تو شیطان اس کا معین ومددگار اور خادم بن جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿قَالَ فَبِمَا أَغْوَيْتَنِي لَأَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِيمَ ثُمَّ لَآتِيَنَّهُم مِّن بَيْنِ أَيْدِيهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ وَعَنْ أَيْمَانِهِمْ وَعَن شَمَائِلِهِمْ وَلَا تَجِدُ أَكْثَرَهُمْ شَاكِرِينَ﴾ (اعراف: ۱۶-۱۷) ''اس نے کہا بسبب اس کے کہ تم نے مجھ کو گمراہ کیا ہے میں قسم کھاتا ہوں کہ میں ان کے لئے تیری سیدھی راہ پر بیٹھوں گا، پھر ان پر حملہ کروں گا ان کے آگے سے بھی اور ان کے پیچھے سے بھی اور ان کی داہنی جانب سے بھی اور ان کی بائیں جانب سے بھی اور تم ان میں سے اکثر کو شکر گزار نہ پاؤ گے۔

شیطان کے داخل ہونے کے راستے:

شیطان جن راستوں سے انسان کے پاس پہنچتا ہے وہ تین ہیں: شہوت، غصہ اور خواہش نفس۔

شہوت: ایک حیوانی صفت ہے اس سے آدمی اپنے نفس پر ظلم کرتا ہے اسی کی وجہ سے آدمی کے دل میں حرص وبخل پیدا ہوتا ہے۔

غصہ: درندوں کی صفت ہے یہ شہوت سے بھی بڑی مصیبت ہے اس سے انسان اپنے نفس پر اور دوسروں پر بھی ظلم کرتا ہے اس کی وجہ سے خود پسندی اور تکبر پیدا ہوتا ہے۔

خواہش نفس کی اتباع: شیطانی فعل ہے یہ غصہ سے بھی بڑی مصیبت ہے اس سے آدمی اپنے خالق پر ظلم کرتا ہے وہ اس کے ساتھ شرک وکفر کرتا ہے اس کی وجہ سے کفر وبدعت کا ارتکاب کیا جاتا ہے۔

شیطان کے اقدامات:

دنیا کی ساری برائیوں کا سبب شیطان ہے لیکن اس کی برائی اس کے سات اقدامات میں منحصر ہے، وہ آدمی سے اس وقت تک چمٹا رہتا ہے جب تک کہ وہ اس کو ان سات برائیوں میں سے کسی ایک کے اندر مبتلا نہ کردے۔

وہ پہلے کفر وشرک اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے دشمنی کرنے کی طرف بلاتا ہے، پس اگر وہ ناکام ہوجاتا ہے تو بدعت کی طرف بلاتا ہے اور اگر اس سے بھی مایوس ہوجاتا ہے تو گناہ کبیرہ کی طرف بلاتا ہے اور اگر اس سے بھی مایوس ہوجاتا ہے تو آدمی کو طاعات اور واجبات سے غافل کرکے ان مباح کاموں میں مشغول کردیتا ہے جن میں نہ ثواب ہے نہ عقاب، اور اگر اس میں بھی ناکام ہوجاتا ہے تو افضل چھوڑ کر مفضول پر عمل کرنے کی دعوت دیتا ہے مثلاً وہ نفل میں اس طرح مشغول ہوجاتا ہے کہ فرائض چھوڑ بیٹھتا ہے، اور اگر اس میں بھی ناکام ہوجاتا ہے تو اپنی جماعت کو اس کے اوپر مسلط کردیتا ہے تاکہ وہ اسے مختلف قسم کی تکلیفیں پہنچائیں اور اسے کنفیوزن میں ڈالیں۔ پس اللہ کا مؤمن بندہ ہمیشہ جہاد کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ وہ اللہ سے جاملے۔" **نسأل الله العون و الثبات**".

شیطان سے کیسے بچا جائے:

انسان شیطان سے ان دعاؤں اور اذکار کے ذریعے بچ سکتا ہے جو قرآن وحدیث میں ہیں، قرآن وحدیث ہی میں اصلی شفاء رحمت اور ہدایت ہے انہیں کے ذریعے اللہ کے اذن سے دنیا و آخرت کے سارے شرور سے بچا جا سکتا ہے۔

شیطان سے بچنے کے بعض طریقے یہ ہیں:

۱- شیطان سے اللہ کی پناہ مانگنا:

اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو حکم دیا ہے کہ وہ شیطان سے علی وجہ العموم اس کی پناہ مانگیں اور خاص طور سے قرآن کریم کی تلاوت کرنے کے وقت، غصہ کے وقت، وسوسے کے وقت، اور برا خواب دیکھنے کے وقت۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَإِمَّا يَنزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيْطَانِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللَّهِ إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ﴾ (فصلت: ٣٦) ''اور اگر شیطان کی طرف سے کوئی وسوسہ آئے تو اللہ کی پناہ طلب کرو یقیناً وہ بہت ہی سننے اور جاننے والا ہے''۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿فَإِذَا قَرَأْتَ الْقُرْآنَ فَاسْتَعِذْ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ إِنَّهُ لَيْسَ لَهُ سُلْطَانٌ عَلَى الَّذِينَ آمَنُوا وَعَلَى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ﴾ (النحل: ٩٨-٩٩) ''قرآن پڑھنے کے وقت شیطان رجیم سے اللہ کی پناہ طلب کرو، ایمان والوں اور اپنے پروردگار پر بھروسہ رکھنے والوں پر اس کا زور مطلقاً نہیں چلتا''۔

۲-بسم اللہ کہنا:

بسم اللہ کہنے سے شیطان دور بھاگتا ہے اور انسان کے کاموں میں شریک نہیں ہونے پاتا لہٰذا کھانے ، پینے ، جماع کرنے ، گھر میں داخل ہونے کے وقت اور سارے احوال میں بسم الله کہنا چاہئے۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جب آدمی اپنے گھر میں داخل ہوتا ہے اور داخل ہونے کے وقت بسم اللہ کہتا ہے اور اپنے کھانے کے وقت بسم اللہ کہتا ہے تو شیطان کہتا ہے کہ اب تمہارے لئے رات گزارنے کی جگہ نہیں اور نہ رات کا کھانا ہے اور جب گھر میں داخل ہونے کے وقت بسم اللہ نہیں کہتا تو شیطان کہتا ہے کہ تمہیں رات گزارنے کی جگہ مل گئی اور رات کا کھانا دونوں مل گیا۔ (مسلم: ٢٠١٨)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص اپنی بیوی کے پاس جماع کے ارادے سے آئے اور یہ دعا پڑھ لے: **"بسم الله اللهم جنبنا الشيطن وجنب الشيطان ما رزقتنا"** اے اللہ! تو ہمیں شیطان کے شر سے بچا اور جو بچہ ہمیں عنایت فرما اس کو بھی شیطان سے بچا۔

پھر اگر ان کے حق میں بچہ لکھا ہے تو شیطان اس کو کچھ نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔ (بخاری: ٧٣٩٤، مسلم: ١٤٣٤)

۳-سونے کے وقت، ہر نماز کے بعد اور مرض وغیرہ میں معوذتین پڑھنا:

(یعنی قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس) جیسا کہ اس کا بیان آگے گزر چکا ہے۔

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جحفۃ اور ابواء کے درمیان چل رہا تھا اتنے میں تیز ہوا اور تاریکی نے ہمیں ڈھانپ لیا رسول اللہ ﷺ **﴿قل اعوذ برب الفلق﴾** اور **﴿قل اعوذ برب الناس﴾** پڑھنے لگے اور کہنے لگے اے عقبہ! تم ان دونوں سورتوں کو پڑھو اس لئے کہ کوئی بھی شخص ان دونوں سورتوں کے مثل کسی دوسری چیز سے حفاظت کی دعا نہیں کرسکتا، عقبہ کہتے ہیں کہ ہم نے آپ کو نماز میں ان دونوں سورتوں کو پڑھتے ہوئے نا جب کہ آپ ہماری امامت کررہے تھے۔ (ابو داؤد: ١٧٤٨٣)

۴-آیت الکرسی پڑھنا:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے رمضان کے مہینہ میں مجھے زکوۃ کے مال کی حفاظت کرنے کی ذمہ داری سونپی اتنے میں ایک شخص آیا اور غلہ بھرنے لگا میں نے اس کو پکڑ لیا اور اس سے کہا کہ تم کو رسول اللہ ﷺ کے پاس لے جاؤں گا پھر انہوں نے حدیث بیان کی ہے، اس کے اندر یہ الفاظ بھی ہیں کہ اس شخص نے کہا کہ جب تم بستر پر سونے جاؤ تو آیۃ الکرسی پڑھ لیا کرو تمہارے ساتھ اللہ کی طرف سے ایک محافظ رہے گا اور شیطان صبح تک تمہارے قریب نہ آئے گا۔ نبی ﷺ نے فرمایا کہ وہ جھوٹا ہے لیکن تم سے سچ بات کہی ہے اور وہ شیطان ہے۔ (بخاری: ٥٠١٠)

سورہ بقرہ کی آخری دو آیتیں پڑھنا:

حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص سورہ بقرة کی آخری دو آیتیں رات میں پڑھ لے تو وہ اس کو ہر آفت سے بچانے کے لئے کافی ہوں گی۔

(بخاری: ٥٠٠٩، مسلم: ٨٠٨)

سورہ بقرہ پڑھنا:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم اپنے گھروں کو

قبرستان نہ بناؤ شیطان اس گھر سے بھاگتا ہے جس میں سورہ بقرہ پڑھی جاتی ہے۔ (مسلم: ۷۸۰)

۷- کثرت سے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا، مثلاً قرآن پڑھنا، سبحان اللہ، الحمدلله، الله اکبر اور لا اله الا الله وغیرہ کہنا:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص ایک دن میں سو مرتبہ **"لا اله الا الله وحده لا شريك له له الملك وله الحمد وهو علىٰ كل شئى قدير"** پڑھے تو اس کو دس غلام آزاد کرنے کا ثواب ملے گا اور اس کے لئے سو نیکیاں لکھی جائیں گی اور اس کی سو برائیاں مٹادی جائیں گی اور اس شام تک وہ شیطان کے شر سے محفوظ رہے گا اور اس دن اس شخص سے بڑھ کر کوئی عمل نہ لاسکے گا الا یہ کہ کسی آدمی نے اس کلمہ کو سو بار سے بھی زیادہ پڑھا ہو۔ (بخاری: ۶۴۰۳، مسلم: ۲۶۹۱)

گھر سے نکلنے کی دعا پڑھنا:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جب آدمی گھر سے نکلے اور یہ دعا پڑھ لے **"باسم الله، توكلت على الله، لاحول ولا قوة الا بالله"** تو اس سے کہا جاتا ہے کہ تم ہدایت یافتہ ہوئے اور تمہاری حفاظت کی گئی اور تم بچا لئے گئے پھر جب کوئی شیطان اس کے پاس آتا ہے تو دوسرا شیطان اس سے کہتا ہے کہ تمہارا بس اس آدمی پر کیسے چل سکتا ہے جس کو ہدایت دی گئی ہو، حفاظت کی گئی ہو اور بچالیا گیا ہو۔ (ابو داؤد: ۵۰۹۵، ترمذی: ۳۴۲۶)

کسی جگہ ٹھہرنے کی دعا پڑھنا:

حضرت خولہ بنت حکیم سلمیہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: جب تم میں سے کوئی شخص کسی جگہ ٹھہرے اور یہ دعا پڑھ لے: **"اعوذ بكلمات الله التامات من شر ما خلق"** تو اس کو وہاں سے کوچ کرنے تک کوئی چیز نقصان نہیں پہنچائے گی۔ (مسلم: ۲۷۰۸)

جمائی روکنا اور منہ پر ہاتھ رکھنا:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم میں

سے کوئی شخص جمائی لے تو اپنا ہاتھ اپنے منہ پر رکھ کر اسے روکے اس لئے کہ اس سے شیطان اندر چلا جاتا ہے۔ (مسلم: ۲۹۹۵)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جمائی لینا شیطان کی طرف سے ہے پس تم میں سے جب کسی شخص کو جمائی آئے تو جہاں تک ہو سکے اس کو روکنے کی کوشش کرے۔ (بخاری: ۳۲۸۹، مسلم: ۲۹۹۴)

۱۱- اذان:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب نماز کے لئے اذان دی جاتی ہے تو شیطان ہوا خارج کرتے ہوئے پیٹھ موڑ کر چل دیتا ہے تاکہ اذان نہ سنے پھر جب اذان ہو جاتی ہے تو پھر آتا ہے اور نمازی کے دل میں وسوسہ پیدا کرتا ہے کہتا ہے فلاں بات یاد کرو، فلاں بات یاد کرو، جو نمازی کو یاد ہی نہیں تھی یہاں تک کہ آدمی بھول جاتا ہے کہ اس نے کتنی رکعتیں پڑھی ہیں۔ (بخاری: ۶۰۸، مسلم: ۳۸۹)

مسجد میں داخل ہونے کی دعا پڑھنا:

عقبہ کہتے ہیں کہ ہم سے حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی ﷺ جب مسجد میں داخل ہوتے تو یہ دعا پڑھتے: **"اعوذ بالله العظيم وبوجهه الكريم وسلطانه القديم من الشيطان الرجيم"** انہوں نے کہا کیا ہمیشہ؟ میں نے کہا ہاں انہوں نے کہا جب تو یہ کہتا ہے تو شیطان کہتا ہے کہ تو مجھ سے پورا دن محفوظ کر دیا گیا۔ (ابو داؤد: ۴۶۶)

مسجد سے نکلنے کے لئے دعا پڑھنا:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص مسجد میں داخل ہو تو وہ نبی ﷺ پر درود بھیجے اور یہ کہے: **"اللهم افتح لى ابواب رحمتك"** اور جب مسجد سے نکلے تو نبی ﷺ پر سلام بھیجے اور یہ کہے: **"اللهم اعصمنى من الشيطان الرجيم"** (ابن ماجہ: ۷۷۳)

وضو کرنا اور نماز پڑھنا:

خاص طور سے غصہ اور شہوت کے وقت، غصہ اور شہوت کی آگ کو وضوء اور نماز کی طرح کوئی چیز نہیں بجھا سکتی۔

۱۵-اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرنا اور فضول باتوں، عورتوں پر بری نظر ڈالنے اور ان کے ساتھ اختلاط سے پرہیز کرنا۔

۱۶-گھر میں تصویر، کتا اور گھنٹی نہ رکھنا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: فرشتے اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں مجسمے یا تصویریں ہوں۔(مسلم: ۲۱۱۲)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: فرشتے اس جماعت کے ساتھ نہیں ہوتے ہیں جس میں کتا اور گھنٹی ہو۔(مسلم: ۲۱۱۳)

۱۷-جن و شیاطین کے رہنے کی جگہوں میں نہ جانا مثلاً ویران جگہیں نجس مقامات جیسے پائخانے، کوڑا خانے وہ جگہیں جو انسان سے خالی ہوں مثلاً صحراء، سمندر کا کنارہ اونٹ کا باڑہ وغیرہ۔

———•○O○•———

۶-جادو اور شیطان کی ایذاء رسانی کا علاج

جادو: جادو کا اثر انسان کے دلوں اور جسموں پر پڑتا ہے اور جن انسان کو تکلیف دیتے ہیں۔

جادو کرنا سراسر بندے پر ظلم کرنا ہے یا تو اس کے بدن پر ظلم کرنا ہوا یا مال پر یا عقل پر یا اس کے تعلقات پر۔

آسیب: جن انسان کو تکلیف کیوں دیتے ہیں۔

جن کے ساتھ انسان کی حالتیں:

جن زندہ اور عقل رکھنے والے لوگ ہیں انہیں بھی کچھ چیزوں کا حکم دیا گیا ہے اور کچھ چیزوں سے منع کیا گیا ہے، ان کے لیے بھی جزا و سزا ہے۔

پس جو شخص انسان اور جنات دونوں کے ان کاموں کے کرنے کا حکم دیتا ہے جن کا اللہ نے حکم دیا ہے مثلاً اللہ کی طرف لوگوں کو بلانا، بھلائی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا وغیرہ تو ایسا شخص سب سے افضل ہے۔

اور جو شخص جن سے وہ کام کراتا ہے جس سے اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے منع کیا ہے مثلاً شرک، معصوم کا قتل، ظلم و فحش وغیرہ تو وہ ان سے گناہ اور عدوان پر مدد طلب کرتا ہے۔

اور جو شخص جن سے اس لیے مدد طلب کرتا ہے تاکہ لوگوں کے سامنے اپنی کرامات دکھائے تو وہ فریب خوردہ ہے، وہ شیطان کے جال میں پھنس گیا ہے۔

اور جو شخص جن سے مباح کام لے وہ اس شخص کی طرح ہے جو انسان کو مباح کاموں میں استعمال کرتا ہے، مثلاً گھر بنانے کے لیے یا کسی چیز کو منتقل کرنے کے لیے پس ایسا کرنا جائز ہے۔

آسیب کے اسباب:

جن انسان کو تکلیف یا تو عشق و محبت کی وجہ سے دیتے ہیں یا بغض عداوت کی وجہ سے دیتے ہیں مثلاً اگر کوئی شخص ان کو تکلیف دیتا ہے یا انہیں قتل کر دیتا ہے یا ان پر گرم پانی ڈال دیتا ہے یا ان پر

پیشاب کر دیتا ہے تو وہ اس شخص سے انتقام لینے کے لئے اسے تکلیف دیتے ہیں اور کبھی کبھی یہ تکلیف بلاوجہ بھی ہوتی ہے۔

جادو اور شیطان کی ایذاء رسانی کے علاج کی دو شکلیں ہیں:

۱-ایک یہ کہ جادو کی جگہ معلوم کی جائے اور اسے نکال کر ضائع کر دیا جائے پھر اس کے ساتھ جادو بھی اللہ کے حکم سے چلا جائے گا یہ جادو کے علاج کا سب سے بہترین طریقہ ہے جادو کی جگہ یا تو خواب سے معلوم ہوگی یا تلاش کرنے پر معلوم ہوگی یا جن سے معلوم کیا جائے گا وہ اس طرح سے کہ سحر زدہ شخص پر دعا پڑھی جائے گی پھر جن بول پڑے گا اور جادو کی جگہ بتا دے گا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ کہتی ہیں کہ نبی ﷺ پر کسی نے جادو کیا تھا آپ کو ایسا معلوم ہوتا جیسے آپ عورتوں سے صحبت کر رہے ہیں حالانکہ آپ حقیقت میں صحبت کرتے ہو رہے، سفیان بن عینیہ کہتے ہیں کہ جب ایسی حالت ہو جائے تو سمجھو کہ جادو کا سب سے سخت اثر ہے۔ آپ نے فرمایا اے عائشہ! کیا تمہیں معلوم ہے کہ میں نے اللہ تعالیٰ سے جو بات پوچھی تھی وہ اس نے مجھے بتا دی میرے پاس دو فرشتے آئے ان میں سے ایک میرے سر کے پاس بیٹھ گیا اور دوسرا میرے پیر کے پاس بیٹھ گیا، تو جو میرے سر کے پاس بیٹھا تھا اس نے دوسرے سے کہا کہ اس آدمی کو کیا ہو گیا؟ ہے اس نے کہا کہ ان پر جادو کیا گیا ہے پہلے نے پھر پوچھا کہ جادو کس نے کیا ہے دوسرے نے کہا لبید بن عاصم نے، یہ بنی زریق کا ایک شخص تھا جو یہودیوں کا حلیف تھا اور منافق تھا پہلے نے پوچھا کہ جادو کس چیز میں کیا ہے دوسرے نے کہا کہ کنگھی اور بالوں میں پہلے نے پوچھا کہ یہ کہاں ہیں دوسرے نے کہا نر کھجور کے خوشے کے غلاف میں اور وہ ذروان کے کنویں میں ایک پتھر کے نیچے ہے حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ پھر نبی ﷺ کنویں کے پاس آئے اور اس کو نکالا۔ (بخاری: ٥٧٦٥، مسلم: ٢١٨٩)

۲-جادو کی جگہ اگر معلوم نہ ہو سکے تو دو طریقوں سے علاج کیا جائے:

ایک یہ کہ مشروع منتر پڑھا جائے جن میں تین شرطیں ہوں: ایک یہ کہ وہ اللہ کا کلام ہو پس قرآن کریم تمام قلبی اور بدنی بیماریوں کا علاج ہے یا اللہ کے رسول کا کلام ہو دوسرا یہ کہ وہ عربی زبان

میں ہو یا اس کا معلوم معنیٰ ہو تیسرا یہ کہ یہ اعتقاد رکھا جائے گا کہ یہ منتر بذات خود فائدہ نہیں پہنچائے گا بلکہ اللہ کی قدرت سے فائدہ پہنچائے گا۔

دوسرا یہ کہ شرعاً مباح دواؤں کا استعمال کیا جائے، مثلاً شہد، عجوہ کھجوریں، کلونجی، پچھنا لگوانا وغیرہ۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: شفاء تین چیزوں میں ہے ایک پچھنا لگوانے میں، دوسرے شہد پینے میں، تیسرے آگ سے داغنے میں لیکن میں اپنی امت کو داغنے سے منع کرتا ہوں۔ (بخاری: ٥٦٨١)

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: جس نے صبح سویرے سات عجوہ کھجوریں کھالیں اس کو دن بھر کوئی زہر یا جادو نقصان نہیں پہنچائے گا۔ (بخاری: ٥٧٦٩، مسلم: ٢٠٤٧)

مسلم کی ایک روایت میں: "مما بین لا بتیھا" ہے (یعنی مدینہ کے دونوں پتھریلے میدانوں کے درمیان جو عجوہ کھجوریں ہیں)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: کلونجی میں ہر بیماری کی شفا ہے سوائے موت کے۔ (بخاری: ٥٦٨٨، مسلم: ٢٢١٥)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے ہر مہینے کی ۱۷ تاریخ اور ۹۱ تاریخ اور ۱۲ تاریخ کو پچھنا لگوایا تو یہ ہر بیماری کی شفاء ہوگی۔ (ابوداؤد: ١٦٨٣، ملاحظہ ہو صحیح الجامع: ٨٦٩٥)

منتر (دعا) پڑھنے والا پہلے وضو کرے پھر مریض کے سینے پر یا پھر اس کے کسی بھی عضو بدن پر قرآن کی آیتیں ٹھہر ٹھہر کر پڑھ کر پھونکے چاہے وہ سورہ فاتحہ ہو یا آیت الکرسی یا وہ سورہ بقرہ کی آخری آیتیں ہوں یا ﴿قل یا ایھا الکافرون﴾ ہو، سورہ اخلاص ہو یا معوذتین ہوں یا آیات سحر و جان ہوں جن میں بعض یہ ہیں:

﴿وَأَوْحَيْنَا إِلَى مُوسَى أَنْ أَلْقِ عَصَاكَ فَإِذَا هِيَ تَلْقَفُ مَا يَأْفِكُونَ فَوَقَعَ الْحَقُّ وَبَطَلَ مَا كَانُواْ يَعْمَلُونَ فَغُلِبُواْ هُنَالِكَ وَانقَلَبُواْ صَاغِرِينَ وَأُلْقِيَ السَّحَرَةُ سَاجِدِينَ قَالُواْ آمَنَّا بِرِبِّ الْعَالَمِينَ رَبِّ مُوسَى وَهَارُونَ﴾(الأعراف:۱۱۷-۱۲۲) ''اور ہم نے موسیٰ (علیہ السلام) کو حکم دیا کہ اپنا عصا ڈال دیجئے سو عصا کو ڈالنا تھا کہ اس نے ان کے سارے بنائے کھیل کو نگلنا شروع کیا پس حق ظاہر ہو گیا اور انہوں نے جو کچھ بنایا تھا سب جاتا رہا پس وہ لوگ اس موقع پر ہار گئے اور خوب ذلیل ہو کر پھرے اور وہ جو ساحر تھے سجدہ میں گر گئے کہنے لگے ہم ایمان لائے رب العالمین پر جو موسیٰ اور ہارون کا بھی رب ہے''۔

﴿وَقَالَ فِرْعَوْنُ ائْتُونِي بِكُلِّ سَاحِرٍ عَلِيمٍ فَلَمَّا جَاء السَّحَرَةُ قَالَ لَهُم مُّوسَى أَلْقُواْ مَا أَنتُم مُّلْقُونَ فَلَمَّا أَلْقَواْ قَالَ مُوسَى مَا جِئْتُم بِهِ السِّحْرُ إِنَّ اللّهَ سَيُبْطِلُهُ إِنَّ اللّهَ لاَ يُصْلِحُ عَمَلَ الْمُفْسِدِينَ وَيُحِقُّ اللّهُ الْحَقَّ بِكَلِمَاتِهِ وَلَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُونَ﴾ (یونس:۷۹-۸۲) ''اور فرعون نے کہا کہ میرے پاس تمام ماہر جادوگروں کو حاضر کرو پھر جب جادوگر آئے تو موسیٰ (علیہ السلام) نے ان سے فرمایا کہ ڈالو جو کچھ تم ڈالنے والے ہو سو جب انہوں نے ڈالا تو موسیٰ (علیہ السلام) نے فرمایا کہ یہ جو کچھ تم لائے ہو جادو ہے، یقینی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو بھی درہم برہم کئے دیتا ہے اللہ ایسے فسادیوں کا کام بننے نہیں دیتا اور اللہ تعالیٰ حق کو اپنے فرمان سے ثابت کر دیتا ہے گو مجرم کیسا ہی ناگوار سمجھیں''۔

﴿قَالُوا يَا مُوسَى إِمَّا أَن تُلْقِيَ وَإِمَّا أَن نَّكُونَ أَوَّلَ مَنْ أَلْقَى قَالَ بَلْ أَلْقُوا فَإِذَا حِبَالُهُمْ وَعِصِيُّهُمْ يُخَيَّلُ إِلَيْهِ مِن سِحْرِهِمْ أَنَّهَا تَسْعَى فَأَوْجَسَ فِي نَفْسِهِ خِيفَةً مُّوسَى قُلْنَا لَا تَخَفْ إِنَّكَ أَنتَ الْأَعْلَى وَأَلْقِ مَا فِي يَمِينِكَ تَلْقَفْ مَا صَنَعُوا إِنَّمَا صَنَعُوا كَيْدُ سَاحِرٍ وَلَا يُفْلِحُ السَّاحِرُ حَيْثُ أَتَى﴾(طہٰ:۶۵-۶۹) ''کہنے لگے اے موسیٰ! یا تو تو پہلے ڈال یا ہم پہلے ڈالنے والے بن جائیں جواب دیا کہ نہیں پہلے تم ہی ڈالو، اب تو موسیٰ (علیہ السلام) کو یہ خیال گزرنے لگا کہ ان کی رسیاں اور لکڑیاں ان کے جادو کے زور سے دوڑ

بھاگ رہی ہیں پس موسیٰ (علیہ السلام) نے اپنے دل ہی دل میں ڈر محسوس کیا ہم نے فرمایا کچھ خوف نہ کر یقیناً تو غالب اور برتر رہے گا اور تیرے دائیں ہاتھ میں جو ہے اسے ڈال کہ ان کی تمام کاریگری کو وہ نگل جائے انہوں نے جو کچھ بنایا ہے یہ صرف جادوگروں کے کرتب ہیں اور جادوگر کہیں سے بھی آئے کامیاب نہیں ہوتا''۔

﴿وَاتَّبَعُواْ مَا تَتْلُواْ الشَّيَاطِينُ عَلَى مُلْكِ سُلَيْمَانَ وَمَا كَفَرَ سُلَيْمَانُ وَلَكِنَّ الشَّيْاطِينَ كَفَرُواْ يُعَلِّمُونَ النَّاسَ السِّحْرَ وَمَا أُنزِلَ عَلَى الْمَلَكَيْنِ بِبَابِلَ هَارُوتَ وَمَارُوتَ وَمَا يُعَلِّمَانِ مِنْ أَحَدٍ حَتَّى يَقُولاَ إِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلاَ تَكْفُرْ فَيَتَعَلَّمُونَ مِنْهُمَا مَا يُفَرِّقُونَ بِهِ بَيْنَ الْمَرْءِ وَزَوْجِهِ وَمَا هُم بِضَآرِّينَ بِهِ مِنْ أَحَدٍ إِلاَّ بِإِذْنِ اللّهِ وَيَتَعَلَّمُونَ مَا يَضُرُّهُمْ وَلاَ يَنفَعُهُمْ وَلَقَدْ عَلِمُواْ لَمَنِ اشْتَرَاهُ مَا لَهُ فِي الآخِرَةِ مِنْ خَلاَقٍ وَلَبِئْسَ مَا شَرَوْاْ بِهِ أَنفُسَهُمْ لَوْ كَانُواْ يَعْلَمُونَ﴾(بقرة:۱۰۲) ''اور اس چیز کے پیچھے لگ گئے جسے شیاطین (حضرت سلیمانؑ) کی حکومت میں پڑھتے تھے سلیمان نے تو کفر نہ کیا تھا، بلکہ یہ کفر شیطانوں کا تھا وہ لوگوں کو جادو سکھایا کرتے تھے، اور بابل میں ہاروت و ماروت دو فرشتوں پر جو اتارا گیا تھا وہ دونوں بھی کسی شخص کو ایسے وقت تک نہیں سکھاتے تھے جب تک کہ یہ نہ کہہ دیں کہ ہم تو ایک آزمائش میں ہیں تو کفر نہ کر پھر لوگ ان سے وہ سیکھتے جس سے خاوند اور بیوی میں جدائی ڈال دیں اور دراصل وہ بغیر اللہ تعالیٰ کی مرضی کے کسی کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے یہ لوگ وہ سیکھتے ہیں جو انہیں نقصان پہنچائے اور نفع نہ پہنچا سکے اور وہ بالیقین جانتے ہیں کہ اس کے لینے والے کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں اور وہ بدترین چیز ہے جس کے بدلے وہ اپنے آپ کو فروخت کر رہے ہیں کاش کہ یہ جانتے ہوتے''۔

﴿وَالصَّافَّاتِ صَفّاً فَالزَّاجِرَاتِ زَجْراً فَالتَّالِيَاتِ ذِكْراً إِنَّ إِلَهَكُمْ لَوَاحِدٌ رَّبُّ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا وَرَبُّ الْمَشَارِقِ إِنَّا زَيَّنَّا السَّمَاء الدُّنْيَا بِزِينَةٍ الْكَوَاكِبِ وَحِفْظاً مِّن كُلِّ شَيْطَانٍ مَّارِدٍ لَا يَسَّمَّعُونَ إِلَى الْمَلَإِ الْأَعْلَى وَيُقْذَفُونَ

مِن كُلِّ جَانِبٍ دُحُوراً وَلَهُمْ عَذَابٌ وَاصِبٌ إِلَّا مَنْ خَطِفَ الْخَطْفَةَ فَأَتْبَعَهُ شِهَابٌ ثَاقِبٌ﴾ (الصافات: ۱-۱۰) ''قسم ہے صف باندھنے والے (فرشتوں) کی پھر پوری طرح ڈانٹنے والوں کی پھر ذکر اللہ کی تلاوت کرنے والوں کی یقیناً تم سب کا معبود ایک ہی ہے آسمانوں اور زمین اوران کے درمیان کی تمام چیزوں اور مشرقوں کا رب وہی ہے ہم نے آسمان دنیا کوستاروں کی دنیا سے آراستہ کیا اور حفاظت کی سرکش شیطان سے، عالم بالا کے فرشتوں کی باتوں کو سننے کے لئے وہ کان بھی نہیں لگا سکتے بلکہ ہر طرف سے وہ مارے جاتے ہیں بھگانے کے لئے اور ان کے لئے دائمی عذاب ہے مگر جو کوئی ایک آدھ بات اچک لے بھاگے تو (فوراً ہی) اس کے پیچھے دہکتا ہوا شعلہ لگ جاتا ہے''۔

﴿وَإِذْ صَرَفْنَا إِلَيْكَ نَفَراً مِّنَ الْجِنِّ يَسْتَمِعُونَ الْقُرْآنَ فَلَمَّا حَضَرُوهُ قَالُوا أَنصِتُوا فَلَمَّا قُضِيَ وَلَّوْا إِلَى قَوْمِهِم مُّنذِرِينَ قَالُوا يَا قَوْمَنَا إِنَّا سَمِعْنَا كِتَاباً أُنزِلَ مِن بَعْدِ مُوسَى مُصَدِّقاً لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ يَهْدِي إِلَى الْحَقِّ وَإِلَى طَرِيقٍ مُّسْتَقِيمٍ يَا قَوْمَنَا أَجِيبُوا دَاعِيَ اللَّهِ وَآمِنُوا بِهِ يَغْفِرْ لَكُم مِّن ذُنُوبِكُمْ وَيُجِرْكُم مِّنْ عَذَابٍ أَلِيمٍ وَمَن لَّا يُجِبْ دَاعِيَ اللَّهِ فَلَيْسَ بِمُعْجِزٍ فِي الْأَرْضِ وَلَيْسَ لَهُ مِن دُونِهِ أَولِيَاء أُولَئِكَ فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ﴾ (الاحقاف: ۲۹-۳۲) '' اور یاد کرو جب کہ ہم نے جنوں کی ایک جماعت کو تیری طرف متوجہ کیا کہ وہ قرآن سنیں پس جب (نبی کے) پاس پہنچ گئے تو ایک دوسرے سے کہنے لگے خاموش ہو جاؤ، پھر جب پڑھ کر ختم ہو گیا تو اپنی قوم کو خبردار کرنے کے لئے واپس ہو گئے کہنے لگے اے ہماری قوم! ہم نے یقیناً وہ کتاب سنی ہے جو موسیٰ (علیہ السلام) کے بعد نازل کی گئی ہے جو اپنے سے پہلی کتابوں کی تصدیق کرنے والی ہے جو سچے دین کی راہ راست کی طرف رہنمائی کرتی ہے اے ہماری قوم! اللہ کے بلانے والے کا کہا مانو اس پر ایمان لاؤ تو اللہ تمہارے گناہ بخش دے گا اور تمہیں المناک عذاب سے پناہ دے گا اور جو شخص اللہ کے بلانے والے کا کہنا نہ مانے گا پس وہ زمین میں کہیں (بھاگ کر اللہ کو) عاجز نہیں کر سکتا نہ اللہ کے سوا اور کوئی اس کا مددگار ہو گا یہ لوگ کھلی گمراہی میں ہیں''۔

﴿يَا مَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْإِنسِ إِنِ اسْتَطَعْتُمْ أَن تَنفُذُوا مِنْ أَقْطَارِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ فَانفُذُوا لَا تَنفُذُونَ إِلَّا بِسُلْطَانٍ فَبِأَيِّ آلَاء رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ يُرْسَلُ عَلَيْكُمَا شُوَاظٌ مِّن نَّارٍ وَنُحَاسٌ فَلَا تَنتَصِرَانِ فَبِأَيِّ آلَاء رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ﴾ (رحمن: ۳۳-۳۶) ''اے گروہ جنات وانسان! اگر تم میں آسمان وزمین کے کناروں سے باہر نکل جانے کی طاقت ہے تو نکل بھاگو بغیر غلبہ اور طاقت کے تم نہیں نکل سکتے پھر اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے تم پر آگ کے شعلے اور دھواں چھوڑا جائے گا پھر تم مقابلہ نہ کر سکو گے پھر اپنے رب کی نعمتوں میں سے کس نعمت کو جھٹلاؤ گے۔

﴿وَإِن يَكَادُ الَّذِينَ كَفَرُوا لَيُزْلِقُونَكَ بِأَبْصَارِهِمْ لَمَّا سَمِعُوا الذِّكْرَ وَيَقُولُونَ إِنَّهُ لَمَجْنُونٌ وَمَا هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعَالَمِينَ﴾ (القلم: ۵۱-۵۲) ''اور قریب ہے کہ کافر اپنی تیز نگاہوں سے آپ کو پھسلا دیں جب کبھی قرآن سنتے ہیں اور کہہ دیتے ہیں یہ تو ضرور دیوانہ ہے درحقیقت یہ (قرآن) تو تمام جہاں والوں کے لئے سراسر نصیحت ہی ہے''۔

﴿أَفَحَسِبْتُمْ أَنَّمَا خَلَقْنَاكُمْ عَبَثاً وَأَنَّكُمْ إِلَيْنَا لَا تُرْجَعُونَ﴾ (المؤمنون: ۱۱۵) ''کیا تم یہ گمان کئے ہوئے ہو کہ ہم نے تمہیں یونہی بیکار پیدا کیا ہے اور یہ کہ تم ہماری طرف لوٹائے ہی نہ جاؤ گے''؟

—ooOoo—

۷-نظر بد کا علاج

نظر بد ایک ایسا تیر ہے جو حاسد اور نظر لگانے والے کے نفس سے نکلتا ہے اور اس شخص کے جسم میں پیوست ہو جاتا ہے جس سے حسد کیا جاتا ہے یا جس کی طرف نظر بد سے دیکھا جاتا ہے یہ تیر کبھی نشانے پر لگ جاتا ہے اور کبھی خطا کر جاتا ہے اگر آدمی کا جسم کھلا ہوا ہے اور اس پر کوئی بچاؤ کا سامان نہیں ہے تو اس پر یہ تیر آسانی سے حتمی طور پر لگ جاتا ہے اور اگر اس کے جسم پر بچاؤ کا سامان ہے تو یہ تیر اس پر اثر نہیں کرتا۔

نظر بد در حقیقت حسد کی وجہ سے لگتی ہے یا اس وقت لگتی ہے جب دیکھنے والا کسی چیز کو انتہائی اشتیاق اور حیرانی سے دیکھتا ہے اور اس پر اللہ کا نام نہیں لیتا اور کبھی اس کے پیچھے جن کے شیاطین میں سے کوئی شیطان ہوتا ہے۔

نظر بد لگنے کی کیفیت:

آدمی کسی کی کوئی چیز دیکھ کر تعریف کرتا ہے اور اس پر اللہ کا نام نہیں لیتا اور نہ برکت کی دعا کرتا ہے پھر شیطانی ارواح اس کو اچک لیتی ہیں اور جس کی طرف دیکھا گیا ہے اس کو اللہ کی مرضی سے تکلیف دینا چاہتی ہیں اور کوئی بچاؤ کا سامان نہیں ہوتا۔

جس کو نظر لگ جائے اس کا علاج دو طریقوں سے کیا جائے:

۱-اگر نظر لگانے والا معلوم ہے تو اس کو غسل کرنے کا حکم دیا جائے اور نظر لگانے والا اللہ اور اس کے رسول کا حکم بجالاتے ہوئے حاضر ہو اور غسل کرے اور انکار نہ کرے پھر وہ پانی جس میں اس نے غسل کیا ہے اس شخص پر جس کو نظر لگ گئی ہے پیچھے سے ایک ہی مرتبہ میں ڈال دیا جائے ان شاء اللہ وہ نظر بد سے چھٹکارا پا جائے گا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ نظر لگ جانا سچ ہے اور اگر کوئی چیز تقدیر پر سبقت لے جاتی تو وہ نظر ہوتی لہٰذا جب تم سے غسل کرنے کے لئے کہا جائے تو غسل کرو۔(مسلم:۲۱۸۸)

غسل کرنے کی صفت:

ابوامامہ بن سہل بن حنیف اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ مکہ کی طرف نکلے اور صحابہ کرام بھی آپ کے ساتھ چلے......اس میں یہ بھی ہے کہ سہل زمین پر بیہوش ہو کر گر گئے انہیں رسول اللہ ﷺ کے پاس لایا گیا لوگوں نے آپ سے کہا اے اللہ کے رسول ﷺ کیا سہل کے بارے میں آپ کو کچھ معلوم ہے خدا کی قسم وہ اپنا سر نہیں اٹھاتے ہیں اور نہ انہیں افاقہ ہو رہا ہے آپ نے فرمایا کیا تم ان کے بارے میں کسی کو تہمت لگاتے ہو لوگوں نے کہا کہ عامر بن ربیعہ نے ان کو دیکھا تھا رسول اللہ ﷺ نے عامر کو بلایا اور ان پر غصہ ہوئے اور کہنے لگے کہ تم میں سے کوئی شخص اپنے بھائی کی جان کیوں لیتا ہے کیوں نہیں جب تم نے ان کو دیکھا تو ان کے لئے برکت کی دعا کی پھر نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ تم سہل کے لئے غسل کرو چنانچہ عامر نے اپنا چہرہ ہاتھ دونوں کہنیوں، گھٹنوں اور اپنے پیر کے کناروں اور ازار کے نیچے کا حصہ ایک بڑے برتن میں دھویا پھر اس پانی کو سہل کے اوپر ایسے ہی بہا دیا جیسے کہ کوئی شخص اپنے سر اور پیٹھ پر پیچھے سے پانی گراتا ہے پھر برتن کو اپنے پیچھے اوندھا کر دیتا ہے ایسا کرنے سے سہل کو افاقہ ہو گیا اور وہ لوگوں کے ساتھ چلنے پھرنے لگے۔(احمد:۱۶۰۷۶،ابن ماجہ:۳۵۰۹)

۲-اگر نظر لگانے والا معلوم نہ ہو تو مریض پر قرآن کریم اور ان دعاؤں کو پڑھ کر پھونکا جائے جو رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہیں اور پڑھنے والا اور جس پر پڑھا جائے دونوں یہ یقین رکھیں کہ شفاء دینے والا اللہ تعالیٰ ہے، اور قرآن میں شفاء ہے۔قرآن کریم کی جن آیتوں یا سورتوں کو پڑھا جائے وہ یہ ہیں:

سورہ فاتحہ، آیۃ الکرسی، سورہ بقرہ کی آخری آیتیں، سورہ اخلاص، معوذتین، (قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس) اور اگر چاہے تو یہ آیت بھی پڑھے:

﴿فَإِنْ آمَنُوا بِمِثْلِ مَا آمَنتُم بِهِ فَقَدِ اهْتَدَوا وَّإِن تَوَلَّوْا فَإِنَّمَا هُمْ فِي شِقَاقٍ فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللَّهُ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ﴾(بقرۃ/۱۳۷) ''اگر وہ تم جیسا ایمان لائیں تو

ہدایت پائیں اور اگر منہ موڑیں تو وہ صریح اختلاف میں ہیں اللہ تعالیٰ ان سے عنقریب آپ کی کفایت کرے گا اور وہ خوب سننے اور جاننے والا ہے''۔

﴿ وَإِن يَكَادُ الَّذِينَ كَفَرُوا لَيُزْلِقُونَكَ بِأَبْصَارِهِمْ لَمَّا سَمِعُوا الذِّكْرَ وَيَقُولُونَ إِنَّهُ لَمَجْنُونٌ ﴾(القلم: ٥١) ''اور قریب ہے کہ کافر اپنی تیز نگاہوں سے آپ کو پھسلا دیں جب کبھی قرآن سنتے ہیں اور کہہ دیتے ہیں یہ تو ضرور دیوانہ ہے''۔

﴿أَمْ يَحْسُدُونَ النَّاسَ عَلَى مَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِن فَضْلِهِ فَقَدْ آتَيْنَا آلَ إِبْرَاهِيمَ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَآتَيْنَاهُم مُّلْكاً عَظِيماً ﴾(النساء: ٥٤) ''یا یہ لوگوں سے حسد کرتے ہیں اس پر جو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے انہیں دیا ہے پس ہم نے تو آل ابراہیم کو کتاب اور حکمت بھی دی ہے اور بڑی سلطنت بھی عطا فرمائی ہے''۔

﴿وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْآنِ مَا هُوَ شِفَاء وَرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِينَ وَلاَ يَزِيدُ الظَّالِمِينَ إَلاَّ خَسَاراً ﴾ (الاسراء:٨٢) ''یہ قرآن ہم جو نازل کر رہے ہیں مؤمنوں کے لئے تو سراسر شفا اور رحمت ہے ہاں ظالموں کو بجز نقصان کے اور کوئی زیادتی نہیں ہوتی''۔

﴿قُلْ هُوَ لِلَّذِينَ آمَنُوا هُدًى وَشِفَاء﴾(فصلت: ٤٤) ''آپ کہہ دیجئے کہ یہ تو ایمان والوں کے لئے ہدایت وشفا ہے''۔

اس کے علاوہ قرآن سے جو ممکن ہو تو پڑھے پھر ان دعاؤں کو پڑھے جو رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہیں ان میں سے بعض دعائیں یہ ہیں: "**اللهم رب الناس اذهب البأس واشفه ، وانت الشافي ، لا شفاء الا شفاؤك ،شفاءً لا يغادر سقما** "(بخاری:٥٧٤٣،مسلم:٢١٩١) ''اے اللہ لوگوں کے رب تو بیماری کو لے جا اور تو اس کو شفاء دے تو ہی شفاء دینے والا ہے اور حقیقی شفاء وہ ہے جو تو دے ایسی شفاء دے جو بیماری کو بالکل نہ چھوڑے''۔

''**بسم الله ارقيك من كل شئي يؤذيك من شر كل نفس اوعين حاسد الله يشفيك باسم الله ارقيك**''. ''اللہ کے نام سے میں تمہارے لئے ہر اس چیز سے محفوظ

رہنے کی دعا کرتا ہوں جو تمہیں تکلیف دیتی ہے اور ہر نفس کے شر یا حاسد آنکھ سے محفوظ رہنے کی دعا کرتا ہوں اللہ تعالیٰ تمہیں شفاء دے اللہ کے نام سے میں تمہاری حفاظت کی دعا کرتا ہوں''۔

(مسلم:٢١٨٦)

''**باسم الله يبريك،ومن كل داء يشفيك ، ومن شر حاسد اذا حسد وشر كل ذي عين**'' ''اللہ کے نام سے، اللہ تمہیں بری کرے اور ہر بیماری سے شفا دے اور حاسد کے شر سے تمہیں بچائے جب وہ حسد کرے اور ہر نظر لگانے والے کے شر سے تمہیں بچائے''۔

(مسلم:٢١٨٥)

''**امسح البأس رب الناس بيدك الشفاء لا كاشف له الا انت**'' ''اے لوگوں کے رب! بیماری دور کر دے شفاء تیرے ہی ہاتھ میں ہے بیماری کو دور کرنے والا تیرے سوا کوئی نہیں ہے''۔(بخاری:٥٧٤٤)

''**اعوذ بكلمات الله التامة، من كل شيطان وهامة،ومن كل عين لامة**'' ''اللہ تعالیٰ کے کلمات تامہ کے ذریعے ہر شیطان، موذی جانور، اور ہر نظر بد سے پناہ مانگتا ہوں''۔

(بخاری: ٣٣٧١)

''**اعوذ بكلمات الله التامات من غضبه وعقابه وشر عباده ومن همزات الشياطين وان يحضرون**''. ''میں اللہ تعالیٰ کے کلمات تامہ کے ذریعہ اس کے غضب، اس کی سزا، اس کے بندوں کے شر، شیطان کے شر اور ان کے آنے جانے سے پناہ مانگتا ہوں''۔

(مسلم:٢٢٠٢)

''**اسال الله العظيم رب العرش العظيم ان يشفيك**''.''میں اللہ سے جو بہت بڑا ہے اور عرش عظیم کا مالک ہے یہ سوال کرتا ہوں کہ تمہیں شفا عطا کرے ۔[یہ دعا سات مرتبہ پڑھے]''۔(ابو داؤد: ٣١٠٦، ترمذی :٢٠٨٣)

۳-كتاب الأدعية

اس میں مندرجہ ذیل چیزوں کا بیان ہے:

۱-دعا کی قسمیں

۲-دعا کی قوت

۳-دعا کی قبولیت

۴-دعا قبول ہونے کے موانع

۵-بلاء کے ساتھ دعا کے حالات

۶-دعا کی فضیلت

۷-کون سی دعا جائز اور کون سی دعا ناجائز ہے

۸-دعا کے آداب اور اجابت کے اسباب

۹-افضل اوقات واماکن واحوال جن میں دعا قبول ہوتی ہیں

۱۰-بعض دعائیں جو قرآن کریم اور احادیث صحیحہ میں بیان کی گئی ہیں

۱-قرآن کریم کی دعائیں

۲-نبی ﷺ کی دعائیں

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ فَلْيَسْتَجِيبُوا لِي وَلْيُؤْمِنُوا بِي لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُونَ﴾

(بقرہ:۱۸۶)

جب میرے بندے میرے بارے میں آپ سے سوال کریں تو آپ کہہ دیں کہ میں بہت ہی قریب ہوں ہر پکارنے والے کی پکار کو جب کبھی وہ پکارے قبول کرتا ہوں اس لئے لوگوں کو بھی چاہئے کہ وہ میری بات مان لیا کریں اور مجھ پر ایمان رکھیں یہی ان کی بھلائی کا باعث ہے۔

دعائیں

دعا کی قسمیں:

دعا کی دو قسمیں ہیں:

عبادت کی دعا اور مانگنے کی دعا - ان میں سے ہر ایک دوسرے کو مستلزم ہے۔

عبادت کی دعا:

کسی مقصد کے حصول کے لیے یا تکلیف دور کرنے کے لیے اخلاص کے ساتھ اللہ کی تنہا عبادت کر کے اللہ تک پہنچنا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَذَا النُّونِ إِذ ذَّهَبَ مُغَاضِباً فَظَنَّ أَن لَّن نَّقْدِرَ عَلَيْهِ فَنَادَى فِي الظُّلُمَاتِ أَن لَّا إِلَهَ إِلَّا أَنتَ سُبْحَانَكَ إِنِّي كُنتُ مِنَ الظَّالِمِينَ فَاسْتَجَبْنَا لَهُ وَنَجَّيْنَاهُ مِنَ الْغَمِّ وَكَذَلِكَ نُنجِي الْمُؤْمِنِينَ﴾ (انبیاء: ۸۸/۸۷) ''مچھلی والے (حضرت یونس علیہ السلام) کو یاد کرو چنانچہ وہ غصہ سے چل دیا اور خیال کیا کہ ہم اسے نہ پکڑ سکیں گے، بالآخر وہ اندھیروں کے اندر سے پکار اٹھا کہ الٰہی! تیرے سوا کوئی معبود نہیں تو پاک ہے، بیشک میں ظالموں میں ہو گیا، تو ہم نے اس کی پکار سن لی اور اسے غم سے نجات دے دی، اور ہم ایمان والوں کو اسی طرح بچا لیا کرتے ہیں''۔

مانگنے کی دعا:

کسی چیز کا طلب کرنا ہے جو دعا کرنے والے کو فائدہ پہنچائے یا اس کی تکلیف دور ہو جائے، قرآن کریم میں ہے:

﴿رَبَّنَا إِنَّنَا آمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوبَنَا وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ﴾ (آل عمران: ۱۶) ''اے ہمارے رب! ہم ایمان لا چکے اس لیے ہمارے گناہ معاف فرما اور ہمیں آگ کے عذاب سے بچا''۔

دعا کی قوت:

دعائیں ہتھیار کی طرح ہیں، ہتھیار اس وقت مؤثر ہوگا جب اس کی دھار تیز ہو، اس کا چلانے والا قوی ہو اور کوئی مانع نہ ہو اور اگر ان تینوں چیزوں میں سے کوئی چیز پائی نہیں جاتی ہے تو ہتھیار مؤثر نہیں ہوگا جو مصیبتیں نازل ہو چکی ہیں اور جو ابھی نازل نہیں ہوئی ہیں، دعا دونوں کو دور کرنے میں فائدہ مند ہے۔

دعا مومن کا ہتھیار ہے وہ ان مصیبتوں میں بھی فائدہ مند ہے جو نازل ہو چکی ہیں اور ان مصیبتوں میں بھی فائدہ مند ہے جو ابھی نازل نہیں ہوئی ہیں، اللہ کی ذات پر آدمی کا جتنا زیادہ ایمان ہوگا اور اللہ کے اوامر پر وہ جتنا زیادہ قائم ہوگا اور اعلاء کلمۃ اللہ کے لیے اس کی کوشش جتنی زیادہ ہوگی اسی کے مطابق اس کی دعا قبول کی جائے گی اور اس کو اس کا مطلوب حاصل ہوگا۔

دعا کی قبولیت:

اگر وہ شرائط پائے جائیں جو دعا کے قبول ہونے کے لیے ضروری ہیں تو اللہ تعالیٰ سائل کو اس کی مانگی ہوئی چیز یا تو فوراً دے دیتا ہے یا تو مؤخر کر دیتا ہے تاکہ وہ مسلمان زیادہ سے زیادہ گریہ وزاری کرے، یا اسے کوئی دوسری چیز دے دیتا ہے جو اس کے لیے اس چیز سے زیادہ فائدہ مند ہے جو اس نے مانگی ہے یا اس سے کوئی بلاء دور کر دیتا ہے، اللہ تعالیٰ زیادہ جانتا ہے کہ بندے کے لیے کیا چیز بہتر ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ فَلْيَسْتَجِيبُواْ لِي وَلْيُؤْمِنُواْ بِي لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُونَ﴾ (بقرہ: ۱۸۶) ''جب میرے بندے میرے بارے میں آپ سے سوال کریں تو آپ کہہ دیں کہ میں بہت ہی قریب ہوں ہر پکارنے والے کی پکار کو جب کبھی وہ مجھے پکارے، قبول کرتا ہوں اس لیے لوگوں کو بھی چاہئے کہ وہ میری بات مان لیا کریں اور مجھ پر ایمان رکھیں، یہی ان کی بھلائی کا باعث ہے''۔

دعا کی قبولیت کے موانع:

مکروہ کے دفع کرنے اور مطلوب کے حاصل کرنے میں دعا سب سے قوی سبب ہے لیکن دعا

کبھی اثر کھو دیتی ہے اس کی ایک وجہ یہ ہوتی ہے کہ وہ دعا بذات خود کمزور ہوتی ہے یعنی ایسی دعا ہوتی ہے جو اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں مثلاً ظلم وعدوان اور برے کاموں کے لئے دعا کرنا دوسری وجہ یہ ہوتی ہے کہ دعا کرنے والے کا دل دعا کرتے وقت اللہ رب العزت کی طرف پوری طرح متوجہ نہیں ہوتا، تیسری وجہ یہ ہوتی ہے کہ دعا کی قبولیت کا کوئی مانع پایا جاتا ہے مثلاً حرام روزی، غفلت و سہو، مسلسل گناہ، دعا کی قبولیت میں جلدی مچانا، اور دعا کرنا پھر چھوڑ دینا وغیرہ۔ اللہ تعالیٰ کبھی دنیا میں نہیں دیتا ہے تاکہ آخرت میں اس سے زیادہ دے اور کبھی نہیں دیتا ہے لیکن اسی کے مثل کوئی شر اس سے دور کر دیتا ہے اور کبھی مطلوب کے حصول میں گناہ ہوتا ہے اس لئے اسے نہیں دیتا ہے اور کبھی وہ اس لیے نہیں دیتا ہے کہ کہیں اسے پا کر بندہ رب سے غافل نہ ہو جائے۔

بلاء کے ساتھ دعا کے حالات:

دعا سب سے نفع بخش دوا ہے وہ بلاء کی دشمن ہے بلاء کے ساتھ اس کی تین حالتیں ہیں۔

۱- اگر دعا بلاء سے قوی ہوتی ہے تو بلاء کو ہٹا دیتی ہے۔

۲- اگر دعا بلاء سے کمزور ہوتی ہے تو بلاء اس پر غالب آجاتی ہے۔

۳- اگر دونوں برابر ہوتی ہیں تو ایک دوسرے کو پچھاڑنے کی کوشش کرتی ہیں۔

دعا کی فضیلت:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ فَلْيَسْتَجِيبُوا لِي وَلْيُؤْمِنُوا بِي لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُونَ﴾ (بقرہ:۱۸۶) ”جب میرے بندے میرے بارے میں آپ سے سوال کریں تو آپ کہہ دیں کہ میں بہت ہی قریب ہوں ہر پکارنے والے کی پکار کو جب کبھی وہ مجھ کو پکارے قبول کرتا ہوں اس لئے لوگوں کو بھی چاہئے کہ وہ میری بات مان لیا کریں اور مجھ پر ایمان رکھیں یہی ان کی بھلائی کا باعث ہے“۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ إِنَّ الَّذِينَ يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِي سَيَدْخُلُونَ جَهَنَّمَ دَاخِرِينَ﴾ (مؤمن:۶۰) ”اور تمہارے رب کا فرمان

(سرزد) ہو چکا ہے کہ مجھ سے دعا کرو میں تمہاری دعاؤں کو قبول کروں گا یقین مانو کہ جو لوگ میری عبادت سے خودسری کرتے ہیں وہ ابھی ابھی ذلیل ہو کر جہنم میں پہنچ جائیں گے“۔

دعا کے آداب اور اجابت کے اسباب:

وہ یہ ہیں: دعا میں اخلاص ہو، شروع میں اللہ کی حمد وثنا بیان کی جائے، پھر دعا کے شروع میں بیچ میں، اور اخیر میں نبی ﷺ پر درود بھیجا جائے، دل حاضر ہو، آواز پست ہو، گناہوں کا اعتراف کیا جائے، اور بخشش طلب کی جائے، اللہ کی نعمت کا اعتراف کیا جائے اور اس پر اس کا شکر ادا کیا جائے، دعا تین بار کی جائے، اور خوب اصرار سے کی جائے، دعا کی قبولیت کے لئے جلدی نہ کی جائے، دعا برابر کی جائے، اور اس کے قبول ہونے پر یقین ہو کسی ایسی چیز کے لئے دعا نہ کی جائے جس میں گناہ ہو نہ ہی رشتہ قطع کرنے کی دعا کی جائے، آدمی دعا میں حد سے تجاوز نہ کرے، اپنے اہل وعیال جان و مال کے خلاف دعا نہ کرے، اور کھانا پینا اور پہننا حلال ہو، ظلم کو دفع کرنے والا ہو خشوع و خضوع کے ساتھ پاکی کی حالت میں دعا کی جائے دونوں ہاتھوں کو ملا کر مونڈھوں تک اٹھائے اور اس کے دونوں ہاتھوں کا اندرونی حصہ آسمان کی طرف ہو وہ اگر چاہے تو ان دونوں ہاتھوں سے اپنا چہرہ ڈھانپ لے اور ان دونوں ہاتھوں کا اوپری حصہ قبلہ کی طرف ہو، وہ دعا کے وقت قبلہ کی طرف رخ کرے، دعا خوشحالی اور بدحالی دونوں حالتوں میں کرتا رہے، وہ دعائیں پڑھے جن کے قبول ہونے کا زیادہ گمان ہے اور جو شرعاً ثابت ہیں۔

کونسی دعا جائز ہے اور کونسی دعا جائز نہیں:

دعا کی کئی قسمیں ہیں:

بعض دعائیں ایسی ہیں جن کے کرنے کا بندے کو حکم دیا گیا ہے خواہ وہ امر واجب ہو یا امر مستحب مثلاً وہ دعائیں جو نماز میں پڑھی جاتی ہیں، اس کے علاوہ وہ دعائیں جو قرآن وحدیث میں آئی ہیں، اللہ تعالیٰ ایسی دعاؤں کو پسند کرتا ہے۔

اور بعض وہ دعائیں ہیں جن کے کرنے سے بندے کو منع کیا گیا ہے مثلاً بندہ ایسی چیز حاصل

کرنے کے لیے دعا کرے جو اللہ تعالیٰ کے خصائص میں سے ہے، مثلاً یہ کہے کہ اے اللہ! تو مجھے ہر چیز جاننے والا بنا دے یا ہر چیز پر قادر بنادے یا مجھے غیب پر مطلع کردے وغیرہ، اس طرح کی دعائیں اللہ کو پسند نہیں ہیں۔

اور دعا کی تیسری قسم وہ ہے جو مباح ہے مثلاً فاضل چیز مانگے جس میں معصیت نہ ہو۔

وہ افضل اوقات مقامات اور حالات جن میں دعا قبول کی جاتی ہے:

۱- افضل اوقات یہ ہیں:

رات کا آخری حصہ، شب قدر، فرض نماز کے بعد، اذان اور اقامت کے درمیان، ہر رات میں ایک گھڑی، جمعہ کے دن ایک گھڑی جو کہ عصر کے بعد کی آخری گھڑی ہے، وضو کے بعد، بارش نازل ہونے کے وقت، جب لشکر جہاد میں دشمنوں کی طرف بڑھے، جب فرض نمازوں کے لئے اذان دی جائے، جب آدمی طہارت کی حالت میں سوئے پھر رات میں بیدار ہو اور دعا کرے، رمضان میں دعا کرنا وغیرہ۔

۲- دعا کے افضل اماکن یہ ہیں:

خانۂ کعبہ کے پاس، میدان عرفہ میں عرفہ کے دن، صفا اور مروہ پر، مشعر حرام کے پاس، حج میں جمرہ صغریٰ اور جمرہ وسطیٰ کو کنکر مارنے کے بعد زمزم کا پانی پینے کے وقت وغیرہ۔

۳- دعا کے افضل احوال یہ ہیں:

جب ﴿لا الہ الا انت سبحانک انی کنت من الظالمین﴾ پڑھا جائے، جب دل حاضر ہو، مسافر کی دعا، مریض کی دعا، مظلوم کی دعا، والد کی دعا اپنے لڑکے کے لئے، روزہ دار کی دعا افطار کے وقت، پریشان حال کی دعا، سجدہ کی حالت میں دعا، ذکر کی مجلسوں میں جب مسلمان اکٹھا ہوں، جب مرغ آواز دے، جب آدمی رات میں بیدار ہو اور لا الہ الا اللہ کہے پھر استغفار کرے اور دعا کرے وغیرہ۔

یہاں چند دعاؤں کو نقل کیا جارہا ہے جو قرآن وحدیث میں ہیں:

۱- قرآن کریم کی بعض دعائیں

﴿ رَبَّنَا ظَلَمْنَا أَنفُسَنَا وَإِن لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ ﴾ (الاعراف: ۲۳) ''اے ہمارے رب! ہم نے اپنا بڑا نقصان کیا ہے اور اگر تو ہماری مغفرت نہ کرے گا اور ہم پر رحم نہ کرے گا تو واقعی ہم نقصان پانے والوں میں سے ہو جائیں گے''۔

﴿رَبَّنَا عَلَيْكَ تَوَكَّلْنَا وَإِلَيْكَ أَنَبْنَا وَإِلَيْكَ الْمَصِيرُ ﴾(الممتحنة:٤) ''اے ہمارے پروردگار! تجھی پر ہم نے بھروسہ کیا ہے اور تیری ہی طرف رجوع کرتے ہیں اور تیری ہی طرف لوٹنا ہے''۔

﴿ رَبَّنَا آمَنَّا بِمَا أَنزَلْتَ وَاتَّبَعْنَا الرَّسُولَ فَاكْتُبْنَا مَعَ الشَّاهِدِينَ ﴾ (آل عمران: ۵۳) ''اے ہمارے پالنے والے معبود! ہم تیری اتاری ہوئی وحی پر ایمان لائے اور ہم نے تیرے رسول کی اتباع کی پس تو ہمیں گواہوں میں لکھ لے''۔

﴿رَبَّنَا آمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا وَأَنتَ خَيْرُ الرَّاحِمِينَ ﴾(المؤمنون:۱۰۹) ''اے ہمارے پروردگار! ہم ایمان لاچکے ہیں تو ہمیں بخش دے اور ہم پر رحم فرما تو سب مہربانوں سے زیادہ مہربان ہے''۔

﴿ رَبَّنَا آمَنَّا فَاكْتُبْنَا مَعَ الشَّاهِدِينَ ﴾(المائدة:۸۳) ''اے ہمارے رب! ہم ایمان لے آئے پس تو ہم کو بھی ان لوگوں کے ساتھ لکھ لے جو تصدیق کرتے ہیں''۔

﴿رَبَّنَا إِنَّنَا آمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوبَنَا وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴾ (آل عمران:۱۶) ''اے ہمارے رب! ہم ایمان لاچکے اس لئے ہمارے گناہ معاف فرما اور ہمیں آگ کے عذاب سے بچا''۔

﴿رَبَّنَا أَتْمِمْ لَنَا نُورَنَا وَاغْفِرْ لَنَا إِنَّكَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴾(التحریم:۸) ''اے ہمارے رب! ہمیں کامل نور عطا فرما اور ہمیں بخش دے یقیناً تو ہر چیز پر قادر ہے''۔

﴿رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِينَ سَبَقُونَا بِالْإِيمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِي قُلُوبِنَا غِلًّا

لِلَّذِيْنَ آمَنُوا رَبَّنَا إِنَّكَ رَؤُوفٌ رَّحِيْمٌ ﴾(الحشر: ١٠) ''اے ہمارے پروردگار! ہمیں بخش دے اور ہمارے ان بھائیوں کو بھی جو ہم سے پہلے ایمان لا چکے ہیں اور ایمان داروں کی طرف سے ہمارے دل میں کینہ (اور دشمنی) نہ ڈال اے ہمارے رب! بیشک تو شفقت ومہربانی کرنے والا ہے''۔

﴿رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّكَ أَنتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِن ذُرِّيَّتِنَا أُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ وَأَرِنَا مَنَاسِكَنَا وَتُبْ عَلَيْنَا إِنَّكَ أَنتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْم ﴾ (البقرة: ١٢٧-١٢٨) ''ہمارے پروردگار! تو ہم سے قبول فرما تو ہی سننے اور جاننے والا ہے اور ہماری توبہ قبول فرما تو ہی توبہ قبول فرمانے والا اور رحم وکرم کرنے والا ہے''۔

﴿رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوا وَاغْفِرْ لَنَا رَبَّنَا إِنَّكَ أَنتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ﴾ (الممتحنة: ٥) ''اے ہمارے پروردگار! تو ہمیں کافروں کی آزمائش میں نہ ڈال اور اے ہمارے پالنے والے ہماری خطاؤں کو بخش دے بیشک تو ہی غالب حکمت والا ہے''۔

﴿ رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلْقَوْمِ الظَّالِمِيْنَ وَنَجِّنَا بِرَحْمَتِكَ مِنَ الْقَوْمِ الْكَافِرِيْن ﴾ (يونس: ٨٥-٨٦) ''اے ہمارے پروردگار! ہم کو ان ظالموں کے لئے فتنہ نہ بنا اور ہم کو اپنی رحمت سے ان کافر لوگوں سے نجات دے''۔

﴿ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا ذُنُوبَنَا وَإِسْرَافَنَا فِيْ أَمْرِنَا وَثَبِّتْ أَقْدَامَنَا وانصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِيْن ﴾ (آل عمران: ١٤٧) ''اے ہمارے پروردگار! ہمارے گناہوں کو بخش دے اور ہم سے ہمارے کاموں میں جو بے جا زیادتی ہوئی ہے اسے بھی معاف فرما اور ہمیں ثابت قدمی عطا فرما اور ہمیں کافروں کی قوم پر مدد دے''۔

﴿رَبَّنَا آتِنَا مِن لَّدُنكَ رَحْمَةً وَهَيِّءْ لَنَا مِنْ أَمْرِنَا رَشَداً ﴾(الكهف: ١٠) ''اے ہمارے پروردگار! ہمیں اپنے پاس سے رحمت عطا فرما اور ہمارے لئے ہمارے کام میں راہ یابی کو آسان کردے''۔

﴿رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ أَزْوَاجِنَا وَذُرِّيَّاتِنَا قُرَّةَ أَعْيُنٍ وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ إِمَاماً﴾

(الفرقان: ٧٤) ''اے ہمارے پروردگار! تو ہمیں ہماری بیویوں اور اولاد سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرما اور ہمیں پرہیزگاروں کا پیشوا بنا''۔

﴿رَبَّنَا اصْرِفْ عَنَّا عَذَابَ جَهَنَّمَ إِنَّ عَذَابَهَا كَانَ غَرَاماً إِنَّهَا سَاءَتْ مُسْتَقَرّاً وَمُقَاما ﴾ (الفرقان: ٦٥-٦٦) ''اے ہمارے پروردگار! ہم سے دوزخ کا عذاب پرے ہی پرے رکھ کیوں کہ اس کا عذاب چمٹ جانے والا ہے بیشک وہ ٹھہرنے اور رہنے کے حساب سے بدترین جگہ ہے''۔

﴿ رَبَّنَا آتِنَا فِيْ الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِيْ الآخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ﴾ (بقرة: ٢٠١) ''اے ہمارے رب! ہمیں دنیا میں نیکی دے اور آخرت میں بھی بھلائی عطا فرما اور ہمیں عذاب جہنم سے نجات دے''۔

﴿سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَإِلَيْكَ الْمَصِيْرُ ﴾(بقرة:٢٨٥) ''ہم نے سنا اور اطاعت کی، ہم تیری بخشش طلب کرتے ہیں اے ہمارے رب اور ہمیں تیری ہی طرف لوٹنا ہے''۔

﴿رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا إِن نَّسِيْنَا أَوْ أَخْطَأْنَا رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَا إِصْراً كَمَا حَمَلْتَهُ عَلَى الَّذِيْنَ مِن قَبْلِنَا رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهِ وَاعْفُ عَنَّا وَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا أَنتَ مَوْلَانَا فَانصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِيْنَ﴾(بقرة: ٢٨٦) '' اے ہمارے رب! اگر ہم بھول گئے ہوں یا خطا کی ہو تو ہمیں نہ پکڑنا اے ہمارے رب ہم پر وہ بوجھ نہ ڈال جو ہم سے پہلے لوگوں پر ڈالا تھا، اے ہمارے رب! ہم پر وہ بوجھ نہ ڈال جس کی ہمیں طاقت نہ ہو اور ہم سے درگزر فرما اور ہمیں بخش دے اور ہم پر رحم کر، تو ہی ہمارا مالک ہے ہمیں کافروں کی قوم پر غلبہ عطا فرما''۔

﴿رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوبَنَا بَعْدَ إِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِن لَّدُنكَ رَحْمَةً إِنَّكَ أَنتَ الْوَهَّاب ﴾ (آل عمران:٨) اے ہمارے رب! ہمیں ہدایت دینے کے بعد ہمارے دل ٹیڑھے نہ کردے اور ہمیں اپنے پاس سے رحمت عطا فرما یقیناً تو ہی بہت بڑی عطا دینے والا ہے۔

﴿رَبَّنَا إِنَّكَ جَامِعُ النَّاسِ لِيَوْمٍ لَّا رَيْبَ فِيْهِ إِنَّ اللّهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيْعَاد ﴾ (آل

عمران: ۹) ''اے ہمارے رب! تو یقیناً لوگوں کو جمع کرنے والا ہے جس کے آنے میں کوئی شک نہیں یقیناً اللہ تعالیٰ وعدہ خلافی نہیں کرتا''۔

﴿رَبَّنَا إِنَّكَ مَن تُدْخِلِ النَّارَ فَقَدْ أَخْزَيْتَهُ وَمَا لِلظَّالِمِينَ مِنْ أَنصَارٍ رَّبَّنَا إِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِيًا يُنَادِي لِلإِيمَانِ أَنْ آمِنُوا بِرَبِّكُمْ فَآمَنَّا رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوبَنَا وَكَفِّرْ عَنَّا سَيِّئَاتِنَا وَتَوَفَّنَا مَعَ الأَبْرَارِ رَبَّنَا وَآتِنَا مَا وَعَدتَّنَا عَلَى رُسُلِكَ وَلاَ تُخْزِنَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِنَّكَ لاَ تُخْلِفُ الْمِيعَادَ﴾ (آل عمران: ۱۹۱ - ۱۹۴) ''اے ہمارے پروردگار! تو نے یہ بے فائدہ نہیں بنایا تو پاک ہے پس ہمیں آگ کے عذاب سے بچا اے ہمارے پالنے والے تو جسے جہنم میں ڈالے یقیناً تو نے اسے رسوا کیا اور ظالموں کا مددگار کوئی نہیں اے ہمارے رب! ہم نے سنا کہ منادی کرنے والا بآواز بلند ایمان کی طرف بلا رہا ہے کہ لوگو! اپنے رب پر ایمان لاؤ پس ہم ایمان لائے یا الٰہی! اب تو ہمارے گناہوں کو معاف فرما اور ہماری برائیاں ہم سے دور کر دے اور ہماری موت نیکیوں کے ساتھ کر اے ہمارے پالنے والے معبود ہمیں وہ دے جس کا وعدہ تو نے ہم سے اپنے رسولوں کی زبانی کیا ہے اور ہمیں قیامت کے دن رسوا نہ کر یقیناً تو وعدہ خلافی نہیں کرتا''۔

﴿رَبَّنَا اغْفِرْ لِي وَلِوَالِدَيَّ وَلِلْمُؤْمِنِينَ يَوْمَ يَقُومُ الْحِسَابُ﴾ (ابراهيم: ۴۱) ''اے ہمارے پروردگار! مجھے بخش دے اور میرے ماں باپ کو بھی بخش دے اور دیگر مؤمنوں کو بھی بخش جس دن حساب ہونے لگے''۔

﴿لَا إِلَهَ إِلَّا أَنتَ سُبْحَانَكَ إِنِّي كُنتُ مِنَ الظَّالِمِينَ﴾ (الانبياء: ۸۷) ''تیرے سوا کوئی معبود نہیں تو پاک ہے، بیشک میں ظالموں میں ہو گیا''۔

﴿رَبِّ أَوْزِعْنِي أَنْ أَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِي أَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلَى وَالِدَيَّ وَأَنْ أَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضَاهُ وَأَدْخِلْنِي بِرَحْمَتِكَ فِي عِبَادِكَ الصَّالِحِينَ﴾ (النمل: ۱۹) ''اے پروردگار! تو مجھے توفیق دے کہ میں تیری ان نعمتوں کا شکر بجالاؤں جو تو نے مجھ پر انعام کی ہیں اور میرے ماں باپ پر اور میں ایسا نیک اعمال کرتا رہوں جن سے تو خوش رہے مجھے اپنی رحمت سے

نیک بندوں میں شامل کرے۔

﴿رَبِّ اجْعَلْنِي مُقِيمَ الصَّلاَةِ وَمِن ذُرِّيَّتِي رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَاء﴾ (ابراهيم: ۴۰) ''اے میرے پالنے والے مجھے نماز کا پابند رکھ اور میری اولاد سے بھی اے ہمارے رب میری دعا قبول فرما''۔

﴿رَبِّ أَوْزِعْنِي أَنْ أَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِي أَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلَى وَالِدَيَّ وَأَنْ أَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضَاهُ وَأَصْلِحْ لِي فِي ذُرِّيَّتِي إِنِّي تُبْتُ إِلَيْكَ وَإِنِّي مِنَ الْمُسْلِمِينَ﴾ (الأحقاف: ۱۵) ''اے میرے پروردگار! تو مجھے توفیق دے کہ میں تیری اس نعمت کا شکر بجالاؤں جو تو نے مجھ پر اور میرے ماں باپ پر انعام کی ہے اور یہ کہ میں ایسا عمل کروں جن سے تو خوش ہو جائے اور تو میری اولاد بھی صالح بنا میں تیری طرف رجوع کرتا ہوں اور میں مسلمانوں میں سے ہوں''۔

﴿رَبِّ إِنِّي ظَلَمْتُ نَفْسِي فَاغْفِرْ لِي﴾ (القصص: ۱۶) ''اے میرے رب! میں نے بیشک اپنے نفس پر ظلم کیا پس تو مجھے بخش دے''۔

﴿رَبِّ اشْرَحْ لِي صَدْرِي وَيَسِّرْ لِي أَمْرِي وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّن لِّسَانِي يَفْقَهُوا قَوْلِي﴾ (طٰہٰ: ۲۵-۲۸) ''اے میرے پروردگا! میرا سینہ میرے لئے کھول دے اور میرے کام کو مجھ پر آسان کر دے اور میری زبان کی گرہ بھی کھول دے تا کہ لوگ میری بات اچھی طرح سمجھ سکیں''۔

﴿رَبِّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ أَنْ أَسْأَلَكَ مَا لَيْسَ لِي بِهِ عِلْمٌ وَإِلَّا تَغْفِرْ لِي وَتَرْحَمْنِي أَكُن مِّنَ الْخَاسِرِينَ﴾ (هود: ۴۷) ''میرے رب! میں تیری پناہ چاہتا ہوں اس بات سے کہ تجھ سے وہ مانگوں جس کا مجھے علم ہی نہ ہو اگر تو مجھے نہ بخشے گا اور تو مجھ پر رحم نہ فرمائے گا تو میں خسارہ پانے والوں میں سے ہو جاؤں گا''۔

﴿رَبِّ هَبْ لِي حُكْمًا وَأَلْحِقْنِي بِالصَّالِحِينَ وَاجْعَل لِّي لِسَانَ صِدْقٍ فِي الْآخِرِينَ وَاجْعَلْنِي مِن وَرَثَةِ جَنَّةِ النَّعِيمِ﴾ (الشعراء: ۸۳-۸۵) ''اے میرے رب! مجھے قوت فیصلہ عطا فرما اور مجھے نیک لوگوں میں ملا دے اور میرا ذکر خیر پچھلے لوگوں میں بھی باقی رکھ

اور مجھے نعمتوں والی جنت کے وارثوں میں سے بنا دے''۔

﴿رَبِّ اغْفِرْ لِي وَلِوَالِدَيَّ وَلِمَن دَخَلَ بَيْتِيَ مُؤْمِناً وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَلَا تَزِدِ الظَّالِمِينَ إِلَّا تَبَاراً﴾ (نوح:٢٨) ''اے میرے پروردگار! تو مجھے اور میرے ماں باپ اور جو بھی ایماندار ہو کر میرے گھر میں آئے اور تمام مؤمن مردوں اور عورتوں کو بخش دے اور کافروں کو سوائے بربادی کے اور کسی بات میں نہ بڑھا''۔

﴿رَبِّ هَبْ لِي مِن لَّدُنْكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً إِنَّكَ سَمِيعُ الدُّعَاءِ﴾ (آل عمران:٣٨) ''اے میرے پروردگار! مجھے اپنے پاس سے پاکیزہ اولاد عطا فرما بیشک تو دعا کا سننے والا ہے''۔

﴿رَبِّ لَا تَذَرْنِي فَرْداً وَأَنتَ خَيْرُ الْوَارِثِينَ﴾ (الأنبياء:٨٩) ''اے میرے پروردگار! مجھے تنہا نہ چھوڑ تو سب سے بہتر وارث ہے''۔

﴿رَبِّ هَبْ لِي مِنَ الصَّالِحِينَ﴾ (الصافات:١٠٠) ''اے میرے رب! مجھے نیک بخت اولاد عطا فرما''۔

﴿رَّبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَأَنتَ خَيْرُ الرَّاحِمِينَ﴾ (المؤمنون:١١٨) ''اے میرے رب! تو بخش اور رحم کر اور تو سب مہربانوں سے بہتر مہربانی کرنے والا ہے''۔

﴿رَّبِّ أَعُوذُ بِكَ مِنْ هَمَزَاتِ الشَّيَاطِينِ وَأَعُوذُ بِكَ رَبِّ أَن يَحْضُرُونِ﴾ (المؤمنون:٩٧-٩٨) ''اے میرے پروردگار! میں شیطانوں کے وسوسوں سے تیری پناہ چاہتا ہوں اور اے رب میں تیری پناہ چاہتا ہوں کہ وہ میرے پاس آ جائیں''۔

﴿رَّبِّ زِدْنِي عِلْماً﴾ (طه:١١٤) ''اے میرے رب! میرے علم میں زیادتی کر''۔

﴿رَّبِّ أَدْخِلْنِي مُدْخَلَ صِدْقٍ وَأَخْرِجْنِي مُخْرَجَ صِدْقٍ وَاجْعَل لِّي مِن لَّدُنكَ سُلْطَاناً نَّصِيراً﴾ (اسراء:٨٠) ''اے میرے پروردگار! مجھے جہاں لے جا اچھی طرح لے جا اور جہاں سے نکال اچھی طرح نکال اور میرے لئے اپنے پاس سے غلبہ و امداد مقرر فرما دے''۔

﴿رَّبِّ أَنزِلْنِي مُنزَلاً مُّبَارَكاً وَأَنتَ خَيْرُ الْمُنزِلِينَ﴾ (مؤمنون:٢٩) ''اے میرے

رب! مجھے بابرکت اتارنا اتار اور تو ہی بہتر ہے اتارنے والوں میں''۔

﴿رَبِّ بِمَا أَنْعَمْتَ عَلَيَّ فَلَنْ أَكُونَ ظَهِيراً لِّلْمُجْرِمِينَ﴾ (قصص:١٧) ''اے میرے رب! جیسے تم نے مجھ پر یہ کرم فرمایا میں بھی اب ہرگز کسی گنہگار کا مددگار نہ بنوں گا''۔

﴿رَبِّ انصُرْنِي عَلَى الْقَوْمِ الْمُفْسِدِينَ﴾ (عنکبوت:٣٠) ''حضرت لوط (علیہ السلام) نے دعا کی کہ اے میرے پروردگار! اس مفسد قوم پر میری مدد فرما''۔

٢- نبی ﷺ کی دعائیں

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی دعا کرے تو اللہ تعالیٰ سے قطعی طور پر مانگے (کہ یہ چیز مجھے عنایت فرما) اور یہ نہ کہے: اے اللہ! اگر تو چاہے تو عنایت فرما اس لئے کہ اللہ تعالیٰ پر کوئی زبردستی کرنے والا نہیں۔ (بخاری:٦٣٣٨ ،مسلم:٢٦٧٨)

رسول اللہ ﷺ کی بعض دعائیں یہ ہیں جو احادیث صحیحہ میں مذکور ہیں:

"اللهم ربنا لك الحمد انت قيم السموات والارض ، ولك الحمد أنت رب السموات والارض ومن فيهن ولك الحمد انت نور السموات والارض ومن فيهن أنت الحق وقولك الحق ووعدك الحق ، ولقاؤك الحق، والجنة حق، والنار حق، والساعة حق.

"اللهم لك اسلمت ، وبك آمنت ، وعليك توكلت، واليك خاصمت ، وبك حاكمت، فاغفرلى ما قدمت وما أخرت ، وأسررت وأعلنت، وما أنت اعلم به منى لا اله الا انت" (بخاری:٧٤٤٢ ،مسلم:٧٦٩) اے ہمارے رب! سب تعریف تیرے لئے ہے تو آسمان اور زمین کو تھامے ہوئے ہے، تعریف کے لائق تو ہی ہے تو آسمان و زمین اور ان کے اندر جو بھی چیزیں ہیں سب کا رب ہے سب تعریف تیرے ہی لئے ہے تو آسمان اور

زمین اوران کے اندر جو چیزیں ہیں سب کا نور ہے تو حق ہے، تیرا قول حق ہے، تیرا وعدہ سچا ہے، تجھ سے ملنا سچ ہے، جنت وجہنم سچ ہے، اے اللہ! میں تیرا ہی فرماں بردار ہوا تجھ پر ایمان لایا تیرے ہی اوپر بھروسہ کیا تیرے ہی سامنے اپنا جھگڑا پیش کیا اور تجھی کو اپنا حکم بنایا، میرے اگلے پچھلے چھپے کھلے سب گناہ معاف کردے اوران گناہوں کو معاف کردے جس کے بارے میں تجھے مجھ سے زیادہ علم ہے تیرے علاوہ کوئی معبود نہیں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اکثر یہ دعا پڑھتے تھے: **"اللھم آتنا فی الدنیا حسنة وفی الآخرة حسنة وقنا عذاب النار"** (بخاری:٦٣٨٩) اے اللہ! ہمیں دنیا میں بھلائی دے اور آخرت میں بھلائی دے اور ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچالے۔

"اللھم انی اعوذ بك من العجز والكسل والجبن والهرم والبخل واعوذبك من عذاب القبر ومن فتنة المحيا والممات" (بخاری:٢٨٢٣، مسلم:٢٧٠٦) اے اللہ! میں عاجزی، سستی، بزدلی، زیادہ بڑھاپا، بخیلی، عذاب قبر اور زندگی اور موت کے فتنے سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم بلا کی شدت بدبختی لاحق ہونے تقدیر کی خرابی اور (اپنی مصیبت پر) دشمنوں کی خوشی سے اللہ کی پناہ مانگتے رہو۔ (بخاری: ٦٦١٦، مسلم:٢٧٠٧)

"اللھم اصلح لی دینی الذی هو عصمة امری، وأصلح لی دنیای التی فیها معاشی، وأصلح لی آخرتی التی فیها معادی، واجعل الحیاة زیادة لی فی کل خیر، واجعل الموت راحة لی من کل شر" (مسلم:٢٧٢٠) اے اللہ! تو میرے دین کو درست کردے جس میں میرے لئے بچاؤ کا سامان ہے اور میری دنیا درست کردے جس میں میری روزی ہے اور میری آخرت کو درست کردے جہاں مجھے لوٹ کر جانا ہے میری زندگی اس طرح بنا کہ میری نیکیاں بڑھتی جائیں اور میری موت کو میرے لئے ہر شر سے راحت کا سامان بنا۔

"اللھم انی اسالك الهدیٰ والتقیٰ والعفاف والغنیٰ" (مسلم:٢٧٢١) اے اللہ!

میں تجھ سے ہدایت، تقویٰ، پاک دامنی، اور تونگری مانگتا ہوں۔

"اللھم ا نی اعوذ بك من العجز والكسل والجبن والبخل والهرم وعذاب القبر، اللھم آت نفسی تقواها، وزكها أنت خیر من زكاها، أنت ولیها ومولاها اللھم ا نی اعوذبك من علم لا ینفع ومن قلب لا یخشع ومن نفس لا تشبع، ومن دعوة لا یستجاب لها" (مسلم:٢٧٢٢) اے اللہ! میں عاجزی، سستی، بزدلی، بخیلی زیادہ بڑھاپا اور عذاب قبر سے تیری پناہ مانگتا ہوں، اے اللہ! تو میرے نفس کو تقویٰ عطا کر اور اسے پاک کردے تو ہی بہتر اس کو پاک کرنے والا ہے تو اس کا ولی اور مولیٰ ہے اے اللہ! میں تیری پناہ مانگتا ہوں اس علم سے جو فائدہ نہ پہنچائے اور اس دل سے جس سے تیرا خوف نہ پیدا ہو اور اس نفس سے جو آسودہ نہ ہو اور اس دعا سے جو قبول نہ کی جائے۔ (مسلم:٢٧٢٢)

"اللھم اهدنی وسددنی" اے اللہ تو مجھے ہدایت اور درستی وراستی دے۔

"اللھم انی اسألك الهدیٰ والسداد". اے اللہ! میں تجھ سے ہدایت اور درستی مانگتا ہوں۔ (مسلم:٢٧٢٥)

"اللھم ا نی اعوذبك من شر ما عملت ومن شر ما لم اعمل" (مسلم:٢٧١٦) اے اللہ! میں تیری پناہ مانگتا ہوں اس برائی سے جو میں نے کیا ہے اور اس برائی سے جو میں نے نہیں کیا ہے۔

"اللھم انی اعوذ بك من الهم والحزن، والعجز والكسل، والجبن والبخل، وضلع الدین، وغلبة الرجال" (بخاری:٦٣٦٩) "اے اللہ! میں تیری پناہ مانگتا ہوں رنج وغم سے عاجزی اور سستی سے، بزدلی اور بخیلی سے کمر توڑ قرض اور دشمنوں کے غلبے سے"۔

"لا اله الا الله العظیم الحلیم، لا اله الا الله رب العرش العظیم، لا اله الا الله رب السمٰوات، ورب الارض، ورب العرش الكریم" (بخاری:٦٣٤٦، مسلم: ٢٧٣٠) اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں جو بڑا ہے اور بردبار ہے اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں

جو عظیم عرش کا رب ہے اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں جو آسمان وزمین اور عرش کریم کا رب ہے۔

"اللهم مصرف القلوب صرف قلوبنا على طاعتك" (مسلم:) اے اللہ! دلوں کے پھیرنے والے ہمارے دلوں کو اپنی اطاعت پر پھیر دے۔

"اللهم انى اعوذبك من الجبن ، واعوذ بك من البخل واعوذبك من أن أرد ا ى أرذل العمر ، واعوذبك من فتنة الدنيا وعذاب القبر" (بخاری: ٦٣٧٤) اے اللہ! میں تیری پناہ مانگتا ہوں بزدلی سے، بخیلی سے اور ارذل عمر (انتہائی بڑھاپے) تک پہنچنے سے اور دنیا کے فتنے اور قبر کے عذاب سے۔

"اللهم انى اعوذبك من الكسل والهرم ، والمغرم ، والماثم، اللهم ا نى اعوذ بك من عذاب النار ، وفتنة النار ، وفتنة القبر، وعذاب القبر، وشرفتنة الغنىٰ ، وشر فتنة الفقر ، ومن شر فتنة المسيح الدجال.

"اللهم اغسل خطاياي بماء الثلج والبرد ، ونق قلبى من الخطايا كما ينقى الثوب الأبيض من الدنس ، وباعدبينى وبين خطاياى كما باعدت بين المشرق والمغرب" (بخاری: ٦٣٧٥) اے اللہ! میں سستی، انتہائی بڑھاپے، تاوان گناہ سے تیری پناہ مانگتا ہوں اے اللہ! میں دوزخ کے عذاب اور دوزخ کے فتنے سے اور قبر کے فتنے اور قبر کے عذاب سے اور مالداری کے فتنے اور محتاجی کے فتنے سے اور مسیح دجال کے فتنے سے تیری پناہ مانگتا ہوں اے اللہ! میرے گناہوں کو تو برف اور اولے سے دھوڈال اور میرا دل گناہوں سے ایسے پاک وصاف کردے جیسے کہ سفید کپڑا میل کچیل سے صاف کیا جاتا ہے اور مجھ میں اور میرے گناہوں میں اتنا فاصلہ کردے جتنا مشرق اور مغرب میں فاصلہ ہے۔

"اللهم انى ظلمت نفسى ظلماً كثيرا ، ولا يغفر الذنوب الا انت ، فاغفرلى مغفرة من عندك ، وارحمنى انك انت الغفور الرحيم"۔(بخاری: ٨٣٤، مسلم: ٢٧٠٥) اے اللہ! میں نے اپنے نفس پر بہت ظلم کیا ہے اور تیرے علاوہ کوئی اور گناہوں کو بخشنے والا نہیں ہے پس تو مجھے اپنی

طرف سے بخش دے اور میرے اوپر رحم کر بیشک تو بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔

"اللهم لك اسلمت وبك آمنت وعليك توكلت وإليك انبت وبك خاصمت ، اللهم ا نى اعوذ بعزتك لا اله الا انت أن تضلنى ، انت الحى الذى لا يموت والجن والانس يموتون" (بخاری: ٧٣٨٣، مسلم: ٢٧١٧) اے اللہ! میں نے تیری فرماں برداری کی تجھ پر ایمان لایا، تیرے ہی اوپر بھروسہ کیا تیری طرف ہی رجوع کیا تیری مدد سے ہی میں نے جھگڑا کیا اے اللہ! میں تیری عزت کے ذریعہ پناہ مانگتا ہوں، تیرے علاوہ کوئی معبود نہیں اس بات سے کہ تو مجھے گمراہ کردے تو زندہ ہے تو کبھی نہیں مرے گا اور جنات انسان مرجائیں گے۔

"اللهم اغفرلى خطيئتى وجهلى ، و إسرافى فى امرى ، وما انت أعلم به منى ، اللهم اغفرلى جدى وهزلى ، وخطئى وعمدى وكل ذلك عندى اللهم اغفرلى ما قدمت وما أخرت ، وما اسررت وما اعلنت، وما انت اعلم بى منى ، انت المقدم وأنت المؤخر ، وأنت على كل شئى قدير" (بخاری: ٦٣٩٨، مسلم: ٢٧١٩) اے اللہ! تو میری خطا اور میری جہالت اور زیادتی جو میں نے اپنے سارے کاموں میں کی ہے معاف کردے اور ان خطاؤں کو معاف کردے جس کو تو مجھ سے زیادہ جانتا ہے اے اللہ جو میں نے سوچ سمجھ کر یا مذاقاً وتفریحاً کیا ہے یا بھول چوک سے یا جان بوجھ کر کیا ہے سب کو بخش دے میں نے سب طرح کے قصور کئے ہیں اے اللہ! تو میرے اگلے پچھلے، چھپے کھلے سارے گناہوں کو معاف کردے اور میرے ان گناہوں کو بھی معاف کردے جس کو تو مجھ سے زیادہ جانتا ہے تو جس کو چاہے آگے کردے جس کو چاہے پیچھے کردے تو ہر چیز پر قادر ہے۔ (بخاری: ٦٣٩٨، مسلم: ٢٧١٩)

"اللهم انى اعوذبك من زوال نعمتك وتحول عافيتك ، وفجاءة نقمتك ، وجميع سخطك" (مسلم: ٢٧٣٩) اے اللہ! میں اس بات سے تیری پناہ مانگتا ہوں کہ تیری نعمت مجھ سے زائل ہوجائے، تیری عافیت مجھ سے ہٹ جائے تو اچانک مجھ سے بدلہ لے اور تیرے

ہر قسم کے غصے وناراضگی سے میں پناہ مانگتا ہوں۔

"اللهم اغفرلى وارحمنى ، واهدنى ، وعافنى ، وارزقنى" (مسلم:٢٦٩٧)اے اللہ! تو مجھے معاف کردے، میرے اوپر رحم کر، مجھے ہدایت عافیت اور روزی عطا کر۔

"اللهم انى عبدك وابن عبدك وابن امتك ، ناصيتى بيدك ، ماضٍ فى حكمك عدل فى قضاؤك، أسالك بكل اسم هولك ، سميت به نفسك ، أو انزلته فى كتابك او علمته أحداً من خلقك ، اواستأثرت به فى علم الغيب عندك ،أن تجعل القرآن ربيع قلبى ، ونور صدرى ، وجلاء حزنى ، وذهاب همى " (احمد:٤٣١٨، السلسلة الصحيحة : ١٩٩)اے اللہ! میں تیرا بندہ ہوں اور تیرے بندے اور بندی کا بیٹا ہوں میری پیشانی کا بال تیرے ہاتھ میں ہے میرے بارے میں تو اپنا حکم نافذ کرنے والا ہے میرے بارے میں تیرا فیصلہ عدل پر مبنی ہے میں تجھ سے تیرے ہر نام سے جو تو نے اپنے لئے رکھا ہے یا اپنی کتاب میں نازل کیا ہے یا اپنی مخلوق میں سے کسی کو بتایا ہے یا جسے تو نے اپنے پاس علم غیب میں رکھ چھوڑا ہے یہ سوال کرتا ہوں کہ تو قرآن کریم کو میرے دل کی بہار، میرے سینے کا نور اور میرے غم وحزن کو دور کرنے کا ذریعہ بنا۔

"يا مقلب القلوب ثبت قلبى على دينك " (احمد:١٢١٣١، ترمذی:٣٥٢٢) اے دلوں کو پھیرنے والے تو میرا دل اپنے دین پر قائم رکھ۔

"اسالوا الله العفو والعافية ، فا ن أحداً لم يعط بعد اليقين خيراً من العافية" (ترمذی:٨٥٥٣) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: تم اللہ تعالیٰ سے بخشش اور عافیت مانگو اس لئے کہ کوئی بھی شخص یقین کے بعد عافیت سے بہتر کوئی چیز نہیں دیا گیا ہے۔ (یعنی ایمان کے بعد سب سے بڑی نعمت عافیت ہے)(ترمذی:٨٥٥٣)

"اللهم إنى اعوذبك من شر سمعى ومن شر بصرى ومن شر لسانى ، ومن شر قلبى ومن شر منيى" (ترمذی :٢٩٤٣، نسائی:٥٥٤٥) اے اللہ! میں تیری پناہ

مانگتا ہوں اپنے کان، اپنی نگاہ، اپنی زبان، اپنے دل، اور اپنی خواہش کے شر سے۔

"اللهم انى اعوذبك من البرص والجنون ،و الجذام، ومن سي ء الاسقام" (ابوداؤد: ١٥٥٤، نسائی: ٥٤٩٣) اے اللہ! میں برص، جنون، جذام، اور بری بیماریوں سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔

"اللهم انى اعوذبك من منكرات الأخلاق ، والاعمال والأهواء " (ترمذی: ٣٥٩١) اے اللہ! میں برے اخلاق اور اعمال اور خواہشات سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔

"رب اعنى و لا تعن على ، وانصرنى ولا تنصر على ، وامكرلى ولا تمكر على ، واهدنى ويسر الهدىٰ لى، وانصرنى على من بغى على ، رب اجعلنى لك شكارا ، لك ذكاراً لك رهاباً ، لك مطواعاً،لك مخبتاً ، اليك أواهاً منيباً.

رب تقبل توبتى ، واغسل حوبتى، وأجب دعوتى،وثبت حجتى ، وسدد لسانى ، واهدقلبى ، واسلل سخيمة صدرى "(ابوداؤد: ١٥١٠، ترمذی: ٣٥٥١) اے اللہ! تو میری مدد کر اور میرے خلاف کسی کی مدد نہ کر اور میرے لئے تدبیر کر اور میرے خلاف کسی کی سازش کو کامیاب نہ بنا مجھے ہدایت دے اور میرے لئے ہدایت کو آسان کردے اور جو مجھ پر ظلم کرے اس کے خلاف میری مدد کر اے اللہ! تو مجھے اپنا شکر گزار بندہ بنا جو تیرا ذکر کرے، تجھ سے ڈرے تیری اطاعت کرے تیرے سامنے عاجزی وفروتنی اختیار کرے، تجھ سے گڑگڑائے اور تیری طرف رجوع کرے، اے رب! تو میری توبہ قبول فرما، میرے گناہ دھودے، میری دعا قبول کر، میری حجت ثابت کردے، میری زبان کو درست کردے، میرے دل کو ہدایت دے اور میرے دل سے کینہ نکال دے۔

"اللهم إنى أسالك من الخير كله ، عاجله وآجله ، ما علمت منه وما لم أعلم ، واعوذبك من الشركله ، عاجله وآجله ، ما علمت منه وما لم أعلم ، اللهم إنى أسالك من خير ما سألك عبدك ونبيك وأعوذبك من شرما عاذبه عبدك

ونبيك .

"اللهم إنى أسالك الجنة وما قرب إليها من قول أو عمل ، واعوذبك من النار وما قرب إليها من قول أو عمل ، واسالك ان تجعل كل قضاء قضيته لى خيرا" (احمد:٢٥٥٣٣،ابن ماجه:٣٨٤٦) اے اللہ! میں تجھ سے ساری بھلائیاں مانگتا ہوں جلد آنے والی اور دیر سے آنے والی اور جس کو میں جانتا ہوں اور جس کو میں نہیں جانتا ہوں ساری بھلائیاں۔

اے اللہ! میں تجھ سے وہ بھلائی مانگتا ہوں جو تیرے بندے اور نبی نے مانگی ہے اور میں اس شر سے تیری پناہ مانگتا ہوں جس سے تیرے بندے اور نبی نے پناہ مانگی ہے اے اللہ! میں تجھ سے جنت مانگتا ہوں اور وہ قول وعمل مانگتا ہوں جو جنت سے قریب کردے اور جہنم سے تیری پناہ مانگتا ہوں اور اس قول وعمل سے تیری پناہ مانگتا ہوں جو جہنم سے قریب کردے میں تجھ سے یہ سوال کرتا ہوں کہ تو میرے لئے اپنا ہر فیصلہ خیر بنا۔

"اللهم احفظنى با لإسلام قائماً واحفظنى با لإسلام قاعداً واحفظنى بالإسلام راقداً ولا تشمت بى عدواً ولا حاسداً اللهم انى اسألك من كل خير خزائنه بيدك ، واعوذ بك من كل شر خزائنه بيدك " (حاكم:١٩٢٤، ملاحظہ ہو السلسلة الصحيحة:١٥٤٠) اے اللہ! تو اسلام کے ذریعے میرے کھڑے ہونے کی حالت میں، میرے بیٹھنے کی حالت میں اور میرے سونے کی حالت میں میری حفاظت کر اور میرے دشمنوں اور حاسدوں کو میری مصیبت پر خوش ہونے کا موقع نہ دے اے اللہ! میں تجھ سے ہر خیر مانگتا ہوں جس کا خزانہ تیرے ہی ہاتھ میں ہے اور ہر شر سے تیری پناہ مانگتا ہوں جس کا خزانہ بھی تیرے ہی ہاتھ میں ہے۔

"اللهم اقسم لنا من خشيتك ما يحول بيننا وبين معاصيك ومن طاعتك ما تبلغنا به جنتك ومن اليقين ما تهون به علينا مصيبات الدنيا ومتعنا

باسماعنا وابصارنا وقوتنا ما احييتنا واجعله الوارث منا ، واجعل ثأرنا علىٰ من ظلمنا ، وانصرنا على من عادانا ، ولا تجعل مصيبتنا فى ديننا ولا تجعل الدنيا اكبر همنا ، ولا مبلغ علمنا ولا تسلط علينا من لا يرحمنا " اے اللہ! تو ہمیں اپنی خشیت دے جو میرے اور تیری نافرمانی کے درمیان حائل ہوجائے اور اپنی اطاعت کی توفیق دے جس کی وجہ سے تو مجھے جنت عطا کر اور مجھے ایسا ایمان ویقین دے جو دنیا کی مصیبتوں کو میرے اوپر آسان بنادے اور زندگی بھر مجھے میرے کان، میری آنکھ، اور میری قوت سے فائدہ پہنچا اور ایسا ہی ہمارے وارث کے لئے بھی کر جو مجھ پر ظلم کرے اس سے تو انتقام لے اور جو مجھ سے دشمنی کرے اس کے مقابلے میں تو میری مدد کر اور ہمارے دین میں مصیبت نہ بنا اور دنیا کی فکر ہمارے لئے سب سے بڑی فکر نہ بنا اور نہ اسے ہمارے علم کا منتہیٰ بنالے اور ہمارے اوپر کسی ایسے شخص کو مسلط نہ کر جو ہمارے اوپر رحم نہ کرے۔

''اللهم إنى اعوذ بك من الهدم ، وعوذبك من التردى ، واعوذ بك من الغرق والحرق والهرم ، واعوذبك أن يتخبطنى الشيطان عندالموت واعوذبك أن اموت فى سبيلك مدبرا، واعوذبك أ ن اموت لديغاً" اے اللہ! میں اس بات سے تیری پناہ مانگتا ہوں کہ میرے اوپر کوئی عمارت گر جائے یا میں کنویں میں گر جاؤں یا ڈوب جاؤں یا جل جاؤں یا بہت بوڑھا ہو جاؤں، یا شیطان مجھے موت کے وقت دیوانہ کردے یا تیرے راستے میں (جہاد میں) پیٹھ پھیر کر بھاگتے ہوئے مروں یا کسی زہریلے کیڑے کے ڈسنے کی وجہ سے مروں۔

"اللهم انى اعوذبك من الجوع فا نه بئس الضجيع ، واعوذبك من الخيانة فانها بئست البطانة " (ابوداؤد:١٥٤٧، نسائی:٥٤٦٨) اے اللہ! میں بھوک سے تیری پناہ مانگتا ہوں اس لئے کہ وہ بہت ہی برا بستر کا ساتھی ہے اور خیانت سے تیری پناہ مانگتا ہوں اس لئے کہ وہ بہت ہی برا استر (خاص ساتھی) ہے۔

"اللهم انی اعوذبك من الفقر ، والقلة والذلة ، واعوذبك من أن اظلم أو أظلم " (ابو داؤد:١٥٤٤، نسائی:٥٤٦٠) اے اللہ! میں فقر، کمی اور ذلت سے تیری پناہ چاہتا ہوں اور اس بات سے میں تیری پناہ چاہتا ہوں کہ میں کسی پر ظلم کروں یا میرے اوپر ظلم کیا جائے۔

"اللهم انی اعوذبك من يوم السوء ، ومن ليلة السوء ، ومن ساعة السوء ، ومن صاحب السوء ، ومن جار السوء فی دارالمقامة ". اے اللہ! میں برے دن، بری رات، بری گھڑی، برے ساتھی اور اپنی مستقل اقامت گاہ میں برے پڑوسی سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔

"اللهم انی اعوذبك من جارالسوء فی دار المقامة ، فا ن جار البادية يتحول "۔ اے اللہ! میں اپنی مستقل اقامت گاہ میں برے پڑوسی سے تیری پناہ چاہتا ہوں، صحرا کے پڑوسی (یعنی خانہ بدوش لوگ) تو اپنا مکان ایک جگہ سے دوسری جگہ بدلتے رہتے ہیں۔(طبرانی: ٢٩٤/١٧، ملاحظہ ہو صحیح الجامع :١٢٩٩)

"اللهم انی اسئلك علما نافعا ، ورزقاً طيباً ، وعملا متقبلاً" اے اللہ! میں تجھ سے نفع بخش علم، پاکیزہ روزی اور ایسا عمل مانگتا ہوں جو قبول ہو۔(احمد:٢٧٠٥٦، ابن ماجہ:٩٢٥)

"اللهم انی اسألك ياالله بانك ا لواحد الأحد ،الصمد ، الذی لم يلد ولم يولد ، ولم يكن له كفوا احد أن تغفر لی ذنوبی ا نك انت الغفور الرحيم " اے اللہ! جو اکیلا ہے، بے نیاز ہے، جس سے نہ کوئی پیدا ہوا اور نہ وہ کسی سے پیدا ہوا اور نہ کوئی اس کا ہمسر ہے میں تجھ سے یہ مانگتا ہوں کہ تو میرے گناہوں کو معاف کردے بیشک تو معاف کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔(ابو داؤد:٩٨٥، نسائی:١٣٠١)

"اللهم إنی أسالك بأن لك الحمد ، لا إله إلا أنت المنان بديع السماوات والأرض ، ياذاالجلال والاكرام ، ياحي يا قيوم ا نی أسالك " اے اللہ! میں تجھی سے

مانگتا ہوں اس لئے کہ حمد تیرے ہی لئے ہے اور تیرے علاوہ کوئی معبود نہیں تو بہت احسان کرنے والا ہے، آسمان وزمین کا پیدا کرنے والا ہے اے بڑے مرتبے والے صاحب کرم اے وہ ذات جو زندہ ہے اور جو ہر چیز کو تھامے ہوئے ہے میں تجھی سے مانگتا ہوں۔ (ابو داؤد:١٤٩٥، نسائی:١٣٠٠)

"اللهم ا نی أسالك بأنی أشهدأنك أنت الله لا اله الا انت الأحد الصمد الذی لم يلد ولم يولد ولم يكن له كفوا احد" اے اللہ! میں تجھی سے مانگتا ہوں اور اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ تیرے علاوہ کوئی معبود نہیں تو ایک ہی ہے، بے نیاز ہے جس سے نہ کوئی پیدا ہوا اور نہ وہ کسی سے پیدا ہوا اور نہ کوئی اس کا ہمسر ہے۔(ترمذی:٣٤٧٥، ابن ماجہ:٣٨٥٧)

"رب اغفرلی وتب علی ا نك انت التواب الرحيم". اے رب! تو مجھے معاف کردے اور میری توبہ قبول کر بیشک تو توبہ قبول کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔ (ترمذی: ٣٤٣٤، ابن ماجہ:٣٨١٤)

"اللهم بعلمك الغيب ، وقدرتك على الخلق ، أحينی ما علمت الحياة خيرا لی ، وتوفنی اذا علمت الوفاة خيرا لی ، اللهم وأسألك خشيتك فی الغيب والشهادة ، وأسألك كلمة الحق فی الرضا والغضب ، وأسألك القصد فی الفقر والغنىٰ ، وأسألك نعيما لا ينفد ، وأسألك قرة عين لا تنقطع وأسألك الرضاء بعد القضاء ، وأسألك برد العيش بعد الموت ، وأسألك لذة النظر الي وجهك ، والشوق الي لقائك ، فی غير ضراء مضرة ، ولافتنة مضلة، اللهم زينا بزينة ا لإيمان ، واجعلنا هداة مهتدين " اے اللہ! تو اپنے علم غیب سے اور مخلوق پر اپنی قدرت سے مجھے اس وقت تک زندہ رکھ جب تک کہ تیرے علم میں زندگی میرے لئے بہتر ہو اور مجھ کو اس وقت وفات دے جب تیرے علم میں موت میرے لئے بہتر ہو، اے اللہ! میں چھپے کھلے ہر حال میں (اپنے دل میں) تیری خشیت مانگتا ہوں اور رضا وغضب ہر حال میں کلمۂ حق مانگتا ہوں اے اللہ! تو فقر وغنیٰ دونوں حالتوں میں مجھے راہ راست پر رکھ میں تجھ سے ایسی نعمت مانگتا ہوں جو

ختم نہ ہو اور آنکھ کی ایسی ٹھنڈک مانگتا ہوں جو منقطع نہ ہو اور تیرے فیصلے پر اپنی رضا مندی مانگتا ہوں اور موت کے بعد آرام دہ زندگی مانگتا ہوں، اور تیرے چہرے کے دیکھنے کی لذت مانگتا ہوں اور تجھ سے ملنے کا شوق مانگتا ہوں بغیر کسی سخت نقصان دہ حالت میں اور بغیر کسی گمراہ کن فتنہ میں اے اللہ! تو ایمان کی زینت سے ہمیں مزین کر دے اور ہمیں رہنمائی کرنے والا اور ہدایت یافتہ بنا۔

(نسائی: ۵۰۳۱)

"اللهم رب جبرائيل، وميكائيل، ورب اسرافيل اعوذبك من حر النار ومن عذاب القبر" اے اللہ! جبرئیل ومیکائیل اور اسرافیل کے رب میں جہنم کی گرمی سے اور عذاب قبر سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔(احمد: ۲۴۸۲۸، نسائی: ۵۵۱۹)

"اللهم متعنى بسمعي وبصرى، واجعلها الوارث منى، وانصرنى على من يظلمنى وخذمنه بثاري" اے اللہ! تو مجھے میری آنکھ اور میری نگاہ سے مدت تک نفع اٹھانے دے اور میرے وارث کے لئے ایسے ہی کر اور میری اس شخص کے مقابلے میں مدد کر جو میرے اوپر ظلم کرے اور اس سے میرا بدلہ لے۔(ترمذی: ۳۶۸۱)

"اللهم انى اعوذبك من غلبة الدين، وغلبة العدو، وشماتة الأعداء" اے اللہ! میں قرض کے بوجھ، دشمن کے غلبہ اور (مصیبت پر) دشمنوں کی خوشی سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔

(احمد/ ۸۱۶۶، ملاحظہ ہو السلسلة الصحيحة: ۱۴۵۱، نسائی: ۵۷۴۵)

"اللهم انى اعوذ بعظمتك أن أغتال من تحتى" اے اللہ! تیری عظمت کے ذریعہ میں اس بات سے پناہ مانگتا ہوں کہ اپنے نیچے سے تباہ کر دیا جاؤں۔(ابو داؤد: ۵۰۷۰، نسائی: ۹۲۵۵)

"اللهم لك الحمد كله، اللهم لا قابض لما بسطت، ولا باسط لما قبضت، ولا هادى لما أضللت ولا مضل لمن هديت ولا معطى لما معنت، ولا مانع لما اعطيت ولا مقرب لما باعدت، ولا مباعد لما قربت، اللهم ابسط علينا من

بركاتك ورحمتك وفضلك ورزقك.

"اللهم انى أسألك النعيم المقيم الذى لا يحول ولا يزول اللهم انى أسألك النعيم يوم العيلة والا من يوم الخوف، اللهم انى عائذ بك من شر ما اعطينا وشرما منعت، اللهم حبب الينا الإيمان وزينه فى قلوبنا، وكره الينا الكفر والفسوق والعصيان، واجعلنا من الراشدين.

اللهم توفنا مسلمين، وأحينا مسلمين، وألحقنا بالصالحين، غير خزايا ولا مفتونين، اللهم قاتل الكفرة الذين يكذبون رسلك ويصدون عن سبيلك، واجعل عليهم رجزك وعذابك اللهم قاتل الكفرة الذين أوتوا الكتاب اله الحق" ۔اے اللہ! ساری تعریفیں تیرے ہی لئے ہیں اے اللہ! جس کو تو پھیلا دے اس کو کوئی سمیٹنے والا نہیں اور جس کو تو سمیٹ لے اس کو کوئی پھیلانے والا نہیں اور جس کو تو گمراہ کر دے اس کو کوئی ہدایت دینے والا نہیں اور جس کو تو ہدایت دے اس کو کوئی گمراہ کرنے والا نہیں اور جس کو تو نہ دے اس کو کوئی دینے والا نہیں اور جس کو تو عطا کرے اس کو کوئی روکنے والا نہیں اور جس کو تو دور کر دے اس کو کوئی قریب کرنے والا نہیں، اور جس کو تو قریب کر دے اس کو کوئی دور کرنے والا نہیں، اے اللہ! تو اپنی برکتیں اور اپنی رحمت اور فضل ورزق کو ہمارے اوپر پھیلائے رکھ اے اللہ! میں تجھ سے ایسی نعمت مانگتا ہوں جو باقی رہے اور زائل نہ ہو اے اللہ! میں تجھ سے محتاجی کے دن نعمت مانگتا ہوں اور خوف کے دن امن مانگتا ہوں، اے اللہ! میں ہر اس شر سے تیری پناہ مانگتا ہوں جو تو نے مجھے دیا اور جو تو نے روک رکھا ہے اے اللہ! تو ایمان کو ہمارے لئے محبوب بنا دے اور اس کو ہمارے دلوں میں مزین کر دے اور کفر وفسق ونافرمانی کو ہمارے نزدیک ناپسندیدہ بنا دے اور مجھے ہدایت یافتہ لوگوں میں سے بنا اے اللہ! تو ہمیں اسلام کی حالت میں وفات دے اور اسلام کی حالت میں زندہ رکھ اور ہمیں صالحین سے ملا، بغیر کسی رسوائی کے اور فتنہ میں پڑے ہوئے اے اللہ! تو کفار کو ہلاک کر جو تیرے رسولوں کو جھٹلاتے ہیں، تیری راہ سے روکتے ہیں اور ان پر اپنا عذاب مسلط کر اے اللہ! ان کفار کو بھی

ہلاک کر جو اہل کتاب ہیں اے برحق معبود۔(احمد:۳۷۵۵۱، بخاری الادب المفرد:۷۲۰)

"اللهم إنك عفو كريم تحب العفو فاعف عنی " .اے اللہ! تو بخشنے والا ہے، کرم کرنے والا ہے، تو بخشش کو پسند کرتا ہے، پس تو مجھے بخش دے۔(ترمذی:۳۱۵۳، ابن ماجه: ۵۸۳)

"اللهم أعوذ برضاك من سخطك ، وبمعافاتك من عقوبتك واعوذبك منك لا أحصى ثناء عليك ، أنت كما أثنيت على نفسك" اے اللہ! میں تیری رضا کے ذریعے تیری ناراضگی سے پناہ مانگتا ہوں اور تیری بخشش کے ذریعے تیری سزا سے پناہ مانگتا ہوں اور تیری ذات کے ذریعے تجھ سے پناہ مانگتا ہوں میں تیری تعریف شمار نہیں کرسکتا تو اسی طرح ہے جس طرح تو نے اپنے نفس کی تعریف کی ہے۔(مسلم:۴۸۶)

"اللهم بارك لنا فی مد ينتنا وفی ثمارنا وفی مد نا وفی صا عنا بر كة مع بـــر كة". اے اللہ تو ہمارے مدینہ میں ہمارے پھلوں ہمارے مد اور ہمارے صاع میں برکت پر برکت دے۔(مسلم:۱۳۷۳)

———— ∘∘○∘∘ ————

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر قائم ہے "لا الـه الا الله " کی گواہی دینا، نماز قائم کرنا، زکوٰۃ دینا، رمضان کے روزے رکھنا اور بیت اللہ کا حج کرنا۔

(بخاری/۸، مسلم/۱٦)

الباب الثالث

عبادات

۱-کتاب الطھارۃ

۲-کتاب الصلاۃ

۳-کتاب الجنائز

۴-کتاب الزکاۃ

۵-کتاب الصیام

٦-کتاب الحج والعمرۃ

۱-کتاب الطھارۃ

اس باب میں مندرجہ ذیل چیزوں کا بیان ہے:

۱-طہارۃ

۲-استنجاء

۳-پیدائشی سنتیں

۴-وضو

۵-موزوں پر مسح

۶-نواقض وضوء

۷-غسل

۸-تیمّم

۹-حیض اور نفاس

فقہ اسلامی میں شرعی قواعد واصول میں سے یہ ہے کہ یقین شک سے زائل نہیں ہوگا۔

پس ہر چیز میں طہارت اصل ہے سوائے ان چیزوں کے جن کے نجس ہونے پر شرعی دلیل موجود ہے۔

اسی طرح اصل براءۃ الذمہ ہے الا یہ کہ شرعی دلیل اس کے خلاف موجود ہو، اسی طرح اصل اباحت ہے الا یہ کہ حرمت یا نجاست پر کوئی شرعی دلیل موجود ہو۔ مشقت کے بعد آرام ہے، ضرورتیں ممنوعہ چیزوں کو مباح کرتی ہیں ضرورت کا خیال واعتبار کیا جاتا ہے، اگر آدمی کسی کام کے کی طاقت نہیں رکھتا تو اس پر وہ کام واجب نہیں، اور اگر کسی چیز کی اشد ضرورت ہے تو حرام چیز بھی استعمال کرنا جائز ہے۔

مفاسد کو دفع کرنا مصالح کے لانے پر مقدم ہے اور جب دو مصالح جمع ہو جائیں تو ان میں جو سب سے اعلیٰ ہو اسے لیا جائے اسی طرح جب دو مفاسد جمع ہو جائیں تو جس میں کم نقصان ہو اسے اختیار کیا جائے حکم اپنے علت کے ساتھ ثابت ہوتا ہے یا ثابت نہیں ہوتا ہے، واجبات صرف مکلّف لوگوں پر لازم ہیں اور اتلافات مکلّف اور غیر مکلّف سب پر واجب ہیں، عبادات میں اصل ممانعت ہے سوائے ان عبادات کے جن پر شرعی دلیل موجود ہے اور معاملات میں اصل اباحت ہے الا یہ کہ اس کی حرمت پر شرعی دلیل موجود ہو اور عادات ومعاملات میں اصل اباحت ہے سوائے ان عادات ومعاملات کے جن کی حرمت پر شرعی دلیل موجود ہو شرعی اوامر میں اصل وجوب ہے الا یہ کہ مستحب یا اباحت پر شرعی دلیل موجود ہو، نواہی میں اصل تحریم ہے الا یہ کہ مکروہ ہونے پر کوئی شرعی دلیل موجود ہو، منافع میں اصل حلت ہے اور نقصان دہ چیزوں میں اصل حرمت ہے۔

اللہ کے اوامر آسان اور قابل عمل ہیں، آدمی اپنی طاقت بھر انہیں انجام دے اور ان چیزوں سے مکمل پرہیز کرے جن سے اللہ نے منع کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿فَاتَّقُوا اللَّهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ وَاسْمَعُوا وَأَطِيعُوا وَأَنفِقُوا خَيْرًا لِّأَنفُسِكُمْ﴾ (تغابن:١٦) جہاں تک تم سے ہوسکے اللہ سے ڈرتے رہو اور سنتے اور مانتے چلے جاؤ اور اللہ کی راہ میں خیرات کرتے رہو جو تمہارے لئے بہتر ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جب تک میں تمہیں چھوڑ ے رہوں تم مجھے چھوڑے رہو، (یعنی کسی بات کی زیادہ کرید نہ کرو) اس لئے کہ تم سے پہلے جو لوگ گزرے چکے ہیں اپنے (کثرت) سوال اور انبیاء پر اختلاف کرنے کی وجہ سے ہلاک ہوئے پس اگر میں تم کو کسی چیز سے منع کردوں تو تم رک جاؤ اور اگر کسی چیز کا حکم دوں تو اپنی طاقت بھر اسے کرو۔ (بخاری:٧٢٨٨، مسلم:١٣٣٧)

———ooOoo———

۱-کتاب الطھارۃ

طھارت: طہارت کا معنیٰ حسی اور معنوی گندگی سے پاکی وصفائی حاصل کرنا ہے، اس کی دو قسمیں ہیں:

۱-ظاہری طہارت:

یعنی پانی سے وضو یا غسل کرنا اس کے علاوہ کپڑا، جسم اور جگہ کا نجاست سے پاک ہونا۔

۲-باطنی طہارت:

یعنی دل بری صفات سے پاک وصاف ہو مثلاً شرک، کفر، تکبر، خود پسندی، کینہ، حسد، نفاق اور ریاء وغیرہ اور اس میں اچھی صفات پائی جائیں مثلاً توحید، ایمان، سچائی، اخلاص، سخاوت اور احسان وغیرہ۔

اگر انسان کا ظاہر پانی سے پاک کر دیا جائے اور اس کا باطن توحید وایمان سے پاک کر دیا جائے تو اس کی روح پاکیزہ ہو جاتی ہے اس کا نفس عمدہ ہو جاتا ہے اس کے دل میں چستی پھرتی پیدا ہو جاتی ہے اور وہ بہت اچھی حالت میں اپنے رب سے مناجات کرنے کے لئے تیار ہو جاتا ہے اس کا جسم پاک ہوتا ہے، اس کا دل پاک ہوتا ہے، اس کا لباس پاک ہوتا ہے، اور وہ پاک جگہ میں ہوتا ہے، اور یہ اللہ رب العالمین کے سامنے عبادت کرنے کے لئے سب سے عمدہ صفات وآداب ہیں اسی وجہ سے صفائی کو نصف ایمان قرار دیا گیا ہے، صفائی سے آدمی اللہ اور اس کے بندوں کے نزدیک محبوب بن جاتا ہے۔ اور یہ چیز کثرت سے توبہ، استغفار اور ذکر الٰہی سے حاصل ہوگی۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِينَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِينَ﴾ (بقرۃ/۲۲۲)

اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں اور پاک رہنے والوں کو پسند فرماتا ہے۔

حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: صفائی نصف ایمان ہے اور الحمد للہ میزان کو بھر دیتا ہے۔ (مسلم/۲۲۳)

بدن اور روح کی سلامتی:

آدمی بدن اور روح سے بنا ہے بدن کے اندر دو طرف سے گندگی داخل ہو جاتی ہے ایک اندر سے جیسے پسینہ دوسرے باہر سے جیسے گرد وغبار، اس سے چھٹکارا پانے کے لئے بار بار نہانا ضروری ہے۔ اسی طرح روح بھی دو طرف سے متأثر ہوتی ہے ایک ان امراض سے جو دلوں کے اندر پیدا ہوتے ہیں مثلاً حسد، تکبر، دوسرے ان خارجی گناہوں سے جنہیں آدمی کرتا ہے مثلاً ظلم، زنا، ایسی صورت میں روح کی عافیت کے لیے توبہ واستغفار کی ضرورت ہے۔

طہارت اسلام کے محاسن میں سے ہے طہارت مشروع طریقے سے پاک پانی کے استعمال کرنے کا نام ہے تاکہ حدث اور نجاست دور کی جا سکے۔

اس باب میں اس قسم کی طہارت کا بیان ہے۔

پانی کی دو قسمیں ہیں:

پاک پانی:

پاک پانی وہ ہے جو اپنی اصلی حالت پر برقرار رہے جیسے بارش کا پانی، سمندر کا پانی، ندی کا پانی، یا جو پانی زمین سے خود نکلے یا کسی آلہ سے نکالا جائے چاہے وہ میٹھا ہو یا نمکین، گرم ہو یا ٹھنڈا یہی وہ پاک پانی ہے جس سے طہارے حاصل کرنا جائز ہے۔

نجس پانی:

نجس پانی وہ ہے جس کا رنگ یا مزہ یا بو نجاست کی وجہ سے بدل جائے، چاہے وہ کم ہو یا زیادہ اس سے طہارت حاصل کرنا جائز نہیں۔

نجس پانی اس وقت پاک ہو جاتا ہے جب کہ اس کی تبدیلی خود بخود زائل ہو جائے یا وہ پانی نکال لیا جائے یا اس میں دوسرا پانی ملا دیا جائے جس سے اس کی تبدیلی زائل ہو جائے۔

اگر پانی کی نجاست یا طہارت کے بارے میں مسلمان کو شک ہو تو وہ اصل پر بنا کرے کیوں کہ اصلاً پانی پاک ہے۔

اگر پاک پانی نجاست کے ساتھ مشتبہ ہوجائے اور اس کے علاوہ دوسرا پانی نہ ملے تو اگر غالب گمان یہ ہو کہ وہ پاک ہے تو اس سے وضو کرلے۔

اگر پاک کپڑے میں نجاست یا حرام چیز لگنے کا شبہہ ہو اور اس کے علاوہ کوئی دوسرا کپڑا نہ ہو تو اجتہاد کرکے نماز پڑھ لے اگر اس بات کا غالب گمان ہو کہ وہ پاک ہے اور اس کی نماز ان شاء اللہ صحیح ہوجائے گی۔

حدث اصغر یا حدث اکبر سے طہارت پانی سے ہوتی ہے اور اگر پانی نہ ملے تو تیمّم کیا جائے اسی طرح اگر اس بات کا اندیشہ ہو کہ پانی استعمال کرنے سے نقصان پہنچے گا تو تیمّم کیا جائے۔

بدن یا کپڑے یا جگہ پر لگی ہوئی نجاست کی طہارت پانی یا دوسرے سوائل (مائع) یا پاک جامد چیزوں سے ہوگی جو عین اس گندگی کو دور کردے۔

وضو وغیرہ کرنے کے لئے ہر پاک برتن استعمال کرنا جائز ہے اگر وہ غصب کیا ہوا یا سونے چاندی کا نہ ہو اور اگر وہ غصب کیا ہوا ہے یا سونے چاندی کا برتن ہے تو اس کا بنانا اور استعمال کرنا حرام ہے لیکن اگر کسی نے سونے یا چاندی کے برتن میں وضو کرلیا تو اس کو گناہ ملے گا لیکن اس کا وضو صحیح ہوجائے گا۔

کفار کے برتنوں اور کپڑے کا حال اگر معلوم نہ ہو تو اس کو استعمال کرنا جائز ہے کیوں کہ اصلاً وہ پاک ہے لیکن اگر نجاست کی موجودگی کا پتہ چل جائے تو پانی سے اس کا دھونا واجب ہے۔

سونے اور چاندی کے برتنوں کے استعمال کا حکم:

سونے اور چاندی کے برتنوں میں کھانا، پینا، مرد اور عورت دونوں کے لئے حرام ہے اور اس کے ہر قسم کے استعمال پر پابندی ہے البتہ عورتیں اس کا زیور بنا سکتی ہیں اور مرد چاندی کی انگوٹھی پہن سکتے ہیں اسی طرح ضرورت کے وقت سونے یا چاندی کے دانت یا ناک لگوائے جاسکتے ہیں۔

۱-حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم خالص ریشم اور دیباج نہ پہنو اور نہ سونے اور چاندی کے برتن میں پیؤ اور نہ سونے اور چاندی کی رکابیوں

میں کھانا کھاؤ کیوں کہ وہ دنیا میں کافروں کے لئے ہیں اور ہمارے لئے آخرت میں ہیں۔

(بخاری/٥٤٢٦، مسلم/٢٠٦٧)

۲- نبی ﷺ کی اہلیہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص چاندی کے برتن میں پیتا ہے وہ اپنے پیٹ میں گویا دوزخ کی آگ گٹ گٹ اتارتا ہے۔

(بخاری/٥٦٣٤، مسلم/ ٢٠٦٥)

نجاست اور اس کے احکام:

مسلمانوں پر جن نجاستوں کو دور کرنا اور ایک یا کئی بار دھو کر اس کے اثر کو زائل کرنا ضروری ہے وہ یہ ہیں:

آدمی کا پیشاب اور پائخانہ، دم مسفوح، حیض اور نفاس کا خون، ودی، مذی، مردار سوائے مچھلی اور ٹڈی کے، سور کا گوشت ان جانوروں کا پیشاب اور گوبر جن کا گوشت کھانا حرام ہے جیسے خچر گدھا وغیرہ، کتے کا لعاب اس کو سات مرتبہ دھویا جائے پہلی مرتبہ مٹی سے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کسی کے برتن میں کتا منہ ڈال دے تو اس کی پاکی یہ ہے کہ اس کا سات مرتبہ دھوئے، پہلی بار مٹی سے۔(بخاری/١٧٢، مسلم/٢٧٩)

اگر جوتے یا موزے میں نجاست لگ جائے تو اس کو پاک کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اسے زمین پر اس طرح رگڑ دیا جائے کہ نجاست کا اثر زائل ہوجائے۔

سونے کے وقت برتن ڈھانپ دینا، مشک کا منہ باندھ دینا اور آگ بجھا دینا مستحب ہے۔

۲-استنجا اور استجمار

استنجا: کا مطلب پانی سے پائخانہ اور پیشاب دھونا ہے۔

استجمار: کا مطلب پتھر یا پتے وغیرہ سے پائخانہ اور پیشاب وغیرہ صاف کرنا ہے۔

بیت الخلاء جاتے وقت پہلے بایاں پاؤں اندر کرنا، اور بسم اللہ کہنا اور یہ دعا پڑھنا "اللھم انی اعوذبك من الخبث والخبائث" سنت ہے۔

بیت الخلاء سے نکلنے کے وقت اپنا دایاں پاؤں پہلے باہر نکالنا اور غفرانك کہنا سنت ہے۔

مسجد میں داخل ہونے کے وقت اور کپڑا اور جوتا پہننے کے وقت داہنا پاؤں یا ہاتھ پہلے داخل کرنا سنت ہے اور مسجد سے نکلنے کے وقت اور کپڑا اور جوتا نکالنے کے وقت بایاں پاؤں یا ہاتھ پہلے نکالنا سنت ہے۔

جو شخص میدان یا صحراء میں قضائے حاجت کے لئے جائے اس کے لئے سنت یہ ہے کہ اتنی دور نکل جائے کہ لوگوں کو دکھائی نہ دے اور پردہ کرکے بیٹھے اور ایسی نرم زمین میں بیٹھے تاکہ پیشاب کے چھینٹے اس کے اوپر نہ پڑیں۔

حمام میں مصحف (قرآن کریم) لے جانا جائز نہیں اور نہ حمام میں بات چیت درست ہے الا یہ کہ کسی ضرورت سے کلام کیا جائے مثلاً کسی بھٹکے ہوئے کی رہنمائی کررہا ہو یا پانی مانگ رہا ہو۔

حمام میں کوئی ایسی چیز لے جانا جس میں اللہ کا نام ہو مکروہ ہے الآ یہ کہ کوئی ضرورت ہو حمام میں پیشاب کرنا مکروہ ہے، دائیں ہاتھ سے شرم گاہ چھونا اور استنجاء واستجمار کرنا مکروہ ہے، قضائے حاجت کے وقت زمین سے قریب ہونے سے پہلے کپڑا اٹھانا مکروہ ہے، پیشاب و پائخانہ کرتے وقت سلام کا جواب دینا مکروہ ہے ایسا شخص حاجت سے فارغ ہونے کے بعد وضو کرے پھر سلام کا جواب دے۔

قضائے حاجت کے وقت قبلہ کی طرف چہرہ یا پیٹھ کرکے بیٹھنا منع ہے چاہے کھلے میدان میں ہو یا عمارت میں۔

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم قضائے حاجت کے لئے جاؤ تو قبلہ کی طرف منہ اور پیٹھ نہ کرو بلکہ پورب یا پچھم کی طرف منہ کرو (مدینہ والوں کا قبلہ مشرق اور مغرب میں نہیں ہے) حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ پھر ہم

ملک شام آئے وہاں ہم نے پائخانے کی کھڈیوں کو قبلے کی طرف بنا ہوا پایا، چنانچہ ہم ان پر مڑ جاتے اور اللہ سے استغفار کرتے۔ (بخاری/ ۳۹۴، مسلم/ ۲۶۴)

مسجد میں، راستے میں، نفع بخش سائے میں، پھل سے لدے ہوئے درخت کے نیچے، گھاٹ پر اور اسی طرح ان جگہوں پر جہاں لوگ آتے جاتے ہوں پیشاب پاخانہ کرنا منع ہے۔

استجمار صرف تین پتھروں سے ہونا چاہئے اور اگر تین پتھروں سے صاف نہ ہو تو تین سے زیادہ پتھر استعمال کرے اور طاق استعمال کرنا سنت ہے مثلاً تین پتھر یا پانچ پتھر وغیرہ۔

ہڈی، لید، کھانا یا کسی محترم چیز سے استنجا کرنا منع ہے۔

پائخانہ، پیشاب کو پتھروں رومال اور پتے سے صاف کرنا جائز ہے لیکن پانی استعمال کرنا افضل ہے اس لئے کہ اس سے اچھی طرح صاف ہوتا ہے۔

کپڑے کی نجاست کی جگہ کو پانی سے دھونا ضروری ہے اور اگر اس کی جگہ معلوم نہ ہوسکے تو پورا کپڑا دھوئے۔

بچے کے پیشاب پر چھینٹا مارا جائے اور بچی کے پیشاب کو دھویا جائے یہ اس وقت تک ہے جب تک کہ وہ کھانا نہ کھائیں اور جب کھانے لگیں تو دونوں کا پیشاب دھویا جائے گا۔

آدمی کے اوپر واجب ہے کہ تمام نجاستوں سے اپنے آپ کو پاک وصاف رکھے جیسے پیشاب یا پائخانہ وغیرہ۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ دو قبروں کے پاس سے گزرے جن میں عذاب دیا جارہا تھا آپ نے فرمایا ان دونوں قبروں کو عذاب دیا جارہا ہے اور کسی بڑے گناہ میں نہیں (یعنی جس کو تم بڑا گناہ نہیں سمجھتے ہو حالانکہ وہ بڑا گناہ ہے) ان میں سے ایک اپنے پیشاب سے احتیاط نہیں کرتا تھا اور دوسرا چغلخوری کرتا پھرتا تھا پھر آپ نے ایک ہری ٹہنی لی اور اس کے دو ٹکڑے کئے اور ہر قبر پر ایک ایک ٹکڑا گاڑ دیا لوگوں نے کہا کہ اللہ کے رسول! آپ نے ایسا کیوں کیا آپ نے فرمایا شاید جب تک وہ سوکھیں ان کا عذاب ہلکا کردیا جائے۔ (بخاری: ۱۳۶۱، مسلم: ۲۹۲)

۳- پیدائشی سنتیں

۱-مسواک کرنا:

مسواک کرنا ہر وقت مسنون ہے، اس سے منہ صاف رہتا ہے اور رب کی خوشنودی حاصل ہوتی ہے۔

مسواک کرنے کی صفت:

آدمی اپنے دائیں یا بائیں ہاتھ سے مسواک پکڑے اور اسے اپنے مسوڑھوں اور دانتوں پر پھرائے اور منہ میں دائیں جانب سے بائیں جانب لے جائے اور کبھی کبھی زبان کے کنارے بھی مسواک رگڑے۔

مسواک نرم لکڑی سے کرے چاہے وہ پیلو ہو یا زیتون یا کھجور کے گچھے کی جڑ وغیرہ۔

مسواک ہر وضو اور نماز کے وقت اور قرآن کی تلاوت کرنے اور گھر میں داخل ہونے کے وقت کرے اور جب رات میں سو کر اٹھے یا جب اپنے منہ کی بو بدلی ہوئی محسوس کرے تب کرے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر مجھے اپنی امت کی یا لوگوں کی تکلیف کا خیال نہ ہوتا تو میں ان کو یہ حکم دیتا کہ ہر نماز کے وقت مسواک کیا کریں۔

(بخاری/۸۸۷، مسلم/۲۵۲)

۲-ختنہ کرانا:

ختنہ کرانے سے میل کچیل اور پیشاب عضو تناسل میں جمع نہیں ہو پاتا، ختنہ مردوں پر واجب ہے اور عورتوں کے لئے سنت ہے۔

۳-مونچھ کاٹنا اور داڑھی بڑھانا:

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم مشرکوں کی مخالفت کرو داڑھیاں چھوڑ دو اور مونچھیں کتر ڈالو۔ (بخاری/۵۸۹۲، مسلم/۲۵۹)

۴-موئے زیر ناف چھیلنا، بغل کا بال اکھاڑنا، ناخن کاٹنا، اور انگلیوں کے جوڑوں کو دھونا:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: پیدائشی سنتیں پانچ ہیں یا پانچ چیزیں پیدائشی سنت میں سے ہیں:

ختنہ کرانا، زیر ناف بال مونڈنا، بغل کا بال اکھاڑنا، ناخون کاٹنا اور مونچھ کاٹنا۔ (بخاری: ۵۸۸۹، مسلم/۲۵۷)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دس چیزیں پیدائشی سنت ہیں:

مونچھ کا بال کاٹنا، داڑھی چھوڑنا، مسواک کرنا، ناک میں پانی ڈال کر جھاڑنا، ناخون کاٹنا، انگلیوں کے جوڑوں کو دھونا، بغل کا بال اکھاڑنا، زیر ناف کا بال مونڈنا اور پانی کم سے کم استعمال کرنا۔ مصعب کہتے ہیں کہ میں دسویں چیز بھول گیا اور میرا خیال ہے کہ وہ کلی کرنا ہے۔

(مسلم/۲۶۱)

۵-خوشبو لگانا:

۶-سر کا بال درست کرنا:

اس میں تیل لگانا اور کنگھی کرنا البتہ سر کے بالوں کا کچھ حصہ مونڈانا اور کچھ چھوڑ دینا مکروہ ہے اور اگر کفار کی مشابہت اختیار کی جائے تو حرام ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہمارے لیے مونچھ کا بال کاٹنے، ناخون کاٹنے، بغل کا بال اکھاڑنے، ناف کے نیچے کا بال مونڈنے کے لئے وقت مقرر کیا گیا ہے وہ یہ کہ ہم چالیس دنوں سے زیادہ اسے نہ چھوڑے رہیں۔ (مسلم: ۲۵۸)

۷-بال کو مہندی وغیرہ سے رنگنا:

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس فتح مکہ کے دن ابو قحافہ کو لایا گیا ان کے سر اور داڑھی کے بال ثغامہ (سفید پھولوں والا ایک درخت) کی طرح سفید تھے

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اس کو کسی چیز سے بدل دو البتہ کالے خضاب سے بچنا۔ (مسلم: ۲۱۰۲)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ مونچھ کاٹنے، ناخن کاٹنے، بغل کا بال اکھاڑنے اور ناف کے نیچے کا بال مونڈنے کے لئے ہمارے لئے ایک وقت مقرر کیا گیا ہے اور وہ یہ ہے کہ ہم چالیس رات سے زیادہ اسے نہ چھوڑے رہیں۔ (مسلم/۲۵۸)

۴- وضوء

وضوء کا مطلب چاروں اعضاء پر شرعاً مخصوص صفت پر پاک پانی کا استعمال کرنا ہے۔

وضو کی فضیلت:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے فجر کی نماز کے وقت کہا کہ اے بلال! تم مجھے اپنا سب سے امید والا عمل بتاؤ جو تم نے اسلام میں کیا ہے اس لئے کہ میں نے جنت میں تمہارے جوتوں کی آہٹ سنی ہے، حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے کہا (کہ اے اللہ کے رسول ﷺ) میں نے اپنے خیال میں سب سے امید والا کوئی عمل نہیں کیا ہے سوائے اس کے کہ دن یا رات کسی بھی گھڑی جب میں نے وضو کیا تو اس وضو سے جتنی میری تقدیر میں لکھی تھی نماز پڑھتا رہا۔ (بخاری/ ۱۱۴۹، مسلم /۲۴۵۸)

عمل کی صحت:

عمل کی صحت، اس کی قبولیت اور اس پر بدلہ ملنے کے لئے نیت شرط ہے نیت کی جگہ دل ہے نیت ہر عمل میں ضروری ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ عمل کا دارومدار نیت پر ہے اور ہر شخص کو وہی چیز ملے گی جو اس نے نیت کی۔ (بخاری /۱، مسلم/۱۹۰۷)

شریعت میں نیت کا مطلب:

شریعت میں نیت کا مطلب ہے اللہ سے قربت حاصل کرنے کے لئے عبادات کا عزم کرنا، اس کی دو قسمیں ہیں:

۱- عمل کی نیت: مثلاً وضو یا غسل یا نماز کی نیت کرے۔

۲- وضو یا غسل یا نماز وغیرہ کے ذریعے اللہ سے قربت حاصل کرنے کی نیت کرے اور یہ دوسری قسم پہلی قسم سے زیادہ اہم ہے۔

عمل کے قبول ہونے کی شرائط:

عمل کے قبول ہونے کی دو شرطیں ہیں: ایک یہ کہ وہ عمل خالص اللہ کے لئے ہو، دوسرے یہ کہ اس کو ایسے ہی کیا جائے جس طرح رسول اللہ ﷺ نے کیا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ دو قبروں کے پاس سے گزرے، آپ نے فرمایا: ان دونوں کو عذاب ہو رہا ہے اور کسی بڑے گناہ میں نہیں، ان میں سے ایک پیشاب سے احتیاط نہیں کرتا تھا اور دوسرا چغلخوری کرتا پھرتا تھا پھر آپ نے (کھجور کی) ایک ہری ٹہنی لی، اسے بیچ سے چیر کر دو ٹکڑوں میں کر دیا اور ہر قبر پر ایک ایک ٹکڑا گاڑ دیا، لوگوں نے کہا اے اللہ کے رسول ﷺ آپ نے ایسا کیوں کیا آپ نے فرمایا: شاید جب تک یہ نہ سوکھیں ان کا عذاب ہلکا ہو جائے۔ (بخاری: ۱۳۶۱، مسلم: ۲۹۲)

اخلاص کا معنیٰ:

اخلاص کے مطلب یہ ہے کہ بندے کے اعمال ظاہر و باطن میں صرف اللہ کے لئے ہوں ان میں کسی قسم کی ریاکاری نہ ہو اس کا مقصد سرداری یا دینار و درہم یا کسی اور چیز حاصل کرنا نہ ہو، اس کا باطن اس کے ظاہر سے زیادہ قوی ہو، بندہ جب اخلاص کے ساتھ اللہ کی عبادت کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے دل کو زندہ کر دیتا ہے اس کو اپنی طرف کھینچ لیتا ہے، پھر وہ نیک کاموں سے محبت کرنے لگتا ہے اور معاصی سے نفرت کرنے لگتا ہے برخلاف اس دل کے جس میں اخلاص نہ ہو۔

وضو میں چھ چیزیں فرض ہیں:

۱- چہرہ دھونا اس میں کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا بھی ہے۔

۲- دونوں ہاتھوں کو کہنیوں تک دھونا۔

٣-سر کا مسح کرنا، اس میں دونوں کانوں کا مسح بھی ہے۔

٤-دونوں پیروں کو ٹخنوں تک دھونا۔

٥-اعضاء سابقہ کے درمیان ترتیب۔

٦-اعضاء کو پے در پے دھونا۔

وضوء میں مندرجہ ذیل چیزیں سنت ہیں:

بسم اللہ کہنا، مسواک کرنا، دونوں ہتھیلیوں کو تین مرتبہ دھونا، چہرہ دھونے سے پہلے کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا، گھنی داڑھی میں خلال کرنا، داہنے اعضاء کو پہلے دھونا، دو اور تین مرتبہ دھونا، وضو کے بعد دعا پڑھنا اور وضو کے بعد دو رکعت نماز پڑھنا۔

وضو میں سنت یہ ہے کہ تین مرتبہ سے زیادہ اعضاء نہ دھوئے اور ایک مد سے وضو کرے اور زیادہ پانی نہ خرچ کرے اور جس نے زیادہ پانی خرچ کیا اس نے غلط کام کیا اور حد سے تجاوز کیا۔

جو شخص نیند سے بیدار ہو اور برتن سے وضو کرنا چاہے وہ اپنی ہتھیلی تین مرتبہ دھولے اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص نیند سے بیدار ہو تو وہ اپنا ہاتھ برتن میں اس وقت تک نہ ڈالے جب تک کہ اسے تین مرتبہ نہ دھولے اس لئے کہ وہ نہیں جانتا ہے کہ اس کے ہاتھ نے کہاں رات گزاری ہے۔(بخاری/١٦٢، مسلم/٢٧٨)

جو وضو کافی ہے اس کی صفت:

آدمی وضو کی نیت کرے، پھر کلی کرے، پھر ناک میں پانی ڈال کر جھاڑے، اور اپنا چہرہ دھوئے پھر انگلیوں کے کناروں سے کہنیوں تک اپنا ہاتھ دھوئے پھر اپنے سر اور کان کا مسح کرے پھر اپنے پیروں کو ٹخنوں تک دھوئے ان تمام حالتوں میں وہ اپنے اعضاء کو ایک ایک مرتبہ دھوئے اور اچھی طرح وضو کرے اور انگلیوں کے درمیان خلال کرے۔

کامل وضو کی صفت:

آدمی وضو کی نیت کرے، پھر بسم اللہ کہے پھر اپنی ہتھیلیوں کو تین مرتبہ دھوئے پھر ایک ہی

ہتھیلی سے کلی کرے اور ناک میں پانی ڈالے ہتھیلی کا آدھا پانی منہ میں ڈالے اور آدھا ناک میں ڈالے وہ ایسا تین مرتبہ چلو میں کرے پھر اپنا چہرہ تین مرتبہ دھوئے پھر اپنا دایاں ہاتھ کہنی سمیت تین مرتبہ دھوئے پھر اپنے دونوں ہاتھوں سے ایک مرتبہ سر کے اگلے حصے سے پچھلے حصہ تک مسح کرے پھر دونوں ہاتھوں کو اسی جگہ لوٹائے جہاں سے شروع کیا تھا پھر اپنی شہادت کی دونوں انگلیوں کو دونوں کانوں کے اندر داخل کرے اور دونوں انگوٹھوں سے کان کے اوپر مسح کرے، پھر اپنا دایاں پیر ٹخنوں سمیت تین مرتبہ دھوئے پھر بایاں پیر بھی اسی طرح دھوئے پھر وہ دعا پڑھے جو حدیث میں آئی ہے، اس کا بیان ان شاء اللہ آگے آئے گا۔

نبی ﷺ کے وضو کی صفت:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے غلام حمران کہتے ہیں کہ انہوں نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو دیکھا انہوں نے ایک برتن (میں پانی) منگایا، انہوں نے اپنی ہتھیلیوں پر تین مرتبہ پانی ڈالا پھر کلی کی اور ناک میں پانی ڈالا پھر اپنا منہ تین مرتبہ دھویا، اور دونوں ہاتھوں کو کہنیوں تک تین مرتبہ دھویا پھر اپنے سر کا مسح کیا پھر اپنے دونوں پیروں کو ٹخنوں تک تین مرتبہ دھویا پھر کہنے لگے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: جس نے میرے اس وضو کی طرح وضو کیا پھر دو رکعت نماز پڑھی (یعنی تحیۃ الوضوء) جس کے دوران اس کے دل میں کسی قسم کا دنیاوی خیال نہ آیا ہو تو اس کے اگلے گناہ بخش دیئے جائیں گے۔ (بخاری/١٥٩، مسلم/٢٢٦)

رسول اللہ ﷺ سے یہ ثابت ہے کہ آپ نے ایک ایک بار، دو دو بار اور تین تین بار اور ہاتھوں کو دو، دو بار اور پیروں کو ایک ایک بار دھویا ہے یہ سب سنت ہے، آدمی کو چاہئے کہ کبھی یہ کرے کبھی وہ کرے تاکہ سنت زندہ ہو۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو میں ایک ایک بار اعضاء کو دھویا۔(بخاری/١٥٧)

حضرت عبداللہ بن زیدؓ کہتے ہیں کہ نبی ﷺ نے وضو میں اعضاء کو دو دو بار دھویا۔ (بخاری/١٨٥)

انسان کے افعال کی دوقسمیں ہیں:

ایک دائیں اور بائیں کے درمیان مشترک ہے پس اگر کرامت والا عمل ہے جیسے وضوکرنا غسل کرنا، لباس پہننا، جوتا پہننا، مسجد اور گھر میں داخل ہونا وغیرہ تو دائیں سے شروع کرے اور اگر کرامت والا عمل نہیں ہے تو بائیں سے شروع کرے جیسے مسجد سے نکلنا، جوتا نکالنا، بیت الخلاء میں جانا۔

دوسرا ان دونوں میں سے کسی ایک کے ساتھ خاص ہے پس اگر وہ کرامت کے باب میں سے ہے تو دائیں ہاتھ سے کرلے جیسے کھانا، پینا، مصافحہ کرنا، لینا دینا وغیرہ اور اگر وہ کرامت کے باب میں سے نہیں ہے تو بائیں ہاتھ سے شروع کرے جیسے استنجاء کرنا، ذکر چھونا، ناک سے رینٹ صاف کرنا وغیرہ۔

جس نے سفر میں ایک دن مسح کیا پھر اپنے شہر میں داخل ہوگیا تو وہ ایک دن اور ایک رات مقیم کی مسح کی مدت پوری کرے گا اور اگر مقیم نے سفر کیا اور اس نے اپنے موزوں پر ایک دن مسح کیا ہے تو وہ تین دن اور تین رات مسافر کی مسح کی مدت پوری کرے گا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ نبی ﷺ کو ہر کام دائیں طرف سے شروع کرنا اچھا لگتا تھا، جوتا پہننے میں، کنگھی کرنے میں، اور طہارت حاصل کرنے میں۔ (بخاری /١٦٨، مسلم: ٢٦٨)

وضو سے فارغ ہونے کے بعد کی دعا:

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے وضو کیا پھر یہ کہا ﴿**سبحانک اللھم وبحمدک لا الہ الا انت ، استغفرک واتوب الیک**﴾ تو ایک کاغذ میں اس کا یہ عمل لکھا جائے گا جس پر مہر لگا دی جائے گی اور وہ مہر قیامت کے دن تک نہیں توڑی جائے گی۔ (نسائی -فی عمل الیوم واللیلة / ٨١، الطبرانی فی الاوسط / ١٤٧٨، ملاحظہ ہو السلسلة الصحیحة /٢٢٣٣)

وضو سے فارغ ہونے کے بعد شرم گاہ پر پانی کا چھینٹا مارے اور کسی کپڑے یا رومال سے اعضاء وضو کو پوچھ لے۔

۵-موزوں پر مسح

مقیم کے لئے ایک دن اور ایک رات اور مسافر کے لئے تین دن اور تین رات موزوں پر مسح کرنا جائز ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مسافر کو تین دن اور تین رات مقیم کو ایک دن اور ایک رات موزوں پر مسح کرنے کی اجازت دی ہے۔ (مسلم/٢٧٦)

مسح کی مدت کی شروعات موزہ پہننے کے بعد پہلی بار مسح کرنے سے ہوگی۔

موزوں پر مسح کرنے کی شرطیں:

جو موزہ پہنا جائے وہ مباح اور پاک ہو اور طہارت کی حالت میں پہنا گیا ہو اور مسح حدث اصغر میں ہوگا اور اس مدت میں کیا جائے گا جو مقیم یا مسافر کے لئے مقرر کی گئی ہے۔

موزوں پر مسح کرنے کی صفت:

آدمی پانی میں اپنا ہاتھ بھگوئے پھر اپنے دائیں ہاتھ سے دائیں پیر کے موزے کے اوپری حصہ پر اپنی انگلیوں سے پنڈلی تک ایک ہی مرتبہ مسح کرے موزے کے نچلے حصے پر اور پیچھے مسح کرنے کی ضرورت نہیں ہے اور بائیں ہاتھ سے بائیں موزے پر اس طرح مسح کرے۔

موزوں پر مسح مندرجہ ذیل چیزوں سے باطل ہوجاتا ہے:

١-جب پیر سے موزہ نکال لیا جائے۔

٢-جب غسل لازم ہوجائے، جیسے غسل جنابت۔

٣-جب مسح کی مدت پوری ہوجائے۔

لیکن مدت ختم ہونے کے بعد وضو اسی حالت میں ٹوٹے گا جب نواقض وضو میں سے کوئی چیز لاحق ہوجائے۔

پگڑی پر مسح کرنا جائز ہے اور ضرورت کے وقت عورت اپنے دوپٹہ پر مسح کرسکتی ہے اور اس میں وقت کی کوئی قید نہیں ہے۔

پگڑی یا دوپٹہ کے اکثر حصہ پر مسح کیا جائے اور افضل یہ ہے کہ ان کو طہارت کی حالت میں پہنا جائے۔

حضرت عمرو بن امیہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو اپنی پگڑی اور موزوں پر مسح کرتے ہوئے دیکھا۔ (بخاری/ ۲۰۵)

موزہ، پائتابہ، جوتا، پگڑی اور دوپٹے پر مسح حدث اصغر میں ہے، جیسے پیشاب، پائخانہ، نیند وغیرہ اور مدت مسح میں جنبی ہو جائے تو پھر اس پر مسح نہیں کر سکتا بلکہ اپنا پورا بدن دھوئے۔

ٹوٹی ہوئی ہڈی کے باندھنے کی لکڑی یا پٹی پر اس کے کھولنے تک مسح جائز ہے اگرچہ مدت لمبی ہو جائے یا اسے جنابت لاحق ہو یا اسے طہارت کی حالت میں نہ پہنا ہو۔

زخم اگر کھلا ہوا ہو تو پانی سے اس کا دھونا واجب ہے اور اگر نقصان کا اندیشہ ہو تو پانی سے اس پر مسح کرے اور اگر پانی سے مسح کرنا دشوار ہو تو تیمّم کرے اور اگر زخم چھپا ہوا ہے تو پانی سے اس پر مسح کرے اور اگر ایسا کرنا دشوار ہو تو تیمّم کرے۔

اس مسافر کے لئے مسح کی مدت کی کوئی تحدید نہیں جس کے لئے موزہ بار بار پہننا اور نکالنا دشوار ہو مثلاً مسلمانوں کی ڈاک ڈھونے والا۔

۶- نواقض وضو

وضو مندرجہ ذیل چیزوں سے ٹوٹ جاتا ہے:

۱- دونوں راستوں سے نکلنے والی چیزیں مثلاً پیشاب، پاخانہ، ہوا، منی، مذی، اور خون وغیرہ۔

۲- وہ گہری نیند جس سے عقل زائل ہو جائے، یا جب آدمی بیہوش ہو جائے، یا نشہ میں ہو جائے۔

۳- آدمی اپنا ذکر چھوئے یا عورت اپنا فرج چھوئے اگر اس سے کچھ نکلا ہو۔

۴- ہر وہ چیز جس سے غسل واجب ہوتا ہے جیسے جنابت، حیض اور نفاس۔

۵- اگر مرتد ہو جائے۔

۶- اگر اونٹ کا گوشت کھائے۔

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ کیا بکری کا گوشت کھانے کے بعد (نئے طریقے سے) وضو کرنا ضروری ہے؟ آپ نے فرمایا اگر تم وضو کرنا چاہو تو کرو اور اگر نہ کرنا چاہو تو نہ کرو اس نے کہا کیا اونٹ کے گوشت سے وضو کیا جائے گا؟ آپ نے فرمایا ہاں تم اونٹ کے گوشت سے وضو کرو۔ (مسلم/ ۳۶۰)

جس کو طہارت کے بارے میں یقین ہو اور حدث کے بارے میں شک ہو وہ یقین پر بنا کرے اور وہ طہارت ہے اور جسے حدث کا یقین ہو اور طہارت کے بارے میں شک ہو تو وہ یقین پر بنا کرے اور وہ حدث ہے چنانچہ وہ دوبارہ وضو کرے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص اپنے پیٹ میں کچھ محسوس کرے اور اسے یہ شبہہ ہو کہ ہوا خارج ہوئی ہے یا نہیں تو مسجد سے اس وقت تک نہ نکلے جب تک کہ آواز نہ سن لے یا بدبو نہ محسوس کرلے۔ (مسلم/ ۳۶۲)

جو شخص اپنا ذکر چھوئے یا شہوت سے بیوی کو چھولے اور کوئی چیز اس سے خارج نہ ہو یا اپنا دبر چھولے یا کسی چھوٹے بچے کی شرم گاہ چھولے یا قے کردے یا میت کو اٹھا کرلے جائے تو اس کے لئے وضو کرنا مستحب ہے اور ہر حدث کے وقت وضو کرنا مستحب ہے اور ہر نماز کے لئے اگر حدث لاحق نہ ہوا ہو وضو کرنا مستحب ہے لیکن اگر حدث لاحق ہو گیا ہو تو وضو کرنا واجب ہے۔

اگر کھڑے ہو کر یا بیٹھ کر یا پہلو کے بل لیٹ کر تھوڑا سو گیا ہو تو وضو نہیں ٹوٹے گا۔

اگر بیوی کو بوسہ لے چاہے شہوت سے ہی لیا ہو تو وضو نہیں ٹوٹے گا، الا یہ کہ کوئی چیز اس سے نکل آئے۔ (مثلاً منی، مذی)

سونے کے وقت وضو کرنا سنت ہے اسی طرح جنبی کے لئے جب سونے کا ارادہ کرے یا دوبارہ جماع کرنا چاہے وضو کرنا سنت ہے۔

جس جانور کا گوشت کھایا جائے اس کا پیشاب، گوبر اور منی اور آدمی کا منی پاک ہے اسی طرح بلی کا جھوٹا بھی پاک ہے۔

درندے، شکاری پرندے، گدھا خچر سب پاک ہیں اگر وہ زندہ ہوں اور ان کا جھوٹا بھی پاک ہے البتہ ان کی لید اور خون نجس ہے۔

جسے حدث لاحق ہو اس کے لئے نماز پڑھنا اور مصحف چھونا منع ہے یہاں تک کہ وضو کرلے۔

انسان کے بدن سے جو چیزیں نکلتی ہیں ان کی دو قسمیں ہیں:

۱- پاک چیزیں: مثلاً آنسو، رینٹ، تھوک، پسینہ، منی۔

۲- ناپاک چیزیں: مثلاً پاخانہ، پیشاب، مذی، ودی، وہ خون جو پیشاب اور پاخانہ کے راستے سے نکلے۔

اگر خون دونوں راستوں سے نکلے تو وضو ٹوٹ جائے گا لیکن اگر جسم کے بقیہ حصوں سے نکلے مثلاً ناک، دانت، یا زخم وغیرہ سے تو اس سے وضو نہیں ٹوٹے گا خون کم ہو زیادہ لیکن اس کا دھونا ضروری ہے۔

۷- غسل

غسل: غسل کا مطلب پاک پانی ہے مخصوص طریقے سے پورے بدن کو دھونا ہے۔

یہ دین اسلام کے محاسن میں سے ہے۔

غسل کو واجب کرنے والی چیزیں:

۱- اگر منی اچھل کر لذت سے نکلے چاہے مرد کی منی ہو یا عورت کی، چاہے تنہا رہنے کی حالت میں نکلے یا جماع کے وقت یا احتلام کی حالت میں۔

۲- جب ذکر فرج میں داخل ہو جائے اگر چہ انزال نہ ہو۔

۳- جب مسلمان کی وفات ہو جائے البتہ شہید کو غسل نہیں دیا جائے گا۔

۴- جب کافر اسلام لائے۔

۵- حیض

۶- نفاس

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: آدمی جب چاروں شاخوں کے درمیان بیٹھے اور کوشش کرے (جماع کرے) تو غسل واجب ہے۔ (بخاری: ۲۹۱، مسلم/۳۴۸)

اس غسل کی صفت جو کافی ہوگی:

آدمی غسل کی نیت کرے پھر کلی کرے اور ناک میں پانی ڈالے اور ایک مرتبہ اپنا پورا بدن دھوئے۔

کامل غسل کی صفت:

آدمی غسل کی نیت کرے پھر بسم اللہ کہے پھر اپنے ہاتھوں کو تین مرتبہ دھوئے پھر اپنی شرم گاہ دھوئے پھر کامل وضو کرے پھر اپنے سر پر تین مرتبہ پانی ڈالے اور انگلیوں سے بال میں خلال کرے پھر اپنا بقیہ جسم ایک مرتبہ دھوئے اور دائیں جانب سے پہلے شروع کرے اور بدن کو ملے اور ضرورت سے زیادہ پانی خرچ نہ کرے۔

سنت یہ ہے کہ غسل کرنے سے پہلے نماز کے وضو کی طرح وضو کیا جائے پس اگر کسی نے غسل کر لیا اور اس سے پہلے وضو نہیں کیا تو بعد میں وضو کرنا مشروع نہیں۔

رسول اللہ ﷺ کے غسل کی صفت:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ مجھ سے میری خالہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے لئے جنابت سے غسل کرنے کا پانی رکھا آپ ﷺ نے اپنی ہتھیلیوں کو دو یا تین مرتبہ دھویا پھر اپنا ہاتھ برتن میں ڈالا پھر اس سے شرم گاہ پر پانی ڈالا اور اپنے بائیں ہاتھ سے شرم گاہ کو دھویا پھر اپنا بایاں ہاتھ زمین پر مارا اور اسے خوب رگڑا پھر نماز کے وضو کی طرح وضو کیا پھر اپنے سر پر اپنی ہتھیلیاں بھر کر تین لپ پانی ڈالا پھر اپنا پورا جسم دھویا پھر وہاں سے ذرا ہٹ گئے اور اپنا پیر دھویا پھر میں آپ کے پاس رومال لائی آپ نے اسے واپس کردیا۔ (بخاری: ۲۷۶، مسلم/۳۱۷)

جنبی پر مندرجہ ذیل چیزیں حرام ہیں:

نماز پڑھنا، خانۂ کعبہ کا طواف کرنا، قرآن کریم کا چھونا، مسجد میں بیٹھنا، لیکن اگر وضو کرے تو وہ بیٹھ سکتا ہے۔

اس شخص پر جمعہ کے دن غسل کرنا واجب ہے جس کے بدن سے بدبو نکلے۔

حالت جنابت میں سونا جائز ہے لیکن یہ بہتر ہے کہ پہلے اپنی شرم گاہ دھولے اور وضو کرے پھر سوئے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب جنابت کی حالت میں سونا چاہتے تو اپنی شرم گاہ دھوڈالتے اور نماز کی طرح وضو کرلیتے۔ (بخاری/۲۸۸، مسلم/۳۰۵)

مرد جنابت کا غسل اپنی عورت کے ساتھ ایک ہی برتن سے کرسکتا ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں اور رسول اللہ ﷺ (دونوں مل کر) جنابت کی حالت میں ایک ہی برتن سے نہاتے۔ (بخاری/۲۶۳، مسلم/۳۲۱)

جس شخص نے اپنی بیوی سے جماع کیا ہو پھر دوبارہ کرنا چاہے یا اپنی دوسری بیویوں کے پاس آنا چاہے اس کے لئے مستحب ہے کہ دو جماع کے درمیان غسل کرے اور اگر ایسا نہ کرسکے تو وضو کرے اس لئے کہ اس سے چستی پیدا ہوجائے گی لیکن ایک ہی غسل سے اپنی تمام بیویوں کے پاس آسکتا ہے اور ایک ہی غسل سے اپنی بیوی سے کئی بار جماع کرسکتا ہے۔

کن حالتوں میں غسل مستحب ہے:

جب حج یا عمرہ کے لئے احرام باندھے، جب میت کو غسل دے، جب جنون یا بیہوشی سے افاقہ ہو، جب مکہ میں داخل ہو، ہر جماع کے لئے غسل کرنا بھی مستحب ہے اور جس عورت کو استحاضہ کا خون آئے اس کے لئے بھی ہر نماز کے لئے غسل مستحب ہے جو مشرک کو دفن کرے اس کے لئے بھی غسل کرنا مستحب ہے۔

جو شخص دو مرتبہ یا اس سے زیادہ جماع کرنا چاہے وہ ایک بیوی سے ہو یا کئی بیویوں سے ہو اس کے لئے ایک مرتبہ غسل کافی ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ ایک ہی غسل سے اپنی تمام بیویوں کے پاس ہو آتے۔ (بخاری/ ۲۶۸، مسلم/۳۰۹)

ایک ہی غسل حیض اور جنابت دونوں کے لئے کافی ہے یا جنابت اور جمعہ کے لئے بھی کافی ہے، جب دونوں کی نیت ہو۔

غسل جنابت میں عورت کے لئے اپنے بالوں کو کھولنا واجب نہیں اور غسل حیض و نفاس میں بالوں کا کھولنا مستحب ہے۔

غسل کی سنتیں یہ ہیں:

غسل سے پہلے وضو کرنا، گندگی کو دور کرنا، سر پر تین مرتبہ پانی ڈالنا اور بقیہ جسم پر تین مرتبہ پانی ڈالنا اور دائیں جانب سے شروع کرنا۔

غسل کے پانی کی مقدار:

سنت یہ ہے کہ جنبی ایک صاع پانی سے لے کر پانچ مد تک پانی سے غسل کرے پس اگر اس سے کم ہوجائے یا اس سے زیادہ ضرورت پڑے مثلاً تین صاع تب بھی جائز ہے۔

وضو اور غسل میں ضرورت سے زیادہ پانی بہانا جائز نہیں:

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ایک صاع پانی سے لے کر پانچ مد تک پانی سے غسل کرتے تھے، اور ایک مد سے وضو کرتے تھے۔ (بخاری/ ۲۰۱، مسلم/ ۳۲۵)

بیت الخلاء Toilet میں غسل کرنا مکروہ ہے اس لیے کہ وہ نجاست کی جگہ ہے اور اس میں غسل کرنے سے وسوسہ پیدا ہوگا، اور پیشاب کر کے پھر اسی جگہ غسل نہ کرے تا کہ نجس نہ ہو۔

۸- تیمّم

تیمّم یہ اس امت کے خصائص میں سے ہے تیمّم طہارت حاصل کرنے کے لئے پانی کے بدلے میں ہے۔

جسے حدث اصغر یا حدث اکبر لاحق ہو جائے اور پانی استعمال کرنا دشوار ہو یا اس وجہ سے کہ پانی نہ ملے یا اس کا استعمال نقصان دہ ہو، یا اس کے استعمال کرنے سے وہ عاجز و بے بس ہو تو اس کے لئے تیمّم کرنا جائز ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿...... وَإِن كُنتُم مَّرْضَى أَوْ عَلَى سَفَرٍ أَوْ جَاء أَحَدٌ مَّنكُم مِّنَ الْغَائِطِ أَوْ لاَمَسْتُمُ النِّسَاء فَلَمْ تَجِدُواْ مَاء فَتَيَمَّمُواْ صَعِيداً طَيِّباً فَامْسَحُواْ بِوُجُوهِكُمْ وَأَيْدِيكُم مِّنْهُ مَا يُرِيدُ اللّهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُم مِّنْ حَرَجٍ وَلَـكِن يُرِيدُ لِيُطَهَّرَكُمْ وَلِيُتِمَّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ﴾ (مائدہ:٦) ہاں اگر تم بیمار ہو یا سفر کی حالت میں ہو یا تم میں سے کوئی حاجت ضروری سے فارغ ہو کر آیا ہو، یا تم عورتوں سے ملے ہو اور تمہیں پانی نہ ملے تو تم پاک مٹی سے تیمّم کرلو، اسے اپنے چہروں پر اور ہاتھوں پر مل لو، اللہ تعالیٰ تم پر کسی قسم کی تنگی نہیں ڈالنا چاہتا بلکہ اس کا ارادہ تمہیں پاک کرنے کا اور تمہیں اپنی بھرپور نعمت دینے کا ہے، تاکہ تم شکرادا کرتے رہو۔

تیمّم زمین کی تمام مٹی، ریت اور پتھر سے جائز ہے چاہے وہ مٹی خشک ہو یا تر۔

تیمّم کا مطلب نماز وغیرہ پڑھنے کی نیت سے اپنے ہاتھوں کو پاک مٹی پر مارنا ہے۔

تیمّم کا طریقہ:

پہلے نیت کرے پھر بسم اللہ کہے اور اپنے ہاتھوں کے اندرونی حصے سے زمین پر ایک مرتبہ مارے پھر انہیں اپنے ہتھیلی پھر پھیرے پہلے بائیں ہاتھ کا اندرونی حصہ دائیں ہاتھ کی پشت پر پھیرے پھر دائیں ہاتھ کا اندرونی حصہ بائیں ہاتھ کی پشت پر پھیرے۔

۱-عبدالرحمٰن بن ابزی اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک آدمی حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہکے پاس آیا اور کہنے لگا کہ اگر مجھے جنابت لاحق ہو اور پانی نہ ملے تو کیا کروں، حضرت عمر بن یاسر رضی اللہ عنہنے حضرت عمر رضی اللہ عنہسے کہا کیا آپ کو یاد نہیں ہم دونوں ایک سفر میں تھے اور ہمیں جنابت لاحق ہوئی آپ نے تو نماز ہی نہیں پڑھی اور میں مٹی میں لوٹا اور نماز پڑھ لی پھر میں

نے رسول اللہ ﷺ سے یہ بیان کیا آپ نے فرمایا کہ تمہارے لئے ایسا کرنا کافی تھا پھر آپ نے اپنی دونوں ہتھیلیاں زمین پر ماریں اور ان کو پھونک دیا پھر منہ اور دونوں ہتھیلیوں پر مسح کیا۔
(بخاری/۳۳۸، مسلم/۳٦۸)

۲-حضرت عمار رضی اللہ عنہ تیمّم کی صفت بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: تمہارے لئے ایسا کرنا کافی تھا پھر آپ نے اپنی ہتھیلیوں کو ایک مرتبہ زمین پر مارا پھر انہیں جھاڑا پھر بائیں ہاتھ سے دائیں ہاتھ کی پشت پر ملا یا دائیں ہاتھ سے بائیں ہاتھ کی پشت پر ملا، پھر اپنے منہ پر دونوں ہاتھوں کو پھیر لیا۔(بخاری/ ۳٤۷، مسلم/۳٦۸)

اگر ایک تیمّم سے کئی حدثوں کو دور کرنے کی نیت کرے مثلاً پیشاب اور پائخانہ کیا ہے اور احتلام ہوا ہے تو ایک تیمّم ان تمام احداث کی طرف سے کافی ہوگا۔

تیمّم کرنے والے کے لئے وہ ساری چیزیں مباح ہیں جو وضو کرنے والے کے لئے مباح ہیں مثلاً نماز، طواف، قرآن کا چھونا وغیرہ۔

مندرجہ ذیل چیزوں سے تیمّم باطل ہو جائے گا:

۱-اگر پانی مل جائے۔
۲-اگر عذر زائل ہو جائے مثلاً مرض یا حاجت وغیرہ۔
۳-نواقض وضو جن کا بیان پیچھے گذر چکا ہے۔

اگر کسی کو پانی اور مٹی دونوں نہ ملے تو وہ اپنی حالت کے مطابق بغیر وضو و تیمّم نماز پڑھے اور اس پر اعادہ نہیں۔

تیمّم حدث اصغر اور حدث اکبر سے طہارت حاصل کرنے کے لئے مشروع کیا گیا ہے البتہ میل کچیل یا گندگی چاہے وہ بدن پر ہو یا کپڑے پر اس کو تیمّم سے زائل نہیں کیا جا سکتا، پس آدمی اگر ان کو زائل نہیں کرسکتا تو جس طرح ہو سکے نماز پڑھ لے۔

جو شخص زخمی ہو اور اس بات سے ڈر رہا ہو کہ اگر پانی کا استعمال کرے گا تو پانی اسے نقصان

پہنچائے گا وہ زخم پر مسح کرلے اور باقی بدن دھولے اور اگر مسح سے بھی نقصان ہو تو اس کے لئے تیمّم کرلے اور باقی اعضاء دھولے۔

اگر تیمّم کرنے والے نے نماز پڑھ لی ہے اور نماز کے وقت ہی میں اسے پانی مل گیا تو کیا کرے؟

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ دو آدمی سفر پر نکلے اتنے میں نماز کا وقت ہو گیا ان دونوں کے پاس پانی نہیں تھا ان دونوں نے پاک مٹی سے تیمّم کیا اور نماز پڑھ لی پھر نماز کے وقت ہی میں ان کو پانی مل گیا چنانچہ ان میں سے ایک نے وضو اور نماز دہرایا اور دوسرے نے نہیں دہرایا پھر دونوں رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور آپ سے یہ واقعہ بیان کیا آپ نے اس شخص سے فرمایا جس نے نہیں دہرایا تھا کہ تم نے سنت کے مطابق کیا اور تمہاری نماز ہوگئی اور جس نے نماز اور وضو دہرایا تھا اس سے کہا کہ تمہارے لئے دوہرا اجر ہے۔

(ابو داؤد/۳۳۸، نسائی/۴۳۳)

۹-حیض اور نفاس

اللہ تعالیٰ نے حیض کے خون کو حکمت سے پیدا کیا ہے وہ ماں کے پیٹ میں بچے کے لئے غذا کا کام کرتا ہے اسی لئے حاملہ عورت کو عام طور پر حیض نہیں آتا پھر جب بچے کی ولادت ہو جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ اسے دودھ بنا دیتا ہے جو عورت کے پستان سے نکلتا ہے اسی لئے دودھ پلانے والی عورت عام طور پر حائضہ نہیں ہوتی پھر جب عورت حمل و رضاعت سے فارغ ہو جاتی ہے تو وہ خون رحم میں ٹھہرنے لگتا ہے پھر ہر مہینے میں چھ سات دن باہر نکلتا ہے۔

حیض:

ایک فطری و طبعی خون ہے جو معلوم اوقات میں رحم سے نکل کر عورت کے فرج کے راستے سے باہر آجاتا ہے اور عام طور پر ہر مہینہ میں چھ یا سات دن آتا ہے۔

کم سے کم حیض اور زیادہ سے زیادہ حیض کی تحدید نہیں کی جاسکتی اور نہ اس کے شروع اور اختتام کی تحدید کی جاسکتی ہے۔

نفاس:

یہ وہ خون ہے جو عورت کی شرم گاہ سے بچے کی ولادت کے وقت یا اس کے ساتھ یا اس سے پہلے نکلتا ہے۔

عام طور پر نفاس کی مدت چالیس دن ہے اور اگر اس سے پہلے پاک ہو جائے تو وہ غسل کر کے نماز پڑھے اور روزہ رکھے اور شوہر اس سے جماع کرسکتا ہے اور اگر ساٹھ دن تک خون آیا تو وہ بھی نفاس ہے لیکن اگر مسلسل آنے لگے تو وہ بیماری ہے۔

اگر حاملہ عورت سے بہت خون نکلے اور بچہ ساقط نہ ہو تو وہ بیماری کی وجہ سے ہے وہ نماز کو اس کی وجہ سے نہ چھوڑے لیکن ہر نماز کے لئے وضو کرے اور اگر وہ حیض کا خون دیکھے جو اپنی حالت وقت اور ایام ماہواری میں آتا ہے تو نماز روزہ وغیرہ چھوڑ دے۔

حائضہ اور نفاس والی عورت کے لئے بیت اللہ کا طواف کرنا منع ہے یہاں تک کہ وہ پاک ہو جائے اور غسل کرلے۔

حائضہ اور نفاس والی عورت قرآن کریم نہیں چھوسکتی الا یہ کہ غلاف یا کوئی دوسری چیز حائل ہو۔

جب تک عورت کو حیض کا خون آئے وہ نماز نہ پڑھے چاہے حیض عادت کے مطابق آئے یا اس سے زیادہ آئے یا اس سے کم آئے، پھر جب وہ پاک ہو جائے تو غسل کرے اور نماز پڑھے، حائضہ عورت روزہ کی قضاء کرے اور نماز کی قضاء نہ کرے۔

عورت ضرورت کے وقت ایسی دوا کھا سکتی ہے جس سے حیض منقطع ہو جائے بشرط کہ وہ دوا اسے نقصان نہ پہنچائے، ایسی صورت میں وہ پاک مانی جائے گی وہ نماز پڑھے اور روزہ رکھے۔

حائضہ عورت کے پاک ہونے کی علامت:

جب عورت سفید پانی دیکھے جو حیض بند ہونے کے بعد نکلتا ہے تو وہ اس کے پاک ہونے کی

علامت ہے اور جو عورت یہ سفید سائل نہ دیکھے وہ سفید روئی کا ایک ٹکڑا اپنی شرم گاہ میں رکھ لے پھر وہ روئی کا ٹکڑا اگر اس حال میں نکلا کہ اس کا رنگ نہیں بدلا ہے تو یہ اس کے طہر کی علامت ہے۔

حیض کے معلوم ایام میں اگر زرد یا مٹیالے رنگ کا خون آئے تو وہ بھی حیض ہے لیکن اگر وہ اس سے پہلے یا بعد میں آئے تو حیض نہیں اس میں وہ نماز پڑھے اور روزہ رکھے اور اس کا شوہر اس سے مباشرت کرے۔

عورت اگر نماز کا وقت ہو جانے کے بعد حائضہ ہوتی ہے یا نماز کا وقت نکل جانے سے پہلے پاک ہوئی ہے تو اس کا نماز پڑھنا اس پر واجب ہے اسی طرح نفاس والی عورت کا بھی معاملہ ہے۔

مرد ازار کے اوپر سے بھی حائضہ عورت سے مباشرت کرسکتا ہے۔

حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ حالت حیض میں ازار کے اوپر سے اپنی بیویوں سے مباشرت کرتے تھے۔(بخاری/۳۰۳،مسلم/۲۹٤)

حائضہ عورت سے جماع کرنا حرام ہے:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الْمَحِيضِ قُلْ هُوَ أَذًى فَاعْتَزِلُوا النِّسَاءَ فِي الْمَحِيضِ وَلَا تَقْرَبُوهُنَّ حَتَّى يَطْهُرْنَ فَإِذَا تَطَهَّرْنَ فَأْتُوهُنَّ مِنْ حَيْثُ أَمَرَكُمُ اللَّهُ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ التَّوَّابِينَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِينَ﴾ (بقرة/۲۲۲) آپ سے حیض کے بارے میں سوال کرتے ہیں کہہ دیجئے کہ وہ گندگی ہے، حالت حیض میں عورتوں سے الگ رہو اور جب تک وہ پاک نہ ہو جائیں ان کے قریب نہ جاؤ ہاں جب وہ پاک ہو جائیں تو ان کے پاس جاؤ جہاں سے اللہ نے تمہیں اجازت دی ہے اللہ توبہ کرنے والوں کو اور پاک رہنے والوں کو پسند فرماتا ہے۔

حائضہ عورت سے جماع کرنا اس وقت تک جائز نہیں جب تک کہ اس کا دم حیض منقطع نہ ہو جائے اور وہ غسل نہ کرلے اور جس نے غسل سے پہلے جماع کیا وہ گناہ گار رہوگا۔

اگر کسی آدمی نے یہ جانتے ہوئے کہ اس کی بیوی حائضہ ہے جماع کرلیا تو وہ گناہ گار ہوگا اور اس پر توبہ اور کفارہ ہے پس اگر حیض کے شروع میں جماع کیا ہے تو ایک دینار ہے اور اگر حیض منقطع

ہونے کے وقت کیا ہے تو آدھا دینار ہے۔(ایک دینار ۲۵ء۴ گرام سونے کے برابر ہے)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے یہ فیصلہ کیا کہ جو آدمی اپنی بیوی کے پاس حالت حیض میں آئے وہ ایک دینار یا نصف دینار صدقہ کرے۔(ابوداؤد/۲٦٤، نسائی/۲۸۹)

حیض کی حالت میں جماع کرنا اور طلاق دینا حرام ہے اسی طرح حائضہ کے لیے نماز پڑھنا، روزہ رکھنا، مصحف (قرآن) چھونا، بیت اللہ کا طواف کرنا، مسجد میں ٹھہرنا جائز نہیں۔

مستحاضہ:

یہ وہ عورت ہے جسے بغیر وقت کے مسلسل خون آتا ہو۔

حیض:

حیض کا خون رحم کی تہہ میں موجود ایک رگ سے نکلتا ہے جس کا نام عاذِر ہے اس خون کا رنگ کالا گاڑھا اور بدبودار ہوتا ہے اور وہ جب نکلتا ہے تو جمتا نہیں۔

استحاضہ:

استحاضہ کا خون رحم کے کنارے حصے میں موجود ایک رگ سے آتا ہے جس کا نام عاذل ہے اس خون کا رنگ سرخ پتلا ہوتا ہے اور بدبودار نہیں ہوتا جب وہ نکلتا ہے تو جم جاتا ہے اس لئے کہ وہ عام رگ کا خون ہے۔

مستحاضہ عورت حیض کا خون بند ہو جانے کے بعد ایک مرتبہ غسل کرے اور ہر نماز کے لئے وضو کرے اور اپنی شرم گاہ میں کپڑا رکھے رہے۔

مستحاضہ کی چار حالتیں ہیں:

۱-حیض کی مدت اسے معلوم ہو، اس مدت میں وہ نماز نہ پڑھے اور جب یہ مدت گزر جائے تو غسل کرے اور نماز پڑھے۔

۲-حیض کی مدت اسے معلوم نہ ہو ایسی صورت میں وہ چھ یا سات دن نماز نہ پڑھے اس لئے کہ

عام طور پر حیض کی مدت یہی ہوتی ہے اور جب یہ مدت گزر جائے تو غسل کرے اور نماز پڑھے۔

۳-اس کی عادت ابھی مقرر نہ ہوئی ہو لیکن وہ حیض کا کالا خون غیر حیض سے تمیز کر سکتی ہو ایسی صورت میں وہ چھ یا سات دن نماز نہ پڑھے اور جب یہ مدت گزر جائے تو غسل کرے اور نماز پڑھے۔

اگر عورت نے نطفہ گرادیا ہے تو یہ نہ حیض ہے اور نہ نفاس اور اگر چار مہینے کا بچہ گرادیا ہے تو یہ نفاس ہے اور اگر ایسا خون کا لوتھڑا یا گوشت کا ٹکڑا گرایا ہے جس میں بچہ کی شکل نمایاں نہ ہو تو وہ نفاس نہیں ہے اگر چہ خون دیکھے اور اگر ایسا گوشت کا ٹکڑا گرایا ہے جس میں بچے کی شکل وصورت نمایاں ہوگئی ہو اور تین مہینہ گذر چکا ہو تو یہ نفاس ہے۔

مستحاضہ عورت نماز پڑھے، روزہ رکھے اعتکاف میں بیٹھے اور اس کے علاوہ دوسری عبادتیں کرے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ فاطمہ بنت ابی حبیش رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ سے کہا کہ مجھے استحاضہ کا خون آتا ہے اور میں پاک نہیں ہوتی ہوں (یعنی خون نہیں رکتا ہے) کیا میں نماز چھوڑ دوں آپ نے فرمایا یہ ایک رگ کا خون ہے (حیض نہیں) لہٰذا ان ایام میں تم نماز نہ پڑھو جن میں تمہیں حیض آتا تھا، پھر غسل کرو اور نماز پڑھو۔(بخاری/۳۲۵، مسلم/۳۳۳)

مرد اور عورت کے لئے قرآن زبانی پڑھنا جائز ہے اگر چہ مرد جنبی ہو یا عورت حائضہ یا جنبی ہو یا اسے نفاس آتا ہو لیکن بہتر یہ ہے کہ وہ طہارت کی حالت میں پڑھے۔

——○○○——

۲-کتاب الصلاۃ

اس باب میں مندرجہ ذیل چیزوں کا بیان ہے:

۱-نماز کا معنیٰ اس کا حکم اور اس کی فضیلت
۲-اذان اور اقامت
۳-نماز پنجگانہ کے اوقات
۴-نماز کی شرطیں
۵-نماز کی صفت
۶-پانچوں نمازوں کے بعد ذکر
۷-نماز کے احکام
۸-نماز کے ارکان
۹-نماز کے واجبات
۱۰-سجدۂ سہو
۱۱-جماعت سے نماز
۱۲-امامت کے احکام
۱۳-اہل عذر کی نماز
۱۴-جمعہ کی نماز

۱-مریض کی نماز
۲-مسافر کی نماز
۳-خوف کی نماز

۱۵-نفل نمازیں

۱-سنن مؤکدہ
۲-وتر کی نماز
۳-تراویح کی نماز
۴-تہجد کی نماز
۵-عیدین کی نماز
۶-کسوف کی نماز
۷-استسقاء کی نماز
۸-چاشت کی نماز
۹-استخارہ کی نماز
۱۰-حاجت کی نماز

۲-کتاب الصلوٰۃ

۱-نماز کا معنیٰ اس کا حکم اور اس کی فضیلت

پانچوں وقت کی نمازیں شہادتین کے بعد اسلام کا سب سے اہم رکن ہیں یہ مسلمان مرد وعورت پر ہر حال میں واجب ہیں چاہے امن کی حالت ہو یا خوف کی حالت، چاہے سفر کی حالت ہو یا حضر کی حالت اور ہر حالت کے مطابق رکعتوں کی تعداد اور نماز کی شکل متعین کی گئی ہے۔

نماز:

یہ ایک مخصوص اقوال و افعال والی عبادت ہے جو تکبیر تحریمہ سے شروع ہوتی ہے اور سلام پھیرنے پر ختم ہوتی ہے۔

نماز نور ہے جس طرح نور سے راستہ معلوم کیا جاتا ہے اسی طرح نماز راہ حق کی طرف رہنمائی کرتی ہے اور برائیوں سے روکتی ہے۔

نماز بندے اور رب کے درمیان ایک تعلق کا نام ہے یہ دین کا ستون ہے مسلم اس میں اپنے رب سے مناجات کی لذت پاتا ہے جس سے اس کا نفس پاکیزہ ہوجاتا ہے، اس کی آنکھ ٹھنڈی ہوجاتی ہے، دل مطمئن ہوجاتا ہے، انشراح صدر حاصل ہوتا ہے اور دنیا کے غموں وتکلیفوں سے اسے آرام مل جاتا ہے۔

نماز کا ایک ظاہری پہلو ہے جس کا تعلق بدن سے ہے مثلاً کھڑا ہونا، بیٹھنا، رکوع کرنا، سجدہ کرنا، اور دوسرے اقوال واعمال۔

نماز کا ایک باطنی پہلو ہے جس کا تعلق دل سے ہے، آدمی نماز میں اپنا دل اللہ سے جوڑتا ہے اس کی تعظیم کرتا ہے، اس کی بڑائی بیان کرتا ہے، اس سے خوف کھاتا ہے، اس سے محبت واطاعت کا اظہار کرتا ہے اس کی تعریف کرتا ہے اس کا شکر بجالاتا ہے اس کے سامنے فروتنی و عاجزی ظاہر کرتا ہے پس ظاہری پہلو ان افعال سے ظاہر ہوتا ہے جو نبی ﷺ سے نماز کے بارے میں مروی ہیں اور باطنی پہلو توحید، ایمان، اور اخلاص سے حاصل ہوتا ہے۔

نماز کی روح اللہ کی تعظیم کرنا، اس کی تعریف کرنا، اس سے مانگنا، اس سے بخشش طلب کرنا اور نبی ﷺ پر درود وسلام بھیجنا اور اللہ کے نیک بندوں کے لئے سلامتی کی دعا کرنا ہے۔

شہادتین کے اقرار کے بعد اللہ تعالیٰ نے ہر مسلمان کو چار چیزوں کا حکم دیا ہے نماز، زکوٰۃ، روزہ اور حج یہ اسلام کے ارکان ہیں اور ان میں سے ہر ایک میں اللہ کے اوامر کو بجالانے اور اپنی خواہشات کو اللہ کے حکم کے تابع کرنے کی مشق ہوتی ہے تاکہ اللہ اور اس کے رسول کے حکم کے مطابق زندگی گزارے نہ کہ اپنی خواہش کے مطابق۔

مسلمان نماز میں اللہ کے اوامر کو اپنے ہر عضو پر نافذ کرتا ہے تاکہ عملی زندگی میں اللہ کے حکموں کا پابند بن جائے اور اخلاق ومعاملات کھانے پینے اور لباس وغیرہ تمام احوال میں اس کے حکموں کو نافذ کرے۔

نماز برائیوں سے روکتی ہے اور گناہوں کو مٹاتی ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ انہوں نے نبی ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا بھلا بتاؤ اگر تم میں سے کسی کے دروازے پر نہر بہتی ہو اور وہ اس میں روزانہ پانچ مرتبہ غسل کرتا ہو تو کیا اس کے بدن پر کچھ میل کچیل باقی رہ جائے گا لوگوں نے کہا نہیں اس کا میل باقی نہیں رہے گا آپ نے فرمایا پانچوں نمازوں کی یہی مثال ہے اللہ تعالیٰ ان سے غلطیوں کو مٹا دیتا ہے۔ (بخاری/۵۲۸، مسلم/۶۶۷)

استقامت قلب:

اگر دل درست ہو تو سارے اعضاء درست ہوں گے اور دل دو چیزوں سے درست ہوتا ہے۔

۱- ایک یہ کہ اللہ کی پسند کو نفس کی پسند پر ترجیح دی جائے۔

۲- دوسرے یہ کہ اللہ کے اوامر ونواہی کی تعظیم کی جائے، جس کا نام شریعت ہے اور یہ اسی صورت میں ممکن ہے جب حکم دینے والے اور منع کرنے والے یعنی اللہ رب العزت کی تعظیم کی جائے، انسان کوئی کام کبھی اس لئے کرتا ہے۔ تاکہ لوگ اس کی طرف دیکھیں یا اسے جاہ ومنصب مل جائے، اسی طرح آدمی کبھی کسی کام سے صرف اس لئے باز آجاتا ہے تاکہ وہ لوگوں کی نگاہوں سے

نہ گرے یا اس پر دینوی سزا مثلاً حدود وغیرہ نافذ نہ کی جائے، اس کا یہ فعل اور ترک فعل شریعت اور اللہ تعالیٰ کی تعظیم کرنے کی وجہ سے نہیں ہوتا ہے۔

اللہ کے اوامر کی تعظیم کی علامت:

بندہ اس کے اوقات وحدود کا خیال رکھے اس کے ارکان وواجبات اور سنن کو بجالائے، اس کو اچھی طرح ادا کرنے کا حریص ہو، اس کے واجب ہو جانے کے وقت خوشی خوشی اس کو ادا کرنے کے لئے بڑھے اگر وہ فوت ہو جائے تو اس پر اسے صدمہ ہو، مثلاً کسی کی جماعت سے نماز فوت ہو جائے، اگر اللہ کے محارم کی پامالی وبے حرمتی کی جائے تو اس پر غصہ ہو اس کی نافرمانی کرنے پر اسے رنج ہو اور اس کی اطاعت کرنے پر اسے خوشی ہو۔

وہ رخصت سے غیر ضروری فائدہ نہ اٹھائے وہ احکام میں علت نہ ڈھونڈھے، اور اگر اس کے سامنے کسی حکم میں کوئی حکمت ظاہر ہو جائے تو اس کے اندر اطاعت اور عمل کا جذبہ اور بڑھ جائے۔

اللہ کے اوامر کی دو قسمیں ہیں:

۱- ایک وہ اوامر جو نفس کو محبوب ہیں مثلاً پاکیزہ چیز کھانا، عورتوں سے شادی کرنا خشکی اور سمندر کا شکار کھانا وغیرہ۔

۲- دوسرے وہ اوامر جو نفس کو محبوب نہیں ہیں اس کی دو قسمیں ہیں۔

۱- اوامر خفیفہ: مثلاً دعا، ذکر، آداب، نوافل، نماز، تلاوت قرآن وغیرہ

۲- اوامر ثقیلہ: مثلاً دعوت الی اللہ، امر بالمعروف، نہی عن المنکر، جہاد فی سبیل اللہ۔

ایمان اوامر خفیفہ اور اوامر ثقیلہ دونوں کے بجالانے سے بڑھتا ہے، پس اگر ایمان بڑھ جائے تو مبغوض چیز محبوب بن جاتی ہے اور ثقیل چیز خفیف بن جاتی ہے اور بندے سے جو چیزیں اللہ کو مطلوب ہیں مثلاً دعوت اور عبادت وہ حاصل ہو جاتی ہیں اور اسی کے مطابق اعضاء حرکت کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کے اندر دو نفس رکھا ہے ایک نفس امّارہ اور دوسرا نفس مطمئنہ، یہ دونوں

آپس میں دشمن ہیں، اگر کوئی چیز ایک کے اوپر خفیف ہوتی ہے تو دوسرے کے اوپر گراں ہوتی ہے، جس چیز سے ایک کو لذت ملتی ہے دوسرے کو تکلیف ہوتی ہے۔ ایک کے ساتھ فرشتہ ہوتا ہے اور دوسرے کے ساتھ شیطان، نفس مطمئنہ کے ساتھ حق اور فرشتہ ہے اور نفس امارہ کے ساتھ باطل اور شیطان ہے اور دونوں کے درمیان کھلم کھلا لڑائی ہے۔

نماز کا حکم:

دن اور رات میں پانچ وقت کی نمازیں ہر مکلّف مسلمان پر فرض ہیں البتہ حائضہ عورت اور نفاس والی عورت جب تک پاک نہ ہوجائے نماز نہ پڑھے یہ کلمہ شہادت کے بعد اسلام کا سب سے اہم رکن ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿إِنَّ الصَّلَاةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ كِتَاباً مَّوْقُوتاً﴾ (نساء/۱۰۳) یقیناً نماز مؤمنوں پر مقررہ وقتوں پر فرض ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿حَافِظُواْ عَلَى الصَّلَوَاتِ والصَّلَاةِ الْوُسْطَى وَقُومُواْ لِلّهِ قَانِتِينَ﴾ (بقرہ:۲۳۸) نمازوں کی حفاظت کرو بالخصوص درمیان والی نماز کی اور اللہ تعالیٰ کے لئے باادب کھڑے رہا کرو۔

۲- حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں، نماز قائم کرنا، زکوٰۃ دینا، بیت اللہ کا حج کرنا، اور رمضان کے روزے رکھنا۔ (بخاری/۸، مسلم/۱۶)

۳- حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی ﷺ نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو یمن بھیجا اور ان سے فرمایا: تم ان سے اس بات کی گواہی دینے کے لئے کہو کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں اور میں اللہ کا رسول ہوں پس اگر تمہاری بات مان لیں تو ان سے کہو کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر ہر دن اور رات میں پانچ نمازیں فرض کی ہیں۔ (بخاری/ ۱۳۹۵، مسلم/۱۹)

بلوغت کی علامتیں:

بالغ عاقل مسلمان ہی شریعت کا مکلّف ہے بلوغت کی بعض علامتیں مرد اور عورت دونوں کے درمیان مشترک ہیں مثلاً پندرہ سال کا ہوجانا، زیر ناف بال کا آنا، منی کا انزال، اور بعض علامتیں مردوں کے لئے خاص ہیں مثلاً داڑھی اور مونچھ کا بال آنا اور بعض علامتیں عورتوں کے لئے خاص ہیں جیسے حمل وحیض۔

جب بچہ سات سال کا ہوجائے تو اس کو نماز پڑھنے کا حکم دیا جائے اور اگر دس سال کا ہوجائے تو نماز نہ پڑھنے پر اسے مارا جائے۔

نماز شب معراج میں نبی ﷺ پر ہجرت سے ایک سال پہلے فرض کی گئی، پہلے اللہ تعالیٰ نے ایک دن اور رات میں پچاس نمازیں فرض کی تھیں اس سے اس کی اہمیت کا پتہ چلتا ہے پھر تخفیف کی گئی اور پچاس نمازیں عمل میں پانچ کردی گئیں لیکن اجر میں وہ پچاس کے برابر ہیں یہ اللہ تعالیٰ کا فضل واحسان ہے۔

نماز کی اہمیت:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن بندے سے سب سے پہلے نماز کے بارے میں پوچھا جائے گا پس اگر وہ کامل پائی گئی تو اسے کامل لکھا جائے گا اور اگر اس میں کوئی کمی پائی گئی تو اللہ تعالیٰ (فرشتوں سے) فرمائے گا کہ دیکھو کیا اس نے کچھ نفل نمازیں بھی پڑھی ہیں جن سے اس کے فرائض میں جو کمی ہوا سے پوری کردو، پھر اسی طرح سارے اعمال کا محاسبہ ہوگا۔ (نسائی:۵۶۴، ابن ماجہ:۱۴۲۵)

ایک دن ورات میں فرض نمازیں:

ایک دن و رات میں پانچ نمازیں ہر مسلمان مرد اور عورت پر فرض ہیں اور وہ یہ ہیں ظہر، عصر، مغرب، عشاء، فجر۔

جس نے نماز کے وجوب کا انکار کیا اس نے کفر کیا اسی طرح وہ شخص بھی ہوگا جس نے غفلت و

سستی کی وجہ سے نماز ترک کر دیا، پس اگر وہ جاہل ہے تو اسے سکھایا جائے اور اگر یہ جانتا ہے کہ وہ واجب ہیں تو اسے توبہ کرنے کے لئے تین دن کی مہلت دی جائے پس اگر اس نے توبہ کرلیا تو ٹھیک ہے ورنہ اسے کافر سمجھ کر قتل کر دیا جائے گا۔

۱-اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿فَإِن تَابُواْ وَأَقَامُواْ الصَّلاَةَ وَآتَوُاْ الزَّكَاةَ فَإِخْوَانُكُمْ فِي الدِّينِ﴾(توبہ/۱۱) اب بھی اگر یہ توبہ کرلیں اور نماز کے پابند ہو جائیں اور زکوٰۃ دیتے رہیں تو تمہارے دینی بھائی ہیں۔

۲-حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: **"ان بین الرجل وبین الشرك والكفر ترك الصلوٰة"** (مسلم/۸۲) آدمی اور کفر وشرک کے درمیان نماز کا چھوڑنا ہے (یعنی نماز چھوڑنے سے کافر ہو جائے گا)

۳-حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جو اپنا دین بدل دے (یعنی اسلام سے پھر جائے) اسے قتل کردو۔ (بخاری/۳۰۱۷)

نماز کا انکار کرنے والے یا اسے چھوڑنے پر کیا اثرات مرتب ہوں گے:

۱-زندگی میں اس کے لئے کسی مسلمان عورت سے شادی جائز نہیں اور اس کی ولایت ساقط ہو جائے گی اور اپنے بچوں کی پرورش کا حق ساقط ہو جائے گا وہ وارث نہیں ہوگا، اس کا ذبح کیا ہوا جانور حرام ہوگا اور اسے مکہ اور حدود حرم میں جانے نہیں دیا جائے گا کیوں کہ وہ کافر ہے۔

۲-جب وہ مرجائے تو اس کو غسل نہ دیا جائے نہ کفن پہنایا جائے نہ اس کے جنازے کی نماز پڑھی جائے اور نہ اسے مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کیا جائے اس لئے کہ وہ مسلمان نہیں ہے اور نہ اس کے لئے رحمت کی دعا کی جائے اور نہ ہی اس کا کوئی وارث ہوگا وہ ہمیشہ ہمیشہ جہنم میں رہے گا اس لئے کہ وہ کافر ہے۔

جس نے نماز مطلقاً چھوڑی اور بالکل نہ پڑھتا ہو وہ کافر ہے اور دین اسلام سے پھر چکا ہے اور جو کبھی پڑھتا ہو اور کبھی چھوڑ دیتا ہو وہ کافر نہیں ہے لیکن فاسق ہے اور بڑے گناہ کا مرتکب ہے اور اللہ اور اس کے رسول کا نافرمان ہے۔

نماز کے انتظار کرنے کی فضیلت:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: آدمی جب تک اپنی نماز کی جگہ میں بیٹھ کر نماز کا انتظار کرتا ہے وہ نماز کی حالت میں ہوتا ہے اور فرشتے کہتے ہیں کہ اے اللہ! تو اسے بخش دے اس پر رحم کر یہاں تک کہ وہ نماز سے فارغ ہو کر باہر آجائے یا اسے حدث لاحق ہو جائے۔ (بخاری/۱۷۶، مسلم/۶۴۹)

وضو کر کے مسجد میں نماز کے لئے جانے کی فضیلت:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے اپنے گھر میں وضو کیا پھر اللہ کے گھروں میں سے کسی گھر کی طرف چلا تا کہ اللہ کے فرائض میں سے کسی فرض کو ادا کرے تو اس کے ایک قدم سے گناہ مٹتے ہیں اور دوسرے قدم سے درجات بلند ہوتے ہیں۔ (مسلم/۶۶۶)

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص اپنے گھر سے وضو کر کے فرض نماز کے لئے نکلے تو اس کا اجر محرم حاجی کے اجر کی طرح ہے اور جو شخص چاشت کی نماز کے لئے نکلے اور صرف اسی لئے تکلیف برداشت کرے تو اس کو عمرہ کرنے والے کے برابر اجر ملے گا اور ایک نماز کے بعد دوسری نماز کے لئے جانا جن کے درمیان کوئی لغو نہ کیا ہو علیین میں لکھا جائے گا۔ (ابو داؤد/۵۵۸)

نماز میں خشوع:

نماز میں خشوع مندرجہ ذیل چیزوں سے حاصل ہوتا ہے:

۱-دل حاضر ہو۔ ۲-جو پڑھے یا سنے اسے سمجھتا ہو۔

۳-تعظیم:

اور یہ دو چیزوں سے پیدا ہوتی ہے ایک اللہ کے جلال وعظمت کی معرفت سے اور دوسرا اپنے نفس کو ذلیل وحقیر سمجھنے سے جب یہ دونوں چیزیں پائی جائیں تو اللہ کے سامنے فروتنی وعاجزی کے اظہار کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔

۴-ہیبت وخوف:

یہ تعظیم سے بھی بلند ہے یہ اللہ کی قدرت وعظمت کی معرفت سے پیدا ہوتا ہے اور اس وقت پیدا ہوتا ہے جب بندہ کو یہ احساس ہوتا ہے کہ وہ اللہ کا حق کما حقہ ادا نہیں کرتا۔

۵-رجاء:

وہ یہ ہے کہ آدمی اپنی نماز پر اللہ تعالیٰ سے ثواب کی امید رکھے۔

۶-حیاء:

یہ اس وقت پیدا ہوتی ہے جب آدمی اللہ کی نعمت کو پہچان لے اور یہ سمجھے کہ وہ اللہ کا حق کما حقہ ادا نہیں کر رہا ہے۔

مشروع رونے کی صفت:

رسول اللہ ﷺ سسکی لے کر اور بلند آواز سے نہیں روتے تھے بلکہ آپ کی دونوں آنکھیں آنسو بہاتی تھیں اور آپ کے سینے میں ہانڈی پکنے کی آواز کی طرح رونے کی آواز سنائی دیتی تھی۔

آپ کبھی اللہ کے خوف سے روتے اور کبھی اپنی امت پر شفقت وخوف کھا کر روتے، کبھی میت پر رحم کھا کر روتے، کبھی قرآن سن کر روتے خاص طور سے جب ایسی آیتیں سنتے جن میں قیامت کی ہولناکیوں او روعدہ اور وعید کا بیان ہوتا یا ایسی آیتیں ہوتیں جن میں اللہ کی نعمتوں کا ذکر یا انبیاء کی خبریں ہوتیں۔

اس فضیلت کی حفاظت جس کا تعلق عبادت سے ہے نماز میں خشوع ہے پس ایسی جگہ نماز نہ پڑھے جہاں خشوع نہ پیدا ہو جیسے بھیڑ میں۔

اذان اور اقامت

اذان ہجرت کے پہلے سال مشروع ہوئی:

اذان: اذان کا مطلب مخصوص ذکر کے ساتھ نماز کا وقت ہو جانے پر لوگوں کو آگاہ کرنا ہے جو کہ ایک عبادت ہے۔

اذان کی حکمت:

اذان کے ذریعہ لوگوں کو یہ بتایا جاتا ہے کہ نماز کا وقت ہو گیا ہے لہٰذا جماعت سے نماز پڑھنے کے لئے مسجد میں آؤ جس میں بڑی بھلائی ہے۔

اذان کے ذریعہ غافل لوگوں کو بیدار کیا جاتا ہے اور بھولے ہوئے لوگوں کو نماز کی یاد دلائی جاتی ہے جو کہ بندے کو اپنے رب سے قریب کرتی ہے اور اس کی کامیابی وکامرانی کا باعث ہے۔

اقامت:

اقامت کا مطلب مخصوص ذکر کے ساتھ لوگوں کو یہ بتانا ہے کہ نماز کے لئے اب کھڑے ہو جائیں اقامت بھی ایک عبادت ہے۔

اذان اور اقامت کا حکم:

اذان اور اقامت سفر وحضر میں مردوں کے لئے فرض کفایہ ہے عورتوں کے لئے نہیں، اذان اور اقامت صرف فرض نماز اور جمعہ کی نماز کے لئے ہے۔

نبی ﷺ کے مؤذن چار تھے:

مدینہ میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ بن رباح، اور عمرو بن ام مکتوم تھے، مسجد قباء میں سعد القرض تھے، اور مسجد حرام میں ابومحذورہ رضی اللہ عنہ تھے۔ حضرت ابومحذورہ رضی اللہ عنہ اذان میں ترجیع کرتے اور اقامت کے کلمات دو دو مرتبہ کہتے، حضرت بلال رضی اللہ عنہ اذان میں ترجیع نہیں کرتے تھے اور اقامت کے کلمات ایک ایک مرتبہ کہتے۔

اذان کی فضیلت:

مؤذن کو چاہئے کہ وہ بلند آواز میں اذان دے اس لئے کہ اس کی آواز جہاں تک جائے گی وہاں تک سننے والے انسان، جنات چرند و پرند سب قیامت کے دن اس کے لئے گواہی دیں گے مؤذن کی آواز جہاں تک جاتی ہے وہاں تک کی ہر چیز اس کے لیے دعا مغفرت کرتی ہے اور ہر

خشک اور تر چیز اس کے قول کی تصدیق کرتی ہے اور اس کے لئے اس شخص کے اجر کے مثل اجر ہے جس نے اس کے ساتھ نماز پڑھی۔

۱-حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا: اگر لوگ یہ جان لیں کہ اذان اور پہلی صف میں کتنا ثواب ہے پھر بغیر قرعہ ڈالے اس کو نہ پاسکتے تو بیشک ان پر قرعہ ڈالتے۔(بخاری/۶۱۵، مسلم/۴۳۷)

اذان کی صفت وکیفیت:

۱-پہلی صفت:

رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی اذان میں یہ پندرہ جملے تھے:

۱-الله اكبر، ۲-الله اكبر، ۳-الله اكبر، ٤-الله اكبر،
٥-اشهد ان لا اله الا الله ، ٦-اشهد ان لا اله الا الله ،
٧-اشهد ان محمداً رسول الله، ٨-اشهد ان محمداً رسول الله
٩-حي علىٰ الصلوٰة ، ١٠-حي علىٰ الصلوٰة ،
١١-حي علىٰ الفلاح، ١٢-حي علىٰ الفلاح،
١٣-الله اكبر، ١٤-الله اكبر، ١٥-لا اله الا الله۔

(ابو داؤد/٤٩٩،ابن ماجه/٧٠٦)

۲-دوسری صفت:

حضرت ابو محذورہ رضی اللہ عنہ کی اذان میں انیس جملے ہیں اس میں شروع میں چار مرتبہ اللہ اکبر ہے پھر ترجیع کے ساتھ ہے۔

حضرت ابو محذورہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے خود ہی اذان کے کلمات سکھائے، آپ نے فرمایا کہو: **الله اكبر،الله اكبر، الله اكبر، الله اكبر،اشهد ان لا اله الا الله ،اشهد ان لا اله الا الله ، اشهد ان محمداً رسول الله،اشهد ان محمداً**

رسول الله، پھر آپ نے فرمایا کہ تم دوبارہ اپنی آواز کھینچ کر کہو **اشهد ان لا اله الا الله ،اشهد ان لا اله الا الله ،اشهد ان محمداً رسول الله،اشهد ان محمداً رسول الله،حي علىٰ الصلوٰة ،حي علىٰ الصلوٰة ،حي علىٰ الفلاح،حي علىٰ الفلاح، الله اكبر،الله اكبر، لا اله الا الله**۔(ابو داؤد/ ٥٠٣،ترمذی/١٩٢)

۳-تیسری صفت:

حضرت ابو محذورہ کی اذان کی طرح جس کا ذکر اوپر گزر چکا ہے البتہ اس میں **الله اكبر** شروع میں ہی دو مرتبہ ہے، لہٰذا اس میں اذان کے سترہ جملے ہوئے۔ (مسلم/٣٧٩)

۴-چوتھی صفت:

اذان کے سارے کلمات دو دو مرتبہ ہیں اور آخر میں کلمۂ توحید ایک مرتبہ ہے لہٰذا اس میں اذان کے تیرہ جملے ہوئے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں اذان کے کلمات دو دو مرتبہ اور اقامت کے کلمات ایک ایک مرتبہ کہے جاتے تھے سوائے **قدقامت الصلاة ،قدقامت الصلاة** کے۔(ابو داؤد/ ٥١٠،نسائی/٦٢٨)

سنت یہ ہے کہ ان تمام طریقوں سے اذان دی جائے کبھی اس طریقے سے کبھی اُس طریقے سے، ایک جگہ یہ دوسری جگہ وہ تاکہ تمام سنتوں پر عمل ہو سکے اور تمام سنتوں کو زندہ کیا جاسکے اگر فتنے کا اندیشہ نہ ہو۔

فجر کی اذان میں **حي علىٰ الفلاح** کے بعد **الصلوٰة خير من النوم ،الصلوٰة خير من النوم** کہے یہ اذان کی مذکورہ تمام صفات میں ہے۔

اذان صحیح ہونے کی شرطیں:

اذان ترتیب سے پے در پے دی جائے اور وقت ہو جانے کے بعد دی جائے ،مؤذن مسلمان ،مذکر، عاقل، عادل بالغ ہو یا نفع نقصان پہنچانے کی عمر تک پہنچ جائے اور اذان اسی طرح دی جائے جس طرح حدیث میں ہے۔

اذان عمدہ اور بلند آواز میں دینا سنت ہے اور حي علىٰ الصلوٰۃ کہتے وقت مؤذن دائیں طرف مڑے اور حي علىٰ الفلاح کہتے وقت مؤذن بائیں طرف مڑے، سنت یہ ہے کہ مؤذن کی آواز بلند ہو وہ وقت کو جاننے والا ہو وہ قبلہ کی طرف منہ کرکے وضو کی حالت میں کھڑے ہو کر کان میں انگلی ڈال کر اذان دے اور بلند جگہ پر اذان دے۔

وقت ہونے سے پہلے پانچوں نمازوں کے لئے اذان دینا درست نہیں البتہ رمضان میں فجر سے اتنی دیر پہلے اذان دینا سنت ہے جس میں روزہ دار سحری کھالیں اور تہجد پڑھنے والے وتر پڑھ کر نماز ختم کرلیں پھر جب فجر طلوع ہوجائے تو فجر کی نماز کے لئے دوسری اذان دی جائے۔

جو شخص اذان سنے وہ کیا کہے:

سنت یہ ہے کہ جو مرد یا عورت اذان کی آواز سنے وہ اسی طرح کہے جس طرح مؤذن کہتا ہے تاکہ اس کے اجر کی طرح اسے بھی اجر ملے البتہ جب مؤذن **حي علىٰ الصلوٰة** اور **حي علىٰ الفلاح** کہے تو سامع **لا حول ولا قوة الا بالله** کہے۔

اذان ختم ہونے کے بعد مؤذن اور اذان کی آواز سننے والا رسول اللہ ﷺ پر سراً درود بھیجے، ایسا کرنا سنت ہے۔

اذان کے بعد وہ دعا پڑھے جو حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے اذان سننے کے بعد یہ دعا پڑھی: "**اللهم رب هذه الدعوة التامة والصلوٰة القائمة آت محمداً الوسيلة والفضيلة وابعثه مقاماً محموداً الذى وعدته**" تو اس کے لئے قیامت کے دن میری سفارش واجب ہوجائے گی۔ (بخاری/٦١٤)

٤- حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے اذان سننے کے بعد یہ دعا پڑھی: "**اشهد ان لا اله الا الله وحده لا شريك له وان محمداً عبده ورسوله، رضيت بالله ربا وبمحمد رسولاً وبالاسلام ديناً**" تو اس کے گناہ معاف کردیئے جائیں گے۔ (مسلم/٣٨٦)

٥- پھر اپنے لئے جو چاہے دعا کرے۔

اذان کا جواب دینے کی فضیلت:

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ انہوں نے نبی ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: جب تم مؤذن کی اذان سنو تو اس طرح کہو جس طرح وہ کہتا ہے پھر میرے اوپر درود بھیجو اس لئے کہ جو میرے اوپر ایک بار درود بھیجے گا اللہ تعالیٰ اس کے بدلے اس پر دس رحمتیں بھیجے گا پھر اللہ تعالیٰ سے میرے لئے وسیلہ مانگو یہ جنت میں ایک مقام ہے جو اللہ کے بندوں میں سے صرف ایک بندے کے لئے ہے اور مجھے امید ہے کہ وہ میں ہی ہوں پس جس نے میرے لئے وسیلہ مانگا اس کے لئے میری سفارش واجب ہوجائے گی۔ (مسلم/٣٨٤)

جو شخص دو نمازوں کو جمع کرکے پڑھے یا فوت شدہ نماز کی قضاء کرے تو پہلے کے لئے اذان کہہ لے پھر ہر فرض کے لئے اقامت کہے۔

اگر سخت گرمی کی وجہ سے ظہر کی نماز مؤخر کرکے یا عشاء کی نماز افضل وقت تک مؤخر کرے تو سنت یہ ہے کہ جب نماز پڑھنے کا ارادہ کرے تب اذان دے۔

جب دو یا دو سے زیادہ آدمی اذان دینے کے لئے جھگڑیں تو جس کی آواز بہتر ہو اسے ترجیح دی جائے پھر جو دین اور عقل میں افضل ہو اسے ترجیح دی جائے پھر جسے پڑوسی چن لیں اسے ترجیح دی جائے پھر قرعہ اندازی کی جائے اور ایک مسجد میں دو مؤذن رکھنا بہتر ہے۔

اذان کی فضیلت:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب نماز کے لئے اذان دی جاتی ہے تو شیطان ہوا خارج کرتے ہوئے پیٹھ پھیر کر چل دیتا ہے تاکہ اذان کی آواز نہ سنے پھر جب اذان دے دی جاتی ہے تو وہ پھر آتا ہے پھر جب نماز کے لئے تکبیر ہوتی ہے تو وہ پیٹھ موڑ کر بھاگتا ہے پھر جب تکبیر ختم ہوجاتی ہے تو وہ پھر آتا ہے اور نمازی کے دل میں وسوسہ ڈالتا ہے اور کہتا ہے فلاں بات یاد کرو، فلاں بات یاد کرو جو بات کہ اس کو یاد نہ تھی یہاں تک کہ آدمی

بھول جاتا ہے کہ کتنی رکعتیں اس نے پڑھیں۔(بخاری/۶۰۸، مسلم/۳۸۹)

جمعہ کے دن اذان اس وقت دی جائے جب امام منبر پر خطبہ کے لئے بیٹھ جائے، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانے میں جب لوگوں کی تعداد بہت ہوگئی تو انہوں نے اس سے پہلے بھی ایک اذان دلوایا اور صحابہ کرام نے بھی اس پر اپنی موافقت ظاہر کی۔

امام نمازیوں کی امامت پر اجرت نہ لے اور نہ مؤذن اذان پر اجرت لے۔

البتہ بیت المال سے کچھ وظیفہ لے سکتا ہے۔

جو شخص مسجد میں اس وقت داخل ہو جب مؤذن اذان دے رہا ہو تو اس کے لئے بہتر یہ ہے کہ وہ مؤذن کی اذان کا جواب دے پھر اذان کے بعد دعا کرے اور اس وقت تک نہ بیٹھے جب تک دو رکعت تحیۃ المسجد نہ پڑھ لے۔

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک آدمی نے نبی ﷺ سے نماز کے وقت کے بارے میں پوچھا، آپ نے فرمایا: کہ تم ہمارے ساتھ دو دن نماز پڑھو، جب سورج ڈھل گیا تو نبی ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو اذان دینے کا حکم دیا، چنانچہ انہوں نے اذان دی، پھر آپ نے ان سے اقامت کہنے کے لئے کہا چنانچہ انہوں نے ظہر کی اقامت کہی، پھر آپ کے حکم سے انہوں نے عصر کی اقامت اس وقت کہی جب سورج بلند اور روشن تھا، پھر آپ کے حکم سے مغرب کی اقامت انہوں نے اس وقت کہی جب سورج ڈوب گیا، پھر آپ کے حکم سے عشاء کی اقامت انہوں نے اس وقت کہی جب شفق غائب ہوگئی، پھر آپ کے حکم سے فجر کی اقامت انہوں نے اس وقت کہی جب فجر طلوع ہوگئی، دوسرے دن آپ نے انہیں حکم دیا کہ ظہر کی اقامت اس وقت کہیں جب ٹھنڈ ہو جائے، چنانچہ انہوں نے وقت ٹھنڈا ہونے کے بعد اقامت کہی، آپ نے اسے خوب ٹھنڈا کر کے پڑھنا پسند کیا پھر آپ نے عصر کی نماز اس وقت پڑھی جب کہ سورج بلند تھا، لیکن آپ نے اسے پہلے دن سے زیادہ مؤخر کر کے پڑھی، اور آپ نے مغرب کی نماز شفق غائب ہونے سے پہلے پڑھی اور عشاء کی نماز تہائی رات گزرنے کے بعد پڑھی۔ اور فجر کی نماز صبح روشن ہونے کے

وقت پڑھی، پھر آپ نے فرمایا: نماز کے وقت کے بارے میں پوچھنے والا کہاں گیا؟ اس شخص نے کہا اے اللہ کے رسول ﷺ میں ہوں، آپ نے فرمایا: تمہاری نماز کا وقت ان دونوں وقتوں کے درمیان ہے جو تم نے دیکھا۔(مسلم:۶۱۳)

سنت یہ ہے کہ مؤذن بلند آواز میں اذان دے اس لئے کہ اس کی اذان کی آواز جہاں تک انسان اور جنات اور انسان اور چرند و پرند وغیرہ سنیں گے وہ قیامت کے دن اس کے لئے گواہی دیں گے اور مؤذن کی آواز جہاں تک جاتی ہے ساری چیزیں اس کی بخشش کے لئے دعائیں کرتی ہیں اور جو چیزیں بھی اس کی آواز سنتی ہیں اس کے کلام کی تصدیق کرتی ہیں اور اس کو اسی کے مثل اجر ملتا ہے جس نے اس کے ساتھ نماز پڑھی ہے۔

جب مؤذن نے اذان دے دی ہو تو کسی کے لئے مسجد سے نکلنا جائز نہیں الا یہ کہ کوئی عذر ہو جیسے مرض یا دوبارہ وضو کرنے کی ضرورت ہو۔

اقامت کی کیفیت:

سنت یہ ہے کہ اقامت ترتیب سے پے در پے مندرجہ ذیل طریقوں سے کہی جائے:

۱-پہلی صفت:

اس میں دس جملے کہے جائیں اور یہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی اقامت ہے جسے وہ نبی ﷺ کے سامنے کہتے تھے:

۱-الله اکبر، ۲-الله اکبر، ۳-اشهد ان لا اله الا الله، ٤-اشهد ان محمداً رسول الله، ٥-حي علیٰ الصلوٰة، ٦-حي علیٰ الفلاح، ۷- قدقامت الصلوٰة ،قدقامة الصلوٰة ، الله اکبر،الله اکبر، لا اله الا الله۔(ابوداؤد/۴۹۹)

۲-دوسری صفت:

اس میں سترہ جملے ہیں اور یہ حضرت ابومحذورہ رضی اللہ عنہ کی اقامت ہے چار مرتبہ الـلـه اکبر، چار مرتبہ دونوں تشہد، چار مرتبہ **حي علـیٰ الصلوٰة اور حي علیٰ الفلاح** دو مرتبہ **قدقامة**

الصلوٰۃ ، قدقامت الصلوٰۃ ،الله اکبر،لا اله الا الله، (ابو داؤد ۱/ ۵۱۰، نسائی/ ۶۲۸)

بہتر یہ ہے کہ کبھی اس طرح اقامت کہے اور کبھی اس طرح اقامت کہے تا کہ سنت کی تمام شکلوں کی حفاظت ہو سکے اور سنت کو زندہ کیا جا سکے جب تک کہ فتنے کا اندیشہ نہ ہو۔

اذان اور اقامت کے درمیان دعا کرنا مستحب ہے۔

اذان اور اقامت صرف عربی زبان میں درست ہے۔

لاؤڈ اسپیکر کا استعمال اذان، اقامت، نماز اور خطبہ کے لئے جائز ہے اگر ضرورت ہو۔

بہتر یہ ہے کہ ایک ہی آدمی اذان اور اقامت کہے مؤذن اذان کا سب سے زیادہ مالک ہے اور امام اقامت کا سب سے زیادہ مالک ہے۔ (یعنی جب امام کہے تب اقامت کہی جائے)

اذان کے جملوں میں سے ہر جملہ ایک ایک سانس میں الگ الگ کہنا بہتر ہے اور سامع اس کا جواب بھی اسی طرح دے۔

اقامت سننے والے کے لئے کوئی مشروع ذکر نبی ﷺ سے ثابت نہیں جسے وہ کہے۔

سخت ٹھنڈی میں یا بارش وغیرہ کی رات میں بہتر یہ ہے کہ مؤذن حي علیٰ الصلوٰۃ اور حي علیٰ الفلاح کے بعد یا اذان کے بعد یہ کہے: اپنی قیام گاہ میں نماز پڑھ لو، یا اپنے گھروں میں نماز پڑھ لو، یا جو گھر میں پڑھ لے اس پر کوئی حرج نہیں۔

سفر میں اذان اور اقامت:

حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ دو آدمی رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے وہ دونوں سفر کرنا چاہتے تھے آپ نے فرمایا: جب تم دونوں (سفر میں نکلو) تو اذان دو اور اقامت کہو اور تم میں سے جو بڑا ہو وہ امامت کرے۔ (بخاری ۶۳۱/ ، مسلم/ ۶۷۴)

اذان اور اقامت کی مشروعیت کے اعتبار سے نماز کی چار حالتیں ہیں:

۱- وہ نماز جس کے لئے اذان اور اقامت ہے: وہ پانچوں نمازیں ہیں اور جمعہ کی نماز ہے۔

۲- وہ نماز جس کے لئے صرف اقامت ہے اذان نہیں: یہ وہ نماز ہے جو اپنے سے پہلی نماز کے ساتھ ملا کر پڑھی جائے اور فوت شدہ نماز ہے جس کی قضاء کی جائے۔

۳- بعض ایسی نمازیں ہیں جن کے لئے کچھ مخصوص الفاظ میں پکارا جاتا ہے وہ کسوف اور خسوف کی نماز ہے۔

۴- وہ نماز جس کے لئے نہ اذان ہے نہ اقامت مثلاً جنازہ کی نماز، نفل نماز، عیدین کی نماز، استسقاء کی نماز وغیرہ۔

۳- نماز پنجگانہ کے اوقات

اللہ تعالیٰ نے ہر مسلمان مرد اور ہر مسلمان عورت پر دن اور رات میں پانچ وقت کی نمازیں فرض کی ہیں۔

فرض نمازوں کے پانچ اوقات ہیں:

۱- ظہر کا وقت:

یہ زوال شمس سے شروع ہوتا ہے اور اس وقت تک باقی رہتا ہے جب ہر چیز کا سایہ اس کے مثل ہو جائے خط استواء کے سایہ کے علاوہ، اس کو جلدی پڑھنا افضل ہے البتہ سخت گرمی کے دنوں میں اس کو ٹھنڈا کر کے تاخیر سے پڑھنا افضل ہے اور یہ چار رکعتیں ہیں۔

۲- عصر کا وقت:

یہ ظہر کا وقت نکل جانے کے بعد شروع ہوتا ہے اور سورج زرد ہو جانے تک رہتا ہے اور ضرورت پڑنے پر غروب شمس تک ہے اس کو جلدی پڑنا بہتر ہے اور یہ چار رکعتیں ہیں۔

۳- مغرب کا وقت:

یہ غروب شمس سے شروع ہوتا ہے اور سرخ شفق غائب ہونے تک رہتا ہے اس کو جلدی پڑھنا بہتر ہے اس میں تین رکعتیں ہیں۔

۴-عشاء کا وقت:

یہ سرخ شفق کے غائب ہونے کے وقت سے شروع ہوتا ہے اور آدھی رات تک رہتا ہے یہ نماز اگر رات کے تہائی حصے تک مؤخر کر کے پڑھ جائے تو افضل ہے اس میں چار رکعتیں ہیں۔

۵-فجر کا وقت:

یہ فجر ثانی (صبح صادق) کے طلوع ہونے کے وقت سے شروع ہوتا ہے اور طلوع آفتاب تک رہتا ہے اس کو پہلے پڑھنا افضل ہے اس میں دو رکعتیں ہیں۔

اگر سخت گرمی ہو تو سنت یہ ہے کہ ظہر کی نماز عصر کے قریب ہونے تک مؤخر کر کے پڑھی جائے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب گرمی سخت ہو تو نماز کو ٹھنڈا کر کے پڑھو اس لئے کہ سخت گرمی جہنم کی لپٹ سے ہوتی ہے۔(بخاری/۵۳۶، مسلم/۶۱۶)

جو شخص ایسے ملک میں رہے جہاں گرمی میں سورج نہیں ڈوبتا اور ٹھنڈی میں نہیں نکلتا ہے یا ایسے ملک میں رہے جہاں چھ مہینے دن اور چھ مہینے رات ہوتی ہے تو وہ پانچوں نمازیں ہر چوبیس گھنٹوں میں پڑھ لیا کرے اور اس سے جو سب سے قریب ملک ہو جہاں نماز کے اوقات کی تمیز کی جاتی ہو اس کے حساب سے اوقات کا اندازہ لگائے اور تعین کرے۔

نماز کی شرطیں:

۱-حدث اصغر اور حدث اکبر سے طہارت

۲-بدن، کپڑا، اور نماز کی جگہ کا پاک ہونا۔

۳-نماز کا وقت ہو جانا۔

۴-ایسے لباس سے زینت کرنا جو شرم گاہ کو چھپانے والا ہو۔

۵-قبلہ کی طرف رخ کرنا۔

۶-نیت کرنا، یعنی تکبیر تحریمہ سے پہلے جو نماز پڑھ رہا ہے اس کی نیت دل میں کرے اور زبان سے کہنے کی ضرورت نہیں۔

مسلمان کو صاف ستھرے اور اچھے لباس میں نماز پڑھنا چاہئے کیوں کہ اللہ تعالیٰ سب سے زیادہ حقدار ہے کہ اس کے لئے زینت کی جائے، ازار آدھی پنڈلی تک ہو اور اگر آدھی پنڈلی تک نہ ہو تو ٹخنے سے اوپر ہو، نماز اور نماز کے علاوہ دوسری حالتوں میں بھی ازار ٹخنے سے نیچے لٹکانا حرام ہے۔

مرد کی شرم گاہ ناف سے گھٹنے تک ہے اور عورت نماز میں اپنا پورا بدن چھپائے سوائے چہرہ، ہتھیلی اور قدم کے اور اگر اجنبی مردوں کی موجودگی میں نماز پڑھ رہی ہو تو پورا بدن چھپائے۔

سنت یہ ہے کہ فجر کی نماز تاریکی میں شروع کرے اور تاریکی میں ختم کرے اور کبھی اس وقت ختم کرے جب تاریکی چھٹ جائے اور صبح روشن ہو جائے۔

جو لوگ سفر میں ہوں اور اتفاق سے سو جائیں پھر اس وقت اٹھیں جب سورج طلوع ہو جائے تو سنت یہ ہے کہ اپنی جگہ سے کوچ کر جائیں پھر تھوڑی دور چلنے کے بعد وضو کریں پھر ان میں سے کوئی اذان دے پھر فجر کی دو رکعت سنت پڑھیں پھر اقامت کہی جائے پھر فجر کی نماز پڑھیں۔

نماز کے درمیان نیت بدلنا:

ہر عمل کے لئے نیت ضروری ہے اور کسی معین چیز سے دوسرے معین چیز کے لئے نیت بدلنا جائز نہیں مثلاً نماز کے درمیان عصر کی نیت بدل کر ظہر کی نیت کرنا جائز نہیں اور نہ مطلق سے معین کے لئے نیت بدلنا جائز ہے جیسے نفل نماز پڑھ رہا ہو پھر نماز کے دوران فجر کی نیت کرنے لگے تو یہ جائز نہیں البتہ معین سے مطلق کے لئے نیت بدلنا جائز ہے مثلاً کوئی شخص تنہا فرض نماز پڑھ رہا ہو پھر جماعت سے نماز پڑھنے کے لئے اس کو نفل بنالے تو ایسا کرنا جائز ہے۔

نمازی نماز کی حالت میں مقتدی یا منفرد سے امام ہونے کی نیت کر سکتا ہے اسی طرح مقتدی سے منفرد ہونے کی نیت کر سکتا ہے یا فرض کی نیت سے نفل کی نیت کر سکتا ہے لیکن نفل کی نیت سے فرض کی نیت نہیں کر سکتا۔

نمازی اپنے جسم کے ساتھ اپنا رخ قبلہ کی طرف کرے اور دل سے اللہ کی طرف متوجہ ہو۔

مسلمان نماز میں جو لباس چاہے پہنے اس کے لئے صرف وہی لباس پہننا حرام ہے جو بعینہ حرام

ہے جیسے مردوں کے لئے ریشم پہننا حرام ہے یا ایسا لباس پہننا جس میں جاندار کی تصویریں ہوں یہ مرد اور عورت دونوں کے لئے حرام ہے یا ایسا لباس جو اپنے وصف کی وجہ سے حرام ہو جیسے مرد عورت کا لباس پہنے یا ایسا کپڑا پہنے جو ٹخنے سے نیچے لٹک رہا ہو یا وہ حرام طریقے سے حاصل کیا گیا ہو جیسے چھین کر یا چرا کر یہ سب لباس حرام ہیں۔

ساری زمین میں نماز پڑھنا درست ہے سوائے حمام ، پائخانہ،غصب کی ہوئی جگہ ،نجس جگہ،اونٹ کا باڑہ اور قبرستان،البتہ جنازے کی نماز قبرستان میں پڑھنا جائز ہے۔

اگر نماز کا وقت ہو جانے کے بعد مجنون کو افاقہ ہو جائے یا کافر اسلام لے آئے یا حائضہ عورت پاک ہو جائے تو ان پر اس وقت کی نماز پڑھنا لازم ہے۔

اگر حائضہ عورت کا خون ایسے وقت میں منقطع ہوا جس میں غسل ممکن نہیں تھا اور وقت گزرنے کے بعد ہی غسل کرنا ممکن ہوا تو وہ غسل کرے اور نماز پڑھے اگر چہ وقت نکل گیا ہو،اسی طرح جنبی آدمی اگر اس وقت بیدار ہوا جب سورج نکلنے والا تھا اور جب تک وہ غسل کرنے لگا سورج نکل گیا تو سنت یہ ہے کہ وہ غسل کرے اور طلوع آفتاب کے بعد نماز پڑھ لے اس لئے کہ سونے والے کے لئے نماز کے وقت کا اعتبار اس وقت سے ہوگا جب سے وہ بیدار ہوا ہے۔

مسلمان پر واجب ہے کہ وہ قبلہ کی طرف رخ کر کے نماز پڑھیں اور اگر قبلہ معلوم نہ ہو سکے اور نہ کوئی ایسا شخص ملے جس سے وہ قبلہ کے بارے میں پوچھ سکتا ہو تو اجتہاد کرے اور جس طرح قبلہ ہونے کا غالب گمان ہو اس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھ لے پھر اگر اس کو یہ معلوم ہوا کہ اس نے غیر قبلہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی ہے تو پھر اس پر اعادہ نہیں ہے۔

آدمی بستر یا چٹائی یا کھجور کی چھوٹی چٹائی جس میں صرف چہرہ رکھنے کی جگہ ہوتی ہے پر نماز پڑھ سکتا ہے۔

جس کی عقل سو جانے یا نشہ میں ہونے کی وجہ سے زائل ہو جائے اس کے اوپر فوت شدہ نماز کی قضاء ضروری ہے اسی طرح اگر کسی شخص کی عقل مباح کام کرنے کی وجہ سے زائل ہو جائے مثلاً

بیہوشی کا انجکشن لگوانے اور دوا استعمال کرنے کی وجہ سے تو اس پر قضاء ہے اور اگر اس کی عقل بغیر اس کے اختیار کے زائل ہو جائے تو اس پر قضاء نہیں مثلاً وہ اچانک بیہوش ہو جائے۔

نمازوں کی قضاء:

بعض نمازوں کا وقت اگر فوت ہو جائے تو عذر زائل ہونے کے بعد ان کی قضاء ہے جیسے پانچوں نمازیں اور بعض ایسی نمازیں ہیں جن کا وقت اگر فوت ہو جائے تو اس کی قضاء نہیں مثلاً جمعہ کی نماز اگر یہ فوت ہو جائے تو اس کی جگہ ظہر کی نماز پڑھی جائے اور بعض ایسی نمازیں ہیں جس کی قضاء نہیں ہے الا یہ کہ اس کے وقت میں کی جائے اور وہ عید کی نماز ہے۔

فوت شدہ نماز کی ترتیب سے قضاء فوراً واجب ہے اور اگر ترتیب بھول گیا ہے یا معلوم نہیں ہے یا جس نماز کا ابھی وقت ہے اس کے وقت کے نکل جانے کا اندیشہ ہے یا جمعہ کی نماز کے فوت ہو جانے کا اندیشہ ہے تو ترتیب ساقط ہو جائے گی۔

جس نے کوئی فرض نماز شروع کر دی پھر اسے خیال آیا کہ اس سے پہلے والی نماز اس نے نہیں پڑھی ہے تو جو نماز اس نے شروع کی ہے اسے پوری کرے پھر فوت شدہ نماز پڑھے،اسی طرح مثلاً کسی کی عصر کی نماز فوت ہو گئی ہو اور وہ مسجد میں اس وقت پہنچے جب مغرب کی نماز پڑھی جا رہی ہو تو وہ امام کے ساتھ مغرب کی نماز پڑھ لے پھر عصر کی نماز پڑھے۔

جو شخص سو گیا ہو اور نماز نہ پڑھ سکا ہو یا نماز بھول گیا ہو تو جب یاد آئے وہ نماز پڑھ لے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: جو شخص کوئی نماز بھول جائے یا سو جائے تو اس کا کفارہ یہ ہے کہ یاد آتے ہی پڑھ لے۔ (بخاری/۵۹۷،مسلم/۶۸۷)

جب نمازی اپنا موزہ یا جوتا نکالے تو اسے اپنے دائیں جانب نہ رکھے بلکہ انہیں اپنے پیروں کے درمیان رکھ لے یا اپنے بائیں جانب رکھے اگر بائیں جانب کوئی نہ ہو،جوتا پہننے میں سنت یہ ہے کہ پہلے دایاں پیر جوتے میں ڈالا جائے پھر بایاں پیر اور جب جوتا نکالا جائے تو پہلے بایاں پیر نکالا جائے پھر دایاں پیر اور آدمی ایک جوتا پہن کر نہ چلے۔

اگر کچھ لوگ ننگے ہوں اور کپڑا نہ ہوتو وہ کھڑے ہوکر نماز پڑھیں اگر تاریکی ہو اور انہیں کوئی نہ دیکھ رہا ہو اور ان میں ایک آدمی آگے بڑھ جائے لیکن اگر ان کے ارد گرد کوئی ہے یا وہ روشنی میں ہوں تو وہ بیٹھ کر نماز پڑھیں اور ان کا امام ان کے بیچ میں رہے اور اگر اس گروہ میں مرد اور عورت دونوں ہوں تو ہر نوع الگ الگ نماز پڑھے۔

اگر مسجد تنگ ہو جائے تو راستے میں نماز پڑھنا جائز ہے۔

نماز میں اپنا چہرہ ڈھانپنا اور منہ اور ناک پر کپڑا لپیٹنا مکروہ ہے۔

جس چیز کے کرنے کا حکم دیا گیا ہے اس کے اندر لاعلمی اور بھول چوک کو عذر نہیں بنایا جاسکتا مثلاً اگر لاعلمی کی بناء پر یا بھول کر بغیر وضو نماز پڑھ لی تو اس پر گناہ نہیں لیکن اس پر وضو کرنا اور نماز کا اعادہ واجب ہے البتہ جس چیز سے منع کیا گیا ہے اس میں لاعلمی اور بھول چوک کو عذر بنایا جاسکتا ہے مثلاً اگر کسی نے نماز پڑھ لی اور اس کے کپڑے میں نجاست لگی ہوئی ہے جسے وہ نہیں جانتا ہے یا اسے جانتا تھا لیکن بھول گیا تو اس کی نماز صحیح ہو جائے گی۔

سنت یہ ہے کہ آدمی اس مسجد میں نماز پڑھے جو اس کے قریب ہو۔

مسجد میں داخل ہونے کے آداب:

مسلمان مسجد کی طرف سکون وقار سے جائے اور انگلیوں کو ایک دوسرے میں داخل نہ کرے اس لئے کہ وہ نماز کی حالت ہی میں ہوتا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"اعوذ بالله العظيم وبوجهه الكريم وسلطانه القديم من الشيطان الرجيم"

(ابو داؤد: ٤٦٦) "میں اللہ بزرگ و برتر، اس کی ذات شریف اور اس کی قدیم بادشاہیت کے ذریعے شیطان الرجیم سے پناہ چاہتا ہوں"۔

جب نماز کے لئے تکبیر کہہ دی جائے تو تم دوڑتے ہوئے نہ آؤ بلکہ سکون واطمینان سے آؤ پس جتنی نماز (جماعت سے) پاؤ اسے پڑھ لو اور جو فوت ہو جائے اسے پوری کر لو اس لئے کہ تم میں

سے کوئی شخص جب نماز کا قصد کرتا ہے تو وہ نماز ہی کی حالت میں ہوتا ہے۔ (بخاری: ٩٠٨، مسلم: ٦٠٢)

پہلے دایاں پیر مسجد میں رکھا جائے اور یہ دعا پڑھی جائے: "باسم الله والصلوٰة والسلام علىٰ رسول الله، اللهم افتح لى ابواب رحمتك".

جب مسجد سے نکلے تو اپنا بایاں پیر نکالے اور یہ دعا پڑھے: "باسم الله والصلوٰة والسلام علىٰ رسول الله اللهم انى اسئلك من فضلك"

"اللہ کے نام سے، اللہ کے رسول پر درود وسلام نازل ہو، اے اللہ! میں تجھ سے تیرے فضل و کرم کا سوال کر رہا ہوں"۔

ابن ماجہ میں یہ الفاظ زیادہ ہیں:

"اللهم اعصمنى من الشيطان الرجيم" "اے اللہ! مجھ کو شیطان الرجیم سے محفوظ رکھ"۔

(ابو داؤد: ٤٦٥، ابن ماجه: ٧٧٣، ابن سنى: ٨٨، واصله فى مسلم: ٧١٣)

جب مسجد میں داخل ہو تو مسجد میں موجود لوگوں کو سلام کرے پھر دو رکعت تحیۃ المسجد پڑھے پھر اللہ کے ذکر میں مشغول ہو جائے اور جماعت کھڑی ہونے تک قرآن کی تلاوت یا نوافل یا اللہ کے ذکر میں مشغول رہے، وہ پہلی صف میں امام کے دائیں جانب رہنے کی کوشش کرے۔

مسجد میں ضرورت مند شخص کبھی کبھی سو سکتا ہے مثلاً مسافر یا وہ فقیر جس کا کوئی ٹھکانہ نہ ہو البتہ مسجد کو مستقل سونے اور قیلولہ کرنے کی جگہ بنانا درست نہیں، سوائے حالتِ اعتکاف وغیرہ میں۔

نماز پڑھنے والے کو سلام کرنا:

اگر آدمی ایسے شخص کے پاس سے گزرے جو نماز پڑھ رہا ہو تو مستحب یہ ہے کہ وہ اسے سلام کرے اور نماز پڑھنے والا اس کو سلام کا جواب اشارے سے دے چاہے انگلیوں سے اشارہ کرے یا ہاتھ سے یا سر سے البتہ کلام نہ کرے۔

حضرت صہیب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس سے گزرا، اس وقت

آپ نماز پڑھ رہے تھے، میں نے آپ کو سلام کیا آپ نے اشارے سے میرے سلام کا جواب دیا۔(ابو داؤد ۹۲۵، ترمذی:۳۶۷)

مسجد میں اپنی لئے جگہ خاص کرنا:

سنت یہ ہے کہ آدمی مسجد آنے میں سبقت کرے پس اگر اس نے اپنی جائے نماز بچھا رکھی ہے اور تاخیر سے پہنچا تو اس نے شریعت کی مخالفت دو طریقوں سے کی، ایک یہ کہ وہ تاخیر سے پہنچا حالاں کہ اسے پہلے آنے کا حکم دیا گیا ہے۔

دوسرے یہ کہ مسجد کا ایک حصہ اس نے غصب کر لیا اور دوسروں کو وہاں نماز پڑھنے سے روک دیا جب کہ وہ اس سے پہلے پہنچے ہیں، پس اگر کوئی شخص مسجد میں اپنی جائے نماز بچھا دے اور خود تاخیر سے آئے تو جو شخص پہلے آئے وہ اسے اٹھا دے اور اس کی جگہ نماز پڑھ لے اور اس پر کوئی گناہ نہ ہوگا۔

۵-نماز کی صفت

اللہ تعالیٰ نے ہر مسلمان مرد اور عورت پر دن اور رات میں پانچ نمازیں فرض کی ہیں: ظہر، عصر، مغرب، عشاء، فجر۔

جو شخص نماز پڑھنا چاہے وہ پہلے وضو کرے، پھر قبلہ کی طرف رخ کر کے سترے سے قریب کھڑا ہو، اس کے اور سترے کے درمیان تین ہاتھ کا فاصلہ ہونا چاہئے کہ ایک بکری گزر جائے وہ اپنے اور سترہ کے درمیان کسی چیز کو نہ گزرنے دے اور جو شخص نمازی اور اس کے سترہ کے درمیان سے گزرے گا وہ گناہ گار ہوگا۔

حضرت ابو جہیم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر نمازی کے سامنے سے گزرنے والا یہ جان لے کہ اس پر کتنا گناہ ہے تو اس کو چالیس سال تک کھڑا رہنا اس کے سامنے سے گزر جانے سے بہتر معلوم ہوتا۔(بخاری ۵۱۰، مسلم/۵۰۷)

جو شخص نماز پڑھنا چاہے وہ اپنے دل میں نماز پڑھنے کی نیت کرے پھر اللــــہ اکبر کہے اور

اپنے دونوں ہاتھوں کو کبھی تکبیر کے ساتھ کبھی تکبیر کے بعد اور کبھی تکبیر سے پہلے اٹھائے اور ہاتھوں کو اس حال میں اٹھائے کہ ان کی انگلیاں پھیلی ہوئی ہوں، ان کا اندرونی حصہ قبلے کی طرف ہو اور انہیں کبھی مونڈھوں تک اٹھائے، کبھی کانوں کے اوپر کے حصے تک اٹھائے کبھی یہ کرے کبھی وہ کرے تا کہ سنت زندہ ہو اور اس کے تمام مشروع طریقوں پر عمل ہو۔

پھر اپنا دایاں ہاتھ اپنے بائیں ہاتھ کی ہتھیلی، گٹے اور بازو پر رکھے اور انہیں اپنے سینے پر رکھے اور کبھی کبھی دائیں ہاتھ سے بایاں ہاتھ پکڑے اور انہیں اپنے سینے پر رکھے اور اپنے سجدہ کی جگہ پر خشوع سے دیکھے۔

پھر اپنی نماز ان دعاؤں اور اذکار کے ساتھ شروع کرے جن کا بیان حدیث میں ہے وہ دعائیں یہ ہیں:

۱-"**اللهم باعدبيني و بين خطاياى كما باعدت بين المشرق والمغرب اللهم نقني من خطاياى كما ينقى الثوب الابيض من الدنس ، اللهم اغسلني من خطاياى بالثلج والماء والبرد** " (بخاری/۷۴۴، مسلم/۵۹۸)

اے اللہ! تو میرے اور میری خطاؤں کے درمیان ایسی ہی دوری کر دے جیسی تو نے مشرق اور مغرب کے درمیان دوری کی ہے اے اللہ! تو میرے گناہوں کو ایسے ہی پاک وصاف کر دے جیسے کہ سفید کپڑا میل کچیل سے صاف کیا جاتا ہے اے اللہ! تو میرے گناہوں کو برف، پانی اور اولوں سے دھو دے۔

یا یہ دعا پڑھے:"**سبحانك اللهم وبحمدك وتبارك اسمك وتعالىٰ جدك ولا الٰـه غيرك**" ''اے اللہ! تو اپنی حمد کے ساتھ پاک ہے، تیرا نام بابرکت ہے، تیری بزرگی بہت بلند ہے، اور تیرے علاوہ کوئی معبود نہیں''۔(ابو داؤد/۷۷۵، ترمذی/۲۴۳)

۳-یا یہ دعا پڑھے:"**اللهم رب جبريل وميكائيل و اسرافيل ، فاطر السماوات والارض ، عالم الغيب والشهادة ،انت تحكم بين عبادك فيما كانوا فيه**

یختلفون ، اھدنی لما اختلف فیه من الحق باذنك انك تهدی من تشاء الی صراط مستقیم" (مسلم/ ۷۷۰)

۴-"**الله اکبر کبیرا والحمدلله کثیرا و سبحان الله بکرة واصیلا**" (مسلم/ ۶۰۱)

۵-یا یہ دعا پڑھے: "**الحمدلله حمداً کثیراً طیباً مبارکاً فیه**" "**اے اللہ! جبرئیل، میکائیل اور اسرافیل کے رب، آسمان وزمین کو پیدا کرنے والے، غائب اور حاضر کو جاننے والے، تو اپنے بندوں کے درمیان اس چیز کے بارے میں فیصلہ کرتا ہے جس میں وہ اختلاف کرتے ہیں، جس چیز کے بارے میں اختلاف کیا گیا ہے تو مجھ کو اس میں ہدایت کی توفیق دے، بے شک تو جس کو چاہتا ہے صراط مستقیم کی طرف ہدایت دیتا ہے**"۔ (مسلم/ ۶۰)

پھر سری طور پر اعوذ بالله من الشیطان الرجیم پڑھے۔

یا یہ کہے: "**اعوذبالله السمیع العلیم من الشیطان الرجیم من همزه و نفخه و نفثه**" (ابو داؤد/ ۷۷۵، ترمذی/ ۲۴۲)

پھر سری طور پر یہ پڑھے: "**بسم الله الرحمن الرحیم**"

پھر سورہ فاتحہ اور ہر آیت کے اختتام پر ٹھہرے، جس نے سورہ فاتحہ نہیں پڑھی اس کی نماز نہیں ہوگی، ہر رکعت میں سراً سورہ فاتحہ پڑھنا واجب ہے سوائے ان نمازوں اور رکعتوں میں جن میں امام جہراً قرأت کرتا ہے ایسی نمازوں اور رکعتوں میں وہ خاموش رہے اور امام کی قرأت سنے۔

جب سورہ فاتحہ پڑھ لے تو آمین کہے خواہ امام ہو یا مقتدی ہو یا تنہا نماز پڑھ رہا ہو اور اپنی آواز کھینچے اور امام اور مقتدی جہری نمازوں میں زور سے ایک ساتھ آمین کہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب امام آمین کہے تو تم بھی آمین کہو اس لئے کہ جس کی آمین فرشتوں کی آمین سے مل جائے گی اس کے اگلے گناہ بخش دیئے جائیں گے۔

ابن شہاب کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ بھی آمین کہا کرتے تھے۔ (بخاری/ ۷۸۰، مسلم/ ۴۱۰)

پھر سورہ فاتحہ کے بعد پہلی دو رکعتوں میں کوئی سورت یا قرآن کی بعض آیتیں پڑھے جو اس کے لئے آسان ہوں کبھی لمبی پڑھے اور کبھی مختصر پڑھے، خاص طور سے جب سفر کرنا ہو یا کھانسی آئے یا مرض لاحق ہو یا بچہ رو رہا ہو تو مختصر پڑھے اکثر پوری سورت پڑھے اور کبھی کبھی ایک سورت دو رکعتوں میں پڑھے اور کبھی کبھی وہی ایک پوری سورت دوسری رکعت میں دہرائے اور کبھی ایک رکعت میں دو سورتیں یا اس سے زیادہ پڑھ لے اور قرآن کو اچھی آواز میں ٹھہر ٹھہر کر پڑھے۔

فجر کی نماز اور مغرب اور عشاء کی پہلی دو رکعتوں میں جہراً قرأت کرے اور ظہر اور عصر کی نماز میں اور مغرب کی تیسری رکعت میں اور عشاء کی بعد والی دونوں رکعتوں میں سراً قرأت کرے اور ہر آیت کے آخر میں ٹھہرے۔

پانچوں نمازوں میں مندرجہ ذیل سورتوں کا پڑھنا سنت ہے۔

۱-فجر کی نماز:

اس میں سورہ فاتحہ کے بعد پہلی رکعت میں طِوال مفصل پڑھے جیسے سورہ ﴿ ق ﴾ وغیرہ اور کبھی اوساط مفصل اور قصار مفصل پڑھے جیسے ﴿**اذاالشمس کورت......**﴾ اور ﴿ **اذازلزلت......**﴾ وغیرہ اور کبھی اس سے لمبی پڑھے پہلی رکعت لمبی پڑھے اور دوسری چھوٹی اور جمعہ کے دن ﴿**الم تنزیل**﴾ پہلی رکعت میں پڑھے اور سورہ "انسان" دوسری رکعت میں پڑھے۔

۲-ظہر کی نماز:

اس میں سورہ فاتحہ کے بعد پہلی دو رکعتوں میں کوئی سورت پڑھے پہلی رکعت دوسری رکعت سے لمبی پڑھے کبھی لمبی قرأت کرے اور کبھی چھوٹی اور بعد کی دونوں رکعتوں میں سورہ فاتحہ کے بعد پہلی دونوں رکعتوں سے پانچ آیتیں کم پڑھے اور کبھی بعد کی دونوں رکعتوں میں صرف سورہ فاتحہ پڑھے اور امام کبھی کبھی مقتدیوں کو آیت سنائے۔

۳-عصر کی نماز:

اس میں سورہ فاتحہ کے بعد پہلی دونوں رکعت میں کوئی سورت پڑھے اور پہلی رکعت دوری رکعت سے لمبی پڑھے ظہر کی پہلی دونوں رکعتوں میں (یعنی دونوں رکعتوں کو ملا کر) تیس آیتیں پڑھے اور عصر کی دونوں رکعتوں میں پندرہ آیتیں پڑھے اور عصر کی دونوں رکعتوں میں پہلی دونوں رکعتوں کے نصف پڑھے اور سورہ فاتحہ پڑھے اور امام کبھی کبھی مقتدیوں کو آیت سنادے۔

۴-مغرب کی نماز:

اس میں سورہ فاتحہ کے بعد کبھی قصاء مفصل پڑھے کبھی طِوال مفصل پڑھے اور کبھی اوساط مفصل پڑھے اور کبھی دونوں رکعتوں میں سورہ اعراف اور کبھی سورہ انفال پڑھے۔

۵-عشاء کی نماز:

اس میں پہلی دونوں رکعتوں میں سورہ فاتحہ کے بعد وسط مفصل پڑھے۔ مفصل سورہ " ق " سے لے کر قرآن کی آخری سورت تک ہے، طوال مفصل سورہ " ق " سے سورہ " نباء " تک ہے، اوساط مفصل سورہ "نباء" سے سورہ " ضحیٰ " تک ہے، قصاء مفصل سورہ " ضحیٰ " سے سورہ " ناس " تک ہے، مفصل چار پاروں سے کچھ زیادہ حصے کو کہتے ہیں۔

قرأت سے فارغ ہونے کے بعد کیا کرے:

جب قرأت سے فارغ ہو تو تھوڑی دیر خاموش رہے پھر اپنے دونوں ہاتھوں کو مونڈھوں تک یا کانوں تک اٹھائے اور الله اکبر کہے اور رکوع میں چلا جائے۔

حالت رکوع میں اپنی دونوں ہتھیلیاں اپنے دونوں گھٹنوں پر رکھے گویا کہ اس کو پکڑے ہوئے ہے اور اپنی انگلیوں کو پھیلائے رہے اور اپنی کہنیاں اپنے دونوں پہلوؤں سے الگ رکھے اور اپنی پیٹھ پھیلائے اور اپنا سر اپنی پیٹھ کے برابر کرے اور مطمئن ہو جائے اور سبحان ربی العظیم پڑھے:

حالت رکوع میں مندرجہ ذیل دعائیں مشروع ہیں:

۱-تین مرتبہ یا اس سے زیادہ سبحان ربی العظیم کہے۔(مسلم/ ۷۷۲، ابن ماجہ/ ۸۸۸)

۲-یا تین مرتبہ یہ دعا پڑھے: **"سبحان ربی العظیم وبحمده"** (ابو داؤد/ ۸۷۰، دارقطنی: ۳٤۱/۱، وصححه الالبانی فی صفة الصلاة/ ۱۳۳)

۳-یا یہ دعا پڑھے: **"سبحانك اللهم وبحمدك اللهم اغفرلی"** اور رکوع اور سجدہ میں اسے کثرت سے پڑھے۔ (بخاری/ ۷۹٤، مسلم/ ٤٨٤)

۴-یا یہ دعا پڑھے: **"سبوح قدوس رب الملائكة والروح"** (مسلم/ ٤٨٧)

۵-یا یہ دعا پڑھے: **"اللهم لك ركعت ،وبك آمنت ، ولك اسلمت ،خشع لك سمعي وبصري ومخي عظمي وعصبي"** (مسلم/ ۷۷۱)

۶-یا یہ دعا پڑھے: **"سبحان ذی الجبروت والملكوت والكبرياء والعظمة"** یہ دعا رکوع اور سجدہ دونوں میں پڑھے۔(ابو داؤد/ ۸۷۳، نسائی/ ۱۰٤۹)

بہتر یہ ہے کہ کبھی یہ دعا پڑھے اور کبھی وہ دعا پڑھے تا کہ سنت کو زندہ کیا جا سکے، پھر رکوع سے اپنا سر اٹھائے یہاں تک کہ بالکل سیدھا کھڑا ہو جائے اور اس کا ہر جوڑ اپنی جگہ لوٹ آئے اور اپنا ہاتھ مونڈھوں یا کانوں تک اٹھائے، پھر انہیں چھوڑ دے یا سینے پر باندھ لے اور سمع الله لمن حمده کہے چاہے امام ہو یا تنہا نماز پڑھ رہا ہو۔(بخاری/ ۷۳۲، مسلم/ ٤١١)

پھر جب سیدھا کھڑا ہو جائے چاہے امام ہو یا مقتدی یا منفرد تو یہ کہے:

۱-**"ربنا ولك الحمد"** (بخاری/ ۷۳۲، مسلم/ ٤١١)

۲-یا یہ کہے: **"ربنا لك الحمد"** (بخاری/ ۷۸۹)

۳-یا یہ کہے: **"اللهم ربنا لك الحمد"** (بخاری/ ۷۹۶، مسلم/ ٤٠٩)

۴-یا یہ کہے: **"اللهم ربنا ولك الحمد"** (بخاری/ ۷۹۵)

بہتر یہ ہے کہ کبھی یہ کہے اور کبھی وہ کہے تا کہ سنت کو زندہ کیا جا سکے اور کبھی اس میں یہ بڑھا دے:

"حمداً كثيراً طيبا مباركاً فيه" (بخاری/ ۷۹۹)

اور کبھی اس میں یہ بڑھا دے: **"ملأ السماء وملأ الارض وملأ ما شئت من شئي**

بعد اللهم طهرني با لثلج والبرد والماء البارد، اللهم طهرني من الذنوب والخطايا كماينقي الثوب الا بيض من الوسخ" (مسلم/٧)

اور کبھی اس میں یہ بڑھادے:

"ملأ السماوات وملأ الارض وما بينهما و ملأ ما شئت من شئی بعد اهل الثناء والمجد لا مانع لما اعطيت ولا معطی لما منعت ولا ينفع ذالجد منك الجد "(مسلم/٤٧٨)

اور کبھی اس میں یہ بڑھادے:"ملأ السماوات والارض وملأ ماشئت من شئی بعد اهل الثناء والمجد احق ما قال العبد وكلنالك عبد اللهم لا مانع لما اعطيت ولا معطی لما منعت ولا ينفع ذالجد من الجد "(مسلم/٤٧٧)

سنت یہ ہے کہ آدمی اس حالت میں اطمینان سے دیر تک کھڑا رہے، پھر الله اکبر کہے اور سجدہ میں جائے اور کبھی جب سجدہ میں جائے تو رفع یدین کرے اور اپنے سات اعضاء پر سجدہ کرے ،دونوں ہتھیلیاں ،دونوں گھٹنے ،دونوں قدم، پیشانی اور ناک اور اپنے دونوں ہاتھوں کو زمین پر گھٹنوں سے پہلے رکھے پھر اپنی پیشانی ناک کے ساتھ رکھے اور اپنی ہتھیلیوں پر ٹیک لگائے اور ان دونوں کو پھیلائے رہے اور انگلیوں کو ملائے رہے اور ان کا رخ قبلہ کی طرف رکھے اور انہیں مونڈھوں یا کانوں کے برابر رکھے۔

اپنی ناک اور پیشانی زمین پر رکھے رہے اور اپنے پاؤں کو اپنے پہلوؤں سے دور رکھے اور پیٹ ران سے دور رکھے اور دونوں کہنیوں اور ہاتھوں کو زمین سے اٹھائے رہے۔

اور اپنے گھٹنوں اور قدم کے اطراف کو زمین پر رکھے رہے اور اپنے ہاتھوں اور پیروں کی انگلیوں کے سروں کو قبلہ کی طرف کئے رہے اور پیروں کو کھڑا رکھے اور دونوں پیروں کے درمیان فاصلہ رکھے اسی طرح دونوں رانوں کے درمیان بھی فاصلہ رکھے اور اطمینان سے سجدہ کرے اور خوب دعا کرے اور رکوع یا سجدہ میں قرآن نہ پڑھے۔

پھر اپنے سجدے میں وہ دعائیں پڑھے جو حدیث میں بیان کی گئی ہیں اور وہ یہ ہیں:

ا-تین مرتبہ یا اس سے زیادہ "سبحان ربی الاعلیٰ" کہے۔ (مسلم/٧٧٢، ابن ماجه /٨٨٨)

٢-یا تین مرتبہ یہ کہے:"سبحان ربی الاعلیٰ وبحمده " (ابو داؤد/ ٨٧٠، دارقطنی: ٣٤١/١ ،وصححه الالبانی فی صفة الصلاة : ١٣٣)

٣-یا یہ کہے: "سبحانك اللهم ربنا وبحمدك اللهم اغفرلی" (بخاری/٧٩٤، مسلم/٤٨٤)

٤-یا یہ کہے: "سبوح قدوس رب الملائكة والروح"(مسلم/٤٨٧)

٥-یا یہ کہے:"اللهم لك سجدت وبك آمنت ولك اسلمت ،سجد وجهی للذی خلقه وصوره وشق سمعه وبصره تبارك الله احسن الخالقين "(مسلم/٧٨١)

٦-یا یہ کہے: "اللهم اغفرلی ذنبی كله دقه وجله ،واوله وآخره وعلانيته وسره " (مسلم/٤٨٣)

٧-یا یہ کہے:"اللهم اعوذ برضاك من سخطك وبمعافاتك من عقوبتك واعوذبك منك ، لاأحصی ثناءً عليك ،انت كما اثنيت علی نفسك " (مسلم/٤٨٦)

٨-یا یہ کہے: "سبحانك وبحمدك لا اله الا انت" (مسلم/٤٨٥)

بہتر یہ ہے کہ کبھی یہ کہے کبھی وہ کہے تا کہ سنت زندہ ہو اور اس سلسلہ میں جو دعائیں آئی ہیں انہیں خوب پڑھے سجدہ دیر تک کرے اور اطمینان سے کرے۔

پھر سجدہ سے اپنا سر الله اکبر کہتے ہوئے اٹھائے اور اپنا بایاں پاؤں بچھا کر اور دایاں پاؤں کھڑا کر کے بیٹھ جائے ،اس کی انگلیاں قبلے کی طرف ہوں اور دایاں ہاتھ ران پر یا گھٹنے پر رکھے اور گھٹنوں پر اپنی انگلیوں کو پھیلائے رہے۔

اور کبھی بیٹھنے کی اس ہیئت میں اقعاء کرے اور اپنی ایڑیوں اور قدم کے کناروں کو کھڑا رکھ کر اس پر بیٹھے۔

کبھی اس تکبیر کے ساتھ رفع یدین بھی کرے اور اطمینان سے سیدھا بیٹھے یہاں تک کہ ہر ہڈی اپنی جگہ لوٹ آئے۔

پھر اس بیٹھک میں وہ دعائیں پڑھے جو حدیث میں آئی ہیں اور وہ یہ ہیں:

۱-"**اللھم** (اور ایک روایت میں رب کا لفظ ہے) **اغفرلی وارحمنی (واجبرنی) (وارفعنی) واھدنی وعافنی وارزقنی**"(ابوداؤد/٨٥٠، ابن ماجه/٨٩٨)

۲-"**رب اغفرلی ،رب اغفرلی**"(ابن ماجه/٨٩٧)

پھر اللہ اکبر کہہ کر دوسرا سجدہ کرے اور کبھی اس تکبیر کے ساتھ اپنے ہاتھوں کو اٹھائے اور اس سجدے میں بھی وہی کرے جو پہلے سجدہ میں کیا ہے جس کا بیان گزر چکا ہے پھر اللہ اکبر کہتے ہوئے دوسرے سجدے سے اپنا سر اٹھائے اور کبھی اس تکبیر کے ساتھ ہاتھوں کو بھی اٹھائے پھر اپنے بائیں پیر پر سیدھا بیٹھ جائے یہاں تک کہ ہر ہڈی اپنی جگہ لوٹ آئے اس جلوس کا نام 'جلسۃ استراحت' ہے اس میں کوئی دعا اور ذکر نہیں۔

پھر زمین پر ٹیک لگاتے ہوئے دوسری رکعت کے لئے اٹھے اور اس رکعت میں بھی ویسے ہی کرے جیسے کہ پہلی رکعت میں کیا ہے البتہ دوسری رکعت پہلی رکعت سے مختصر کرے اور اس میں شروع کی دعا وثنا نہ پڑھے۔

پھر تین یا چار رکعت والی نمازوں میں دو رکعت پڑھنے کے بعد پہلے تشہد کے لئے بیٹھے وہ اس طرح سے کہ اپنا بایاں پیر بچھالے اور دایاں پیر کھڑا رکھے اور اپنے ہاتھوں اور انگلیوں کو اس طرح رکھے جس طرح دونوں سجدوں کے درمیان بیٹھنے کی حالت میں رکھتا ہے البتہ دائیں ہاتھ کی انگلیوں کی مٹھی بنالے اور شہادت کی انگلی سے قبلہ کی طرف اشارہ کرکے یا تو اس کو اوپر نیچے کرتا رہے یا بغیر حرکت دئے اٹھائے رہے اور اپنی نگاہ اس کی طرف رکھے جب اپنی انگلی سے اشارہ کرے تو

انگوٹھے کو بیچ والی انگلی پر کرے اور کبھی ان کے ذریعہ حلقہ بنائے البتہ بائیں ہاتھ کی ہتھیلی کو بائیں گھٹنے پر پھیلا کر رکھے۔

پھر سری طور پر تشہد پڑھے جو اس طرح ہے:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ ﷺ نے تشہد اس طرح سکھایا تھا:

"**التحيات لله والصلوات والطيبات ،السلام عليك ايها النبى ورحمة الله وبركاتهٔ ، السلام علينا وعلىٰ عبادالله الصالحين ،اشهد ان لا اله الا الله واشهد ان محمداً عبده ورسوله**"(بخاری/٨٣١،مسلم/٤٠٢)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ ﷺ نے تشہد اس طرح سکھایا تھا:

"**التحيات المباركات ، والصلوات الطيبات لله ،السلام عليك ايها النبى ورحمة الله وبركاتهٔ ،السلام علينا وعلى عبادالله االصالحين ،اشهد ان لا اله الا الله واشهد ان محمداً رسول الله** "(مسلم/٤٠٣)

پھر سراً نبی ﷺ پر درود بھیجے وہ اس طرح ہے:

۱-"**اللهم صلى علىٰ محمد وعلىٰ آل محمد كما صليت علىٰ ابراهيم وعلىٰ آل ابراهيم انك حميد مجيد ، اللهم بارك علىٰ محمد وعلىٰ آل محمد كما باركت علىٰ ابراهيم وعلىٰ آل ابراهيم انك حميد مجيد**"(بخاری/٣٣٧٠،مسلم/٤٠٦)

۲-یا اس طرح کہے:"**اللهم صلى علىٰ محمد وعلىٰ ازواجه وذريته كما صليت علىٰ آل ابراهيم وبارك علىٰ محمد وعلىٰ ازواجه وذريته كما باركت علىٰ آل ابراهيم ، انك حميد مجيد**" (بخاری/٦٣٦٠، مسلم/٤٠٧) کبھی اِس کو پڑھے، کبھی اُس کو پڑھے تاکہ سنت کا احیاء ہو اور اس کی تمام شکلوں کی حفاظت ہو۔

پھر اگر تین رکعت والی نماز ہے جیسے مغرب یا چار رکعت والی نماز ہے جیسے ظہر، عصر اور عشاء تو دو

رکعت پڑھنے کے بعد تشہد اول پڑھ کر اور نبی ﷺ پر درود بھیج کر (جیسا کہ اس کا بیان گزر چکا ہے) تیسری رکعت کے لئے اللـه اکبر کہہ کر کھڑا ہوجائے اور کھڑے ہوتے وقت اپنا ہاتھ زمین پر ٹیک لے اور اس تکبیر کے ساتھ مونڈھوں یا کانوں تک اپنے ہاتھوں کو اٹھائے پھر انہیں سینے پر رکھے پھر سورہ فاتحہ پڑھے پھر تیسری رکعت مکمل ہونے کے بعد آخری تشہد کے لئے بیٹھ جائے اگر وہ مغرب کی نماز ہے اور اگر وہ چار رکعت والی نماز ہو تو جب چوتھی رکعت کے لئے کھڑے ہونے کا ارادہ کرے تو اللـه اکبر کہے اور کبھی اس تکبیر کے ساتھ ہاتھوں کو بھی اٹھائے پھر جلسۂ استراحت کے لئے بائیں پیر پر سیدھا بیٹھ جائے یہاں تک کہ ہر ہڈی اپنی جگہ لوٹ آئے پھر ہاتھ سے زمین پر ٹیک لگا کر کھڑا ہو یہاں تک کہ بالکل سیدھا کھڑا ہوجائے۔

آخری دونوں رکعتوں میں سورہ فاتحہ پڑھے لیکن اس کے ساتھ بعض آیات بھی پڑھ سکتا ہے خاص طور سے ظہر کی نماز میں اور کبھی صرف سورۂ فاتحہ پڑھنے پر اکتفا کرے۔

ظہر، عصر اور عشاء کی چوتھی رکعت پڑھنے کے بعد سرین کے بل آخری تشہد کے لئے بیٹھے اور مغرب کی تیسری رکعت پڑھنے کے بعد تشہد کے لئے بیٹھے بیٹھنے کی صفت اس طرح ہوگی۔

۱-اپنا دایاں پاؤں کھڑا رکھے اور بایاں پیر بچھالے اور اس کو داہنی ران اور پنڈلی کے نیچے سے نکال لے اور زمین پر سرین رکھ کر بیٹھے۔(بخاری/۸۲۸)

۲-اپنا بایاں سرین زمین پر ٹیکے اور اپنے دونوں قدموں کو ایک جانب سے نکال لے اور بائیں کو اپنی ران اور پنڈلی کے نیچے کرے۔ (مسلم/۵۷۹، ابو داؤد/ ۷۳۱)

بہتر یہ ہے کہ کبھی یہ کرے کبھی وہ کرے تا کہ سنت زندہ ہو۔

پھر تشہد یعنی ''التحیات ......'' پڑھے جیسا کہ اس کا بیان گزر چکا ہے پھر نبی ﷺ پر درود بھیجے جیسا کہ پہلے تشہد میں ہے۔

پھر یہ دعا پڑھے: **"اللـهم انی اعوذبك من عذاب جهنم ، ومن عذاب القبر ، ومن فتـنة المحيا والممات ، ومن شر فتنة المسيح الدجال"** (مسلم/۵۸۸) اے اللہ! میں

عذاب جہنم، عذاب قبر، زندگی اور موت کے فتنے اور مسیح دجال کے فتنے سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔

پھر جو دعائیں حدیث میں ہیں ان میں سے جو چاہے پڑھے:

بعض دعائیں یہ ہیں:

۱-**"اللـهم انى ظلمت نفسى ظلماً كثيراً ولا يغفر الذنوب الا انت فاغفرلى مغفرةً من عندك وارحمنى انك انت الغفور الرحيم"**

۲-**"اللهم اغفرلى ما قدمت وما أخرت ،وما اسررت وما اعلنت وما اسرفت و ما انت اعلم به منى ،انت المقدم وانت المؤخر لا اله الا انت"** (مسلم/۷۷۱)

"اللـهم اعنـى عـلى ذكرك وشكرك وحسن عبادتك" .(بخاری فی الأدب المفرد رقم: ۷۷۱، ابو داؤد:۱۵۲۲)

پھر جہری طور پر اپنے دائیں جانب یہ کہہ کر سلام پھیرے **"السلام عليكم ورحمة الله"** یہاں تک کہ اس کے دائیں گال کی سفیدی دیکھی جائے اور اپنے بائیں جانب یہ کہہ کر سلام پھیرے **"السلام عليكم ورحمة الله"** یہاں تک کہ اس کے بائیں گال کی سفیدی دیکھی جائے۔(مسلم/۵۸۲،ابو داؤد/۹۹۶،ابن ماجہ/ ۹۱۴)

کبھی پہلے سلام کے ساتھ وبرکاتہ بھی بڑھادے یعنی **'السلام عليكم ورحمة الله وبركاته'** کہے اور بائیں جانب **''السلام عليكم ورحمة الله''** کہے۔(ابو داؤد/۹۹۷)

کبھی دائیں جانب **''السلام عليكم ورحمة الله''** کہے اور بائیں جانب صرف **السلام عليكم** کہے۔(نسائی/ ۱۳۲۱)

اور اگر دو رکعت والی نماز ہو چاہے فرض ہو یا نفل تو آخری رکعت کے دوسرے سجدہ کے بعد تشہد کے لئے بیٹھے اور اپنے بائیں پیر پر بیٹھے اور دائیں پیر کو کھڑا رکھے۔(بخاری/۸۲۸)

پھر جس طرح بیان کیا جا چکا ہے اس طرح کرے (یعنی تشہد پڑھے پھر درود پڑھے پھر **"اللـهم انى اعوذبك من عذاب جهنم......"** پوری دعا پڑھے پھر دوسری مذکورہ دعائیں پڑھے پھر سلام پھیرے)

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا رکوع اور سجدہ اور دونوں سجدوں کے درمیان بیٹھک اور جب رکوع سے اپنا سر اٹھاتے سوائے قعود اور قیام کے، تقریباً برابر (وقفہ کے) ہوتا۔ (بخاری/۷۹۲، مسلم/۴۷۱)

عورت نماز میں ویسے ہی کرے گی جیسے مرد کرتا ہے کیوں کہ یہ حدیث عام ہے **"صلوا کما رأیتمونی اصلی"** (تم اس طرح نماز پڑھو جس طرح تم نے مجھے نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے) (بخاری/۶۳۱)

امام مقتدیوں کی طرف اپنا رخ سلام پھیرنے کے بعد پھیرے کبھی اپنے دائیں طرف اور کبھی بائیں طرف یہ سب سنت ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ نبی ﷺ جب سلام پھیرتے تو صرف اتنی دیر تک بیٹھتے جتنی دیر آپ یہ دعا پڑھتے **"اللهم انت السلام ومنك السلام تباركت يا ذاالجلال والاكرام"** (مسلم/۵۹۲)

حضرت ہلب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی ﷺ ہماری امامت کرتے پھر اپنے دائیں بائیں دونوں جانب پھر جاتے (یعنی کبھی دائیں جانب اور کبھی بائیں جانب رخ پھیر کر بیٹھ جاتے) (ابوداؤد/۱۰۴۱، ترمذی/۳۰۱)

۶-نماز پنجگانہ کے بعد کے اذکار

جب نمازی فرض نماز سے فارغ ہو جائے اور سلام پھیر دے تو وہ دعائیں پڑھے جو نبی ﷺ سے نماز کے بعد ثابت ہیں یہ دعائیں ہر نمازی تنہا تنہا جہراً پڑھے وہ دعائیں یہ ہیں:

"استغفرالله ،استغفرالله،استغفرالله. (مسلم/۵۹۱)

پھر یہ کہے: **"اللهم انت السلام ومنك السلام تباركت يا ذاالجلال والاكرام"** (مسلم/۵۹۲)

"لا اله الا الله وحده لا شريك له له الملك وله الحمد وهو علىٰ كل شئى قدير ،اللهم لا مانع لما اعطيت ولا معطى لما منعت ولا ينفع ذاالجدمنك الجد" (بخاری/۸۴۴، مسلم/۵۹۳)

"لا اله الا الله وحده لا شريك له له الملك وله الحمد وهو علىٰ كل شئى قدير ،لاحول ولا قوة الا بالله ، لا اله الا الله ،ولانعبدالا اياه ، له النعمة وله الفضل وله الثناء الحسن لا اله الا الله مخلصين له الدين ولوكره الكافرون" (مسلم/۵۹۴)

پھر وہ کہے جو نبی ﷺ سے ثابت ہے آپ نے فرمایا کہ جو شخص ہر نماز کے بعد ۳۳ مرتبہ سبحان الله ، ۳۳ مرتبہ الحمدلله اور ۳۳ مرتبہ الله اکبر کہے اور یہ ۹۹ ہوئیں پھر سو پورا کرنے کے لئے یہ کہے:

"لا اله الا الله وحده لا شريك له له الملك وله الحمد وهو علىٰ كل شئى قدير" تو اس کی خطائیں معاف کر دی جائیں گے چاہے وہ سمندر کے جھاگ کے برابر ہی کیوں نہ ہوں۔ (مسلم:۵۹۷)

۲۵ مرتبہ سبحان الله، ۲۵ مرتبہ الحمدلله اور ۲۵ مرتبہ الله اکبر اور ۲۵ مرتبہ لا اله الا الله کہے۔ (ترمذی/ ۳۴۱۳ ، وقال حدیث صحیح ،نسائی/۱۳۵۱)

یا وہ کہے جو نبی ﷺ سے ثابت ہے آپؐ نے فرمایا: بعض تسبیحات ایسی ہیں کہ اگر ہر فرض نماز کے بعد کہی جائیں تو ان کا کہنے والا نا کام نہیں ہوگا اور وہ یہ ہیں ۳۳ مرتبہ سبحان الله، ۳۳ مرتبہ الحمدلله اور ۳۴ مرتبہ الله اکبر۔ (مسلم/۵۹۶)

نبی ﷺ نے فرمایا کہ اگر ہر فرض نماز کے بعد تم میں سے کوئی شخص دس مرتبہ سبحان الله کہے، دس مرتبہ الحمدلله کہے، اور دس مرتبہ الله اکبر کہے، تو یہ زبان پر ۱۵۰ ہوئے لیکن میزان مین ۱۵۰۰ ہونگے۔ (ترمذی/ ۴۸۱، نسائی/۱۳۴۸)

ہر نماز کے بعد معوذتین پڑھے یعنی ﴿ قل اعوذ برب الفلق﴾ اور ﴿ قل اعوذ برب الناس﴾۔(ابو داؤد/ ۱۵۲۳، ترمذی/ ۲۹۰۳)

ہر نماز کے بعد آیت الکرسی پڑھے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ جس نے ہر نماز کے بعد آیت الکرسی پڑھی تو مرنے کے بعد اسے جنت میں داخل ہونے سے کوئی چیز نہیں روک سکتی ۔(نسائی فی الکبریٰ ۹۹۲۸، طبرانی فی الکبیر: ۱۱۴/۸، ملاحظہ ہو صحیح الجامع/ ۶۴۶۴)

آیت الکرسی یہ ہے:

﴿اللّٰهُ لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ لَا تَأْخُذُهُ سِنَةٌ وَلَا نَوْمٌ لَّهُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ مَن ذَا الَّذِي يَشْفَعُ عِندَهُ إِلَّا بِإِذْنِهِ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَا يُحِيطُونَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهِ إِلَّا بِمَا شَاءَ وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ وَلَا يَئُودُهُ حِفْظُهُمَا وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيمُ ﴾ (بقرہ/ ۲۵۵)

صبح کی نماز کے بعد کیا پڑھے:

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ نبی ﷺ جب فجر کی نماز پڑھ کر سلام پھیرتے تو یہ کہتے: "**اللهم انی أسالك علماً نافعاً ورزقاً طيبا وعملا متقبلا**" (ابن ماجہ/ ۹۲۵)

سنت یہ ہے کہ تسبیح ہاتھ کی انگلیوں پر گنی جائے:

حضرت یسیرہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہم سے کہا کہ تم تسبیح، تہلیل اور تقدیس کیا کرو اور انہیں انگلیوں کی پوروں پر گنو اس لئے کہ ان سے سوال کیا جائے گا اور بولنے کے لئے کہا جائے گا اور تم غافل نہ رہو اور رحمت کو نہ بھول جاؤ۔(ابو داؤد: ۱۵۰۱، ترمذی: ۳۵۸۳)

فجر اور عصر کی نماز کے بعد ذکر کے لئے بیٹھنے کی فضیلت:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں کچھ ایسے

لوگوں کے ساتھ بیٹھوں جو فجر کی نماز کے بعد سے طلوع آفتاب تک اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہیں یہ میرے نزدیک اس بات سے بہتر ہے کہ میں حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے چار غلاموں کو آزاد کروں اور میں کچھ ایسے لوگوں کے ساتھ بیٹھوں جو عصر کی نماز کے بعد سے غروب آفتاب تک اللہ کا ذکر کرتے ہیں یہ میرے نزدیک اس بات سے بہتر ہے کہ میں چار غلاموں کو آزاد کروں۔(ابو داؤد/ ۳۶۶۷)

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی ﷺ جب فجر کی نماز پڑھتے تو اپنے مصلّی پر بیٹھے رہتے یہاں تک کہ سورج اچھی طرح طلوع ہو جاتا۔

۷-نماز کے احکام

نمازی پر سورہ فاتحہ پڑھنا واجب ہے خواہ امام ہو یا مقتدی یا تنہا نماز پڑھے چاہے سری نماز ہو جہری، فرض ہو یا نفل ہر رکعت میں اس کا پڑھنا ضروری ہے اس سے صرف وہی شخص مستثنیٰ ہے جو اس وقت نماز میں شامل ہو جب امام رکوع میں ہو اور سورہ فاتحہ نہ پڑھ سکتا ہو اور وہ مقتدی جو امام کے ساتھ نماز پڑھ رہا ہو اور اس میں امام جہراً قرأت کر رہا ہو۔

جسے سورہ فاتحہ یاد نہ ہو وہ اپنی نماز میں جو قرآن آسان لگے پڑھ لے اور اگر وہ کچھ بھی قرآن نہ پڑھ سکتا ہو تو یہ کہے: "**سبحان الله والحمدلله ولا اله الا الله والله اكبر ولا حول ولا قوة الا بالله**"۔(ابو داؤد/ ۸۳۲، نسائی/ ۹۲۴)

اگر نماز کا شروع کا حصہ نمازی سے فوت ہو جائے تو نماز کا جو حصہ اسے امام کے ساتھ ملا ہے وہ اس کے لئے شروع کا حصہ ہوگا اور سلام پھیرنے کے بعد بقیہ نماز پوری کرے۔

اگر نماز کے دوران حدث لاحق ہو جائے یا اسے یاد آئے کہ وہ محدث ہے تو وہ دل میں سوچ کر پلٹ جائے اور دائیں بائیں سلام پھیرنے کی ضرورت نہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص

نماز پڑھے اور اسے حدث لاحق ہو تو وہ اپنی ناک پکڑ کر باہر نکل آئے۔(ابو داؤد/ ۱۱۱٤، ابن ماجہ/ ۱۲۲۲)

سنت یہ ہے کہ نمازی ہر رکعت میں ایک پوری سورت پڑھے اور اگر وہ ایک سورت دو رکعتوں میں تقسیم کر کے پڑھے تو ایسا کر سکتا ہے اور ایک رکعت میں کئی سورتیں بھی پڑھ سکتا ہے اور ایک ہی سورت کو دونوں رکعتوں میں دہرا سکتا ہے لیکن ایسا زیادہ نہ کرے بلکہ کبھی کبھی کرے۔

نمازی فرض نماز میں سورت کے شروع سے یا آخر سے یا بیچ سے پڑھ سکتا ہے۔

نمازی کے لئے دو سکتہ ہے:

ایک تکبیر تحریمہ کے بعد جس میں وہ دعا و ثناء پڑھے گا دوسرا قرأت سے فارغ ہونے کے بعد اور رکوع سے پہلے اس سکتہ کی مدت بس اتنی ہوگی کہ وہ اپنی سانس درست کر سکے۔

دعاء استفتاح تین قسم کی ہے، ان میں سب سے اعلیٰ وہ ہے جس میں اللہ کی تعریف ہے جیسے:
سبحانك اللهم ....اس کے بعد وہ ہے جس میں بندے کی طرف سے اللہ کی عبادت کے بارے میں خبر ہے جیسے:
وجهت وجهی ....پھر وہ ہے جو بندے کی طرف سے دعا ہے جیسے: اللهم باعد......

فرض نماز کو ان کے وقت سے مؤخر کر کے پڑھنا منع ہے الا یہ کہ دو نمازوں کو جمع کرنے کی نیت ہو یا سخت خوف یا مرض کی حالت میں نماز پڑھی جائے۔

نماز کے دوران نمازی آسمان کی طرف اپنی نگاہ نہ اٹھائے۔

نماز میں کونسی چیز مکروہ ہے:

مندرجہ ذیل چیزیں نماز میں مکروہ ہیں:

نماز میں ادھر ادھر مڑ کر دیکھنا الا یہ کہ کسی ضرورت سے ہو مثلاً خوف وغیرہ، آنکھ بند کرنا، چہرہ ڈھانپنا، کتے کی طرح پنڈلی کھڑی کر کے بیٹھنا، کوکھ اور سرین کو زمین پر رکھ کر کوئی عبث کام کرنا، کوکھ پر ہاتھ رکھنا، ایسی چیز کی طرف دیکھنا جو نمازی کو غافل کر دے، سجدہ میں اپنے ہاتھوں کو بچھانا، پائخانہ

یا پیشاب روک کر نماز پڑھنا، یا پیٹ میں ہوا کو روک کر نماز پڑھنا، کھانا حاضر ہو اور اس کی اشتہاء ہو اور اس پر قادر ہو لیکن اس کو کھانے کی بجائے نماز پڑھنا، بال یا کپڑے لٹکانا، منہ ڈھانپنا، سر کا بال یا کپڑا سنبھالنا، جمائی لینا، مسجد میں تھوکنا، اور اس کا کفارہ اس کو دفن کرنا ہے، نماز میں اور نماز کے علاوہ میں قبلہ کی طرف تھوکنا جائز نہیں۔

پائخانہ پیشاب اور ہوا روکنے والے کو چاہئے کہ وہ حدث کر دے پھر وضو کرے اور نماز پڑھے اور اگر پانی نہ ہو تو وہ تیمّم کر لے اور نماز پڑھے اس میں زیادہ خشوع حاصل ہوگا۔

نماز میں ادھر ادھر دیکھنا شیطان کی جھپٹ ہے شیطان بندے کی نماز پر ایک جھپٹ مارتا ہے اس التفات کی دو قسمیں ہیں ایک حسی جو بدن سے ہوتا ہے دوسرا معنوی جو دل سے ہوتا ہے معنوی التفات کا علاج یہ ہے کہ تین مرتبہ اپنے بائیں جانب تھو تھو کرے اور شیطان رجیم سے اللہ کی پناہ مانگے (یعنی اعوذ بالله من الشيطن الرجيم) کہے اور حسی التفات کا علاج یہ ہے کہ وہ پوری طرح اپنے آپ کو قبلہ کی طرف کر لے۔

بہتر یہ ہے کہ امام یا تنہا نماز پڑھنے والا سفر و حضر میں چاہے فرض نماز ہو یا نفل ایسے سترہ کی جانب رخ کر کے نماز پڑھے جو کھڑا ہو مثلاً دیوار، ستون، چٹان، لاٹھی، نیزہ وغیرہ چاہے مرد ہو یا عورت اور امام کا سترہ مقتدیوں کا سترہ ہوگا یا امام مقتدیوں کا سترہ ہوگا نماز پڑھنے والے کے سترے کے درمیان سے گزرنا منع ہے اور نماز پڑھنے والا گزرنے والے کو روکے چاہے مکہ میں ہو یا کسی اور جگہ میں ہو لیکن روکنے کے باوجود اگر وہ گزر جائے تو گناہ گزرنے والے پر ہوگا اور اس کی نماز میں کوئی کمی نہیں ہوگی۔(ان شاء الله)

اگر امام یا تنہا نماز پڑھنے والے کے سامنے سے عورت گدھا یا کالا کتا گزر جائے اور سترہ نہ ہو تو ان کی نماز باطل ہو جائے گی لیکن ان میں سے اگر کوئی مقتدی کے سامنے سے گزرے تو مقتدی کی نماز باطل نہیں ہوگی اور نہ امام کی نماز باطل ہوگی اور جو شخص سترہ کی طرف نماز پڑھے وہ سترہ سے قریب ہو جائے تا کہ شیطان اس کے اور سترہ کے بیچ سے نہ گزر سکے۔

نماز مین رفع الیدین کی جگہیں:

١-حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا آپ نے الله اکبر کہہ کر نماز شروع کی اور الله اکبر کہتے وقت دونوں ہاتھوں کو اٹھایا یہاں تک کہ ان کو مونڈھوں کے برابر کر دیا اور رکوع کی تکبیر کے وقت بھی ایسا ہی کیا اور جب "**سمع الله لمن حمده**" کہا تب بھی ایسا ہی کیا اور فرمایا "**ربنا ولك الحمد**" (بخاری/ ٧٣٨، مسلم/ ٣٩٠)

٢-نافع کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ جب نماز شروع کرتے تو الله اکبر کہتے اور دونوں ہاتھوں کو اٹھاتے اور جب رکوع کرتے تب بھی دونوں ہاتھوں کو اٹھاتے اور جب دو رکعتیں پڑھ کر اٹھتے تب بھی دونوں ہاتھوں کو اٹھاتے اور حضرت عبداللہ بن عمر نے اس کو نبی ﷺ سے مرفوعاً بیان کیا ہے۔(بخاری/٧٣٩)

نماز کے دوران اگر ضرورت ہو تو مندرجہ ذیل کام مباح ہیں:

پگڑی یا رومال لپیٹنا، سر کا کپڑا سنبھالنا، آگے پیچھے ہونا، منبر پر چڑھنا اور اس سے اترنا، بائیں طرف تھوکنا، لیکن دائیں طرف یا سامنے تھوکنا جائز نہیں یہ اس سورت میں ہے جب مسجد کے علاوہ کسی جگہ نماز پڑھ رہا ہو اور اگر مسجد میں نماز پڑھ رہا ہے تو اپنے کپڑے میں تھوکے، سانپ اور بچھو وغیرہ مارنا۔

کسی عذر کی وجہ سے کپڑے یا عمامہ یا رومال پر سجدہ کرنا مباح ہے، مثلاً سخت گرمی ہو۔

اگر کسی آدمی سے گھر میں آنے کی اجازت مانگی جائے اور وہ نماز میں ہو تو اس کا سبحان الله کہنا اس کی اجازت ہے اور اگر عورت نماز میں ہو تو اس کا تالی بجانا اس کی اجازت ہے۔

اگر نماز میں چھینک آئے تو الحمدلله کہنا مستحب ہے اور اگر نماز میں کوئی نئی نعمت مل جائے تو اپنے ہاتھوں کو اٹھائے اور الحمدلله کہے۔

تنہا نماز پڑھنے والا اگر جہری قرأت کرے تو آمین جہراً کہے اور اگر سری قرأت کرے تو آمین سراً کہے۔

تنہا نماز پڑھنے والے کو اختیار ہے (خواہ وہ مرد ہو یا عورت) کہ وہ جہری نماز میں جہری قرأت کرے یا سری بشرطیکہ کسی کو تکلیف نہ دے جیسے سونے والے کو یا مریض کو اور عورت کے پاس اجنبی مرد نہ ہوں۔

بہتر یہ ہے کہ مسجد کی طرف سکون و وقار سے نکلے اور اپنی انگلیوں کو ایک دوسرے میں داخل نہ کرے اس لئے کہ جب وہ مسجد کی طرف نماز کے لئے نکلتا ہے تو نماز کی حالت میں ہوتا ہے۔(بخاری/٩٠٨، مسلم/٦٠٢)

مسجد میں داخل ہونے کے آداب:

مسجد میں نمازی داخل ہونے کے وقت پہلے اپنا دایاں پیر رکھے اور یہ دعا پڑھے: "**اعوذبالله العظيم وبوجهه الكريم وسلطانه القديم من الشيطان الرجيم**" (ابو داؤد/٤٦٦)

"**باسم الله والصلوٰة والسلام على رسول الله، اللهم افتح لي ابواب رحمتك**"

٢-اور جب مسجد سے نکلنے لگے تو پہلے بایاں پیر نکالے اور یہ دعا پڑھے:

"**باسم الله والصلوٰة والسلام على رسول الله، اللهم انى اسئلك من فضلك**" ابن ماجہ میں یہ الفاظ زیادہ ہیں "**اللهم اعصمني من الشيطان الرجيم**"

(ابو داؤد/٤٦٥، ابن ماجه/ ٧٧٣، ابن سنن/ ٨٨)

جب مسجد میں داخل ہو تو دو رکعت نماز تحیۃ المسجد پڑھے اور نماز شروع ہونے تک ذکر الٰہی، تلاوت قرآن اور نوافل وغیرہ میں مشغول رہے۔

اور پہلی صف میں خاص طور سے امام کے دائیں جانب رہنے کی کوشش کرے۔

اگر کوئی شخص نماز پڑھنے والے کے پاس سے گزرے اور اسے سلام کرے تو نماز پڑھنے والا اشارہ سے سلام کا جواب دے چاہے انگلیوں سے اشارہ کرے یا ہاتھ سے یا سر سے اور کلام سے جواب نہ دے۔

حضرت صہیب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس سے گزرا آپ اس وقت نماز پڑھ رہے تھے میں نے آپ کو سلام کیا آپ نے اشارہ سے میرے سلام کا جواب دیا۔(ابو داؤد/۹۲۵، ترمذی/۳۶۷)

۸-نماز کے ارکان

نماز کے ارکان جن کے بغیر نماز درست نہیں ہوتی وہ چودہ ہیں:

۱-کھڑے ہوکر نماز پڑھنا اگر طاقت ہو۔ ۲-تکبیر تحریمہ۔

۳-ہر رکعت میں سورہ فاتحہ سوائے ان رکعتوں میں جن میں امام جہری قرأت کرے۔

۴-رکوع ۵-رکوع کے بعد سیدھا کھڑا ہونا۔ ۶-سات اعضاء پر سجدہ کرنا۔

۷-دونوں سجدوں کے درمیان بیٹھنا۔ ۸-دوسرا سجدہ کرنا۔

۹-آخری تشہد کے لئے بیٹھنا۔ ۱۰-تشہد پڑھنا (التحیات لله......)

۱۱-نبی ﷺ پر درود بھیجنا(اللهم صل علىٰ محمد......)

۱۲-ہر رکن اطمینان وسکون سے کرنا۔

۱۳-ارکان کے درمیان ترتیب۔ ۱۴-سلام پھیرنا۔

اگر نماز پڑھنے والے نے ان ارکان میں سے کوئی رکن جان بوجھ کر چھوڑ دیا تو اس کی نماز باطل ہوجائے گی اور اگر تکبیر تحریمہ نہ جاننے کی وجہ سے یا بھول کر چھوڑ دے تو اس کی نماز بالکل نہیں ہوگی۔

اگر نماز پڑھنے والا لاعلمی کی وجہ سے یا بھول کر ان ارکان میں سے کوئی رکن چھوڑ دے تو جب یاد آئے اس کی طرف لوٹے اور اس رکن کو پورا کرے اور اس کے بعد جو نماز ہے وہ پڑھے جب تک کہ وہ دوسری رکعت میں اس رکن کی جگہ تک نہیں پہنچتا اور اگر دوسری رکعت میں اس رکن تک پہنچ گیا ہے تو دوسری رکعت پہلی رکعت کے قائم مقام ہوجائے گی اور پہلی رکعت (جس میں رکن کو بھول گیا ہے) باطل ہوجائے گی، مثلاً اگر کوئی شخص رکوع بھول جائے اور سجدہ کرلے تو اس کے لئے ضروری

ہے کہ جب یاد آئے تو رکوع کی طرف لوٹے لیکن اگر وہ دوسری رکعت کے رکوع تک پہنچ گیا ہے تو دوسری رکعت پہلی رکعت کے قائم مقام ہوجائے گی اور پہلی رکعت باطل ہوجائے گی اور سلام پھیرنے کے بعد سجدہ سہو لازمی ہوگا۔

امام اور منفرد کے لئے ہر رکعت میں سورہ فاتحہ پڑھنا ضروری ہے، اور اس کے چھوڑنے سے نماز باطل ہوجائے گی البتہ مقتدی اس کو ہر رکعت میں سراً پڑھ لے سوائے ان رکعتوں میں جن میں امام جہری قرأت کرتا ہے وہ ان رکعتوں میں امام کی قرأت خاموش ہوکر سنے۔

نماز کے واجبات

۱-تکبیر تحریمہ کے علاوہ تمام تکبیرات ۲-رکوع کی حالت میں تسبیح و تعظیم

۳-امام کے لئے تنہا نماز پڑھنے والوں کے لئے (سمع الله لمن حمده) کہنا۔ ۴-امام، مقتدی اور تنہا نماز پڑھنے والوں کا (ربنا ولك الحمد) کہنا۔

۵-سجدہ کی حالت میں تسبیح و دعا۔ ۶-دونوں سجدوں کے درمیان دعا۔

۷-پہلے تشہد کے لئے بیٹھنا۔ ۸-پہلا تشہد پڑھنا۔

اگر نماز پڑھنے والا ان واجبات میں سے کوئی واجب جان بوجھ کر چھوڑ دے تو اس کی نماز باطل ہوجائے گی اور اگر بھول جائے اور اس کے بعد کے رکن تک پہنچنے سے پہلے اسے یاد آجائے تو فوراً اس کی طرف رجوع کرے اور اس کو کرکے پھر اپنی نماز مکمل کرے، پھر سجدۂ سہو کرے اور سلام پھیرے۔

اور اگر اس وقت یاد آئے جب وہ اس کے بعد کے رکن تک پہنچ گیا ہے تو رجوع کرنے کی ضرورت نہیں بلکہ وہ واجب ساقط ہوجائے گا اسے چاہئے کہ سجدہ سہو کرے اور پھر سلام پھیرے۔

ان مذکورہ ارکان اور واجبات کے علاوہ نماز کی صفت میں ابھی جو چیزیں بیان کی گئی ہیں وہ سب سنت ہیں، کرنے والے کو ثواب ملے گا اور نہ کرنے والے کو کوئی سزا نہیں ملے گی یہ اقوال و افعال کے سنن ہیں۔

اقوال کے سنن:

جیسے دعائے ثناء، اعـوذ بـالـلـه ، بسم الله کہنا، آمین کہنا اور سورہ فاتحہ کے بعد کوئی سورت پڑھنا۔

افعال کے سنن:

جیسے الـلـه اکبر کہنے کے وقت مذکورہ جگہوں میں رفع یدین کرنا، دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر قیام کی حالت میں رکھنا، پیر بچھانا اور آخری تشھد میں سرین زمین پر رکھ کر بیٹھنا وغیرہ۔

مندرجہ ذیل چیزوں سے نماز باطل ہوجائے گی:

۱- اگر کوئی رکن یا شرط جان بوجھ کر یا بھول کر چھوڑ دیا ہے یا کوئی واجب جان بوجھ کر چھوڑ دیا ہے۔
۲- بغیر ضرورت زیادہ حرکت کرنا۔
۳- جان بوجھ کر شرم گاہ کھولنا۔
۴- جان بوجھ کر بات کرنا، ہنسنا اور کھانا پینا۔

نفل نماز کے بعد دعا غیر مشروع ہے اور اس کی کوئی اصل نہیں ہے، اور جو شخص اللہ سے دعا کرنا چاہے وہ فرض یا نفل نماز میں سلام سے پہلے دعا کرے اور اگر کسی ضرورت سے نماز کے بعد دعا کرے تو کوئی حرج نہیں۔

نماز کے بعد جو بھی چیزیں پڑھنے کے لئے آئی ہیں اگر وہ دعا ہے تو سلام سے پہلے ہے اور اگر وہ ذکر ہیں تو سلام کے بعد ہیں۔

ہر فرض نماز کے بعد استغفار مشروع ہے کیوں کہ بہت سے نمازی نماز میں کمی و زیادتی کرتے ہیں یا تو مشروعیت ظاہرہ میں کمی کرتے ہیں جیسے قرأت، رکوع، سجدہ وغیرہ یا مشروعیت باطنہ میں کمی و زیادتی کرتے ہیں جیسے خشوع وخضوع اور دل کا حاضر رہنا وغیرہ۔ (لہٰذا استغفار کرنے سے اس کوتاہی کا ازالہ ہوجاتا ہے)

محدث (جس کو حدث لاحق ہو) جنبی اور حائضہ اور نفاس والی عورت زبان اور دل سے ذکر

کر سکتے ہیں مثلاً سبـحـان الله، الحمدلله، الله اکبر، ولا اله الا الله اور دعا پڑھ سکتے ہیں اور نبی ﷺ پر درود وسلام بھیج سکتے ہیں۔

اگر نماز پڑھنے والے پر کوئی نماز باقی ہے اور اس کو اس وقت یاد آیا جب وہ دوسری نماز میں ہو مثلاً کسی کو یاد آیا کہ اس کی عصر کی نماز باقی ہے اور اس نے مغرب کی نماز شروع کردی ہے تو وہ مغرب کی نماز پڑھ لے پھر عصر کی نماز پڑھے۔

ذکر اور دعا آہستہ پڑھنا مطلقاً افضل ہے سوائے ان دعاؤں کے جن کے جہراً پڑھنے کا ثبوت ہے جیسے پانچوں نمازوں کے بعد ذکر کرنا، تلبیہ کہنا، یا کسی مصلحت سے زور زور سے دعا پڑھنا مثلاً کسی جاہل کو سنا رہا ہو ایسی صورت میں جہراً پڑھنا افضل ہے۔

اگر امام دو رکعت پڑھ کر کھڑا ہوگیا اور تشہد کے لئے نہیں بیٹھا پھر اسے سیدھا کھڑا ہونے سے پہلے یاد آگیا تو وہ بیٹھ جائے اور اگر سیدھا کھڑا ہوگیا ہے تو بیٹھنے کی ضرورت نہیں بلکہ سلام سے پہلے دو سجدہ سہو کرلے۔

جو شخص نماز کے لئے نکلا اور وہ اس وقت مسجد میں پہنچا جب لوگ نماز پڑھ چکے ہوں تو اس کو وہی ثواب ملے گا جو ان لوگوں کو ملے گا جنہوں نے جماعت سے نماز پڑھی ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے اچھی طرح وضو کیا پھر (مسجد) گیا اور لوگوں کو اس حال میں پایا کہ انہوں نے نماز پڑھ لی ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو وہی ثواب دے گا جو ان لوگوں کے لئے ہے جنہوں نے جماعت سے نماز ادا کی ہے اور ان کے اجر میں سے کچھ کمی نہیں کی جائے گی۔ (ابو داؤد/ ٥٦٤، نسائی/ ٨٥٥)

نماز کی اہمیت:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن بندے سے سب سے پہلے نماز کے بارے میں سوال کیا جائے گا، پس اگر نماز مکمل پائی گئی تو مکمل لکھی جائے گی اور اگر نماز میں کچھ کمی پائی گئی تو اللہ تعالیٰ کہے گا کہ ذرا دیکھو اس نے کچھ نفل نماز بھی پڑھی ہے جس

کے ذریعے جو اس نے فرض نماز میں کوتاہی کی ہے پوری کردی جائے پھر سارے اعمال کا حساب اس کے مطابق لیا جائے گا۔(نسائی/٤٦٦، ابن ماجہ/١٤٢٥)

آمین دو جگہوں پر کہی جائے:

١-ایک تو نماز میں سورہ فاتحہ کے بعد چاہے وہ امام ہو یا مقتدی یا تنہا نماز پڑھنے والا امام اور مقتدی اس کو جہراً کہیں گے اور مقتدی امام کے ساتھ ہی آمین کہے گا نہ اس سے پہلے اور نہ اس کے بعد اور دعائے قنوت میں بھی آمین کہنا مشروع ہے خواہ وہ وتر ہو قنوت نازلہ ہو۔(یعنی مصیبت کے وقت جو قنوت پڑھی جائے)

٢-جب نماز سے باہر سورہ فاتحہ پڑھی جائے تو قاری اور سامع دونوں آمین کہیں اسی طرح جب مطلق دعا پڑھی جائے یا مقید دعا پڑھی جائے جیسے نماز جمعہ، نماز استسقاء اور نماز کسوف وغیرہ میں خطیب کی دعا تو ایسے موقع پر آمین کہی جائے۔

١٠-سجدہ سہو

سجود سہو:

یہ فرض یا نفل نماز میں دو سجدے ہیں جنہیں جلوس میں کیا جاتا ہے، ان کے بعد سلام پھیر دیا جاتا ہے اور تشہد نہیں پڑھا جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کو اس طرح پیدا ہے کہ اس سے بھول چوک ہوتی رہتی ہے اور شیطان اس کی نماز کو فاسد کرنے میں لگا رہتا ہے جس کی وجہ سے اس کو نماز میں شک ہوجاتا ہے وہ کبھی نماز زیادہ پڑھ لیتا ہے اور کبھی کم اللہ تعالیٰ نے شیطان کی ناک خاک آلود کرنے اور نقصان کی تلافی کرنے کے لئے سجدۂ سہو کو مشروع کیا ہے۔

نبی ﷺ سے بھی نماز میں سہو ہوا ہے اس لئے کہ یہ بشری کمزوری ہے اس لئے جب نماز میں آپ سے سہو ہوا تو آپ نے فرمایا کہ میں تمہاری طرح ایک انسان ہوں میں بھی اسی طرح بھولتا ہوں جس

طرح تم بھولتے ہو لہٰذا جب میں بھولوں تو تم مجھے یاد دلا دیا کرو۔(بخاری:٤٠١، مسلم:٥٧٢)

سجدۂ سہو کے تین اسباب ہیں:

زیادتی، کمی، شک۔

سجدۂ سہو کی چار حالتیں ہیں:

١-اگر نماز پڑھنے والا بھول کر نماز کی جنس میں سے کوئی فعل زیادہ کرے جیسے قیام رکوع یا سجود مثلاً وہ دو مرتبہ رکوع کرے یا جہاں بیٹھنا چاہئے وہاں کھڑا ہوجائے یا چار رکعت والی نماز پانچ رکعت پڑھ لے تو اس کے اوپر سجدۂ سہو اس کی زیادتی کی وجہ سے سلام کے بعد واجب ہے چاہے اس نے سلام سے پہلے یا اس کے بعد اس کو یاد کیا ہو۔

٢-اگر نماز پڑھنے والا نماز کے مذکورہ ارکان میں سے کوئی رکن چھوڑ دے اور اس کو اس کے بعد والی رکعت میں اس رکن کی جگہ تک پہنچنے سے پہلے یاد آجائے تو اس پر رجوع واجب ہے وہ رکن پورا کرے پھر اس کے بعد جو نماز ہے وہ پڑھے اور اگر اس کو اس کے بعد والی رکعت میں اس رکن کی جگہ تک پہنچنے کے بعد یاد آئے تو وہ رجوع نہیں کرے گا بلکہ دوسری رکعت پہلی مانی جائے گی اور یہ پہلی رکعت باطل ہوجائے گی اور اگر اس کو سلام پھیرنے کے بعد آیا تو اس رکن کو پورا کرے اور اس کے بعد جو نماز ہے صرف اس کو پڑھے اور سلام کے بعد سجدہ سہو کرے۔

اور اگر کم نماز پڑھی ہے اور سلام پھیر دیا ہے جیسے کسی نے چار رکعت والی نماز تین رکعت پڑھ لی ہے پھر سلام پھیر دیا ہے پھر اسے یاد آیا کہ اس نے تین ہی رکعت پڑھی ہے تو بغیر تکبیر کہے نماز کی نیت کر کے کھڑا ہوجائے اور چوتھی رکعت پڑھ لے پھر تشہد میں بیٹھے پھر سلام پھیرے اور اس کے بعد سجدۂ سہو کرے۔

٣-اگر نماز پڑھنے والے نے نماز کے مذکورہ واجبات میں سے کسی واجب کو چھوڑ دیا ہے مثلاً پہلا تشہد بھول گیا تو یہ تشہد اس سے ساقط ہوجائے گا اور سلام سے پہلے اس پر سجدۂ سہو واجب ہے۔

٤-اگر رکعت کی تعداد میں نماز پڑھنے والے کو شبہہ ہو مثلاً یہ کہ اس نے تین رکعت پڑھی ہے یا

چارتو جوکم ہے اسے مانے اور بقیہ نماز پوری کرے اور سلام پھیرنے سے پہلے سجدۂ سہو کرلے اور اگر دونوں احتمالات میں سے کسی ایک کے بارے میں غالب گمان ہو تو غالب گمان پر عمل کرے اور سلام کے بعد سجدہ کرلے۔

اگر کوئی مشروع قول ایسی جگہ کہہ دے جو اس کا موقع ومحل نہیں مثلاً رکوع یا سجدہ میں قرآن پڑھنا یا قیام کی جگہ تشہد میں بیٹھ گیا تو اس کی نماز باطل نہیں ہوگی اور اس پر سجدۂ سہو واجب نہیں ہے بلکہ مستحب ہے۔

اگر مقتدی امام کے ساتھ کوئی رکن یا کئی ارکان عذر کی وجہ سے ادا نہیں کرسکا تو وہ اس کو کرے اور اپنے امام کو پالے۔

سجدہ سہو میں وہی ذکر ودعا پڑھے جو نماز کے سجدے میں پڑھی جاتی ہے۔

اگر نماز مکمل ہونے سے پہلے بھول کر سلام پھیرلیا اور جلد ہی اس کو یاد آیا تو نماز پوری کرکے سلام پھیرے پھر سجدۂ سہو کرے۔ اور اگر سجدہ سہو بھول جائے اور سلام پھیر دیا اور نماز کے منافی کوئی کام جیسے بات چیت وغیرہ کرلیا تو سجدہ سہو کرے پھر سلام پھیرے۔

اگر سلام سے پہلے اور سلام کے بعد دو مرتبہ سجدہ لازم ہوجائے تو اس کو چاہئے کہ سلام سے پہلے سجدہ کرے۔

مقتدی امام کی اتباع کرتے ہوئے سجدہ کرے اور اگر مقتدی بعد میں آیا ہو اور امام سلام پھیرنے کے بعد سجدہ کرے تو اگر سہو نماز کے اس حصہ میں ہو جسے اس نے امام کے ساتھ پڑھی ہے تو سلام کے ساتھ اس پر سجدۂ سہو لازم ہے اور اگر اس کے نماز میں شامل ہونے سے پہلے امام بھولا ہے تو اس پر سجدۂ سہو واجب نہیں۔

۱۱- جماعت سے نماز

جماعت سے نماز اسلام کے مظاہر میں سے ایک مظہر ہے یہ عبادت میں فرشتوں کی صفوں کے

مشابہ ہے اور قیادت میں لشکر کے مشابہ ہے یہ لوگوں کے درمیان محبت کا سبب ہے آپس میں تعارف کا ذریعہ ہے اس سے لوگوں میں آپس میں ہمدردی پیدا ہوتی ہے اس سے مسلمانوں کی عزت وقوت اور وحدت کا اظہار ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے معلوم اوقات میں مسلمانوں کے لئے اجتماع مشروع کیا ہے ان میں سے بعض دن ورات میں ہے جیسے پانچوں نمازیں اور بعض ایک ہفتہ میں ایک مرتبہ ہے جیسے جمعہ اور بعض سال میں دو مرتبہ ہے جیسے عیدین اور بعض سال میں ایک مرتبہ ہے جیسے وقوف عرفہ۔ اور ان میں سے بعض وہ ہیں جو احوال بدلنے کے وقت ہیں جیسے استسقا اور کسوف کی نمازیں۔

اس کا حکم:

ہر مکلّف صاحب قدرت مسلمان مرد پر پانچوں نمازیں جماعت سے پڑھنا واجب ہے چاہے سفر ہو یا حضر امن کی حالت ہو یا خوف کی حالت۔

مسجد میں جماعت سے نماز پڑھنے کی فضیلت:

۱- حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جماعت سے نماز پڑھنا تنہا نماز پڑھنے سے ستائیس درجہ زیادہ بہتر ہے۔

اور ایک روایت میں پچیس درجہ ہے۔ (بخاری ٦٤٥-٦٤٦، مسلم/٦٤٩-٦٥٠)

۲- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے اپنے گھر میں وضو کیا پھر اللہ کے گھر میں سے کسی گھر کی طرف چلا تاکہ اللہ کے فرائض میں سے کوئی فریضہ ادا کرے تو اس کے ایک قدم سے گناہ جھڑتے ہیں اور دوسرے قدم سے درجات بلند ہوتے ہیں۔ (مسلم/٦٦٦)

۳- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جو شخص صبح یا شام مسجد کی طرف (نماز کے لئے) جائے اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت میں مہمانی کا سامان کردے گا جب جب وہ صبح یا شام کو جائے گا۔ (بخاری/٦٦٢، مسلم/٦٦٩)

اپنے محلّہ کی مسجد میں فرض نماز پڑھنا زیادہ بہتر ہے پھر اس مسجد میں جو اس سے قریب ہو اور اس میں جماعت کی تعداد زیادہ ہو پھر جو اس سے قریب ہو سوائے مسجد حرام اور مسجد نبوی کے اس لئے کہ ان دونوں مسجدوں میں نماز پڑھنا مطلقاً افضل ہے۔

اگر امام نے کسی مسجد میں جماعت سے نماز پڑھ لی ہے تو پھر اس میں دوبارہ اس نماز کو جماعت سے پڑھا جاسکتا ہے۔

سرحد کے لوگوں کا ایک ہی مسجد میں نماز پڑھنا مستحب ہے لیکن اگر دشمن کا خوف ہو تو ہر آدمی اپنی جگہ نماز پڑھ لے۔

عورتوں کا مسجد میں جانے کا حکم:

عورتیں مساجد میں جماعت کی نماز میں شرکت کرسکتی ہیں بشرطیکہ وہ مردوں سے الگ رہیں اور پردے کا انتظام ہو اور بہتر یہ ہے کہ ان کی جماعت مردوں سے الگ ہو چاہے ان کا امام انہی میں سے ہو یا مردوں میں سے کوئی ہو۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جب تمہاری عورتیں تم سے رات میں مسجد میں جانے کے لئے اجازت مانگیں تو انہیں دے دیا کرو۔ (بخاری:۹۶۵، مسلم:۴۴۲)

اگر کوئی شخص مسجد میں اس وقت داخل ہو جب لوگ رکوع کی حالت میں ہوں تو سنت یہ ہے کہ وہ داخل ہوتے ہی رکوع میں چلا جائے پھر رکوع کی حالت میں چلتے ہوئے صف میں شامل ہو۔

جماعت میں کم از کم دو آدمی ہوں جماعت میں جتنے زیادہ لوگ ہوں گے اتنا ہی بہتر ہے اور اللہ کو پسند ہے۔

جو شخص اپنی قیام گاہ میں فرض نماز پڑھ چکا ہو پھر کسی قوم کی مسجد میں آئے اور وہ نماز (جماعت سے) پڑھ رہے ہوں تو سنت یہ ہے کہ وہ ان کے ساتھ نماز میں شامل ہو جائے اور یہ نماز اس کے لئے نفل ہو جائے گی اور جس نے کوئی فرض نماز مسجد میں امام کے ساتھ جماعت سے پڑھی ہو پھر کسی دوسری مسجد میں جائے تو نماز دہرانے کی ضرورت نہیں۔

جب فرض نماز کے لئے اقامت کہہ دی جائے تو اس فرض نماز کے علاوہ کوئی دوسری نماز نہ پڑھی جائے اور اگر اقامت کہنے کے وقت وہ نفل نماز میں ہو تو اس کو ہلکی پڑھ کر پوری کرلے اور جماعت میں تکبیر تحریمہ کہہ کر شامل ہو جائے۔

جو شخص کسی عذر کی وجہ سے مثلاً مرض یا خوف کی وجہ سے مسجد میں جماعت سے نہ پڑھ سکے تو اس کو وہی اجر ملے گا جو جماعت سے پڑھنے والوں کو ملے گا لیکن اگر بغیر کسی عذر کے جماعت میں شامل نہیں ہوا اور تنہا نماز پڑھ لی تو اس کی نماز تو صحیح ہو جائے گی لیکن اسے (اجر وثواب کے اعتبار سے) بہت نقصان ہوگا اور بہت گناہ ہوگا۔

جماعت اور تکبیر اولیٰ کی فضیلت:

حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے اللہ تعالیٰ کے لئے چالیس دن جماعت سے نماز پڑھی اور اس کی تکبیر اولیٰ نہیں چھوٹی تو اس کے لئے دو برأت لکھی جائے گی ایک جہنم سے برأت اور دوسرے نفاق سے برأت، دوسرے نفاق سے برأت۔ (ترمذی/۲۴۱)

۱۲- امامت کے احکام

امامت کی بڑی اہمیت وفضیلت ہے، نبی ﷺ نے خود امامت کی ہے اور آپ کے خلفاء راشدین نے امامت کی ہے امام کے اوپر بہت بڑی ذمہ داری ہوتی ہے امام ضامن ہے اور اگر وہ اچھی امامت کرے تو اس کے لئے بڑا اجر ہے اور ہر مقتدی کے اجر کے مثل بھی اسے ثواب ملے گا۔

مقتدی اپنی پوری نماز میں امام کی پیروی کرے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ امام اس لئے مقرر کیا جاتا ہے تا کہ اس کی پیروی کی جائے پس جب وہ الله اکبر کہے تو تم بھی الله اکبر کہو اور جب وہ رکوع کرے تو تم بھی رکوع کرو اور جب وہ سمع الله لمن حمده کہے تو تم ربنا لك الحمد کہو اور جب وہ کھڑے ہو کر نماز پڑھے تو تم بھی کھڑے ہو کر نماز پڑھو اور جب وہ بیٹھ کر نماز پڑھے تو تم سب بھی بیٹھ کر نماز پڑھو۔ (بخاری/۷۲۲، مسلم/۴۱۷)

امامت کا حقدار کون ہے:

سب سے زیادہ امامت کا حقدار وہ ہے جو قرآن کا سب سے بڑا قاری اور عالم ہو پھر وہ شخص جو سنت کو سب سے زیادہ جاننے والا ہو پھر وہ شخص جس نے ہجرت کی ہو، پھر وہ شخص جو اسلام پہلے لایا ہو، پھر وہ شخص جو عمر میں بڑا ہو پھر قرعہ اندازی کی جائے یہ اس وقت ہے جب نماز کا وقت ہو جائے اور لوگ کسی کو بڑھانا چاہیں لیکن اگر مسجد کا کوئی امام مقرر ہو اور وہ موجود ہو تو وہ زیادہ حقدار ہے۔

حضرت ابومسعود انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: لوگوں کی امامت وہ شخص کرے جو اللہ کی کتاب کا سب سے بڑا قاری ہو اور اگر وہ قرأت میں برابر ہیں تو جو سنت کا سب سے بڑا عالم ہو وہ امامت کرے اور اگر وہ سنت میں بھی برابر ہوں تو ہجرت میں جو سب سے پہلے ہو وہ امامت کرے اور اگر ہجرت میں بھی وہ برابر ہوں تو اسلام لانے میں جو مقدم ہو وہ امامت کرے۔(مسلم/ ٦٧٣)

گھر میں رہنے والا اور مسجد کا امام امامت کا زیادہ حقدار ہے الا یہ کہ بادشاہ موجود ہو۔

امامت میں اولیٰ وافضل شخص کو آگے بڑھانا واجب ہے اور اگر ایسا شخص نہ پایا جائے اور صرف فاسق لوگ ہی ہوں مثلاً وہ شخص جو داڑھی چھیلتا ہے یا سگریٹ پیتا ہے تو اس کے پیچھے بھی نماز ہو جائے گی، فاسق وہ ہے جو کفر کے علاوہ کوئی گناہ کبیرہ کرے یا گناہ صغیرہ پر اصرار کرے، اس شخص کے پیچھے نماز نہیں ہوگی جس کی نماز فاسد ہوگئی ہو چاہے حدث سے فاسد ہو یا کسی اور چیز سے الا یہ کہ آدمی نہ جان سکے پس ایسی صورت میں مقتدی کی نماز درست ہو جائے گی اور امام کو دہرانا پڑے گا۔

نماز میں امام سے آگے بڑھنا منع ہے:

نماز میں امام سے آگے بڑھنا منع ہے اور جو شخص جان بوجھ کر امام سے سبقت لے جانے کی کوشش کرے اس کی نماز باطل ہو جائے گی لیکن اگر مقتدی کسی عذر کی وجہ سے امام سے پیچھے رہ گیا ہے مثلاً بھول گیا یا غافل رہ گیا یا امام کی آواز نہیں سن سکا اور امام اس سے آگے بڑھ گیا تو جس چیز میں وہ پیچھے رہ گیا ہے اس کو کرے پھر امام کی متابعت کرنے لگے اس پر کوئی حرج نہیں۔

امام کے ساتھ مقتدی کی چار حالتیں ہیں:

۱-**مسابقہ**: یہ ہے کہ مقتدی تکبیر یا رکوع یا سجود یا سلام وغیرہ میں امام سے آگے بڑھ جائے ایسا کرنا جائز نہیں اور جس نے ایسا کیا تو دوبارہ امام کے کرنے کے بعد وہ فعل کرے اور اگر اس نے ایسا نہیں کیا تو اس کی نماز باطل ہو جائے گی۔

۲-**موافقہ**: یہ ہے کہ امام اور مقتدی کی حرکت ایک رکن سے دوسرے رکن کی طرف منتقل ہونے میں (جیسے تکبیر رکوع وغیرہ) ایک ساتھ ہو یہ بھی غلط ہے اور اس سے نماز میں نقص پیدا ہوگا۔

۳-**متابعہ**: یہ ہے کہ مقتدی کے افعال امام کے افعال کے بعد ہوں اور یہی مقتدی سے مطلوب ہے اور اس کو شرعی اقتداء کہیں گے۔

۴-**مخالفہ**: یہ ہے کہ امام مقتدی سے اتنا پیچھے ہو جایا کرے کہ امام دوسرے رکن میں داخل ہو جائے ایسا کرنا جائز نہیں کیوں کہ اس میں اقتداء کو چھوڑ دیا جاتا ہے۔

اگر کوئی شخص مسجد میں جائے اور مقرر کئے ہوئے امام کے ساتھ اس کی نماز فوت ہو جائے تو اس کے ساتھ جو لوگ پیچھے رہ گئے ہیں دوسری جماعت سے نماز پڑھ لیں لیکن دوسری جماعت کی وہ فضیلت نہ ہوگی جو پہلی جماعت کی ہے۔

جس نے امام کے ساتھ ایک رکعت نماز پالی اس نے جماعت پالی اور جس نے امام کے ساتھ رکوع پالیا اس نے رکعت پالی وہ کھڑے ہو کر تکبیر تحریمہ کہے پھر اگر ممکن ہو سکے تو رکوع کے لئے تکبیر کہے اور اگر ممکن نہ ہو تو ایک ہی تکبیر سے ان دونوں کی نیت کرے۔

جو شخص مسجد میں اس حال میں داخل ہو کہ امام کو قیام یا رکوع یا سجدہ کی حالت میں پائے تو اس کے ساتھ اس حالت میں شامل ہو جائے اس کو اس کا ثواب ملے گا جو اس نے پایا ہے لیکن رکعت اسی وقت پا سکتا ہے جب رکوع پالے۔

امام نماز کو مکمل طور پر ادا کرنے کے ساتھ تخفیف اختیار کرے کیوں کہ مقتدیوں میں کمزور، بیمار، بوڑھے اور ضرورت مند وغیرہ بھی ہوتے ہیں اور جب تنہا نماز پڑھے تو جس طرح چاہے لمبی نماز پڑھے۔

جو تخفیف نماز میں مسنون ہے وہ یہ ہے کہ نماز کے ارکان و واجبات وسنن مکمل طور پر ادا کرتے ہوئے ہلکی نماز پڑھے جیسا کہ نبی ﷺ نے کیا ہے اور اس پر مواظبت کی ہے اور اس کا حکم دیا ہے نہ کہ وہ مقتدیوں کی خواہش کے مطابق تخفیف کرے۔ اسی طرح اس شخص کی نماز نہیں ہوگی جو رکوع و سجود میں اپنی پیٹھ کو برابر نہیں کرتا ہے۔

سنت یہ ہے کہ مقتدی امام کے پیچھے کھڑے ہوں اور اگر ایک ہو تو امام کی دائیں جانب کھڑا ہو اور عورتوں کی امامت کرنے والی صف کے بیچ میں کھڑی ہو۔

اگر مقتدی امام کے دائیں جانب یا دونوں جانب کھڑے ہو جائیں تو ایسا کرنا صحیح ہوگا لیکن اگر امام سے آگے بڑھ جائیں یا صرف بائیں جانب ہوں تو درست نہیں الا یہ کہ کوئی ضرورت ہو۔

امام کے پیچھے پہلی صف میں مرد رہیں اور مردوں کے پیچھے عورتیں صف بنائیں اور عورتوں کی صف میں بھی وہی چیز مشروع ہے جو مردوں کی صف میں مشروع ہے مثلاً اگلی صف پہلے مکمل کریں بیچ میں کوئی جگہ نہ چھوڑیں اور صفیں سیدھی رکھیں۔

اگر تنہا عورتیں جماعت سے نماز پڑھیں تو مردوں کی طرح ان کی سب سے بہتر صف پہلی صف ہے اور سب سے خراب آخری صف ہے عورتوں کا مردوں کے سامنے صف باندھنا یا مردوں کا عورتوں کے پیچھے صف باندھنا جائز نہیں، الا یہ کہ سخت بھیڑ کی وجہ سے یا کسی اور وجہ سے اس کی ضرورت پڑے اور اگر عورت بھیڑ کی وجہ سے یا کسی اور ضروری وجہ سے مرد کے ساتھ صف میں کھڑی ہوگئی اور اس نے نماز پڑھ لی ہے تو اس کی نماز باطل نہیں ہوگی اور نہ ان لوگوں کی نماز باطل ہوگی جو اس کے پیچھے ہیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مردوں کی سب سے بہتر صف پہلی صف ہے اور سب سے خراب آخری صف ہے اور عورتوں کی سب سے بہتر صف آخری صف ہے اور سب سے خراب پہلی صف ہے۔ (مسلم/ ٤٤٠)

صفیں سیدھی کرنا:

۱- سنت یہ ہے کہ امام مقتدیوں کی طرف اپنا چہرہ کر کے یہ کہے کہ تم اپنی صفیں درست کر لو اور مل کر کھڑے ہو جاؤ۔ (بخاری/ ٧١٩)

۲- یا یہ کہے تم اپنی صفیں برابر کر لو کیوں کہ صف برابر کرنا نماز قائم کرنے میں داخل ہے۔ (بخاری ٧٢٣، مسلم/ ٤٣٣)

۳- یا یہ کہے کہ تم اپنی صفیں سیدھی کر لو اور اپنے مونڈھوں کو ملا لو اور خالی جگہیں پر کر لو اور اپنے بھائیوں سے قریب ہو جاؤ اور شیطان کے لئے جگہ نہ چھوڑو جو صفوں کو جوڑے گا اللہ اس سے اپنا تعلق جوڑے گا اور جو صفوں کو قطع کرے گا اللہ اس سے اپنا تعلق قطع کرے گا۔ (ابو داؤد: ٦٦٦، نسائی ٨١٩)

۴- یا یہ کہے کہ برابر ہو جاؤ، برابر ہو جاؤ، برابر ہو جاؤ۔ (نسائی/ ٨١٣)

باشعور بچے کی امامت اور اذان درست ہے چاہے وہ فرض نماز ہو یا نفل اور اگر اس سے بہتر پایا جائے تو اس کو آگے بڑھانا واجب ہے۔

جس کی نماز درست ہے اس کی امامت بھی درست ہے اگر چہ وہ قیام یا رکوع وغیرہ نہ کر سکتا ہو البتہ عورت مردوں کی امامت نہیں کر سکتی ہے وہ صرف عورتوں کی ہی امامت کر سکتی ہے۔

فرض پڑھنے والا نفل پڑھنے والے کی امامت کر سکتا ہے اور جو شخص ظہر کی نماز پڑھ رہا ہو وہ عصر پڑھنے والے کی امامت کر سکتا ہے اور جو عشاء یا مغرب پڑھ رہا ہو وہ تراویح پڑھنے والے کی امامت کر سکتا ہے پھر جب امام سلام پھیر دے تو وہ نماز مکمل کر لے۔

امام اور ماموم کے درمیان نماز میں نیت کا اختلاف جائز ہے لیکن افعال میں اختلاف جائز نہیں، پس یہ جائز ہے کہ عشاء کی نماز اس شخص کے پیچھے پڑھی جائے جو مغرب پڑھ رہا ہو پھر جب امام سلام پھیر دے تو کھڑا ہو جائے اور ایک رکعت پوری کر کے تشہد میں بیٹھے پھر سلام پھیرے اور اگر اس نے مغرب کی نماز ایسے شخص کے پیچھے پڑھی جو کہ عشاء کی نماز پڑھ رہا تھا تو جب امام چوتھی

رکعت کے لئے کھڑا ہو تو وہ بیٹھا رہے اور تشہد پڑھ کر سلام پھیر دے یا بیٹھا رہے اور امام کے بیٹھنے کا انتظار کرے پھر امام کے سلام پھیرنے کے ساتھ سلام پھیرے۔

اگر امام دو بچوں یا ان سے زیادہ کی امامت کر رہا ہو اور ان کی عمر سات سال پہنچ گئی ہو تو ان کو اپنے پیچھے کرلے اور اگر ایک ہی بچہ ہو تو اس کو اپنے دائیں جانب کرلے۔

اگر مقتدی جہری نماز میں امام کی قرأت نہ سن سکے تو وہ سورہ فاتحہ اور اس کے علاوہ کوئی اور سورت پڑھ لے اور خاموش نہ رہے۔

اگر نماز کے دوران امام کو حدث لاحق ہو جائے تو وہ اپنی نماز چھوڑ دے اور اپنی جگہ ایسے شخص کو کردے جو مقتدیوں کو نماز پڑھائے اور اگر مقتدیوں میں سے کوئی آگے بڑھ گیا یا لوگوں نے اس کو آگے بڑھا دیا اور اس نے لوگوں کو مکمل نماز پڑھا دی یا مقتدیوں نے اپنی نماز تنہا مکمل کرلی تو ان کی نماز ان شاء اللہ ہو جائے گی۔

مقتدی کے لئے فوت شدہ رکعتیں پوری کرنے کا طریقہ:

جو شخص امام کے ساتھ ظہر یا عصر یا عشاء کی ایک رکعت پالے تو امام کے سلام پھیرنے کے بعد تین رکعتوں کی قضاء اس پر واجب ہے وہ ایک رکعت میں سورہ فاتحہ اور کوئی سورت پڑھے پھر پہلے تشہد کے لئے بیٹھے پھر دو رکعتیں پڑھے جن میں صرف سورہ فاتحہ پڑھے البتہ ظہر میں سورہ فاتحہ کے ساتھ کوئی سورت بھی پڑھ سکتا ہے اور کبھی سورہ فاتحہ پر اکتفا کرسکتا ہے پھر آخری تشہد کے لئے بیٹھے اور سلام پھیرے اس نے امام کے ساتھ جو بھی نماز پائی ہے وہ اس کی نماز کا پہلا حصہ مانا جائے گا۔

جو شخص امام کے ساتھ مغرب کی ایک رکعت پائے وہ امام کے سلام پھیرنے کے بعد کھڑا ہو جائے اور ایک رکعت پڑھے جس میں سورہ فاتحہ اور کوئی دوسری سورت پڑھے پھر پہلے تشہد کے لئے بیٹھ جائے پھر کھڑا ہو اور ایک اور رکعت پڑھے جس میں صرف سورہ فاتحہ پڑھے پھر آخری تشہد کے لئے بیٹھے اور سلام پھیرے۔

جسے امام کے ساتھ فجر کی ایک رکعت یا جمعہ کی ایک رکعت ملی تو وہ امام کے سلام پھیرنے کے بعد

کھڑا ہو اور ایک رکعت پڑھے جس میں وہ سورہ فاتحہ اور اس کے ساتھ کوئی اور سورت پڑھے پھر تشہد کے لیے بیٹھ جائے پھر سلام پھیرے۔

جب کوئی شخص آئے اس حال میں کہ امام آخری تشہد میں ہو تو سنت یہ ہے کہ وہ اس کے ساتھ شامل ہو جائے اور جب امام سلام پھیرے تو وہ اپنی نماز مکمل کرلے۔

اس شخص کی نماز درست نہیں ہوگی جو صف کے پیچھے تنہا نماز پڑھے الا یہ کہ کوئی عذر ہو مثلاً صف میں جگہ نہ پائے تو صف کے پیچھے تنہا نماز پڑھ لے اور صف میں سے کسی کو نہ کھینچے اور صف کے پیچھے ایک عورت کا نماز پڑھنا صحیح ہے اگر مردوں کی جماعت کے ساتھ پڑھ رہی ہو لیکن اگر صرف عورتوں کی جماعت کے ساتھ پڑھ رہی ہو تو اس کا حکم مردوں کے حکم کی طرح ہے۔

نفل نمازیں کبھی جماعت سے بھی پڑھی جاسکتی ہیں چاہے دن ہو یا رات، گھر میں ہو یا دوسری جگہ۔

اگر کوئی شخص کسی کو تنہا فرض نماز پڑھتے ہوئے دیکھے تو بہتر یہ ہے کہ اس کے ساتھ نماز پڑھنے لگے:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک آدمی کو تنہا نماز، پڑھتے ہوئے دیکھا، آپ نے فرمایا کیا کوئی شخص اس کے ساتھ نماز پڑھ کر اس پر صدقہ نہیں کرے گا؟ (ابو داؤد/٥٧٤، ترمذی/٢٢٠)

بہتر یہ ہے کہ امام کے نکلنے سے پہلے مقتدی مسجد سے نہ نکلیں:

اگر مقتدی تکبیر کی آواز سنتا ہے تو مسجد میں امام کی اقتداء درست ہے چاہے امام کو یا امام کے پیچھے جو لوگ ہیں ان کو نہ دیکھے اسی طرح مسجد کے باہر بھی امام کی اقتداء درست ہے چاہے امام کو یا امام کے پیچھے جو لوگ ہیں ان کو نہ دیکھے اگر وہ تکبیر کی آواز سن رہا ہو اور صفیں ملی ہوئی ہیں۔

سنت یہ ہے کہ سلام پھیرنے کے بعد امام مقتدیوں کی طرف اپنا چہرہ کرے، لیکن اگر اس کے ساتھ عورتیں بھی پڑھ رہی ہوں تو تھوڑی دیر ٹھہرا رہے تاکہ وہ چلی جائیں، فرض نماز کے بعد اس کا فوراً اسی جگہ نفل نماز پڑھنا مکروہ ہے۔

اگر جگہ تنگ ہو تو امام کے ساتھ، اس کے پیچھے، اس کے اوپر اور اس کے نیچے لوگ نماز پڑھ سکتے ہیں۔

نماز میں صفوں کو مونڈھوں سے مونڈھا ملا کر اور ٹخنہ سے ٹخنہ ملا کر برابر کرنا اور خالی جگہ کو پر کرنا اور اگلی صفوں کو پہلے مکمل کرنا واجب ہے جو شخص صف میں کسی خالی جگہ کو پر کرے گا اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت میں گھر بنائے گا اور اس کی وجہ سے اس کے درجات بلند کردے گا۔ (طبرانی فی الاوسط /۵۷۹۷، ملاحظہ ہو صحیح الترغیب: ۵۰۲)

نماز میں امام اور مقتدی کے درمیان نیت کا اختلاف جائز ہے لیکن افعال میں اختلاف جائز نہیں مثلاً اگر کوئی شخص مغرب کی نماز پڑھ رہا ہے تو اس کے پیچھے عشاء کی نماز پڑھنا جائز ہے پھر جب امام سلام پھیر دے تو وہ کھڑا ہو جائے اور ایک رکعت پڑھ لے پھر تشہد میں بیٹھ جائے اور سلام پھیرے اور اگر مغرب کی نماز اس شخص کے پیچھے پڑھے جو عشاء کی نماز پڑھ رہا ہو تو جب امام چوتھی رکعت کے لئے کھڑا ہو تو یا تو تشہد میں بیٹھ جائے اور سلام پھیر دے یا بیٹھا رہے اور انتظار کرے اور سلام امام کے ساتھ پھیرے۔

فرض نماز کے بعد سلام کرنا بدعت ہے۔ فرض نماز کے بعد امام اور مقتدیوں کا ساتھ ساتھ بلند آواز سے دعا کرنا بدعت ہے، اور وہی اذکار مشروع ہیں جو نبی ﷺ سے وارد ہیں۔

اگر امام خلاف سنت نماز پڑھتا ہے یا بہت جلد پڑھتا ہے تو مقتدی امام سے الگ ہو کر تنہا نماز پڑھ سکتا ہے اور اگر نماز کے دوران مقتدی کو کوئی عذر لاحق ہو جائے مثلاً پیشاب لگ جائے یا ہوا خارج ہو جائے تو وہ نماز چھوڑ دے اور پھر وضو کر کے اپنی نماز تنہا از سر نو پڑھ لے۔

امام تکبیر، سمع اللہ لمن حمدہ، سلام اور آمین نماز میں جھراً کہے اور بہت نہ کھینچے۔

جو شخص غیر اللہ کو پکارے یا اللہ کے علاوہ کسی سے فریاد طلب کرے یا قبروں کے پاس غیر اللہ کے لئے ذبیحہ پیش کرے یا اہل قبر کو بلائے اس کے پیچھے نماز جائز نہیں ہے اس لئے کہ وہ کافر ہے اور اس کی نماز باطل ہے۔

کن حالات میں جمعہ اور جماعت چھوڑنا جائز ہے:

ایسا مریض جو جماعت سے نماز نہ پڑھ سکتا ہو، ایسا شخص جسے پائخانہ لگ جائے، اگر ساتھ چھوٹ جانے کا اندیشہ ہو، نفس یا مال میں نقصان کا خوف ہو، یا اپنے ساتھی کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو، یا بارش یا کیچڑ کی وجہ سے مسجد تک آنے میں سخت تکلیف ہو، کھانا حاضر ہو اور سخت بھوک لگی ہو اور کھانا کھانے پر قادر ہو لیکن اسے اپنی عادت نہ بنائے، اسی طرح سے ڈاکٹر، واچ مین، سیکیورٹی والے، فائر بریگیڈ والے اور وہ لوگ جو مسلمانوں کے ضروری کاموں میں لگے ہوئے ہوں ایسے افراد جب نماز کا وقت ہو جائے اور ڈیوٹی پر ہوں تو اپنی جگہوں پر نماز پڑھ لیں۔

ہر وہ چیز جو نماز سے غافل کردے یا جس میں وقت کا ضیاع ہو یا جسم وعقل کو نقصان پہنچے وہ حرام ہے جیسے تاش کھیلنا، سگریٹ وحقہ پینا، چرس اور نشہ آور چیزیں وغیرہ۔ مثلاً ٹی وی دیکھنا جس میں فحش چیزیں ہوتی ہیں۔

اگر امام جماعت سے نماز پڑھا دے اور اس کے کپڑے میں نجاست لگی ہو اور اس کو معلوم نہ ہو اور نماز ختم ہو جائے تو سب لوگوں کی نماز ہو جائے گی اور اگر اسے نماز کے دوران معلوم ہو جائے اور اس کا زائل کرنا ممکن ہو تو زائل کردے اور اگر ممکن نہ ہو تو نماز چھوڑ کر نکل جائے اور اپنی جگہ کسی شخص کو کردے جو مقتدیوں کی نماز پوری کردے۔

جو شخص کسی قوم کی زیارت کرنے جائے وہ ان کی امامت نہ کرے بلکہ انہیں لوگوں میں سے کوئی ان کی امامت کرے۔

پہلی صف دوسری صف سے افضل ہے اور صف کا دایاں حصہ بائیں حصہ سے افضل ہے، اللہ تعالیٰ پہلی صف پر اپنی رحمتیں بھیجتا ہے اور فرشتے پہلی صف والوں کے لئے دعائے رحمت کرتے ہیں خاص طور سے دائیں طرف کھڑے ہونے والوں پر اللہ کی رحمت زیادہ ہوتی ہے نبی ﷺ نے بھی پہلی صف کے لئے تین مرتبہ دعا کی ہے اور دوسری صف کے لئے ایک مرتبہ۔

پہلی صف والے:

بہتر یہ ہے کہ پہلی صف میں خاص طور سے امام سے قریب وہ لوگ کھڑے ہوں جو اہل علم اور اہل تقویٰ ہیں، جو لوگوں کے لئے اسوہ ونمونہ ہیں۔

حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نماز میں ہمارے مونڈھوں کو چھوتے تھے اور کہتے تھے کہ تم اپنی صفیں سیدھی کرو اور اختلاف نہ کرو، (یعنی آگے پیچھے ٹیڑھی صف بنا کر نہ کھڑے ہو) ورنہ تمہارے دل مختلف ہو جائیں گے اور میرے قریب وہ لوگ کھڑے ہوں جو عقلمند ہیں پھر وہ جو ان سے قریب ہیں پھر وہ جو ان سے قریب ہیں۔ (مسلم: ۴۳۲)

سنت یہ ہے کہ امام اگر قرأت لمبی کرے تو بقیہ ارکان بھی لمبا کرے اور اگر قرأت ہلکی کرے تو بقیہ ارکان بھی ہلکا کرے۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے غور سے نبی ﷺ کی نماز دیکھی آپ کا قیام رکوع، رکوع کے بعد کھڑا ہونا، سجدہ، دونوں سجدوں کے درمیان بیٹھنا پھر سجدہ پھر سلام سے پہلے (تشہد کے لیے) بیٹھنا قریب قریب برابر تھا۔ (بخاری: ۸۰۱، مسلم: ۴۷۱)

۱۳- معذوروں کی نماز

اہل عذر یہ ہیں: مریض، مسافر اور خوف زدہ لوگ جو نماز کو اس طرح ادا نہیں کر سکتے جس طرح غیر معذور ادا کرتے ہیں اللہ کا بڑا فضل واحسان ہے کہ اس نے ایسے لوگوں کے لئے سہولت دی ہے اور انہیں مشکل میں نہیں ڈالا ہے اور ثواب کمانے سے انہیں محروم نہیں کیا ہے اللہ نے انہیں اس بات کا حکم دیا ہے کہ جس طرح ہو سکے سنت کے مطابق نماز ادا کریں۔

۱- مریض کی نماز

مریض کی نماز کیسی ہو:

مریض پر واجب ہے کہ وہ فرض نماز کھڑا ہو کر پڑھے اور اگر کھڑا نہ ہو سکے تو چاروں زانو بیٹھ کر یا

تشہد کے لئے بیٹھنے کی طرح بیٹھ کر پڑھے اور اگر بیٹھنے کی بھی طاقت نہ ہو تو دائیں پہلو کے بل پڑھے اور اگر دائیں پہلو کے بل بیٹھنا دشوار ہو تو بائیں پہلو کے بل پڑھے اور اگر اس کی بھی طاقت نہ ہو تو چت لیٹ کر پڑھے اور اس کے دونوں پیر قبلے کی طرف ہوں اور اپنے سر سے رکوع اور سجدے کی حالت میں اپنے سینے تک اشارہ کرے اور سجدے میں رکوع سے زیادہ جھکے نماز اس وقت تک ساقط نہیں ہوگی جب تک عقل ہے لہٰذا مریض اپنی حالت کے مطابق نماز پڑھتا رہے اور اسے ہرگز نہ چھوڑے۔

۱- حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ مجھے بواسیر کی بیماری تھی میں نے نبی ﷺ سے نماز کے بارے میں پوچھا آپ نے فرمایا تم کھڑے ہو کر نماز، پڑھو اور اگر اس کی طاقت نہ ہو تو بیٹھ کو نماز پڑھو اور اگر اس کی بھی طاقت نہ ہو تو پہلو کے بل پڑھو۔ (بخاری/۱۱۱۷)

۲- حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ مجھے بواسیر کی بیماری تھی میں نے نبی ﷺ سے آدمی کے بیٹھ کر نماز پڑھنے کے بارے میں پوچھا آپ نے فرمایا کہ اگر کھڑے ہو کر نماز پڑھے تو افضل ہے اور جس نے بیٹھ کر نماز پڑھی اس کے لئے کھڑے ہو کر نماز پڑھنے والے کے اجر کے نصف اجر ہے اور جس نے لیٹ کر نماز پڑھی اس کے لئے بیٹھنے والے کے اجر کے نصف اجر ہے۔
(بخاری/۱۱۱۵)

مریض نماز کے لئے پانی سے طہارت حاصل کرے اور اگر اس کی طاقت نہ رکھے تو تیمّم کرے اور تیمّم بھی نہ کر سکے تو طہارت ساقط ہو جائے گی اور وہ اپنی حالت کے مطابق نماز پڑھے گا۔

اگر مریض بیٹھ کر نماز پڑھ رہا ہو پھر کھڑے ہونے پر قادر ہو جائے یا بیٹھ کر نماز پڑھ رہا ہو اور سجدہ کرنے پر قادر ہو جائے یا پہلو کے بل نماز پڑھ رہا ہو پھر نماز کے دوران بیٹھنے پر قادر ہو جائے تو جس حالت پر وہ قادر ہوا ہے اس کی طرف منتقل ہو جائے اس لئے کہ وہ اس کے حق میں واجب ہے۔

اگر مریض کھڑے ہونے پر قادر ہو لیکن کسی قابل اعتماد ڈاکٹر کے کہنے پر علاج کی خاطر چت لیٹ کر نماز پڑھے تو ایسا کرنا جائز ہے۔

اگر مریض قیام وقعود پر قادر ہے لیکن رکوع اور سجدہ نہیں کرسکتا تو رکوع کے لئے کھڑے ہوکر اشارہ کرکے اور سجدہ کے لئے بیٹھ کر اشارہ کرے۔

جو شخص زمین پر سجدہ نہ کرسکے وہ بیٹھ کر رکوع اور سجدہ کرے اور رکوع میں سجدہ سے زیادہ جھکے اور اپنے ہاتھوں کو اپنے گھٹنوں پر رکھے وہ سجدہ کرنے کے لئے اپنی پیشانی تک تکیہ وغیرہ نہ اٹھائے۔

مریض کے لئے دوسرے لوگوں کی طرح قبلہ کی طرف رخ کرکے نماز پڑھنا ضروری ہے اور اگر اس کی طاقت نہ ہو تو اپنی سہولت وحالت کے مطابق جس طرف چاہے رخ کرکے نماز پڑھے اگر مریض اپنی آنکھ یا انگلی کے اشارہ سے نماز پڑھے تو درست نہیں بلکہ اسے ویسے ہی نماز پڑھنی چاہئے جس طرح حدیث میں بیان کیا گیا ہے۔

اگر مریض کے لئے ہر نماز وقت پر پڑھنا دشوار ہو تو ظہر اور عصر کو ان دونوں میں سے کسی کے وقت میں جمع کرکے پڑھے اور مغرب اور عشاء کو ان دونوں میں سے کسی کے وقت میں جمع کرکے پڑھے۔

نماز میں مشقت کا مطلب خشوع کا زائل ہونا ہے اور خشوع دل کے حاضر رہنے کو اور طمانیت کو کہتے ہیں۔

جو مریض مسجد تک جاسکتا ہو اس کے لئے جماعت سے نماز پڑھنا لازم ہے اگر وہ کھڑے ہونے کی طاقت رکھے تو کھڑے ہوکر نماز پڑھے ورنہ اپنی طاقت کے مطابق جماعت کے ساتھ نماز پڑھے۔

اللہ تعالیٰ مریض اور مسافر کے عمل کو اسی طرح لکھتا ہے جس طرح مریض حالت صحت اور مسافر حالت اقامت میں عمل کرتا تھا اور مریض کے گناہوں کو معاف کردیتا ہے۔

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب بندہ بیمار ہوتا ہے یا مسافر ہوتا ہے تو اس کے لئے وہی عمل لکھا جاتا ہے جو وہ حالت صحت اور حالت اقامت میں عمل کرتا تھا۔ (بخاری/٢٩٩٦)

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بندہ جب بیمار ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنے فرشتوں کے پاس یہ وحی کرتا ہے کہ اے میرے فرشتو! میں نے اپنے بندے کو اپنی بیڑیوں میں سے ایک بیڑی میں جکڑ دیا ہے پس اگر میں اس کو وفات دوں گا تو اس کے گناہ معاف کردوں گا اور اگر اسے صحت وعافیت دوں گا تو وہ اس حال میں بیٹھے گا کہ اس کا کوئی گناہ باقی نہیں رہے گا۔ (حاکم/٧٩٤١، طبرانی فی الکبیر: ١٦٧/٨، ملاحظہ ہو السلسلة الصحيحة/ ١٦١١)

٢- مسافر کی نماز

سفر: سفر کا مطلب اقامت کی جگہ کو چھوڑنا ہے۔

یہ اسلام کے محاسن میں سے ہے کہ اس نے سفر میں قصر اور جمع کو جائز کیا ہے اس لئے کہ عام طور پر سفر میں مشقت ہوتی ہے اور اسلام رحمت اور آسانی کا دین ہے۔

یعلی بن امیہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے اس آیت کریمہ ﴿فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَن تَقْصُرُواْ مِنَ الصَّلَاةِ إِنْ خِفْتُمْ أَن يَفْتِنَكُمُ الَّذِينَ كَفَرُواْ﴾ (نساء:١٠١) ''جب تم سفر میں جارہے ہو تو تم پر نمازوں کے قصر کرنے میں کوئی گناہ نہیں اگر تمہیں ڈر ہو کہ کافر تمہیں ستائیں گے''۔

اس کے بارے میں کہا کہ اب تو لوگ مامون ہوگئے ہیں (لہٰذا اب قصر کرنے کی ضرورت نہیں) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یہ اشکال میرے ذہن میں بھی آیا تھا پھر میں نے نبی ﷺ سے اس کے بارے میں پوچھا آپ نے فرمایا: یہ اللہ کی طرف سے تمہارے لئے صدقہ ہے لہٰذا اس کے صدقے کو قبول کرو۔ (مسلم/٦٨٦)

سفر میں قصر سنت مؤکدہ ہے چاہے امن کی حالت ہو یا خوف کی اس کا مطلب یہ ہے کہ چار رکعت والی نمازیں دو رکعت پڑھی جائیں اور وہ ظہر، عصر، اور عشاء ہیں قصر صرف حالت سفر میں

جائز ہے البتہ مغرب اور فجر کی نماز میں قصر کبھی نہیں کی جائے گی اور جمع سفر اور حضر دونوں میں کچھ شرطوں کے ساتھ جائز ہے۔

اگر آدمی پیدل چلے یا سوار ہو کر چلے چاہے خشکی ہو یا سمندر یا فضا تو چار رکعت والی نماز دو رکعت قصر کر کے پڑھے اور وہ دو نمازوں کو ان میں سے کسی ایک وقت میں ضرورت پڑنے پر ایک ساتھ پڑھ سکتا ہے یہاں تک کہ اس کا سفر ختم ہو جائے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ پہلے نماز دو رکعت فرض کی گئی تھی پھر سفر کی نماز اپنی جگہ باقی رکھی گئی اور حضر کی نماز (چار رکعت) پوری کردی گئی۔ (بخاری ۱/ ۱۰۹، مسلم/ ۶۸۵)

مسافر قصر و جمع اس وقت شروع کرے جب اپنی بستی کی آبادی چھوڑ دے اور سفر میں مسافت کی کوئی حد مقرر نہیں کی گئی ہے اس میں عرف عام کا اعتبار کیا جائے گا آدمی جب سفر کرے اور مطلق اقامت کی نیت نہ کی ہو تو وہ مسافر کہلائے گا اور اس کے اوپر سفر کے احکام منطبق ہوں گے یہاں تک کہ وہ اپنے شہر لوٹ آئے۔

سفر میں قصر سنت ہے اور جس کو بھی سفر کا نام دیا جائے اس میں قصر کی جاسکتی ہے لیکن اگر پوری نماز پڑھی ہے تو اس کی نماز صحیح ہوگی۔

اگر مسافر مقیم کے پیچھے نماز پڑھے تو وہ پوری نماز پڑھے اور اگر مقیم مسافر کے پیچھے نماز پڑھے تو سنت یہ ہے کہ مسافر قصر کرے اور مقیم پر سلام پھیرنے کے بعد پوری نماز پڑھنا واجب ہے۔

سنت یہ ہے کہ جب مسافر مقیم کو ان کے شہر میں نماز پڑھائے تو دو رکعت نماز پڑھائے پھر ان سے کہے کہ اپنی نمازیں پوری کرلو اس لئے کہ ہم مسافر ہیں۔

سنت یہ ہے کہ سفر میں سنت مؤکدہ نہ پڑھی جائے البتہ تہجد، وتر اور فجر کی سنتیں پڑھی جائیں۔

مطلق نفل نمازیں سفر اور حضر میں مشروع ہیں اسی طرح سے اسباب والی نمازیں بھی مشروع ہیں جیسے تحیۃ الوضو، طواف، طواف کی سنت، تحیۃ المسجد، چاشت کی نماز وغیرہ۔

پانچوں نمازوں کے بعد اذکار مردوں اور عورتوں کے لئے حضر اور سفر دونوں میں سنت ہیں۔

پائلٹ، کار یا کشتی یا ٹرین چلانے والے جو ہمیشہ سفر میں رہتے ہیں وہ سفر کے رخصت سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں جیسے قصر، جمع، روزہ نہ رکھنا، اور موزوں پر مسح کرنا وغیرہ۔

مسافر جب اپنے شہر واپس آئے تو وہ پہلے مسجد میں جائے اور دو رکعت نماز پڑھے۔

قصر میں جگہ کا اعتبار ہوگا نہ کہ وقت کا مثلاً اگر مسافر حالت حضر میں کوئی نماز بھول گیا ہو اور اس کو وہ نماز حالت سفر میں یاد آئے تو وہ قصر کے ساتھ پڑھے اور اگر قصر کی نماز حالت حضر میں یاد آئے تو اسے پوری پڑھے اور اگر حالت حضر میں نماز کا وقت ہو گیا پھر اس نے سفر کیا تو وہ اس وقت کی نماز کو قصر کے ساتھ پڑھے گا۔

اگر مسافر کو رکنا پڑے اور اس کی نیت اقامت کی نہ رہی ہو یا کسی ضرورت کو پوری کرنے کے لئے مطلق اقامت کی نیت کئے بغیر ٹھہر گیا ہو تو وہ قصر کے ساتھ نماز پڑھتا رہے اگرچہ مدت لمبی ہو جائے۔

جب نماز کا وقت ہو جائے پھر وہ سفر کرے تو نماز کو قصر و جمع کے ساتھ پڑھے اور اگر حالت سفر میں کسی نماز کا وقت ہو گیا ہو پھر وہ اپنے شہر میں داخل ہو تو پوری نماز پڑھے اور اس میں جمع و قصر نہیں۔

اگر جہاز میں ہو اور نماز کی جگہ نہ ملے تو اپنی جگہ پر کھڑا ہو کر قبلہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھ لے اور رکوع کے لئے جس طرح ہو سکے اشارہ کرے پھر کرسی پر بیٹھ جائے پھر جس طرح ہو سکے سجدہ کے لئے اشارہ کرے۔

جو شخص مکہ وغیرہ کا سفر کرے تو امام کے پیچھے پوری نماز پڑھے اور اگر امام کے ساتھ نماز نہ ملے تو سنت یہ ہے کہ وہ قصر کے ساتھ نماز پڑھے اور جو شخص سفر کرے اور کسی گاؤں سے گزرے اور اذان یا اقامت کی آواز سنے اور نماز نہ پڑھی ہو تو اگر چاہے تو اتر جائے اور جماعت کے ساتھ نماز پڑھ لے اور اگر چاہے تو اپنا سفر جاری رکھے۔

جو شخص ظہر اور عصر یا مغرب اور عشاء کے درمیان جمع کرنا چاہے وہ اذان دے پھر اقامت کہے پھر پہلی نماز پڑھے پھر دوبارہ اقامت کہے اور دوسری نماز پڑھے اور سارے نمازی جماعت کے ساتھ نماز پڑھیں اور اگر سردی ہو یا ہوا چلے یا بارش ہو تو وہ اپنی قیام گاہ میں نماز پڑھ لیں۔

سفر میں جمع:

مسافر ظہر اور عصر کے درمیان اور مغرب اور عشاء کے درمیان ان دونوں میں سے کسی کے وقت میں ترتیب سے جمع کرسکتا ہے اور اس وقت میں بھی کرسکتا ہے جو ان دونوں کے درمیان ہے پس اگر وہ ٹھہرا ہوا ہے تو جیسا مناسب ہو کرے اور اگر چل رہا ہو تو سنت یہ ہے کہ اگر کوچ کرنے سے پہلے سورج ڈوب جائے تو مغرب اور عشاء کو جمع تقدیم کے ساتھ پڑھے اور اگر سورج غروب ہونے سے پہلے کوچ کر چکا ہے تو مغرب کو عشاء تک مؤخر کرے پھر جمع تاخیر کے ساتھ دونوں کو پڑھے۔

اور اگر سوار ہونے سے پہلے زوال آفتاب ہوجائے تو ظہر اور عصر کے درمیان جمع تقدیم کرے اور اگر زوال آفتاب سے پہلے سوار ہوگیا ہے تو ظہر کو عصر تک مؤخر کردے پھر دونوں کے درمیان جمع تاخیر کرے۔

۱-حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب سفر میں ہوتے تو ظہر اور عصر کی نماز میں جمع کرتے اور مغرب اور عشاء میں بھی جمع کرتے۔ (بخاری/۱۱۰۷)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب سورج ڈھلنے سے پہلے کوچ کرتے تو ظہر کی نماز عصر کے وقت تک مؤخر کرتے پھر سواری سے اتر جاتے اور دونوں کو ملا کر پڑھتے اور اگر کوچ کرنے سے پہلے سورج ڈھل جاتا تو ظہر کی نماز پڑھ کر سوار ہوتے۔
(بخاری:۱۱۱۲، مسلم/۷۰۴)

حج میں جو لوگ عرفہ میں ہوں وہ قصر کریں اور ظہر اور عصر کی نماز جمع تقدیم کے ساتھ پڑھیں اور مزدلفہ میں بھی قصر کریں اور مغرب اور عشاء کو جمع تاخیر کے ساتھ پڑھیں جیسے کہ نبی ﷺ نے کیا ہے۔

مسافروں کو چاہئے کہ جماعت سے نماز پڑھیں اگر جماعت سے نماز پڑھنا آسان ہو ورنہ حسب استطاعت تنہا تنہا پڑھیں، جہاز، کشتی اور ٹرین وغیرہ میں کھڑے ہوکر نماز پڑھیں اور اگر کھڑے ہوکر پڑھنا ممکن نہ ہو تو بیٹھ کر نماز پڑھیں اور رکوع اور سجدہ کے لئے اشارہ کریں اور فرض نماز قبلہ کی طرف رخ کرکے پڑھیں مسافر کے لئے بہتر یہ ہے کہ اذان اور اقامت کہہ کر نماز پڑھے اگرچہ اکیلا ہو۔

مسافر سواری کی پیٹھ پر نفل نماز پڑھ سکتا ہے بہتر یہ ہے کہ وہ تکبیر تحریمہ کے وقت قبلہ کی طرف منہ کرے اگر ایسا کرنا آسان ہو ورنہ نماز پڑھے خواہ اس کی سواری اس کو جس طرف بھی لے جائے۔

حضر میں جمع:

حالت حضر میں بھی ظہر اور عصر یا مغرب اور عشاء کو ایک ساتھ پڑھنا بعض حالات میں جائز ہے مثلاً اگر مریض کے لئے الگ الگ نماز پڑھنے میں دشواری ہو رہی ہو یا سخت بارش والی یا بہت ٹھنڈی رات ہو یا کیچڑ ہو یا تیز ہوا چل رہی ہو اسی طرح مستحاضہ عورت، سلسل البول کا مریض اور جسے اپنی جان و مال یا اہل وعیال کے لئے خطرہ محسوس ہو اس کے لئے بھی جمع کرنا جائز ہے۔

۳-خوف کی نماز

اسلام ایک آسان دین ہے اور فرض نمازیں کسی حال میں بھی ساقط نہیں ہیں، مسلمان جب جہاد کے میدان میں ہوں اور دشمن سے خطرہ محسوس کریں تو ان کے لئے مختلف صورتوں میں خوف کی نماز پڑھنا جائز ہے ان میں مشہور صورتیں یہ ہیں:

۱-اگر دشمن قبلہ کی طرف ہے تو وہ اس طرح نماز پڑھیں:

امام اللہ اکبر کہے اور مسلمان اس کے پیچھے دو صف میں کھڑے ہوں اور سب اللہ اکبر کہیں اور سب رکوع کریں اور سب رکوع سے سر اٹھائیں پھر امام کے ساتھ وہ صف سجدہ کرے جو امام سے قریب ہے پھر جب وہ کھڑے ہوجائیں تو دوسری صف کے لوگ سجدہ کریں پھر کھڑے ہوجائیں پھر دوسری صف آگے بڑھ جائے اور پہلی صف پیچھے آجائے پھر امام ان کو پہلی رکعت کی طرح دوسری رکعت پڑھائے پھر سب لوگ سلام پھیریں۔

۲-اگر دشمن قبلہ کی طرف نہ ہو تو اس طرح نماز پڑھیں:

۱-امام اللہ اکبر کہے اور اس کے ساتھ ایک جماعت صف بنائے اور دوسری جماعت دشمن کی طرف کھڑی رہے پھر امام ان لوگوں کو ایک رکعت نماز پڑھائے جو اس کے ساتھ ہیں پھر کھڑا رہے

اور وہ لوگ نماز خود ہی پوری کر لیں پھر وہ چلے جائیں اور دشمن کی طرف کھڑے ہو جائیں پھر دوسری جماعت آئے اور امام ان کو بقیہ رکعت پڑھائے پھر بیٹھ جائے اور وہ لوگ خود ہی نماز پوری کر لیں پھر امام ان کے ساتھ سلام پھیرے نماز کے دوران ہلکا ہتھیار لئے رہیں اور دشمن سے چوکنا رہیں۔

۲- یا امام دونوں جماعتوں میں سے ایک جماعت کو دو رکعت پڑھادے اور وہ امام سے پہلے سلام پھیر کر چلی جائے پھر دوسری جماعت آئے اور امام انہیں آخری دو رکعت پڑھائے پھر ان کے ساتھ سلام پھیرے اس طرح امام کی چار رکعتیں ہوئیں اور ہر جماعت کی دو رکعت۔

۳- یا پہلی جماعت کو دو رکعت پوری نماز پڑھادے پھر سلام پھیر دے پھر دوسری جماعت کو بھی اسی طرح پڑھادے پھر سلام پھیر دے۔

۴- یا ہر جماعت امام کے ساتھ صرف ایک رکعت پڑھے اور دوسری رکعت پوری نہ کرے اور امام دو رکعت پڑھے یہ سب طریقے حدیث سے ثابت ہیں۔

۵- جب سخت خوف وخطرہ ہو اور دشمن مسلسل ہتھیار چلا رہا ہو تو پیدل یا سواری پر ایک رکعت نماز پڑھ لیں اور رکوع وسجدہ کے لئے اشارہ کریں خواہ قبلہ کی طرف ہو یا غیر قبلہ کی طرف اور اگر ایسا نہ کر سکتے ہوں تو نماز کو مؤخر کر دیں یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ ان کے اور ان کے دشمنوں کے درمیان فیصلہ کر دے پھر نماز پڑھیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿ حَافِظُوا عَلَى الصَّلَوَاتِ وَالصَّلَاةِ الْوُسْطَى وَقُومُوا لِلَّهِ قَانِتِينَ فَإِنْ خِفْتُمْ فَرِجَالًا أَوْ رُكْبَانًا فَإِذَا أَمِنتُمْ فَاذْكُرُوا اللَّهَ كَمَا عَلَّمَكُم مَّا لَمْ تَكُونُوا تَعْلَمُونَ ﴾ (بقرہ: ۲۳۸/۲۳۹) نمازوں کی حفاظت کرو، بالخصوص درمیان والی نماز کی اور اللہ تعالیٰ کے لئے باادب کھڑے رہا کرو، اگر تمہیں خوف ہو تو پیدل ہی سہی یا سواری ہی سہی، ہاں جب امن ہو جائے تو اللہ کا ذکر کرو جس طرح کی اس نے تمہیں اس بات کی تعلیم دی جسے تم نہیں جانتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے نبی کے ذریعے حضر

میں چار رکعت، سفر میں دو رکعت، اور خوف میں ایک رکعت نماز فرض کی ہے۔ (مسلم/ ۶۸۷)

مغرب کی نماز میں قصر نہیں ہے امام پہلی جماعت کو دو رکعت اور دوسری جماعت کو ایک رکعت نماز پڑھادے یا اس کے بالعکس۔

۱۴- جمعہ کی نماز

اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے لئے متعدد اجتماعات کو مشروع کیا ہے تا کہ ان کے درمیان الفت و محبت بڑھے چنانچہ محلے کے لوگ پانچوں نمازوں میں اکٹھا ہوتے ہیں شہر کے لوگ جمعہ اور عیدین میں اکٹھا ہوتے ہیں اور سارے ملکوں کے لوگ مکہ میں حج میں اکٹھا ہوتے ہیں یہ مسلمانوں کے چھوٹے بڑے اور متوسط اجتماعات ہیں۔

جمعہ کے دن کی فضیلت:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: سب سے بہتر دن جس پر سورج طلوع ہوا جمعہ کا دن ہے اس دن حضرت آدم علیہ السلام پیدا کئے گئے، اسی دن جنت میں داخل کئے گئے اور اسی دن جنت سے نکالے گئے اور قیامت بھی جمعہ کے دن آئے گی۔ (مسلم/ ۸۵۴)

جمعہ کی نماز کا حکم:

جمعہ کی نماز دو رکعت ہے، وہ ہر مذکر عاقل و بالغ، آزاد مقیم مسلمان پر واجب ہے جمعہ عورتوں، بچوں، مریض ومسافر اور غلام پر واجب نہیں لیکن ان میں سے کوئی اگر جمعہ کی نماز پڑھ لے تو اس کے لئے کافی ہوگی (یعنی ظہر نہیں پڑھنا پڑے گا) اگر مسافر ٹھہرا ہوا ہے اور اذان کی آواز سنتا ہے تو اس پر جمعہ لازم ہے۔

جمعہ کا وقت:

جمعہ کا افضل وقت سورج ڈھلنے کے بعد ظہر کی نماز کے آخری وقت تک ہے اور سورج ڈھلنے سے پہلے بھی جائز ہے۔

بہتر یہ ہے کہ جمعہ کی پہلی اور دوسری اذان کے درمیان کچھ وقفہ ہوتا کہ آدمی نماز کی تیاری کر سکے خاص طور سے جو دور سے آنے والے ہیں یا جو سوئے ہوئے اور غافل ہیں۔

جمعہ کی نماز اس کے وقت پر ادا کرنا واجب ہے نماز جمعہ میں شہر کے دو یا تین آدمی سے کم نہ ہوں جمعہ کی نماز سے پہلے دو خطبہ ہے جن میں اللہ کی حمد وثنا بیان کی جائے اس کا شکر ادا کیا جائے لوگوں کو اللہ کی اطاعت پر ابھارا جائے اور اللہ سے ڈرنے کی وصیت کی جائے۔

جمعہ کی نماز پڑھنے کے بعد ظہر پڑھنے کی ضرورت نہیں جمعہ کی نماز کی حفاظت کرنا واجب ہے اور جو شخص تین جمعہ سستی ولا پرواہی کی وجہ سے چھوڑ دے گا اللہ تعالیٰ اس کے دل پر مہر لگا دے گا۔

غسل کرنے اور جمعہ کی نماز کے لئے جلدی آنے کی فضیلت:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو کوئی جمع کے دن جنابت کا غسل کرے، پھر نماز کے لئے چلے تو تو گویا اس نے ایک اونٹ کی قربانی کی اور جو (اس کے بعد) دوسری گھڑی میں چلے اس نے گویا ایک گائے کی قربانی کی اور جو تیسری گھڑی میں چلے اس نے گویا سینگوں والا ایک مینڈھا قربان کیا اور جو چوتھی گھڑی میں چلے اس نے گویا ایک مرغی قربان کی اور جو کوئی پانچویں گھڑی میں چلے اس نے گویا انڈا اللہ کی راہ میں دیا پھر جب امام خطبہ کے لئے نکلتا ہے تو (یہ حاضری لکھنے والے) فرشتے مسجد میں آجاتے ہیں اور خطبہ سنتے ہیں۔

(بخاری: ۸۸۱، مسلم/ ۸۵۰)

۲-حضرت اوس بن اوس ثقفی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: جس نے جمعہ کے دن اپنے کپڑوں کو اچھی طرح دھویا اور خود غسل کیا پھر جلد تیار ہو کر صبح کے وقت پیدل چل کر مسجد آیا نہ کہ سوار ہو کر اور امام سے قریب ہو کر اس کا خطبہ سنا اور کوئی لغو کام نہیں کیا تو اس کے لئے ہر قدم کے بدلے ایک سال روزہ رکھنے اور نماز پڑھنے کا اجر ہے۔

(ابو داؤد/ ۳۴۵، ابن ماجہ/ ۱۰۸۷)

مسلمان کو وہ پانچوں گھڑیاں جاننا چاہئے وہ اس طرح سے کہ طلوع آفتاب سے لے کر امام کے

آنے کے وقت تک کا وقفہ پانچ گھڑیوں میں تقسیم کر لے اس طرح ہر گھڑی کی مقدار اسے معلوم ہو جائے گی۔

جمعہ کی نماز کے لئے آنے کا مستحب وقت طلوع آفتاب سے شروع ہو جاتا ہے اسی طرح غسل بھی ہے اور واجب وقت دوسری اذان کا وقت ہے جب امام آجائے۔

جس پر جمعہ واجب ہے اس کے لئے دوسری اذان ہو جانے کے بعد سفر کرنا جائز نہیں الا یہ کہ کوئی ضرورت ہو جیسے ساتھ چھوٹ جانے کا اندیشہ ہو یا سواری چھوٹ جانے کا اندیشہ ہو مثلاً، کشتی، گاڑی یا جہاز وغیرہ۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نُودِيَ لِلصَّلَاةِ مِن يَوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا إِلَىٰ ذِكْرِ اللَّهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ ذَٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ إِن كُنتُمْ تَعْلَمُونَ﴾ (جمعة/ ۹)

اے لوگو جو ایمان لائے ہو! جب جمعہ کے دن نماز کی اذان دی جائے تو تم اللہ کے ذکر کی طرف دوڑ پڑو اور خرید وفروخت چھوڑ دو یہ تمہارے حق میں بہت ہی بہتر ہے اگر تم جانتے ہو۔

جس شخص کو امام کے ساتھ جمعہ کی ایک رکعت نماز مل جائے وہ دوسری رکعت پوری کر لے اور جس کو ایک رکعت سے کم ملے وہ ظہر کی نیت کر کے چار رکعت پڑھے۔

مقتدیوں کے لئے سنت یہ ہے کہ وہ جمعہ، عیدین اور استسقاء کی نماز کے لئے جلدی آئیں اور امام جمعہ اور استسقاء میں خطبہ کے وقت آئے اور عیدین میں نماز کے وقت آئے۔

سنت یہ ہے کہ امام خطبہ مختصر اور زبانی یاد کر کے دے اور اپنے داہنے ہاتھ میں لاٹھی پکڑ لے اگر ضرورت ہو اور اگر کسی کاغذ پر لکھا ہوا پڑھ کر خطبہ دے تو اس کے لئے اپنے دائیں ہاتھ میں لے لے اور بائیں ہاتھ سے لاٹھی یا کمان یا منبر کی دیوار پر ٹیک لگا لے اگر ضرورت ہو۔

سنت یہ ہے کہ جس کو اچھی طرح عربی آتی ہو وہ جمعہ کا دونوں خطبہ عربی میں دے اور اگر حاضرین کی زبان میں اس کا ترجمہ کر دیا جائے تو اور بہتر ہے اور اگر عربی میں خطبہ دینا ممکن نہ ہو تو حاضرین کی زبان میں خطبہ دے، البتہ نماز صرف عربی زبان میں درست ہوگی۔

خطیب کی صفت:

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب خطبہ دیتے تو آپ کی دونوں آنکھیں سرخ ہوجاتیں آپ کی آواز بلند ہوجاتی آپ کا غصہ بڑھ جاتا گویا کہ آپ کسی لشکر سے ڈرانے والے ہوں جو یہ کہے کہ تمہارے پاس لشکر صبح کو آنے والا ہے اور تمہارے پاس لشکر شام کو آنے والا ہے۔ (مسلم/۸٦۷)

بہتر یہ ہے کہ امام ایسے منبر پر خطبہ دے جس میں تین سیڑھیاں ہوں وہ جب مسجد میں داخل ہوتو منبر پر چڑھ جائے پھر نمازیوں کی طرف اپنا رخ کرے اور انہیں سلام کرے پھر بیٹھ جائے یہاں تک کہ مؤذن اذان دے پھر پہلا خطبہ کھڑا ہوکر لاٹھی یا کمان پر ٹیک لگا کر دے پھر بیٹھ جائے، پھر دوسرا خطبہ اسی طرح کھڑے ہوکر دے۔

خطبہ کی صفت:

کبھی خطبہ حاجت (خطبہ نکاح) سے شروع کرے اور کبھی دوسری چیز سے، خطبہ حاجت کے الفاظ اس طرح ہیں:

"ان الحمدلله نحمده ونستعينه ونستغفره ونعوذبالله من شرور انفسنا ومن سيئآت اعمالنا ، من يهده الله فلا مضل له ومن يضلل فلا هادى له ، واشهد ا ن لا اله الاالله وحده لا شريك له واشهد ان محمداً عبده ورسوله " .

﴿يا ايها الذين آمنوا اتقوا الله حق تقاته ولا تموتن الا وانتم مسلمون﴾ (آل عمران/ ۱۰۲) اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے اتنا ڈرو جتنا ڈرنا چاہئے اور دیکھو مرتے دم تک مسلمان ہی رہنا۔

﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُواْ رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُم مِّن نَّفْسٍ وَاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالاً كَثِيراً وَنِسَاء وَاتَّقُواْ اللّهَ الَّذِي تَسَاءلُونَ بِهِ وَالأَرْحَامَ إِنَّ اللّهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيبًا﴾ (نساء/۱) اے لوگو! اپنے پروردگار سے ڈرو جس نے تمہیں ایک جان سے

پیدا کیا اور اس سے اس کی بیوی کو پیدا کرکے ان دونوں سے بہت سے مرد اور عورتیں پھیلا دیں اس اللہ سے ڈرو جس کے نام پر ایک دوسرے سے مانگتے ہو اور رشتے ناطے توڑنے سے بھی بچو بیشک اللہ تعالیٰ تم پر نگہبان ہے۔

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَقُولُوا قَوْلاً سَدِيداً يُصْلِحْ لَكُمْ أَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَمَن يُطِعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ فَازَ فَوْزاً عَظِيماً﴾ (الأحزاب/ ۷۰-۷۱) اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور سیدھی سیدھی (سچی) باتیں کیا کرو تا کہ اللہ تمہارے کام سنوار دے اور تمہارے گناہ معاف فرما دے اور جو بھی اللہ اور اس کے رسول کی تابعداری کرے گا اس نے بڑی مراد پالی۔

امابعد: کبھی ان آیات کو نہ پڑھے بلکہ امابعد کہنے کے بعد یہ کہے:

"فان خير الحديث كتاب الله وخير الهدىٰ هدى محمد وشر الامور محدثاتها وكل محدثة بدعة وكل بدعة ضلالة وكل ضلالة فى النار ". (ابو داؤد/۲۱۱۸، نسائی/۱۵۷۸، ابن ماجہ/۱۸۹۲)

خطبہ کا موضوع:

رسول اللہ ﷺ اور آپ کے اصحاب کا خطبہ مندرجہ ذیل چیزوں پر مشتمل ہوتا تھا، توحید و ایمان کا بیان، اللہ رب العزت کی صفات کا ذکر یا اصول و ایمان کا بیان اللہ کی نعمتوں کا ذکر، اس کی سخت گرفت کا بیان، اس کا ذکر و شکر کرنے کا حکم، دنیا کی مذمت، موت کا ذکر، جنت و جہنم کا بیان، اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت پر ابھارنا اور معصیت سے بچنا وغیرہ۔

امام خطبہ مختصر دے اور نماز لمبی پڑھائے حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھتا تھا آپ کی نماز نہ لمبی ہوتی نہ چھوٹی اور آپ کا خطبہ نہ لمبا ہوتا نہ چھوٹا (یعنی درمیانہ ہوتا) (مسلم/۸٦٦)

خطیب کے لئے مستحب یہ ہے کہ اپنے خطبہ میں قرآن کا بعض حصہ پڑھے اور کبھی کبھی سورہ ق پڑھے۔

مقتدیوں کے لئے مستحب یہ ہے کہ جب امام خطبہ کے لئے ممبر پر بیٹھ جائے تو وہ اپنا چہرہ امام کی طرف کرلیں، اس سے دل حاضر رہے گا اور خطیب کی ہمت افزائی ہوگی اور نیند بھی نہیں آئے گی۔

جمعہ کی نماز کی صفت:

جمعہ کی نماز دو رکعت ہے امام پہلی رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد سورہ جمعہ پڑھے اور جہری قرأت کرے اور دوسری رکعت میں سورہ منافقون پڑھے یا پہلی رکعت میں سورہ جمعہ پڑھے اور دوسری رکعت میں سورہ غاشیہ پڑھے یا پہلی رکعت میں سورہ اعلیٰ اور دوسری رکعت میں سورہ غاشیہ پڑھے اور اگر ان کے علاوہ پڑھے تب بھی جائز ہے پھر دو رکعت پڑھنے کے بعد سلام پھیرے۔

جمعہ کی سنت:

سنت یہ ہے کہ آدمی جمعہ کے بعد اپنے گھر میں دو رکعت نماز پڑھے اور کبھی کبھی چار رکعت دو سلام کے ساتھ پڑھے لیکن جب مسجد میں پڑھے تو چار رکعت دو سلام کے ساتھ پڑھے اور جمعہ سے پہلے کوئی سنت نہیں بلکہ جتنی چاہے نماز پڑھے۔

خطبہ کے دوران کلام کرنا اجر کو فاسد کردے گا اور اس پر گناہ ملے گا جب امام خطبہ دے رہا ہو تو کلام کرنا جائز نہیں البتہ امام کلام کرسکتا ہے اور وہ شخص بھی کلام کرسکتا ہے جس سے امام کسی مصلحت سے کلام کررہا ہے۔

خطبہ سے پہلے اور خطبہ کے بعد کسی مصلحت سے کلام کرنا جائز ہے اور جب امام خطبہ دے رہا ہو تو لوگوں کی گردنیں پھاند کر آگے جانا منع ہے اس طرح جمعہ کے دن جب امام خطبہ دے رہا ہو تو کپڑے میں گوٹ مار کر بیٹھنا منع ہے۔

کسی شہر میں اگر جمعہ کی نماز پڑھنے کی شرطیں پائی جائیں تو امام کی اجازت ضروری نہیں امام اجازت دے یا نہ دے جمعہ کی نماز پڑھی جائے گی، البتہ کسی شہر میں ایک جگہ سے زیادہ جگہوں میں جمعہ کی نماز قائم کرنا ضرورت کے وقت ہی جائز ہے اور امام کی اجازت کے بعد ہی جائز ہے جمعہ کی نماز شہر اور گاؤں میں پڑھی جائے گی اور بادیہ میں نہیں۔

جو شخص اس وقت مسجد میں داخل ہو جب امام خطبہ دے رہا ہو تو وہ اس وقت تک نہ بیٹھے جب تک دو ہلکی رکعتیں نہ پڑھ لے اور جس کو مسجد میں نیند آنے لگے تو سنت یہ ہے کہ وہ اپنی جگہ سے ہٹ کر دوسری جگہ بیٹھ جائے۔

جمعہ کے دن غسل کرنا سنت مؤکدہ ہے اور جس کے بدن سے ایسی بدبو آئے جس سے فرشتے اور لوگوں کو تکلیف پہنچے اس پر غسل واجب ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جمعہ کے دن غسل کرنا ہر بالغ پر واجب ہے۔ (بخاری /۸۵۸، مسلم:۸۴٦)

جمعہ کے دن غسل کرنے کے بعد خوشبو لگانا اور اچھے کپڑے پہننا اور مسجد کی طرف جلدی نکلنا اور امام سے قریب ہو کر بیٹھنا اور کثرت سے نفل نماز دعا اور قرآن پڑھنا سنت ہے۔

امام خطبہ بھی دے اور نماز بھی پڑھائے لیکن اگر کوئی آدمی خطبہ دے اور عذر کی وجہ سے کوئی دوسرا جمعہ کی نماز پڑھائے تب بھی جائز ہے۔

بہتر یہ ہے کہ جمعہ کے دن یا رات میں سورہ کہف پڑھی جائے جس نے جمعہ کے دن سورہ کہف پڑھی اس کے لئے آئندہ جمعہ تک ایک خاص نور کی روشنی رہے گی۔

جمعہ کے دن اور جمعہ کی رات کثرت سے نبی ﷺ پر درود بھیجنا چاہئے۔

جمعہ کے دن فجر کی نماز میں پہلی رکعت میں "**آلم تنزیل السجدة**" اور دوسری رکعت میں "**هل اتى على الانسان**" پڑھنا بہتر ہے۔

خطبہ میں دعا کے دوران امام اور مقتدیوں کا ہاتھوں کو اٹھانا مشروع نہیں اِلا یہ کہ جب امام پانی کے لئے دعا کرے اس وقت امام اور مقتدی دونوں ہاتھ اٹھائیں البتہ دعا پر پست آواز کے ساتھ آمین کہنا مشروع ہے۔

امام کے لئے اپنے خطبہ میں دعا کرنا مستحب ہے اور بہتر یہ ہے کہ، وہ اسلام اور مسلمانوں کی حفاظت اور آپس میں الفت وغیرہ کی دعا کرے دعا کے درمیان امام اپنی شہادت کی انگلی سے اشارہ کرے گا اور اپنے ہاتھوں کو نہیں اٹھائے گا۔

دعا قبول ہونے کی گھڑی:

جمعہ کے روز دن کے آخری حصہ میں عصر کے بعد ایک گھڑی ایسی ہے جس میں دعا قبول ہوتی ہے لہٰذا بندے کو اس وقت خوب دعا اور ذکر کرنا چاہئے یہ گھڑی بہت تھوڑی ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے جمعہ کے دن کا ذکر کیا تو فرمایا کہ اس میں ایک گھڑی ایسی ہے کہ اگر کوئی مسلمان بندہ کھڑے ہو کر اس میں نماز پڑھتا ہو اور اللہ سے کچھ مانگتا ہو تو اللہ تعالیٰ اس کو وہ چیز عنایت فرمائے گا پھر ہاتھ سے اشارہ کر کے آپ نے بتایا کہ وہ گھڑی تھوڑی ہے۔

جس کی جمعہ کی نماز فوت ہو جائے تو وہ چار رکعت ظہر پڑھ لے گا اگر وہ معذور ہے تو اس پر کوئی گناہ نہیں لیکن اگر معذور نہیں ہے تو اس پر گناہ ہوگا کیوں کہ اس نے جمعہ کی نماز میں کوتاہی برتی۔

حضرت ابو جعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے سستی و لاپرواہی کی وجہ سے تین جمعہ چھوڑ دیا تو اللہ تعالیٰ اس کے دل پر مہر لگا دے گا۔ (ابو داؤد/ ۱۰۵۲، ترمذی/ ۵۰۰)

اگر جمعہ کے دن عید پڑ جائے تو جن لوگوں نے عید کی نماز پڑھی ہے ان سے جمعہ کی نماز ساقط ہو جائے گی اور وہ ظہر پڑھیں گے البتہ امام سے جمعہ کی نماز ساقط نہیں ہوگی اور اس طرح ان لوگوں سے ساقط نہیں ہوگی جن لوگوں نے عید کی نماز نہیں پڑھی ہے لیکن اگر عید کی نماز پڑھنے والوں نے جمعہ کی نماز بھی پڑھ لی تو یہ ان کے لئے کافی ہے۔ (یعنی ان کو ظہر نہیں پڑھنی پڑے گی)

جمعہ کے دن اللہ کے نزدیک سب سے افضل نماز فجر کی نماز ہے جو کہ جماعت سے ادا کی جائے۔

۱۵- نفل نمازیں

یہ اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں پر احسان ہے کہ اس نے فرض نماز کے ساتھ کچھ نفل نمازوں کو مشروع کیا ہے تا کہ مؤمن کا ایمان بڑھ جائے اور فرائض میں جو کوتاہیاں ہوئی ہیں وہ قیامت کے دن ان کے ذریعہ پوری کر دی جائیں۔

بعض نمازیں واجب ہیں اور بعض بطور نفل ہیں اسی طرح بعض روزے واجب اور بعض بطور نفل ہیں اسی طرح حج اور صدقہ وغیرہ بھی ہے اور بندہ نوافل کے ذریعے اللہ سے قریب ہوتا رہتا ہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اس سے محبت کرنے لگتا ہے۔

نفل نمازوں کی بہت سی قسمیں ہیں:

۱- بعض کو جماعت سے پڑھا جا سکتا ہے، جیسے تراویح۔
۲- بعض کو جماعت سے نہیں پڑھا جا سکتا جیسے استخارہ کی نماز۔
۳- بعض فرائض کے تابع ہیں جیسے سنن رواتب۔
۴- بعض فرائض کے تابع نہیں ہیں جیسے چاشت کی نماز۔
۵- بعض کے لئے وقت مقرر ہے جیسے تہجد کی نماز۔
۶- بعض کے لئے وقت مقرر نہیں ہے جیسے مطلق نفل نماز۔
۷- بعض کسی سبب سے مقید ہیں جیسے تحیۃ المسجد، تحیۃ الوضوء۔
۸- بعض کسی سبب سے مقید نہیں ہیں جیسے نوافل۔
۹- بعض مؤکد ہیں جیسے عیدین، استسقاء، کسوف اور وتر کی نمازیں۔
۱۰- بعض مؤکد نہیں ہیں جیسے مغرب کی نماز سے پہلے نفل نماز۔

یہ بندوں پر اللہ تعالیٰ کا فضل و احسان ہے کہ اس نے ان کے لئے ایسی چیز کو مشروع کیا ہے جس کے ذریعے وہ اللہ سے قربت حاصل کر سکتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے مختلف قسم کی عبادتیں رکھی ہیں تا کہ اس کے ذریعہ وہ ان کے درجات بلند کرے ان کے گناہوں کو مٹائے اور ان کی نیکیاں کئی گنا کرے۔ فلله الحمد والشكر۔

—— ∘○○○∘ ——

۱-سنن رواتب

۱-سنن رواتب وہ ہیں جو فرض سے پہلے یا بعد میں پڑھی جاتی ہیں، ان کی دو قسمیں ہیں:

۱-سنن مؤکدہ اور یہ بارہ رکعتیں ہیں۔

۱-ظہر سے پہلے چار رکعتیں، ۲-ظہر کے بعد دو رکعتیں، ۳-مغرب کے بعد دو رکعتیں،
۴-عشاء کے بعد دو رکعتیں، ۵-فجر سے پہلے دو رکعتیں۔

رسول اللہ ﷺ کی اہلیہ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جو بھی مسلمان اللہ کی خاطر ہر دن فرض کے علاوہ بارہ رکعتیں نفل پڑھے گا اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت میں ایک گھر بنائے گا یا اس کے لئے جنت میں ایک گھر بنایا جائے گا۔(مسلم:۷۸۲)

کبھی دس رکعتیں پڑھے اور ظہر سے پہلے دو ہی رکعتیں پڑھے گا۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ظہر سے پہلے دو رکعتیں، ظہر کے بعد دو رکعتیں، مغرب کے بعد دو رکعتیں، عشاء کے بعد دو رکعتیں، جمعہ کے بعد دو رکعتیں پڑھیں اور مغرب، عشاء اور جمعہ کی نفل نماز آپ کے ساتھ آپ کے گھر میں پڑھی۔(بخاری/ ۹۳۷، مسلم/ ۷۲۹)

۲-سنن غیر مؤکدہ

مغرب اور عشاء کی نماز سے پہلے دو رکعتیں سنن غیر مؤکدہ ہیں اور عصر سے پہلے چار رکعتیں ہمیشہ پڑھنا چاہئے اس سے اللہ کی رحمت حاصل ہوتی ہے۔

مطلق نفل نماز دو دو رکعت رات اور دن میں مشروع ہے اور ان میں سب سے افضل تہجد کی نماز ہے۔

سب سے اہم سنت راتبہ:

سنن رواتب میں سب سے اہم فجر کی دونوں رکعتیں ہیں جو کہ ہلکی پڑھی جائیں پہلی رکعت میں

سورہ فاتحہ کے بعد ﴿ قل یا ایھا الکافرون ﴾ اور دوسری رکعت میں سورہ اخلاص پڑھی جائے یا پہلی رکعت میں ﴿ قولوا آمنا باللہ ﴾ (بقرہ/۱۳۶) پڑھی جائے اور دوسری رکعت میں ﴿ قل یا اھل الکتاب تعالوا ﴾ (آل عمران / ٦٤) اور کبھی ﴿ فلما أحس عیسیٰ منھم ﴾ (آل عمران/٥٢) پڑھی جائے۔

نبی ﷺ فجر کی دونوں رکعتیں، وتر اور تہجد سفر و حضر میں ہمیشہ پڑھتے تھے۔

جس کی سنن رواتب میں سے کوئی سنت عذر کی وجہ سے چھوٹ جائے وہ قضاء کرسکتا ہے۔

جب مسلمان وضو کرے اور ظہر کی اذان کے بعد مسجد میں داخل ہو اور دو رکعت نماز پڑھے اور اس میں تحیۃ المسجد، تحیۃ الوضوء اور ظہر کی سنت مؤکدہ سب کی نیت کرے تو ایسا کرنا اس کے لئے صحیح ہے اور یہ دو رکعتیں ان سب کے لئے کافی ہونگی۔

فرض نماز اور ان کی سنن رواتب کے درمیان چاہے وہ فرض سے پہلے ہوں یا بعد میں فصل کرنا بہتر ہے آدمی کو چاہئے کہ اس جگہ سے ہٹ جائے جہاں فرض نماز پڑھی ہے اور دوسری جگہ نفل پڑھے یا فرض اور سنت کے درمیان بات کرے۔

یہ نفل نمازیں مسجد میں بھی پڑھی جاسکتی ہیں اور گھر میں بھی لیکن گھر میں پڑھنا افضل ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اے لوگو! تم اپنے گھروں میں نفل نمازیں پڑھو اس لئے کہ سب سے افضل نماز وہ ہے جسے آدمی اپنے گھر میں پڑھے سوائے فرض نماز کے۔(بخاری/ ۷۳۱، مسلم/ ۷۸۱)

نفل نماز بیٹھ کر بھی پڑھی جاسکتی ہے خواہ کھڑے ہونے پر قادر ہو لیکن کھڑے ہو کر پڑھنا افضل ہے البتہ فرض نماز میں قیام ایک رکن ہے اور ہر شخص پر کھڑے ہو کر نماز پڑھنا واجب ہے سوائے اس شخص پر جو کھڑے ہونے پر قادر نہ ہو ایسا آدمی جس طرح ہو سکے نماز پڑھے جیسا کہ اس کا بیان گزر چکا ہے۔

جس نے کسی عذر کے بغیر بیٹھ کر نفل نماز پڑھی تو اس کے لئے کھڑے ہو کر پڑھنے والے کے ثواب کے نصف ثواب ہے اور اگر عذر ہے تو اس کو وہی ثواب ملے گا جو کھڑے ہو کر پڑھنے والے کو ملے گا، اور

اگر کوئی شخص عذر کی وجہ سے لیٹ کر نفل نماز پڑھے تو اس کو وہی ثواب ملے گا جو کھڑے ہو کر پڑھنے والے کو ملے گا، اور اگر عذر نہیں ہے تو اس کے لئے بیٹھ کر پڑھنے والے کے ثواب کے نصف ہے۔

۲- وتر کی نماز

وتر سنت مؤکدہ ہے اس پر رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو ابھارا ہے۔

آپ نے فرمایا ہے: "**الوتر حق علیٰ کل مسلم**" وتر ہر مسلمان پر واجب ہے۔

(ابو داؤد/ ۱۴۲۲، نسائی/ ۱۷۱۲)

وتر کا وقت:

وتر کا وقت عشاء کی نماز کے بعد سے فجر کی اذان تک ہے اور اسے رات کے آخری حصے میں پڑھنا افضل ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رات کے سب حصوں میں نماز وتر پڑھی ہے رات کے شروع حصے میں، بیچ کے حصے میں اور آخری حصے میں بھی، آپ کی نماز وتر سحر تک پہنچی ہے۔ (بخاری/ ۹۹۶، مسلم/ ۷۴۵)

وتر کی صفت:

وتر ایک رکعت یا تین رکعت یا پانچ رکعت یا سات رکعت یا نو رکعت ایک سلام کے ساتھ ہے۔

(مسلم/ ۷۴۶، نسائی/ ۱۷۱۳)

کم سے کم وتر ایک رکعت اور زیادہ سے زیادہ گیارہ رکعت یا تیرہ رکعت ہے، آدمی دو دو رکعت پڑھے اور آخر میں ایک رکعت پڑھے۔

اُدنیٰ کمال یہ ہے کہ تین رکعتیں دو سلام کے ساتھ ہوں یا آخر میں ایک سلام اور ایک تشہد کے ساتھ ہوں اور سنت یہ ہے کہ پہلی رکعت میں سورہ اعلیٰ دوسری رکعت میں سورہ کافرون، اور تیسری رکعت میں سورہ اخلاص پڑھے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ مجھے میرے خلیل (ﷺ) نے تین باتوں کی وصیت کی تھی اور یہ کہا تھا کہ میں انہیں اپنی موت تک نہ چھوڑوں، ہر مہینہ تین دن روزہ رکھنا، چاشت کی نماز پڑھنا اور وتر کی نماز پڑھ کر سونا۔ (بخاری: ۱۱۷۸، مسلم: ۷۲۱)

اگر پانچ رکعتیں پڑھے تو آخر میں ایک تشہد کے لئے بیٹھے پھر سلام پھیرے اور اگر سات رکعتیں پڑھے تب بھی ایسے ہی کرے اور اگر چھ کے بعد تشہد میں بیٹھ گیا ہو اور سلام نہ پھیرا ہو پھر کھڑا ہو جائے اور ساتویں رکعت پڑھے تو کوئی حرج نہیں۔

اگر نو رکعتیں پڑھے تو دو مرتبہ تشہد میں بیٹھے ایک مرتبہ آٹھ رکعت پڑھنے کے بعد بیٹھے اور سلام نہ پھیرے پھر کھڑا ہو جائے اور نویں رکعت پڑھے پھر دوبارہ تشہد میں بیٹھے اور سلام پھیرے لیکن افضل یہ ہے کہ ایک رکعت علیحدہ طور پر پڑھ کر طاق بنا لیا کرے پھر سلام پھیرنے کے بعد تین مرتبہ یہ کہے: ﴿**سبحان الملک القدوس**﴾ اور تیسری بار کھینچے۔

بہتر یہ ہے کہ تہجد کی نماز کے بعد وتر پڑھے لیکن اگر اسے اس بات کا خوف ہو کہ وہ رات میں نہیں اٹھ سکے گا تو سونے سے پہلے وتر پڑھ لے، رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: جو شخص اس بات سے ڈرے کہ رات کے آخری حصہ میں نہیں اٹھ سکے گا وہ رات کے شروع حصہ میں وتر کی نماز پڑھ لے اور جسے رات کے آخری حصے میں اٹھنے کی طمع ہو وہ رات کے آخری حصے میں وتر کی نماز پڑھے اس لئے کہ رات کے آخری حصے میں فرشتے حاضر ہوتے ہیں اور یہ افضل ہے۔ (مسلم/ ۷۵۵)

جو شخص رات کے شروع حصہ میں وتر کی نماز پڑھ چکا ہو پھر رات کے آخری حصہ میں نماز پڑھنا چاہے تو وہ جفت رکعتیں پڑھے اور وتر نہ پڑھے اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ ایک رات میں دو وتر نہیں ہے۔ (ابو داؤد/ ۱۴۳۹، ترمذی/ ۴۷۰)

وتر کی نماز میں کبھی کبھی دعائے قنوت پڑھنا سنت ہے واجب نہیں جو چاہے پڑھے اور جو چاہے نہ پڑھے رسول اللہ ﷺ سے یہ ثابت نہیں ہے کہ آپ نے وتر میں قنوت پڑھی ہے۔ وتر میں کبھی

کبھی قنوت پڑھنا مستحب ہے جو چاہے پڑھے اور جو چاہے نہ پڑھے۔ بہتر یہ ہے کہ چھوڑنا پڑھنے سے زیادہ ہو، نبی ﷺ سے یہ ثابت نہیں کہ آپ نے وتر میں قنوت پڑھی ہے۔

دعاء قنوت کی صفت:

مثال کے طور پر جب تین رکعت پڑھ لے تو تیسری رکعت میں قیام کے بعد رکوع سے پہلے اپنے دونوں ہاتھوں کو اٹھائے اور یہ کہے: **"اللھم اھدنی فیمن ھدیت ،وعافنی فیمن عافیت، وتولنی فیمن تولیت،وبارك لی فیما اعطیت ، وقنی شرما قضیت، انك تقضی ولا یقضیٰ علیك ، وانه لا یذل من والیت، تبارکت ربنا وتعالیت"**(ابوداؤد/١٤٢٥،ترمذی/٤٦٤)

یہ وہ دعا ہے جسے رسول اللہ ﷺ نے حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ کو وتر میں پڑھنے کے لئے سکھائی تھی۔

اور کبھی اس دعا سے شروع کرے جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ثابت ہے اور وہ دعا اس طرح ہے: **"اللھم ایاك نعبد ولك نصلی و نسجد والیك نسعی ونحفد نرجو رحمتك ونخشیٰ عذابك ان عذابك بالکافرین ملحق ،اللھم انا نستعینك ونستغفرك ونثنی علیك الخیر ولا نکفرك ونؤمن بك ونخضع لك ونخلع من یکفرك "**(بیہقی /٢ ٤٤١٣، ملاحظہ ہو ارواء الغلیل /٤٢٨)

پھر نبی ﷺ پر درود بھیجے۔

اور بعض ایسی دعائیں بھی پڑھے جو رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہیں لیکن بہت لمبی دعا نہ کرے بعض دعائیں یہ ہیں:

"اللھم اصلح لی دینی الذی ھو عصمة امری واصلح لتی دنیا ی التی فیھا معاشی واصلح لی آخرتی التی فیھا معادی واجعل الحیاۃ زیادۃ لی فی کل خیر واجعل الموت راحة لی من کل شر "(مسلم/٢٧١٠)

"اللھم انی اعوذ بك من العجز والکسل والجبن والبخل والھرم وعذاب القبر، اللھم آت نفسی تقواھا، وزکھا انت خیر من زکاھا ، انت ولیھا ومولاھا ، اللھم انی اعوذبك من علم لا ینفع ومن قلب لا یخشع ومن نفس لا تشبع ومن دعوۃ لا یستجاب لھا "(مسلم/٢٧٢٢)

پھر اپنے وتر کے آخر میں یہ دعا پڑھے:

"اللھم انی اعوذ برضاك من سخطك وبمعافاتك من عقوبتك ، واعوذبك منك لا احصی ثناءً علیك ، انت کما اثنیت علی نفسك "(ابوداؤد/١٤٢٧، ترمذی/٣٥٦٦)

پھر قنوت وتر کے آخر میں نبی ﷺ پر درود بھیجے اور دعا سے فارغ ہونے کے بعد اپنا ہاتھ اپنے چہرے پر نہ پھیرے اور قنوت ہمیشہ نہ پڑھے بلکہ کبھی کبھی پڑھے۔

وتر کے علاوہ دوسری نمازوں میں قنوت پڑھنا مکروہ ہے الا یہ کہ مسلمانوں پر کوئی مصیبت آجائے ایسی حالت میں امام آخری رکعت کے بعد اور کبھی رکوع سے پہلے فرض نمازوں میں قنوت پڑھ سکتا ہے۔

جو قنوت مصیبت نازل ہونے پر پڑھی جائے اس میں کمزور مسلمانوں کے لئے دعا کی جائے یا ظالم کفار کے لئے بددعا کی جائے یا دونوں کیا جائے۔

وتر قضاء کرنا:

اگر آدمی سو جائے اور وتر نہ پڑھ سکے یا بھول جائے تو جب بیدار ہو یا یاد آئے اسے پڑھ لے، فجر کی اذان اور اقامت کے درمیان اگر اس کی قضا کر رہا ہے تو اسی طرح پڑھے جس طرح عام طور پر اس کے پڑھنے کا حکم ہے اور اگر دن میں قضاء کر رہا ہے تو طاق کے بجائے جفت پڑھے مثلاً اگر رات میں گیارہ رکعت پڑھتا تھا تو دن میں بارہ رکعت پڑھے اور دو دو رکعت پڑھے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی تہجد کی نماز درد وغیرہ کی وجہ سے اگر فوت ہو جاتی تو آپ دن میں بارہ رکعت پڑھتے تھے۔(مسلم:٧٤٦)

آدمی کی سب سے بہتر نفل نماز وہ ہے جو گھر میں پڑھی جائے البتہ فرض نماز مسجد ہی میں پڑھی جائے اس طرح وہ نماز بھی مسجد میں پڑھی جائے جس کے لئے جماعت مشروع ہے مثلاً کسوف اور تراویح کی نماز وغیرہ۔

جس شخص نے بلا عذر نفل نماز بیٹھ کر پڑھی اس کے لئے کھڑے ہوکر نماز پڑھنے والوں کے اجر کے نصف اجر ہے لیکن اگر عذر ہے تو اس کو کھڑے ہوکر پڑھنے والوں کے اجر کی طرح ہی اجر ملے گا یہاں تک کہ اگر کوئی شخص نفل نماز کسی عذر کی وجہ سے چت لیٹ کر پڑھے تو اس کو بھی کھڑے ہوکر پڑھنے والوں کے اجر کی طرح ہی اجر ملے گا اور بغیر عذر کے لیٹ کر پڑھے تو اسے بیٹھ کر نماز پڑھنے والے کے اجر کے نصف اجر ملے گا۔

جو شخص سفر میں ہو اس کے لئے سنت یہ ہے کہ اپنی سواری پر وتر پڑھ لے اور تکبیر تحریمہ کے وقت قبلہ کی طرف اپنا رخ کرے اگر ممکن ہو ورنہ جس طرف بھی اس کو سواری لے جائے ادھر پڑھے۔

جو شخص وتر کی نماز پڑھ لے وہ اس کے بعد دو رکعت نفل نماز بیٹھ کر پڑھے پھر رکوع کرنا چاہے تو کھڑا ہو جائے پھر رکوع کرے۔

۳-تراویح کی نماز

تراویح کی نماز سنت مؤکدہ ہے یہ نبی ﷺ کے فعل سے ثابت ہے یہ ان نوافل میں سے ہے جس کے لئے رمضان میں جماعت مشروع کی گئی ہے۔

اس کا نام تراویح اس لئے پڑا کیوں کہ لوگ ہر چار رکعت کے درمیان آرام کے لئے بیٹھتے تھے اس لئے کہ وہ لمبی قرأت کرتے تھے۔

تراویح کی نماز کا وقت:

تراویح رمضان کے مہینے میں عشاء کی نماز کے بعد سے طلوع فجر تک پڑھی جاسکتی ہے یہ مردوں اور عورتوں کے لئے سنت ہے نبی کریم ﷺ نے رمضان میں رات میں تراویح پڑھنے پر لوگوں کو

ابھارا ہے آپ نے فرمایا: جس شخص نے ایمان کے ساتھ اور ثواب کی نیت سے رات میں نماز پڑھی تو اس کے اگلے گناہ معاف کردیئے جاتے ہیں۔ (بخاری ۲۰۰۹، مسلم/۷۵۹)

تراویح کی نماز کی صفت:

سنت یہ ہے کہ امام مسلمانوں کو گیارہ رکعت یا تیرہ رکعت تراویح کی نماز پڑھائے اور ہر دو رکعت کے بعد سلام پھیرے یہی افضل ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا گیا کہ نبی ﷺ رمضان میں کتنی رکعت تراویح یا تہجد کی رکعتیں پڑھتے تھے انہوں نے کہا کہ آپ رمضان میں اور غیر رمضان میں گیارہ رکعتوں سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے پہلے چار رکعتیں پڑھتے تھے ان کی خوبصورتی اور درازی کے بارے میں کیا پوچھنا پھر چار رکعت پڑھتے تھے ان کی خوبصورتی اور درزای کا کیا پوچھنا پھر تین رکعتیں پڑھتے تھے۔ (بخاری/۱۱٤۷)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ رات میں تیرہ رکعتیں پڑھتے تھے۔(بخاری/ ۱۱۳۸، مسلم/۷٦٤)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ عشاء کی نماز کے بعد سے فجر تک گیارہ رکعتیں پڑھتے تھے اور ہر دو رکعت کے بعد سلام پھیرتے تھے اور ایک رکعت وتر پڑھتے تھے۔ (مسلم/۷۳٦)

سنت یہ ہے کہ امام تراویح کی نماز رمضان کے شروع اور آخر میں گیارہ رکعت یا تیرہ رکعت پڑھے لیکن رمضان کے آخری عشرے میں خاص طور سے بھی نماز پڑھے اس لئے کہ نبی کریم ﷺ ان ایام میں پوری رات نماز پڑھتے تھے اور اگر کم یا زیادہ پڑھ لیا ہے تو کوئی حرج نہیں ہے۔

مقتدی کے لئے افضل یہ ہے کہ جب تک امام نماز سے فارغ نہ ہو جائے اس وقت تک اس کے ساتھ نماز پڑھتا رہے چاہے امام گیارہ رکعت پڑھے یا تیرہ رکعت پڑھے یا تیئیس رکعت پڑھے یا کم پڑھے یا زیادہ پڑھے تا کہ اس کے لئے پوری رات کے قیام کا اجر لکھا جائے۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جس نے امام کے ساتھ رات میں اس وقت تک نماز پڑھی جب تک وہ فارغ نہ ہوجائے تو اس کے لئے ایک رات کے قیام کا اجر لکھا جاتا ہے۔(ابــو داؤد/ ٨٣٧٥، ترمذی/ ٨٠٦)

رمضان میں نمازیوں کی امامت وہ شخص کرے جس کی قرأت اچھی ہو اور جس کو قرآن اچھی طرح یاد ہو اور اگر ایسا شخص نہ ملے تو امام مصحف سے پڑھے اور بہتر یہ ہے کہ رمضان میں مقتدیوں کو پورا قرآن سنائے اور اگر ایسا نہ ہوسکے تو قرآن کا بعض حصہ ان کو پڑھ کر سنائے۔

رمضان میں دعاء ختم قرآن نماز میں پڑھنا مشروع نہیں جو اسے پڑھنا چاہے وہ نماز سے باہر پڑھے اس لئے کہ یہ نبی ﷺ سے ثابت نہیں ہے اور نہ کسی صحابی سے ثابت ہے۔

جو شخص تہجد کی نماز پڑھتا ہو اور وہ رات کے آخری حصہ میں نماز پڑھتا ہے وہ تہجد کے بعد وتر پڑھے لیکن اگر امام کے ساتھ نماز پڑھ لیا ہے اور اس کے ساتھ وتر بھی پڑھ چکا ہے تو جب رات کے آخری حصہ میں نماز کے لئے کھڑا ہو تو جفت نماز پڑھے۔

اگر عورت مسجد میں فرض یا نفل نماز کے لیے جانا چاہے تو وہ معمولی کپڑا پہن کر نکلے۔(جو روزانہ استعمال کے لئے ہوتا ہے) اور خوشبو نہ لگائے۔

اگر لوگوں کو تراویح کی نماز دو امام پڑھائیں تو جو شخص دونوں کے پیچھے نماز پڑھے گا اس کے لئے قیام اللیل کا ثواب ہوگا کیوں کہ دوسرا امام پہلے کا نائب ہے اور اسی نماز کی تکمیل کرتا ہے۔

۴-تہجد کی نماز

تہجد کی نماز مطلق نوافل میں سے ہے اور یہ سنت مؤکدہ ہے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو اس کا حکم دیا تھا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿يَا أَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ قُمِ اللَّيْلَ إِلَّا قَلِيلًا نِصْفَهُ أَوِ انقُصْ مِنْهُ قَلِيلًا أَوْ زِدْ عَلَيْهِ وَرَتِّلِ الْقُرْآنَ تَرْتِيلًا﴾(مزمل/ ١-٤) اے کپڑے میں لپٹنے والے رات کے

وقت نماز میں کھڑے ہوجاؤ مگر آدھی رات یا اس سے بھی کچھ کم کرلے یا اس پر بڑھادے اور قرآن کو ٹھہر ٹھہر کر صاف پڑھا کر۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَمِنَ اللَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهِ نَافِلَةً لَّكَ عَسَى أَن يَبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَاماً مَّحْمُودا﴾ (اسراء: ٧٩) رات کے کچھ حصے میں تہجد کی نماز میں قرآن کی تلاوت کریں یہ زیادتی آپ کے لئے ہے عنقریب آپ کا رب آپ کو مقام محمود میں کھڑا کرے گا۔

٣-اللہ تعالیٰ نے متقیوں کی صفت اس طرح بیان کی ہے: ﴿كَانُوا قَلِيلاً مِّنَ اللَّيْلِ مَا يَهْجَعُونَ وَبِالْأَسْحَارِ هُمْ يَسْتَغْفِرُونَ﴾(ذاریات/ ١٧-١٨) وہ رات کو بہت کم سویا کرتے تھے اور وقت سحر استغفار کیا کرتے تھے۔

رات میں تہجد پڑھنے کی فضیلت:

رات میں تہجد پڑھنا افضل اعمال میں سے ہے وہ دن میں نفل نماز پڑھنے سے افضل ہے کیونکہ رات کی تنہائی میں آدمی پوری طرح اپنا دل اللہ کی طرف لگاتا ہے اپنی نیند حرام کرتا ہے اور اس میں اخلاص زیادہ ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿إِنَّ نَاشِئَةَ اللَّيْلِ هِيَ أَشَدُّ وَطْءاً وَأَقْوَمُ قِيلا﴾(مزمل/ ٦)

بیشک رات کا اٹھنا دل جمعی کے لئے انتہائی مناسب ہے اور بات کو بہت درست کردینے والا ہے۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: بندہ اللہ تعالیٰ سے سب سے قریب رات کے آخری حصہ میں ہوتا ہے، پس اگر تم اس ساعت میں ان لوگوں میں سے بن سکو جو اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہیں تو ایسا کرو اس لئے کہ اس وقت فرشتے حاضر ہوتے ہیں۔(ترمذی/ ٣٥٧٩، نسائی/ ٥٧٢)

نبی کریم ﷺ سے پوچھا گیا کہ فرض کے بعد کون سی نماز افضل ہے، آپ نے فرمایا: فرض نماز کے بعد سب سے افضل تہجد کی نماز ہے۔(مسلم/ ١١٦٣)

رات میں ایک گھڑی ایسی ہے جس میں دعا قبول ہوتی ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: رات

میں ایک ایسی گھڑی ہے کہ اگر کوئی مسلمان اس میں اللہ تعالیٰ سے دنیا وآخرت کی کوئی بھلائی مانگے تو اللہ اس کو عطا کرتا ہے اور وہ گھڑی ہر رات میں ہے۔ (مسلم/۷۵۷)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ہر رات کو جب تہائی رات کا آخری حصہ رہ جاتا ہے نچلے آسمان پر اترتا ہے اور کہتا ہے کہ کون مجھ سے دعا کرے گا میں اس کی دعا قبول کروں گا، کون مجھ سے مانگے گا اسے دوں گا، کون مجھ سے بخشش طلب کرے گا میں اسے بخش دوں گا۔ (بخاری/۱۱۴۵، مسلم/۷۵۸)

مسلمان کو پاکی کی حالت میں سونا چاہئے جو پاک رہ کر رات گزارتا ہے اس کے پاس ایک فرشتہ رات گزارتا ہے پھر جب وہ بیدار ہوتا ہے تو فرشتہ کہتا ہے اے اللہ! تو اپنے فلاں بندے کو بخش دے اس لئے کہ اس نے پاک رہ کر رات گزاری ہے۔ (ابن حبان: ۱۰۵۱، السلسلة الصحيحة: ۲۵۳۹)

مسلمان کو عشاء کے بعد جلدی سونا چاہئے تا کہ وہ تہجد کی نماز کے لئے اٹھ سکے، سنت یہ ہے کہ اس وقت اٹھے جب مرغ کی آواز سنے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب آدمی (رات کو) سوجاتا ہے تو شیطان اس کی گدی پر تین گرہیں لگاتا ہے اور ہر گرہ پر یہ پڑھ کر پھونک دیتا ہے بڑی رات پڑی ہے (بے فکر) سوجا، پھر اگر آدمی جاگا اور اللہ کی یاد کی تو ایک گرہ کھل جاتی ہے پھر اگر وضو کرے تو دوسری گرہ کھل جاتی ہے پھر اگر نماز پڑھے تو تیسری گرہ کھل جاتی ہے اور آدمی صبح کے وقت ہشاش بشاش رہتا ہے ورنہ پژمردہ اور سست رہتا ہے۔ (بخاری: ۱۱۴۲، مسلم: ۷۷۶)

ایک مسلمان کو تہجد کی نماز کا حریص بننا چاہئے اسے چھوڑنا نہیں چاہئے نبی ﷺ رات میں اتنی دیر تک نماز پڑھتے کہ آپ کے دونوں قدم سوج جاتے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ آپ ایسا کیوں کرتے ہیں جب کہ اللہ نے آپ کے اگلے اور پچھلے گناہ معاف کردیئے ہیں، آپ نے فرمایا: کیا میں اللہ کا شکر گزار بندہ بننا پسند نہ کروں۔ (بخاری: ۴۸۳۷، مسلم: ۲۸۲۰)

تہجد کی نماز:

تہجد کی نماز وتر کے ساتھ گیارہ یا تیرہ رکعت ہے۔

تہجد کی نماز کا وقت:

رات کی نماز کا سب سے افضل وقت رات کا آخری تہائی حصہ ہے، آدمی رات کو دو حصوں میں تقسیم کرے دوسرے حصے کی پہلی تہائی میں نماز کے لئے کھڑا ہو، پھر رات کے آخری حصہ میں سو جائے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ کے نزدیک سب سے محبوب نماز حضرت داؤد علیہ السلام کی نماز ہے اور سب سے محبوب روزہ حضرت داؤد علیہ السلام کا روزہ ہے، وہ آدھی رات تک سوتے اور ایک تہائی رات میں عبادت کرتے اور پھر چھٹے حصے میں سو جاتے اور ایک دن روزہ رکھتے اور ایک دن افطار کرتے۔ (بخاری/۱۱۳۱، مسلم/۱۱۵۹)

تہجد کی نماز کی صفت:

آدمی سونے کے وقت تہجد کی نماز کی نیت کرے لیکن اگر سو گیا اور اٹھ نہ سکا تو اس کے لئے وہی ثواب لکھا جائے گا۔ جو اس نے نیت کی تھی اور اس کی نیند اللہ کی طرف سے اس پر صدقہ ہو جائے گی اور اگر تہجد کے لئے اٹھ جائے تو اپنے چہرے سے نیند پوچھے اور آل عمران کی آخری دس آیتیں:

﴿ان فی خلق السمٰوات﴾ پڑھے، مسواک کرے، اور وضو کرے، پھر دو ہلکی رکعتیں پڑھ کر تہجد کا آغاز کرے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ جب تم میں سے کوئی شخص تہجد کے لئے کھڑا ہو تو وہ اپنی نماز دو ہلکی رکعتیں پڑھ کر شروع کرے۔ (مسلم/۷۶۸)

پھر دو دو رکعت پڑھے اور سلام پھیرتا رہے، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک شخص نے کہا کہ اے اللہ کے رسول! تہجد کی نماز کیسے پڑھی جائے؟ آپ نے فرمایا دو دو رکعت کرکے اور جب صبح ہونے کا اندیشہ ہو تو ایک رکعت پڑھ کر سب کو طاق کرے۔ (بخاری: ۱۱۳۷، مسلم/۷۴۹)

مستحب یہ ہے کہ معلوم رکعتیں ہوں اور اگر سو گیا ہے تو جفت رکعتیں پڑھ کر قضاء کرے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہسے رات میں رسول اللہ ﷺ کی نماز کے بارے میں پوچھا گیا، انہوں نے کہا کہ آپ کبھی سات رکعتیں پڑھتے، کبھی نو اور کبھی گیارہ، فجر کی سنتوں کے علاوہ۔ (بخاری/۱۱۳۹)

آدمی تہجد کی نماز اپنے گھر میں پڑھے اور اپنے گھر والوں کو بھی جگائے اور کبھی ان کو نماز بھی پڑھائے۔ لمبا سجدہ کرے جو پچاس آیتوں کی قرأت کے برابر وقت لے اور اگر اس پر نیند غالب ہو جائے تو سو جائے، اور مستحب یہ ہے کہ قیام اور قرأت بھی لمبی کرے اور قرآن کا ایک پارہ یا اس سے زیادہ پڑھے کبھی جہری قرأت کرے اور کبھی سری، جب رحمت کی آیت سے گزرے تو اللہ تعالیٰ سے رحمت کا سوال کرے اور جب عذاب کی آیت سے گزرے تو اللہ تعالیٰ سے اس سے بچنے کی دعا کرے اور جب کسی ایسی آیت سے گزرے جس میں اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کی گئی ہو تو اس کی پاکی بیان کرے۔

پھر اپنی تہجد کی نماز رات میں وتر پڑھ کر ختم کرے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ تم رات میں اپنی آخری نماز وتر کو بناؤ۔ (بخاری/۹۹۸، مسلم/۷۵۱)

۵-عیدین کی نماز

اسلام میں تین عیدیں ہیں:

۱-عیدالفطر: یہ ہر سال یکم شوال کو ہے۔

۲-عیدالاضحیٰ: یہ ہر سال دس ذی الحجہ کو ہے۔

۳-ہفتہ کی عید: یہ جمعہ کا دن ہے اس کے بارے میں بحث گزر چکی ہے۔

عیدالفطر کی نماز:

رمضان کے روزے مکمل ہونے کے بعد پڑھی جاتی ہے، عیدالاضحیٰ کی نماز حج کا فریضہ ادا

کرنے کے بعد عشرہ ذی الحجہ کے اختتام پر پڑھی جاتی ہے یہ دونوں اسلام کے محاسن میں سے ہیں مسلمان ان دونوں عظیم عبادتوں کو ادا کرنے کے بعد ان دونوں نمازوں کو اللہ کا شکر ادا کرنے کے لئے پڑھتے ہیں۔

عیدین کی نماز کا حکم:

یہ سنت مؤکدہ ہے اور ہر مسلمان مرد اور عورت پر ہے۔

عیدین کی نماز کا وقت:

یہ اس وقت شروع ہوتا ہے جب سورج ایک نیزہ بلند ہو جائے اور سورج ڈھلنے تک رہتا ہے، اور اگر سورج ڈھلنے کے بعد لوگوں کو عید کا پتہ چلے تو وہ دوسرے دن اس کے وقت پر نماز پڑھیں اور قربانی کا جانور عیدالاضحیٰ کی نماز پڑھنے کے بعد ہی ذبح کریں۔

عیدین کی نماز کے لئے نکلنے کی صفت:

عید کی نماز میدان میں پڑھی جائے، آدمی غسل کر کے اچھا کپڑا پہن کر خوشی کا اظہار کرتے ہوئے عیدگاہ کی طرف نکلے اور عورتیں بھی لوگوں کے ساتھ نماز کے لئے نکلیں لیکن زینت ظاہر کرتے ہوئے خوشبو لگا کر نہ نکلیں، حائضہ عورتیں خطبہ میں شرکت کریں لیکن نماز پڑھنے کی جگہ سے دور بیٹھیں۔

بہتر یہ ہے کہ مقتدی صبح کے بعد پیدل چل کر عیدگاہ جلدی آئیں اور امام نماز کے وقت آئے، سنت یہ ہے کہ ایک راستے سے آئیں اور دوسرے راستے سے جائیں۔ سنت یہ ہے کہ عیدالفطر کے دن نکلنے سے پہلے چند طاق کھجوریں کھالیں اور عیدالاضحیٰ کے دن نماز پڑھنے سے پہلے کچھ نہ کھائے اپنی قربانی کا گوشت کھائے، اگر اس نے قربانی کی ہے۔

عیدین کی نماز کی جگہ:

عیدین کی نماز شہر سے قریب میدان میں پڑھی جائے جب آدمی عیدگاہ پہنچے تو دو رکعت نماز پڑھے اور بیٹھ کر اللہ کا ذکر کرے اور عید کی نماز مساجد میں نہ پڑھی جائے الا یہ کہ کوئی عذر ہو جیسے بارش وغیرہ۔

جو شخص عید گاہ پہنچے وہ عید کی نماز سے پہلے یا عید کی نماز کے بعد نفل پڑھ سکتا ہے جب تک وہ وقت نہ ہو جائے جس میں نماز پڑھنا منع ہے، ایسی صورت میں اس کے لئے صرف تحیۃ المسجد مشروع ہے، نمازی جب عید گاہ سے اپنے گھر واپس آئے تو بہتر یہ ہے کہ دو رکعت نماز پڑھے۔

عیدین کی نماز کی صفت:

جب نماز کا وقت ہو جائے تو امام آگے بڑھے اور لوگوں کو دو رکعت نماز پڑھائے، اس میں اذان اور اقامت نہیں ہے امام پہلی رکعت میں سات تکبیریں کہے یا تکبیر تحریمہ کے ساتھ آٹھ تکبیریں کہے اور دوسری رکعت میں قیام کے بعد پانچ تکبیریں کہے پھر وہ جہراً سورۃ فاتحہ پڑھے اور پہلی رکعت میں سورہ اعلیٰ اور دوسری رکعت میں سورہ غاشیہ پڑھے یا پہلی رکعت میں سورۃ ق اور دوسری رکعت میں اقتربت الساعۃ پڑھے، بہتر یہ ہے کہ کبھی یہ پڑھے کبھی وہ پڑھے تاکہ سنت زندہ ہو، جب امام سلام پھیر دے تو لوگوں کی طرف رخ کر کے ایک خطبہ دے جس میں اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا اور شکر بیان کرے اور لوگوں کو اس کی شریعت کے وجوب کو بتائے اور لوگوں کو صدقہ پر ابھارے اور عید الاضحیٰ میں قربانی کرنے پر لوگوں کو آمادہ کرے اور اس کے احکام بتائے۔

اگر عید جمعہ کے دن پڑ جائے تو جس نے عید کی نماز پڑھ لی ہے اس سے جمعہ ساقط ہے وہ ظہر پڑھے، البتہ امام اور جس نے عید کی نماز نہیں پڑھی ہے اس پر جمعہ کی نماز لازم ہے۔

اگر امام تکبیر زوائد میں سے کوئی تکبیر بھول جائے اور قرأت شروع کر دے تو وہ تکبیر ساقط ہو جائے گی اس لئے کہ وہ سنت ہے اور اس کا محل فوت ہو چکا ہے۔

نمازی تکبیر کے ساتھ اپنے دونوں ہاتھوں کو اٹھائے جیسا کہ فرض اور نفل نماز کے باب میں اس کا بیان ہے، البتہ تکبیر زوائد کے ساتھ عیدین اور استسقاء کی نماز میں اپنے ہاتھوں کو نہ اٹھائے۔

امام اپنے خطبہ میں عورتوں کو بھی نصیحت کرے اور ان پر جو چیز واجب ہے اس کو یاد دلائے اور انہیں صدقہ کرنے پر ابھارے۔

اگر امام کے سلام پھیرنے سے پہلے کوئی شخص عید کی نماز میں پہنچے تو وہ اس کی صفت کے مطابق نماز پوری کرے اور اگر نماز فوت ہو جائے تب بھی اس کی صفت کے مطابق قضاء کر لے۔

جب امام عید کی نماز پڑھا چکے تو جو شخص عید گاہ سے جانا چاہے وہ چلا جائے اور جسے بیٹھ کر خطبہ سننا ہو وہ بیٹھ کر خطبہ سنے اور خطبہ سننا افضل ہے۔

عیدین کے ایام میں گھروں، بازاروں، راستوں اور مساجد وغیرہ میں زور زور سے تکبیر کہنا بہتر ہے، البتہ عورتیں اجنبیوں کی موجودگی میں زور زور تکبیر نہ کہیں۔

تکبیر کے اوقات:

عید الفطر میں تکبیر کا وقت عید کی رات سے عید کی نماز پڑھ لینے تک ہے اور عید الاضحیٰ میں عشرہ ذی الحجہ کے داخل ہونے سے لے کر ۱۳/ ذی الحجہ کو غروب آفتاب تک ہے۔

تکبیر کی صفت:

۱- تکبیر یا تو جفت کہی جائے یعنی اس طرح: اللہ اکبر، اللہ اکبر، لا الہ الااللہ، واللہ اکبر اللہ اکبر، وللہ الحمد۔

۲- یا طاق کہی جائے یعنی اس طرح: اللہ اکبر اللہ اکبر، اللہ اکبر، لاالہ الااللہ، واللہ اکبر، اللہ اکبر، اللہ اکبر، وللہ الحمد۔

۳- یا پہلے میں طاق ہو اور دوسرے میں جفت یعنی اس طرح: اللہ اکبر اللہ اکبر اللہ اکبر لا الہ الا اللہ، واللہ اکبر اللہ اکبر وللہ الحمد۔

بہتر یہ ہے کہ کبھی ایسا کہے اور کبھی ویسا۔

ان کے علاوہ مختلف موقعوں پر جو بھی عید منائی جاتی ہے جیسے: ہجری، یا عیسوی سال کے پہلے دن، شب معراج، نصف شعبان کی رات، عید میلاد النبی، عید الام وغیرہ جو آج کل مسلمانوں میں پھیل گئی ہے وہ سب بدعت ہے جس نے اسے منایا، یا اس کی طرف بلایا یا اس پر مال خرچ کیا وہ گناہ گار ہوگا۔

٦-کسوف کی نماز (گہن کی نماز)

خسوف کا مطلب ہے کہ چاند کی روشنی یا اس کا بعض حصہ چلا جائے۔ کسوف کا مطلب ہے کہ سورج کی روشنی یا اس کا بعض حصہ چھپ جائے، سورج اور چاند گہن اللہ کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں جن کے ذریعے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو ڈراتا ہے۔

کسوف اور خسوف کی نماز سنت موکدہ ہے اور ہر مسلمان مرد اور عورت پر ہے۔ اور سفر و حضر دونوں حالتوں میں ہے۔ جب سورج یا چاند کو گہن لگے تو مسجدوں اور گھروں میں نماز پڑھنا چاہئے اور مسجدوں میں نماز پڑھنا افضل ہے و زلزلے کے کچھ اسباب ہیں، بجلی گرنے کے کچھ اسباب ہیں، آتش فشاں پہاڑوں کے پھٹنے کے کچھ اسباب ہیں اسی طرف کسوف خسوف کے بھی کچھ اسباب ہیں اللہ تعالیٰ ان کے ذریعے بندوں کو ڈرانا چاہتا ہے تاکہ وہ اس کی طرف رجوع کریں۔

کسوف کی نماز کی صفت:

کسوف کی نماز میں اذان واقامت نہیں ہے لیکن اگر رات یا دن میں کسوف ہو جائے تو لوگوں کو نماز کے لئے اس طرح پکارا جائے: جماعت سے نماز پڑھنے کے لئے اکٹھا ہو جاؤ، ایسا ایک مرتبہ یا کئی مرتبہ کہا جائے۔

امام اللـــہ اکبـر کہے پھر سورہ فاتحہ اور کوئی لمبی سورت جہراً پڑھے پھر لمبا رکوع کرے پھر رکوع سے سر اٹھائے اور سمع الله لمن حمده، ربنا ولك الحمد کہے، اور سجدہ نہ کرے، پھر سورہ فاتحہ پڑھے پھر پہلی سورت سے کوئی چھوٹی سورت پڑھے پھر پہلے رکوع سے کچھ کم لمبا رکوع کرے پھر سر اٹھائے پھر دو لمبا سجدہ کرے جن میں پہلا دوسرے سے زیادہ لمبا ہو اور دونوں کے درمیان جلوس ہو، پھر کھڑا ہو جائے اور دوسری رکعت پہلی رکعت کی طرح پڑھے لیکن دوسری رکعت پہلی رکعت سے ہلکی ہو۔ پھر تشہد کے لئے بیٹھے اور سلام پھیرے۔

کسوف کی نماز میں اگر ہر رکعت کا پہلا رکوع مل گیا تو گویا وہ رکعت مل گئی، اگر گہن چھوٹ جائے تو کسوف کی نماز فوت ہونے کے بعد اس کی قضا نہیں ہے۔

اس کا وقت:

گہن لگنے کے وقت سے اس کے چھوٹ جانے تک کا ہے۔

سنت یہ ہے کہ امام اس کے بعد خطبہ دے اور لوگوں کو نصیحت کرے اور ان کو اس عظیم حادثے کے بارے میں بتائے تاکہ ان کا دل نرم پڑ جائے اور ان سے کثرت سے دعا واستغفار کرنے کے لئے کہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں سورج گرہن ہوا، آپ نماز کے لئے کھڑے ہوئے، آپ نے خوب لمبا قیام کیا پھر رکوع کیا اور بہت لمبا رکوع کیا، پھر اپنا سر اٹھایا اور بہت لمبا قیام کیا، لیکن پہلے قیام سے مختصر، پھر آپ نے رکوع کیا اور بہت لمبا رکوع کیا لیکن پہلے رکوع سے کم پھر سجدہ کیا پھر آپ کھڑے ہوئے اور لمبا قیام کیا لیکن پہلے قیام سے کم، پھر آپ نے رکوع کیا اور لمبا رکوع کیا لیکن پہلے رکوع سے کم، پھر آپ نے اپنا سر اٹھایا اور دیر تک کھڑے رہے لیکن پہلے قیام سے کم پھر آپ نے رکوع کیا اور دیر تک رکوع کیا لیکن پہلے رکوع سے کم پھر سجدہ کیا پھر نماز سے فارغ ہوئے تو سورج صاف ہو گیا تھا پھر آپ نے خطبہ دیا، اللہ کی حمد وثنا بیان کی پھر فرمایا سورج اور چاند دونوں اللہ کی نشانیاں ہیں کسی کی موت اور زندگی سے اس میں گرہن نہیں لگتا ہے، پس جب تم گرہن دیکھو تو تکبیر کہو اللہ سے دعا کرو، نماز پڑھو اور خیرات کرو، اے امت محمد ﷺ دیکھو اللہ سے زیادہ کوئی غیرت والا نہیں اس کو بڑی غیرت آتی ہے اگر اس کا بندہ یا بندی زنا کرے، اے امت محمد ﷺ اللہ کی قسم! اگر تم وہ جان لو جسے میں جانتا ہوں تو تم روؤ زیادہ ہنسو کم، کیا میں نے اپنی بات پہنچا دی۔ (بخاری: ١٠٤٤، مسلم: ٩٠١)

"اگر نماز کی حالت میں گہن ہٹ جائے تو نماز ہلکی کر دی جائے اور پوری نماز پڑھ لی جائے لیکن اگر لوگ نماز پڑھ چکے ہوں اور گہن نہ چھٹا ہو تو کثرت سے دعا واستغفار اور صدقہ کریں یہاں تک کہ گہن ختم ہو جائے۔

کسوف بندہ کو توحید کی طرف لے جاتا ہے اسے اللہ کی اطاعت پر آمادہ کرتا ہے، معاصی سے دور رہنے پر ابھارتا ہے اور دلوں میں اللہ کا خوف پیدا کرتا ہے"۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔﴿ وما نرسل بالآیات الاتخویفا﴾ (اسراء:۵۹) ’’ہم تو لوگوں کو دھمکانے کے لئے ہی نشانیاں بھیجتے ہیں‘‘۔

حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سورج اور چاند دونوں اللہ کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں اللہ ان کے ذریعہ اپنے بندوں کو ڈراتا ہے، ان میں کسی کے مرنے سے گہن نہیں لگتا، پس جب تم گہن دیکھو تو نماز پڑھو اور اللہ سے دعا کرو یہاں تک کہ وہ ختم کر دیا جائے۔(بخاری:۱۰۴۱، مسلم:۹۱۱)

آیات کی نماز میں چھ رکوع اور چار سجدے مشروع ہیں، ہر رکعت میں تین رکوع اور دو سجدے ہیں، آیات سے مراد زلزلہ، طوفان، پہاڑوں سے آگ نکلنا اور دوسرے حوادث ہیں۔

۷-استسقاء کی نماز

استسقاء کا مطلب اللہ تعالیٰ سے پانی کے لئے دعا کرنا ہے، اس کی ایک مخصوص صفت ہے، استسقاء کی نماز سنت مؤکدہ ہے جو کسی بھی وقت پڑھی جا سکتی ہے لیکن افضل یہ ہے کہ استسقاء کی نماز اس وقت پڑھی جائے جب سورج ایک نیزہ بلند ہو جائے۔

اس کی مشروعیت:

جب زمین خشک ہو جائے اور بارش رک جائے تو استسقاء کی نماز پڑھنی چاہئے مسلمان عاجزی وفروتنی اختیار کرتے ہوئے میدان کی طرف نکلیں اور مرد عورتیں بچے سب نکلیں اور امام اس نماز کے لئے پہلے سے کوئی دن متعین کر دے۔

پانی کے لئے دعا یا تو جماعت سے نماز استسقاء پڑھ کر کی جائے یا جمعہ کے خطبہ میں کی جائے یا نمازوں کے بعد کی جائے یا خالی وقت میں کی جائے جس میں نہ خطبہ ہو نہ نماز۔

استسقاء کی نماز کی صفت:

امام آگے آئے اور لوگوں کو دو رکعت نماز پڑھائے اس میں اذان اور اقامت نہیں ہے پہلی

رکعت میں تکبیر تحریمہ کے ساتھ سات تکبیر کہے، پھر سورہ فاتحہ اور قرآن کی کوئی سورت جہراً پڑھے پھر رکوع اور سجدہ کرے پھر کھڑا ہو جائے اور دوسری رکعت میں (تکبیر قیام کے علاوہ) پانچ مرتبہ تکبیر پھر سورہ فاتحہ اور قرآن کی کوئی سورت جہراً پڑھے پھر جب دو رکعت پڑھ لے تو تشہد میں بیٹھ جائے اور سلام پھیرے۔

استسقاء کا خطبہ:

امام نماز سے پہلے ایک خطبہ دے جس میں اللہ تعالیٰ کی حمد و بڑائی بیان کرے اور استغفار کرے اور وہ بات کہے جو حدیث میں ہے ان میں سے ایک قول یہ ہے: تم لوگوں نے خشک سالی کی شکایت کی ہے اور اس بات کی شکایت کی ہے کہ بارش تم سے رک گئی ہے اللہ تعالیٰ نے تم کو اس بات کا حکم دیا ہے کہ تم اس سے دعا کرو اور تم سے وعدہ کیا ہے کہ تمہاری دعائیں قبول کرے گا۔

پھر یہ کہے: ﴿**الحمد لله رب العالمين الرحمٰن الرحيم مالك يوم الدين، لااله الاّ الله يفعل ما يريد، اللهم انت الله لا اله الاانت الغنى ونحن الفقراء انزل علينا الغيث واجعل ما انزلت لنا قوة وبلاغاً الى حين**﴾ (ابو داؤد: ۱۱۷۳) ’’سب تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے، جو بڑا مہربان، نہایت رحم کرنے والا ہے، بدلے کے دن کا مالک ہے، اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے، اے اللہ! تو اللہ ہے تیرے علاوہ کوئی معبود نہیں، تو غنی ہے ہم فقیر ہیں، ہمارے اوپر بارش نازل کر اور جو تو ہمارے لئے نازل کر اس کو ہمارے لئے ایک مدت تک قوت وکفالت کا ذریعہ بنا‘‘۔

"**اللهم اسقنا غيثاً مغيثاً مريئاً، مريعاً، نافعاً غير ضار، عاجلا غير آجلٍ**" (ابو داؤد: ۱۱۶۹) ’’اے اللہ! تو ہمارے اوپر عام بارش برسا جو سیراب کرنے والا اور کھیتی کو بڑھانے والا ہو، نفع بخش ہو، نقصان دہ نہ ہو، جلد نازل کر، دیر میں نہیں‘‘۔

"**اللهم اسق عبادك وبهائمك وانشر رحمتك واحى بلدك الميت**" (مالك،

موطا/ ٤٤٩، ابو داؤد: ١١٧٦) ''اے اللہ! تو اپنے بندوں اور جانوروں کو پلا اور اپنی رحمت کو بکھیر دے اور اپنے مردہ شہر کو زندہ کر دے''۔

"اللهم اغثنا، اللهم اغثنا، اللهم اغثنا" (مسلم: ٨٩٧) ''اے اللہ! ہم پر پانی برسا، اے اللہ! ہم پر پانی برسا، اے اللہ! ہم پر پانی برسا''۔

"اللهم اسقنا، اللهم اسقنا، اللهم اسقنا" (بخاری/ ١٠١٣) اے اللہ! ہمیں پانی پلا، اے اللہ! ہمیں پانی پلا، اے اللہ! ہمیں پانی پلا، جب بارش زیادہ ہو جائے اور نقصان کا ڈر ہو تو یہ کہے۔

" اللهم حوالينا ولا علينا، اللهم علىٰ الآكام والجبال والظراب والا ودية و منابت الشجر " بخاری: ١٠١٣، مسلم: ٨٩٧) ''اے اللہ! ہمارے ارد گرد برسا اور ہم پر نہ برسا اے اللہ! ٹیلوں اور پہاڑوں اور ٹیکریوں اور وادیوں اور درخت اُگنے کی جگہوں پر برسا''۔

جب نئی نئی بارش ہو تو اپنا کپڑا اسمیٹ لے تاکہ کچھ بارش اس کے بدن پر گر جائے اور یہ کہے۔

"اللهم صيبا نافعاً" (بخاری: ١٠٣٢) ''اے اللہ! تو نفع بخش بارش برسا''۔

بارش ہونے کے بعد یہ دعا پڑھے: **" مطرنا بفضل الله ورحمته "** (بخاری: ١٠٣٨، مسلم: ٧١) ''اللہ کے فضل و رحمت سے ہمارے اوپر بارش ہوئی''۔

جب امام خطبہ کے دوران بارش کے لئے دعا کرے تو سنت یہ ہے کہ اپنے ہاتھوں کو اٹھائے اور لوگ بھی اٹھائیں اور اس کی دعا پر لوگ آمین کہیں۔

جب امام خطبہ سے فارغ ہو جائے تو وہ قبلہ کی طرف اپنا رخ کر کے دعا کرے پھر اپنی چادر الٹے وہ اس طرح سے کہ داہنے کو بائیں کندھے پر ڈال لے اور لوگ اپنے ہاتھوں کو اٹھا کر دعا کریں پھر انہیں دو رکعت استسقاء کی نماز پڑھائے جیسے کہ گذر چکا ہے۔

سنت یہ ہے کہ امام استسقاء کی نماز سے پہلے کھڑے ہو کر خطبہ دے، عباد بن تمیم اپنے چچا سے روایت کرتے ہیں کہ جس دن نبی ﷺ استسقاء کے لئے نکلے میں نے آپ کو دیکھا آپ نے پیٹھ

لوگوں کی طرف پھیری اور قبلہ کی طرف منہ کر کے دعا کرنے لگے پھر اپنی چادر الٹی پھر ہمیں دو رکعت نماز پڑھائی اور اس میں جہری قرأت کی۔ (بخاری/ ١٠٢٥)، مسلم/ ٨٩٥)

٢- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ (استسقاء کی نماز کے لئے) اس وقت نکلے جب آفتاب کی شعائیں بلند ہوگئیں، آپ منبر پر بیٹھے اور اللہ کی بڑائی اور حمد و ثناء بیان کی پھر فرمایا تم نے خشک سالی کی شکایت کی ہے۔......... پھر لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے پھر منبر سے اترے اور دو رکعت نماز پڑھائی۔ (ابو داؤد/ ١١٧٣)

عبادات اور طاعات پر اجتماع کی دو قسمیں ہیں:

ان میں ایک سنت راتبہ ہے خواہ وہ واجب ہو جیسے پانچوں نمازیں اور جمعہ یا مسنون ہو جیسے عیدین، تراویح، کسوف اور استسقاء کی نماز، پس اس میں اجتماع سنت راتبہ ہے یعنی جماعت سے ان پر مدامت اور ان کی حفاظت کرنی چاہئے۔

دوسرا سنت غیر راتبہ ہے جیسے نفل نماز مثلاً تہجد کی نماز کے لئے اجتماع یا قرآن پڑھنے کے لئے اجتماع یا ذکر الٰہی اور دعا کرنے کے لئے اجتماع، یہ آدمی کبھی کبھی کرے اور اس کو اپنی عادت نہ بنالے۔

٨- چاشت کی نماز

چاشت کی نماز سنت ہے، یہ کم سے کم دو رکعت ہے اور زیادہ کی کوئی تحدید نہیں۔

اس کا وقت: جب سورج ایک نیزہ بلند ہو جائے یعنی طلوع ہونے کے بعد تقریباً ١٥/ منٹ گزر جائے تو اس نماز کا وقت شروع ہوتا ہے اور سورج ڈھلنے سے پہلے تک رہتا ہے سخت گرمی میں اس کا افضل وقت اس وقت ہے جب اونٹ کے بچے کے پاؤں زمین پر رکھنے کی وجہ سے جلنے لگیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میرے خلیل (حضرت محمد ﷺ) نے مجھے تین چیزوں کی وصیت کی تھی۔ ایک یہ کہ میں ہر مہینے میں تین دن روزہ رکھوں دوسرے یہ کہ چاشت کی دو رکعتیں پڑھوں تیسرے یہ کہ سونے سے پہلے وتر پڑھ لوں۔ (بخاری/ ١٩٨١، مسلم/ ٧٢١)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص فجر کی نماز جماعت سے پڑھے پھر بیٹھ کر اللہ کا ذکر کرے یہاں تک کہ سورج طلوع ہو جائے پھر دو رکعت (چاشت کی) نماز پڑھے تو اس کے لئے حج اور عمرہ کے برابر ثواب ہے، پھر آپ نے فرمایا: پورا، پورا، پورا۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: تم میں سے ہر شخص کے ہر جوڑ پر صدقہ واجب ہے، پس ہر سبحان الله صدقہ ہے ہر الحمدلله صدقہ ہے ہر لااله الا الله صدقہ ہے ہر الله اكبر صدقہ ہے، بھلائی کا حکم دینا صدقہ ہے، برائی سے روکنا صدقہ ہے اور ان تمام کی جگہ چاشت کی دو رکعتیں کافی ہیں۔ (مسلم: ۷۲۰)

۹-استخارہ کی نماز

۱-استخارہ کا مطلب یہ ہے کہ مشروع، مباح یا مندوب امور میں سے کسی امر میں اللہ تعالیٰ سے خیر طلب کیا جائے جب دو راستے ٹکرائیں۔

۲-استخارہ کی نماز سنت ہے، یہ دو رکعت ہے اور دعاء استخارہ سلام سے پہلے یا سلام کے بعد ہے ،استخارہ کرنے والا یہ عبادت مختلف اوقات میں ایک سے زیادہ مرتبہ کرسکتا ہے۔

۳-استخارہ ا استشارہ ایسے کام میں مستحب ہے جو مکروہ وحرام نہ ہو وہ شخص نادم نہیں ہوگا جو اپنے خالق سے خیر طلب کرے گا اور مخلوق سے مشورہ لے گا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ﴾ (آل عمران: ۱۵۹) اور کام کا مشورہ ان سے کیا کریں، پھر جب آپ کا پختہ ارادہ ہو جائے تو اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کریں۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہمیں تمام امور میں استخارہ ایسے ہی سکھاتے تھے جیسے قرآن کی کوئی سورت سکھاتے تھے، آپ کہتے تھے کہ تم میں سے جب کسی کے

سامنے کوئی معاملہ پیش آئے تو وہ دو رکعت نفل نماز پڑھے پھر یہ کہے:

"اللهم انی استخيرك بعلمك واستقدرك بقدرتك وأسألك من فضلك العظيم فا نك تقدر ولا أقدر وتعلم ولا أعلم وأنت علام الغيوب اللهم ا ن كنت تعلم أن هذاالأ مر خير لی فی دينی ومعاشی وعاقبة أمری أو قال: فی عاجل امری وآجله فاقدره لی وا ن كنت تعلم أن هذا الأمرشرلی فی دينی و معاشی و عاقبة أمری أو قال فی عاجل أمری وآجله فاصرفه عنی واصرفنی عنه واقدر لی الخير حيث كان ثم رضنی به" (بخاری: ٦٣٨٢) اے اللہ! میں تیرے علم کی مدد سے تجھ سے بھلائی طلب کرتا ہوں، اور تیری قوت کی مدد سے مقدرت مانگتا ہوں، اور تجھ سے تیرے فضل عظیم کا سوال کرتا ہوں اور بیشک تو ہی قدرت رکھتا ہے اور میں نہیں رکھتا اور تو ہی جانتا ہے اور میں نہیں جانتا اور تو ہی غیبوں کا جاننے والا ہے، اے اللہ! اگر تو جانتا ہے کہ یہ کام میرے لئے بہتر ہے میرے دین اور میری زندگی اور میرے انجام کار میں یا فرمایا میری اس دنیا کے لئے یا آخرت کے لئے تو میرے لئے اس کام کا فیصلہ کر دے۔ اور میرے لئے اس کام کو آسان کر دے پھر میرے لئے اس میں برکت عطا کر اور اگر تو جانتا ہے کہ یہ کام میرے دین، میری زندگی اور میرے انجام کار یا فرمایا میری دنیا اور آخرت کے لئے بدتر ہے تو مجھ کو اس کام سے دور کر دے اور اس کام کو مجھ سے دور کر دے اور میرے لئے بھلائی مقدر کر دے جہاں کہیں ہو پھر اس پر مجھے رضا مند کر دے۔ پھر اپنی ضرورت کا نام لے۔

سجدہ تلاوت

اس کا حکم:

یہ نماز اور نماز سے باہر سنت ہے۔ سجدہ تلاوت قرأت کرنے والے اور سننے والے دونوں کے لئے ہے۔

قرآن کریم میں سجدوں کی تعداد:

قرآن کریم میں پندرہ سجدے ہیں، جن سورتوں میں سجدہ ہے وہ یہ ہیں: سورہ اعراف، سورہ رعد، سورہ نحل، سورہ اسراء، سورہ مریم، سورہ حج میں دو سجدے، سورہ فرقان، سورہ نمل، سورہ سجدہ، سورہ ص، سورہ فصلت، سورہ نجم، سورہ انشقاق، سورہ علق۔

قرآن کریم میں سجدوں کی آیات کی دو قسمیں ہیں:

ایک اخبار دوسرے اوامر۔ اخبار کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ خبر دی ہے کہ اس کی ساری مخلوقات عام طور پر اور خاص طور پر اس کا سجدہ کرتی ہیں لہٰذا پڑھنے اور سننے والوں کے لئے بھی بہتر یہ ہے کہ ان مخلوقات کی مشابہت اختیار کریں۔

اوامر کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں سجدہ کرنے کا حکم دیا ہے لہٰذا پڑھنے اور سننے والا اللہ کا حکم بجالاتے ہوئے ان پر سجدہ کرے۔

سجدہ تلاوت کی صفت:

سجدہ تلاوت ایک سجدہ ہے، جب نماز میں سجدہ کرے تو اللہ اکبر کہہ کر سجدہ کرے اور اللہ اکبر کہہ کر اپنا سر اٹھائے اور جب نماز سے باہر سجدہ کرے تو سجدہ کرتے وقت اللہ اکبر کہے لیکن سر اٹھاتے وقت اللہ اکبر نہ کہے اور اس میں تشہد وسلام نہیں ہے۔

سجدہ تلاوت کی فضیلت:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب آدمی سجدہ کی آیت پڑھتا ہے اور سجدہ کرتا ہے تو شیطان الگ ہوجاتا ہے اور روتا ہے اور کہتا ہے ہائے افسوس اور ایک روایت میں ہے ہائے میری بربادی ابن آدم کو سجدہ کرنے کا حکم دیا گیا تو اس نے سجدہ کیا جس کی وجہ سے اس کے لئے جنت ہے اور مجھے سجدہ کرنے کا حکم دیا گیا تو میں نے انکار کیا جس کی وجہ سے میرے لئے جہنم ہے۔ (مسلم۔ ۸۱)

جب امام سجدہ کرے تو مقتدی پر اس کی پیروی لازم ہے اور سری نماز میں کوئی ایسی آیت یا

سورت پڑھنا جس میں سجدہ ہو امام کے لئے مکروہ نہیں۔

سجدہ تلاوت میں کیا پڑھے:

۱-سجدہ تلاوت میں وہی کہے جو نماز کے سجدہ میں کہتا ہے یعنی "**سبحان ربی الاعلی**" یا **سبحانك اللهم ربنا وبحمدك اللهم اغفرلي**" وغیرہ جس کا بیان گزر چکا ہے۔

۲-اور یہ کہے: **سجد وجهي اللذي خلقه وصوره (وأحسن صورته) وشق سمعه وبصره (بحوله وقوته) وتبارك الله احسن الخالقين**" (مسلم / ۷۷۱، ابو داؤد/ ۷٦۰)

۳-" **اللهم اكتب لي بها عندك اجراً، وضع عني بها وزراً واجعلها لي عندك ذخراً وتقبلها مني كما تقبلتها من عبدك داؤد**" -(ترمذی/ ۵۷۹، ابن ماجه/ ۱۰۵۳)

سجدۂ تلاوت طہارت کی حالت میں کرنا چاہئے لیکن محدث، حائضہ اور نفساء کے لئے سجدۂ تلاوت جائز ہے۔ (جب محدث سجدہ کی آیت سے گزرے یا یہ لوگ سجدہ کی آیت سنیں)

سجدۂ شکر

جب کوئی نعمت ملے تو سجدۂ شکر کرنا چاہئے مثلاً کسی کی ہدایت کی خوشخبری ملے، یا اسلام قبول کرنے کی خوشخبری ملے، یا مسلمانوں کی فتح کی خوشخبری ملے، یا بچے کی پیدائش کی خوشخبری ملے وغیرہ۔

جب آدمی کسی مصیبت سے نجات پا جائے تو سجدہ شکر کرنا چاہئے۔ مثلاً ڈوبنے سے بچ جائے، جلنے سے بچ جائے یا چوروں سے بچ جائے وغیرہ۔

سجدۂ شکر: یہ ایک سجدہ ہے جس میں اللہ اکبر کہنے اور سلام پھیرنے کی ضرورت نہیں، یہ سجدہ نماز میں نہیں ہے بلکہ نماز سے باہر ہے۔ آدمی اپنی حالت کے مطابق خواہ کھڑا ہو یا بیٹھا ہو خواہ طہارت کی حالت میں ہو یا حدث کی حالت میں ہو سجدہ کرسکتا ہے۔

البتہ طہارت کی حالت میں سجدہ کرنا افضل ہے۔

حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جب کوئی ایسی خبر پہنچتی جو آپ کو خوش کر دیتی یا آپ اس سے خوش ہو جاتے تو سجدہ میں گر جاتے اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے۔(ابو داؤد/۲۷۷٤، ابن ماجہ/۱۳۹٤)

اوقات نہی

جن اوقات میں نماز پڑھنا منع ہے وہ پانچ ہیں:

۱-حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: عصر کی نماز کے بعد کوئی نماز نہیں یہاں تک کہ سورج ڈوب جائے اور فجر کی نماز کے بعد کوئی نماز نہیں یہاں تک کہ سورج نکل آئے۔(بخاری/ ٥٨٦، مسلم/٨٢٧)

۲-حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ تین وقتوں میں نبی ﷺ ہمیں نماز پڑھنے اور اپنے مردوں کو دفن کرنے سے منع کرتے تھے، ایک سورج طلاع ہونے کے وقت یہاں تک کہ وہ بلند ہو جائے، دوسرا کھڑی دوپہر کے وقت یہاں تک کہ سورج جھک جائے، تیسرا سورج غروب ہونے کے وقت یہاں تک کہ وہ (پوری طرح) غروب ہو جائے۔(مسلم/ ۸۳۱)

اگر سورج روشن صاف اور بلند ہو تو عصر کے بعد نفل نماز پڑھنا جائز ہے۔

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی ﷺ نے عصر کے بعد نماز پڑھنے سے منع کیا ہے الاّ یہ کہ سورج بلند ہو۔(ابو داؤد/۱۲۷٤، نسائی/۵۷۳)

ان پانچوں اوقات میں فرض نمازوں کی قضاء جائز ہے، اسی طرح خانہ کعبہ کے طواف کی دو رکعتیں اور سبب والی نمازیں، تحیۃ المسجد، تحیۃ الوضو، جنازہ کی نماز اور سورج گہن کی نماز وغیرہ، ان اوقات میں پڑھی جاسکتی ہے۔ فجر کی نماز کے بعد فجر کی سنت قضاء کی جاسکتی ہے، اسی طرح عصر کے بعد ظہر کی سنت پڑھی جاسکتی ہے۔

مسجد حرام میں ہر وقت نماز پڑھنا جائز ہے۔

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

اے بنو عبد مناف! تم رات و دن میں کسی بھی وقت اس گھر کا طواف کرنے اور وہاں نماز پڑھنے سے کسی کو نہ روکو۔(ترمذی:۸٦۸، ابن ماجہ:۱۲۵٤)

۱-کتاب الجنـائــز

اس باب میں مندرجہ ذیل چیزوں کا بیان ہے:

۱-موت اور اس کے احکام۔

۲-میت کو نہلانا۔

۳-میت کو کفن پہنانا۔

۴-جنازہ کی نماز پڑھنے کی صفت۔

۵-میت کو اٹھا کر لے جانا اور دفن کرنا۔

۶-تعزیت۔

۷-قبروں کی زیارت۔

۱-موت اوراس کے احکام

انسان کی عمر جتنی بھی لمبی ہو جائے اسے ایک نہ ایک دن مرنا ہے،اور دار العمل سے دار الجزاء میں منتقل ہونا ہے۔

ایک مسلمان کا دوسرے مسلمان پر حق یہ ہے کہ جب وہ بیمار ہو تو اس کی عیادت کرے اور جب مرجائے تو جنازہ میں شرکت کرے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿قُلْ إِنَّ الْمَوْتَ الَّذِیْ تَفِرُّوْنَ مِنْهُ فَإِنَّهُ مُلَاقِيْكُمْ ثُمَّ تُرَدُّوْنَ إِلَى عَالِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُم بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُوْن﴾(جمعہ:۸) کہہ دیجئے کہ جس موت سے تم بھاگتے پھرتے ہو وہ تو تمہیں پہنچ کر رہے گی پھر تم سب چھپے کھلے کے جاننے والے (اللہ) کی طرف لوٹائے جاؤ گے اور وہ تمہیں تمہارے کئے ہوئے تمام کام بتلا دے گا۔“

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿أَيْنَمَا تَكُونُوا يُدْرِككُّمُ الْمَوْتُ وَلَوْ كُنتُمْ فِيْ بُرُوجٍ مُّشَيَّدَةٍ﴾(نساء:۷۸) تم جہاں کہیں بھی ہو موت تمہیں آ پکڑے گی گو تم مضبوط قلعوں میں ہو۔

مریض پر کیا واجب ہے:

مریض پر واجب ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی قضاء وتقدر پر ایمان لائے اور اس کے فیصلہ پر صبر کرے اور اللہ کے بارے میں اچھا گمان رکھے اور خوف و امید کے درمیان زندگی گزارے اور موت کی تمنا نہ کرے اور اللہ کے حقوق اور لوگوں کے حقوق ادا کرے اور اپنی وصیت لکھ لے اور جن رشتہ داروں کا اس کی وراثت میں حق نہیں ہے ان کے لئے اپنے تہائی مال یا اس سے کم میں وصیت کردے یہ افضل ہے۔اور مباح چیز سے علاج کرے اور اللہ تعالیٰ سے گریہ وزاری کرے اور شفاء مانگے۔

موت کی تمنا کرنا:

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:تم میں سے کوئی شخص کوئی تکلیف پہنچنے کی وجہ سے موت کی تمنا نہ کرے اور اگر موت کی تمنا کرنا اس کے لیے ضروری ہے

تو یہ کہے اے اللہ! مجھے اس وقت تک زندہ رکھ جب تک زندگی میرے لئے بہتر ہو اور اس وقت مجھے وفات دے دے جب وفات میرے لئے بہتر ہو۔(بخاری:۶۳۵۱، مسلم:۲۶۸۰)

مسلمان پر واجب ہے کہ وہ موت کی تیاری کرے،اس کو کثرت سے یاد کرے،موت کے لیے تیاری یہ ہے کہ گناہوں سے توبہ کرے،آخرت کو ترجیح دے،ظلم نہ کرے اللہ کی خوب عبادت کرے اور محرمات سے بچے۔مریض کی عیادت کی جائے اسے توبہ کرنے اور وصیت کرنے کے لئے کہا جائے وہ کسی مسلمان ڈاکٹر کے پاس اپنا علاج کرائے الّا یہ کہ اسے دوسرے کافر ڈاکٹر کی ضرورت ہو اور اس کے مکر وفریب سے محفوظ ہو۔

اگر مریض کی وفات کا وقت قریب ہو تو اسے کلمہ شہادت کی تلقین کی جائے اور **لاالــہ الااللہ** کہنا یاد دلایا جائے،اس کے لئے دعا کی جائے اور اس کے پاس صرف اچھی بات کی جائے،اگر کوئی مسلمان کسی کافر کے پاس اس کی وفات کے وقت جائے اور اس پر اسلام پیش کرے اور اس سے لاالہ الااللہ کہنے کے لئے کہے تو کوئی حرج نہیں۔

اچھے خاتمے کی علامتیں:

۱-آدمی موت کے وقت کلمہ شہادت پڑھے۔

۲-مومن کی موت کے وقت پیشانی پر پسینہ آتا ہے۔

۳-جہاد میں شہید ہو کر مرنا۔

۴-اللہ کی راہ میں مورچہ پر رہتے ہوئے مرنا۔

۵-اپنے نفس یا مال یا اہل کی طرف سے دفاع کرتے ہوئے مرنا۔

۶-جمعہ کی رات میں یا دن میں وفات پانا جس سے آدمی قبر کے فتنے سے محفوظ رہے گا۔

۷-نمونیہ یا ٹی بی میں مرنا۔

۸-طاعون،پیٹ کی بیماری ڈوب کر یا جل کر مرنا یا مکان گرنے سے وفات پانا۔

۹-عورت کا بچے کی پیدائش کے وقت مرجانا۔وغیرہ

موت کو یاد کرنا:

مسلمان کے اوپر واجب ہے کہ وہ ہمیشہ موت کو یاد رکھے۔ اس لئے نہیں کہ اس سے اس کے اہل وعیال دوست واحباب چھوٹ جائیں گے اور دنیا کی لذتیں چھوٹ جائیں گی بلکہ اس لئے کہ اس سے عمل کا موقعہ چھوٹ جائے گا اور آخرت کے لئے کھیتی نہیں کر سکے گا، لہٰذا وہ زیادہ سے زیادہ آخرت کی تیاری کرے اور اللہ کی طرف اپنا دل لگائے۔

مسلمان پر واجب ہے کہ وہ موت کے وقت اللہ کے بارے میں اچھا گمان رکھے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص جب مرے تو اس حال میں مرے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں اچھا گمان رکھتا ہو۔ (مسلم: ۲۸۷۷)

موت کی علامتیں:

آدمی کی موت اس وقت پہنچانی جاتی ہے جب اس کی دونوں کنپٹیاں دھنس جائیں، اس کی ناک ٹیڑھی ہو جائے اس کی ہتھیلیاں علیحدہ ہو جائیں، اس کے پیر ڈھیلے ہو جائیں، اس کی نگاہ چڑھ جائے، اس کا جسم ٹھنڈا ہو جائے، اس کی سانس بند ہو جائے۔

جب مسلمان مرجائے تو اس کے لئے کیا کیا جائے:

جب مسلمان مرجائے تو اس کی آنکھیں بند کر دی جائیں اور بند کرتے وقت یہ دعا پڑھی جائے: اے اللہ! تو فلاں کو بخش دے، اس کے درجات ان لوگوں میں بلند کر دے جن کو تو نے ہدایت دی ہے، اس کی قبر کو کشادہ کر دے، اس کی قبر میں نور پیدا کر دے اور پسماندگان میں تو اس کا خلف بنا دے اور ہمیں اور اسے اے رب العالمین بخش دے۔ (رواہ مسلم: ۲۸۷۷)

پھر اس کی داڑھی کسی پٹی سے باندھ دی جائے اور اس کے جوڑوں کو آہستہ آہستہ نرم و ڈھیلا کر دیا جائے اور اسے زمین سے اٹھا کر چارپائی وغیرہ پر رکھ دیا جائے اور اس کے کپڑے نکال دیئے جائیں اور ایک کپڑے سے اسے ڈھانپ دیا جائے جو اس کے پورے بدن کو چھپالے۔

۲- اس کا قرض جلد ادا کر دیا جائے اور اس کی وصیت نافذ کر دی جائے اور جلد از جلد اس کی

تجہیز وتکفین کر دی جائے اور اس کے جنازہ کی نماز پڑھ لی جائے جس شہر میں اس کا انتقال ہوا ہے وہاں دفن کر دیا جائے۔ دوسرے لوگوں کے لئے اس کا چہرہ دیکھنا، اس کو بوسہ لینا اور اس پر آنسو بہانا جائز ہے۔

میت پر اللہ تعالیٰ کا اگر کوئی حق ہے تو اس کی ادائیگی واجب ہے جیسے زکوٰۃ، نذر، کفارہ، حج، اس کو ورثاء کے حقوق اور دوسرے قرض پر ترجیح دی جائے کیوں کہ اللہ تعالیٰ اس بات کا زیادہ حقدار ہے کہ اس کا قرض ادا کیا جائے۔

۳- عورت کے لئے اپنے بچے اور کسی اور کے انتقال پر تین دن سوگ منانا جائز ہے، اور اپنے شوہر پر چار مہینہ دس دن منانا جائز ہے۔

میت پر نوحہ کرنا منع ہے خواہ رشتے دار نوحہ کریں یا کوئی اور، نوحہ کا مطلب ہے میت کی جدائی پر واویلا کرنا، مصیبت کے وقت گالوں پر تھپیڑا مارنا گریبان پھاڑنا، سرمنڈانا، اور بالوں کو بکھیرنا منع ہے۔

لوگوں کو اس کے موت کی خبر دینا مباح ہے، تاکہ لوگ اس کے جنازہ میں شرکت کریں اور خبر دینے والوکو چاہئے کہ لوگوں سے اس کے لئے استغفار کرنے کی درخواست کرے۔ البتہ فخر ومباہات کے طور پر میت کی وفات کی خبر دینا منع ہے۔

جب میت کے اقرباء اور دوسرے لوگوں کو میت کی وفات کی خبر ملے تو وہ صبر کریں اور اللہ کے فیصلے پر اپنی رضامندی کا اظہار کریں اور کہیں: ﴿انا للہ وانا الیہ راجعون﴾ اس کے ساتھ مصیبت زدہ یہ بھی پڑھے: "**اللهم أجرني في مصيبتني واخلف لي خيراً منها**" حضرت ام سلمۃ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: جس بندے کو کوئی مصیبت پہنچے اور وہ یہ دعا پڑھے۔ ﴿انا للہ وانا الیہ راجعون﴾ "**اللهم أجرني في مصيبتني واخلف لي خيراً منها**" تو اللہ تعالیٰ اس کی مصیبت پر اس کو اجر دے گا اور اس کو اس سے بہتر عطا کرے گا۔ (مسلم: ۹۱۸)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس مسلمان کے تین بچے بلوغت سے پہلے وفات پا جائیں (اور وہ صبر کرے) تو اللہ تعالیٰ ان بچوں پر اپنی رحمت کی وجہ سے اس کو جنت میں داخل کرے گا۔ (بخاری: ۱۲۴۸)

صبر کا مطلب ہے نفس کو جزع فزع کرنے سے روکنا، زبان سے شکوئی نہ کرنا اور اعضاء سے کوئی حرام کام نہ کرنا مثلاً گال پر طمانچہ مارنا اور کپڑا اپھاڑنا وغیرہ۔

پوسٹ مارٹم کا حکم:

اگر مقصد جرم کی تحقیق کرنا ہو یا وبائی مرض معلوم کرنا ہو تو مسلمان کے بدن کا پوسٹ مورٹم جائز ہے، کیونکہ یہ عام لوگوں کے امن وسلامتی اور فائدہ کے لیے ہے اور امت کو پھیلنے والی بیماریوں سے بچایا جاتا ہے اور اگر تعلیم وتعلم کے لئے پوسٹ مورٹم کرنا ہے تو مسلمان کی لاش کے بجائے غیر مسلم کی لاش استعمال کی جائے الا یہ کہ اس کی ضرورت ہو اور شروط کا خیال کیا جائے کیونکہ مسلمان زندہ اور مردہ دونوں حالتوں میں محترم ہے۔

۲- میت کو غسل دینا

سنت یہ ہے کہ میت کو وہ شخص نہلائے جو غسل کی سنت لوگوں میں سب سے زیادہ جاننے والا ہو۔ اگر وہ اللہ کی خوشنودی کے لئے میت کو نہلائے اس کی پردہ پوشی کرے اور اگر کوئی مکروہ چیز دیکھے تو اسے لوگوں سے بیان نہ کرے۔ تو اس کے لئے بہت بڑا اجر ہے۔

بہتر یہ ہے کہ میت کو وہ شخص نہلائے جس کو وہ وصیت کر گیا ہو۔ پھر اس کا باپ پھر اس کا دادا پھر جو رشتہ داروں میں سب سے قریبی ہو وہ اور عورت کو وہ عورت نہلائے جس کو اس نے وصیت کی ہو، اس کی ماں پھر اس کی دادی پھر اس کے رشتے داروں میں جو سب سے قریبی ہو اور شوہر اور بیوی ایک دوسرے کو نہلا سکتے ہیں۔ میت چاہے مذکر ہو یا مونث اس کو ایک مرتبہ غسل دینا کافی ہے اور یہ غسل پورے بدن کا ہونا چاہئے۔

میت کو غسل دینے والا میت کے غسل کے وقت حاضر ہو جائے اور وہ لوگ حاضر ہو جائیں جو غسل پر اس کی مدد کر سکیں اور بقیہ لوگوں کو اس کے پاس نہیں جانا چاہئے۔

اگر مسلمان کفار ایک ساتھ مریں مثلاً جل کر یا کسی اور حادثے میں اور ان کے درمیان تمیز کرنا مشکل ہو تو ان سب کو غسل دیا جائے کفن پہنایا جائے، جس کی عمر سات سال ہو اس کو مرد اور عورت دونوں نہلا سکتے ہیں۔ چاہے میت مذکر ہو یا مونث اور اگر کوئی مرد اجنبی عورتوں کے درمیان مر جائے یا کوئی عورت اجنبی مردوں کے درمیان مر جائے یا اس کا نہلانا دشوار ہو تو بغیر غسل کے اس کے جنازہ کی نماز پڑھ لی جائے اور اس کو دفن کر دیا جائے۔

جہاد میں جو شخص شہید ہوا ہے اسے غسل نہیں دیا جائے گا اور بقیہ شہداء کو غسل دیا جائے گا۔

مسلمان کے لئے کسی کافر کو نہلانا یا کفن پہنانا یا اس کے جنازے کے پیچھے پیچھے چلنا یا اس کے جنازے کی نماز پڑھنا یا اس کو دفن کرنا منع ہے البتہ اگر اس کے اقارب موجود نہ ہوں تو اس کے بدن کو مٹی میں چھپا دے اور یہی معاملہ مرتد کے ساتھ بھی کرے۔

میت کو نہلانے کا مسنون طریقہ:

جب میت کو نہلانے کا ارادہ کرے تو اسے غسل کی چار پائی پر رکھے پھر اس کی شرم گاہ پر پردہ ڈال دے، پھر اس کے کپڑے نکال لے پھر اس کا سر اس کے بیٹھنے کی پوزیشن تک اٹھائے پھر اس کا پیٹ آہستہ آہستہ دبائے اور خوب پانی ڈالے پھر اپنے ہاتھوں میں کوئی کپڑا یا دستانہ لپیٹ لے۔ اور اس کو صاف کر دے۔ پھر اس کے غسل کی نیت کرے اور اپنے ہاتھوں پر دوسرا کپڑا باندھ کر اس کو نماز کے وضو کی طرح وضو کرائے لیکن اس کے منہ اور ناک میں پانی نہ ڈالے بلکہ اپنی انگلیاں تر کر کے اس کے منہ اور ناک میں ڈالے، پھر پانی اور بیری کے پتے سے یا صابون سے نہلائے، سب سے پہلے سر اور داڑھی دھوئے پھر اس کا دایاں پہلو گردن سے پیر تک دھوئے پھر اس کو اس کے بائیں پہلو کے بل کر دے اور اس کی پیٹھ کا دایاں حصہ دھوئے، پھر اس کا بایاں حصہ اسی طرح دھوئے پھر پہلے غسل کی طرح اسے دوبارہ غسل دے اور اگر صاف نہ ہو تو طاق مرتبہ مزید نہلائے یہاں تک کہ

وہ صاف ہو جائے اور آخری مرتبہ پانی کے ساتھ کافور یا خوشبو ملا کر نہلائے اور اگر اس کی مونچھ لمبی ہو یا ناخن لمبے ہوں تو اسے کاٹ دیا جائے پھر اس کا بدن ایک کپڑے سے پونچھ دیا جائے اور عورت کے بال کی تین لٹیں کر دی جائیں اور پیچھے سے انہیں لٹکا دیا جائے اور غسل کے بعد اس کے بدن سے کوئی چیز نکلے تو اس جگہ کو دھودے اور اس کو وضو کرا دے اور اس جگہ روئی بھر دے۔

۳- میت کی تکفین

میت کو اس کے مال سے کفن دینا واجب ہے اور اگر اس کے پاس مال نہیں ہے تو جس پر اس کا نفقہ لازم ہے چاہے وہ اصول ہوں یا فروع ان پر واجب ہے۔

میت کو کفن پہنانے کی صفت:

میت کو تین لپیٹنے والے سفید کپڑوں میں کفن دیا جائے اسے تین مرتبہ خوشبو سے دھونی دی جائے پھر بعض کو بعض پر بچھا دیا جائے پھر ان کپڑوں پر خوشبو ملی جائے پھر میت کو اس پر چت لٹایا جائے اور روئی میں خوشبو لگا کر اس کے دونوں کولہوں کے درمیان رکھ دیا جائے۔

اور اس کے اوپر چھوٹے پائجامہ کی شکل میں ایک کپڑا باندھ دیا جائے جس سے اس کی شرم گاہ چھپی رہے۔ پھر اس کے پورے بدن میں خوشبو ملی جائے پھر اوپر والا کپڑا بائیں طرف سے اس کے دائیں پہلو پر لایا جائے پھر دایاں کنارہ اس کے بائیں پہلو پر لایا جائے، پھر دوسرا کپڑا بھی اسی طرح لپیٹا جائے پھر تیسرا کپڑا بھی اسی طرح لپیٹا جائے اور جو فاضل ہو اسے سر کے پاس یا پیر کے اوپر دونوں کے پاس کر دیا جائے، پھر اسے باندھ دیا جائے تا کہ نہ کھلے اور اسے قبر میں کھولا جائے، اور عورت کو بھی مرد ہی کی طرح غسل دیا جائے البتہ بچے کو ایک کپڑے میں کفن دیا جائے اور تین کپڑوں میں بھی جائز ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ نبی ﷺ تین کچے سوت والے سفید سوتی یعنی کپڑوں میں کفن دیئے گئے ان میں نہ قمیص تھا نہ عمامہ۔ (بخاری/۱۲٦٤، مسلم/۹٤۱)

میت کو ایک کپڑے میں کفن دینا جائز ہے جو اس کے پورے بدن کو چھپا لے، جو شخص جہاد میں شہادت کی موت مرے اسے اسی کپڑے میں دفن کیا جائے جس میں وہ شہید کیا گیا ہے اور اسے غسل نہ دیا جائے اور اسے اس کے کپڑے کے اوپر سے ایک یا زیادہ کپڑوں میں کفن مستحب ہے۔

جہاد میں شہید ہونے والوں کے لئے امام کو اختیار ہے چاہے وہ ان کے جنازہ کی نماز پڑھائے یا نہ پڑھائے لیکن نماز پڑھنا افضل ہے اور ان کو اسی جگہ دفن کیا جائے جہاں ان کی موت واقع ہوئی ہے۔

احرام باندھنے والا اگر مر جائے تو اسے پانی اور بیری کے لئے یا صابن سے غسل دیا جائے لیکن اسے خوشبو نہ لگائی جائے اور نہ سلا ہوا کپڑا پہنا جائے اور اگر وہ مرد ہے تو اس کا سر اور چہرہ نہ ڈھانپا جائے اور نہ عورت کا چہرہ ڈھانپا جائے اس لئے کہ وہ قیامت کے دن اسی حالت میں تلبیہ کہتے ہوئے اٹھے گا اور اس کی طرف سے بقیہ حج کے ارکان کی قضاء نہ کی جائے اور اسے انہیں دونوں کپڑوں میں کفن دیا جائے جن میں اس کی وفات ہوئی ہے۔

اگر بچہ ماں کے پیٹ سے وقت سے پہلے گر جائے اور مر جائے تو اگر وہ چار مہینے کا ہو گیا ہے تو اسے غسل دیا جائے، کفن پہنایا جائے اور اس کے جنازہ کی نماز پڑھی جائے

جس شخص کو نہلانا دشوار ہو مثلاً وہ جل گیا ہے یا اس کے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے ہیں یا پانی نہ ہو تو اسے کفن پہنایا جائے اور اس کے جنازہ کی نماز پڑھی جائے اور اگر میت کے بعض اجزاء ہی پائے جائیں مثلاً ہاتھ یا پیر وغیرہ اور بقیہ اعضاء بکھر گئے ہوں اور ان کا پانا دشوار ہو تو اس کے جنازہ کی نماز پڑھی جائے۔

اگر کفن دینے کے بعد میت کے جسم سے کوئی نجاست نکلے تو اسے دوبارہ غسل نہ دیا جائے کیونکہ اس میں پریشانی ہے۔

۴- جنازہ کی نماز کیسے پڑھی جائے

جنازہ میں شرکت کرنے اور میت کے پیچھے پیچھے چلنے میں بہت سے فوائد ہیں ان میں سب سے

اہم یہ ہیں کہ جنازہ کہ نماز پڑھنے کی وجہ سے میت کا حق ادا ہو جاتا ہے، اس کے لئے سفارش اور دعا کی جاتی ہے، اس کے گھر والوں کا حق بھی ادا ہو جاتا ہے ان کی دلجوئی ہو جاتی ہے، جنازہ میں شرکت کرنے والے کے لئے بہت ثواب ہے، دیکھنے والوں کو اس سے عبرت حاصل ہوتی ہے۔

جنازہ کی نماز فرض کفایہ ہے بہتر یہ ہے کہ زیادہ سے زیادہ لوگ اس میں شرکت کریں۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: جو مسلمان مرجائے اور اس کے جنازہ میں چالیس ایسے آدمی شرکت کریں جو اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراتے ہوں تو اللہ تعالیٰ اس کے بارے میں ان لوگوں کی شفارش قبول کرے گا۔(مسلم/ ۹٤۸)

جو جنازہ کی نماز پڑھنا چاہئے وہ پہلے وضو کرے پھر قبلہ کی طرف رخ کرے اور جنازہ اپنے اور قبلے کے درمیان کرلے۔

سنت یہ ہے کہ امام مرد میت کے سر کے پاس کھڑا ہو اور اگر میت عورت ہے تو اس کے جسم کے وسط حصہ کے پاس کھڑا ہو اور چار مرتبہ تکبیر کہے اور کبھی پانچ یا چھ یا سات یا نو مرتبہ تکبیر کہے خاص طور سے اگر اہل علم وفضل متقی و پرہیزگار اور نیک لوگوں کے جنازے کی نماز پڑھے۔

کبھی یہ کرلے کبھی وہ کرلے تاکہ سنت زندہ ہو۔

تکبیر اولیٰ کے وقت اپنے ہاتھوں کو مونڈھوں تک یا کانوں کے اوپر کے حصے تک اٹھائے اسی طرح بقیہ تکبیروں میں بھی کرے پھر اپنا دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ کی پشت پر رکھ کر سینے پر نیت باندھے لیکن دعا ثناء نہ پڑھے بلکہ **"اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم، بسم اللہ الرحمٰن الرحیم"** اور سورہ فاتحہ سرّاً پڑھے اور کبھی اس کے ساتھ کوئی سورت بھی پڑھے۔

پھر دوسری بار اللہ اکبر کہے اور یہ درود پڑھے: **"اللهم صلی علیٰ محمد وعلیٰ آل محمد، کما صلیت علیٰ ابراهیم وعلیٰ آل ابراهیم، انك حميد مجيد، اللهم بارك علیٰ محمد وعلیٰ آل محمد کما بارکت علیٰ ابراهیم وعلیٰ آل ابراهیم انك حميد مجيد"**. (بخاری/ ۳۳۷۰، مسلم/ ٤۰٦)

پھر تیسری بار اللہ اکبر کہے اور اخلاص کے ساتھ وہ دعائیں پڑھے جو حدیث میں ہیں ان میں بعض دعائیں یہ ہیں: **"اللهم اغفر لحينا و ميّتنا وشاهدنا وغائبنا وصغيرنا وكبيرنا و ذكرنا وانثانا، اللهم من احييته منا فاحيه على الاسلام ومن توفيته منا فتوفه على الايمان اللهم لا تحرمنا اجره لا تضلنا بعده"** (ابوداؤد/ ۳۲۰۱، ابن ماجه/ ۱٤۹۸) اے اللہ! ہمارے زندوں اور مردوں، حاضر وغائب چھوٹوں اور بڑوں، مذکر اور مؤنث کو بخش دے، اے اللہ! ہم میں سے جس کو تو زندہ رکھ اس کو اسلام پر زندہ رکھ اور جس کو وفات دے اسے ایمان پر وفات دے، اے اللہ! تو ہمیں ایمان کے اجر سے محروم نہ کر اور اس کے بعد ہمیں گمراہ نہ کر۔

"اللهم اغفرله وارحمه وعافه واعف عنه واكرم نزله ووسع مدخله واغسله بالماء والثلج والبرد، ونقه من الخطايا كما نقيت الثوب الابيض من الدنس، وابدله داراً خيراً من داره واهلاً خيراً من اهله وزوجاً خيراً من زوجه وادخله الجنة وأعذه من عذاب القبر" (أو من عذاب النار) (مسلم/ ۹٦۳) اے اللہ! تو اسے بخش دے، اس پر رحم کر اس کو عافیت دے اور اس کے گناہوں کو درگزر کر دے۔ اس کی اچھی طرح مہمانی کر، اس کی قبر کو کشادہ کر دے، اسے پانی اولے اور برف سے دھودے، اس کی غلطیوں کو ایسے ہی معاف کردے جیسے تونے سفید کپڑا میل سے صاف کیا ہے۔ اس کو اس کے (دنیا کے) گھر سے بہتر گھر عطا کر اور اس کی بیوی سے بہتر بیوی عطا کر اور اسے جنت میں داخل کر اور اسے عذاب قبر یا عذاب جہنم سے بچا۔

"اللهم ان فلان بن فلان فی ذمتك وحبل جوارك فقه من فتنة القبر و عذاب النار، وانت اهل الوفاء والحق، فاغفرله وارحمه، انك انت الغفور الرحيم" (ابوداؤد/ ۳۲۰۲، ابن ماجه/ ۱۲۹۹) اے اللہ! فلاں بن فلاں تیرے ذمے اور پڑوس میں ہے، پس تو اسے قبر کے فتنے اور عذاب جہنم سے بچالے تو اہل وفاء اور حق ہے۔ پس تو اسے بخش دے، اس پر رحم کر، بیشک تو معاف کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔

اور اگر میت چھوٹی عمر کا ہو تو یہ اضافہ کرے:

"اللھم اجعله لنا سلفا وفرطاً واجراً و ذخراً"۔ اے اللہ! اس کو ہمارے لئے اجر اور ذخیرہ بنا جو ہم سے پہلے پہنچ جائے۔(بیہقی: ٦٧٩٤، ملاحظہ ہو شیخ البانی کی کتاب احکام الجنائز: ١٦١)

پھر چوتھی بار اللـه اکبر کہے اور تھوڑی دیر ٹھہر کر دعا کرے پھر اپنے دائیں جانب ایک مرتبہ سلام پھیرے اور اگر کبھی بائیں جانب بھی دوسرا سلام پھیرے تو کوئی حرج نہیں۔

جس کی کوئی تکبیر چھوٹ جائے وہ اس کی صفت کے مطابق قضاء کرے اور اگر قضاء نہیں کیا اور امام کے ساتھ سلام پھیر دیا تو اس کی نماز ان شاء اللہ صحیح ہوگی۔

سنت یہ ہے کہ جنازہ کی نماز جماعت سے پڑھی جائے اور تین صفوں سے کم نہ ہو اور اگر کئی جنازے ہوں تو امام سے قریب مردوں کو رکھا جائے پھر بچوں کو پھر عورتوں کو اور سب کے لئے ایک نماز پڑھی جائے اور ہر جنازہ کے لئے الگ الگ نماز پڑھنا بھی جائز ہے۔

جنازہ کی نماز میں دعا میت کے اعتبار سے پڑھی جائے، پس اگر میت مرد ہے تو اس کے لئے ہی دعا پڑھی جائے گی جیسا کہ اوپر بیان کیا جا چکا ہے اور اگر عورت ہے تو اس کے لئے مؤنث کی ضمیر استعمال کی جائے اور اگر کئی جنازے ہوں تو جمع کی ضمیر استعمال کی جائے اور اگر عورتیں ہوں تو جمع کی وہ ضمیر استعمال کی جائے جو مؤنث کے لئے ہے جیسے: **"اللھم اغفرلھن"** اور اگر پہلے سے یہ نہ جان سکے کہ مذکر ہے یا مؤنث تو **"اللھم اغفرله یا اغفرلھا"** کہہ سکتا ہے۔

جو لوگ میدان جنگ میں شہید ہو کر مریں ان کے بارے میں امام کو اختیار ہے چاہے ان کے جنازے کی نماز پڑھے یا نہ پڑھے لیکن پڑھنا افضل ہے ان کو اسی جگہ دفن کر دیا جائے جہاں وہ شہید کئے گئے ہیں اور دوسرے شہداء مثلاً جو ڈوب کر مریں یا جل کر مریں انہیں غسل دیا جائے اور کفن پہنایا جائے اور ان کے جنازے کی نماز پڑھی جائے۔

مسلمان کے جنازہ کی نماز پڑھنی چاہئے چاہے وہ نیک ہو یا بُرا، البتہ نماز چھوڑنے والے کے لئے جنازہ کی نماز نہیں پڑھی جائے گی۔

جو خودکشی کرلے یا جس نے مال غنیمت میں خیانت کی ہو تو امام یا اس کا نائب زجر و توبیخ کے طور پر ان کے جنازے کی نماز نہ پڑھیں اور بقیہ لوگ پڑھ لیں۔

جس مسلمان پر کوئی حد قائم کی گئی ہو جیسے رجم یا قصاص وغیرہ اسے غسل دیا جائے گا اور اس کے جنازہ کی نماز پڑھی جائے گی۔

سنت یہ ہے کہ آدمی ایمان رکھ کر ثواب کی نیت سے جنازہ کے پیچھے پیچھے جائے یہاں تک کہ اس کی نماز پڑھ لی جائے اور اسے دفن کر دیا جائے، جنازہ کے پیچھے جانے کا حکم مردوں کے لئے ہے نہ کہ عورتوں کیلئے، جنازہ کے ساتھ کوئی آتش بازی اور آواز نہ کی جائے، اور نہ کوئی قرأت و ذکر ہے۔

اگر کوئی شخص مر جائے اور تم اس کے جنازے کی نماز میں شرکت کرنے کی اہلیت رکھتے ہو اور اس کے مخاطب ہو لیکن تم نے نماز نہیں پڑھی تو اس کی قبر پر جا کر اس کے جنازے کی نماز پڑھو۔

جنازہ کے پیچھے پیچھے چلنے، اس پر نماز پڑھنے اور دفن تک رہنے کی فضیلت:

١- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو ایمان رکھ کر ثواب کی نیت سے کسی مسلمان کے جنازہ کے ساتھ جائے اور نماز اور دفن سے فارغ ہونے تک اس کے ساتھ رہے تو وہ دو قیراط ثواب لے کر لوٹے گا، ہر قیراط اتنا بڑا ہے جتنا احد پہاڑ اور جو شخص جنازہ پر نماز پڑھ کر دفن سے پہلے لوٹ آئے تو وہ ایک قیراط ثواب لے کر لوٹے گا۔(بخاری/ ٤٧، مسلم/ ٩٤٥)

نماز غائبانہ کا حکم:

غائب جس کے جنازہ کی نماز نہ پڑھی گئی ہو اس کی نماز غائبانہ پڑھی جا سکتی ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی ﷺ نے نجاشی کے مرنے کی خبر لوگوں کو اسی روز دی جس روز وہ (ملک حبش) میں مرا پھر آپ لوگوں کو لے کر عیدگاہ گئے اور اس کے جنازہ کی نماز میں چار تکبیریں کہیں۔(بخاری/ ١٣٧٧، مسلم/ ٩٥١)

سنت یہ ہے کہ جنازہ جلد تیار کیا جائے اور اس پر نماز پڑھنے اور اسے دفن کرنے میں جلدی کی جائے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جنازہ جلدی لے جایا کرو اگر وہ نیک ہے تو تم اس کو بھلائی کی طرف نزدیک کرتے ہو اور اگر نیک نہیں ہے تو برے کو اپنی گردنوں پر سے اتارتے ہو۔

اگر جنازہ عیدگاہ یا مسجد میں ہو تو عورت مرد کی طرح بقیہ مسلمانوں کے ساتھ نماز پڑھ سکتی ہے اور اس کو وہی ثواب ملے گا جو مردوں کو ملے گا۔

جن اوقات میں میت کو دفن کرنا اور اس کے جنازہ کی نماز پڑھنا منع ہے:

حضرت عقبہ بن عامر جہنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ تین اوقات میں رسول اللہ ﷺ ہمیں نماز پڑھنے اور مردوں کو دفن کرنے سے منع فرماتے تھے، سورج نکلنے کے وقت یہاں تک کہ وہ بلند ہو جائے، کھڑی دوپہر میں یہاں تک کہ سورج جھک جائے اور سورج غروب ہونے کے وقت یہاں تک کہ وہ غروب ہو جائے۔ (مسلم: ۸۳۱)

۵۔ میت کو اٹھانا اور دفن کرنا

میت کو چار آدمی اٹھائیں، پیدل چلنے والے اس کے آگے اور پیچھے چلیں اور سوار جنازے کے پیچھے ہی رہیں اور اگر قبرستان دور ہو اور وہاں تک جانے میں مشقت ہو تو میت کو سواری پر لے جانے میں کوئی حرج نہیں۔

مسلمان کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کیا جائے چاہے مرد ہو یا عورت، بڑا ہو یا چھوٹا، مسجد میں دفن کرنا قطعاً جائز نہیں اسی طرح مشرکین کے قبرستان میں دفن کرنا جائز نہیں۔

میت کو دفن کرنے کی صفت:

قبر کو کشادہ اور بہتر بنایا جائے اور جب قبر کے نچلے حصے پر پہنچے تو میت کے سامنے کے بقدر قبلے

کی طرف تھوڑی جگہ دے، اور اس میں میت کو رکھ دے۔ (یعنی بغلی قبر کھودے) اور وہ سیدھی قبر سے بہتر ہے اور اس کو داخل کرتے وقت یہ کہے: "**بسم اللہ وعلیٰ سنة رسول اللہ ﷺ**" اور ایک روایت میں "**وعلیٰ ملة رسول اللہ**" کے الفاظ ہیں۔ (ابو داؤد/ ۳۲۳۱، ترمذی/ ۱۰۴۶)

میت کو اس کی بغلی قبر میں اس کے دائیں پہلو کے بل رکھے اور چہرہ قبلہ کی طرف ہو پھر اس کے اوپر کچی اینٹیں مٹی کا گارا لگا کر نصب کئے جائیں پھر مٹی میں دفن کر دیا جائے اور اس کی قبر زمین سے ایک بالشت اوپر اٹھا دی جائے اور اس کو کوہان نما بنا دیا جائے۔

قبر کو پختہ بنانا، اس پر عمارت تعمیر کرنا، اس کے پاس نماز پڑھنا، اس پر مسجد بنانا، اس پر چراغ جلانا، اس پر گلاب پھیلانا، اس کا طواف کرنا، اس پر کچھ لکھنا اور اس پر میلے ٹھیلے لگانا منع ہے۔

قبر پر مسجد بنانا جائز نہیں اور مسجد میں میت کا دفن کرنا جائز نہیں، پس اگر مسجد دفن کرنے سے پہلے بنائی گئی تھی تو قبر کو برابر کر دیا جائے یا اگر لاش نئی ہے تو اسے نکال کر دوسری جگہ قبرستان میں دفن کر دیا جائے اور اگر قبر پر مسجد بنائی گئی ہے تو یا تو مسجد کو گرا دیا جائے یا قبر کی صورت مٹا دی جائے، ہر وہ مسجد جو قبر پر بنائی گئی ہو اس میں نماز نہ پڑھی جائے خواہ فرض نماز ہو یا نفل۔

سنت یہ ہے کہ قبر کو اتنا گہرا کھودا جائے کہ وہاں سے ہوا نہ نکل سکے اور نہ اسے درندے کھود سکیں اور اس کے نیچے بغلی قبر بنائی جائے جیسا کہ اس کے بارے میں بیان کیا جا چکا ہے اور یہی افضل ہے یا سیدھی قبر بنائی جائے وہ اس طرح سے کہ قبر کے بیچ میں ایک گڈھا کھود دیا جائے اور اس میں میت کو رکھ دیا جائے پھر اس کے اوپر کچی اینٹیں لگائی جائیں پھر دفن کر دیا جائے۔

سنت یہ ہے کہ میت کو دن میں دفن کیا جائے اور رات میں بھی دفن کرنا جائز ہے۔

ایک قبر میں ایک سے زیادہ آدمی کو دفن کرنا جائز نہیں ہے الا یہ کہ اس کی ضرورت ہو جیسے کہ مقتولین کی تعداد زیادہ ہو جائے اور دفن کرنے والے کم لوگ ہوں اور ایسی صورت میں قبر میں سب سے پہلے اس شخص کو رکھا جائے جو ان میں سب سے افضل ہو اور اپنی موت سے پہلے اپنی قبر کھودنا پسندیدہ نہیں ہے۔

میت کو ایک قبر سے دوسری قبر میں منتقل کرنا مصلحت اور ضرورت کے تحت جائز ہے مثلاً اس کی قبر کو پانی ڈھانپ لے، یا اسے کفار کے قبرستان میں دفن کیا گیا ہے، پس قبر مردوں کا گھر ہے جب وہ وہاں پہنچ جائیں تو ان کو وہاں سے نکالنا صرف انہیں کے فائدے کے لئے جائز ہے۔

میت کو قبر میں مرد رکھیں عورتیں نہیں اور میت کو میت کے ولی قبر میں اتارنے کے زیادہ حق دار ہیں، میت کو قبر میں اس کے پیر کی طرف سے اتارا جائے پھر اس کا سر آہستہ آہستہ داخل کیا جائے اور اسے قبر میں کسی بھی طرف سے داخل کرنا بھی جائز ہے، اور میت کی ہڈی توڑنا حرام ہے۔

عورتوں کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ جنازے کے پیچھے پیچھے چلیں کیوں کہ ان کا دل کمزور ہوتا ہے وہ جزع فزع کرسکتی ہیں، وہ مصیبتوں پر صبر نہیں کر پاتی ہیں ان کے منہ سے بعض ایسے کلمات نکل سکتے ہیں جن کا کہنا حرام ہے یا ان سے بعض ایسے افعال سرزد ہوسکتے ہیں جو حرام ہیں۔

جو میت کو دفن کرنے جائے وہ اس کی قبر پر سر کی طرف سے تین مرتبہ مٹی ڈالے۔

میت کا ولی اس کی قبر کے پاس کوئی نشانی لگا سکتا ہے، جیسے پتھر وغیرہ تا کہ اس کے گھر والوں میں سے جو مرے اس کو اس کے قریب دفن کیا جاسکے اور اس کے قبر پہچانی جاسکے۔

جو شخص سمندر میں مرے (یعنی کشتی وغیرہ میں) اور اس کی حالت بدل جانے کا خوف ہو تو اسے غسل دیا جائے اور کفن پہنایا جائے اور سمندر میں ڈال دیا جائے۔

اگر کسی زندہ مسلمان کا کوئی کٹا ہوا عضو ملے خواہ وہ کسی بھی سبب سے کٹا ہو تو اس کا جلانا جائز نہیں اور نہ اسے غسل دیا جائے اور نہ اس پر نماز پڑھی جائے بلکہ ایک کپڑے میں لپیٹ کر قبرستان میں دفن کر دیا جائے۔

جب جنازہ گزرے تو آدمی (بطور احترام) کھڑا ہو جائے اور اگر کوئی بیٹھا ہوا ہے تو کوئی حرج نہیں۔

جب جنازہ رکھ دیا جائے تو بیٹھ جانا چاہئے اور اسے زمین پر رکھنے اور دفن کرنے کے درمیان کے وقفہ میں کبھی کبھی حاضرین کو موت اور اس کے بعد کی زندگی یاد دلائی جائے اور نصیحت کی جائے، میت کے دفن کرنے کے بعد لوگ قبر کے پاس تھوڑی دیر ٹھہریں اور میت کے لئے دعا واستغفار کریں۔

مسلمان اپنے مشرک رشتے دار مثلاً اپنے باپ یا اپنی ماں کی لاش مٹی میں چھپا سکتا ہے لیکن وہ اسے نہ نہلائے اور نہ کفن پہنائے اور نہ اس کے جنازے کی نماز پڑھے، مشرک کے مسلمان رشتے داروں کا اس کے جنازے کے پیچھے پیچھے جانا جائز نہیں۔

۶- تعزیت

دفن سے پہلے اور دفن کے بعد میت کے اقرباء کی تعزیت کرنی چاہئے۔ اور اس سے یہ کہنا چاہئے۔ ''اللہ ہی کی وہ چیز تھی جو اس نے لی ہے اور اس نے جو کچھ بھی دیا ہے وہ اسی کا ہے لہٰذا صبر کرو''۔(بخاری/۷۳۷۷، مسلم/۹۲۳)

اور میت اور اس کے اقرباء کے لئے یہ دعا کرے:

"اللهم اغفر لأبي فلان وارفع درجته في المهديين واخلفه في عقبه في الغابرين واغفر لنا وله يارب العالمين وافسح له في قبره ونور له فيه" (مسلم/ ۹۲۰) اے اللہ! تو ابو فلاں کو بخش دے، اس کے درجات ان لوگوں میں بلند کردے جن کو تو نے ہدایت دی ہے اور اس کے پسماندگان میں اس کا خلف بنا اور ہمیں اور اسے اے رب العالمین بخش دے، اور اس کی قبر کو کشادہ کردے اور اس میں اس کے لئے نور پیدا کردے۔

میت کے گھر والوں کی تعزیت کرنی چاہے اس کی تحدید نہیں ان سے ایسی باتیں کہے جس سے انہیں تسلی ہو جائے اور ان کا غم ہلکا ہو جائے اور وہ صبر ورضا پر آمادہ ہو جائیں لیکن یہ تعزیت شرعی حدود ہی میں ہو اور تعزیت کرنے والا میت اور اس کے اقرباء کے لئے دعا کرے۔

تعزیت ہر جگہ جائز ہے، خواہ قبرستان ہو یا بازار یا عیدگاہ یا مسجد یا گھر اور یہ سنت نہیں ہے کہ میت کے گھر والے کسی جگہ اکٹھا ہوں اور لوگ ان کی تعزیت کے لئے جائیں، بلکہ اس کے گھر والے اپنے کام کاج میں لگ جائیں اور جو شخص بھی ان سے ملے ان کی تعزیت کرے۔

گھر والوں کے لئے جائز نہیں کہ تعزیت کے لئے کوئی متعین لباس پہنیں اس لئے کہ اس میں

اللہ کے فیصلے پر نا گواری کا اظہار کرنا ہے۔

ان کفار کی تعزیت کرنا جائز ہے جو اسلام اور مسلمانوں سے دشمنی نہ ظاہر کرتے ہوں لیکن ان کی میت کے لئے دعا نہ کی جائے۔

سنت یہ ہے کہ میت کے گھر والوں کے لئے کھانا پکایا جائے اور اسے ان کے پاس بھیجا جائے اور یہ مکروہ ہے کہ میت کے گھر والے لوگوں کے لئے کھانا تیار کریں اور پھر لوگوں کو کھانے کے لئے دعوت دیں۔

میت پر آنسو بہانا جائز ہے بشرط کہ واویلا اور نوحہ نہ کیا جائے، کپڑے پھاڑنا، گالوں پر طمانچہ مارنا، آواز بلند کرنا وغیرہ حرام ہے اور میت کو اس کی وجہ سے قبر میں تکلیف ہوگی۔

حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی ﷺ نے آل جعفر کو تین دن کی مہلت دی تھی کہ لوگ ان کے پاس تعزیت کے لئے آئیں، پھر آپ ان کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ آج کے بعد میرے بھائی پر مت رونا پھر آپ نے فرمایا کہ میرے بھتیجے کو بلاؤ چنانچہ مجھے بلایا گیا میں گھبرایا ہوا تھا نبی کریم ﷺ نے فرمایا حجام کو بلاؤ پھر آپ نے میرا سر منڈا دیا۔ (ابو داؤد: ۴۱۹۲، نسائی: ۵۲۲۷)

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: میت کو اس کی قبر میں اس پر نوحہ کرنے کی وجہ سے عذاب دیا جاتا ہے۔ (بخاری: ۱۲۹۲، مسلم: ۹۲۷)

۷-قبر کی زیارت

مرد قبر کی زیارت کر سکتے ہیں اس لئے کہ وہ موت اور آخرت کو یاد دلاتی ہے اور یہ زیارت عبرت حاصل کرنے، نصیحت پکڑنے، مردوں کو سلام کرنے اور ان کے استغفار کے لئے ہونی چاہئے نہ کہ ان سے دعا کی درخواست کرنے، ان سے تبرک حاصل کرنے، یا ان کی قبروں سے تبرک حاصل کرنے کے لئے ہو یہ ساری چیزیں جائز نہیں ہے۔

تمام زندہ لوگوں کے لئے مردوں کو پکارنا، ان سے فریاد طلب کرنا، ان سے اپنی ضرورت پوری کرنے کے لئے کہنا، ان سے اپنی پریشانی دور کرنے کی التجا کرنا انبیاء اور صالحین کی قبروں کا طواف کرنا، قبروں کے پاس ذبیحہ پیش کرنا حرام و شرک ہے، اللہ تعالیٰ نے اس پر عذاب جہنم کی دھمکی دی ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے مرض الموت میں فرمایا: اللہ تعالیٰ یہود و نصاریٰ پر لعنت بھیجے انہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو مسجد بنا لیا، وہ کہتی ہیں کہ اگر ایسی بات نہ ہوتی تو آپ کی قبر نمایاں کر کے بنائی جاتی لیکن اس بات کا اندیشہ ہوا کہ کہیں اس کو مسجد نہ بنا لیا جائے۔ (بخاری: ۱۳۳۰، مسلم: ۵۲۹)

قبروں کی زیارت کے وقت کیا کہا جائے:

۱-جب قبرستان میں داخل ہو تو یہ دعا پڑھے "**السلام على اهل الد يارمن المؤمنين والمسلمين، ويرحم الله المستقدمين منا والمستاخرين وانا ا ن شاء الله بكم لاحقون**" (مسلم: ۹۷۴) مؤمن اور مسلم قبر والوں پر سلام ہو، اللہ تعالیٰ ان لوگوں پر جو ہم سے پہلے گزر چکے ہیں اور جو بعد میں آنے والے ہیں ان تمام لوگوں پر رحم کرے، اور ہم بھی ان شاء اللہ تم سے ملنے والے ہیں۔

۲- یا یہ کہے: "**السلام عليكم دارقوم مؤمنين وانا ان شاء الله بكم لاحقون**". (مسلم: ۲۴۹) مومن قبر والو! تم پر سلام ہو اور ان شاء اللہ ہم بھی تم سے ملنے والے ہیں۔

۳- یا یہ کہے: "**السلام عليكم اهل الد يارمن المؤمنين والمسلمين، وانا ان شاء الله للاحقون، اسأل الله لنا ولكم العافية**" (مسلم/۹۷۵)

مؤمن اور مسلم قبر والو! تم پر سلام ہو اور ہم بھی ان شاء اللہ تم سے ملنے والے ہیں، ہم اللہ سے اپنے لئے اور تمہارے لئے عافیت مانگتے ہیں۔

عورتوں کا قبروں کی زیارت کرنا گناہ کبیرہ میں سے ہے اور قطعاً جائز نہیں ہے، البتہ اگر عورت

بغیر زیارت کے قصد کے قبرستان سے گزرے تو وہ قبر والوں کو سلام کرسکتی ہے اور ان کے لئے وہ دعا کرسکتی ہے جس کا بیان حدیث میں ہے البتہ قبرستان میں نہ داخل ہو۔

قبر کی زیارت کرنے والے کے احوال:

١- اللہ تعالیٰ سے مردوں کے لیے دعا کرے، ان کے لئے استغفار کرے، ان کی حالت سے عبرت حاصل کرے اور آخرت کو یاد کرے، یہ شرعی زیارت ہے۔

٢-قبروں کے پاس اپنے لئے یا دوسروں کے لئے یہ گمان رکھ کر دعا کرنا کہ قبروں کے پاس دعا کرنا مساجد میں دعا کرنے سے افضل ہے بدعت ہے۔

٣- اللہ تعالیٰ سے کسی کے جاہ ومنصب کو وسیلہ بنا کر دعا کرنا حرام ہے کیوں کہ وہ شرک تک پہنچانے والی ہے مثلا یہ کہے: **اسألک یا ربی بجاہ فلان.**

٤- اللہ تعالیٰ سے دعا کرنے کے بجائے اصحاب قبور سے دعا کرنا شرک اکبر ہے مثلاً یہ کہے اے اللہ کے نبی! اے اللہ کے ولی! اے فلاں! مجھے یہ عطا کر یا مجھے شفا دے۔

مردہ شخص دنیا میں اپنے گھر والوں اور دوستوں کے احوال جانتا ہے، اس کے سامنے یہ چیز پیش کی جاتی ہے وہ اچھی چیز سن کر خوش ہوتا ہے اور بری چیز سن کر تکلیف محسوس کرتا ہے، وہ اس شخص کی بات اور سلام دعا سنتا ہے جو اس کی زیارت کے لیے جاتا ہے اور اس سے مانوس ہوتا ہے۔

جو دین اسلام کے علاوہ دوسرے دین پر مرے اس کی قبر کی زیارت صرف عبرت حاصل کرنے کے لئے کی جاسکتی ہے، اس کے لئے دعا اور استغفار نہ کیا جائے بلکہ اسے جہنم کی بشارت دی جائے۔

قبرستان عبرت کی جگہ ہے لہٰذا اس میں درخت لگا کر یا عمدہ پختہ راستہ بنا کر یا چراغاں کرکے خوبصورت بنانے کی کوشش نہ کی جائے۔

موت کے بعد میت کے ساتھ کیا چیزیں جاتی ہیں:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میت کے

ساتھ تین چیزیں جاتی ہیں ان میں دو چیزیں واپس آجاتی ہیں اور اس کے ساتھ ایک چیز باقی رہ جاتی ہے۔ اور وہ یہ ہیں۔ اس کے گھر والے، اس کا مال اور اس کا عمل، پھر اس کے گھر والے اور اس کا مال واپس آجاتا ہے اور اس کا عمل اس کے ساتھ باقی رہ جاتا ہے۔ (بخاری:٦٥١٤، مسلم: ٢٩٦)

اگر کوئی مسلمان کسی مردہ مسلمان کو ثواب پہنچانے کی خاطر کوئی عمل کرے تو یہ جائز ہے الا یہ کہ وہ شرعی حدود میں ہو مثلاً میت کے لئے دعا کرنا، اس کے لئے استغفار کرنا، اس کی طرف سے حج وعمرہ کرنا، اس کی طرف سے صدقہ کرنا، اس کی طرف سے واجب روزہ رکھنا مثلاً نذر کا روزہ وغیرہ تو یہ جائز ہے البتہ کچھ لوگوں کو کرایہ پر قرآن پڑھنے کے لئے بلانا اور اس کا ثواب میت کو ہدیہ کرنا بدعت ہے۔

———∘∘○∘∘———

۱-کتاب الــزکــوٰۃ

اس میں مندرجہ ذیل چیزوں کا بیان:

۱-زکوٰۃ کا معنیٰ، اس کا حکم اور اس کی فضیلت

۲-سونے چاندی کی زکوٰۃ

۳-جانوروں کی زکوٰۃ

۴-زمین سے پیدا ہونے والی چیزوں کی زکوٰۃ

۵-سامان تجارت پر زکوٰۃ

۶-صدقۂ فطر

۷-زکوٰۃ نکالنا

۸-زکوٰۃ کے مصارف

۹-نفلی صدقہ

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿خذ من اموالهم صدقة تطهرهم وتزكيهم بها وصل عليهم ان صلاتك سكن لهم والله سميع عليم﴾

(توبة : ۱۰۳)

آپ ان کے مالوں میں سے صدقہ لے لیجئے جس کے ذریعہ سے آپ ان کو پاک صاف کردیں اور ان کے لئے دعا کیجئے، بلاشبہ آپ کی دعا ان کے لئے موجب اطمینان ہے اور اللہ تعالیٰ خوب سنتا ہے اور خوب جانتا ہے۔

١-زکوٰۃ کا معنیٰ

[اس کا حکم اور اس کی فضیلت]

اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لئے مختلف قسم کی عبادتیں مشروع کی ہیں، ان میں سے بعض کا تعلق جسم سے ہے جیسے نماز، بعض کا تعلق مال خرچ کرنے سے ہے، جیسے زکوٰۃ وصدقہ اور بعض کا تعلق جسم اور مال دونوں سے ہے جیسے حج، اور جہاد، اور بعض کا تعلق نفس کو محبوب چیزوں سے روکنے سے ہے جیسے روزہ۔

مال صاحب مال کو نفع اسی وقت پہنچائے گا جب اس کے اندر تین شرطیں پائی جائیں: ایک یہ کہ حلال مال کمائے، دوسرے یہ کہ وہ اللہ اور اس کے رسول سے غافل نہ ہو تیسرے یہ کہ اللہ کا حق جو اس کے مال میں ہے اسے ادا کرے۔

١-زکوٰۃ: زکوٰۃ کا مطلب زیادتی ونمو ہے، یہ مخصوص جماعت کے خاص مال میں خاص وقت میں ایک واجب حق ہے۔

زکوٰۃ مکہ میں فرض کی گئی البتہ اس کا نصاب مقرر کرنا اور جن اموال پر زکوٰۃ واجب ہے ان کا بیان اور مصارف زکوٰۃ کا بیان مدینہ میں ٢ھ میں ہوا۔

زکوٰۃ شہادتین اور نماز کے بعد اسلام کا سب سے اہم رکن ہے، یہ اسلام کے ارکان میں سے تیسرا رکن ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿خُذْ مِنْ أَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيهِم بِهَا وَصَلِّ عَلَيْهِمْ إِنَّ صَلَاتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ﴾ (توبہ:١٠٣) آپ ان کے مالوں میں سے صدقہ لے لیجئے جس کے ذریعے سے آپ ان کو پاک صاف کردیں اور ان کے لئے دعا کیجئے، بلاشبہ آپ کی دعا ان کے لئے موجب اطمینان ہے اور اللہ تعالیٰ خوب سنتا ہے خوب جانتا ہے۔

زکوٰۃ کی مشروعیت میں حکمت:

زکوٰۃ لینے کا مقصد صرف مال جمع کرنا اور اسے فقراء ومحتاج لوگوں پر خرچ کرنا نہیں ہے بلکہ اس کا پہلا مقصد یہ ہے کہ آدمی مال کا بندہ اور غلام بن کر نہ رہے بلکہ اپنے نفس کو اس سے بلند کرے اور مال کا سردار اور آقا بن کر رہے، زکوٰۃ اس لئے ہے تاکہ دینے اور لینے والے کو پاک کردے۔

زکوٰۃ سے بظاہر اگرچہ مال میں کمی ہوتی ہے لیکن بعد میں اس سے مال میں برکت ہوتی ہے اس میں اضافہ ہوتا ہے اس سے زکوٰۃ دینے والے کا ایمان بڑھ جاتا ہے، اس کے اخلاق اچھے ہوجاتے ہیں، یہ سخاوت کی علامت ہے اس سے محبوب چیز کو اس سے بھی محبوب چیز کے حصوں کے لئے خرچ کیا جاتا ہے اور وہ اللہ کی رضا اور جنت ہے۔

اسلام میں مال کا نظام اس بات کے اعتراف پر قائم ہے کہ مال کا اصلی مالک اللہ تعالیٰ ہے اور وہی تنہا اس کی ملکیت کا مسئلہ طے کرنے کا حق رکھتا ہے، وہی مال میں حقوق کو متعین کرنے اور اس کے کمانے اور خرچ کرنے کے راستوں کو متعین کرنے کا حقدار ہے، زکوٰۃ گناہوں کو مٹاتی ہے، وہ جنت میں داخل ہونے اور جہنم سے نجات پانے کا سبب ہے۔

اللہ تعالیٰ نے زکوٰۃ کو اس لئے مشروع کیا تاکہ نفس کو رذیل صفات سے پاک کیا جاسکے جیسے بخیلی وغیرہ یہ مالداروں اور محتاجوں کے درمیان ایک مضبوط پُل ہے یہ نفسوں کو صاف ستھرا اور دلوں کو پاکیزہ بناتا ہے، اس سے کینہ وحسد دور ہوتا ہے اور سب لوگ امن وسلامتی کی فضاء میں رہتے ہیں ان کے درمیان محبت وبھائی چارگی قائم ہوتی ہے۔

زکوٰۃ دینے سے نیکیوں میں اضافہ ہوتا ہے، اور مال آفات سے محفوظ رہتا ہے اور اس میں زیادتی ہوتی ہے، اس سے فقرا ومساکین کی ضرورت پوری ہوتی ہے، اور مالی جرائم جیسے چوری ڈاکہ وغیرہ نہیں ہوتے ہیں۔

زکوٰۃ کا نصاب:

اللہ تعالیٰ نے زکوٰۃ کا نصاب مقرر کرنے میں اس بات کو مدنظر رکھا ہے کہ آدمی نے اس مال کے

حاصل کرنے میں کتنی محنت ومشقت کی ہے چنانچہ:

۱-رکاز میں پانچواں حصہ واجب کیا،رکاز جاہلیت کے زمانے کا دفن کیا ہوا خزانہ ہے جو بغیر مشقت کے حاصل ہوتا ہے۔(یعنی ۲۰ر فیصد)

۲-وہ کھیتی جو بارش یا چشمہ ونہر کے پانی سے سینچی جائے اوراس پر خرچ نہ کرنا پڑے اس میں دسواں حصہ زکوٰۃ ہے۔ (یعنی ۱۰ر فیصد)

۳-جس کھیتی کو کنویں کا پانی دیا جائے اوراس میں محنت ومشقت اورخرچ ہو اس میں بیسواں حصہ زکوٰۃ ہے۔(یعنی ۵ر فیصد)

۴-جس کے حاصل کرنے میں بہت مشقت ہے اور دوڑ بھاگ ہے جیسے،نقود،سامان تجارت وغیرہ اس میں چالیسواں حصہ زکوٰۃ ہے۔(۲ء۵ر فیصد)

زکوٰۃ دینے کی فضیلت:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿إِنَّ الَّذِينَ آمَنُواْ وَعَمِلُواْ الصَّالِحَاتِ وَأَقَامُواْ الصَّلاَةَ وَآتَوُاْ الزَّكَاةَ لَهُمْ أَجْرُهُمْ عِندَ رَبِّهِمْ وَلاَ خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلاَ هُمْ يَحْزَنُونَ﴾(بقرہ:۲۷۷)

بیشک جولوگ ایمان کے ساتھ نیک کام کرتے ہیں،نمازوں کو قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں ان کا اجران کے رب تعالیٰ کے پاس ہے،ان پر نہ تو کوئی خوف ہے نہ اداسی اورغم۔

زکوٰۃ چھوٹے بڑے،مذکر ومؤنث،کم عقل اور مجنون سب کے مال میں واجب ہے اگر وہ موجود ہو اور نصاب تک پہنچ جائے اوراس پر ایک سال گزر جائے،اور مالک آزاد مسلمان ہو۔

کافر کے اوپر زکوٰۃ واجب نہیں،اسی طرح ساری عبادات ہیں،لیکن قیامت کے دن اس پر ان کا محاسبہ ہوگا،دنیا میں ان سے زکوٰۃ صرف اسی وقت قبول کی جائے گی جب وہ ایمان لے آئیں۔

زمین کی پیداوار،چرنے والے جانور اور تجارت کے نفع میں زکوٰۃ واجب ہے،اگر وہ نصاب تک پہنچ جائیں اوراس میں ایک سال مکمل ہونے کی شرط نہیں ہے البتہ رکاز میں زکوۃ واجب ہے چاہے کم ہو یا زیادہ وراس کے لئے نصاب اور ایک سال گزرنا شرط نہیں۔

چرنے والے جانور اور تجارت کے نفع میں ایک سال گزرنے کی شرط ان کے اصل کے بارے میں ہے اگر وہ نصاب تک پہنچ جائے۔

اگر کسی کا قرض ایسے شخص پر ہے جو مالدار ہے اور جس سے ملنے کی جلد امید ہے تو اس کی زکوٰۃ اس پر قبضہ کرنے کے بعد ادا کرے اور بہتر یہ ہے کہ قبضہ کرنے سے پہلے ادا کرے اور اگر کسی تنگ دست یا ٹال مٹول کرنے والے شخص پر ہے تو اس پر قبضہ کرنے کے بعد ایک سال کے لئے اس کی زکوٰہ نکال دے۔

اوقاف جو رفاہ عام کے لئے ہو جیسے مساجد،مدارس،فقراء کے لئے مکانات وغیرہ میں زکوٰہ نہیں اسی طرح جو بھی مال عام بھلائی کے راستوں میں خرچ کرنے کے لئے رکھا گیا ہو وہ وقف کی طرح ہے،اس میں زکوٰۃ نہیں۔اوراس وقف میں زکوٰۃ واجب ہے جو معین شخص پر ہو جیسے اولاد پر۔

زکوٰہ مطلقاً واجب ہے اگر چہ زکوٰۃ دینے والے پر اتنا قرض ہو جو نصاب کو کم کر رہا ہو،الّا یہ کہ ایسا قرض ہو جس کی ادائیگی زکوٰہ کے حلول سے پہلے واجب ہو جائے ایسی صورت میں پہلے قرض ادا کرے پھر جو بچے اس کی زکوٰہ نکالے۔

زکوٰۃ عین مال میں واجب ہوتی ہے،چنانچہ غلہ میں غلہ لیا جائے،بکری میں بکری لی جائے اور روپیہ وپیسہ میں روپیہ پیسہ لیا جائے اس سے ہٹ کر نہ کیا جائے الّا یہ کہ کوئی ضرورت ہو۔

اگر کسی کا کوئی مال کسی کے اوپر ہے جو اس کو ادا نہیں کر سکتا تو اس کو زکوٰۃ سمجھ کر اس کو دے دینا جائز نہیں ہے۔

جو مال استعمال کے لئے ہو مثلاً رہائشی مکان،کپڑا،گھر کا فرنیچر اور گاڑیاں وغیرہ ان میں زکوٰۃ نہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:مسلمان پر اس کے غلام اور گھوڑے میں زکوٰۃ نہیں۔(بخاری:۱۴۶۳،مسلم:۹۸۲)

اگر آدمی کے پاس اتنے پیسے ہو جائیں جو نصاب تک پہنچتے ہوں اوران پر ایک سال گزر جائے

تو ان میں زکوٰۃ ہے چاہے وہ نان ونفقہ کے لئے رکھے گئے ہوں یا شادی کے لئے رکھے گئے ہوں یا پراپرٹی خریدنے کے لئے رکھے گئے ہوں یا قرض ادا کرنے کے لئے رکھے گئے ہوں۔

اگر کسی شخص پر زکوٰۃ واجب ہے اور اس نے اسے نہیں نکالا اور مر گیا تو اس کے وارث اس کے ترکے میں سے وصیت پوری کرنے اور ترکہ تقسیم کرنے سے پہلے نکال دیں۔

اگر سال کے کسی حصہ میں مال نصاب سے کم ہو گیا ہے یا اس مال کو بیچ دیا ہے اور زکوٰۃ سے بھاگنا مقصد نہ ہو تو وہ سال منقطع ہو جائے گا۔ اور اگر اسی کے جنس سے بدل لیا ہے تو سال منقطع نہیں ہوگا۔

اگر کوئی مسلمان مر جائے اور اس پر زکوٰۃ اور قرض دونوں ہو اور اس نے جو مال چھوڑا ہو وہ دونوں کو اداء کرنے کے لئے کافی نہ ہو تو مال کو تناسب کے اعتبار سے ان دونوں میں تقسیم کر دیا جائے گا۔

جن اموال پر زکوٰۃ واجب ہے وہ چار ہیں:

۱-سونا، چاندی اور روپیہ۔
۲-چرنے والے جانور اور وہ اونٹ، گائے اور بکری ہیں۔
۳-زمین سے نکلنے والی چیزیں جیسے غلہ، پھل، معدنیات وغیرہ۔
۴-سامان تجارت۔

۲-سونے چاندی کی زکوٰۃ

اگر سونا بیس دینار یا اس سے زیادہ تو اس پر چالیسواں حصہ زکوٰۃ ہے۔

بیس دینار ۸۵ رگرام سونا ہوتا ہے، اور سونے کا ہر دینار ۲۵ء۴ رگرام سونے کے برابر ہوتا ہے، چاندی اگر ۲۰۰ سو درہم ہو یا اس سے زیادہ وزن میں پانچ اوقیہ یا اس سے زیادہ ہو تو چالیسواں حصہ زکوٰۃ ہے۔

دوسو درھم ۵۹۵ رگرام کے برابر ہوتا ہے، اور یہ ۵۶ رسعودی چاندی کے ریال کے برابر ہے۔ اور چاندی کا ایک سعودی ریال اس وقت کاغذ کے سات سعودی ریال کے برابر ہے پس حاصل ضرب یہ ہوگا 392=7×56 یہ کاغذ کے سعودی ریال کا سب سے کم نصاب ہے۔

اس میں چالیسواں حصہ ۹٫۸ ریال ہوگا یعنی %2.5۔

موجودہ روپیہ، ریال اور ڈالر وغیرہ کا حکم سونے اور چاندی کا حکم ہے، ان کی قیمت لگائی جائے گی پس اگر وہ سونے اور چاندی میں سے کسی ایک کے نصاب تک پہنچ جائیں تو ان میں زکوٰۃ واجب ہے اور چالیسواں حصہ ہے اگر ایک سال گزر جائے۔

سونا اور چاندی بنانے کی تین حالتیں ہیں:

۱-اگر اس سے تجارت مقصد ہے تو اس میں سامان تجارت کی زکوٰۃ ہوگا یعنی چالیسواں حصہ اس لئے کہ وہ تجارت کا سامان ہے پس اس ملک کی کرنسی سے اس کی قیمت لگائی جائے گی پھر زکوٰۃ نکالی جائے گی۔

۱-اگر اسے بطور تحفہ بنانا ہے جیسے چھری، چمچہ، لوٹا وغیرہ تو یہ حرام ہے لیکن اگر وہ نصاب تک پہنچتا ہے تو اس میں زکوٰۃ واجب ہے اور وہ چالیسواں حصہ ہے۔ (2.5%)

۳-اگر اسے مباح طریقے سے استعمال کے لیے یا کسی کو عاریتاً دینے کے لیے بنانا ہے تو چالیسواں حصہ زکوٰۃ ہے اگر وہ نصاب تک پہنچ جائے اور اس پر ایک سال گزر جائے۔

روپیہ میں زکوٰۃ نکالنے کی کیفیت:

سونے اور چاندی کے نصاب میں سے کسی ایک کے برابر روپیہ کی قیمت لگائی جائے اور چونکہ سونے کا کم سے کم نصاب ۸۵ رگرام ہے اور ایک گرام کی قیمت مثلاً چالیس ۴۰ رسعودی ریال ہے، اس لئے ۸۵ رکو ۴۰ رسے ضرب دینے کے بعد ۳۴۰۰ سعودی ریال ہوا۔ (۳۴۰۰ = ۴۰×۸۵) یہ روپے کا کم سے کم نصاب ہوا اس میں چالیسواں حصہ زکوٰۃ ہے یعنی، ڈھائی فیصد)
روپیوں کی زکوٰۃ نکالنے کے لئے مال کو چالیس حصوں میں تقسیم کر دیا جائے اور چالیسواں حصہ

نکال دیا جائے یہی سونے اور چاندی کی زکوٰۃ میں بھی واجب ہے، مثلاً اگر کسی کے پاس اسی ہزار ریال ہوں تو اس کا حساب اس طرح لگایا جائے، ۲۰۰۰ = ۸۰۰۰۰ ÷ ۴۰ر یا اس طرح اس مبلغ کی زکوٰۃ دو ہزار روپے ہوئی اور یہ چالیسواں حصہ ہے عورتیں سونے اور چاندی کے زیورات اپنی عادت کے مطابق پہن سکتی ہیں لیکن اسراف نہ کریں اور ہر سال اس کی زکوٰۃ نکالیں اگر وہ نصاب تک پہنچ جائے اور ایک سال گزر جائے اور جسے حکم معلوم نہ ہو وہ اس وقت سے زکوٰۃ نکالے جب سے اسے حکم معلوم ہوا ہے اور جو سال گزر چکے ہیں ان میں زکوٰۃ نہیں ہے۔

ہیرے جواہرات، موتی اور قیمتی پتھر اگر پہننے کے لئے ہوں تو ان میں زکوٰۃ نہیں ہے لیکن اگر تجارت کے لئے ہوں تو ان کی قیمت سونے اور چاندی کے نصاب سے لگائی جائے گی۔ پس اگر نصاب تک اس کی کی قیمت پہنچ رہی ہے اور اس پر ایک سال گزر گیا ہے تو چالیسواں حصہ زکوٰۃ ہے۔

نصاب کی تکمیل میں سونے کو چاندی سے نہ ملایا جائے البتہ سامان (تجارت) کی قیمت ان دونوں میں سے ہر ایک سے ملائی جائے۔

۳-جانوروں کی زکوٰۃ

جن جانوروں میں زکوٰۃ واجب ہے وہ یہ ہیں، اونٹ گائے اور بکری۔

اونٹ، گائے اور بکری میں زکوٰۃ واجب ہے اگر وہ چرنے والے ہوں یعنی سالوں سال جنگل و صحرا میں چرنے والے جانور ہوں۔

یہ جانور جب نصاب تک پہنچ جائیں اور ان پر ایک سال گزر جائے تو ان میں زکوٰۃ واجب ہے چاہے دودھ دینے کے لئے ہوں یا نسل بڑھانے کے لئے ہوں یا گھی نکالنے کے لئے ہوں، اور ہر جنس سے اسی کے مطابق زکوٰۃ نکالی جائے۔

زکوٰۃ میں لوگوں کے سب سے بہتر اموال نہ لئے جائیں اور نہ ردی مال لیا جائے بلکہ اوسط مال لیا جائے۔

بکریوں کا کم سے کم نصاب چالیس بکری ہے اور گایوں کا کم سے کم نصاب تیس ہے اور اونٹوں کا ۵ر ہے۔

بکریوں کا نصاب:

سے	تک	زکوٰۃ کی مقدار
۴۰	۱۲۰	ایک بکری
۱۲۱	۲۰۰	دو بکری
۲۰۱	۳۰۰	تین بکریاں

پھر ہر سو میں ایک بکری ہے مثلاً تین سو میں تین بکریاں ہیں اور چار سو میں چار بکریاں ہیں اور ۴۹۹ر میں بھی چار بکریاں ہیں......

۲-گائے کا نصاب

سے	تک	زکوٰۃ کی مقدار
۳۰	۳۹	ایک سال کا بچھڑا یا بچھڑی
۴۰	۵۹	دو سال کی گائے
۶۰	۶۹	ایک سال کے دو بچھڑے یا بچھڑی

پھر ہر تیس ۳۰ میں ایک بچھڑا یا بچھڑی ہے اور ہر چالیس میں دانت والی گائے (یعنی دو سال کی گائے) ہے۔ چنانچہ ۵۰ر میں ایک مسنہ (دو سال کی گائے) ہے اور ۷۰ر میں ایک بچھڑا اور ایک مسنہ ہے اور ۱۰۰ر میں دو بچھڑا اور ایک مسنہ ہے اور ۱۲۰ر میں چار بچھڑے ہیں یا تین مسنہ ہیں......

۳-اونٹ کا نصاب

سے	تک	زکوٰۃ کی مقدار
۵	۹	ایک بکری
۱۰	۱۴	دو بکری
۱۵	۱۹	تین بکریاں

از	تا	زکوٰۃ
۲۰	۲۴	چار بکریاں
۲۵	۳۵	ایک سال کی اونٹنی
۳۶	۴۵	دوسال کی اونٹنی
۴۶	۶۰	تین سال کی اونٹنی
۶۱	۷۵	چارسال کی اونٹنی
۷۶	۹۰	دودوسال کی دواونٹنیاں
۹۱	۱۲۰	تین تین سال کی دواونٹنیاں

پھر ہر چالیس پر دوسال کی اونٹنی ہے اور ہر پچاس پر تین سال کی اونٹنی ہے، چنانچہ ۱۳۰/اونٹ میں تین سال کی ایک اونٹنی اور دو سال کی دو اونٹنیاں ہیں اور ۱۵۰/ میں تین تین سال کی تین اونٹنیاں ہیں اور ۱۶۰/ میں دودوسال کی چاراونٹنیاں ہیں اور ۱۸۰/ میں تین تین سال کی دواونٹنیاں اور دودوسال کی دواونٹنیاں ہیں اور ۲۰۰ میں دودوسال کی پانچ اونٹنیاں ہیں یا تین تین سال کی چار اونٹنیاں ہیں۔جس کے اوپر دوسال کی اونٹنی واجب ہو لیکن دوسال کی اونٹنی نہ ہو تو وہ ایک سال کی اونٹنی نکالے اور جبران ادا کرے (جبران دو بکری یا بیس درہم ہے) یا تین سال کی اونٹنی نکالے اور جبران قبول کرے، جبران صرف اونٹوں میں ہے۔

اگر اونٹ یا گائے یا بکری یا دوسرے جانوروں یا پرندوں کو آدمی اپنی طرف سے چارہ کھلائے خواہ اپنے باغ سے کھلائے یا خرید کر کھلائے یا کاٹ کر لائے اور اسے کھلائے تو اگر یہ جانور تجارت کے لئے ہیں اور ان پر ایک سال گزر چکا ہے تو ان کی قیمت لگائی جائے پس اگر وہ نصاب تک پہنچتے ہیں تو اس میں چالیسواں حصہ زکوٰۃ ہے اور اگر وہ تجارت کے لئے نہیں ہیں بلکہ دودھ دینے کے لئے اور نسل بڑھانے کے لئے ہیں اور وہ یہ ان کو چارہ کھلاتا ہے تو ان میں زکوٰۃ نہیں ہے۔

بکری کی زکوۃ میں بھیڑ کا نر بچہ جس کی عمر چھ مہینے کی ہو یا ایک سال کی بکری لی جائے گی۔زکوٰۃ میں صرف مادہ لی جائے گی۔اور نر صرف گائے کی زکوٰۃ میں لیا جاسکتا ہے، اسی طرح ایک سال کی

اونٹنی کی جگہ دوسال کا اونٹ یا تین سال کا اونٹ یا چار سال کا اونٹ لیا جاسکتا ہے یا جب سب کے سب جانور نر ہوں تو نر ہی لیا جائے گا۔

زکوٰۃ کے ڈر سے جدا جدا مال کو اکٹھا نہ کیا جائے اور اکٹھا مال کو جدا جدا نہ کیا جائے مثلاً اگر کسی کے پاس چالیس بکریاں ہوں تو یہ جائز نہیں کہ ان کو دو جگہوں میں کردے پھر جب زکوٰۃ وصول کرنے والا آئے تو انہیں نصاب سے کم پائے یا کسی کے پاس چالیس بکریاں ہوں اور دوسرے شخص کے پاس بھی اتنی ہی بکریاں ہوں اور تیسرے شخص کے پاس بھی اتنی ہی بکریاں ہوں تو یہ تینوں اپنی بکریاں اکٹھا کردیں تاکہ صرف ایک ہی بکری لی جاسکے کیونکہ اگر الگ الگ رہیں گی تو تین بکریاں دینی پڑیں گی۔اس طرح کا حیلہ جائز نہیں۔

زکوٰۃ وصول کرنے والا سب سے بہتر مال نہ لے مثلاً حاملہ اونٹی، سانڈ، وہ مادہ جو اپنے بچے کی پرورش کررہی ہو، وہ موٹا تازہ جانور جو کھانے کے لیے پالا پوسا گیا ہو وغیرہ بلکہ وہ متوسط مال لے۔

۴-زمین سے نکلنے والی چیزوں میں زکوٰۃ کا بیان

زمین سے نکلنے والی چیزیں یہ ہیں، غلہ، پھل، معدنیات اور رکاز (دفن کیا ہوا خزانہ) وغیرہ۔

ہر قسم کے غلہ میں زکوٰۃ واجب ہے اسی طرح ہر اس پھل میں زکوٰۃ واجب ہے جسے ناپا جاسکے اور ذخیرہ کیا جاسکے جیسے کھجور اور کشمش، زکوٰۃ کے وجوب کے وقت اس کا آدمی کی ملکیت میں ہونا شرط ہے اور نصاب تک پہنچا شرط ہے۔اس کے نصاب کی مقدار پانچ وسق ہے۔اور یہ صاع نبوی سے تین سو صاع ہوا۔(ایک وسق: ۶۰/صاع کا ہوتا ہے) یعنی تقریباً ۶۱۲/کلوگرام گیہوں۔

ایک صاع نبوی کا وزن تقریباً ۲٫۰۴/کلوگرام گیہوں ہے۔پس جس برتن میں اتنی مقدار میں گیہوں سما جائے وہ صاع نبوی ہے، یہ چار متوسط مُد کے برابر ہوگا، نصاب کی تکمیل میں ایک سال کا پھل ملایا جائے گا اگر ایک ہی جنس ہو مثلاً کھجور کی کئی قسمیں ہوں۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پانچ

اوقیے چاندی سے کم میں زکوٰۃ نہیں اور نہ پانچ مادہ اونٹوں سے کم میں زکوٰۃ ہے اور نہ پانچ وسق سے کم میں زکوٰۃ ہے۔(بخاری/۱۴۰۵/ مسلم۹۷۹)

غلہ اور پھل میں کتنی زکوٰۃ واجب ہے:

۱-جب کھیتی کی سینچائی میں کچھ خرچ نہ کرنا پڑے مثلاً وہ بارش کے پانی یا چشمے کے پانی سے سینچی گئی ہو تو اس میں دسواں حصہ زکوٰۃ ہے۔

۲-جس کھیتی کی سینچائی میں خرچ کرنا پڑے جیسے کنویں کا پانی آلات وغیرہ سے نکال کر کھیتی سینچی جائے اس میں بیسواں حصہ زکوٰۃ ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس کھیتی کو آسمان یا چشمے کا پانی دیا جائے یا وہ زمین جو خود بخود سیراب ہو، اس میں سے دسواں حصہ زکوٰۃ لی جائے اور جس کھیتی میں کنویں سے پانی دیا جائے اس میں سے بیسواں حصہ زکوٰۃ لی جائے۔
(بخاری/۱۴۰۵/ مسلم/۹۷۹)

غلہ اور پھل میں زکوٰۃ اس وقت واجب ہے جب دانہ سخت ہو جائے، اور پھل کی پختگی ظاہر ہو جائے اور پھل کی پختگی یہ ہے کہ اس میں سرخی یا زردی آجائے، اس کے بعد اگر اس کا مالک بیچتا ہے تو اس کی زکوٰۃ اسی کے اوپر ہے نہ کہ خریدنے والے پر۔

اگر غلہ یا پھل خراب ہو جائے یا اس میں نقصان ہو جائے اور مالک کا اس میں کوئی دخل نہ ہو تو اس میں زکوٰۃ ساقط ہو جائے گی۔

سبزیوں اور پھلوں میں زکوٰۃ نہیں ہے۔(یعنی ایسے پھل جن کو ناپا نہ جاتا ہو اور جن کو ذخیرہ بنا کر رکھا نہ جاتا ہو) الا یہ کہ وہ تجارت کے لئے تیار کئے جائیں، ایسی صورت میں ان کی قیمت لگائی جائے گی اور اگر اس پر سال گزر چکا ہے اور وہ نصاب تک پہنچ گیا ہے تو چالیسواں حصہ نکال لیا جائے گا۔

اگر شہد اپنی ملکیت میں سے کسی جگہ سے کاٹے یا ویران درختوں اور پہاڑوں سے کاٹ کر لائے اس میں دسواں حصہ زکوٰۃ ہے اور اس کا نصاب: ۱۶۰/عراقی رطل ہے، یعنی ۶۲/کلوگرام اور اگر شہد

کی تجارت کرتا ہے تو سامان تجارت میں جو زکوٰۃ ہے اسی کے مطابق اس کی زکوٰۃ نکالے یعنی چالیسواں حصہ۔

زمین یا باغ اگر کوئی شخص کرایہ پر لے تو اس کی پیداوار میں دسواں یا بیسواں حصہ زکوٰۃ اسی کو دینی پڑے گی خواہ وہ غلہ ہو یا پھل ہو جسے ناپا جا سکے اور ذخیرہ بنایا جا سکے یا اس کے علاوہ ہو اور اس کے مالک پر زکوٰۃ نہیں ہوگی البتہ کرایہ پر دینے والے کو کرایہ کی رقم میں سے زکوٰۃ دینی پڑے گی اگر وہ نصاب تک پہنچ جائے اور اس پر اس تاریخ سے ایک سال گزر جائے جس تاریخ کو کرایہ پر دینے کا معاہدہ کیا ہے۔

جو مال سمندر سے نکالا جائے جیسے موتی، مونگا، مچھلی وغیرہ اس میں زکوٰۃ نہیں ہے، لیکن اگر تجارت کے لئے ہو تو اس کی قیمت سے چالیسواں حصہ نکال لیا جائے گا۔ جب وہ نصاب تک پہنچ جائے اور اس پر ایک سال گزر جائے۔

نباتات کے علاوہ زمین سے جو بھی چیز نکلنے والی ہو جیسے معدنیات وغیرہ اگر وہ سونے اور چاندی کے نصاب کو پہنچے تو اس کی قیمت کا چالیسواں حصہ نکال لیا جائے اور اگر وہ قیمتی چیزیں ہیں جیسے سونا اور چاندی تو عین مال میں سے چالیسواں حصہ نکالا جا سکتا ہے۔

رکاز:

یہ جاہلیت کے زمانہ کا زمین میں دفن کیا ہوا خزانہ ہے اگر ایسا خزانہ ملے تو اس میں پانچواں حصہ زکوٰۃ ہے چاہے تھوڑا مال نکلے یا زیادہ اس میں نصاب کی شرط نہیں اور نہ ایک سال گزرنے کی شرط ہے، اور اسے انہیں مصارف میں خرچ کیا جائے گا جو مال غنیمت کے لئے مقرر ہیں اور بقیہ چار حصے پانے والے کے لئے ہیں۔

۵-سامان تجارت میں زکوٰۃ

سامان تجارت وہ چیزیں ہیں جو خرید و فروخت کے لئے تیار کی جائیں تا کہ ان سے نفع حاصل کیا جا سکے۔ چاہے غیر منقول جائداد ہو۔ یا حیوان یا کھانا، پانی یا آلات وغیرہ۔

سامان تجارت جب نصاب تک پہنچ جائے اور اس پر ایک سال گزر جائے تو اس میں زکوٰۃ ہے، سال پورا ہونے کے بعد وقت سونے یا چاندی کے نصاب سے اس کی قیمت لگائی جائے گی پھر پوری قیمت کا چالیسواں حصہ نکال لیا جائے گا، یا خود سامان میں سے چالیسواں حصہ لے لیا جائے گا۔

مکانات، منقول جائداد، گاڑیاں اور آلات وغیرہ اگر رہنے یا استعمال کرنے کے لئے ہوں اور تجارت مقصد نہ ہو تو ان میں زکوٰۃ نہیں ہے لیکن اگر کرایہ پر دینے کے لئے ہوں تو کرایہ پر دینے کی تاریخ سے کرایہ کی رقم میں زکوٰۃ ہے اگر وہ نصاب کو پہنچ جائے اور خرچ کرنے سے پہلے اس پر ایک سال گزر جائے اور اگر تجارت کے لئے تیار کئے گئے ہوں تو ان کی قیمت میں زکوٰۃ ہے اور چالیسواں حصہ ہے اگر وہ نصاب تک پہنچ جائے اور اس پر ایک سال گزر جائے۔

کھیتی، کارخانے اور دکانوں کے آلات وغیرہ کی قیمت میں زکوٰۃ نہیں اس لئے کہ وہ بیچنے کے لئے نہیں بلکہ استعمال کے لئے ہیں۔

کمپنیوں کے شیئرز میں زکوٰۃ:

زراعت کمپنی:

اگر اس کمپنی نے غلہ اور پھل وغیرہ میں اپنا سرمایہ لگایا جسے ناپا تولا جا سکتا ہے اور ذخیرہ کیا جا سکتا ہے تو اس میں غلے اور پھل کی زکوٰۃ اور وہی شرطیں ہیں جو غلہ اور پھل کے لئے مقرر کی گئی ہیں اور اگر چوپایوں میں سرمایہ لگایا ہے تو اس میں چوپایوں کی زکوٰۃ ہے اور وہی شرطیں ہیں جو چوپایوں کے لئے مقرر کی گئی ہیں اور اگر مسئول مال ہے تو اس میں روپئے کی زکوٰۃ ہے یعنی چالیسواں حصہ اور وہی شرطیں ہیں جو نقود کے لئے مقرر کی گئی ہیں۔

صنعتی کمپنیاں:

مثلاً دوا، بجلی، سیمنٹ اور لوہے وغیرہ کی کمپنیاں اس میں **Net Profit** (خالص منافع) پر زکوٰۃ واجب ہے اور چالیسواں حصہ ہے، بشرط کہ وہ نصاب تک پہنچے اور اس پر ایک سال گزر جائے، اسے ان غیر منقولہ جائداد پر قیاس کیا جائے گا، جو کرایہ کے لئے تیار کیا گیا ہے۔

تجارتی کمپنیاں:

مثلاً ایکسپورٹ، اِمپورٹ، بیع وشراء، مضاربہ، مالی تحویلات **Transfer** وغیرہ، جن کے ساتھ شرعی اصل سرمایہ اور نفع دونوں پر چالیسواں حصہ زکوٰۃ ہے، اگر وہ نصاب تک پہنچ جائے اور اس پر ایک سال گزر جائے۔

شیئرز کی زکوٰۃ کی دو حالتیں ہیں:

اگر شیئر ہولڈر مسلسل مالک بنا رہنا چاہتا ہے اور اس کا سالانہ منافع لینا چاہتا ہے تو اس میں زکوٰۃ اسی طرح ہے جس طرح اوپر بیان کیا گیا ہے۔

اور اگر تجارت کرنا مقصد ہے کبھی بیچنا، کبھی خریدنا تاکہ منافع ملتا رہے تو ان سارے شیئرز میں زکوٰۃ واجب ہے جن کا وہ مالک ہے اور ان کی زکوٰۃ سامان تجارت کی زکوٰۃ کی طرح ہے یعنی چالیسواں حصہ اور زکوٰۃ نکالنے کے وقت ان کی قیمت کا اعتبار کیا جائے گا جیسے بونڈس **(Bonds)**

حرام اموال کی زکوٰۃ:

حرام مال کی دو قسمیں ہیں:

۱- اگر وہ اصلاً حرام ہے جیسے شراب، سود، تو اس کا مالک بننا جائز نہیں، اسے پاک نہیں کیا جا سکتا اس کا تلف کرنا اور اس سے چھٹکارا پانا واجب ہے۔

۲- اور اگر وصفاً حرام ہے (نہ کہ بذات خود) مثلاً ناحق کسی سے لیا گیا ہے جیسے غصب کر کے، چوری کر کے، یا عقد فاسد کے ذریعہ جیسے سود اور جوا وغیرہ تو اس کی دو حالتیں ہیں:

۱- اگر اس کے مالک کا پتہ چل جائے تو وہ مال اس کو لوٹا دیا جائے اور مالک قبضہ کرنے کے ایک سال بعد اس کی زکوٰۃ نکالے۔

۲- اگر مالک کا پتہ نہ چلے تو اسے اس کی طرف سے صدقہ کر دے اور اگر مالک ظاہر ہو جائے اور اجازت دے دے تو کوئی بات نہیں اور اگر اجازت نہ دے تو وہ مال اس کو دے دے اور اگر اس نے ایسا نہیں کیا بلکہ اپنے ہاتھ میں باقی رکھا تو وہ گنہگار ہوگا اور اس پر اس کی زکوٰۃ بھی واجب ہوگی۔

۶-صدقۂ فطر

اللہ تعالیٰ نے صدقہ فطر روزہ داروں کو ان کے لغو اور فحش گوئی وغیرہ سے پاک کرنے کے لئے اور عید کے دن مسکینوں کو اغنیاء کے ساتھ خوشی میں شریک کرنے اور انہیں مانگنے سے بچانے کے لئے مشروع کیا ہے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے صدقہ فطر روزہ داروں کو لغو اور فحش گوئی سے پاک کرنے اور مسکینوں کے لئے کھانا مہیا کرنے کے لئے فرض کیا ہے۔

پس جس نے عید کی نماز سے پہلے اسے ادا کیا اس کا صدقہ فطر مقبول ہوگا اور جس نے نماز کے بعد ادا کیا تو یہ عام صدقات میں سے ایک صدقہ مانا جائے گا۔ (ابو داؤد/۱۶۰۹/ ابن ماجہ/۱۸۲۷)

صدقہ فطر کا حکم:

صدقۂ فطر ہر مسلمان پر واجب ہے چاہے وہ مذکر ہو یا مؤنث آزاد ہو یا غلام چھوٹا ہو یا بڑا جس کے پاس اس کی خوراک اور ان مسلمانوں کی خوراک سے ایک صاع فاضل کھانا (غلہ یا کھجور وغیرہ) ہو جن کی کفالت اس پر لازم ہے، اور ماں کے پیٹ میں جو بچہ ہو اس کی طرف سے نکالنا بھی مستحب ہے۔

صدقہ فطر رمضان کے آخری دن غروب آفتاب سے ہر شخص پر خود ادا کرنا واجب ہو جاتا ہے۔ لیکن اگر باپ پورے گھر والوں کی طرف سے یا دوسرے لوگوں کی طرف سے ان کی اجازت اور رضامندی سے ادا کرے تو جائز ہے، اور اسے ثواب ملے گا۔

صدقۂ فطر نکالنے کا وقت:

اس کا وقت عید الفطر کی رات غروب آفتاب سے شروع ہوتا ہے اور عید کی نماز سے پہلے تک رہتا ہے اور افضل یہ ہے کہ اسے عید کے دن نماز سے پہلے نکالا جائے لیکن عید سے ایک یا دو دن پہلے بھی نکالنا جائز ہے۔

اگر کسی نے اس کو عید کی نماز کے بعد نکالا تو وہ عام صدقات میں سے ایک صدقہ مانا جائے گا اور ایسا کرنے والا گنہگار ہوگا، الّا یہ کہ وہ معذور ہو اور اگر بغیر عذر عید کے دن کے بعد نکالا تو وہ گناہ گار ہوگا اور اگر معذور ہے تو اس کی قضاء کر لے اس پر کوئی گناہ نہیں۔

صدقۂ فطر کی مقدار:

صدقۂ فطر ہر اس چیز سے نکالا جا سکتا ہے جو اس شہر کے رہنے والوں کی خوراک ہو جیسے۔ گیہوں، جو، کھجور، کشمش، پنیر، چاول، مکئی وغیرہ اور ان میں افضل وہ ہے جو فقیر کے لئے زیادہ نفع بخش ہو۔

اسے ہر شخص کی طرف سے ایک صاع نکالا جائے یعنی: ۲ء۴۰ کلوگرام صدقہ فطر اس شہر کے فقراء کو دے جس شہر میں اس پر فطرہ واجب ہو اور غلہ کی جگہ قیمت نکالنا درست نہیں۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے صدقہ فطر ایک صاع کھجور یا ایک صاع جو ہر غلام اور آزاد مرد اور عورت چھوٹے بڑے مسلمان پر فرض کیا ہے اور عید کی نماز کے لئے نکلنے سے پہلے اس کے ادا کرنے کا حکم دیا ہے۔ (بخاری:۱۵۰۳، مسلم ۹۸۴،۹۸۶)

۷-زکوٰۃ نکالنا

زکوٰۃ نکالنے کے آداب:

زکوٰۃ اس وقت نکالی جائے جب وہ واجب ہو جائے، اور خوش دلی سے نکالی جائے اور اپنے سب سے بہتر مال سے نکالی جائے اور سب سے حلال مال سے نکالی جائے اور صدقہ وصول کرنے والے کو مطمئن کر دیا جائے، اور آدمی جو مال نکالے اسے حقیر سمجھے تاکہ اس کے دل میں فخر یا خود بینی نہ پیدا ہو اور اسے چھپا کر دے تاکہ ریاکاری سے محفوظ رہے اور کبھی اس واجب کو زندہ کرنے اور لوگوں کو رغبت دلانے کے لئے ظاہر کر کے بھی دے اور دینے کے بعد احسان نہ جتائے ورنہ وہ باطل ہو جائے گا۔ بہتر یہ ہے کہ زکوٰۃ دینے والا اپنی زکوٰۃ کا مال دینے کے لئے ایسے آدمی کو تلاش کر کے

جو متقی و پرہیز گار ہو، اپنا کوئی ضرورت مند رشتے دار ہو، طالب علم ہو، ایسا محتاج شخص ہو جو لوگوں کے سامنے ہاتھ نہ پھیلاتا ہو، یا بڑی فیملی والا ہو اور تنگی سے گزر بسر کرتا ہو وغیرہ۔ کسی رکاوٹ کے آنے سے پہلے زکوٰۃ ادا کر دینا چاہئے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَأَنفِقُوا مِن مَّا رَزَقْنَاكُم مِّن قَبْلِ أَن يَأْتِيَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ فَيَقُولَ رَبِّ لَوْلَا أَخَّرْتَنِي إِلَى أَجَلٍ قَرِيبٍ فَأَصَّدَّقَ وَأَكُن مِّنَ الصَّالِحِينَ﴾ (منافقون: ۱۰) اور جو کچھ ہم نے تمہیں دے رکھا ہے اس میں سے (ہماری راہ میں) اس سے پہلے خرچ کرو کہ تم میں سے کسی کی موت آجائے تو کہنے لگے اے میرے پروردگار! مجھے تو تھوڑی دیر کی مہلت کیوں نہیں دیتا؟ کہ میں صدقہ کروں اور نیک لوگوں میں سے ہو جاؤں۔

جب زکوٰۃ کے وجوب کا وقت ہو جائے تو فوراً زکوٰۃ نکالنا ہے واجب الاّ یہ کہ کوئی ضرورت ہو۔

اگر زکوٰۃ کے وجوب کا سبب پایا جائے تو زکوٰۃ اس کے واجب ہونے سے پہلے نکالنا جائز ہے، پس جانور، سونے چاندی اور سامان تجارت کی زکوٰۃ پہلے نکالی جاسکتی ہے اگر وہ نصاب کا مالک ہے۔

زکوٰۃ ایک یا دو سال پہلے بھی نکالنا جائز ہے اور اسے ماہانہ راتب کی شکل میں فقراء پر صرف بھی کیا جاسکتا ہے اگر مصلحت کا تقاضہ ہو۔

اگر مختلف اوقات میں کسی کو مال ملے جیسے تنخواہ غیر منقولہ جائداد کا کرایہ، وراثت تو ہر مال کی زکوٰۃ اس پر ایک سال مکمل ہونے کے بعد نکالے، اور اگر پسند کرے اور فقراء کی ضرورت کو ترجیح دے تو سال کے مہینوں میں سے ایک مہینہ زکوٰۃ نکالنے کے لئے مقرر کر لے جیسے رمضان کا مہینہ جس میں بہت بڑا ثواب ہے۔

جس نے زکوٰۃ کے وجوب کا انکار کرتے ہوئے زکوٰۃ دینا بند کیا اس نے کفر کیا، ایسے شخص سے زکوٰۃ لے لی جائے گی اور اگر توبہ نہ کرے تو قتل کر دیا جائے گا اس لئے کہ وہ مرتد ہے اور اگر اس نے بخیلی کرتے ہوئے زکوٰۃ نہیں دی ہے تو وہ کافر نہیں ہوگا، اس سے زکوٰۃ لے لی جائے گی اور اس کا آدھا مال بطور سزا لے لیا جائے گا۔

ایک آدمی کی زکوٰۃ ایک جماعت کو دی جاسکتی ہے اسی طرح ایک جماعت کی زکوٰۃ ایک آدمی کو دی جاسکتی ہے لیکن افضل یہ ہے کہ خود زکوٰۃ کو الگ الگ کر کے مصلحت کے مطابق کھلے چھپے دے دیا جائے اور چھپ کر دینا ہی اصل ہے الاّ یہ کہ کوئی مصلحت ہو۔

اگر حاکم مالدار لوگوں سے زکوٰۃ کا مطالبہ کرے تو اسے دینا واجب ہے آدمی اسے دے کر بری الذمہ ہو جائے گا اور اس کو اس کا اجر ملے گا اور گناہ حاکم پر ہوگا اگر اس نے اس کا غلط استعمال کیا۔

حاکم اگر عادل ہے اور لوگوں کے فوائد کی حفاظت کرنے والا ہے تو اس کے لئے یہ جائز ہے کہ مالدار لوگوں سے زکوٰۃ لے لے اور اسے ان مصارف میں صرف کر دے جسے شریعت نے بیان کیا ہے اور اس پر واجب ہے کہ اموال ظاہرہ کی زکوٰۃ لینے کے لئے عاملین زکوٰۃ کو بھیجے جیسے چرنے والے جانوروں کی زکوٰۃ، کھیتی اور پھلوں وغیرہ کی زکوٰۃ اس لئے کہ بہت سے لوگ زکوٰۃ کے وجوب کو نہیں جانتے ہیں اور کچھ لوگ سستی کرتے ہیں۔

زکوٰۃ اپنے واجب ہونے کے بعد زکوٰۃ دینے والے کے ہاتھ میں امانت ہے، پس اگر وہ مال اس کی کوتاہی ولا پرواہی کی وجہ سے ضائع ہو جائے تو وہ اس کا ذمہ دار ہوگا لیکن اگر اس نے کوتاہی نہیں کی ہے اور وہ مال ضائع ہو گیا تو وہ ضامن نہیں ہوگا۔

بہتر یہ ہے کہ جس شہر میں زکوٰۃ کا مال وصول کیا جائے اسے وہیں کے فقراء پر تقسیم کر دیا جائے اور اس کو مصلحت سے کسی دوسرے شہر میں بھی لے جانا جائز ہے، مثلاً کسی رشتے دار کو دینا ہو یا سخت ضرورت مند کو دینا ہو افضل یہ ہے کہ اس کو خود نکالے لیکن اگر اپنی طرف سے نکالنے کے لئے کسی کو متعین کر دے تب بھی جائز ہے۔

جب تک مال پر قبضہ نہ ہو اس میں زکوٰۃ واجب نہیں مثلاً کسی کو اس کی غیر منقولہ جائداد یا وراثت میں ابھی حصہ نہیں ملا ہے۔ تو اس مال میں زکوٰۃ واجب نہیں یہاں تک کہ اس پر اس کا قبضہ ہو جائے۔

مال کی زکوٰۃ کا تعلق مال سے ہے اس لئے اسے اپنے شہر میں نکالے اور صدقہ فطر کا تعلق بدن سے ہے اس لئے اسے اس جگہ نکالے جہاں وہ موجود ہو۔

زکوٰۃ نہ دینے والوں کی سزا:

جو شخص بھی نصاب کا مالک ہو اس پر زکوٰۃ نکالنا واجب ہے اور جس نے زکوٰۃ نہیں دی اس کے لئے اللہ تعالیٰ نے دردناک عذاب کی دھمکی دی ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ يَوْمَ يُحْمٰى عَلَيْهَا فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوٰى بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوْبُهُمْ وَظُهُوْرُهُمْ هٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِاَنفُسِكُمْ فَذُوْقُوْا مَا كُنتُمْ تَكْنِزُوْنَ﴾ (توبة: ٣٤-٣٥) اور جو لوگ سونے چاندی کا خزانہ رکھتے ہیں اور اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے، انہیں دردناک عذاب کی خبر پہنچا دیجئے جس دن ان کے خزانے کو آتش دوزخ میں تپایا جائے گا پھر اس سے ان کی پیشانیاں اور پہلو اور پیٹھیں داغی جائیں گی (ان سے) کہا جائے گا۔ یہ ہے جسے تم نے اپنے لئے خزانہ بنا رکھا تھا، پس اپنے خزانوں کا مزہ چکھو۔

۲-حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس کو اللہ تعالیٰ نے مال عطا کیا اور اس نے اس میں زکوٰۃ نہیں نکالی تو قیامت کے دن اس کا مال ایک گنجے سانپ کی شکل بن کر جس کی آنکھوں پر دو کالے نقطے ہوں گے اس کے گلے کا طوق بن جائے گا، پھر اس کی دونوں باچھیں پکڑ کر کہے گا میں تیرا مال ہوں، میں تیرا خزانہ ہوں۔ اس کے بعد آپ نے یہ آیت کریمہ پڑھی۔ ﴿ولا يحسبن الذين يبخلون..........﴾ (بخاری: ١٤٠٣)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر کوئی خزانہ والا اپنے خزانے کی زکوٰۃ نہیں نکالے گا تو جہنم کی آگ میں اس خزانے کو گرم کیا جائے گا پھر اس کی تختیاں بنائی جائیں گی اور اس کے پہلو اور پیشانی کو ان سے داغا جائے گا، جب تک کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے درمیان فیصلہ نہ کر دے، یہ دن پچاس ہزار سال کا ہو گا۔ (مسلم: ٩٨٧)

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے یا آپ نے یہ فرمایا اس ذات کی قسم جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں، یا آپ نے

جیسی بھی قسم کھائی، جس آدمی کے پاس اونٹ یا گائے یا بکری ہو اور وہ زکوٰۃ نہ دیتا ہو تو قیامت کے دن یہ جانور اس حال میں لائے جائیں گے کہ پہلے سے زیادہ بڑے اور موٹے ہوں گے وہ اس کو اپنے کھروں سے روندیں گے اور اپنی سینگوں سے ماریں گے، ان میں آخری جانور جب اس کے اوپر سے گزر جائے گا تو پہلا دوبارہ گزرے گا۔ (اور یہ عمل جاری رہے گا) جب تک لوگوں کے درمیان فیصلہ نہ کر دیا جائے۔ (بخاری: ١٤٦٠، مسلم: ٩٨٧)

۸-زکوٰۃ کے مصارف

زکوٰۃ کے آٹھ مصارف ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ کے اس قول میں بیان کیا گیا ہے۔

﴿اِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسَاكِيْنِ وَالْعَامِلِيْنَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغَارِمِيْنَ وَفِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَابْنِ السَّبِيْلِ فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ﴾ (توبة: ٦٠) صدقے صرف فقیروں کے لئے ہیں اور مسکینوں کے لئے اور ان کے وصول کرنے والوں کیلئے اور ان کے لئے جن کے دل پر جائے جاتے ہوں اور گردن چھڑانے میں اور قرض داروں کیلئے اور اللہ کی راہ میں اور راہرو مسافروں کے لئے ہے، فرض ہے اللہ کی طرف سے، اور اللہ علم و حکمت والا ہے۔

۱-فقرا: یہ وہ لوگ ہیں جن کے پاس اپنی ضرورت پوری کرنے کے لئے کچھ نہ ہو یا مطلوبہ رقم اور وسائل کا بعض حصہ ہو۔

۲-مساکین: یہ وہ لوگ ہیں جن کے پاس گزر بسر کرنے کے لئے مطلوبہ رقم اور وسائل کا نصف حصہ یا اس سے زیادہ موجود ہو۔

۳-عاملین: یہ وہ لوگ ہیں جو زکوٰۃ کی وصولی، اس کی حفاظت اور تقسیم پر مامور ہیں۔

۴-مولفة القلوب: یہ مسلمان بھی ہو سکتے ہیں اور کفار بھی یہ وہ لوگ ہیں جو اپنی قوم کے سردار ہیں۔ جن کی امداد کرنے پر یہ امید ہو کہ وہ مسلمان ہو جائیں گے، یا ان کے شر سے محفوظ رہنا

ممکن ہو سکے گا یا وہ مسلم افراد ہیں جن کی امداد کرنے پر یہ امید ہو کہ ان کا ایمان مضبوط ہو جائے گا یا ان کو دیکھ کر دوسرے لوگ مسلمان ہو جائیں گے۔

۵- گردنیں آزاد کرانے میں: اس سے غلام اور مکاتب غلام مراد ہیں جنہوں نے اپنے نفسوں کو اپنے مالک سے خرید کر آزاد ہونے کی کوشش کی ہے ایسے لوگوں کو زکوٰۃ کا مال دے کر آزاد کیا جائے۔

۶- غارمین: ان کی دو قسمیں ہیں: ۱- وہ شخص جو لوگوں کے درمیان صلح کرانے کے لئے مقروض ہوا ہو ایسے شخص کو اتنی رقم دی جائے جس سے اس کا قرض ادا ہو جائے۔

۲- وہ شخص جو اپنے نفس کے لئے مقروض ہوا ہو اور اس کے پاس اتنا مال نہ ہو جس سے وہ قرض ادا کر سکے۔

۷- فی سبیل اللہ: اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہیں تا کہ اللہ کا کلمہ بلند ہو اور دعوت وتبلیغ کرنے والے بھی سبیل اللہ میں داخل ہیں۔

۸- ابن السبیل: اس سے مراد وہ مسافر ہے جس کا سامان سفر راستے میں ختم ہو جائے اور اس کے پاس اتنا زادِ راہ نہ ہو جس سے وہ اپنے گھر یا وطن واپس آسکے، ایسے شخص کو زکوٰۃ کے مال سے اتنا مال دیا جائے گا جس سے اس کے سفر کی ضرورت پوری ہو جائے چاہے وہ اپنے وطن میں مالدار ہی کیوں نہ ہو۔

ان آٹھوں قسموں کے علاوہ کسی اور مصرف میں زکوٰۃ کی رقم کا استعمال صحیح نہیں اور ان میں جو زیادہ ضرورت مند ہوں اس کو سب سے پہلے دیا جائے۔

اہل زکوٰۃ میں سے صرف ایک قسم پر زکوٰۃ صرف کرنا جائز ہے اور اہل زکوٰۃ میں سے صرف ایک شخص کو اس کی ضرورت کے حدود میں زکوٰۃ کی رقم دینا جائز ہے۔ اگر چہ وہ زکوٰۃ کی رقم زیادہ ہی کیوں نہ ہو، البتہ ان آٹھوں اصناف پر اس کو بانٹ دینا مستحب ہے۔

جس کی ماہانہ تنخواہ دو ہزار روپیہ ہو لیکن اسے اپنے گھر کا خرچ چلانے کے لئے ماہانہ تین ہزار روپیوں کی ضرورت ہو تو اسے زکوٰۃ کے مال سے بقدر ضرورت دیا جا سکتا ہے۔

اگر آدمی کسی شخص کو یہ سمجھ کر زکوٰۃ کی رقم دے دے کہ وہ مستحقین میں سے ہے پھر جب اسے پتہ چلے کہ وہ زکوٰۃ کا مستحق نہیں تھا تو اس کی زکوٰۃ ادا ہو جائے گی۔

جو زکوٰۃ واجب ہے اس کو اہل زکوٰۃ کو فوراً دینا چاہئے اور اس کو اس لئے مؤخر کرنا جائز نہیں کہ وہ اور بڑھ جائے یا اس میں تجارت کی جائے تا کہ کسی شخص یا کسی تنظیم کا بھلا ہو جائے وغیرہ اور اگر وہ زکوٰۃ کا مال نہیں ہے تو اس میں تجارت کرنے اور بھلائی کے راستے میں خرچ کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

اگر کوئی شخص حج کا فریضہ ادا کرنا چاہے اور اس کے پاس اتنا مال نہ ہو جو اس کی ضرورت کے لئے کافی ہو تو زکوٰۃ کے مال میں سے اس کی مدد کرنا جائز ہے۔

کسی مسلم قیدی کو چھڑانے کے لئے زکوٰۃ کا مال دینا جائز ہے، اسی طرح اگر کوئی مسلمان شادی کر کے پاک دامنی اختیار کرنا چاہے اور وہ محتاج ہو تو اس کو شادی کرنے کے لئے زکوٰۃ کا مال دیا جا سکتا ہے، اسی طرح میت کا قرض ادا کرنے کے لئے زکوٰۃ کا مال دیا جا سکتا ہے۔

جس کا کسی فقیر پر قرض ہو وہ فقیر کو زکوٰۃ کا مال دے سکتا ہے اگر ان دونوں کے درمیان کوئی رکاوٹ نہ ہو تا کہ وہ اس کا قرض ادا کر دے لیکن قرض ساقط کر کے اس کو زکوٰۃ سمجھ لینا جائز نہیں۔

مسکین پر صدقہ کرنے میں صدقے کا ثواب ہے اور رشتے دار پر صدقہ کرنے میں صدقہ اور صلہ رحمی دونوں کا ثواب ہے۔

اگر کمانے پر قادر شخص نے علم حاصل کرنے کے لئے اپنے آپ کو دوسرے کاموں سے فارغ کر لیا تو اسے زکوٰۃ کا مال دیا جا سکتا ہے اس لئے کہ علم حاصل کرنا ایک قسم کا جہاد ہے اور اس کے کئی فائدے ہیں۔

ان محتاجوں رشتے داروں کو زکوٰۃ کا مال دیا جا سکتا ہے جن کے نان ونفقے کی ذمے داری آدمی پر نہ ہو، جیسے بھائی بہن، چچا، پھوپھی، ماموں، خالہ وغیرہ۔

اگر والدین (اور ان سے اوپر دادا، دادی وغیرہ) یا اولاد محتاج ہوں اور ان کا نفقہ دینے سے

عاجز ہوتو زکوٰۃ کا مال انہیں دے سکتا ہے وہ اسے اپنے اوپر واجب سمجھ کر نہ دیتا ہو اسی طرح اگر والدین یا بچے مقروض ہوں یا انہیں دیت ادا کرنا ہوتو وہ زکوٰۃ کے مال میں سے ان کی طرف سے وہ قرض یا دیت ادا کرسکتا ہے اور وہ اس کے سب سے زیادہ مستحق ہیں۔

اگر بیوی مقروض ہو یا اسے کفارہ ادا کرنا ہوتو شوہر اسے زکوٰۃ کا مال دے سکتا ہے البتہ بیوی اپنی زکوٰۃ اپنے شوہر کو دے سکتی ہے۔اگر وہ اہل زکوٰۃ میں سے ہے۔

بنو ہاشم اوران کے غلاموں کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں تاکہ ان کی تکریم ہو، کیونکہ زکوٰۃ لوگوں کا میل کچیل ہے۔

کافر کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں الّا یہ کہ تالیف قلب کے طور پر دیا جائے اور اپنے غلام کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں الا یہ کہ وہ مکاتب ہو۔

مالدار آدمی کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں الّا یہ کہ وہ زکوٰۃ کا عامل ہو یا مؤلفۃ قلوب میں سے ہو یا مجاہد ہو۔

غنی وہ شخص ہے جو سال بھر اپنے اور اپنے بچوں کے لئے گزر بسر کا سامان پائے چاہے اس کے پاس مال موجود ہو یا تجارت ہو یا صنعت ہو۔

جس کو زکوٰۃ دی جائے وہ دینے والے کے لئے یہ دعا کرے:

"اللھم صل علیھم" اے اللہ! تو ان پر رحم کر (بخاری/٤١٦٦، مسلم/١٠٧٨)

یا یہ کہے: **"اللھم صل علی آل فلان"**. (بخاری/١٤٩٧، مسلم/١٠٧٨) اے اللہ! آل فلاں پر رحم کر۔

یا یہ کہے: **"اللھم بارك فيه وفى ابله"**. (نسائی:٢٤٥٨) اے اللہ! اس کے مال اور اونٹوں میں برکت دے۔

اگر زکوٰۃ نکالنے والا کسی آدمی کو زکوٰۃ کا مستحق سمجھے اور یہ جانتا ہو کہ وہ زکوٰۃ قبول کرتا ہے تو اس کو زکوٰۃ دے دے لیکن اسے یہ نہ بتائے کہ یہ زکوٰۃ ہے لیکن اگر اس کے بارے میں نہ جانتا ہو یا وہ زکوٰۃ قبول نہ کرتا ہوتو اسے بتادے کہ یہ زکوٰۃ ہے۔

۹-نفل صدقہ

صدقہ کی مشروعیت میں حکمت:

اسلام نے اچھے کاموں کے لئے مال خرچ کرنے کا حکم دیا ہے اوراس پر لوگوں کو ابھارا ہے تاکہ غریبوں محتاجوں کی پرورش ہوسکے اوراس پر بہت بڑا اجر وثواب رکھا ہے، سخاوت واحسان انبیاء کی صفت ہے، صدقہ اللہ تعالیٰ کے غضب کو بجھاتا ہے اور بھلائی کرنا بری موت سے بچاتا ہے۔

صدقہ کا حکم:

صدقہ ہر وقت ایک مستحب سنت ہے اور بعض زمان ومکان اوراحوال میں صدقہ کرنے کی تاکید کی گئی ہے۔

١-زمان: جیسے رمضان اور عشرہ ذی الحجہ میں صدقہ کرنا افضل ہے۔

٢-مکان: جیسے حرمین شریفین میں صدقہ کرنا اور جگہوں سے افضل ہے۔

٣-حالات: ضرورت کے اوقات میں صدقہ کرنا افضل ہے چاہے وہ دائمی ہو جیسے جاڑے کا موسم یا ہنگامی حالت میں ہو جیسے قحط سالی یا بھکمری ہو اور افضل صدقہ وہ ہے جسے آدمی اپنے ایسے رشتہ داروں کو دے جو اس سے دشمنی رکھتا ہو۔

صدقہ کی فضیلت:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿الَّذِينَ يُنفِقُونَ أَمْوَالَهُم بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ سِرًّا وَعَلَانِيَةً فَلَهُمْ أَجْرُهُمْ عِندَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ﴾ (بقرہ: ٢٧٤) جولوگ اپنے مالوں کو رات دن چھپے کھلے خرچ کرتے ہیں ان کے لئے ان کے رب تعالیٰ کے پاس اجر ہے اور نہ انہیں خوف ہے اور نہ غمگینی۔

٢-حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے حلال کمائی سے ایک کھجور کے برابر صدقہ کیا اور اللہ تعالیٰ حلال کمائی ہی کو قبول کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ

اس کو اپنے داہنے ہاتھ میں لیتا ہے۔ پھر صدقہ دینے والے کے فائدہ کے لئے اسے ایسے ہی پالتا ہے جیسے تم میں سے کوئی بچھڑا پالتا ہے یہاں تک کہ وہ پہاڑ کی طرح ہو جاتا ہے۔(بخاری/۱۴۱۰، مسلم/۱۰۱۴)

آدمی کے لئے اپنی ضرورت اور اپنے اہل وعیال کی ضرورت سے زیادہ مال کا صدقہ کرنا مسنون ہے، صدقہ گناہوں کو مٹاتا ہے جیسے کہ پانی آگ کو بجھاتا ہے۔

صدقہ کا سب سے زیادہ مستحق صدقہ دینے والے کے بیوی بچے رشتہ دار اور پڑوسی ہیں اور بہترین صدقہ وہ ہے جسے آدمی اپنے نفس اور اپنے اہل وعیال خرچ کرے، اگر صدقہ ایسے آدمی کے ہاتھ میں پہنچ گیا جو اس کا مستحق نہیں تھا تب بھی دینے والے کو اس کا اجر ملے گا۔

صدقہ وہی عمدہ ہے جس سے آدمی مالدار رہے، یعنی آدمی اپنی ضرورت بھر اور ان لوگوں کی ضرورت بھر مال رکھنے کے بعد صدقہ کرے جو اس کی کفالت میں ہیں (اور جو شخص محتاج ہو کر خیرات کرے یا اس کے بچے محتاج ہوں تو ایسی خیرات درست نہیں) اور جس کے پاس کچھ نہ ہو اس کی محنت ومشقت ہی بہتر صدقہ ہے۔

عورت اپنے شوہر کے گھر سے صدقہ کر سکتی ہے اگر یہ سمجھتی ہے کہ وہ رضا مند ہے اور اس کو آدھا ثواب ملے گا لیکن اگر وہ نہ جانتی ہے کہ وہ راضی نہیں ہوگا تو صدقہ کرنا منع ہے۔

صحت کی حالت میں صدقہ کرنا مرض کی حالت میں صدقہ کرنے سے افضل ہے، اور تنگی کی حالت میں صدقہ کرنا خوشحالی کی حالت میں صدقہ کرنے سے افضل ہے۔ اگر اس سے اللہ کی خوشنودی حاصل کرنا مقصد ہو۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿ وَيُطْعِمُونَ الطَّعَامَ عَلَى حُبِّهِ مِسْكِيناً وَيَتِيماً وَأَسِيراً إِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللَّهِ لَا نُرِيدُ مِنكُمْ جَزَاء وَلَا شُكُوراً﴾(دھر:۹/۸) اور اللہ تعالیٰ کی محبت میں کھانا کھلاتے ہیں مسکین، یتیم اور قیدیوں کو ہم تو تمہیں صرف اللہ تعالیٰ کی رضامندی کے لئے کھلاتے ہیں نہ تم سے بدلہ چاہتے ہیں نہ شکر گزاری۔

نبی کریم ﷺ کے لئے زکوٰۃ اور نفلی صدقہ لینا جائز نہیں تھا اور بنو ہاشم کے لئے زکوٰۃ لینا جائز نہیں ہے البتہ نفلی لینا جائز ہے۔

نفلی صدقہ کافر کو بھی تالیف قلب کے لئے اور بھوک مٹانے کے لئے دیا جا سکتا ہے اور مسلمان کو اس پر اجر ملے گا، اور ہر تر کلیجہ (کے ساتھ بھلائی کرنے) میں اجر ہے۔

سائل کو کچھ نہ کچھ دینا چاہیے اگر چہ عطیہ چھوٹا ہو:

حضرت ام بجید رضی اللہ عنہا نے نبی ﷺ سے کہا کہ اے اللہ کے رسول! مسکین میرے دروازہ پر کھڑا ہوتا ہے لیکن میرے پاس اس کو دینے کے لئے (کبھی) کوئی چیز نہیں ہوتی، آپ نے فرمایا کہ اگر تم اس کو دینے کے لئے کچھ نہ پاؤ سوائے جلے ہوئے کھر کے تو اس کو بھی اس کے ہاتھ میں دے دو۔(ابو داؤد/۱۶۶۷، ترمذی/۶۶۵)

بغیر ضرورت مانگنے پر سزا:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: آدمی لوگوں سے مانگتا رہتا ہے یہاں تک کہ قیامت کے دن اس حال میں آئے گا کہ اس کے چہرے پر گوشت کا ٹکڑا نہ ہوگا۔(بخاری:۱۴۷۴، مسلم:۱۰۴۰)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو مال بڑھانے کے لئے لوگوں سے مانگے وہ (گویا) آگ کا انگارہ مانگ رہا ہے پس چاہے وہ کم مانگے یا زیادہ۔(مسلم:۱۰۴۱)

آدمی صرف حاکم سے مانگ سکتا ہے یا ایسے کام میں مانگ سکتا ہے جس میں مانگنے کے علاوہ کوئی چارہ نہ ہو۔ مثلاً کسی کے قرض یا دیت ادا کرنے کا ضامن بن جانے اور اس کے پاس اسے ادا کرنے کے لئے مطلوبہ رقم نہ ہو یا اس پر کوئی بڑی مصیبت آ جائے یا وہ فقر وفاقہ کا شکار ہو جائے اس کے علاوہ میں مانگنا حرام ہے۔

حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سوال کرنا چہرہ پر خراش

لگانا ہے۔پس جو شخص چاہے اپنے چہرہ پر خراش باقی رکھے اور جو شخص چاہے مانگنا چھوڑ دے الّا یہ کہ آدمی حاکم سے مانگے یا ایسے امر میں مانگے جس میں مانگنے کے علاوہ کوئی چارہ نہ ہو۔(احمد/۲۰۵۲۹، ابوداؤد/۱۶۳۹)

بھلائی کے کاموں میں زیادہ سے زیادہ خرچ کرنا چاہئے اس سے مال کی حفاظت ہوتی ہے اور مال میں زیادتی ہوتی ہے۔

حدیث میں ہے کہ کوئی ایسا دن نہیں گزرتا جس میں بندے صبح کرتے ہیں اور دو فرشتے نہ اترتے ہوں، ان میں سے ایک یہ کہتا ہے، اے اللہ! خرچ کرنے والے کو اس کا بدل دے اور دوسرا کہتا ہے اے اللہ! بخیل کا مال تباہ کردے۔(بخاری/۱۴۴۲، مسلم/۱۰۱۰)

جس نے شرک وکفر کی حالت میں صدقہ کیا پھر مسلمان ہوگیا تو اس کو اس پر اجر ملے گا:

حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے کہا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ ذرا بتائیے کہ زمانہ جاہلیت میں میں نے جو نیکیاں کی ہیں جیسے خیرات کرنا، غلاموں کو آزاد کرنا، صلہ رحمی کرنا، کیا ان کا ثواب مجھے ملے گا، آپ نے فرمایا کہ تم جو نیک کام کر چکے ہو اس کو قائم رکھ کر مسلمان ہوئے ہو۔(بخاری/۱۴۳۶، مسلم/۱۲۳)

صدقہ کے آداب:

صدقہ ایک عبادت ہے اس کے کچھ آداب وشرائط ہیں۔

۱-صدقہ خالص اللہ کے لئے ہو اس میں کسی قسم کی ریاء اور شہرت نہ ہو۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: اعمال کا دارومدار نیت پر ہے اور ہر شخص کو وہی چیز ملے گی جو اس نے نیت کی ہے۔(بخاری/۱، مسلم/۱۹۰۷)

۲-صدقہ حلال اور پاکیزہ کمائی سے کی جائے اس لئے کہ اللہ تعالی پاک ہے اور پاکیزہ چیز ہی کو قبول کرتا ہے۔

اللہ تعالی فرماتا ہے:﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَنفِقُوا مِن طَيِّبَاتِ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّا أَخْرَجْنَا لَكُم مِّنَ الْأَرْضِ﴾(بقرہ:۲۶۷) اے ایمان والو! اپنی پاکیزہ کمائی میں سے اور زمین میں سے تمہارے لئے ہماری نکالی ہوئی چیزوں میں سے خرچ کرو۔

۳-صدقہ بہتر ومحبوب مال سے دیا جائے۔

اللہ تعالی فرماتا ہے:﴿لَن تَنَالُوا الْبِرَّ حَتَّى تُنفِقُوا مِمَّا تُحِبُّونَ وَمَا تُنفِقُوا مِن شَيْءٍ فَإِنَّ اللَّهَ بِهِ عَلِيمٌ﴾(آل عمران:۹۲) جب تک تم اپنی پسندیدہ چیز سے اللہ تعالی کی راہ میں خرچ نہ کروگے، ہرگز بھلائی نہ پاؤگے اور تم جو خرچ کرتے ہو اسے اللہ تعالی بخوبی جانتا ہے۔

۴-آدمی جو صدقہ دے اسے بہت زیادہ نہ سمجھے اور فخر ومباحات اور خود بینی سے بچے۔

اللہ تعالی فرماتا ہے:﴿وَلَا تَمْنُن تَسْتَكْثِرُ﴾(مدثر:۶) اور احسان کر کے زیادہ لینے کی خواہش نہ کر۔

۵-ایسی چیزوں سے بچے جو صدقہ کو باطل کردیتی ہے مثلاً احسان جتانا، تکلیف دینا وغیرہ ہے۔

اللہ تعالی فرماتا ہے:﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُبْطِلُوا صَدَقَاتِكُم بِالْمَنِّ وَالْأَذَى كَالَّذِي يُنفِقُ مَالَهُ رِئَاءَ النَّاسِ﴾(البقرہ:۲۶۴) اے ایمان والو! اپنی خیرات کو احسان جتا کر اور ایذاء پہنچا کر برباد نہ کرو جس طرح وہ شخص جو اپنا مال لوگوں کے دکھاوے کے لئے خرچ کرلے۔

۶-صدقہ چھپا کردینا بہتر ہے البتہ اگر مصلحت کا تقاضہ ہے تو ظاہر کر کے دینا بھی درست ہے۔

اللہ تعالی فرماتا ہے:﴿إِن تُبْدُوا الصَّدَقَاتِ فَنِعِمَّا هِيَ وَإِن تُخْفُوهَا وَتُؤْتُوهَا الْفُقَرَاءَ فَهُوَ خَيْرٌ لُّكُمْ وَيُكَفِّرُ عَنكُم مِّن سَيِّئَاتِكُمْ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ﴾(بقرہ:۲۷۱) اگر تم صدقے خیرات کو ظاہر کرو تو وہ بھی اچھا ہے اور اگر تم اسے پوشیدہ پوشیدہ مسکینوں کو دے دو تو یہ تمہارے حق میں بہتر ہے، اللہ تعالی تمہارے گناہوں کو مٹا دے گا اور اللہ تعالی تمہارے تمام اعمال کی خبر رکھنے والا ہے۔

۷-صدقہ مسکراتے ہوئے خوش دلی سے دینا چاہئے۔

97 F-A-1

٨-صدقہ دینے میں جلدی کرنا چاہئے اور اس کو زیادہ ضرورت مند کو دینا چاہئے اور اگر کوئی رشتے دار محتاج ہے تو اس کو دوسروں کے مقابلے میں دینا بہتر ہے کیوں کہ صدقہ بھی ہوگا اور صلہ رحمی بھی۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَأَنفِقُوا مِن مَّا رَزَقْنَاكُم مِّن قَبْلِ أَن يَأْتِيَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ فَيَقُولَ رَبِّ لَوْلَا أَخَّرْتَنِي إِلَى أَجَلٍ قَرِيبٍ فَأَصَّدَّقَ وَأَكُن مِّنَ الصَّالِحِينَ﴾ (منافقون: ١٠) اور جو کچھ ہم نے تمہیں دے رکھا ہے اس میں سے ہماری راہ میں خرچ کرو اس سے پہلے کہ تم میں سے کسی کی موت آجائے تو کہنے لگے اے میرے پروردگار! تو مجھے تھوڑی دیر کی مہلت کیوں نہیں دیتا کہ میں صدقہ کرلوں اور نیک لوگوں میں سے ہوجاؤں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَأُوْلُوا الْأَرْحَامِ بَعْضُهُمْ أَوْلَى بِبَعْضٍ فِي كِتَابِ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ﴾ (انفال: ٧٥) اور رشتے ناطے والے ان میں سے بعض بعض سے زیادہ نزدیک ہیں اللہ کے حکم میں بیشک اللہ عالی ہر چیز کا جاننے والا ہے۔

١-کتاب الصیام

اس میں مندرجہ ذیل چیزوں کا بیان ہے:

١-روزہ کا معنیٰ اس کی حکمت اور فضیلت

٢-روزہ کے احکام

٣-روزہ کی سنتیں

٤-روزہ دار کے لئے کونسی چیزیں مکروہ ہیں۔

کونسی چیزیں اس پر واجب ہیں اور کونسی چیزیں جائز ہیں۔

٥-نفل روزہ

٦-اعتکاف

۱-روزہ کا معنیٰ

[اس کی حکمت اور اس کی فضیلت]

اللہ تعالیٰ نے عبادت کی کئی قسمیں بنائی ہیں تا کہ بندہ کو آزمائے کہ وہ اپنی خواہشات کا اتباع کرتا ہے یا اپنے رب کے حکم کو بجالاتا ہے، لہٰذا دین میں کہیں محبوب چیزوں کو چھوڑنے کا حکم ہے، مثلاً روزہ جس میں آدمی کھانے پینے اور جماع کرنے سے اللہ کو خوش کرنے کے لئے رک جاتا ہے، کہیں محبوب چیزوں کو خرچ کرنے کا حکم ہے جیسے زکوٰۃ، صدقہ، تا کہ اللہ کی خوشنودی حاصل ہو۔

کبھی آدمی کے لئے ایک ہزار ریال خرچ کرنا آسان ہوتا ہے، لیکن ایک دن کا روزہ رکھنا مشکل ہوتا ہے، اور کبھی اس کے برعکس ہوتا ہے، لہٰذا اللہ تعالیٰ نے عبادت کی مختلف قسمیں کردی ہیں تا کہ بندہ کو ان کے ذریعہ آزمائے۔

دل کی درستگی:

دل کی درستگی اس بات پر منحصر ہے کہ وہ اپنے رب کی طرف پوری طرح متوجہ ہو، چونکہ زیادہ کھانا، پینا، کلام کرنا سونا اور لوگوں سے فضول ملنا جلنا اسے رب سے دور کر دیتا ہے وہ حیران و پریشان ادھر ادھر بھٹکتا رہتا ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے روزہ مشروع کیا تا کہ آدمی فضول کھانا پینا چھوڑ دے اور دل کو اللہ کی یاد کے لئے شہوتوں سے خالی کردے۔

اس مہینہ میں اللہ تعالیٰ نے اعتکاف مشروع کیا ہے تا کہ دل یکسو ہو کر اللہ کی عبادت کرے، زبان کی حفاظت کا حکم دیا تا کہ آدمی ایسی لایعنی باتیں نہ کرے جو آخرت میں فائدہ پہنچانے والی نہ ہوں، تراویح کی نماز مشروع کیا تا کہ دل اور بدن کو تقویت ملے۔

روزہ: روزہ کے شرعی معنیٰ ہیں صبح صادق سے غروب آفتاب تک روزہ کی نیت سے اللہ کی رضا حاصل کرنے کے لئے کھانے پینے، بیوی سے ہمبستری کرنے اور سارے مفطرات سے رکے رہنا۔

اللہ تعالیٰ نے روزہ کوئی بڑی حکمتوں کی وجہ سے شروع کیا ہے۔

ان میں بعض حکمتیں یہ ہیں:

۱-روزہ تقویٰ کا وسیلہ ہے آدمی اس میں واجبات کو بجالاتا ہے اور محرمات چھوڑ دیتا ہے۔

۲-روزہ انسان کو صبر وضبط کا عادی بناتا ہے۔اور ذمہ داری اٹھانے کی مشق کراتا ہے۔

۳-روزہ ایک مسلمان کو دوسرے مسلمان کی تکلیف کا احساس دلاتا ہے۔اور اسے فقراء مساکین کی مدد کرنے پر آمادہ کرتا ہے، جس سے معاشرے میں محبت واخوت کی فضاء قائم ہوتی ہے۔

۴-روزہ میں نفس کی طہارت ہے، وہ نفس کو برے اخلاق وعادات سے پاک صاف کرتا ہے، اس سے نظام ہضم کو راحت ملتی ہے اس کی چستی اور قوت لوٹ آتی ہے۔

رمضان کا روزہ اسلام کے ارکان میں سے ایک رکن ہے، اللہ تعالیٰ نے اس کو ۲ھ ہجری میں فرض کیا۔

رمضان کا مہینہ سب سے افضل مہینہ ہے اس کی آخری دس راتیں عشرہ ذی الحجہ کی راتوں سے افضل ہیں، اور عشرہ ذی الحجہ کے ایام رمضان کے آخری دس ایام سے افضل ہیں، اور جمعہ کا دن ہفتے کے دوسرے تمام دنوں سے افضل ہے اور قربانی کا دن سال کے ایام میں سب سے افضل ہے اور شب قدر سال کی راتوں میں سب سے افضل ہے۔

رمضان کے روزے کا حکم:

رمضان کا روزہ ہر عاقل، بالغ، روزہ رکھنے پر قادر، اور مقیم مسلمان پر واجب ہے خواہ وہ مرد ہو یا عورت، اگر کوئی مانع نہ ہو، اور یہ عورت کے لئے خاص ہے (جیسے حالت حیض ونفاس میں روزہ رکھنا منع ہے) اللہ تعالیٰ نے اس امت پر روزہ اسی طرح فرض کیا ہے جس طرح پہلی امتوں پر فرض کیا تھا۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ﴾ (بقرہ:۱۸۳) اے ایمان والو! تم پر روزے رکھنا فرض کیا گیا جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیا گیا تھا تاکہ تم تقویٰ اختیار کرو۔

رمضان کے مہینے کی فضیلت:

جب رمضان کا مہینہ آتا ہے تو آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ بہت سے لوگوں کو جہنم سے آزاد کر دیتا ہے۔اس میں ایک رات ایک ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔

۱-حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب رمضان کا مہینہ آتا ہے تو جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور جہنم کے دروازے بند کر دئے جاتے ہیں اور شیاطین جکڑ دیئے جاتے ہیں۔(بخاری/۳۲۷۷، مسلم/ ۱۰۷۹)

روزہ کی فضیلت:

۱-حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: نبی آدم کے ہر عمل کا بدلہ دس گنا سے سات سو گنا کر دیا جاتا ہے، سوائے روزہ کے، روزہ کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ میرے لئے ہے اور میں ہی اس کا بدلہ دوں گا، اس نے اپنی شہوت اور کھانا میرے لئے چھوڑا ہے، روزہ دار کے لئے دو خوشیاں ہیں ایک خوشی اس کو افطار کے وقت حاصل ہوتی ہے، اور دوسری خوشی اپنے رب سے ملاقات کے وقت حاصل ہوگی۔ روزہ دار کے منہ کی بو اللہ کے نزدیک مشک کی خوشبو سے بہتر ہے۔(بخاری/۱۸۹٤، مسلم/۱۱۵۱)

۲-حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے ایمان کے ساتھ ثواب کی نیت سے رمضان کے روزے رکھے اس کے اگلے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔(بخاری/۱۹۰۱، مسلم/۷٦۰)

۳-حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جنت میں آٹھ دروازے ہیں ان میں ایک دروازے کا نام ریان ہے اس سے صرف روزہ دار داخل ہوں گے۔(بخاری/۳۲۵۷، مسلم/۱۱۵۲)

۲-روزہ کے احکام

اجر حاصل کرنے کے لئے ہر مسلمان پر واجب ہے کہ وہ رمضان کا روزہ ایمان کے ساتھ ثواب

کی نیت سے رکھے نہ کہ ریاء اور شہرت کے لئے یا لوگوں کی یا اہل شہر کی تقلید و پیروی کرتے ہوئے رکھے اس کے روزہ رکھنے کا مقصد اللہ کے حکم کو بجالانا ہو اور اس کے پاس ثواب کی امید رکھے، اسی طرح ساری عبادات ہیں۔

رمضان کا روزہ دو امر میں سے کسی ایک سے واجب ہوتا ہے:

۱- چاند دیکھنے سے: یعنی کوئی عادل قوی البصر مسلمان مرد یا عورت اگر چاند دیکھ لے تو روزہ رکھنا واجب ہو گیا۔

۲- شعبان کا مہینہ تیس ۳۰/دن مکمل ہو جائے۔

اگر شعبان کی تیسویں رات میں چاند دکھائی نہ دے خواہ مطلع صاف ہو یا ابر آلود تو لوگ دوسرے دن روزہ نہ رکھیں اور اگر لوگوں نے اٹھائیس روزے رکھے ہوں پھر چاند دیکھ لیں تو عید کے بعد ایک روزہ رکھنا لازم ہے۔ اور اگر ایک آدمی کی گواہی سے لوگوں نے روزہ رکھنا شروع کیا ہے اور تیس روزے ہو جائیں لیکن چاند دکھائی نہ دے تو تو دوسرے دن روزہ رکھنا بند نہ کریں یہاں تک کہ چاند دیکھ لیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: تم چاند دیکھ کر روزہ رکھو اور چاند دیکھ کر افطار کرو (یعنی روزہ رکھنا بند کرو) اور اگر بادل ہو جائے تو شعبان کے تیس دن پورے کر لو۔

اگر کسی شہر والے چاند دیکھ لیں تو ان پر روزہ لازم ہے۔ اور چونکہ چاند کا مطلع مختلف ہوتا ہے اس لئے ملک یا خطہ کا حکم الگ ہوتا ہے اور وہاں کے لوگوں کے چاند دیکھنے کے مطابق روزہ شروع اور ختم کیا جاتا ہے۔

اگر ایک ہی رویت سے سارے مسلمان روزہ رکھیں تو بہتر ہے، ان کی وحدت و اخوت اور اجتماع کی دلیل ہو گی، لہٰذا ہر ملک کے مسلمان اپنے ملک والوں کے ساتھ روزہ رکھیں اور تفرقہ نہ ڈالیں جس سے اللہ نے منع کیا ہے۔

اگر کسی مسلمان نے کسی شہر میں روزہ رکھا پھر دوسرے شہر میں گیا تو روزہ رکھنے اور اسے بند کرنے میں وہ اس شہر کے حکم کے تابع ہے جہاں منتقل ہوا ہے۔ چنانچہ وہاں کے لوگ جب روزہ رکھنا بند کریں تو وہ بھی ان کے ساتھ روزہ رکھنا بند کرے لیکن اگر ۲۹/دن سے پہلے روزہ رکھنا بند کیا ہے تو عید کے بعد ایک دن قضاء کرے اور اگر تیس دن سے زیادہ ہو رہا ہے تو ان لوگوں کے ساتھ ہی روزہ رکھنا بند کرے۔

رمضان کے روزے کے لئے رات میں طلوع فجر سے پہلے نیت کر لینا واجب ہے البتہ نفل روزوں کے لئے دن میں بھی نیت کر سکتا ہے اگر طلوع فجر کے بعد کچھ کھایا پیا نہ ہو یا جماع نہ کیا ہو۔

روزے اور نماز کے بارے میں ہر مسلمان کے لئے اس جگہ کا حکم مانا جائے گا جہاں وہ ہے لہٰذا روزہ دار اسی کے مطابق کھانے پینے سے رکے اور افطار کرے چاہے وہ زمین کی سطح پر ہو یا فضاء میں جہاز میں ہو، یا سمندر میں کشتی پر ہو۔

جو آدمی رمضان کا چاند تنہا دیکھے اور اس کا قول رد کر دیا جائے یا شوال کا چاند تنہا دیکھے اور اس کا قول رد کر دیا جائے تو اس پر لازم ہے کہ وہ لوگوں کے ساتھ روزہ رکھے اور لوگوں کے ساتھ ہی روزہ رکھنا بند کرے، اور اگر دن میں چاند دکھائی دے تو وہ آنے والی رات کا چاند ہے۔ لیکن اگر سورج سے پہلے غائب ہو گیا تو وہ گزشتہ رات کا چاند ہے۔

جو شخص رمضان یا دوسرے مہینے کا چاند دیکھے وہ یہ دعا پڑھے:

"اللهم اهله علينا باليمن والإيمان والسلامة والاسلام، ربي وربك الله".

(اے اللہ! تو اسے ہمارے اوپر خیر و برکت، ایمان، سلامتی اور اسلام کے ساتھ طلوع کر، میرا اور تمہارا رب اللہ ہے) (احمد/١٣٩٧، السلسلة الصحيحة/١٨١٦، ترمذي/٣٤٥١)

اگر شرعاً رویت ہلال ثابت ہو جائے تو مسلمانوں کے امام پر واجب ہے کہ وہ مباح اور مشروع وسائل سے رمضان کا مہینہ شروع ہو جانے کا اعلان کرائے۔ اگر رات میں فرض روزہ کے وجوب کا پتہ نہ چل سکے اور دن میں معلوم ہو تو دن میں فرض روزہ کی نیت کرنا درست ہے۔ مثلاً اگر دن میں

رویت کی دلیل ثابت ہوئی تو آدمی بقیہ دن کھانے پینے سے رک جائے اور اس پر اس دن کی قضاء نہیں اگر چہ کچھ کھا چکا ہو۔

جو شخص بڑھاپے کی وجہ سے یا ایسے مرض کی وجہ سے جس سے شفاء پانے کی امید نہ ہو روزہ نہ رکھ سکتا ہو، وہ چاہے مقیم ہو یا مسافر، ہر دن کے بدلے ایک مسکین کو کھانا کھلائے اور اسے روزہ رکھنے کی ضرورت نہیں، وہ آخر میں اتنے دن کا کھانا تیار کرے جتنے دن سے اس نے روزہ توڑا ہے۔ پھر مسکینوں کو بلا کر کھلا دے یا روزانہ ایک مسکین کو کھلاتا رہے، وہ ایسا بھی کر سکتا ہے کہ ہر دن کے بدلے ادھا صاع کھانا (غلہ یا کھجور) نکالے اور مسکین کو دے دیا کرے۔

حائضہ اور نفاس والی عورت کے لئے روزہ رکھنا منع ہے، یہ روزہ نہ رکھیں اور بعد میں قضاء کریں اور اگر وہ دن میں پاک ہو جائیں یا مسافر دن میں روزہ نہ رکھ کر اپنے شہر میں داخل ہو تو ان کے لئے ضروری نہیں ہے کہ اس دن کھانے پینے سے رکے رہیں لیکن اس دن کی قضاء ان کے لئے لازم ہے۔

حاملہ اور دودھ پلانے والی عورت اگر اپنے یا اپنے بچے کے صحت کے بارے میں ڈریں تو رمضان میں روزے نہ رکھیں اور بعد میں قضاء کریں۔

مسافر کے لئے سفر میں مطلقاً روزہ نہ رکھنا افضل ہے لیکن اگر رمضان میں سفر کرے اور اس کو روزہ رکھنے میں تکلیف نہ معلوم ہو تو روزہ رکھنا بہتر ہے اور اگر تکلیف ہو تو بہتر یہ ہے کہ روزہ نہ رکھے اور اگر سفر میں روزہ رکھنا اس کے لئے سخت دشوار ہو تو اس کے لئے روزہ نہ رکھنا واجب ہے اور وہ بعد میں قضاء کرے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر کرتے تھے تو روزہ رکھنے والا روزہ نہ رکھنے والے پر عیب نہ لگاتا اور نہ روزہ نہ رکھنے والا روزہ رکھنے والے پر عیب لگاتا۔(بخاری/۱۹۴۷، مسلم/۱۱۱۸)

جو شخص روزہ کی نیت کرے پھر روزہ رکھے پھر پورے دن یا دن کے کچھ حصے میں بے ہوش رہے تو اس کا روزہ ان شاء اللہ صحیح ہوگا۔

جس شخص نے روزے کی نیت کی اور سحری کھائی اور پھر سو گیا اور سورج ڈوبنے کے بعد اٹھا تو اس کا روزہ صحیح ہوگا اور اس کو پورا کرنے کی ضرورت نہیں اگر کوئی مسلمان رمضان کے دن میں بھول کر کھا پی لے یا جماع کر لے تو اس کا روزہ صحیح ہوگا۔

اگر کسی مسلمان کو روزہ کی حالت میں احتلام ہو جائے تو اس کا روزہ صحیح ہوگا، اور اس پر غسل واجب ہے اور اس پر کوئی گناہ نہیں۔

جو شخص مریض ہو اور روزہ رکھنا اس کے لئے دشوار ہو اور روزہ اس کو نقصان پہنچاتا ہو تو اس کے لئے روزہ رکھنا حرام ہے اور روزہ نہ رکھنا واجب ہے، وہ بعد میں ان کی قضاء کرے، مسلمان کے لئے بہتر یہ ہے کہ وہ ہمیشہ پاک رہے لیکن اگر غسل جنابت یا غسل حیض یا نفاس کو روزہ دار طلوع فجر تک مؤخر کر دے تو جائز ہے اور اس کا روزہ صحیح ہے۔

جو شخص رمضان میں سفر کرنا چاہئے اس کے لئے سنت یہ ہے کہ سواری پر بیٹھنے سے پہلے کچھ کھا پی لے اور جس نے اس کے علاوہ کسی مصلحت سے روزہ توڑا جیسے کسی ڈوبنے والے کو بچانے کے لئے یا آگ بجھانے کے لئے تو اس کے اوپر صرف قضاء ہے۔

جو لوگ کسی ایسے شہر میں مقیم ہوں جہاں گرمی میں سورج غروب نہ ہوتا ہو اور سردی میں سورج نہ نکلتا ہو یا ایسے ملک میں جہاں چھ مہینے دن اور چھ مہینہ رات ہو یا اس سے زیادہ یا اس سے کم ہو تو وہ نماز اور روزہ اپنے قریبی ملک کے مطابق ادا کریں جہاں رات کو دن سے فرق کیا جاتا ہو، اور دونوں کو ملا کر چوبیس گھنٹے ہوتے ہوں ایسے لوگ اپنا روزہ اسی ملک کے وقت کے مطابق شروع اور ختم کریں۔

جس نے رمضان کے دن اپنی حائضہ بیوی سے جماع کر لیا تو اس پر کفارہ اور قضاء دونوں ضروری ہے، وہ سونے کا ایک دینار یا نصف دینار صدقہ بھی کرے۔

اگر جہاز سورج غروب ہونے سے پہلے اڑے اور فضاء میں بلند ہو جائے تو روزہ دار کے لئے روزہ توڑنا درست نہیں یہاں تک کہ سورج ڈوب جائے۔

جو شخص رمضان کے روزوں کی فرضیت کا انکار کرتے ہوئے روزہ نہ رکھے اس نے کفر کیا اور

جس نے سستی اور غفلت میں روزہ نہ رکھا تو وہ کافر نہیں ہوگا۔ اور اس کی نماز صحیح ہوگی لیکن اس پر بہت بڑا گناہ ہے۔

وہ چیزیں جن سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے یہ ہیں:

۱- رمضان کے دن میں کھانا پینا۔

۲- رمضان کے دن میں جماع کرنا۔

۳- بیداری کی حالت میں منی کا انزال چاہے وہ مباشرت سے ہو یا بوسہ لینے سے ہو یا ویسے ہی منی نکل جائے، وغیرہ۔

۴- رمضان کے دن میں جسم کو غذا دینے والا انجکشن دینا۔

۵- رمضان کے دن میں حیض اور نفاس کے خون کا نکلنا۔

۶- اسلام سے پھر جانا۔

مفطرات کی دو قسمیں ہیں:

۱- بدن میں ایسی چیزوں کا داخل ہونا جو بدن کو فائدہ، غذا اور تقویت پہنچائے جیسے کھانا، پینا، یا ایسی چیزوں کا داخل ہونا تو بدن کو نقصان پہنچائے جیسے خون اور نشہ آور چیز پینا۔

۲- بدن سے ایسی چیزوں کا نکلنا جو بدن کو کمزور کردے جیسے منی، حیض ونفاس کا خون وغیرہ۔

جو شخص فجر کی اذان سنے اور برتن اس کے ہاتھ میں ہو تو وہ کھا پی لے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص اذان کی آواز سنے اور برتن اس کے ہاتھ میں ہو تو وہ اس کو نہ رکھے یہاں تک کہ اپنی ضرورت اس سے پوری کرلے۔ (یعنی کھا پی لے) (ابو داؤد/ ۲۳۵۰)

جس شخص نے یہ سمجھ کر (سحری) کھایا کہ ابھی رات ہے اور اتفاق سے دن تھا یا یہ سمجھ کر کھایا کہ سورج غروب ہو چکا ہے لیکن پتہ چلا کہ سورج ابھی غروب نہیں ہوا ہے تو اس کا روزہ صحیح ہو جائے گا اور اسے قضا کرنے کی ضرورت نہیں۔

جن چیزوں سے روزہ فاسد نہیں ہوتا ہے ان میں سے بعض یہ ہیں:

سرمہ لگانا، انجکشن لگوانا، آدمی کے پیشاب نکلنے کے سوراخ میں دوا ٹپکانا، زخموں کی مرہم پٹی کرنا، خوشبو یا تیل لگانا، دھونی دینا، حنا لگانا، آنکھ کان اور ناک میں دوا کا قطرہ ڈالنا، قے ہونا، پچھنا لگوانا، رگ کھلوانا، اور خون نکلوانا، نکسیر پھوٹنا، زخموں سے خون نکلنا، دانت نکلوانا، مذی اور ودی کا نکلنا، دمہ میں Spray کا استعمال، ان تمام چیزوں سے روزہ نہیں ٹوٹتا ہے۔

خون کی جانچ اور اس انجکشن سے روزہ فاسد نہیں ہوتا ہے جو دوا کے لئے ہو نہ کہ غذا پہنچانے کے لئے لیکن بہتر یہ ہے کہ اگر ہو سکے تو رات تک اسے مؤخر کر دیا جائے، عورت روزہ رکھنے اور حج کرنے کے لئے وہ دوا استعمال کرسکتی ہے جو حیض کو بند کردے، اگر طبیب یہ کہے کہ اس سے نقصان نہیں ہوگا لیکن بہتر یہ ہے کہ وہ ایسا نہ کرے۔

گردے کی صفائی جس میں خون کو جسم سے نکال لیا جاتا ہے پھر صفائی کرکے اور اس میں بعض چیزوں کو ملا کر جسم میں دوبارہ ڈالا جاتا ہے اس سے روزہ فاسد ہو جائے گا۔

اگر روزہ دار منی نکالے یا مباشرت یعنی بوس ومساس نہ کرے بلکہ جماع کی وجہ سے منی نکل آئے تو وہ گنہگار ہوگا اور اس پر قضاء ہے نہ کہ کفارہ۔

جس شخص نے رمضان میں سفر کیا اور اپنے سفر میں روزہ رکھا پھر دن میں اپنی بیوی سے جماع کر لیا تو اس پر قضاء ہے کفارہ نہیں جو شخص مقیم ہو اور رمضان کے دن میں جماع کرے تو اس پر قضاء اور کفارہ دونوں ہے اگر اس نے جان بوجھ کر نہ کہ بھول کر اور جانتے ہوئے ایسا کیا ہے لیکن اگر ایسا کرنے پر مجبور کیا گیا ہے یا وہ مسئلہ نہیں جانتا ہے، یا بھول کر اس نے کیا ہے تو اس کا روزہ صحیح ہوگا، اس پر قضاء وکفارہ نہیں اور عورت دونوں حالتوں میں مرد کی طرح ہے۔

اگر رمضان کے دن میں جماع کرلیا ہے تو اس کا کفارہ بالترتیب اس طرح ہے:

ایک غلام آزاد کرے، اگر غلام نہ ہو تو دو مہینے مسلسل روزہ رکھے، اگر اس کی طاقت نہ ہو تو ساٹھ مسکین کو کھانا کھلائے، ہر مسکین کو نصف صاع کھانا (غلہ یا کھجور وغیرہ) دینا ضروری ہے اور اگر اس

کے پاس اتنا مال نہ ہو تو کفارہ ساقط ہو جائے گا یہ کفارہ رمضان کے دن جماع کے علاوہ میں لازم نہیں ہے اور اگر کسی نے نفلی روزہ رکھا یا نذر کا روزہ رکھا یا کوئی روزہ قضاء کر رہا ہے اور اس میں اپنی بیوی سے جماع کر بیٹھے تو اس پر کفارہ نہیں ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک آدمی نبی ﷺ کے پاس آیا اور کہنے لگا یا رسول اللہ ﷺ میں ہلاک ہو گیا، آپ نے فرمایا کیوں، کیا ہوا؟ وہ کہنے لگا کہ میں نے رمضان میں اپنی بیوی سے صحبت کر لی ہے، آپ نے فرمایا کیا تم ایک غلام آزاد کر سکتے ہو، اس نے کہا نہیں، آپ نے فرمایا کیا تم دو مہینے لگا تار روزے رکھ سکتے ہو، اس نے کہا نہیں، آپ نے فرمایا کیا تم ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلا سکتے ہو، اس نے کہا نہیں، پھر وہ آدمی بیٹھ گیا، اتنے میں نبی ﷺ کے پاس کھجور کی ایک ٹوکری آئی، آپ نے فرمایا: اسے صدقہ کر ڈالو اس نے کہا کیا اسے اپنے سے زیادہ محتاج کو دوں؟ مدینہ کے دونوں پتھریلے کناروں میں کوئی گھر والا مجھ سے زیادہ محتاج نہیں ہے، یہ سن کر نبی ﷺ ہنس پڑے یہاں تک کہ آپ کے کچلی کے دانت ظاہر ہو گئے پھر آپ نے فرمایا اچھا جاؤ اسے اپنے گھر والوں کو کھلا دو۔ (بخاری/۱۹۳۶، مسلم/۱۱۱۱)

وہ چیزیں جن سے روزے کا تسلسل ان لوگوں کے لئے نہیں ٹوٹتا ہے جن پر دو مہینے مسلسل روزے واجب ہیں یہ ہیں: عیدین، سفر، وہ مرض جس میں روزہ توڑنا مباح ہے حیض ونفاس۔

اگر رمضان کے دن میں اپنی بیوی سے دو دن یا اس سے زیادہ جماع کیا ہے تو اس پر کفارہ اور قضاء دونوں تعداد کے اعتبار سے لازم ہے، لیکن اگر ایک ہی دن میں کئی بار کیا ہے تو ایک ہی کفارہ ہے اور اس کی قضاء ہے، اگر مسافر روزہ نہ رکھ کر اپنے شہر میں اس دن پہنچے جس دن کے دوران اس کی بیوی حیض یا نفاس سے پاک ہو رہی ہو تو اس سے جماع کر سکتا ہے، رمضان کے روزوں کی قضاء فوراً مسلسل کرنی چاہئے اور اگر وقت کم ہو تو لگاتار کرنا واجب ہے اور اگر رمضان کے روزوں کی قضاء دوسرے رمضان کے بعد تک بغیر عذر مؤخر کر دیا تو وہ گنہگار ہوگا اور اس پر قضاء واجب ہے، جن کے پاس کوئی عذر نہیں ان کے لئے اللہ تعالیٰ نے وقت پر رمضان کا روزہ رکھنا فرض قرار دیا ہے

اور جن کے پاس ایسا عذر ہے جو زائل ہونے والا ہے ان کے لئے عذر زائل ہونے کے بعد قضاء واجب کیا ہے جیسے مسافر اور حائضہ عورت اور جن لوگوں کے پاس ایسا عذر ہے جو زائل ہونے والا نہیں جس کی وجہ سے نہ وہ روزہ وقت پر رکھ سکتے ہیں اور نہ قضاء کر سکتے ہیں ان کے لئے حکم یہ ہے کہ وہ ایک مسکین کو روزانہ کھانا کھلائیں جیسے بوڑھے لوگ، جو شخص مر جائے اور اس پر رمضان کے روزے ہوں تو اگر وہ مرض وغیرہ کی وجہ سے معذور ہے تو اس کی طرف سے قضاء ضروری نہیں اور نہ کھانا کھلانا ضروری ہے اور اگر وہ قضاء پر قادر تھا لیکن قضاء نہیں کیا یہاں تک کہ مر گیا تو اس کا ولی اس کی طرف سے روزہ رکھ لے، جو شخص مسئلہ جانتے ہوئے قصداً نہ کہ بھول کر بلا عذر رمضان کا روزہ نہ رکھے تو اس کے لئے قضاء مشروع نہیں اور اس کا قضاء کرنا درست نہ ہوگا، اس کے اوپر بہت بڑا گناہ ہے اسے توبہ استغفار کرنا چاہئے۔

جو شخص مر جائے اور اس پر نذر کا روزہ ہو یا نذر کا حج یا اعتکاف وغیرہ ہو تو مستحب یہ ہے کہ اس کا ولی اس کی طرف سے قضاء کر دے اور ولی کا مطلب وارث ہے لیکن اگر ولی کے علاوہ کسی دوسرے نے اس کی طرف سے قضاء کی تب بھی قضاء ہو جائے گی۔

جس شخص نے افطار کرنے کی نیت کی ہو (یعنی روزہ نہ رکھنے کی) وہ روزہ نہ رکھے اس لئے کہ روزہ دو چیزوں سے مرکب ہے ایک نیت دوسرے مفطرات صوم سے رک جانا پس جب آدمی نے افطار کرنے کی نیت کی تو پہلا رکن ساقط ہو گیا، حالانکہ وہ تمام اعمال کی بنیاد ہے۔ اور عبادت کا سب سے بڑا لازمہ نیت ہے۔

جو شخص شعبان کی تیسویں رات میں یہ کہہ کر سو گیا ہو کہ اگر کل رمضان ہے تو میں روزہ دار ہوں پھر پتہ چلا کہ کل رمضان ہے تو اس کا روزہ صحیح ہے اگر کسی عین عبادت سے روکا گیا ہے تو اس کا کرنا حرام ہے اور وہ عبادت باطل ہے مثلاً اگر کسی مسلمان نے عید کے دن روزہ رکھا تو اس کا روزہ حرام اور باطل ہے، اور اگر عبادت میں خاص طور سے کسی قول یا فعل سے روکا گیا ہے تو اس کے کرنے سے وہ عبادت باطل ہو جائے گی جیسے کسی شخص نے روزہ رکھ کر کچھ کھا لیا تو اس کا روزہ ٹوٹ جائے

گا۔اور اگر عبادت اور غیر عبادت دونوں حالتوں میں کسی چیز سے روکا گیا ہے تو اس کے کرنے سے وہ عبادت باطل نہیں ہوگی جیسے روزہ دار کا غیبت کرنا، پس غیبت حرام ہے۔لیکن اس سے روزہ باطل نہیں ہوگا۔اسی طرح ساری عبادات میں ہے۔

۳-روزہ کی سنتیں

سنت یہ ہے کہ روزہ دار سحری کھا کر روزہ رکھے اس لئے کہ سحری میں برکت ہے اور سحری تاخیر سے کھائے۔

افطار میں جلدی کرے اور نماز پڑھنے سے پہلے چند تر کھجوروں سے افطار کرلے، اگر تر کھجوریں نہ ملیں تو خشک کھجوروں سے افطار کرے اور اگر وہ بھی نہ ملیں تو پانی سے افطار کرلے اور اگر وہ بھی نہ ہو تو کھانے یا پینے کی جو چیز موجود ہو اس سے افطار کرلے۔

مؤمن کی بہترین سحری کھجور ہے، سحری کی برکت یہ ہے کہ اس سے تقویٰ حاصل ہوتا ہے، اللہ کی اطاعت وعبادت کا جذبہ پیدا ہوتا ہے، سحر کے وقت آدمی نیند سے اٹھ جاتا ہے جو کہ دعا واستغفار کے لئے افضل وقت ہے، فجر کی نماز جماعت سے پڑھ لیتا ہے، اس سے اہل کتاب کی مخالفت ہوتی ہے۔

روزہ دار کو افطار کرانا سنت ہے، جس نے کسی روزہ دار کو افطار کرایا، اس کے لئے اسی کے مثل اجر ہے۔اور روزہ دار کے اجر میں کچھ کمی نہیں کی جائے گی۔

روزہ دار کے جسم سے **Suger** (شکر) کی مقدار کم ہوجاتی ہے جس سے اس کے جسم میں کمزوری وسستی پیدا ہوسکتی ہے، لیکن کھجور کھانے سے ان شاء الله یہ کمی دور ہوجائے گی۔

روزہ دار کثرت سے ذکر ودعا کرے، افطار کرنے کے وقت بسم الله کہے اور جب کھانا کھا چکے تو الحمد لله کہے اور یہ دعا پڑھے: "**ذهب الظمأ وابتلّت العروق وثبت الأجر ان شاء الله**" (ابو داؤد/۲۳۵۷)

روزہ دار بروقت مسواک کرے دن کے شروع حصہ میں بھی اور آخری حصہ میں بھی۔

اگر روزہ دار سے کوئی جھگڑا کرے یا اسے گالی دے تو یہ کہے میں روزہ دار ہوں، اور اگر کھڑا ہو تو بیٹھ جائے۔

روزہ دار کثرت سے بھلائی کا کام کرے جیسے ذکر ودعا، تلاوت قرآن، صدقہ وخیرات، فقراء محتاج لوگوں کی مدد، توبہ واستغفار، تہجد، صلہ رحمی اور مریض کی عیادت وغیرہ۔

رمضان کی راتوں میں عشاء کی نماز کے بعد (وتر کے ساتھ گیارہ رکعت یا تیرہ رکعت) تراویح کی نماز پڑھنا سنت ہے، لیکن اگر کسی نے اس سے زیادہ رکعتیں پڑھیں تو کوئی حرج نہیں اور نہ اس میں کوئی کراہیت ہے اور جس نے امام کے ساتھ امام کے فارغ ہونے تک نماز پڑھی اس کے لئے پوری رات نماز پڑھنے کا ثواب لکھا جائے گا، سنت یہ ہے کہ عید الفطر کے دن چند طاق کھجوریں کھا کر عید کی نماز کے لئے نکلے۔

اگر آدمی روزہ دار ہو اور دن میں اسے کھانے کے لئے بلایا جائے تو یہ کہے کہ میں روزہ دار ہوں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص روزہ دار ہو اور اسے کھانے کے لئے بلایا جائے تو وہ یہ کہے کہ میں روزہ دار ہوں۔(مسلم/۱۱۵۰)

روزہ دار جب کسی کے گھر افطار کرے یا کوئی دوسرا شخص کسی کے یہاں کھانا کھائے تو یہ کہے: تمہارے پاس روزہ داروں نے افطار کیا اور تمہارا کھانا نیک لوگوں نے کھایا، اور تمہارے لئے فرشتوں نے دعائے رحمت کی۔(ابو داؤد: ۳۸۵٤، ابن ماجه:۱۷٤۷)

رمضان میں عمرہ کرنا سنت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: رمضان میں عمرہ حج کے برابر ہے یا میرے ساتھ حج کرنے کے برابر ہے۔(بخاری/۱۸٦۳، مسلم۱۲۵٦)

جس نے رمضان کے آخری دن میں عمرہ کا احرام باندھا لیکن اس کا کام عید کی رات میں شروع کیا تو یہ عمرہ رمضان کا عمرہ مانا جائے گا اس لئے کہ اس میں داخل ہونے کے وقت کا اعتبار ہوگا۔

رمضان کے آخری دس دنوں میں خوب عبادت کرنی چاہئے اور پوری رات جاگنا چاہئے اور اپنے گھر والوں کو جگانا چاہئے۔

لیلۃ القدر کی فضیلت:

لیلۃ القدر بہت ہی عظیم رات ہے اسی رات اس سال کی روزی، موت اور حوال مقدر کیئے جاتے ہیں۔

شب قدر: رمضان کے آخری عشرہ کی طاق راتوں میں شب قدر ہے لہٰذا ان راتوں میں عبادت کرنی چاہئے اور خاص طور پر ستائیسویں رات کو۔

شب قدر میں عبادت ایک ہزار مہینے کی عبادت سے بہتر ہے۔(اور ہزار مہینہ ۸۳ رسال چار مہینہ ہوا) لہٰذا اس میں جاگنا اور کثرت سے دعا کرنا مستحب ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿**إِنَّا أَنزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ وَمَا أَدْرَاكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ أَلْفِ شَهْرٍ تَنَزَّلُ الْمَلَائِكَةُ وَالرُّوحُ فِيهَا بِإِذْنِ رَبِّهِم مِّن كُلِّ أَمْرٍ سَلَامٌ هِيَ حَتَّى مَطْلَعِ الْفَجْرِ**﴾ (قدر: ۱/۵) یقیناً ہم نے اسے شب قدر میں نازل فرمایا، تو کیا سمجھا کہ شب قدر کیا ہے؟ شب قدر ایک ہزار مہینوں سے بہتر ہے اس میں ہر کام کے سرانجام دینے کو اللہ کے حکم سے فرشتے اور روح (جبرئیل) اترتے ہیں یہ رات سراسر سلامتی کی ہوتی ہے اور فجر کے طلوع ہونے تک (ہوتی ہے)

۱-حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جو شخص ایمان کے ساتھ اور ثواب کی نیت سے لیلۃ القدر میں عبادت کرے اس کے اگلے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔(بخاری/۱۹۰۱، مسلم/۷۶۰)

۲-حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ اے اللہ کے رسول ﷺ آپ مجھے بتائیں کہ اگر آپ کو یہ معلوم ہو جائے کہ کونسی رات شب قدر ہے تو میں اس میں کیا کہوں، آپ نے فرمایا تم یہ کہو۔

"**اللهم انك عفو كريم، تحبُ العفو فاعف عنيّ**" (ترمذی/۳۵۱۳، ابن ماجہ/ ۳۸۵۰) اے اللہ! تو معاف کرنے والا سخی ہے، تو عفو درگزر کو پسند کرتا ہے، لہٰذا مجھے بھی معاف کر دے۔

جب روزہ دار کسی کے یہاں کھانا کھائے تو یہ کہے: "**أفطر عند كم الصائمون واكل**

طعامكم الابرار وصلت عليكم الملائكة" (ابوداؤد/۳۸۵٤، ابن ماجہ/ ۱۷٤۷)

روزہ داروں نے تمہارے پاس افطار کیا، نیک لوگوں نے تمہارا کھانا کھایا اور فرشتوں نے تمہارے لئے دعا مغفرت کی۔

۴-روزہ دار کے لئے کونسی چیزیں مکروہ ہیں کونسی چیزیں واجب ہیں اور کونسی چیزیں جائز ہیں

روزہ دار کے لئے کلی کرنے اور ناک میں پانی ڈالنے میں مبالغہ کرنا مکروہ ہے، اسی طرح بغیر ضرورت کھانا چکھنا مکروہ ہے۔ اگر پچھنا لگوانے سے کمزوری آئے تو پچھنا لگوانا مکروہ ہے۔

جب مغرب کی اذان دی جائے تو روزہ دار پر افطار واجب ہے اور جب صبح صادق طلوع ہو جائے تو کھانے پینے وغیرہ سے رک جانا واجب ہے۔ جھوٹ، غیبت اور گالی گلوج سے بچنا ہر وقت واجب ہے خاص طور سے رمضان میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے جھوٹ بولنا اور اس پر عمل کرنا اور جہالت کا کام کرنا نہیں چھوڑا تو اللہ تعالیٰ کو اس کی ضرورت نہیں کہ وہ اپنا کھانا پانی چھوڑے۔(بخاری/۶۰۵۷)

روزہ دار آدمی اپنی بیوی کا بوسہ لے سکتا ہے اس کو چھو سکتا ہے اور کپڑے کے اوپر سے اس سے مباشرت (بوس ومساس) کر سکتا ہے اگر چہ اس کی شہوت حرکت میں آئے اگر وہ یہ سمجھتا ہو کہ اپنے نفس کو کنٹرول میں رکھے گا، لیکن اگر یہ خوف ہو کہ شہوت بھڑکنے کے بعد اپنے نفس کو قابو میں نہیں کر سکتا اور منی خارج ہو جائے گی تو اس پر ایسا کرنا حرام ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ روزہ کی حالت میں بوسہ لیتے اور مباشرت کرتے اور آپ تم سب لوگوں میں سب سے زیادہ اپنی شہوت پر قابو پانے والے تھے۔

(بخاری/۱۹۲۷، مسلم/۱۱۰۶)

روزہ دار ٹوتھ پیسٹ (منجن) استعمال کرسکتا ہے لیکن اس کو نگلنے سے اپنے آپ کو بچائے اور گرمی اور پیاس سے ٹھنڈا ہونے کے لئے غسل کرسکتا ہے۔

صوم وصال سے منع کیا گیا ہے صوم وصال یہ ہے کہ دو دن یا اس سے زیادہ لگا تار روزہ رکھے اور بیچ میں کچھ نہ کھائے پئے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم لگا تار روزے مت رکھو اور اگر تم میں سے کوئی شخص لگا تار رکھنا چاہے تو (زیادہ سے زیادہ) وہ سحری تک نہ کھائے (پھر سحری کھا کر دوسرے دن کا روزہ رکھے) لوگوں نے کہا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ آپ تو صوم وصال رکھتے ہیں، آپ نے فرمایا میں تمہاری طرح نہیں ہوں میں تو اس حال میں رات گزارتا ہوں کہ ایک کھلانے پلانے والا مجھے کھلا پلا دیتا ہے۔(یعنی اللہ تعالیٰ) (بخاری/۱۹٦۷)

روزہ دار اپنا تھوک نگل سکتا ہے لیکن روزہ دار اور غیر روزہ دار کے لئے رینٹ نگلنا منع ہے کیونکہ وہ گندگی ہے۔ اور اگر اس کی زبان یا دانت سے خون نکلے تو اس کا نگلنا جائز نہیں اور اگر اس کو نگل لیا ہے تو اس کا روزہ ٹوٹ جائے گا۔

نبی ﷺ کا روزہ اور افطار:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی ﷺ نے رمضان کے علاوہ اور کسی مہینے کے پورے روزے نہیں رکھے اور آپ جب (نفل) روزے رکھنا شروع کرتے تو اتنا رکھتے کہ کوئی کہتا اللہ کی قسم! اب آپ افطار نہ کریں گے اور جب افطار کرتے تو کوئی کہتا اللہ کی قسم! اب آپ روزے نہیں رکھیں گے۔(بخاری: ۱۹۷۱، مسلم: ۱۱۵۷)

حمید کہتے ہیں کہ انہوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو کہتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ ﷺ مہینے میں اتنے دنوں تک افطار کرتے کہ ہم سمجھتے کہ اب آپ روزہ نہیں رکھیں گے اور روزہ رکھتے تو اتنے دنوں تک رکھتے کہ ہم سمجھتے کہ اب آپ افطار نہیں کریں گے اور رات کو اگر کسی کو منظور ہوتا کہ آپ کو نماز پڑھتے دیکھے تو اسی طرح دیکھ لیتا اور اگر یہ منظور ہوتا کہ آپ کو سوتا ہوا دیکھے تو اسی طرح دیکھ لیتا۔(بخاری: ۱۹۷۲)

۵- نفل روزہ کا بیان

روزہ کی دو قسمیں ہیں: ۱- واجب: جیسے رمضان کا روزہ:

۲- نفل: اس کی دو قسمیں ہیں، مطلق نفل اور مقید نفل، ان میں سے بعض بعض سے زیادہ اہم ہیں:

نفل روزہ رکھنے میں بڑا اجر وثواب ہے، واجب روزوں میں جو کمی ہوگی وہ نفل روزوں سے پوری کردی جائے گی۔

نفل روزوں کی قسمیں:

۱- سب سے افضل نفل روزہ حضرت داؤد علیہ السلام کا روزہ ہے وہ ایک دن روزہ رکھتے تھے اور ایک دن افطار کرتے تھے۔

۲- رمضان کے بعد سب سے افضل روزہ محرم کا روزہ ہے خاص طور سے دس محرم کا روزہ، نو محرم کا روزہ، محرم کی دسویں تاریخ کا روزہ، سال گذشتہ کے گناہوں کو مٹا دیتا ہے، بہتر یہ ہے کہ آدمی نویں اور دسویں تاریخ دونوں دن روزہ رکھے تاکہ یہود کی مخالفت ہو۔

۳- شوال کے چھ روزے: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے رمضان کا روزہ رکھا پھر اس کے فوراً بعد شوال کے چھ روزے رکھے تو وہ ہمیشہ روزہ رکھنے کی طرح ہے (یعنی گویا اس نے ساری عمر روزہ رکھا)۔(مسلم/ ۱۱٦٤)

۴- ہر مہینہ تین دن روزہ رکھنا ساری عمر روزہ رکھنے کی طرح ہے اور سنت یہ ہے کہ اسے ایام بیض میں رکھا جائے اور وہ ہر مہینہ کی تیرھویں، چودھویں اور پندرھویں تاریخ ہے، یا پیر اور جمعرات اور اس کے بعد آنے والے پیر کو رکھے یا اگر چاہے تو مہینے کے شروع ایام میں یا اخیر ایام میں رکھے۔

۵- ہر ہفتہ پیر اور جمعرات کو روزہ رکھنا مستحب ہے اس لئے کہ ان دونوں دنوں میں اعمال اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش کئے جاتے ہیں، اور پیر جمعرات سے اہم ہے۔

٦- ذی الحجہ کے پہلے نو دنوں میں روزہ رکھنا چاہئے خاص طور سے نویں ذی الحجہ کو عرفہ کے دن یہ حاجیوں کے علاوہ کے لئے ہے عرفہ کے دن کا روزہ اگلے اور پچھلے سال کے گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔

٧- جہاد میں روزہ رکھنا: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جو شخص اللہ کی راہ میں (یعنی جہاد میں) ایک دن روزہ رکھے اللہ تعالیٰ اس کا چہرہ جہنم سے ستر سال کی راہ دور رکھے گا۔ (بخاری/ ٢٨٤، مسلم/ ١١٣٥)

٨- شعبان میں شروع ہی سے کثرت سے روزہ رکھنا مستحب ہے: حضرت ابوقتادۃ انصاری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے آپ کے روزوں کے بارے میں پوچھا گیا..........
اس میں ہے کہ آپ سے ایک دن روزہ رکھنے اور ایک دن افطار کرنے کے بارے میں پوچھا گیا، آپ نے فرمایا: وہ میرے بھائی داؤد علیہ السلام کا روزہ ہے، اور آپ سے پیر کے دن کے روزہ کے بارے میں پوچھا گیا آپ نے فرمایا کہ اسی دن میری پیدائش ہوئی اور اسی دن میں نبی بنایا گیا۔ (یا اسی دن میرے اوپر وحی نازل کی گئی) اور آپ سے عرفہ کے دن روزہ کے بارے میں پوچھا گیا، آپ نے فرمایا کہ اس سے سال گزشتہ اور سال آئندہ کے گناہ مٹا دیئے جاتے ہیں، اور آپ سے عاشورہ کے دن روزہ کے بارے میں پوچھا گیا آپ نے فرمایا کہ اس سے سال گزشتہ کے گناہ مٹا دیئے جاتے ہیں۔ (مسلم/ ١١٦٢)

رجب کے پورے مہینہ کو روزے کے لئے خاص کر لینا مکروہ ہے اسی طرح جمعہ کے دن کو روزہ کے لئے خاص کر لینا مکروہ ہے، کیونکہ وہ مسلمانوں کی عید میں سے ہے، سنیچر اور اتوار کو روزہ رکھنا مستحب ہے کیونکہ وہ مشرکین کے عید کے دن ہیں لہٰذا روزہ رکھنے سے ان کی مخالفت ہوگی۔

عید الفطر اور عید الأضحیٰ کے دن روزہ رکھنا منع ہے، اسی طرح شک کے دن روزہ رکھنا منع ہے اور وہ شعبان کی تیسویں تاریخ ہے، اگر اس سے رمضان کے لئے احتیاط مقصود ہو، اسی طرح ایام تشریق میں روزہ رکھنا منع ہے، الاّ یہ کہ کوئی آدمی حج تمتع یا حج قران کرے اور اسے قربانی نہ ملے، تو ان ایام میں روزے رکھے۔

ہمیشہ روزہ رکھنا مشروع نہیں اور حاجیوں کے لئے عرفہ کے دن روزہ رکھنا مکروہ ہے۔

کوئی عورت اپنے شوہر کی موجودگی میں اس کی اجازت کے بغیر نفلی روزہ نہ رکھے البتہ رمضان کے روزے اور رمضان کی قضاء بغیر شوہر کی اجازت کے رکھے۔

جس پر رمضان کی قضاء ہو اور اس نے قضاء کرنے سے پہلے شوال کے چھ روزے رکھے، تو اس کو مذکورہ ثواب حاصل نہیں ہوگا، اسے چاہئے کہ پہلے رمضان کے روزوں کی قضاء کرے پھر شوال کے چھ روزے رکھے تا کہ اس کو مذکورہ اجر و ثواب حاصل ہو جائے۔

جو شخص نفل روزہ رکھے اور توڑ دینا چاہے تو ایسا کر سکتا ہے، اور نفل روزہ کی دن میں بھی نیت کر سکتا ہے اور اگر چاہے تو اس کو توڑ بھی سکتا ہے اور اس کی قضاء لازم نہیں۔

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ ایک دن نبی کریم ﷺ میرے پاس آئے اور کہنے لگے کہ کیا تمہارے پاس کوئی چیز (کھانے کیلئے) ہے ہم نے کہا نہیں، آپ نے فرمایا: پھر میں روزہ رکھتا ہوں، پھر ایک دوسرے دن بھی ہمارے پاس آئے ہم نے کہا اے اللہ کے رسول ﷺ ہمارے پاس تحفہ میں حیس (ایک قسم کا کھانا جو کھجور گھی اور ستو سے تیار کیا جاتا ہے) آیا ہے آپ نے فرمایا: مجھے اسے دکھاؤ میں نے صبح روزہ کی نیت کی تھی، پھر آپ نے اسے کھایا۔ (مسلم/ ١١٥٤)

٦- اعتکاف

اعتکاف یہ ہے کہ آدمی اللہ کی عبادت کے لئے مخصوص صفت پر مسجد میں گوشہ نشین ہو جائے، اعتکاف میں مرد عورت دونوں بیٹھ سکتے ہیں۔

اعتکاف کا مطلب اللہ کی عبادت پر نفس کو روکے رہنا دوسری چیزوں سے قطع تعلق کر لینا اور دل کو ان تمام چیزوں سے خالی کر لینا ہے جو اللہ کے ذکر سے غافل کر دیں۔

اعتکاف کا حکم:

اعتکاف ہر وقت جائز ہے اور بغیر روزہ کے بھی صحیح ہے اور اگر نذر مانتا ہے تو واجب ہے، رمضان

کے مہینے میں اعتکاف سنت ہے اور افضل یہ ہے کہ رمضان کے آخری دس دنوں میں بیٹھا جائے۔

اعتکاف مسجد حرام یا مسجد نبوی یا مسجد اقصیٰ میں اور جگہوں سے افضل ہے اگر اعلیٰ جگہ میں اعتکاف میں بیٹھنے کے لئے نذر مانی ہے جیسے کہ مسجد حرام میں تو اس سے کم درجہ کی مسجد میں اعتکاف بیٹھنا درست نہیں، لیکن اگر کسی عام مسجد میں اعتکاف بیٹھنے کی نذر مانی ہے تو اس میں اعتکاف بیٹھنا جائز ہے، اور اس سے اعلیٰ درجہ کی مسجد میں بیٹھنا بھی جائز ہے۔

اعتکاف کے صحیح ہونے کی شرطیں:

اعتکاف ایسی مسجد میں ہو جس میں جماعت سے نماز پڑھی جاتی ہو اور اگر وہ روزہ کے ساتھ ہو تو افضل ہے، جنبی، حائضہ، اور نفاس والی عورت کے لئے اعتکاف درست نہیں، البتہ وہ عورت جسے استحاضہ کا خون آتا ہو وہ اعتکاف میں بیٹھ سکتی ہے۔

سب سے بہتر مسجد مسجد حرام ہے اس میں ایک نماز ایک لاکھ نماز کے برابر ہے، پھر مسجد نبوی ہے اس میں ایک نماز ایک ہزار نماز کے برابر ہے، پھر مسجد اقصیٰ ہے، جس نے ان تینوں مسجدوں میں سے کسی مسجد میں نماز پڑھنے یا اعتکاف بیٹھنے کی نذر مانی اس پر انہیں مسجدوں میں نماز پڑھنا اور اعتکاف بیٹھنا ضروری ہے، اور جس نے ان کے علاوہ کسی مسجد میں نماز پڑھنے یا اعتکاف کرنے کی نذر مانی ہو وہ اپنی نذر کسی بھی مسجد میں پوری کر سکتا ہے، اور اس پر ضروری نہیں کہ اسی خاص مسجد میں جائے الّا یہ کہ کوئی شرعی امتیاز ہو۔

جس نے کسی معین وقت میں اعتکاف کی نذر مانی ہو مثلاً وہ یہ کہے کہ میں رمضان میں ایک ہفتہ اعتکاف بیٹھوں گا تو وہ اس کی پہلی رات سے پہلے یعنی غروب آفتاب سے پہلے اپنے اعتکاف کی جگہ میں داخل ہو جائے، اور آخری دن غروب آفتاب کے بعد نکلے۔

اگر کوئی مسلمان رمضان کے آخری دنوں میں اعتکاف میں بیٹھنا چاہے تو وہ اکیسویں رمضان کی رات غروب آفتاب سے پہلے اپنے اعتکاف کی جگہ میں داخل ہو جائے اور رمضان کے آخری دن غروب آفتاب کے بعد نکلے، اعتکاف میں بیٹھنے والا مختلف قسم کی عبادتیں خوب کرے جیسے: تلاوت

قرآن، ذکر و دعا، استغفار، نماز تہجد وغیرہ اور لایعنی قول وفعل سے پرہیز کرے۔

اعتکاف میں بیٹھنے والا قضاء حاجت، وضو، نماز جمعہ اور کھانے پینے وغیرہ کے لئے مسجد سے باہر جا سکتا ہے، اسی طرح مریض کی زیارت یا اس شخص کے جنازہ میں شرکت کر سکتا ہے، جس کا اس کے اوپر حق ہے، جیسے والدین یا کوئی قریبی، عورت اپنے شوہر کی اس کے اعتکاف بیٹھنے کی جگہ میں زیارت کر سکتی ہے، اور کچھ گھڑی اس سے بات کر سکتی ہے، اسی طرح اس کے گھر والے اور اس کے ساتھی بھی کر سکتے ہیں، افضل اعتکاف وہ ہے جو رمضان کے آخری عشرہ میں ہو لیکن اگر اسے قطع کر دے یا اس کا بعض حصہ قطع کر دے تو کوئی حرج نہیں الّا یہ کہ اس کا اعتکاف نذر کا اعتکاف ہو۔

بغیر ضرورت نکلنے، عورت سے جماع کرنے، نشہ میں ہونے سے اعتکاف باطل ہو جائے گا، اور عورت کا اعتکاف حیض ونفاس آنے سے باطل ہو جائے گا۔

رمضان کے آخری عشرہ میں مرد اور عورت دونوں کے لئے اعتکاف میں بیٹھنا سنت ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ نبی ﷺ رمضان کے آخری دس دنوں میں اعتکاف برابر کرتے رہے، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو وفات دے دی پھر آپ کی وفات کے بعد آپ کی ازواج مطہرات اعتکاف کرتی رہیں۔ (بخاری/۲۰۲۶، مسلم/۱۱۷۲)

عورت کو اگر اس کا ولی اجازت دے اور فتنے کا خوف نہ ہو اور وہ حیض یا نفاس سے پاک ہو تو مسجد میں اعتکاف کر سکتی ہے، لیکن اس پر واجب ہے کہ مردوں سے الگ رہے اور ان خیموں میں رہے جو عورتوں کے لئے خاص ہے۔

اعتکاف کے وقت میں مرد یا عورتیں مسجد میں سو سکتی ہیں:

لیلۃ القدر رمضان کے آخری دس راتوں میں ہے، اور خاص طور سے طاق راتوں میں ہے اور زیادہ امید ہے کہ ستائیسویں رات میں ہے اعتکاف رمضان کے آخری عشرہ میں اس لئے ہے تاکہ لیلۃ القدر کو پایا جا سکے۔

اعتکاف کی مدت:

آدمی اعتکاف کسی بھی وقت جتنی مدت میں چاہے کرسکتا ہے۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ انہوں نے کہا اے اللہ کے رسول! میں نے زمانہ جاہلیت میں یہ نذر مانی تھی کہ مسجد حرام میں ایک دن اعتکاف کروں گا آپ نے فرمایا: تم اپنی نذر پوری کرو چنانچہ انہوں نے ایک رات اعتکاف کیا۔ (بخاری: ٢٠٤٢، مسلم:١٦٥٦)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی ﷺ ہر رمضان میں دس دن اعتکاف کرتے تھے اور جس سال آپ کی وفات ہوئی اس سال آپ نے بیس دن اعتکاف کیا۔ (بخاری: ٢٠٤٤)

—— •○O○• ——

١-كتاب الحج والعمرة

اس میں مندرجہ ذیل چیزوں کا بیان ہے:

۱-حج کا معنیٰ اس کی حکمت اور فضیلت۔

۲-میقات **۳-احرام**

۴-فدیہ **۵-حج کی اقسام**

۶-عمرہ کا معنیٰ اور اس کا حکم **۷-عمرہ کی صفت**

۸-حج کی صفت **۹-حج اور عمرہ کے احکام**

۱۰-مسجد نبوی کی زیارت **۱۱-قربانی اور عقیقہ**

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿إِنَّ أَوَّلَ بَيْتٍ وُضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِي بِبَكَّةَ مُبَارَكاً وَهُدًى لِّلْعَالَمِينَ فِيهِ آيَاتٌ بَيِّنَاتٌ مَّقَامُ إِبْرَاهِيمَ وَمَن دَخَلَهُ كَانَ آمِناً وَلِلَّهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلاً وَمَن كَفَرَ فَإِنَّ اللهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعَالَمِينَ﴾

(آل عمران:۹۶-۹۷)

اللہ تعالیٰ کا پہلا گھر جو لوگوں کے لئے مقرر کیا گیا وہی ہے جو مکہ میں ہے، جو تمام دنیا کے لئے برکت و ہدایت والا ہے، جس میں کھلی کھلی نشانیاں ہیں، مقام ابراہیم ہے، اس میں جو آجائے امن والا ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں پر جو اس کی طرف راہ پا سکتے ہوں اس گھر کا حج فرض کر دیا ہے، اور جو کوئی کفر کرے تو اللہ تعالیٰ (اس سے بلکہ) تمام دنیا سے بے پرواہ ہے۔

۱- حج کا معنی

[اس کی حکمت اور فضیلت]

حج: مخصوص جگہ مخصوص وقت میں رسول اللہ ﷺ کی سنت کے مطابق اللہ کی عبادت کے لئے بعض مخصوص افعال وارکان کو ادا کرنا حج ہے۔

بیت حرام کی اہمیت:

اللہ تعالیٰ نے بیت حرام کو بہت ہی معظم بنایا ہے اور مسجد حرام کو اس کا صحن بنایا ہے اور مکہ کو مسجد حرام کا صحن بنایا ہے اور حرم کو مکہ کا صحن بنایا ہے اور میقات کو حرم کا صحن بنایا ہے اور جزیرۂ عرب کو میقات کا صحن بنایا ہے اور یہ سب صرف بیت اللہ کی تکریم کے لئے ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿إِنَّ أَوَّلَ بَيْتٍ وُضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِي بِبَكَّةَ مُبَارَكاً وَهُدًى لِّلْعَالَمِينَ فِيهِ آيَاتٌ بَيِّنَاتٌ مَّقَامُ إِبْرَاهِيمَ وَمَن دَخَلَهُ كَانَ آمِناً وَلِلَّهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلاً وَمَن كَفَرَ فَإِنَّ اللهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعَالَمِينَ﴾ (آل عمران:۹۶/۹۷) اللہ تعالیٰ کا پہلا گھر جو لوگوں کے لئے مقرر کیا گیا وہی ہے جو مکہ (شریف) میں ہے جو تمام دنیا کے لئے برکت و ہدایت والا ہے، جس میں کھلی کھلی نشانیاں ہیں مقام ابراہیم ہے اس میں جو آجائے امن والا ہو جاتا ہے اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں پر جو اس کی طرف راہ پا سکتے ہوں اس گھر کا حج فرض کر دیا ہے اور جو کوئی کفر کرے تو اللہ تعالیٰ (اس سے بلکہ) تمام دنیا سے بے پرواہ ہے۔

حج کے محاسن اور اسرار:

۱- حج اسلامی اخوت کا عملی مظہر ہے، اور امت مسلمہ کے اتحاد و اتفاق کی دلیل ہے، حج میں مختلف رنگ ونسل زبان و وطن اور طبقات واجناس کے لوگ ایک ساتھ مل کر اللہ کی عبادت کرتے ہیں، ان کا لباس ایک ہوتا ہے ان کا قبلہ ایک ہوتا ہے، ان کا معبود ایک ہوتا ہے۔

۲- حج ایک مدرسہ ہے جس میں مسلمان صبر کا عادی بنتا ہے، وہ اس مدرسہ میں یوم آخرت کو یاد کرتا ہے، بندگی کی لذت محسوس کرتا ہے، اپنے رب کی عظمت کو جان لیتا ہے اور اس بات کو جان لیتا ہے کہ ساری مخلوقات اللہ کی محتاج ہے۔

۳- حج نیکی کمانے کا بہترین موسم ہے، اس کے اندر نیکیاں کئی گنا بڑھادی جاتی ہیں، اور گناہ مٹادیئے جاتے ہیں، بندہ اپنے رب کے سامنے کھڑا ہوکر اس کی توحید کا اقرار کرتا ہے اور اپنے گناہوں اور اپنے رب کے حقوق کو ادا کرنے میں کوتاہی برتنے کا اعتراف کرتا ہے، پھر وہ حج سے گناہوں سے ایسے ہی پاک صاف ہوکر لوٹتا ہے، جیسے اس دن تھا جس دن اس کی ماں نے اس کو جنم دیا تھا۔

۴- حج میں انبیاء علیہم السلام کے احوال ان کی عبادت، ان کے جہاد واخلاق کی یاد آتی ہے، اور آدمی اپنے اہل وعیال کی جدائی پر اپنے نفس کو تیار کرتا ہے۔

۵- حج میں ایک مسلمان دوسرے مسلمان کے احوال سے واقف ہوتا ہے، ان کے علم وجہل غنیٰ وفقر، استقامت وانحراف سے باخبر ہوتا ہے۔

حج کا حکم:

حج اسلام کے ارکان میں سے ایک رکن ہے، وہ ۹ رہجری میں فرض کیا گیا، حج ہر آزاد، بالغ، عاقل، اور قادر مسلمان پر زندگی میں ایک بار فوری طور پر واجب ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿ وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيْلًا وَمَنْ كَفَرَ فَإِنَّ اللهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعَالَمِيْنَ ﴾ (آل عمران: ۹۷) اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں پر جو اس کی طرف راہ پا سکتے ہیں اس گھر کا حج فرض کر دیا ہے، اور جو کوئی کفر کرے تو اللہ تعالیٰ (اس سے بلکہ) تمام دنیا سے بے پرواہ ہے۔

حج پر قادر کس کو مانا جائے گا:

حج پر قادر وہ شخص مانا جائے گا جو صحیح البدن ہو، سفر کرسکتا ہو اسے زادراہ اور سواری دستیاب ہو،

جن کے ذریعہ وہ حج ادا کر کے لوٹ سکتا ہو اور جانے سے پہلے واجبات مثلاً قرض اہل وعیال کا شرعی نفقہ ادا کر چکا ہو اور اس کے پاس جو مال ہو وہ اس کی بنیادی ضروریات سے زائد ہو۔

جو شخص اپنے مال وبدن سے حج کرنے پر قادر ہو اس پر بذات خود حج کرنا واجب ہے، اور جس کے پاس مال تو ہو لیکن جسمانی قوت نہ ہو تو اس پر واجب ہے کہ اپنا نائب کسی کو بنا کر حج کے لئے بھیجے اور جس کے پاس جسمانی قوت ہو لیکن مال نہ ہو اس پر حج واجب نہیں اور جس کے پاس نہ مال ہو نہ جسمانی قوت اس سے حج ساقط ہے۔

اگر بچہ حج کے لئے احرام باندھے تو اس کا نفل حج ہو جائے گا، اگر وہ اس عمر میں پہنچ گیا ہے کہ تمیز کرسکتا ہے تو وہ بالغ کی طرح حج کے افعال ادا کرے اور اگر چھوٹا ہے تو اس کا ولی اس کی طرف سے احرام باندھے اور اس کے ساتھ طواف وسعی کرے اور اس کی طرف سے جمرات کو کنکریاں مارے، افضل یہ ہے کہ حج یا عمرہ کے جن ارکان کو ادا کرنے کی وہ طاقت رکھے اسے خود ادا کرے، پھر اس کے بعد جب بچہ بالغ ہو جائے تو اس پر حج واجب ہوگا، (اور بچپن کا حج کافی نہیں ہوگا اگر وہ استطاعت رکھتا ہے) جس کے پاس مال نہ ہو وہ حج کرنے کے لئے زکوٰۃ کا مال لے سکتا ہے کیونکہ حج فی سبیل اللہ میں سے ہے۔

حج اور عمرہ کی فضیلت:

۱- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا کہ کونسا عمل افضل؟ ہے آپ نے فرمایا اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانا، کہا گیا پھر کونسا عمل؟ آپ نے فرمایا: اللہ کی راہ میں جہاد کرنا، کہا گیا پھر کونسا عمل؟ آپ نے فرمایا حج مقبول۔ (بخاری/۱۵۱۹، مسلم/۸۳)

۲- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص اللہ کے لئے حج کرے اور شہوت اور گناہ کی باتیں نہ کرے تو وہ ایسا پاک ہوکر لوٹے گا جیسے اس دن پاک تھا جس دن اس کی ماں نے اس کو جنا تھا۔ (بخاری/ ۱۵۱۲، مسلم/ ۱۳۵۰)

۲- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایک عمرہ سے

لے کر دوسرے عمرہ تک جتنے گناہ ہوتے ہیں وہ سب عمرہ سے ختم ہو جاتے ہیں اور مقبول حج کا بدلہ جنت کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔

اگر کسی پر حج فرض ہو اور وہ حج کرنے سے پہلے مرجائے تو اس کے ترکہ میں سے اتنا مال نکالا جائے جس سے اس کی طرف سے حج کرنا ممکن ہو سکے۔

عورت پر حج کے وجوب کے لئے یہ ہے کہ اس کا محرم اس کے ساتھ ہو جیسے شوہر، باپ، بیٹا وغیرہ اور اگر محرم اس کے ساتھ حج کرنے سے انکار کرے، تو اس پر حج نہیں ہے، لیکن اگر اس نے بغیر محرم کے حج کر لیا تو وہ گناہ گار ہوگی لیکن اس کا حج صحیح ہوگا۔

عورت کے لئے جائز نہیں کہ وہ حج یا غیر حج کے لئے بغیر محرم کے سفر کرے، چاہے وہ جوان ہو یا بوڑھی چاہے ان کے ساتھ عورتیں ہوں یا نہ ہوں چاہے سفر طویل ہو یا مختصر اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: عورت محرم کے ساتھ ہی سفر کرے۔ (بخاری/۱۸۲۶، مسلم/۱۳۴۱)

جس نے کسی کے بڑھاپے یا ایسے مرض کی وجہ سے اس کی طرف سے حج کیا جس سے شفا کی امید نہ ہو یا میت کی طرف سے حج بدل کیا تو وہ جس میقات سے چاہے احرام باندھے، اس کے لئے ضروری نہیں کہ اسی شخص کے ملک سے سفر شروع کرے جس کی طرف سے وہ حج کر رہا ہے، اور اپنی طرف سے حج کرنے سے پہلے دوسروں کی طرف سے حج کرنا درست نہیں۔

جو آدمی جسمانی اعتبار سے قادر نہ ہو وہ نفل حج یا عمرے میں اجرت دے کر یا بغیر اجرت کسی دوسرے شخص کو اپنا نائب بنا سکتا ہے۔

جو شخص حج کے دوران مرجائے اس کے حج کے بقیہ اعمال قضاء نہیں کئے جائیں گے اس لئے کہ وہ قیامت کے دن تلبیہ کہتے ہوئے اٹھے گا اور اگر ایسا شخص مرے جو کبھی نماز نہیں پڑھتا تھا تو اس کی طرف سے حج کرنا صدقہ کرنا جائز نہیں اس لئے کہ وہ مرتد ہے۔

حائضہ اور نفاس والی عورت کے لئے غسل کرنا اور حج یا عمرہ کے لئے احرام باندھنا جائز ہے اور وہ اپنے احرام کی حالت میں رہے اور حج کے ارکان ادا کرے لیکن بیت اللہ کا طواف نہ کرے یہاں

تک کہ پاک ہو جائے، پھر غسل کرے اور اپنے بقیہ ارکان کو پورا کرلے پھر حلال ہو جائے، لیکن اگر عمرہ کا احرام باندھا ہے تو وہ اسی حالت میں باقی رہے یہاں تک کہ پاک ہو جائے پھر غسل کرے پھر عمرہ کے ارکان ادا کرے پھر حلال ہو جائے۔

حج اور عمرہ کے درمیان متابعت کی فضیلت:

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: حج اور عمرہ کے درمیان متابعت کرو۔ (یعنی یکے بعد دیگرے کرو) اس لئے کہ وہ فقر اور گناہوں کے ایسے دور کر دیتے ہیں جیسے لوہار کی بھٹی لوہے اور سونے چاندی کے میل کچیل کو دور کر دیتی ہے اور مقبول حج کا ثواب صرف جنت ہی ہے۔ (احمد/۳۶۶۹، ملاحظہ ہو السلسلة الصحيحة/ ۱۲۰۰، ترمذی/ ۸۱۰)

باہر سے آنے والے کے لئے نفل عمرہ کے لئے مکہ سے نکل کر احرام باندھنا مکروہ ہے یہ بدعت ہے اس کو نہ نبی کریم ﷺ نے کیا ہے نہ صحابہ کرام رضی اللہ عنھم نے کیا ہے نہ رمضان میں جائز ہے اور نہ غیر رمضان میں اور آپ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو اس کا حکم نہیں دیا تھا بلکہ مکہ سے لوٹنے کے بعد ان کی دلجوئی کے لئے ان کو مقام نعیم سے عمرہ کا احرام باندھنے کا حکم دیا تھا، بیت اللہ کا طواف اس کی طرف نکلنے سے افضل ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو رسول اللہ ﷺ نے مقام تنعیم سے عمرہ کا احرام باندھنے کے لئے جو حکم دیا تھا وہ صرف حائضہ عورتوں کے لئے خاص ہے جو کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرح حج کا عمرہ پورا نہ کرسکی ہوں اور دوسری پاک عورتوں کے لئے یہ مشروع نہیں ہے چہ جائے کہ مردوں کے لئے مشروع ہو۔

اگر نابالغ بچہ یا غلام حج کر چکے ہوں پھر بچہ بالغ اور غلام آزاد ہو جائے تو ان کے اوپر دوسرا حج فرض ہے۔

بچے کا حج صحیح ہے اور جس نے اس کو حج کرایا اس کو ثواب ملے گا۔

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک عورت نے اپنا ایک بچہ اٹھایا اور کہنے لگی

اے اللہ کے رسول ﷺ کیا اس کا حج ہوگا آپ نے فرمایا ہاں اور تمہارے لئے اس کا اجر ہے۔ (مسلم/۱۳۳۶)

مشرک کے لئے مسجد حرام میں داخل ہونا جائز نہیں اور بقیہ مساجد میں جائز ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْمُشْرِكُونَ نَجَسٌ فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِهِمْ هَذَا وَإِنْ خِفْتُمْ عَيْلَةً فَسَوْفَ يُغْنِيكُمُ اللَّهُ مِن فَضْلِهِ إِن شَاءَ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ حَكِيمٌ﴾ (توبہ: ۲۸) اے ایمان والو! بے شک مشرک بالکل ہی ناپاک ہیں وہ اس سال کے بعد مسجد حرام کے پاس بھی نہ پھٹکنے پائیں اگر تمہیں مفلسی کا خوف ہے تو تمہیں دولت مند کردے گا اپنے فضل سے اگر چاہے، اللہ علم وحکمت والا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے کچھ سوار نجد کی طرف بھیجے وہ بنو حنیفہ کے ایک شخص کو پکڑ لائے جس کا نام ثمامہ بن اُثال تھا اس کو لاکر لوگوں نے مسجد نبوی کے ستون سے باندھ دیا، نبی کریم ﷺ اس کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ ثمامہ کو چھوڑ دو، ثمامہ مسجد سے قریب ایک باغ میں گئے اور غسل کیا پھر مسجد میں دوبارہ آئے اور انہوں نے "**اشهد أن لا اله الله وان محمداً رسول الله**" کہا (یعنی اسلام قبول کرلیا) (بخاری/۴۲۶، مسلم/۱۷۶۴)

حرم کے خصائص:

حرم کی بہت سی خصوصیتیں ہیں اس میں نماز پڑھنے پر کئی گنا ثواب ہے اسی طرح اس میں برائی کرنا بھی بڑے گناہ کا کام ہے، اس میں مشرک کا داخل ہونا جائز نہیں، اس میں لڑائی کرنا حرام ہے، اس کے پیڑ پودوں کو کاٹنا حرام ہے سوائے اذخر گھاس کے، وہاں کی گری پڑی چیز اٹھانا حرام ہے الا یہ کہ کوئی شخص اپنی گری پڑی چیز تلاش کررہا ہو اور وہ اپنی چیز اٹھائے، وہاں شکار کرنا یا شکار کو بدکانا حرام ہے اس کے اندر وہ گھر ہے جو روئے زمین پر سب سے پہلے بنایا گیا ہے۔ (یعنی خانۂ کعبہ)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿إِنَّ أَوَّلَ بَيْتٍ وُضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِي بِبَكَّةَ مُبَارَكاً وَهُدًى

لِّلْعَالَمِينَ فِيهِ آيَاتٌ بَيِّنَاتٌ مَّقَامُ إِبْرَاهِيمَ وَمَن دَخَلَهُ كَانَ آمِناً وَلِلَّهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلاً وَمَن كَفَرَ فَإِنَّ اللهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعَالَمِينَ﴾ (آل عمران: ۹۶/۹۷) اللہ تعالیٰ کا پہلا گھر جو لوگوں کے لئے مقرر کیا گیا وہی ہے جو مکہ (شریف) میں ہے جو تمام دنیا کے لئے برکت وہدایت والا ہے، جس میں کھلی کھلی نشانیاں ہیں مقام ابراہیم ہے اس میں جو آجائے امن والا ہوجاتا ہے اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں پر جو اس کی طرف راہ پاسکتے ہوں اس گھر کا حج فرض کردیا ہے اور جو کوئی کفر کرے تو اللہ تعالیٰ (اس سے بلکہ) تمام دنیا سے بے پرواہ ہے۔

۲- میقات کا بیان

چونکہ بیت اللہ بہت ہی معظم ومشرف ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے مکہ کو ایک مضبوط قلعہ بنادیا اور حدود حرم کو فصیل شہر بنایا اور میقات کو حرم کا حرم بنایا حج اور عمرہ کا ارادہ کرنے والے کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ بغیر احرام باندھے ان میقات سے آگے بڑھے، احرام اللہ تعالیٰ کی تعظیم اور بیت اللہ کی تعظیم کے لئے باندھا جاتا ہے۔

مواقیت: مواقیت میقات کی جمع ہے اس کا معنیٰ ہے عبادت کی جگہ اور عبادت کا وقت۔

مواقیت کی قسمیں: ۱- مواقیت کی دو قسمیں ہیں: ایک میقات زمانی دوسرا میقات مکانی۔

۱- میقات زمانی: حج کے مہینے ہیں اور وہ شوال، ذی القعدہ، اور ذی الحجہ ہیں۔

۲- میقات مکانی: وہ جگہیں ہیں جہاں سے حج یا عمرہ کا احرام باندھا جاتا ہے، اور وہ پانچ ہیں۔

۱- ذوالحلیفۃ: یہ اہل مدینہ کا میقات ہے اور ان لوگوں کا میقات ہے جو وہاں سے گزریں یہ مکہ سے تقریباً ۴۲۰ رکلومیٹر کے فاصلے پر ہے، یہ میقات مکہ سے سب سے دور واقع ہے، اس کا نام وادی عقیق بھی ہے، اس کی مسجد کا نام مسجد شجرہ ہے یہ مدینہ کے جنوب میں ہے، اس مبارک وادی میں نماز پڑھنا مستحب ہے۔

۲- جحفۃ: یہ اہل شام ومصر کا میقات ہے یا جو اس کے مقابل میں رہتا ہو یا جو اس کے پاس

سے گزرے یہ رابغ کے قریب ایک گاؤں ہے اور مکہ سے تقریباً ۱۸۰ رکلومیٹر دور ہے، اس وقت لوگ رابغ سے احرام باندھتے ہیں۔

۳-یلملم: یہ اہل یمن کا میقات ہے یا جو اس کے مقابل میں رہتا ہو یا وہاں سے گزرے، یلملم ایک وادی کا نام ہے جو مکہ سے تقریباً ۹۲ رکلومیٹر دور ہے اس کا نام اس وقت السعدیۃ ہے۔

۴-قرن المنازل: یہ اہل نجد اور طائف والوں کا میقات ہے، یا جو اس کے مقابل میں رہتا ہو یا وہاں سے گزرے، وہ اس وقت السیل الکبیر کے نام سے مشہور ہے، اس کے اور مکہ کے درمیان تقریباً ۷۵ رکلومیٹر کا فاصلہ ہے، اور وادی محرم قرن المنازل کے اوپر کا حصہ ہے۔

۵- ذات عرق: یہ اہل عراق کا میقات ہے اور جو اس کے مقابل میں رہتا ہو یا اس سے گزرے، یہ ایک وادی ہے اس کا نام ضریبۃ ہے، اس کے اور مکہ کے درمیان تقریباً سو کلومیٹر کا فاصلہ ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مدینہ والوں کے لئے احرام باندھنے کا مقام ذوالحلیفہ، شام والوں کے لئے جحفۃ، نجد والوں کے لئے قرن المنازل اور یمن والوں کے لئے یلملم مقرر کیا، یہ مقامات وہاں کے رہنے والوں کے لئے ہیں اور ان دوسرے ملک والوں کے لئے بھی ہیں جو وہاں سے گزریں اور جو حج اور عمرہ کی غرض سے آئیں، اور جو ان مقامات کے دوسری طرف (یعنی مکہ کی طرف) رہتا ہو، وہ جہاں سے چلے وہیں سے احرام باندھے یہاں تک کہ مکہ والے مکہ سے احرام باندھیں۔ (بخاری/۱۵۲۴، مسلم/۱۱۸۱)

جو شخص مکہ سے حج کرنے کا ارادہ کرے تو سنت یہ ہے کہ وہ مکہ ہی سے احرام باندھے، لیکن اگر اس نے حدود حرم سے باہر احرام باندھا تب بھی جائز ہے اور جو شخص مکہ سے عمرہ کرنے کا ارادہ کرے وہ حدود حرم سے باہر احرام باندھے جیسے مسجد عائشہ سے جو مقام تنعیم میں ہے یا جعرانہ سے یا جہاں سے اس کے لئے آسان ہو وہاں سے باندھے، اور اگر عمرہ کے لئے حرم سے احرام باندھا تو اس کا احرام تو ہو جائے گا لیکن اس پر دم واجب ہے کیونکہ اس نے حدود حرم سے باہر جا کر احرام نہیں باندھا ہے۔

حج یا عمرہ کرنے والے کے لئے بغیر احرام میقات سے تجاوز کرنا جائز نہیں اور جو شخص میقات سے بغیر احرام باندھے آگے بڑھ جائے اسے دوبارہ میقات کے پاس جانا چاہئے اور احرام باندھنا چاہئے۔ لیکن اگر واپس نہیں گیا اور جہاں موجود ہے وہیں احرام باندھے تو اس پر دم واجب ہے، اور اس کا حج اور عمرہ درست ہوگا اور اگر میقات کے پاس پہنچنے سے پہلے احرام باندھ لیا تو صحیح ہے لیکن مکروہ ہے، جو شخص حج یا عمرہ کا ارادہ نہ رکھتا ہو اور میقات پار کر جائے پھر اپنے دل میں حج یا عمرہ کی نیت کرے تو جس جگہ اس نے اپنے دل میں نیت کی ہے وہیں احرام باندھ لے البتہ اگر اس نے حرم کے حدود میں پہنچنے کے بعد صرف عمرہ کی نیت کی ہے تو حدود سے باہر جا کر احرام باندھے اور اگر حدود حرم سے باہر نیت کی ہے تو جہاں نیت کی ہے وہیں سے احرام باندھ لے۔

اہل مکہ چاہے حج افراد کریں یا قران وہ مکہ سے احرام باندھیں لیکن اگر وہ عمرہ کرنا چاہیں تو حدود حرم سے باہر نکل کر عمرہ کا احرام باندھیں۔

جو شخص حج یا عمرہ کا ارادہ کر کے جہاز میں سوار ہو یا ایک ساتھ دونوں کی نیت کر کے سوار ہو وہ جب میقات کے پاس پہنچے تو جہاز میں احرام باندھ لے اور احرام کی نیت کر کے اور اگر اس کے ساتھ احرام کا کپڑا نہ ہو تو وہ پائجامہ پہن کر احرام باندھ لے اور سر کھلا رکھے اور اگر پائجامہ نہ ہو تو قمیص میں احرام باندھ لے۔ پھر جب جہاز سے اترے تو احرام کا کپڑا خرید لے اور اسے پہن لے اور احرام کو مؤخر کرنا جائز نہیں حاجی یہ نہ سوچے کہ جدہ ایئر پورٹ پر پہنچنے کے بعد احرام باندھیں گے، اور اگر اس نے ایسا کیا تو سب سے قریبی میقات کی طرف احرام باندھنے کے لئے واپس جانا ضروری ہوگا اور اگر واپس نہیں گیا اور ایئر پورٹ پر احرام باندھا یا میقات کے اس طرف (یعنی مکہ کی طرف) احرام باندھا تو اس پر دم واجب ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے عرفات میں ہمیں خطبہ دیا اور فرمایا: جس کے پاس تہبند نہ ہو وہ پائجامہ پہن لے اور جس کے پاس جوتے نہ ہوں وہ موزہ پہن لے۔ (بخاری/۱۸۴۳، مسلم/۱۱۷۸)

۳-احرام کا بیان

احرام: حج یا عمرہ کرنے کے لئے اس کے ارکان و افعال میں داخل ہونے کی نیت کرنا احرام کہلاتا ہے۔

احرام کا حکم:

اللہ تعالیٰ نے اپنے گھر کے لئے حرم اور میقات مقرر کیا ہے جو شخص حرم میں جانا چاہے وہ معین صفت اور معین نیت ہی پر داخل ہو۔

مکہ کے حرم کی سرحدیں:

مغرب میں شمیسی (حدیبیہ) ہے جو مسجد حرام سے ۲۲ رکلومیٹر دور ہے، یہ طائف کے راستے پر واقع ہے، اور جعرانہ کی طرف سے شرائع المجاہدین ہے جو تقریباً ۱۶ رکلومیٹر دور ہے۔

شمال میں تنعیم ہے جو مسجد حرام سے تقریباً ۷ رکلومیٹر دور ہے۔

جنوب میں اَضاۃ لِبن ہے جو یمن کے راستے پر ہے یہ مسجد حرام سے تقریباً ۱۲ رکلومیٹر دور ہے۔

احرام کی کیفیت:

جو شخص حج یا عمرہ کے لئے احرام باندھنا چاہے تو وہ غسل کرے اور پاک صاف ہو جائے اور اپنے بدن میں خوشبو لگائے اور اپنا تہبند اور چادر پہن لے جو سفید اور صاف ہوں اور سلے ہوئے نہ ہوں اور اپنے جوتے پہن لے اور عورت بھی احرام کے لئے غسل کرے خواہ وہ حائضہ یا نفاس والی کیوں نہ ہو۔ عورت جو چاہے ساتر لباس پہنے وہ شہوت کا لباس نہ پہنے اور نہ تنگ لباس پہنے اور نہ وہ لباس پہنے جس میں مردوں یا کفار کی مشابہت ہو۔

احرام اگر کسی فرض نماز کے بعد باندھا جائے تو بہتر ہے، لیکن اس کے لئے کوئی مخصوص نماز نہیں ہے اور اگر دو مسنون رکعتیں پڑھ کر یا باندھا جائے جیسے تحیۃ المسجد، تحیۃ الوضو، چاشت کی نماز وغیرہ تو کوئی حرج نہیں وہ دل سے حج یا عمرہ میں داخل ہونے کی نیت کرلے سنت یہ ہے کہ اس کا احرام اور

اس کا تلبیہ مسجد میں نماز کے بعد ہو یا جب سواری پر سوار ہو اور قبلہ کی طرف رخ کرلے تلبیہ حج کا شعار ہے۔

عمرہ کرنے والا لبيك عمرة کہے اور صرف حج کی نیت کرنے والا لبيك حجا کہے اور اگر حج قران کی نیت ہو تو لبيك عمرة و حجاً کہے اور اگر حج تمتع کرنے کی نیت ہو تو **"لبيك عمرة متمتعاً بها الى الحج"** کہے اور حاجی یہ بھی کہے کہ اے اللہ! یہ میرا حج ہے جس میں نہ ریاء ہے نہ شہرت۔

اگر محرم بیمار ہو یا اسے کوئی خوف لاحق ہو تو سنت یہ ہے کہ احرام باندھنے کے وقت وہ یہ کہے کہ اگر مجھے کسی چیز نے روک لیا تو میں وہیں حلال ہو جاؤں گا جہاں مجھے روکا گیا ہے پھر اگر کوئی ایسی چیز اس کے سامنے آئی جو اسے آگے بڑھنے سے روک رہی ہو یا مرض بڑھ گیا ہو تو وہ حلال ہو جائے اور اس پر کوئی دم واجب نہیں۔

سنت یہ ہے کہ احرام باندھنے کے بعد جب سواری پر بیٹھے تو الحمد الله، سبحان الله، اور الله اكبر کہنے کے بعد یہ کہے۔ **"لبيك اللهم لبيك، لبيك لا شريك لك لبيك، ان الحمد والنعمة لك والملك، لا شريك لك"** (بخاری/ ۱۵۴۹، مسلم/۱۱۸۴)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے تلبیہ میں سے یہ بھی تھا۔ " لبيك اله الحق" (نسائی/ ۲۷۵۲، ابن ماجہ/۲۹۲)

تلبیہ کی فضیلت:

حضرت سہل بن سعد یہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب بھی کوئی مسلمان تلبیہ کہتا ہے تو اس کے دائیں بائیں جو بھی پتھر یا درخت یا ڈھیلا ہوتا ہے وہ تلبیہ کہتا ہے یہاں تک کہ زمین یہاں وہاں کٹ جاتی ہے۔ (ترمذی: ۸۲۸، ابن ماجہ: ۲۹۲۱)

احرام باندھنے والا تلبیہ کثرت سے کہے مرد اور عورت دونوں بآواز بلند تلبیہ کہہ سکتے ہیں اگر فتنے کا ڈر نہ ہو کبھی وہ تلبیہ کہے کبھی "لا اله الا الله" کبھی الله اكبر کہے۔ عمرہ میں جب طواف

شروع کرے تو تلبیہ کہنا بند کردے اور حج میں عید کے دن جب جمرہ عقبیٰ کو مارنا شروع کرے تب تلبیہ کہنا بند کردے۔

جب بالغ حج یا عمرہ کا احرام باندھے تو اس پر اس کا پورا کرنا واجب ہے اور اگر بچہ احرام باندھے تو اس کے اوپر اس کا پورا کرنا واجب نہیں اس لئے کہ وہ مکلّف نہیں ہے حاجیوں کو چاہئے کہ وہ اچھا کام کریں اور محرمات سے بچیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ الْـحَـجُّ أَشْهُـرٌ مَّـعْـلُـومَاتٌ فَمَن فَرَضَ فِيهِنَّ الْحَجَّ فَلاَ رَفَثَ وَلاَ فُسُوقَ وَلاَ جِـدَالَ فِـيْ الْـحَـجِّ وَمَـا تَـفْـعَلُواْ مِنْ خَيْرٍ يَعْلَمْهُ اللّهُ وَتَزَوَّدُواْ فَإِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوَى وَاتَّـقُونِ يَا أُوْلِيْ الأَلْبَاب ﴾(البقرة: ۱۹۷) حج کے مہینے مقرر ہیں اس لئے جو شخص ان میں حج لازم کرلے وہ اپنی بیوی سے میل ملاپ کرنے گناہ اور لڑائی جھگڑے کرنے سے بچتا رہے، تم جو نیکی کروگے اس سے اللہ تعالیٰ باخبر ہے اور اپنے ساتھ سفر خرچ لے لیا کرو۔ سب سے بہتر توشہ اللہ تعالیٰ کا ڈر ہے اوا ے عقلمندو! مجھ سے ڈرتے رہا کرو۔

محرم کو کون سے کپڑے پہننا درست نہیں ہے:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک شخص نے کہا اے اللہ کے رسول اللہ ﷺ محرم کون سا لباس پہنے، آپ نے فرمایا کہ وہ قمیص نہ پہنے نہ عمامہ باندھے نہ پائجامہ پہنے نہ ٹوپی لگائے اور نہ موزہ پہنے البتہ جس شخص کو جوتے نہ ملیں وہ موزے ٹخنوں کے نیچے تک کاٹ کر پہن سکتا ہے اور وہ کپڑا ابھی احرام میں نہ پہنو جس میں زعفران یا ورس لگا ہو۔

محرم چاہے مذکر ہو یا مؤنث اس کے لئے مندرجہ چیزیں منع کی گئی ہیں:

۱- سر کا بال منڈانا

۲- مرد کا سر اور چہرہ ڈھانپنا

۳- مرد کا سلا ہوا کپڑا پہننا چاہے پورے بدن پر سلا ہوا کپڑا جیسے قمیص یا آدھے بدن پر اوپر کی طرف ہو جیسے بنیائن یا نیچے کی طرف ہو جیسے پائجامہ اسی طرح جو کپڑا دونوں ہاتھوں کو ڈھانپنے کے

لئے سلا ہوا جیسے دستانہ موزہ اور عمامہ وغیرہ۔

۴- بدن یا کپڑے میں خوشبو استعمال کرنا یا دھونی دینا چاہے وہ جس طریقے سے بھی ہو۔ خشکی کے کھائے جانے والے شکار کو مارنا۔

۶- شادی کرنا۔

۷- عورت کا نقاب یا برقع سے اپنا چہرہ ڈھانپنا اور ہاتھوں میں دستانے پہننا۔

۸- جماع کرنا اگر تحلل اول سے پہلے جماع کیا ہے تو ان دونوں کا حج یا عمرہ فاسد ہو جائے گا اور ان کو گناہ ملے گا اور ان پر دم واجب ہے اور مرد اور عورت دونوں اس کے افعال وارکان پورا کریں اور دوسرے سال پھر اس کی قضاء کریں اور اگر تحلل اول کے بعد جماع کیا ہے تو ان کا حج یا عمرہ فاسد نہیں ہوگا لیکن وہ گناہ گار ہوں گے وہ حدود حرم سے باہر نکل کر احرام باندھیں پھر حالت احرام میں بیت اللہ کا طواف کریں اور ان پر فدیہ واجب ہے۔

۹- مباشرت کرنا (یعنی بوس ومساس نہ کہ جماع) پس اگر اس سے انزال ہو جائے تو اس کا حج اور احرام فاسد نہیں ہوگا، لیکن وہ گنہگار رہوگا اور اس پر فدیہ الأذی واجب ہے۔

مرد کے لئے احرام میں موزہ پہننا جائز نہیں الاّ یہ کہ اس کے پاس جوتے نہ ہوں، ایسی حالت میں وہ موزہ کاٹے بغیر پہن سکتا ہے، موزوں سے مراد وہ کپڑا ہے جو ٹخنوں کو ڈھانپ لے۔

محرم عورت موزے پہن سکتی ہے البتہ دستانے پہننا مرد اور عورت دونوں کے لئے جائز نہیں۔

جو محظورات (ممنوعہ افعال) بیان کئے گئے ہیں ان میں عورت مرد کی طرح ہے البتہ عورت جو چاہے سلا ہوا کپڑا پہن سکتی ہے بشرطیکہ وہ اپنی زینت کا اظہار نہ کرے، اسی طرح عورت اپنا سر ڈھانپے جب اجنبی لوگوں کا گذر ہو اور اس کے لئے زیور پہنا بھی جائز ہے۔

حج میں تحلل اول کے بعد حاجی کے لئے بیوی کے علاوہ ہر چیز جائز ہے۔

جو اپنے ساتھ قربانی کا جانور لایا ہے تو وہ قربانی کرنے کے بعد ہی حلال ہوگا۔

اگر حج تمتع کرنے والی عورت کو طواف سے پہلے حیض آجائے اور حج فوت ہو جانے کا اندیشہ ہو تو

وہ حج کا احرام باندھ لے اور قارنہ ہو جائے اور معذور بھی اسی طرح کرے، حائضہ اور نفاس والی عورتیں بیت اللہ کا طواف چھوڑ کر حج کے سارے افعال کریں اور اگر طواف کے دوران حیض آجائے تو وہاں سے نکل جائیں اور حج کا احرام باندھیں اور قارنہ ہو جائیں۔

احرام باندھنے والا جانور اور مرغی وغیرہ ذبح کر سکتا ہے اور حل وحرم میں موذی جانور کو مار سکتا ہے شیر، بھیڑیا، چیتا، سانپ، بچھو، چوہا، وغیرہ، اسی طرح سمندر کا شکار اور اس کا کھانا اس کے لئے جائز ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿أُحِلَّ لَكُمْ صَيْدُ الْبَحْرِ وَطَعَامُهُ مَتَاعاً لَّكُمْ وَلِلسَّيَّارَةِ وَحُرِّمَ عَلَيْكُمْ صَيْدُ الْبَرِّ مَا دُمْتُمْ حُرُماً وَاتَّقُواْ اللّهَ الَّذِيَ إِلَيْهِ تُحْشَرُونَ﴾ (مائدہ:٩٦)
تمہارے لئے دریا کا شکار پکڑنا اور اس کا کھانا حلال کیا گیا تمہارے فائدہ کے واسطے اور مسافروں کے واسطے اور خشکی کا شکار پکڑنا تمہارے لئے حرام کیا گیا ہے جب تک تم حالت احرام میں رہو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو جس کے پاس جمع کئے جاؤ گے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: پانچ جانور بدذات ہیں انہیں حرم میں مار ڈالا جائے۔ بچھو، چوہا، چیل، کوا، کاٹنے والا کتا۔ (بخاری/١٨٢٩، مسلم/١١٩٨)

احرام باندھنے کے بعد آدمی غسل کر سکتا ہے، اپنا سر اور کپڑا دھو سکتا ہے، اسے بدل سکتا ہے محرم چاندی کی انگوٹھی، چشمہ، کان میں سننے کا آلہ، ہاتھ میں گھڑی، بیلٹ اور جوتا پہن سکتا ہے، اگرچہ وہ بیلٹ یا جوتا مشین سے سلا ہوا ہو۔

اسی طرح وہ کسی درد کی وجہ سے پچھنا لگوا سکتا ہے اور سرمہ لگا سکتا ہے۔

احرام باندھنے والے کے لئے ریحان سونگھنا خیمہ یا چھتری یا گاڑی کی چھت وغیرہ سے سایہ حاصل کرنا اور سر کھجلانا جائز ہے چاہے کچھ بال ہی گر جائے۔

جو شخص حج کے لئے گیا اور دس ذی الحجہ کو قربانی کرنا چاہتا ہے اس کے لیے احرام کے وقت بال

اور ناخن کاٹنا مناسب نہیں اس کے لیے صرف سر کا بال منڈانا یا کٹانا جائز ہے اگر وہ حج تمتع کر رہا ہے اس لیے کہ سر منڈانا یا بال کٹانا مناسک حج میں سے ہیں۔

اگر محرم مر جائے تو کیا کیا جائے:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم حالت احرام میں تھے کہ ایک آدمی کو اس کے اونٹ نے گردن توڑ کر مار ڈالا، نبی ﷺ نے فرمایا کہ اس کو پانی اور بیر کے پتے سے غسل دو اور دو کپڑے میں کفن دو اور خوشبو نہ لگاؤ اور نہ اس کا سر ڈھانپو اس لئے کہ وہ قیامت کے دن تلبیہ کہتے ہوئے اٹھے گا۔ (بخاری:١٢٦٧، مسلم:١٢٠٦)

۴- فدیہ کا بیان

فدیہ کے اعتبار سے احرام کے محظورات کی چار قسمیں ہیں:

فدیہ، فدیہ مغلظہ، فدیہ جزا، فدیہ اُذی

١- جس میں فدیہ نہیں: اور وہ نکاح کرنا ہے۔

٢- جس میں فدیہ مغلظہ ہے: اور وہ تحلل اول سے پہلے حج میں جماع کرنا ہے اس میں ایک اونٹ کی قربانی فدیہ ہے۔

٣- جس میں فدیہ جزاء یا بدل ہے: اور وہ شکار کرنا ہے۔

۴- جس میں فدیہ اُذی ہے اور وہ بقیہ محظورات ہیں جیسے حلق اور خوشبو وغیرہ۔

جو شخص معذور یا مریض ہو اور اسے جماع کے علاوہ ان ممنوعہ چیزوں میں سے کسی ممنوع چیز کے کرنے کی ضرورت پڑے سر منڈانے یا سلا ہوا کپڑا پہننے کی ضرورت ہو تو وہ ایسا کر سکتا ہے لیکن اس پر فدیۃ الاذی واجب ہے۔

فدیۃ الأذی میں تین چیزوں کا اختیار ہے:

١- تین دن روزہ رکھنا۔

۲- یا چھ مسکینوں کو کھانا کھلانا، ہر مسکین کو نصف صاع گیہوں یا چاول یا کھجور وغیرہ سے یا عادت وعرف کے مطابق کھانا کھلادے۔

۳- یا ایک بکری ذبح کرنا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿ فَمَن كَانَ مِنكُم مَّرِيضاً أَوْ بِهِ أَذًى مِّن رَّأْسِهِ فَفِدْيَةٌ مِّن صِيَامٍ أَوْ صَدَقَةٍ أَوْ نُسُكٍ ﴾(بقرہ: ۱۹۶) البتہ تم میں سے جو بیمار ہو یا اس کے سر میں کوئی تکلیف ہو (جس کی وجہ سے سر منڈا لے) تو اس پر فدیہ ہے، خواہ روزہ رکھ لے، خواہ صدقہ دے دے، خواہ قربانی کرے۔

روزہ کہیں بھی رکھا جا سکتا ہے البتہ کھانا یا ذبیحہ فقراء مکہ ہی کو دے۔

جس نے حالت احرام میں منع کی گئی چیزوں میں سے کوئی چیز لاعلمی میں یا بھول کر کیا یا اسے اس چیز کے کرنے پر مجبور کیا گیا تو اس پر کوئی گناہ وفدیہ نہیں اسے چاہئے کہ وہ اس ممنوع چیز سے فوراً اپنے آپ کو الگ کرلے اور جس نے اسے جان بوجھ کر کسی ضرورت سے کیا تو اس پر فدیہ ہے اور اس پر کوئی گناہ نہیں اور جس نے بغیر عذر اور بغیر ضرورت جان بوجھ کر اسے کیا اس پر فدیہ واجب ہے اور اسے گناہ بھی ملے گا۔

جس نے حالت احرام میں خشکی کا شکار جان بوجھ کر مار ڈالا تو اگر جانوروں میں کوئی اس کا مثل اس کے پاس ہے تو اسے اختیار دیا جائے گا کہ چاہے اسی کے مثل جانور بطور فدیہ نکالے اور اس کو ذبح کر کے حرم کے مسکینوں کو کھلا دے یا مثل کی قیمت درہم میں لگائے اور اس سے کھانا خرید کر چھ مسکینوں کو کھلا دے یا ہر مسکین کو کھانا کھلانے کے بدلے ایک دن روزہ رکھے، اور اگر شکار کا کوئی مثل نہ ہو تو شکار کی قیمت درہم میں لگائے پھر چاہے کھانا کھلائے یا روزہ رکھے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُواْ لاَ تَقْتُلُواْ الصَّيْدَ وَأَنتُمْ حُرُمٌ وَمَن قَتَلَهُ مِنكُم مُّتَعَمِّداً فَجَزَاء مِّثْلُ مَا قَتَلَ مِنَ النَّعَمِ يَحْكُمُ بِهِ ذَوَا عَدْلٍ مِّنكُمْ هَدْياً بَالِغَ الْكَعْبَةِ أَوْ كَفَّارَةٌ طَعَامُ مَسَاكِينَ أَو عَدْلُ ذَلِكَ صِيَاماً ﴾ (مائدة: ۹۵) اے ایمان والو! (وحشی) شکار کو قتل مت کرو جب کہ تم حالت احرام میں ہو اور جو شخص تم میں سے اس کو جان بوجھ کر قتل

کرے گا تو اس پر فدیہ واجب ہوگا جو کہ مساوی ہوگا اس جانور کے جس کو اس نے قتل کیا ہے جس کا فیصلہ تم میں سے دو معتبر شخص کردیں خواہ وہ فدیہ خاص چوپایوں میں سے ہو جو نیاز کے طور پر کعبہ تک پہنچایا جائے اور خواہ کفارہ مساکین کو دے دیا جائے اور خواہ اس کے برابر روزے رکھ لئے جائیں۔

حج میں تحلل اوّل سے پہلے جماع کا فدیہ ایک اونٹ قربان کرنا ہے اور اگر یہ نہ ملے تو تین دن حج کے ایام میں روزہ رکھے اور سات دن گھر واپس ہونے کے بعد، اور اگر تحلل اوّل کے بعد جماع کیا ہے تو اس فدیۃ الاذی واجب ہے۔

عمرہ میں سعی یا بال کٹانے سے پہلے جو شخص اپنی بیوی سے جماع کرلے اس پر فدیۃ الاذی ہے۔

مکہ کے حدود حرم میں کسی درخت یا گھاس کو کاٹنا احرام باندھنے والے اور غیر احرام باندھنے والے دونوں کے لئے منع ہے اذخر کے علاوہ، اور ان پودوں کے علاوہ جسے آدمی اگائے لیکن اس میں کوئی فدیہ نہیں جیسے حرم کے حدود میں شکار کو مار ڈالنے کی ممانعت ہے اور اس میں فدیہ واجب ہے مدینہ کے حرم کے شکار کو مارنا اور اس کے درخت کو کاٹنا بھی منع ہے اور اس میں کوئی فدیہ نہیں لیکن اگر کسی نے شکار کیا یا درخت کاٹا تو اس کو سزا دی جائے گی اور وہ گناہ گار ہوگا اور چارہ کے لئے اس کی گھاس کاٹی جاسکتی ہے دنیا میں یہی دو حرم ہیں۔

مدینہ کے حرم کی سرحدیں:

مشرق میں مشرقی حرہ ہے، مغرب میں مغربی حرہ ہے شمال میں جبل ثور ہے جو کہ جبل احد کے پیچھے ہے اور جنوب میں جبل عیر اور اس کا شمالی دامن وادی عقیق ہے۔

جس نے ایک ہی جنس کی کسی ممنوع چیز کو دوبارہ کیا اور فدیہ نہیں دیا ہے تو وہ ایک مرتبہ فدیہ دے دے البتہ شکار مارنے میں یہ حکم نہیں ہوگا، اور جس نے مختلف جنس کی ممنوع چیزوں کو دوبارہ کیا مثلاً بال منڈالیا اور خوشبو لگالیا تو اسے ہر جنس کے لئے ایک بار فدیہ دینا پڑے گا۔

حالت احرام میں نکاح منع ہے اور وہ درست نہیں ہوگا اور اس میں کوئی فدیہ نہیں اور رجعت درست ہے۔

جس نے احرام کے واجبات میں سے کوئی واجب چھوڑ دیا اس پر ایک دم ہے۔

حاجی متمتع یا قارن ہو اور مسجد حرام کا رہنے والا نہ ہو تو اس پر ایک ہدی (یعنی ایک بکری یا اونٹ یا گائے کے ساتویں حصے کی قربانی) واجب ہے، اور اگر قربانی کی طاقت نہ ہو تو تین روزے ایام حج میں یوم عرفہ سے پہلے یا اس کے بعد (ایام تشریق میں) رکھے۔ بہتر یہ ہے کہ آخری روزہ تیرہویں تاریخ کو رکھے اور سات روزے گھر جا کر رکھے۔ مفرد پر کوئی ہدی نہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿فَمَن تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ إِلَى الْحَجِّ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ فَمَن لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ فِي الْحَجِّ وَسَبْعَةٍ إِذَا رَجَعْتُمْ تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ ذَٰلِكَ لِمَن لَّمْ يَكُنْ أَهْلُهُ حَاضِرِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَاتَّقُوا اللَّهَ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ﴾ (بقرہ:۱۹۶) جو شخص عمرے سے لے کر حج تک تمتع کرے پس اسے جو قربانی میسر ہو اسے کر ڈالے جسے طاقت ہی نہ ہو وہ تین روزے تو حج کے دنوں میں رکھ لے اور سات واپسی میں یہ پورے دس ہو گئے یہ حکم ان کے لئے ہے جو مسجد حرام کے رہنے والے نہ ہوں لوگو! اللہ سے ڈرتے رہو اور جان لو کہ اللہ تعالیٰ سخت عذابوں والا ہے۔

حج میں جو بھی قربانی کرنا یا کھانا کھلانا ہے وہ حرم کے مسکینوں ہی کو دے اور انہیں میں تقسیم کرے اور فدیہ اَذی اور فدیہ لباس وغیرہ بھی انہیں کو دے اور روکے جانے کی صورت میں جو دم واجب ہے وہ اس کے فقراء کو دے جہاں سبب پایا گیا ہے۔ اور حرم میں شکار مارنے کا فدیہ حرم کے مساکین ہی کو دیا جائے البتہ روزہ ہر جگہ رکھ سکتا ہے۔

تمتع اور قرآن میں جو قربانی واجب ہے اسے خود کھائے دوسروں کو ہدیہ دے اور حرم کے فقراء کو کھلائے۔

اگر حج یا عمرہ سے راستے میں (دشمن یا بیماری کی وجہ سے) روک دیا جائے تو جو قربانی کا جانور میسر ہو اسے وہیں ذبح کر کے سر منڈوالے اور حلال ہو جائے اور اگر قربانی کا جانور نہ ہو تب بھی حلال ہو جائے اور اس پر کوئی فدیہ نہیں۔

شکار کا فدیہ:

۱- وہ شکار جس کا کوئی مثل (مساوی جانور) ہو تو وہی اس کا فدیہ ہوگا، مثلاً شتر مرغ کا مثل اونٹ ہے نیل گائے کا مثل گائے ہے، پہاڑی بکرے اور بارہ سنگا کا مثل گائے ہے، بجو کا مثل مینڈھا ہے، ہرن کا مثل بکری ہے، دبر (بلی سے چھوٹا ایک جانور جس کی دم اور کان چھوٹے چھوٹے ہوتے ہیں) اور گوہ کا مثل بکری کا بچہ ہے۔ یربوع (چوہے کی مانند ایک جانور جس کی اگلی ٹانگیں چھوٹی اور پچھلی بڑی اور دم لمبی ہوتی ہے) کا مثل جفرہ ہے۔ خرگوش کا مثل بکری کا بچہ ہے (سال پورا ہونے سے پہلے) کبوتر اور اس کے مشابہہ پرندوں کا مثل بکری ہے۔ اس کے علاوہ جو جانور ہیں ان کا مثل دو دو عادل تجربہ کار طے کریں۔

۲- اگر ایسا شکار ہے جس کا مثل دستیاب نہیں تو اس کی قیمت درہم سے لگائی جائے پھر اس قیمت سے غلہ خرید کر (مکہ کے) مساکین میں ایک مد کے حساب سے تقسیم کر دیا جائے یا اس کے برابر روزے رکھ لئے جائیں۔

حج میں دم کی اقسام:

۱- تمتع اور قران کا دم: اس کو حاجی خود کھائے اور ہدیہ بھیجے اور فقراء کو کھلائے۔

۲- فدیہ کا دم: یعنی اگر کسی نے حالت احرام میں منع کی گئی چیزوں میں سے کسی چیز کو کیا ہے مثلاً سر منڈایا یا سلا ہوا کپڑا پہنا تو اس پر دم واجب ہے۔

۳- بدلے کا دم: یہ اس شخص پر واجب ہے جس نے ماکول اللحم خشکی کے شکار کو مار ڈالا۔

۴- احصار کا دم: یہ اس شخص پر واجب ہے جو راستے ہی میں حج یا عمرہ سے روک دیا جائے اور شرط نہ لگائے ہو۔

۵- جماع کا دم: یہ اس شخص پر واجب ہے جس نے حلال ہونے سے پہلے بیوی سے جماع کر لیا ہو۔

۶- دم جبران: یہ اس شخص پر واجب ہے جس نے حج یا عمرہ کے واجبات میں سے کوئی واجب چھوڑ دیا ہو۔

آخری پانچوں قسموں میں سے حاجی کھا نہیں سکتا، بلکہ اسے ذبح کرکے مکہ کے فقراء کو کھلا دے۔

حرم سے باہر گوشت لے جانے کا حکم:

حجاج جو ذبح کرتے ہیں اس کی تین قسمیں ہیں:

۱-تمتع یا قران کا جانور جسے حرم میں ذبح کیا جاتا ہے، اسے خود کھائے فقراء کو کھلائے اور حرم سے باہر بھی لے جاسکتا ہے۔

۲-حرم میں جو جانور شکار کرنے کی وجہ سے یا فدیہ اذی میں یا واجب کے چھوڑنے یا کسی ممنوع فعل کے کرنے کے بدلے میں ذبح کیا جائے، یہ سب حرم کے فقراء کے لئے ہے اسے خود نہ کھائے۔

۳-حرم سے باہر جو جانور ذبح کرے جیسے اس جگہ قربانی کرے جہاں اسے روک لیا گیا ہو یا کوئی جانور فدیہ جزاء وغیرہ میں قربان کیا گیا ہو تو اس کا گوشت اسی جگہ تقسیم کر دیا جائے جہاں وہ جانور ذبح کیا گیا ہے اس کا گوشت دوسری جگہ بھی منتقل کیا جا سکتا ہے، لیکن خود اسے نہ کھائے۔

۵-حج کی قسمیں

حج کی تین قسمیں ہیں: تمتع، قران اور افراد

۱-حج تمتع یہ ہے کہ حج کے مہینوں میں عمرہ کا احرام باندھے اور اس سے فارغ ہو جائے پھر مکہ سے یا اس کے قریب سے اسی سال حج کے لئے دوبارہ احرام باندھے اور یہ کہے: "**لبيك عمرة متمتعاً بها الى الحج**".

۲-حج قرآن یہ ہے کہ حج اور عمرہ دونوں کی ایک ساتھ نیت کرکے احرام باندھے یا پہلے حج کا احرام باندھے پھر اس پر عمرہ داخل کرلے، ایسی صورت میں یہ کہے: "**لبيك عمرة وحجا**" جو شخص معذور ہو وہ طواف کرنے سے پہلے حج کو عمرہ پر داخل کر سکتا ہے، مثلاً کسی عورت کو حیض آجائے۔

۳-حج افراد یہ ہے کہ صرف حج کی نیت سے احرام باندھے، ایسی صورت میں یہ کہے لبیک

حجا قارن مفرد کی طرح عمل کرے گا البتہ قارن پر ہدی ہے (یعنی ایک بکری یا اونٹ یا گائے کے ساتویں حصے کی قربانی ہے) اور مفرد پر ہدی نہیں۔ قرآن افراد سے افضل ہے اور تمتع قران اور افراد دونوں سے دونوں سے افضل ہے۔

ہر حاجی کو چاہئے کہ وہ حج تمتع کرے کیونکہ تمتع سب سے بہتر ہے، رسول اللہ ﷺ نے اپنے اصحاب کو حجۃ الوداع میں حکم دیا تھا البتہ ان لوگوں کو قرآن کا حکم دیا تھا جو اپنے ساتھ قربانی کا جانور لائے تھے، تمتع سب سے آسان حج ہے، اور اس میں سب سے زیادہ عمل بھی ہے۔

اگر کسی آدمی نے حج افراد یا حج قران کے لئے احرام باندھا تو بہتر یہ ہے کہ وہ اسے عمرہ میں بدل لے اور متمتع ہو جائے اگر چہ اس نے طواف اور سعی کر لیا ہو بشرط کہ وہ اپنے ساتھ قربانی کا جانور نہ لایا ہو، وہ بال کٹا کر حلال ہو جائے جیسا کہ نبی ﷺ نے حکم دیا ہے البتہ جو شخص اپنے ساتھ قربانی کا جانور لایا ہو وہ اپنے احرام میں باقی رہے اور حلال نہ ہو جب تک قربانی کے دن رمی نہ کر لے۔

جب مسلمان حج یا عمرہ کے لئے احرام باندھے تو تلبیہ کہتے ہوئے مکہ تک جائے اور سنت یہ ہے کہ اس کی بلند زمین کی طرف سے داخل ہو اگر ایسا کرنا ممکن ہو، پھر جب مسجد حرام میں داخل ہو تو پہلے اپنا دایاں پیر آگے بڑھائے پھر وہ دعا پڑھے جو مسجد میں داخل ہونے کے وقت پڑھی جاتی ہے: "**باسم الله والصلوٰة والسلام علٰى رسول الله اللهم افتح لى ابواب رحمتك**" (ابوداؤد/ ٤٦٥، ابن ماجه/ ٧٧٣، ابن سنى/ ٨٨)

"**اعوذ بالله العظيم، وبوجهه الكريم، وسلطانه القديم، من الشيطٰن الرجيم**" (ابو داؤد/ ٢٦٦) جب مسجد حرام میں داخل ہو تو سب سے پہلے طواف کرے لیکن اگر کسی فرض نماز کا وقت ہو تو پہلے نماز پڑھ لے پھر طواف کرے، اگر صرف عمرہ یا تمتع کا عمرہ کرنے کا ارادہ ہو تو سب سے پہلے طواف عمرہ اور حج قران اور حج افراد کرنے والا سب سے پہلے طواف قدوم کرے اور وہ سنت ہے واجب نہیں۔

حج سے حلال اسی وقت ہوگا جب حج کے ارکان پورا کرے یا اگر شرط لگائی ہے تو حلال ہوسکتا ہے یا اگر راستے میں روک دیا گیا تو حلال ہوسکتا ہے۔

۶-عمرہ کا معنیٰ اور اس کا حکم

عمرہ: عمرہ کا مطلب بیت اللہ کا طواف، صفا اور مروہ کے درمیان سعی، سر کے بال منڈا کر یا کٹا کر اللہ کی عبادت کرنا ہے۔

عمرہ واجب ہے اور سال کے کسی بھی وقت میں کیا جاسکتا ہے اور حج کے مہینوں میں عمرہ کرنا بقیہ ایام سے بہتر ہے اور رمضان میں عمرہ کرنا حج کے برابر ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے چار عمرے کئے یہ سب کے سب حج کے مہینہ میں کئے، عمرہ حدیبیہ، عمرۃ جعّرانۃ اور ایک عمرہ اپنے حج کے ساتھ یہ سب کے سب ذی قعدہ کے مہینہ میں کئے گئے۔

عمرہ کے ارکان: احرام، طواف اور سعی ہیں۔

عمرہ کے واجبات: میقات سے احرام باندھنا اور سر کے بال منڈوانا یا کٹوانا ہے۔

۷- عمرہ کی صفت

جو شخص عمرہ کرنا چاہے وہ میقات سے عمرہ کا احرام باندھے اگر وہ میقات سے گزرنے والا ہے لیکن اگر میقات کے اس طرف ہے (مکہ کی طرف) تو وہ جہاں سے چلے وہیں سے احرام باندھے اور اگر مکہ کا رہنے والا ہے تو وہ حدود حرم سے باہر آ کر احرام باندھے جیسے مقام تنعیم وغیرہ اور مستحب یہ ہے کہ جب مکہ میں رات یا دن میں داخل ہو تو اس میں بلند زمین سے داخل ہو اور جب مکہ سے نکلے تو اس کی پست زمین سے نکلے (اگر ایسا کرنا ممکن ہے)

جب مکہ پہنچے تو وہ مسجد حرام میں پاک صاف ہو کر تلبیہ کہتے ہوئے داخل ہو، پھر تلبیہ نہ کہے اور حجر اسود سے بیت اللہ کا طواف شروع کر دے اور بیت اللہ کو اپنے بائیں جانب کر لے اور سنت یہ

ہے کہ طواف سے پہلے اضطباع کرے یعنی داہنی بغل سے چادر کو نکال کر بائیں کندھے پر ڈال لے اور ایسا تمام چکروں میں ہو۔

اور سنت یہ ہے کہ رمل کرے اور رمل یہ ہے کہ پہلے تین چکروں میں کندھوں کو ہلاتے ہوئے طاقت ونشاط سے چلے اور یہ حجر اسود سے حجر اسود تک ہو اور آخری چار چکروں میں عام چال چلے اضطباع اور رمل صرف مردوں کے لئے سنت ہے عورتوں کے لئے نہیں اور وہ صرف طواف قدوم میں ہے۔

جب حجر اسود کا سامنا ہو تو اس کو اپنے ہاتھ سے چھوئے اور اپنے منہ سے چومے اور اگر چوم نہ سکے تو اپنا دایاں ہاتھ اس پر رکھ دے اور اسے چوم لے اور اگر ایسا نہ کر سکے تو اسے لاٹھی یا ڈنڈا سے چھو لے اور اسے چوم لے اور اگر ایسا نہ کر سکے تو اس کی طرف اپنے ہاتھ سے اشارہ کرے اور اسے نہ چومے، جب اس کے سامنے پہنچے تو ایک مرتبہ اللہ اکبر کہے اور ایسا ہر چکر میں کرے پھر جو چاہے مشروع دعائیں پڑھے۔

جب رکن یمانی سے گزرے تو اس کو اپنے ہاتھ سے چھوئے اور بوسہ نہ لے ایسا ہر چکر میں کرے اور اللہ اکبر نہ کہے اور اگر اس کا چھونا دشوار ہو تو بغیر تکبیر اور بغیر اشارہ کے طواف کرتا رہے اور رکن یمانی اور حجر اسود کے درمیان یہ دعا پڑھے۔ **"ربنا آتنا فی الدنيا حسنة وفی الآخرة حسنة وقنا عذاب النار"** اس طرح خانہ کعبہ اور حجر اسود کے پیچھے سے سات چکر لگائے جب حجر اسود کے سامنے پہنچے تو ہر چکر میں اگر ممکن ہو تو اس کو چھوئے اور بوسہ لے اور دونوں شامی رکنوں کو نہ چھوئے اور رکن اور خانہ کعبہ کے دروازہ کے درمیان طواف قدوم یا طواف وداع وغیرہ کے بعد چمٹ جائے اور اپنا سینہ، اپنا چہرہ اور اپنے ہاتھوں کو اس پر رکھے اور اللہ تعالیٰ سے خوب دعا کرے۔

جب طواف سے فارغ ہو جائے تو اپنا داہنا کندھا ڈھانپ لے اور مقام ابراہیم کی طرف یہ پڑھتے ہوئے جائے۔ **﴿واتخذوا من مقام ابراهيم مصلىٰ﴾** (بقرہ: ۱۲۵) اگر ممکن ہو تو

مقام ابراہیم کے پیچھے دو ہلکی رکعتیں پڑھے ورنہ مسجد حرام میں کہیں بھی پڑھ لے، سنت یہ ہے کہ پہلی رکعت میں سورۃ فاتحہ اور سورۃ الکافرون پڑھے اور دوسری رکعت میں سورہ فاتحہ اور سورہ اخلاص پڑھے، پھر سلام پھیر کر پلٹ جائے، ان دونوں رکعتوں کے پڑھنے کے بعد یہاں دعا کرنا غیر مشروع ہے اسی طرح مقام ابراہیم کے پاس دعا کرنے کے بارے میں کوئی روایت نہیں ہے۔

جب نماز سے فارغ ہوجائے تو زمزم کے پاس جائے اور زمزم پیئے اور اپنے سر پر پانی ڈالے زمزم کا پانی ہر اس چیز کے لئے ہے جس کے لئے پیا جائے یہ کھانے والوں کے لئے کھانا ہے اور بیمار کے لئے شفا ہے، پھر حجر اسود کے پاس آئے اور اسے چھوئے اگر ممکن ہو پھر صفا کی طرف نکلے اور سنت یہ ہے کہ جب اس سے قریب ہو تو یہ آیت پڑھے:

﴿إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِن شَعَآئِرِ اللّٰهِ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ أَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ أَن يَطَّوَّفَ بِهِمَا وَمَن تَطَوَّعَ خَيْراً فَإِنَّ اللّٰهَ شَاكِرٌ عَلِيْمٌ﴾ (بقرہ:۱۵۸) صفا اور مروہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ہیں، اس لئے بیت اللہ کا حج وعمرہ کرنے والے پر ان کا طواف کر لینے میں بھی کوئی گناہ نہیں اپنی خوشی سے بھلائی کرنے والوں کا اللہ قدردان ہے اور انہیں خوب جاننے والا ہے۔

اور کہے کہ میں وہیں سے شروع کرتا ہوں جہاں سے اللہ تعالیٰ نے شروع کیا ہے، جب صفاء پر چڑھے اور بیت اللہ کو دیکھے تو قبلہ کی طرف رخ کرے اور تین مرتبہ اللہ اکبر کہے اور اپنے دونوں ہاتھوں کو ذکر اور دعا کے لئے اٹھائے اللہ تعالیٰ کی توحید اور بڑائی یہ کہہ بیان کرے **"لاالله الاالله وحده لا شريك له ، له الملك وله الحمد وهو علٰى كل شيء قدير لا اله الا الله وحده انجز وعده ونصر عبده وهزم الاحزاب وحده"** اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں وہ تنہا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اسی کے لئے بادشاہت ہے اور اسی کے لئے حمد ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں اس نے اپنا وعدہ پورا کیا اپنے بندے کی مدد کی اور کفار کے تمام گروہوں کو تنہا شکست دی۔ (بخاری/۴۱۱۴، مسلم/۱۲۱۸)

پھر یہ دعا کرے پھر دوبارہ ذکر دہرائے اور دعا کرے پھر تیسری بار ذکر دہرائے ذکر جہراً کہے اور دعا سراً کرے۔

پھر صفا سے اترے اور مروہ کی طرف خشوع وخضوع سے جائے اور چلتا رہے یہاں تک کہ علم اخضر (ہرا جھنڈا) کے برابر پہنچے پھر جب اس کے مقابل میں ہوجائے تو دوسرے علم اخضر کی طرف تیزی سے دوڑے پھر مروہ کی طرف چلے، اور ہر مرتبہ لاالــه الاالله اور الــلــه اکبر کہے اور دعا کرے، جب مروہ تک پہنچے تو اس پر چڑھ جائے اور قبلہ کی طرف اپنا منہ کرلے اور اپنے ہاتھوں کو اٹھائے اور رک کر اللہ کا ذکر اور دعا کرے اور وہی کہے جو اس نے صفا پر کہا ہے اور اس کو تین مرتبہ کہے پھر مروہ سے اترے اور صفا کی طرف جائے اور چلنے کی جگہ چلے اور دوڑنے کی جگہ دوڑے ایسا سات مرتبہ کرے جاتے ہوئے دوڑ کر جائے اور آتے ہوئے دوڑ کر آئے، صفا سے شروع کرے اور مروہ پر ختم کرے اور سعی کے لئے طہارت اور موالات (لگاتار کرنا) سنت ہے۔

جب سعی مکمل ہوجائے تو سر منڈائے یا بال کٹائے اور منڈانا افضل ہے اور عورتیں انگلی کے پور کے برابر اپنا بال کاٹ لیں، اب اس کا عمرہ پورا ہو گیا، اور اس کے لئے ہر وہ چیز حلال ہوگئی جو کہ حالت احرام میں حرام تھی، سلا ہوا لباس خوشبو اور شادی وغیرہ۔

عورت مرد کی طرح طواف وسعی کرے، البتہ وہ طواف وسعی میں رمل نہ کرلے اور نہ اضطباع کرے۔

اگر آدمی عمرہ کا احرام باندھنے کے بعد اپنی بیوی سے جماع کرتا ہے تو اس پر واجب ہے کہ اس کو پورا کرے پھر اس کی قضاء بھی کرے، اس لئے کہ جماع سے وہ عمرہ فاسد ہو گیا لیکن اگر طواف اور سعی کے بعد جماع کیا ہے تو اس کا عمرہ فاسد ہوگا اور اس کے اوپر فدیۃ الاذی ہے۔

حج تمتع کرنے والے کے لئے بہتر یہ ہے کہ عمرہ میں بال کٹائے اور حج میں سر منڈائے اگر دونوں کے درمیان کم مدت ہے۔

اگر وہ طواف یا سعی کررہا ہو اور نماز کے لئے اقامت کہی جائے تو وہ جماعت میں شامل ہوجائے

اور نماز پڑھے، جب نماز ختم ہو جائے تو جہاں رک گیا تھا وہیں سے چکر پورا کرلے اور پہلے چکر سے کرنا ضروری نہیں۔

حجر اسود کو بوسہ لینا، اس کو چھونا، اس کی طرف اشارہ کرنا اور تکبیر کہنا مستحب ہے لیکن اگر کسی کے لئے ایسا کرنا دشوار ہو تو وہ نہ کرے اور آگے گزر جائے۔

حجر اسود کو چھونا اور بوسہ دینا سنت ہے یہ اس شخص کے لئے جو طواف کے دوران اور طواف اور سعی کے دوران اس کو آسانی سے چھو سکے اور اگر بہت بھیڑ ہو اور وہاں تک پہنچنے میں طواف کرنے والوں کو تکلیف پہنچتا ہو تو مشروع نہیں بلکہ چھوڑ دینا افضل ہے خاص طور سے عورتوں کے لئے اس لئے کہ بوسہ دینا صرف مستحب ہے (واجب نہیں) اور لوگوں کو تکلیف دینا حرام ہے لہٰذا مستحب کو کرنے کے لئے حرام کا ارتکاب نہیں کیا جائے گا۔

حجر اسود جب جنت سے اتارا گیا تھا تو وہ برف سے بھی زیادہ سفید تھا پھر بنی آدم کے گناہوں نے اسے کالا کر دیا۔ اگر جاہلیت کے نجس لوگ اس کو نہ چھوئے ہوتے تو جو بھی آفت رسیدہ اسے چھوتا وہ شفا پا جاتا، زمین پر اس کے علاوہ جنت کی کوئی چیز نہیں، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کو اٹھائے گا پھر جس نے اس کو حق کے ساتھ چھوا ان کے لئے وہ گواہی دے گا، حجر اسود اور رکن یمانی کے چھونے سے گناہ مٹتے ہیں۔

مسلمان کو بیت اللہ کا طواف کثرت سے کرنا چاہیے جس نے بیت اللہ کا سات مرتبہ طواف کیا اور دو رکعت نماز پڑھی تو اسے ایک گردن آزاد کرنے کا ثواب ملے گا۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جس نے بیت اللہ کا طواف کیا اور دو رکعت نماز پڑھی تو اس کے لئے ایک غلام آزاد کرنے کے برابر ثواب ہے۔ (ترمذی: ۹۵۹، السلسلة الصحيحة: ۲۷۲۵، ابن ماجة: ۲۹۵۶)

عمرہ کرنے والا جب مکہ سے باہر نکلنے کا ارادہ کرلے تو طواف وداع کرے لیکن یہ اس کے اوپر واجب نہیں۔

اگر حج قران یا حج افراد کی نیت سے احرام باندھا ہے تو اسے چاہئے کہ اپنا احرام عمرہ میں بدل لے اور متمتع ہو جائے اگر چہ طواف وسعی کر چکا ہو بشرط کہ اپنے ساتھ قربانی کا جانور نہ لایا ہو پھر بال کٹائے اور حلال ہو جائے اس سے رسول اللہ ﷺ کے حکم کی پیروی ہوگی اور آپ کے غضب سے بچا جا سکے گا، لیکن اگر اپنے ساتھ قربانی کا جانور بھی لایا ہے تو اپنے احرام میں باقی رہے اور قربانی کے دن کنکری مارنے کے بعد ہی حلال ہو۔

بیت اللہ کا طواف وضو کی حالت میں کرنا افضل واکمل ہے لیکن اگر بغیر وضو کرے تب بھی صحیح ہوگا۔

۸- حج کی صفت

حج ویسے ہی کیا جائے جس طرح رسول اللہ ﷺ نے کیا ہے اور اپنے صحابہ کو حکم یا ہے۔

مکہ میں آنے والوں اور اہل مکہ کے لئے سنت یہ ہے کہ وہ غسل کریں خوشبو لگائیں پھر یوم الترویۃ (آٹھویں ذی الحجہ) کو زوال کے آفتاب سے پہلے حج کا احرام اس جگہ سے باندھیں جہاں ٹھہرے ہوئے ہیں اور تلبیہ اس طرح کہیں " **لبيك حجا** " اور قارن اور مفرد اپنے احرام کی حالت میں اس وقت تک باقی رہیں جب تک کہ یوم النحر (قربانی کے دن) کو جمرہ عقبہ کو کنکری نہ مار لیں۔

پھر تلبیہ کہتے ہوئے زوال سے پہلے منیٰ آئیں اور اگر ممکن ہو تو امام کے ساتھ ظہر، عصر، مغرب، عشاء اور فجر کی نماز قصر کر کے جمع کئے بغیر ادا کریں اور اگر امام کے ساتھ پڑھنا ممکن نہ ہو تو اپنے خیموں میں پڑھ لیں اور وہ رات منیٰ میں گزاریں۔

نویں ذی الحجہ کو عرفہ کے دن جب سورج طلوع ہو جائے تو منیٰ سے عرفہ تلبیہ اور تکبیر کہتے ہوئے جائیں اور زوال سے پہلے نمرہ میں ٹھہریں یہ وہ جگہ ہے جو عرفات سے قریب ہے لیکن عرفات میں سے نہیں ہے۔

عرفات کی سرحدیں:

مشرق میں وہ پہاڑ ہے جو میدان عرفات کے کنارے کنارے ہے، مغرب میں وادی عرفہ ہے

شمال میں وادی وصیق اور وادی عرنہ کے ملنے کی جگہ ہے، جنوب میں مسجد نمرہ کے بعد تقریباً ڈیڑھ کلو جنوب میں ہے۔

جب سورج ڈھل جائے تو حاجی اوّل عرفہ کی طرف عرفات کی مسجد کی جانب کوچ کرے، اس جگہ بطن عرفہ ہے جہاں امام لوگوں کو خطبہ دیتا ہے۔ پھر مؤذن ظہر کی نماز کے لئے اذان دے پھر اقامت کہے پھر امام انہیں ظہر اور عصر کی نماز جمع اور قصر کرکے پڑھائے یعنی دو دو رکعت جمع تقدیم کے ساتھ ایک اذان اور دو اقامت سے پڑھائے اور اگر حاجی اس میں شامل نہ ہو سکے تو اپنے ٹھہرنے کی جگہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ جمع اور قصر کرکے اسی طرح پڑھ لے، پھر حاجی نماز کے بعد عرفات کی طرف جائے اور جبل رحمت کے پاس رکے اور اسے اپنے اور قبلہ کے درمیان کرلے اور قبلہ کی طرف رخ کرلے اور پہاڑ کے نیچے چٹانوں کے پاس کھڑے ہو کر خشوع وخضوع کے ساتھ اپنے ہاتھوں کو اٹھا کر ذکر دعا اور استغفار کرے اور تلبیہ کہے، وہ سواری پر رہ کر بھی وقوف کرسکتا ہے اور زمین پر بیٹھ کر یا چل کر یا کھڑا ہو کر بھی وقوف کرسکتا ہے بہتر یہ ہے کہ جس میں زیادہ خشوع و خضوع ہو وہ اختیار کرے۔

سنت یہ ہے کہ وہاں وہ دعا پڑھے جو نبی کریم ﷺ نے عرفات کے دن پڑھی تھی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سب سے اچھی دعا عرفہ کے دن کی دعا ہے اور سب سے اچھی دعا جو میں نے اور مجھ سے پہلے انبیاء نے کی ہے وہ یہ ہے: **"لا الہ الاّ اللہ وحدہ لا شریك له له الملك وله الحمد وهو علی کل شئی قدیر"**. (مالك:٩٦٣، السلسلة الصحیة/ ١٥٠٣، ترمذی/٣٥٨٥)

وہ دعائیں زیادہ پڑھے جو قرآن اور حدیث میں آئی ہیں اور ان کے علاوہ جو چاہے دعا کرے اور کثرت سے توبہ استغفار اور تکبیر وتحلیل کرے اور اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا بیان کرے اور اصرار کرکے دعا کرے اور قبولیت کے لئے جلدی نہ مچائے۔

اور دعا وذکر اس وقت تک کرتا رہے جب تک سورج غروب نہ ہو جائے۔

اگر چٹانوں کے پاس پہاڑ کے قریب ٹھہرنا ممکن نہ ہو تو عرفہ میں جس جگہ بھی ٹھہرنا میسر ہو خواہ وہ اپنے ٹھہرنے کی جگہ ہو یا دوسری جگہ ہو وہاں وقوف کرے پورا عرفہ کا میدان بطن عرفہ کے علاوہ ٹھہرنے کی جگہ ہے۔

عرفہ میں وقوف کا وقت:

عرفہ میں وقوف کا وقت یوم عرفہ کو زوال آفتاب کے بعد شروع ہوتا ہے اور دسویں ذی الحجہ کی رات طلوع فجر تک رہتا ہے، اور جو شخص دن میں وقوف کرے اس کو مغرب تک رہنا ضروری ہے اور جو شخص رات میں وقوف کرے چاہے تھوڑی دیر کے لئے ہو تو وہ اس کے لئے کافی ہے، وقوف کا معنیٰ یہ ہے کہ سواری پر یا زمین پر ٹھہرے اس کا یہ معنیٰ نہیں ہے کہ اپنے قدموں پر کھڑا رہے اور جو شخص دن میں عرفہ میں ٹھہرا پھر غروب آفتاب سے پہلے جان بوجھ کر وہاں سے چلا گیا اور واپس نہیں آیا تو اس پر دم ہے اور اس کا حج صحیح ہوگا۔

حضرت عروہ بن مضرس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ انہوں نے مزدلفہ میں رسول اللہ ﷺ سے ملاقات کی جس وقت آپ فجر کی نماز کے لیے نکلے، نبی ﷺ نے ان سے فرمایا کہ جو شخص ہماری اس نماز میں حاضر ہوا اور ہمارے ساتھ ٹھہرا رہا جب تک کہ ہم ہٹ نہ جائیں اور اس نے اس سے پہلے ایک رات یا ایک دن عرفہ میں وقوف کیا ہے اس نے اپنا حج پورا کرلیا، اور اپنا میل کچیل دور کرلیا۔(ابو داؤد:١٩٥، ترمذی:٨٩١)

جب سورج غروب ہو جائے عرفات سے مزدلفہ کی طرف تلبیہ کہتے ہوئے جائے راستہ خالی ملے تو تیز چلے، جب مزدلفہ پہنچ جائے تو وہاں تین رکعت مغرب کی نماز اور دو رکعت عشاء کی نماز جمع تاخیر کے ساتھ ایک اذان اور دو اقامت سے پڑھے اور رات وہیں گزارے اور تہجد اور وتر پڑھے۔

پھر فجر کی نماز فجر کی سنت کے ساتھ وقت ہو جانے کے بعد تاریکی میں پڑھے جب فجر کی نماز پڑھ لے تو مشعر حرام کے پاس آئے یعنی مسجد مزدلفہ کے پاس اور وہاں قبلہ کی طرف رخ کرکے وقوف کرے اور اللہ کا ذکر اور اس کی حمد وثناء بیان کرے اور تکبیر وتحلیل کرے اور تلبیہ کہے اور

دعائیں کرے چاہے سواری پر ہو یا زمین پر ہو یہاں تک کہ سورج خوب روشن ہو جائے۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ فَإِذَآ أَفَضۡتُم مِّنۡ عَرَفَٰتٖ فَٱذۡكُرُواْ ٱللَّهَ عِندَ ٱلۡمَشۡعَرِ ٱلۡحَرَامِ﴾ (بقرة: ۱۹۸) جب تم عرفات سے لوٹو تو مشعر حرام کے پاس ذکر الٰہی کرو۔

اور جب مشعر حرام کے پاس جانا میسر نہ ہو تو پورا مزدلفہ موقف ہے آدمی جہاں بھی رہے قبلہ کی طرف رخ کر کے دعا کرے، ضعیف اور معذور مرد اور عورتیں اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں وہ مزدلفہ سے منیٰ چاند کے غائب ہونے کے بعد ہی جا سکتے ہیں، یا جب اکثر رات گزر جائے تو جا سکتے ہیں پھر جب وہ منیٰ پہنچیں تو جمرہ عقبہ کو کنکری ماریں۔

پھر حاجی طلوع آفتاب سے پہلے سکون و وقار کے ساتھ مزدلفہ سے منیٰ جائے جب وادیٔ محسر میں پہنچے جو کہ مزدلفہ اور منیٰ کے بیچ میں ہے اور وہ بھی منیٰ ہی میں سے ہے، تو تیز چلے چاہے سواری پر ہو یا پیدل۔

جمرات کے پاس سات کنکریاں چنے یا جب منیٰ سے جمرات کی طرف آئے تو راستے میں چن لے اور اگر مزدلفہ ہی سے کنکری چن لیا ہے تب بھی جائز ہے وہ راستے میں تلبیہ اور تکبیر کہتے ہوئے آئے اور تلبیہ کہنا اس وقت بند کرے جب جمرہ عقبہ کو آخری کنکری مارے۔

جب جمرہ عقبہ کے پاس پہنچے جو کہ منیٰ کی طرف سے آخری جمرہ ہے تو طلوع آفتاب کے بعد اس کو سات کنکریاں مارے منیٰ کو اپنے دائیں جانب کرلے اور مکہ کو اپنے بائیں جانب کرلے اور اپنا دایاں ہاتھ اٹھا کر کنکری کے ساتھ اللـــہ اکبـر کہے سنت یہ ہے کہ کنکریاں چھوٹی ہوں جیسے چنے کا دانہ یا بندوق کی گولی ہوتی ہے اور بڑی کنکریوں یا پتھر وغیرہ سے رمی کرنا جائز نہیں اسی طرح کنکری کے علاوہ کسی دوسری چیز سے مثلاً جوتا، چمڑے کا موزہ، اور دوسری معدنی چیزوں سے مارنا درست نہیں اور لوگوں کو تکلیف نہ دے اور دھکا نہ دے۔

رمی کے بعد قربانی کرے اور قربانی کرنے کے وقت یہ دعا پڑھے: " **بـاسم الله والله اكبر اللهم ا - هـذا منك ولك اللهم تقبل مني** " اللہ کے نام سے، اللہ سب سے بڑا ہے، اے اللہ!

یہ تیری طرف سے ہے اور تیرے لیے ہے، اے اللہ! تو اسے میری جانب سے قبول فرما۔

سنت یہ ہے کہ قربانی کا گوشت خود کھائے اور اس کا شوربہ پیئے اور اسے فقیروں کو کھلائے اور قربانی کا گوشت اپنے شہر بھی لے جا سکتا ہے۔

قربانی کرنے کے بعد مرد اپنا سر منڈائے یا بال کٹائے اور افضل سر منڈانا ہے۔

سنت یہ ہے کہ مونڈنے والا دائیں طرف سے شروع کرے اور عورت اپنے سر کا بال صرف انگلیوں کے اوپر کے پور کے برابر کاٹ لے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اے اللہ! سر منڈانے والوں کو بخش دے، لوگوں نے کہا اے اللہ کے رسول! اور بال کتروانے والوں کو؟ آپ نے فرمایا اے اللہ! سر منڈانے والوں کو بخش دے لوگوں نے کہا اے اللہ کے رسول ﷺ اور بال کتروانے والوں کو؟ آپ نے فرمایا: اے اللہ! تو سر منڈانے والے کو بخش دے، لوگوں نے پھر کہا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ اور بال کتروانے والوں کو؟ آپ نے (چوتھی بار) فرمایا اور بال کتروانے والوں کو بھی۔ (بخاری ۱۷۲۸/ ،مسلم/۱۳۰۲)

جب یہ سارے کام کر چکے تو ان تمام چیزوں کا استعمال کرنا اس کے لئے جائز ہے جو حالت احرام میں منع کی گئی تھیں، بیوی کے علاوہ، چنانچہ اس کے لئے سلا ہوا کپڑا، خوشبو اور سر ڈھانپنا وغیرہ حلال ہے اور اگر جمرہ عقبہ کو کنکری مارے اور حلق یا قصر کرالے تو اس کے لئے عورت کے سوا اور سب چیزیں حلال ہو جاتی ہیں جو احرام کی وجہ سے اس پر حرام تھیں اگر چہ اس نے قربانی نہ کی ہو البتہ جو شخص اپنے ساتھ قربانی لایا ہو وہ قربانی کرنے کے بعد ہی حلال ہو گا، اس حلال ہونے کو تحلل اوّل کہا جاتا ہے۔

امام کے لئے سنت یہ ہے کہ وہ قربانی کے دن چاشت کے وقت منیٰ میں جمرات کے پاس خطبہ دے اور لوگوں کو حج کے ارکان وافعال سکھائے پھر حاجی اپنا کپڑا پہن لے اور خوشبو لگائے اور چاشت کے وقت مکہ جا کر بیت اللہ کا طواف کرے جس کو طواف افاضہ یا طواف زیارت کہتے ہیں

اوراس میں رمل نہ کرے، پھر اگر وہ حج تمتع کرنے والا ہو تو صفا اور مروہ کے درمیان سعی کرے اور اگر قارن یا مفرد ہے اور طواف قدوم کے ساتھ سعی نہیں کرسکا ہے تو طواف اور سعی کرلے جیسے کہ متمتع کرتا ہے، لیکن اگر طواف قدوم کے بعد سعی کر چکا ہے اور یہی افضل ہے تو طواف افاضہ کے بعد اس پر سعی واجب نہیں پھر اس کے لئے وہ چیزیں حلال ہو جاتی ہیں جو احرام کی وجہ سے اس پر حرام تھیں یہاں تک کہ عورت بھی، اس حلال ہونے کا نام تحلل ثانی ہے۔

طواف زیارت کا پہلا وقت:

جو شخص عرفہ میں ٹھہرا ہوا اس کے لئے قربانی کی رات کا بیشتر حصہ گزرنے کے بعد طواف زیارت کا وقت شروع ہو جاتا ہے اور سنت یہ ہے کہ قربانی کے دن میں طواف زیارت کرے، حاجی طواف زیارت کو مؤخر بھی کرسکتا ہے، لیکن اسے اتنا مؤخر کرنا جائز نہیں کہ ذی الحجہ کا مہینہ گزر جائے الّا یہ کہ کوئی عذر ہو۔

پھر حاجی منیٰ واپس جائے اور وہاں ظہر کی نماز پڑھے اور بقیہ عید کا دن اور ایام تشریق اور اس کی راتیں یعنی گیارہ، بارہ، اور تیرہ ذی الحجہ وہیں گزارے اگر تاخیر کرے اور یہی افضل ہے لیکن اگر پوری رات گزارنا ممکن نہ ہو تو رات کا بیشتر حصہ شروع سے یا بیچ سے یا آخر سے گزارے اور پانچوں نمازیں مسجد خیف میں (اگر ممکن ہو) جماعت کے ساتھ وقت پر قصر کرکے پڑھے اور جمع نہ کرے اور اگر ممکن نہ ہو تو جماعت سے منیٰ میں کسی بھی جگہ پڑھ لے اور ایام تشریق میں زوال آفتاب کے بعد تینوں جمروں کو کنکری مارے اور روزانہ کنکری منی کے کسی بھی جگہ سے چن لے۔

سنت یہ ہے کہ جمرات تک پیدل جائے (اگر ممکن ہو) اور گیارہ ذی الحجہ کو زوال آفتاب کے بعد پہلے جمرہ اولیٰ کو مارے اور وہ مسجد خیف سے قریب چھوٹا جمرہ ہے وہ مسلسل سات کنکریاں اپنا دایاں ہاتھ اٹھا کر مارے اور ہر کنکری مارتے وقت الله اکبر کہے اور اگر ممکن ہو تو قبلہ کی طرف رخ کرلے، جب اس سے فارغ ہو جائے تو تھوڑا اپنے دائیں جانب بڑھ جائے اور قبلہ کی طرف رخ کرکے کھڑا ہو جائے، اور ہاتھوں کو اٹھا کر خوب دیر تک دعا کرے، اتنی دیر تک جتنی دیر میں سورۃ

بقرہ ختم کی جاتی ہے۔

پھر جمرہ وسطیٰ کے پاس جائے اور اس کو بھی پہلے کی طرح سات کنکریاں مارے اور ہر کنکری کے ساتھ اپنا دایاں ہاتھ اٹھائے اور اللہ اکبر کہے پھر بائیں جانب بڑھ جائے اور قبلہ کی طرف رخ کرکے کھڑا ہو جائے اور اپنے ہاتھوں کو اٹھا کر دیر تک دعا کرے لیکن یہ دعا پہلی بار دعا سے چھوٹی ہو۔

پھر جمرہ عقبہ کے پاس جائے اور اسے بھی سات کنکریاں مارے اور اس طرح کھڑا ہو کہ مکہ کو اس کے بائیں جانب اور منیٰ اس کے دائیں جانب ہو اور وہاں دعا کے لئے نہ ٹھہرے، اس طرح اس نے ۲۱ کنکریاں مارلیں۔ اور جو شخص معذور ہو اس کے لئے یہ جائز ہے کہ منیٰ میں رات نہ گزارے اور دو دن کی رمی ایک دن میں کرلے یا رمی کو ایام تشریق کے آخری دن تک مؤخر کردے یا رات میں مارے۔

بارہ ذی الحجہ کو بھی اس طرح کرے جس طرح گیارہ ذی الحجہ کو کیا ہے، اور زوال آفتاب کے بعد تینوں جمروں کو اسی طرح مارے۔

پہلے دو دنوں کی رمی کے بعد جو منیٰ سے جلد چلانا چاہے وہ جا سکتا ہے وہ دوسرے دن سورج غروب ہونے سے پہلے منیٰ سے نکل جائے لیکن اگر تاخیر کرے اور تیسری رات بھی گزارے تو زوال آفتاب کے بعد اسی طرح کنکری مارے اور یہ افضل ہے اس لئے کہ نبی ﷺ نے منیٰ میں تیرہویں تاریخ کو بھی ٹھہر کر کنکری ماری ہے۔ (تعجیل نہیں کیا ہے)

نبی ﷺ نے ایک حج کیا جسے حجۃ الوداع کہتے ہیں اس میں آپ نے مناسک حج ادا کیا، اللہ کی طرف دعوت دی، امت کے اوپر دعوت کی ذمہ داری ڈالی، عرفہ میں دین مکمل ہوا، اور قربانی کے دن امت پر دین کی ذمہ داری ڈالی گئی آپ نے فرمایا کہ جو موجود ہوں وہ میری بات ان لوگوں تک پہنچا دیں جو موجود نہیں ہیں۔ (بخاری: ٦٧، مسلم: ١٦٧٩)

عورت بھی مرد کی طرح اسی طرح کنکری مارے جس طرح بیان کیا جا چکا ہے اب حاجی اعمال حج سے فارغ ہو گیا۔

جب مسلمان نماز، روزہ اور حج وغیرہ کسی عبادت سے فارغ ہو تو اللہ کا ذکر کرے اور اس بات پر

شکر ادا کرے کہ اس نے اس کو اس کی توفیق دی اور اپنی کوتاہیوں پر بخشش طلب کرے، آدمی اپنی عبادت کو کامل نہ سمجھے اور یہ نہ سمجھے کہ اپنے رب کہ اوپر احسان کر رہا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿فَإِذَا قَضَيْتُم مَّنَاسِكَكُمْ فَاذْكُرُوا اللَّهَ كَذِكْرِكُمْ آبَاءَكُمْ أَوْ أَشَدَّ ذِكْرًا﴾ (بقرۃ: ۲۰۰) پھر جب تم ارکان حج ادا کر چکو تو اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو جس طرح تم اپنے باپ اور داداؤں کا ذکر کیا کرتے تھے بلکہ اس سے بھی زیادہ۔

۱۳/تاریخ کو زوال کے بعد کنکری مارنے کے بعد منیٰ سے نکلے اور سنت یہ ہے کہ مقام ابطح میں ٹھہرے اور ظہر وعصر اور مغرب وعشاء کی نماز پڑھے اور وہاں رات کا بعض حصہ گزارے، پھر مکہ جائے اور طواف وداع کرے اگر وہ مکہ کا رہنے والا نہیں ہے حائضہ اور نفاس والی عورت پر طواف وداع نہیں، جب طواف وداع کرلے تو اپنے وطن کی طرف کوچ کرے اور زمزم کا کچھ پانی اپنے ساتھ لے کر جائے۔ (اگر وہ چاہے)

۹- حج اور عمرہ کے احکام

حاجی کے لئے افضل ہے کہ عید الاضحیٰ کے دن یعنی دس ذی الحجہ کو یہ کام مذکورہ ترتیب کے ساتھ کرے پہلے جمرہ عقبہ کی رمی، پھر قربانی، پھر سر منڈوانا یا بال چھوٹے کرانا، پھر بیت اللہ کا طواف، پھر سعی، یہی سنت ہے لیکن اگر ان میں سے کسی کو کسی پر مقدم کر دیا جائے تو کوئی حرج نہیں مثلاً قربانی سے پہلے سر منڈا لے یا رمی سے پہلے طواف کرلے تو کوئی حرج نہیں۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع میں منیٰ میں ٹھہرے رہے تا کہ لوگ آپ سے سوال کریں اتنے میں ایک آدمی آیا اور کہنے لگا مجھے معلوم نہ تھا میں نے قربانی سے پہلے سر منڈا لیا آپ نے فرمایا اب قربانی کرلو کوئی حرج نہیں، پھر دوسرا آیا اور بولا مجھے معلوم نہ تھا میں نے رمی سے پہلے قربانی کر لی، آپ نے فرمایا اب رمی کرلو، کوئی حرج نہیں پھر اس دن جو بات کسی نے پوچھی جس کو اس نے آگے کیا تھا یا پیچھے کیا تھا آپ نے یہی جواب

دیا اب کرلو کوئی حرج نہیں۔ (بخاری/۸۳، مسلم/۱۳۰۶)

چرواہوں، مریضوں اور معذور اشخاص کے لئے اور جسے بھیڑ میں نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو اس کے لئے یہ جائز ہے کہ ایام تشریق کی رمی کی تیرہویں تاریخ تک مؤخر کر دیں پھر ترتیب سے ہر دن کی رمی کرلیں چنانچہ گیارہ تاریخ کی رمی کے لئے پہلے جمرہ اولیٰ کو کنکری ماریں، پھر جمرہ وسطیٰ کو کنکری ماریں پھر جمرہ عقبہ کو کنکری ماریں پھر بارہ تاریخ کی رمی کے لئے اسی طرح کریں پھر تیرہ تاریخ کی رمی کے لئے اسی طرح کریں اور اگر بغیر عذر ۱۳/تاریخ سے بھی پیچھے ہٹ گیا تو اس پر دم ہے اور اسے گناہ بھی ملے گا لیکن اگر عذر کی وجہ سے مؤخر کیا ہے تو اس پر صرف دم ہے اور دونوں حالتوں میں اب کنکری مارنے کی ضرورت نہیں کیوں کہ اس کا وقت فوت ہو گیا۔

چرواہوں کے لئے اور ان لوگوں کے لئے جو حاجیوں کی عام خدمات پر مامور ہیں جیسے ٹرافک کنٹرول کرنے والے پولیس، آگ بجھانے والا عملہ، امن وامان قائم کرنے والے لوگ اور ڈاکٹر وغیرہ یہ جائز ہے کہ منیٰ کی راتیں منیٰ سے باہر گزاریں اگر ضروری ہو اور ان پر کوئی فدیہ نہیں۔

منیٰ کی حد مشرق اور مغرب میں وادی محسر سے اور جمرہ عقبہ کے درمیان ہے اور شمال وجنوب میں دونوں بلند پہاڑوں کے درمیان ہے۔

مزدلفہ کی سرحدیں:

مشرق میں مغربی مفیض المأزمین ہے، مغرب میں وادی محسر ہے، شمال میں جبل ثبیر ہے جنوب میں جبال المریخیات ہے۔

سب رمی عید کے دن کے زوال آفتاب کے بعد ہے، اور جس نے زوال سے پہلے رمی کیا اس کے لئے زوال کے بعد دوبارہ رمی ضروری ہے، اور اگر اس نے دوبارہ رمی نہیں کیا یہاں تک کہ تیرہویں تاریخ کا سورج غروب ہو گیا تو اس پر دم واجب ہے اور اب رمی نہ کرے اس لئے کہ اس کا وقت فوت ہو چکا ہے۔

تینوں ایام تشریق رمی کرنے کے اعتبار سے ایک دن کی طرح ہیں پس جس نے ان میں سے

کسی دن کی رمی دوسرے دن کی تو اس کے لیے کافی ہے اور اس پر کوئی فدیہ نہیں لیکن اس نے افضل چیز چھوڑ دی۔

سنت یہ ہے کہ حاجی طواف زیارت عید کے دن کرلے اور وہ اسے ایام تشریق تک مؤخر بھی کر سکتا ہے بلکہ ذی الحجہ کا مہینہ ختم ہونے تک مؤخر کرسکتا ہے لیکن ذی الحجہ کے بعد نہیں کرسکتا الاّ یہ کہ کوئی عذر ہو جیسے مرض جس کی وجہ سے خود پیدل چل کر طواف کرنا اس کے لئے ممکن نہ ہو یا اس کو لاد کر طواف کرانا ممکن نہ ہو یا وہ عورت جس کو طواف کرنے سے پہلے نفاس آجائے، جب عرفہ سے مزدلفہ جائے اور عذر کی وجہ سے اسے راستے میں رکنا پڑے جیسے بھیڑ کی وجہ سے اور عشاء کی نماز کا وقت نکل جانے کا خوف ہو تو راستے میں نماز پڑھ لے اور جو مزدلفہ تک پہنچنے سے مجبور ہو جائے اور طلوع فجر یا طلوع آفتاب کے بعد پہنچے، تو وہ مزدلفہ میں تھوڑی دیر ٹھہرے پھر منیٰ کی طرف روانہ ہو جائے اس پر کوئی دم نہیں۔

اگر ایک ہی مرتبہ میں ساری کنکریاں پھینک دیں تو ایک ہی مرتبہ مانا جائے گا اور بقیہ چھ کو مکمل کرنا پڑے گا۔ جس کو مارا جائے وہ کنکری جمع ہونے کی جگہ ہے نہ کہ وہ کھمبا جو اس جگہ کو بتانے کے لئے نصب کیا گیا ہے۔

حاجی کے لئے افضل یہ ہے کہ وہ ایام تشریق میں دن میں زوالِ آفتاب کے بعد جمروں کو مارے اور اگر بھیڑ کا ڈر ہو تو شام کو مارے اس لئے کہ نبی ﷺ نے رمی کا ابتدائی وقت مقرر کیا ہے لیکن آخری وقت مقرر نہیں کیا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے ایک شخص نے کہا کہ میں نے شام ہونے کے بعد رمی کی ہے نبی ﷺ نے فرمایا کوئی حرج نہیں، اس نے کہا میں نے قربانی کرنے سے پہلے بال منڈا لیا ہے آپ نے فرمایا کوئی حرج نہیں۔ (بخاری/۱۷۲۳، مسلم/۱۳۰۶)

اگر طواف زیارت سے پہلے عورت کو حیض یا نفاس آجائے تو وہ پاک ہونے تک طواف نہ کرے

اور مکہ میں ٹھہری رہے اور جب پاک ہو جائے تو غسل کرلے اور طواف کرے، لیکن اگر وہ ایسے لوگوں کے ساتھ آئی ہو جو اس کا انتظار نہیں کرسکتے اور وہ مکہ میں ٹھہر نہیں سکتی تو وہ کپڑا لگا کر طواف کرلے اس لئے کہ وہ مجبور ہے اور اللہ کسی جان کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا ہے۔

جو کمزور لوگ رمی کرنے پر قادر نہ ہوں چاہے وہ مرد ہوں یا عورتیں یا بچے وہ کسی کو اپنا نائب بنا سکتے ہیں ایسا شخص پہلے اپنی طرف سے کنکری مارے پھر اسی جگہ کھڑے ہو کر ان کی طرف سے کنکری مارے۔

قربانی ذبح کرنے کا وقت عید کے دن سے تیرہ ذی الحجہ غروب آفتاب تک ہے، اگر عورت عمرہ کا احرام باندھے پھر طواف سے پہلے اسے حیض آجائے پس اگر نویں تاریخ سے پہلے پاک ہوگئی تو اپنا عمرہ پورا کرلے پھر حج کا احرام باندھے اور عرفہ جائے اور اگر عرفہ کے دن سے پہلے پاک نہ ہو تو حج کو عمرہ پر داخل کرلے اور یہ کہے: "**اللھم انی احرمت بحج مع عمرتی**" اے اللہ! میں نے اپنے عمرہ کے ساتھ حج کا احرام باندھ لیا ہے وہ قارنہ ہو جائے گی اور لوگوں کے ساتھ وقوف کرے پھر جب پاک ہو جائے تو غسل کرے اور بیت اللہ کا طواف کرے حج افراد حج قران کرنے والا جب مکہ آئے اور طواف اور سعی کرے تو وہ اپنا حج عمرہ میں بدل سکتا ہے تاکہ متمتع ہو جائے اور وہ طواف سے پہلے بھی اپنا حج حج تمتع میں بدل سکتا ہے لیکن حج افراد کرنے والا اپنا حج حج قران میں نہیں بدل سکتا اور نہ حج قران کرنے والا اپنا حج حج افراد میں بدل سکتا ہے بلکہ سنت یہ ہے کہ مفرد یا قارن اپنا حج حج تمتع میں بدل دے اگر قارن کے ساتھ قربانی کا جانور نہ ہو۔

حج یا عمرہ سے جب گھر واپس آئے تو کیا کہے:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب غزوہ یا حج یا عمرہ سے واپس آتے تھے اور جب بلند زمین پر چڑھتے تو تین مرتبہ اللہ اکبر کہتے پھر یہ دعا پڑھتے: "**لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وھو علی کل شئ قدیر۔ آیبون، تائبون، ساجدون، لربنا حامدون، صدق اللہ وعدہ ونصر عبدہ**

وهزم الاحزاب وحده" (بخاری/ ۱۷۹۷، مسلم/ ۱۳۵٤) اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ تنہا ہے اس کا کوئی شریک نہیں، اسی کے لئے بادشاہت ہے اور اسی کے لئے تعریف ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے، ہم سفر سے لوٹنے والے ہیں، توبہ کرنے والے ہیں، اپنے مالک کی بندگی کرنے والے ہیں، اس کو سجدہ کرنے والے ہیں، اپنے رب کی تعریف کرنے والے ہیں، اللہ نے اپنا وعدہ سچا کر دکھایا اور اپنے بندے کی مدد کی اور تنہا کفار کی گروہوں کو شکست دی۔

حج یا عمرہ کرنے والے پر واجب ہے کہ اپنی زبان کی حفاظت کرے اور جھوٹ، غیبت، جنگ و جدال اور بد اخلاقی سے بچے اور اچھے لوگوں کے ساتھ رہے اور اپنے حج یا عمرہ کے لئے حلال اور پاک مال لے جائے۔

خانۂ کعبہ میں داخل ہونا نہ فرض ہے نہ سنت مؤکدہ البتہ اس میں داخل ہونا اچھی چیز ہے پس جو شخص اس میں داخل ہو اس کے لئے مستحب یہ ہے کہ اس میں نماز پڑھے اللہ کی بڑائی بیان کرے اس سے دعا کرے، جب داخل ہو تو دروازہ سے آگے بڑھ جائے یہاں تک کہ اس کے اور دیوار کے درمیان تین ہاتھ کا فاصلہ ہو اور دروازہ اس کے پیچھے ہو پھر نماز پڑھے۔

حج میں دعا کے لئے ٹھہرنے کی چھ جگہیں ہیں:

صفا پر، مروہ پر، اور یہ سعی کا وقت ہے، عرفہ میں، مزدلفہ میں، جمرہ اولیٰ کے بعد اور جمرہ وسطیٰ کے بعد دعا کے یہ چھ وقفات نبی کریم ﷺ سے ثابت ہیں۔

حجاج کے تین افاضات ہیں: پہلا عرفہ سے مزدلفہ تک قربانی کے دن کی رات میں، دوسرا مزدلفہ سے منیٰ تک، تیسرا منی سے مکہ تک طواف افاضہ کے لئے۔

منیٰ حج اور عمرہ کرنے والوں کے لئے ٹھہرنے کی جگہ ہے اور جس نے دو یا تین راتیں بغیر عذر منیٰ میں گذارنا چھوڑ دیا تو اس پر دم واجب ہے اور جس کو منیٰ میں جگہ نہ ملے تو وہ منی کے آخری خیمہ کے بغل میں قیام کرلے وہ جس طرف بھی ہو اور اگر منی سے باہر ہے تو کوئی حرج نہیں اور اس پر کوئی دم واجب نہیں۔

منیٰ، مزدلفہ اور عرفات رسوم حج کے ادا کرنے کی جگہیں ہیں جیسے کہ مساجد ہیں کسی کے لئے یہ

جائز نہیں کہ ان جگہوں میں اپنا گھر بنائے یا اسے کرائے پر دے یا کوئی زمین کا ٹکڑا حاصل کرے اور اسے کرایہ پر دے اور اگر اس نے ایسا کیا تو کرایہ نہ دینے پر لوگوں کا عذر حق بجانب ہوگا اور کرایہ لینے والا گناہ گار ہوگا، امام کو چاہئے کہ مشاعر مقدسہ میں لوگوں کے ٹھہرنے کا نظم و نسق جس طرح مناسب سمجھے کرے جس سے لوگوں کو آرام ملے۔

عبدالرحمٰن بن معاذ نبی ﷺ کے صحابہ میں سے ایک صحابی سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا کہ نبی کریم نے منیٰ میں لوگوں کو خطبہ دیا اور انہیں ان کے ٹھہرنے کی جگہ ٹھہرا دیا اور فرمایا: مہاجر یہاں ٹھہریں اور آپ نے قبلہ کے دائیں جانب اشارہ کیا اور کہا انصار یہاں ٹھہریں اور آپ نے قبلہ کے بائیں جانب اشارہ کیا اور کہا پھر لوگ ان کے اردگرد ٹھہریں۔ (ابو داؤد/ ۱۹۵۱، نسائی/ ۲۹۹٦)

اگر حاجی طواف زیارت مؤخر کر دے اور مکہ سے نکلنے کے وقت زیارت کرے تو یہ طواف طواف وداع کی طرف سے بھی کافی ہوگا، چاہے اس سے طواف زیارت کی نیت کی تھی یا طوافِ زیارت اور طواف وداع دونوں کی نیت کی تھی جس پر طواف واجب ہے اور طواف وداع کرنے سے پہلے نکل گیا تو اس پر واجب ہے کہ لوٹے اور طواف وداع کرے اور اگر نہیں لوٹا تو اس پر دم ہے۔

حج کے ارکان: حج کے ارکان یہ ہیں: احرام وقوف عرفہ طواف زیارت اور سعی۔

حج کے واجبات: میقات سے احرام باندھنا، غروب آفتاب تک وقوف عرفہ، ایام تشریق کی راتوں کو منیٰ میں گزرنا (یہ پانی پلانے والوں اور چرواہوں، اور انہیں کے مثل لوگوں کے لئے ضروری نہیں ہے) قربانی کی رات مزدلفہ میں رات گزارنا، (اور ضعیف لوگ پوری رات کے بجائے رات کا بیشتر حصہ گزار سکتے ہیں) جمروں کو مارنا، حلق یا قصر، مکہ سے نکلنے کے وقت طواف وداع (یہ مکہ والوں کے لئے نہیں ہے) جس نے حج یا عمرہ کے ارکان میں سے کسی رکن کو چھوڑ دیا، اس کا حج یا عمرہ اس کے بغیر پورا نہیں ہوگا۔

اور جس نے واجبات میں سے کوئی واجب چھوڑ دیا اس پر دم واجب ہے اور اگر دم میسر نہ ہو تو تو

یہ واستغفار کرے اور اس پر کچھ نہیں ہے۔ اور اس کا حج یا عمرہ صحیح ہوگا، لیکن جس نے جان بوجھ کر چھوڑا وہ گنہگار ہوگا اور اس پر فدیہ ہے اور جس نے اس کو بھول کر یا لاعلمی میں کیا اس پر کوئی گناہ نہیں البتہ اس پر فدیہ واجب ہے۔

جس نے کوئی سنت چھوڑ دیا اس پر کچھ واجب نہیں، حج یا عمرہ کے ارکان اور واجبات کے علاوہ جو بھی اقوال یا افعال ہیں وہ سنت ہیں۔

جس نے احرام چھوڑ دیا اس کا حج یا عمرہ نہیں ہوگا اور جس نے اس کے علاوہ کوئی رکن چھوڑ دیا تو اس کا حج یا عمرہ اس رکن کو کرنے کے بعد ہی پورا ہوگا، جس کا وقوف عرفہ فوت ہوگیا اس کا حج فوت ہوگیا وہ عمرہ کر کے حلال ہو جائے اور بعد میں قضاء کرے اور قربانی کرے اور اگر شرط لگائی ہے تو حلال ہو جائے اور اس پر کچھ نہیں، جسے دشمن راستے میں روک دے وہ وہیں قربانی کردے پھر حلق یا قصر کرے پھر حلال ہو جائے اور اگر عرفہ میں پہنچنے سے پہلے روک دیا گیا ہے تو عمرہ کر کے حلال ہو جائے۔

اور اگر مرض کی وجہ سے راستے میں رکنا پڑے یا نفقہ ختم ہو جائے تو اگر پہلے سے احرام کے وقت شرط لگائی ہے تو حلال ہو جائے اور اس پر کچھ نہیں ہے اور اگر احرام باندھنے کے وقت شرط نہیں لگائی ہے تو جو قربانی میسر ہو اسے کرے پھر حلق یا قصر کرے پھر حلال ہو جائے اور جس شخص کا پیر وغیرہ ٹوٹ جائے یا بیمار ہو جائے یا لنگڑا ہو جائے تو وہ حلال ہو جائے اور آئندہ سال حج کرے، اگر اس پر حج فرض ہے۔

اگر احرام باندھنے والا مر جائے تو اس کے ساتھ کیا کیا جائے:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم لوگ نبی ﷺ کے ساتھ تھے اتفاق سے ایک شخص کو حالت احرام میں اس کے اونٹ نے گردن توڑ کر مار ڈالا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس کو پانی اور بیری کے پتوں سے نہلاؤ اور اس کو اس کے (احرام کے) دونوں کپڑوں میں کفن دے دو اور اس کو خوشبو نہ لگاؤ اور نہ اس کا سر ڈھانپو اس لئے کہ اللہ تعالیٰ اس کو قیامت کے دن اس حال میں اٹھائے گا کہ وہ تلبیہ کہتا ہوگا۔ (بخاری/۱۲۶۷، مسلم/۱۲۰۶)

۱۰- مسجد نبوی کی زیارت

تینوں مسجدوں کی خصوصیتیں:

تینوں مسجدوں سے مراد مسجد حرام، مسجد نبوی اور مسجد اقصیٰ ہیں۔

۱- مسجد حرام کو حضرت ابراہیم اور ان کے بیٹے حضرت اسماعیلؑ نے بنایا ہے، وہ مسلمانوں کا قبلہ ہے، اسی کا وہ لوگ حج کرتے ہیں، یہ سب سے پہلا گھر ہے جو لوگوں کے لئے بنایا گیا ہے، اللہ تعالیٰ نے اس کو مبارک اور تمام جہانوں کے لیے ہدایت کا سامان بنایا ہے۔

مسجد نبوی کو رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابہ نے بنایا ہے، اس کی بنیاد تقویٰ پر رکھی گئی ہے، مسجد اقصیٰ کو حضرت یعقوب نے بنایا ہے وہ مسلمانوں کا قبلہ اول ہے۔

ان مساجد میں نماز پڑھنے کا ثواب دوسری مسجدوں میں نماز پڑھنے سے کئی گنا زیادہ ہے، صرف انہیں تینوں مساجد کی زیارت کے لیے سفر کرنا جائز ہے۔

مسجد نبوی کی زیارت مسنون ہے، آدمی جب اس میں داخل ہو تو دو رکعت تحیۃ المسجد پڑھے، پھر نبی ﷺ کی قبر کے پاس جائے اور اس کے سامنے کھڑا ہو جائے اور آپ پر اس طرح سلام بھیجے: **"السلام علیك ایها النبی ورحمة الله وبرکاته"** پھر وہ دعا پڑھے جو قبروں کی زیارت کے وقت پڑھی جاتی ہے، پھر ایک قدم دائیں بڑھے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پر سلام بھیجے، پھر ایک قدم دائیں آگے بڑھے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر اسی طرح سلام بھیجے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص بھی میرے اوپر سلام بھیجتا ہے تو اللہ تعالیٰ میری روح مجھ پر لوٹا دیتا ہے یہاں تک کہ میں اس کے سلام کا جواب دیتا ہوں۔ (احمد/۱۰۸۲۷، ابوداؤد/۲۰۴۱)

بقیع اور شہداء احد کی زیارت، ان پر سلام بھیجنا اور ان کے لئے دعا واستغفار کرنا بھی مسنون ہے، قبروں کی زیارت کے وقت یہ دعا پڑھے: **"السلام علی اهل الدیار من المؤمنین**

والمسلمین ویرحم الله المستقدمین مناوالمستأخرین وانا ان شاء الله لکم للاحقون" اے مؤمنوں اور مسلموں کے گھروالو! تم پر سلام ہو اللہ تعالیٰ ان لوگوں پر جو ہم سے پہلے گزر چکے اور جو ہمارے بعد آنے والے ہیں سب پر رحم کرے اور ہم انشاء اللہ تم سے ملنے والے ہیں۔(مسلم/٩٧٤)

یا یہ کہئے: "السلام علیکم اهل الدیار من المؤمنین والمسلمین واناان شاء الله للاحقون، اسأل الله لنا ولکم العافیة" اے مومنو اور مسلمانوں کے گھروالو! تم پر سلام ہو اور ہم ان شاء اللہ تم سے ملنے ہیں، ہم اپنے لئے اور تمہارے لئے اللہ تعالیٰ سے عافیت مانگتے ہیں: (مسلم/٩٧٥)

مسجد قباء کی زیارت بھی مسنون ہے آدمی اپنے گھر میں وضوء کرے پھر سوار ہو کر یا پیدل مسجد قبا جاتے اور وہاں دو رکعت نماز پڑھے، اس کا ثواب عمرہ کے برابر ہے۔

حضرت سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے اپنے گھر میں وضو کیا پھر مسجد قبا آکر اس میں نماز پڑھی اس کے لئے ایک عمرہ کا اجر ہوگا۔ (نسائی/٦٩٩، ابن ماجه/١٤١٢)

مسجد نبوی میں ایک نماز دوسری مسجدوں میں ایک ہزار نماز کے برابر ہے مسجد الحرام کے علاوہ، حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میری اس مسجد میں ایک وقت کی نماز دوسری مسجدوں کی ایک ہزار نماز سے افضل ہے، مسجد حرام کے سوا۔ (بخاری:١١٩٠، مسلم/ ١٣٩٥)

مسجد نبوی کی زیارت مناسک حج وعمرہ میں سے نہیں ہے، حج اور عمرہ اس کے بغیر بھی مکمل ہو جائے گا، مسجد نبوی میں کسی بھی وقت نماز پڑھنا مسنون ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میرے گھر اور منبر کے درمیان کی زمین جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے اور میرا منبر میرے حوض پر ہے۔(بخاری/١١٩٦، مسلم/١٣٩١)

۱۱- قربانی اور عقیقہ کا بیان

قربانی کے دنوں میں جو اونٹ، گائے، بکری وغیرہ اللہ کی قربت حاصل کرنے کے لئے ذبح کیا جائے وہ قربانی ہے۔

قربانی سنت مؤکدہ ہے:

قربانی ذبح کرنے کا وقت قربانی کے دن عید کی نماز کے بعد سے ایام تشریق کے آخر تک ہے۔(یعنی عید کا دن اور اس کے بعد مزید تین دن)

قربانی کا گوشت خود کھانا، اس کو ہدیہ میں بھیجنا اور فقراء پر صدقہ کرنا مستحب ہے، قربانی کی بڑی فضیلت ہے کیوں کہ اس سے آدمی اللہ سے تقریب حاصل کرتا ہے، اپنے گھر والوں پر سخاوت کرتا ہے، فقراء کو نفع پہنچاتا ہے، اور صلہ رحمی کرتا ہے۔

قربانی اور عقیقہ میں دانت والا اونٹ جو پانچ سال کا ہو گیا ہو اور دانت والی گائے جو دو سال کی ہوگئی ہو اور چھ مہینہ کی بھیڑ یا دنبہ اور دانت والی بکری جو ایک سال کی ہوگئی ہو ہی جائز ہے، اور جب کسی جانور کو قربانی کے لئے متعین کر لیا جائے تو اسے بیچنا یا ہبہ کرنا جائز نہیں الا یہ کہ اس کے بدلے اس سے بہتر جانور لا یا جائے۔

بکری ایک آدمی کی طرف سے کافی ہوگی اور اونٹ اور گائے سات آدمیوں کی طرف سے کافی ہے آدمی کے لئے یہ جائز ہے کہ وہ اپنی طرف سے اور اپنے گھر والوں میں زندوں اور مردوں کی طرف سے ایک بکری یا ایک اونٹ یا ایک گائے کی قربانی کرے۔

قربانی زندہ کی طرف سے مسنون ہے لیکن اگر اس کے ساتھ ساتھ (نہ کہ علیحدہ طور پر) مردے کی طرف سے بھی کر دی جائے تو جائز ہے البتہ اگر کسی نے اس کی وصیت کی ہے تو اس کی طرف سے علیحدہ طور پر کرنا بھی جائز ہے۔

جو شخص قربانی کرے اس کے لئے اپنے بال یا کھال یا ناخن میں سے کچھ کاٹنا ذی الحجہ کے پہلے

دس دنوں میں منع ہے اور اگر کاٹ لیا ہے تو توبہ واستغفار کرے اور اس پر کوئی فدیہ نہیں۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جب ذی الحجہ کا پہلا عشرہ آجائے اور تم میں سے کوئی شخص قربانی کرنا چاہے تو اپنے بال اور کھال میں سے کچھ نہ کاٹے۔ (مسلم: ۱۹۷۷)

جو شخص اپنی طرف سے اور اپنے گھر والوں کی طرف سے قربانی کرے اس کے لئے ذبح کرنے کے وقت یہ کہنا مسنون ہے: "**باسم الله والله اكبر اللهم تقبل منى، اللهم هذا عنى وعن اهل بيتى**"۔ اللہ کے نام سے، اللہ سب سے بڑا ہے، اے اللہ! تو اس (قربانی) کو میری جانب سے قبول فرما، اے اللہ! یہ (قربانی) میرے اور میرے گھر والوں کی طرف سے ہے۔

ذبح کرنے کی کیفیت:

سنت یہ ہے کہ اونٹ کو کھڑا کر کے نحر کیا جائے (یعنی حلقوم میں نیزہ یا چھری مار کر اسے ذبح کیا جائے) اور اس کا بایاں ہاتھ باندھ دیا جائے اور دوسرے جانوروں مثلاً گائے اور بکری وغیرہ کو ذبح کیا جائے (یعنی زمین پر لٹا کر ان کے گلے پر چھری پھیری جائے) اور اس کے برعکس بھی جائز ہے۔ اونٹ کا نحر گردن کے نچلے حصہ میں سینے کی طرف ہو اور گائے اور بکری کی گردن کے اوپر کا حصہ سر کے پاس کاٹا جائے، اسے بائیں پہلو کے بل لٹا دیا جائے پھر آدمی اپنا دایاں پیر اس کی گردن پر رکھے اور اس کا سر پکڑے اور ذبح کر دے اور ذبح یا نحر کے وقت باسم اللہ واللہ اکبر کہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی ﷺ نے دو چتکبرے سینگ والے مینڈھے قربان کئے، آپ نے انہیں اپنے ہاتھ سے ذبح کیا آپ نے بسم اللہ واللہ اکبر کہا اور (کاٹتے وقت) اپنا پیر ان کے پٹھوں پر رکھا۔ (بخاری/۵۵۶۵، مسلم/۱۹۶۶)

سنت یہ ہے کہ آدمی قربانی کا جانور اپنے ہاتھ سے ذبح کرے اور اگر خود اچھی طرح ذبح نہ کر سکتا ہو تو کم سے کم وہاں موجود رہے، اور قصاب کی اجرت گوشت میں سے نہ دے اور جس کے لئے یا جس کی طرف سے وہ قربانی ہے اس کا نام ذبح کرنے کے وقت لے حلقوم شہ رگ اور گردن کی دونوں رگوں یا ایک رگ کاٹنے اور خون بہانے سے ذبیحہ حلال ہو جاتا ہے۔ بھیمۃ الانعام (چوپایہ

مویشی) ہی کی قربانی واجب ہے اس کی عمر اتنی ہو جو شرعاً معتبر ہے اور اس میں کوئی عیب نہ ہو، بہتر یہ ہے کہ وہ موٹا قیمتی اور اپنے گھر والوں کے نزدیک سب سے عمدہ جانور مانا جاتا ہو۔

کن جانوروں کی قربانی درست نہیں:

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ انہوں نے نبی ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ قربانی میں چار قسم کے جانور درست نہیں، ایک وہ اندھا جانور جس کا اندھا پن ظاہر ہو، دوسرا وہ مریض جانور جس کا مرض ظاہر ہو، تیسرا وہ لنگڑا جانور جس کا لنگڑا پن ظاہر ہو، چوتھا وہ جانور جس کی ہڈی (یا سینگ) بالکل ٹوٹی ہوئی ہو۔ (ابو داؤد/ ۲۸۰۲، نسائی/ ۴۳۷۰)

عقیقہ: بچے کی پیدائش پر جو ذبیحہ ہے اسے عقیقہ کہتے ہیں۔

یہ سنت مؤکدہ ہے عقیقہ بچے کی پیدائش کے ساتویں دن کیا جائے اور اسی دن بچے کا نام رکھا جائے اور اس کا سر منڈایا جائے اور بال کے وزن کے برابر چاندی صدقہ کی جائے اور اگر ساتواں دن فوت ہو گیا تو چودھویں دن عقیقہ کر دے اور اگر چودھویں دن بھی نہیں کر سکا تو اکیسویں دن عقیقہ کر دے اور اگر اس دن بھی نہیں کر سکا تو کسی بھی وقت کر دے سنت یہ ہے کہ کھجور یا کوئی میٹھی چیز چبا کر بچے کے منہ میں ڈال دے۔

عورت پانچ چیزوں میں مرد کے نصف ہے:

میراث، دیت، شہادت، عقیقہ، اور آزادی۔

عقیقہ درحقیقت اللہ کی دی ہوئی نئی نعمت پر اس کا شکر ادا کرنا ہے، یہ بچے کا فدیہ ہے اور اللہ کی قربت حاصل کرنے کا ذریعہ ہے۔

بچے کا اچھا نام منتخب کیا جائے، اللہ کے نزدیک سب سے پسندیدہ نام عبداللہ اور عبدالرحمٰن ہے پھر وہ نام رکھا جائے جس میں عبدیت کا معنیٰ ظاہر ہو جیسے عبدالعزیز، عبدالملک، وغیرہ پھر انبیاء ورسل کے نام پر کوئی نام رکھا جائے، پھر صالحین کے نام پر کوئی نام رکھا جائے، پھر ایسا نام رکھا جائے جو انسان کا صادق وصف ہو مثلاً یزید اور حسن وغیرہ۔

قربانی میں افضل یہ ہے کہ ایک کامل اونٹ ذبح کی جائے، پھر گائے ذبح کی جائے، پھر بکری ذبح کی جائے، پھر اونٹ یا گائے کا ساتواں حصہ کیا جائے، لیکن عقیقہ میں پورا اونٹ یا گائے یا بکری ایک ہی آدمی کی طرف سے ممکن ہے۔ سات آدمیوں کی طرف سے نہیں کیا جا سکتا) اور بکری اونٹ سے افضل ہے کیوں کہ اسی کے بارے میں حدیث میں بیان کیا گیا ہے اور مذکر (بکرا) افضل ہے۔

جانوروں کی عمر اور صفت میں عقیقہ کے وہی احکام ہیں جو قربانی کے ہیں البتہ عقیقہ میں شرکت جائز نہیں بلکہ ایک جانور خواہ بکری ہو یا گائے یا اونٹ ایک ہی آدمی کی طرف سے کیا جائے گا۔

عمل کی آفت: جب کوئی شخص اچھا عمل کرتا ہے جیسے نماز، روزہ اور صدقہ وغیرہ تو اس کو تین آفتیں لاحق ہوتی ہیں، ایک عمل کو دیکھنا، دوسرا اس پر معاوضہ طلب کرنا تیسرا اسی پر راضی و مطمئن رہنا۔

۱- پہلی آفت سے چھٹکارا پانے کا طریقہ یہ ہے کہ آدمی یہ سمجھے کہ اس کے لیے جو بھی عمل ممکن ہوا ہے وہ اللہ کی توفیق اور اس کے فضل و کرم سے ہوا ہے۔

۲- دوسری آفت سے چھٹکارا پانے کا طریقہ یہ ہے کہ وہ یہ سمجھے کہ وہ محض اپنے مالک کا غلام ہے اور خدمت پر اجرت کا مستحق نہیں ہے، پس اگر اس کا مالک اس کو کچھ دے دے تو یہ اس کا اس پر احسان ہے نہ کہ معاوضہ۔

۳- تیسری آفت سے چھٹکارا پانے کا طریقہ یہ ہے کہ آدمی اپنے عیوب اور اپنی کوتاہیوں کا مطالعہ کرتا رہے اور یہ سمجھتا رہے کہ اللہ کا اس پر بہت بڑا حق ہے، اور بندہ پوری طرح اس کا حق ادا کرنے سے عاجز ہے۔

عمل کی حفاظت: صرف نیک عمل کرنا بڑی بات نہیں بلکہ نیک عمل کی حفاظت کرنا بڑی بات ہے، کیوں کہ بعض چیزوں سے نیک عمل برباد ہو جاتا ہے جیسے ریاکاری، اسی طرح بہت سے اعمال جس میں سنت کی پابندی نہ کی جائے برباد ہو جاتے ہیں، عمل کر کے اگر اللہ پر احسان جتایا جائے تب بھی عمل ضائع ہو جاتا ہے، مخلوق کو تکلیف دی جائے تب بھی عمل ضائع ہو جاتا ہے، اللہ کے اوامر کی مخالفت کرنے اور اس کو حقیر سمجھنے سے بھی عمل باطل ہو جاتا ہے۔

الباب الرابع

معاملات

اس میں مندرجہ ذیل چیزوں کا بیان ہے:

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ حلال ظاہر ہے اور حرام ظاہر ہے اور ان دونوں کے بیچ میں بعض چیزیں مشتبہ ہیں جن کو بہت سے لوگ نہیں جانتے (کہ یہ حلال ہیں یا حرام؟) پس جو کوئی شبہ کی چیزوں سے بچا اس نے اپنے دین اور عزت کو بچالیا اور جو شبہ کی چیزوں میں پڑ گیا اس کی مثال اس چرواہے کی سی ہے جو چراگاہ کے آس پاس چرائے وہ قریب ہے کہ چراگاہ کے اندر گھس جائے، سن لو! ہر بادشاہ کی ایک چراگاہ ہے اور اللہ کی چراگاہ اس کے محارم ہیں، سن لو جسم میں گوشت کا ایک ٹکڑا ہے جب وہ درست ہوگا تو سارا جسم درست ہوگا اور اگر وہ خراب ہوگا تو پورا جسم خراب ہوگا اور وہ گوشت کا ٹکڑا انسان کا دل ہے۔ (بخاری/۵۲، مسلم/۱۵۹۹)

۱- کتاب البیع

اسلام دین کامل ہے، وہ عبادت کے ذریعہ خالق اور مخلوق کے درمیان معاملات کو منظّم کرتا ہے، عبادات سے نفوس کا تزکیہ اور دلوں کی صفائی ہوتی ہے اور آپس میں مخلوق کے معاملات کو بھی منظّم کرتا ہے، جیسے بیع، نکاح، وراثت، حدود وغیرہ، تا کہ لوگ بھائی بھائی بن کر امن وامان اور رحمت وعدل کی فضاء میں زندگی گزارتے رہیں۔

معاملات کی تین قسمیں ہیں:

۱-صرف معاوضہ، جیسے بیع، اجارہ، شرکت وغیرہ۔

۲-صرف تبرع، جیسے ہبہ، صدقہ، عاریت اور ضمانت وغیرہ۔

۳-تبرع اور معاوضہ ایک ساتھ، جیسے قرض، یہ تبرع بھی ہے کیوں کہ یہ ایک طرح کا صدقہ ہے اور معاوضہ بھی ہے کیوں کہ اس کے مثل واپس کیا جاتا ہے۔

بیع - بیع کا مطلب مال کو مال کے بدلے ملکیت حاصل کرنے کے لئے لینا۔

مسلمان اپنی کمائی میں اللہ کے احکام کا خیال رکھتا ہے اس کے رسول کی سنت کو زندہ رکرتا ہے، وہ مال کمانے کے لئے ان اسباب کو استعمال کرتا ہے جن کا حکم دیا گیا ہے، پھر اللہ تعالیٰ اس کو پاکیزہ اور حلال روزی عطا کرتا ہے اور اسے اس بات کی توفیق دیتا ہے کہ اسے اچھی جگہوں پر خرچ کریں۔

بیع کی مشروعیت میں حکمت:

چونکہ پیسہ اور سامان ایک ہی آدمی کے ہاتھ میں نہیں ہے بلکہ سارے لوگوں کے درمیان بانٹ دیا گیا ہے اور ایک آدمی کو اس چیز کی ضرورت ہے جو دوسرے آدمی کے پاس ہے اور دوسرا آدمی معاوضہ کے بغیر اس کو وہ چیز دینے والا نہیں اس لئے بیع کو مباح کیا گیا ہے تا کہ آدمی اپنی ضرورت پوری کرے اور اپنے مقصد تک پہنچے ورنہ لوگ کسی چیز کو پانے کیلئے، چوری، ڈاکہ، مکر وفریب اور جنگ وجدال کا سہارا لیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے بیع کو حلال کیا ہے یہ بالا جماع جائز ہے، چنانچہ فرماتا

ہے: ﴿واحل الله البيع وحرم الربا﴾ (بقرہ/ ۲۷۵) اللہ تعالیٰ نے بیع کو حلال کیا ہے اور سود کو حرام کیا ہے۔

بیع کے صحیح ہونے کی شرطیں:

۱-بائع اور مشتری دونوں راضی ہوں سوائے وہ شخص جو حق ادا کرنے پر مجبور کیا جائے۔

۲-بائع ومشتری دونوں آزاد، مکلّف اور صحیح الدماغ ہوں۔

۳-جو چیز بیچی جائے اس سے نفع حاصل کرنا مطلقاً مباح ہو چنانچہ ایسی چیز کا بیچنا جس میں کوئی نفع نہ ہو جائز نہیں مثلاً: مچھر، جھینگر، وغیرہ اور ایسی چیز کا بیچنا جائز نہیں جس کا نفع حرام ہو جیسے شراب اور سؤر اور نہ ایسی چیز کا بیچنا جائز ہے جس کی منفعت صرف اضطرابی حالت میں جائز و مباح ہے مثلاً کتا اور گدھا۔ (مچھلی، اور ٹڈی کے علاوہ)

۴-بیچی جانے والی چیز بائع کی ملکیت میں ہو یا بیع پکا کرنے کے وقت اس کے بیچنے کی اسے اجازت دی گئی ہو۔

۵-بیچی جانے والی چیز بائع اور مشتری دونوں کو معلوم ہونی چاہئے خواہ دیکھ کر معلوم کیا جائے صفت معلوم ہو۔

۶-قیمت معلوم ہو۔

۷-بیچی جانے والی چیز کو حوالے کرنا ممکن ہو، پس سمندر میں اگر مچھلی بیچی جائے یا ہوا میں پرندہ بیچا جائے تو یہ صحیح نہیں اس لئے کہ اس میں دھوکہ ہے اور یہ شرطیں دونوں طرف سے ظلم، دھوکہ اور سود کو دفع کرنے کے لئے متعین کی گئی ہیں۔

بیع دو طریقوں سے منعقد ہوتی ہے:

۱-قولی: وہ یہ ہے کہ بیچنے ولا یہ کہے کہ میں نے تم سے یہ چیز بیچی یا تم کو اس چیز کا مالک بنایا وغیرہ اور خریدنے والا یہ کہے کہ میں نے اسے خریدا یا اسے قبول کیا جیسا کہ عام طور پر کہا جاتا ہے۔

۲-فعلی: اس کا مطلب دینا ہے مثلاً یہ کہے کہ مجھے دس ریال کا گوشت دو پھر بائع اسے بغیر

بولے دے دے جیسا کہ عام طور پر ہوتا ہے اور دونوں طرف سے رضامندی حاصل ہو جائے۔

ہر مسلمان پر واجب ہے کہ اس کی خرید وفروخت، کھانا اور پینا اور سارے معاملات سنت کے مطابق ہوں اور جو حرام ظاہر ہو اس سے بچے اور اس کے ساتھ معاملہ نہ کرے البتہ جو شبہ کی چیز ہو اس کو بھی چھوڑ دینا چاہئے تا کہ دین اور عزت کی حفاظت ہو سکے اور آدمی حرام چیزوں میں نہ پڑے۔

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: حلال ظاہر ہے اور حرام ظاہر ہے اور ان دونوں کے بیچ میں بعض چیزیں شبہ کی ہیں جن کو بہت سے لوگ نہیں جانتے۔ (یہ حلال ہیں یا حرام؟) پس جو کوئی شبہ کی چیزوں سے بچا اس نے اپنے دین اور عزت کو بچا لیا اور جو شبہ کی چیزوں میں پڑ گیا اس کی مثال اس چرواہے کی سی ہے جو چراگاہ کے آس پاس چرائے، وہ قریب ہے کہ چراہ گاہ کے اندر گھس جائے، سن لو! ہر بادشاہ کی ایک چراہ گاہ ہے اور اللہ کی چراہ گاہ اس کے محارم ہیں، سن لو جسم میں گوشت کا ایک ٹکڑا ہے جب وہ درست ہوگا تو سارا جسم درست ہوگا اور اگر وہ خراب ہوگا تو پورا جسم خراب ہوگا اور وہ گوشت کا ٹکڑا انسان کا دل ہے۔ (بخاری/٥٢، مسلم/١٥٩٩)

مشتبہ مال کو ایسی چیزوں میں خرچ کرنا چاہئے جو منفعت سے سب سے زیادہ دور ہوں پھر وہ ہو جو پیٹ میں جائے پھر جو لباس پر خرچ کیا جائے، پھر جو سواری پر مثلاً گھوڑے اور کار پر خرچ کیا جائے۔

حلال کمائی کی فضیلت:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿فاذا قضيت الصلوٰة فانتشروا في الارض وابتغوا من فضل الله واذكروا الله كثيراً لعلكم تفلحون﴾ (جمعة: ١٠) پھر جب نماز ہو چکے تو زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کا فضل تلاش کرو اور بکثرت اللہ کا ذکر کیا کرو تا کہ تم فلاح پالو۔

حضرت مقدام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کسی آدمی کے لئے اس سے بہتر کھانا نہیں ہے کہ اپنے ہاتھ سے محنت کر کے کھائے، اور اللہ کے پیغمبر حضرت داؤد علیہ السلام اپنے ہاتھوں سے کام کر کے (زرہ بنا کر) کھایا کرتے تھے۔ (بخاری: ٢٠٧٢)

نبی کریم ﷺ کے صحابہ تجارت کرتے لیکن حقوق اللہ کی ادائیگی کا وقت ہوتا تو یہ تجارت ان کو اس حق کے ادا کرنے اور اللہ کا ذکر کرنے سے غافل نہیں کرتی۔

لوگوں کے کمانے کے راستے مختلف ہیں پس جس کے لئے جو مناسب ہو اسے وہ شرعی شرطوں پر کرے۔ مثلاً کھیتی، صنعت، تجارت وغیرہ۔

آدمی کو چاہئے کہ وہ حلال روزی حاصل کرنے کے لئے کوششیں کرے اور اسے اپنے بال بچوں پر اور اللہ کے راستے میں خرچ کرے اور لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلانے سے بچے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے اگر کوئی شخص اپنی رسی لے کر لکڑی کا گٹھا اپنی پیٹھ پر لاد کر لائے۔ (اور اس کو بیچ کر اپنا پیٹ پالے) تو یہ اس بات سے بہتر ہے کہ وہ کسی سے مانگے، پھر وہ اسے دے یا نہ دے۔ (بخاری/١٤٧٠، مسلم/١٠٤٢)

خرید وفروخت میں نرمی:

آدمی کو ہر معاملہ میں نرمی کرنا چاہے تا کہ اللہ تعالیٰ بھی اس پر رحم کرے، حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ اس شخص پر رحم کرے جو بیچتے اور خریدتے اور تقاضا کرتے وقت نرمی برتتا ہے۔ (بخاری/٢٠٧٦)

بیع میں زیادہ قسم کھانا منع ہے:

قسم کھانے سے سامان تو بک جاتا ہے لیکن برکت ختم ہو جاتی ہے، رسول اللہ ﷺ نے اس سے منع کیا ہے آپ کا ارشاد ہے: "اياكم وكثرة الحلف في البيع فانه ينفق ثم يمحق" تم بیع میں زیادہ قسم کھانے سے بچو اس لئے کہ اس سے سامان تو بک جاتا ہے لیکن برکت مٹ جاتی ہے۔ (مسلم: ١٦٠٧)

رزق کی کنجیاں اور اس کے اسباب:

جن چیزوں کے کرنے سے اللہ کی طرف سے روزی اترتی ہے وہ یہ ہیں۔

گناہوں سے توبہ واستغفار:

اللہ تعالیٰ حضرت نوح علیہ السلام کے بارے میں فرماتا ہے:﴿ فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوا رَبَّكُمْ إِنَّهُ كَانَ غَفَّاراً يُرْسِلِ السَّمَاء عَلَيْكُم مِّدْرَاراً وَيُمْدِدْكُم بِأَمْوَالٍ وَبَنِينَ وَيَجْعَل لَّكُمْ جَنَّاتٍ وَيَجْعَل لَّكُمْ أَنْهَاراً ﴾ (نوح: ۱۰-۱۲) ”اور میں نے کہا کہ اپنے رب سے اپنے گناہ بخشواؤ (اور معافی مانگو) وہ یقیناً بڑا بخشنے والا ہے، وہ تم پر آسمان کو خوب برستا ہوا چھوڑ دے گا، اور تمہیں خوب پے در پے مال اور اولاد میں ترقی دے گا اور تمہیں باغات دے گا اور تمہارے لئے نہریں نکال دے گا“۔

اللہ تعالیٰ حضرت ہود علیہ السلام کے بارے میں فرماتا ہے:﴿وَيَا قَوْمِ اسْتَغْفِرُواْ رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوبُواْ إِلَيْهِ يُرْسِلِ السَّمَاءَ عَلَيْكُم مِّدْرَاراً وَيَزِدْكُمْ قُوَّةً إِلَى قُوَّتِكُمْ وَلاَ تَتَوَلَّوْاْ مُجْرِمِينَ﴾ (ہود: ۵۲) ”اے میری قوم کے لوگو! تم اپنے پالنے والے سے اپنی خطاؤں کی معافی طلب کرو اور اس کی جناب میں توبہ کرو، تاکہ وہ برسنے والے بادل تم پر بھیج دے اور تمہاری طاقت پر اور طاقت وقوت بڑھادے اور تم جرم کرتے ہوئے روگردانی نہ کرو“۔

اللہ تعالیٰ سے ڈرنا:

۱- اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿**ومن يتق الله يجعل له مخرجا ويرزقه من حيث لا يحتسب**﴾ (طلاق: ۲-۳) ”اور جو شخص اللہ سے ڈرتا ہے اللہ اس کے لئے چھٹکارے کی شکل نکال دیتا ہے اور اسے ایسی جگہ سے روزی دیتا ہے جس کا اسے گمان بھی نہ ہو“۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿ **ولو ان اهل القرىٰ آمنوا واتقوا لفتحنا عليهم بركات من السماء والأرض ولكن كذبوا فأخذناهم بما كانو يكسبون**﴾ (اعراف: ۹۶) ”اور اگر ان بستیوں کے رہنے والے ایمان لے آتے اور پرہیزگاری اختیار کرتے تو ہم ان پر آسمان اور زمین کی برکتیں کھول دیتے لیکن انہوں نے تکذیب کی تو ہم نے ان کے اعمال کی وجہ سے ان کو پکڑا ہے“۔

گناہوں سے بچنا:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿ **ظهر الفساد في البر والبحر بما كسبت ايدي الناس ليذيقهم بعض الذي عملوا لعلهم يرجعون o**﴾ (روم: ۴۱) ”خشکی اور تری میں لوگوں کی بداعمالیوں کے باعث فساد پھیل گیا۔ اس لئے کہ انہیں ان کے بعض کرتوتوں کا پھل اللہ تعالیٰ چکھا دے بہت ممکن ہے کہ وہ باز آجائیں“۔

اللہ پر توکل:

اس کا مطلب دل سے صرف اللہ پر بھروسہ کر کے حصول رزق کے لئے بدن کو حرکت دینا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿ **ومن يتوكل على الله فهو حسبه ان الله بالغ امره قد جعل الله لكل شيءٍ قدراً**﴾ (طلاق: ۳) ”اور جو شخص اللہ پر توکل کرے گا اللہ اسے کافی ہوگا، اللہ تعالیٰ اپنا کام پورا کر کے ہی رہے گا۔ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کا ایک اندازہ مقرر کر رکھا ہے“۔

خشوع وخضوع سے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنا:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے ابن آدم! تم خشوع وخضوع سے میری عبادت کرو میں تمہارا سینہ غنیٰ سے بھر دوں گا، اور تمہارا فقر دور کردوں گا اور اگر تم نے ایسا نہیں کیا تو تمہارے ہاتھوں کو کاموں سے بھر دوں گا اور تمہاری محتاجی ختم نہیں کروں گا۔ (ترمذی/۲۴۶۶، ابن ماجہ/۴۱۰۷)

حج اور عمرہ لگا تار کرنا:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم حج وعمرہ یکے بعد دیگر کرو اس لئے کہ وہ فقر اور گناہوں کو ایسے ہی دور کرتے ہیں جیسے کہ لوہار کی بھٹی لوہے اور سونے چاندی کے میل کچیل کو دور کرتی ہے، اور حج مقبول کا ثواب صرف جنت ہے۔ (ترمذی/۸۱۰، نسائی/۲۶۳)

اللہ تعالیٰ کے راستہ میں خرچ کرنا:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿**وما انفقتم من شیءٍ فهو یخلفه وهو خیر الرازقین**﴾ (سبا: ۳۹) ''تم جو کچھ بھی اللہ کی راہ میں خرچ کرو گے اللہ اس کا (پورا پورا) بدلہ دے گا اور وہ سب سے بہتر روزی دینے والا ہے''۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اللہ تبارک تعالیٰ فرماتا ہے اے ابن آدم! تم خرچ کرو میں تمہارے اوپر خرچ کروں گا۔ (مسلم/۹۹۳)

علم دین حاصل کرنے والے پر خرچ کرنا:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں دو بھائی تھے ان میں سے ایک نبی کریم ﷺ کے پاس (علم دین حاصل کرنے کیلئے) آتا تھا اور دوسرا اپنا کاروبار کرتا تھا، کاروبار کرنے والے نے نبی کریم ﷺ سے اپنے بھائی کے بارے میں شکایت کی (کہ وہ کاروبار نہیں کرتا ہے) آپ نے فرمایا شاید تمہیں اس کی وجہ سے روزی ملتی ہے۔ (ترمذی/۲۳۴۵)

صلہ رحمی:

اس کا مطلب یہ ہے کہ اپنے رشتہ داروں کے ساتھ زیادہ سے زیادہ بھلائی کی جائے اور ان کی تکلیفوں کو دور کیا جائے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جو شخص اپنے رزق میں کشادگی اور اپنی عمر میں درازی چاہے وہ اپنے رشتہ داروں کے ساتھ اچھا سلوک کرے۔ (بخاری/۲۰۶۷، مسلم/۲۵۵۷)

کمزوروں پر بھلائی کرنا:

مصعب بن سعدؓ کہتے ہیں کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے یہ سمجھا کہ انہیں (مال غنیمت میں کمانڈر ہونے کی وجہ سے) دوسروں کے مقابلے میں زیادہ حصہ ملے گا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تمہیں جو فتح ملتی ہے اور جو روزی دی جاتی ہے وہ تم لوگوں میں جو کمزور ہیں ان کی وجہ سے دی جاتی ہے۔ (بخاری/۲۸۹۶)

ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں:

اللہ تعالیٰ اس امت کو فتح اس کے کمزوروں کی دعاؤں ان کی نمازوں اور اخلاص کی وجہ سے عطا کرتا ہے۔ (نسائی/۳۱۷۸)

اللہ کی رضا حاصل کرنے کے لئے دارالکفر سے دارالایمان کی طرف ہجرت کرنا:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿ **ومن یهاجر فی سبیل الله یجد فی الارض مراغماً کثیراً وسعة**﴾ (نساء: ۱۰۰) ''جو کوئی اللہ کی راہ میں وطن کو چھوڑے گا، وہ زمین میں بہت سی قیام کی جگہیں بھی پائے گا اور کشادگی بھی''۔

شریعت میں محرمات کی دو قسمیں ہیں:

۱- اشیاء کا حرام ہونا مثلاً مردار، خون، سور کا گوشت، اور نجس چیزیں وغیرہ۔

۲- تصرفات کا حرام ہونا مثلاً سود، جوا، ذخیرہ اندوزی، دھوکہ، خیانت وغیرہ جس میں دوسروں پر ظلم ہو اور لوگوں کا مال باطل طریقے سے ہڑپ کیا جائے۔

پس پہلی قسم کو نفس چھوڑ دیتا ہے لیکن دوسری قسم کے کرنے کی خواہش کرتا ہے، لہٰذا شریعت نے اس پر روک لگادی ہے اور اس کے لئے سزا مقرر کی ہے تاکہ آدمی اس میں نہ پڑے۔

حرام بیع کی شکلیں:

اسلام نے ہر اس چیز کو مباح کیا ہے جس میں خیر و برکت اور مباح نفع ہے اور بیع کی بعض قسموں سے منع کیا ہے کیونکہ اس میں ناواقفیت دھوکہ اور ضرر ہے، یہ ضرر چاہے اہل بازار کے لئے ہو یا آدمی کے جسم و عقل پر ہو، یا کینہ و بغض کا سبب بنے ان میں بعض بیع یہ ہیں:

۱- بیع ملامسہ: اس کی شکل یہ ہے کہ بیچنے والا خریدنے والے سے کہے کہ جو بھی کپڑا تم چھولو وہ دس درہم میں تمہیں مل جائے گا، یہ بیع فاسد ہے کیونکہ اس میں دھوکہ ہے اور سامان کے بارے میں ناواقفیت پائی جاتی ہے۔

۲- بیع منابذہ: اس کی شکل یہ ہے کہ خریدنے والا بیچنے والا سے کہے کہ جو بھی کپڑا تم میری

طرف پھینکو گے میں اسے اتنے روپئے میں خرید لوں گا، یہ بیع بھی فاسد ہے کیونکہ اس میں بھی ناواقفیت اور دھوکہ ہے۔

۳- بیع الحصاۃ: اس کی شکل یہ ہے کہ بیچنے والا کہے کہ یہ کنکری پھینکو، یہ جس سامان کو بھی لگے گی اسے میں تمہیں اتنے روپئے میں دے دوں گا، یہ بیع بھی فاسد ہے کیونکہ اس میں بھی ناواقفیت اور دھوکہ ہے۔

۴- بیع نجش: اس کی شکل یہ ہے کہ کوئی شخص لوگوں کو پھنسانے کے لئے سامان کی قیمت بڑھادے اور خود خریدنا نہ چاہے یہ بیع بھی فاسد ہے کیونکہ اس میں دوسرے خریداروں کو دھوکہ دینا ہے۔

۵- بستی والے کا باہر والے کو مال بیچنا: اس سے وہ دلال مراد ہے جو سامان کو اس دن کے بھاؤ سے مہنگا کر کے بیچے، یہ بیع صحیح نہیں کیونکہ اس میں ضرر ہے اور لوگوں پر تنگی و دشواری پیدا کرنا ہے، لیکن اگر باہر سے آنے والا بستی والے سے مدد طلب کرے اور اس سے بیچنے یا خریدنے کے لئے کہے تو کوئی حرج نہیں۔

۶- قبضہ کرنے سے پہلے سامان بیچنا: ایسا کرنا جائز نہیں کیونکہ اس سے جھگڑا پیدا ہوگا اور بیع فسخ ہوجائے گی خاص طور سے اس وقت جب وہ دیکھے گا کہ خریدنے والے کو اس سے فائدہ ہو رہا ہے۔

۷- بیع العینہ: اس کی شکل یہ ہے کہ کسی سے کوئی سامان ایک مدت تک کیلئے (ادھار) بیچے پھر کم قیمت نقد دے کر اس سے خرید لے، اس میں ایک بیع میں دو بیع ہوگئی اور یہ حرام اور باطل ہے کیونکہ یہ سود کا ذریعہ ہے، لیکن اگر قیمت پر قبضہ کرنے کے بعد اسے خریدا ہے یا اس کی صفت بدلنے کے بعد اسے خریدا ہے یا ایسے شخص سے خریدا ہے جس اس نے نہیں بیچا تھا تو جائز ہے۔

۸- اپنے مسلم بھائی کی بیع پر بیع کرنا: اس کی شکل یہ ہے کہ مثلاً کوئی آدمی دس روپئے میں کوئی سامان خرید رہا ہو اور بیع ختم ہونے سے پہلے کوئی دوسرا شخص آجائے اور یہ کہے کہ میں اسے تمہیں نو ہی روپئے میں دے دوں گا یا اس سے کم میں دے دوں گا جتنے میں تم خرید رہے ہو یا کوئی شخص کسی سے اپنا سامان دس روپئے میں بیچ رہا ہو، پھر کوئی دوسرا شخص آکر اس سے یہ کہنے لگے کہ

میں اس کو پندرہ روپیہ میں خریدوں گا تا کہ پہلا شخص چھوڑ کر چلا جائے اور وہ اسے وہ مال دے دے تو یہ بیع وشراء حرام ہے کیونکہ اس سے مسلمانوں کو نقصان پہنچتا ہے اور دل میں کینہ پیدا ہوتا ہے۔

۹- جمعہ کی دوسری اذان کے بعد خرید وفروخت حرام ہے: یہ اس شخص کے لئے ہے جس پر جمعہ واجب ہے، اسی طرح دوسرے معاملات بھی ہیں۔

۱۰- حرام چیز کی بیع جائز نہیں: جیسے شراب، سود، بت، وغیرہ، یا جو چیزیں حرام تک پہنچاتی ہیں مثلاً آلات لہو، ان کا بیچنا اور خریدنا حرام ہے۔

حرام بیع میں سے یہ بھی ہے:

حاملہ جانور کے پیٹ میں موجود بچے کا سودا کرنا، مادہ منویہ بیچنا، نر جانور کے پاس مادہ جانور کو جفتی کے لئے لے جانے پر معاوضہ طلب کرنا، کتے اور بلی کی قیمت لینا، زانیہ عورت کی کمائی، کاہن کی اجرت، غیر معلوم چیز کی بیع، دھوکہ کی بیع، ایسی چیزوں کی بیع جس کو آدمی حوالے نہ کر سکتا ہے مثلا ہوا میں پرندوں کا بیچنا، پختگی معلوم ہوجانے سے پہلے میوہ بیچنا وغیرہ۔

اگر کوئی چیز دو افراد کے درمیان مشترک ہو تو آدمی اپنا حصہ بیچ سکتا ہے اور خریدنے والا اگر اس سے ناواقف تھا تو اسے اختیار دیا جائے گا۔

تین چیزوں میں سارے مسلمان شریک ہیں پانی، چارہ اور آگ، پس بارش یا چشمے کا پانی کسی ایک کی ملکیت نہیں اور نہ اس کا بیچنا جائز ہے جب تک کہ اسے اپنی مشک یا اپنے حوض میں جمع نہ کرے، اور گھاس خواہ وہ ہری ہو یا سوکھی جب تک زمین میں ہے اس کا بیچنا جائز نہیں اسی طرح آگ کا بیچنا جائز نہیں خواہ لکڑی کے اندر ہو یا انگارے کی شکل میں ہو، یہ چیزیں تمام لوگوں کے درمیان مشترکہ ہیں، انہیں ضرورت مند کو دینا ضروری ہے، انہیں لوگوں سے نہ روکا جائے۔

اگر آدمی گھر بیچے تو اس بیع میں اس کی زمین اور اس کے اوپر اور نیچے اور اندر کا حصہ سب شامل ہوگا، اور اگر زمین بیچی ہے تو زمین کے اندر جو بھی چیزیں ہیں سب شامل ہوں گی الا یہ کہ اس میں سے کوئی چیز مستثنیٰ کر لے۔

اگر کوئی گھر یہ کہہ کر بیچتا ہے کہ یہ سو میٹر ہے پھر پتہ چلا کہ وہ سو میٹر سے کم ہے یا اس سے زیادہ ہے تو بیع صحیح ہو جائے گی پھر اگر وہ زیادہ ہے تو بیچنے والے کا مانا جائے گا اور اگر کم ہے تو اس کمی کو پورا کرنے کی ذمہ داری بیچنے والے پر ہے اور ان میں سے جو ناواقف تھا اگر اس بیع سے اس کا مقصد فوت ہو رہا ہو تو اس کو اختیار دیا جائے گا۔

اگر بیع اور کرایہ کے درمیان جمع کر دے اور یہ کہے کہ میں نے یہ گھر ایک لاکھ میں تم کو بیچا اور دس ہزار روپئے کرایہ بھی لوں گا اور دوسرے نے کہا کہ میں نے اسے قبول کیا تو بیع اور اجارہ دونوں صحیح ہوگا، اسی طرح اگر یہ کہے کہ میں نے یہ گھر تم سے بیچ دیا اور ایک لاکھ پر تم کو کرایہ پر دیا تو بیع صحیح ہو جائے گی اور عوض ضرورت کے وقت ان دنوں پر قسط وار بنا دیا جائے گا۔

دکانداروں کی طرف سے جو ہدیہ اور انعامات خریدنے والوں کے لئے پیش کئے جاتے ہیں ان کا قبول کرنا حرام ہے اس لئے کہ وہ جوا ہے اس میں لوگوں کو خریدنے پر لبھایا جاتا ہے تاکہ لوگ انہیں کے پاس جائیں اور دوسروں کے پاس نہ جائیں اور انعام کی لالچ میں ایسی چیزیں خریدتے ہیں جس کی ضرورت نہیں ہوتی ہے اور دوسرے تاجروں کو نقصان پہنچتا ہے اور یہ انعام ایک طرح کا جوا ہے جو شرعاً حرام ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: **﴿یا ایھا الذین آمنوا انما الخمر والمیسر والانصاب والازلام رجس من عمل الشیطان فاجتنبوہ لعلکم تفلحون﴾** (مائدہ: ۹۰) ’’اے ایمان والو! بات یہی ہے کہ شراب اور جوا اور تھان اور فال نکالنے کے تیر، یہ سب گندی باتیں اور شیطانی کام ہیں ان سے بالکل الگ رہو تاکہ تم فلاح یاب ہو‘‘۔

وہ میگزین اور پیپر جن میں عریاں تصویریں ہوں اور فسق و فجور کی باتیں ہوں، اسی طرح سے گانوں کے کیسٹ، ویڈیو گانے بجانے کے آلات، اور وہ چیزیں جن میں عورتوں کی برہنہ تصویریں ظاہر کی جائیں اور ہر وہ چیز جس میں لایعنی کلام ہو یا فحش غزل ہو اور رذائل کی طرف دعوت دیں ان کی فروخت انہیں سننا اور دیکھنا حرام ہے، اور جو مال ان سے حاصل ہو وہ سب حرام ہے۔

انشورنس کا حکم:

انشورنس حرام ہے کیونکہ اس میں دھوکہ اور لاعلمی ہے، یہ ایک طرح کا جوا ہے خواہ لائف انشورنس ہو یا سامان و آلات کا انشورنس ہو۔

پھلوں کا جوس اس شخص کو بیچنا جائز نہیں جو اس سے شراب بناتا ہو، اور فتنے کے ایام میں ہتھیاروں کو بیچنا بھی جائز نہیں اسی طرح زندہ کو مردہ کے بدلے بیچنا جائز نہیں۔

ہر وہ بیع جو کسی ایسی شرط پر معلق ہو جو حرام کو حلال نہ کرتی ہو اور حلال کو حرام نہ ٹھہراتی ہو صحیح ہے مثلاً گھر بیچنے والا یہ شرط لگائے کہ میں ابھی ایک مہینہ اس گھر میں رہوں گا، یا لکڑی خریدنے والا یہ شرط لگائے کہ یہ لکڑی گھر تک پہنچا کر یا اسے توڑ کر دو تو ایسا کرنا درست ہوگا۔

منیٰ، مزدلفہ اور عرفات رسوم حج ادا کرنے کی جگہیں ہیں اور مساجد کی طرح عام مسلمانوں کے لئے ہیں اس لئے ان کا بیچنا یا ان کو کرایہ پر دینا جائز نہیں اور جس نے ایسا کیا وہ گنہگار ہوگا اور اس پر اس کی قیمت یا اجرت حرام ہوگی۔

قسط پر بیچنا:

ادھار بیچنے کی ایک شکل ہے البتہ ادھار بیچنے میں ایک مدت مقرر کی جاتی ہے اور قسط پر بیچنے میں کئی مدتیں مقرر کی جاتی ہیں۔

ادھار یا قسط پر بیچنے کی صورت میں قیمت زیادہ لے سکتا ہے مثلاً اگر کوئی سامان سو روپیہ میں نقد پانے کی صورت میں بیچتا ہے تو وہ ادھار یا قسط کی صورت میں بیچنے پر ۱۲۰/ روپیہ لے سکتا ہے بشرطیکہ یہ زیادتی بہت نہ ہو اور اس سے مجبوروں کا استحصال نہ کیا جاتا ہو۔

اُدھار یا قسط پر بیچنا مستحب ہے اگر اس سے خریدنے والے پر نرمی مقصود ہو اور بہتر یہ ہے کہ اس کی قیمت نہ بڑھائے کیونکہ اس پر اسے اللہ کی طرف سے اجر ملے گا لیکن اگر اس سے نفع اور معاوضہ مقصود ہو اور قیمت کچھ بڑھا دے تب بھی جائز ہے اور قسط کی صورت میں مقررہ اوقات میں قیمت ادا کی جائے۔

اگرخریدنے والے سے قسط ادا کرنے میں تاخیر ہو جائے تو بیچنے والے کے لئے یہ جائز نہیں کہ اس سے زیادہ پیسہ لے کیونکہ یہ سود ہے جو کہ حرام ہے لیکن وہ بیچی گئی چیز رہن پر رکھ سکتا ہے یہاں تک کہ اپنا قرض خریدنے والے سے لے لے۔

اگر کوئی ایسی زمین بیچی ہے جس میں کھجور کا درخت ہو یا عام درخت ہو تو اگر کھجور کی تابیر کر دی گئی ہے (یعنی کہ کھجور کا شگوفہ مادہ کھجور میں ڈالا جا چکا ہے) اور درخت کا پھل ظاہر ہو چکا ہے تو وہ بائع ہی کو ملے گا، الاّ یہ کہ خریدنے والا خریدتے وقت اس کے لینے کی شرط لگائے اور اگر کھجور کا درخت تابیر کیا ہوا نہیں ہے اور درخت میں پھل ظاہر نہیں ہوا تو وہ مشتری کا ہے۔

کھجور کے درخت یا کسی بھی درخت کے پھل کو پختہ ہونے سے پہلے نہ بیچا جائے اور کھیتی کو اس وقت تک نہ بیچا جائے جب تک کہ اس کا دانہ سخت نہ ہو جائے، لیکن اگر پیڑ سمیت پھل کو پختہ ہونے سے پہلے بیچ دیا ہے یا ہری کھیتی کو زمین کے ساتھ بیچ دیا ہے تو یہ بیع جائز ہوگی۔

اگر کسی نے پھل خریدا اور اسے کاٹنے یا توڑنے تک درخت پر بلا تاخیر اور تفریط چھوڑ دیا پھر آسمانی آفت سے وہ برباد ہو گیا مثلا ہوا اور سردی وغیرہ سے تو خریدنے والا بیچنے والے کو قیمت دے۔ اور اگر کسی آدمی نے اس پھل کو برباد کیا ہے تو خریدنے والے کو اختیار دیا جائے گا چاہے بیع کو فسخ کر دے یا باقی رکھے اور برباد کرنے والے سے اس کا بدل مانگے۔

محاقلة: دانہ پختہ ہونے کے بعد کھیتی کو خوشے ہی میں اسی کے جنس دانہ سے بیچنا محاقلہ کہلاتا ہے، یہ بیع جائز نہیں۔

مزابنہ: کھجور کے درخت میں لگا ہوا پھل ناپ کر (اندازہ کرکے) خشک کھجور کے بدلے بیچنا مزابنہ کہلاتا ہے یہ بیع جائز ہے۔

خشک کھجور کو درخت پر لگے ہوئے تر کھجور کے بدلے بیچنا جائز نہیں، کیونکہ اس میں دھوکہ اور سود ہے، البتہ ضرورت کی وجہ سے بیع عرایا میں رخصت دی گئی ہے۔

بیع عرایا یہ ہے کہ باغ کا مالک کوئی درخت کسی محتاج کو اس کا پھل کھانے کے لئے دے دے

پھر باغ میں اس کے آنے سے اسے تکلیف ہو تو درخت پر پھل پختہ ہونے کے بعد اس کا اندازہ لگایا جائے اور اسی کے بقدر اسے خشک میوہ دے دیا جائے بشرطیکہ وہ پانچ وسق سے زیادہ نہ ہو۔

موت سے پہلے یا موت کے بعد کسی انسان کا عضو بیچنا جائز نہیں لیکن اگر کسی ضرورت مند شخص کو بغیر قیمت وہ نہ ملے تو قیمت دے کر خرید سکتا ہے لینے والے پر یہ حرام ہوگا، اور اگر موت کے بعد اسے ضرورت مند کو ہبہ کر دیا ہے اور موت سے پہلے اسے کچھ بدلہ دے دیا گیا ہے تو اس کے لینے میں کوئی حرج نہیں۔

علاج وغیرہ کے لئے خون بیچنا جائز نہیں لیکن اگر اس کی ضرورت ہو اور قیمت دیئے بغیر نہ ملے تو قیمت دے کر لینا جائز نہیں ہے لیکن خون دینے والے پر قیمت لینا حرام ہوگا۔

دھوکے کی بیع یہ ہے کہ آدمی کو حقیقت حال سے باخبر نہ کیا جائے۔

دھوکے کی بیع اور جوا حرام ہے اس نے بڑے بڑے تاجروں کو برباد کر دیا ہے اس میں بغیر محنت کے کچھ لوگوں کے ہاتھ میں دولت آ جاتی ہے اور کچھ لوگ فقیر بن جاتے ہیں یہ خودکشی، دشمنی، اور نفرت کا سبب بنتی ہے یہ شیطان کا عمل ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿**انما يريد الشيطان أن يوقع بينكم العداوة والبغضاء في الخمر والميسر ويصدكم عن ذكر الله وعن الصلوٰة فهل انتم منتهون ۝**﴾ (مائدہ: ۹۱) ”شیطان تو یوں چاہتا ہے کہ شراب اور جوے کے ذریعے تمہارے درمیان عداوت اور بغض پیدا کر دے اور اللہ تعالیٰ کی یاد سے اور نماز سے تم کو باز رکھے سو اب بھی باز آ جاؤ“۔

دھوکے کی بیع دو بڑی برائیاں لاتی ہے:

ایک یہ کہ دوسروں کا مال باطل طریقے سے کھایا جاتا ہے دوسرے یہ کہ اس سے بغض و نفرت پیدا ہوتی ہے۔

۲- اختیار دینا:

بیع میں اختیار دینا محاسن اسلام میں سے ہے کیونکہ کبھی بیع بغیر سوچے سمجھے اور قیمت میں غور و فکر

کئے بغیر اچانک ہو جاتی ہے پھر دونوں پچھتاتے ہیں یا ان میں کوئی ایک پچھتاتا ہے اس لئے اسلام نے دونوں میں سے ہر ایک کو سوچنے سمجھنے کا موقعہ دیا ہے اور ایک مدت مقرر کی ہے جس کے دوران وہ بیع کو نافذ کریں، یا فسخ کرلیں۔

حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بائع اور مشتری دونوں کو اختیار ہے جب تک جدا نہ ہوں اگر دونوں سچ بولیں گے اور اصل حال بیان کردیں گے تو ان کی بیع میں برکت ہوگی اور اگر جھوٹ بولیں گے اور اصل مال چھپائیں گے تو بیع کی برکت مٹ جائے گی۔(بخاری:۲۰۷۹، مسلم:۱۵۳۲)

دھوکہ وخیانت کے خطرات:

دھوکہ وخیانت ہر چیز میں حرام ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے ہمارے اوپر ہتھیار اٹھایا وہ ہم میں سے نہیں اور جس نے ہمیں دھوکا دیا وہ ہم میں سے نہیں۔(مسلم:۱۰۲)

خیار کی اقسام

اس خیار کی مختلف قسمیں ہیں:

۱-مجلس کا خیار: یہ بیع صلح اور اجارہ (کرایہ) وغیرہ معاوضات میں ثابت ہے جس کا مقصد مال ہو، یہ اختیار دونوں فریق کو ہے اس کی مدت بیع منعقد ہونے سے لے کر ان کے جدا ہونے تک ہے اور اگر ان دونوں نے اس کو ساقط کردیا ہے تو وہ ساقط ہوجائے گا اور اگر دونوں میں سے ایک نے ساقط کیا ہے تو دوسرے کا اختیار باقی رہے گا، اور اگر دونوں جدا ہوگئے تو بیع لازم ہوگئی، اور اگر اس لئے مجلس سے جلدی بھاگا کہ کہیں بیع فسخ کرنے کے لئے نہ کہے تو یہ حرام ہے۔

۲-خیار شرط: یہ ہے کہ بائع اور مشتری یا ان دونوں میں سے کوئی ایک ایک مدت تک خیار کی شرط لگائیں، ایسا کرنا صحیح ہے اگرچہ وہ مدت لمبی ہو، اس کی مدت بیع منعقد ہونے سے لے کر مشروط

مدت کے ختم ہونے تک ہے۔ جب خیار کی مدت ختم ہوجائے اور شرط لگانے والے نے بیع فسخ نہیں کی تو بیع لازم ہوگی اور اگر مدت کے درمیان دونوں نے خیار قطع کیا تو وہ باطل ہوجائے گی اس لئے کہ وہ دونوں کا حق ہے۔

۳-بائع اور مشتری کے اختلاف کا خیار: مثلاً قیمت کی مقدار کے بارے میں دونوں میں اختلاف ہو، یا عین بیع کے بارے میں اختلاف ہو یا اس کی صفت کے بارے میں اختلاف ہو اور کوئی گواہ نہ ہو تو بائع کی بات مانی جائے گی اور اس سے قسم لی جائے گی اور مشتری کو قبول یا فسخ کے درمیان اختیار دیا جائے گا۔

۴-خیار عیب: یعنی اگر کوئی سامان خریدا پھر اس میں کوئی عیب دیکھا تو اس کو اختیار ہے چاہے اسے واپس کردے اور قیمت لے لے یا اس کو اپنے پاس روکے رہے اور عیب کا تاوان لے لے، پھر درست سامان کی قیمت لگائی جائے پھر عیب دار سامان کی قیمت لگائی جائے پھر ان دونوں کے درمیان جو فرق ہے اسے لے لے اور اگر دونوں میں اختلاف ہو کہ سامان عیب دار کس کے پاس رہے، مثلاً جانور لنگڑا ہوگیا یا کھانا خراب ہو تو ایسی صورت میں بائع کی بات مانی جائے گی اور اس سے قسم بھی لی جائے گی یا دونوں ایک دوسرے کو واپس کردیں۔

۵-خیار غبن: یہ ہے کہ بائع یا مشتری سامان میں دھوکہ کھا جائیں جو کہ عرف عام کے خلاف ہو، ایسا غبن حرام ہے لیکن اگر کوئی دھوکہ کھا جائے تو اس کو روکنے اور فسخ کرنے کے درمیان اختیار ہوگا، مثلاً کوئی شخص کسی ایسے آدمی کے ہاتھ دھوکہ کھا گیا جو کہ پہلے سے جا کر باہر سے آنے والے قافلوں سے مل کر سودا طے کرلیتا ہے یا ایسے آدمی کے ہاتھ دھوکہ کھا گیا جو کہ سامان کی قیمت لوگوں کو پھنسانے کے لئے بڑھا دیتا ہے۔ اور اس کا مقصد خود لینا نہیں ہوتا یا کوئی شخص قیمت سے ناواقف اور زیادہ بھاؤ تاؤ نہ کرسکے تو اس کو اختیار ہوگا۔

۶-خیار تدلیس: یہ ہے کہ بیچنے والا لوگوں کو لبھانے کے لئے سامان کو اچھی حالت میں پیش کرے حالانکہ حقیقت میں وہ اچھائی اس کے اندر نہ پائی جائے مثلاً بیچتے وقت جانور کے تھن میں

دودھ چھوڑ دے تاکہ خریدنے والا یہ سمجھے کہ بہت زیادہ دودھ دینے والا جانور ہے، اور اگر ایسی بیع ہوجائے تو خریدنے والے کو اختیار دیا جائے گا کہ چاہے وہ اسے اپنے پاس روکے یا بیع فسخ کردے اور اگر اس کا دودھ دوھ لیا ہے پھر واپس کیا ہے تو دودھ کے بدلے ایک صاع کھجور دے دے۔

۷- اگر قیمت کی خبر دینے میں غلط بیانی سے کام لیا ہے تو خریدنے والے کو اختیار ہوگا: خریدنے والا چاہے اس کو اپنے پاس روکے اور قیمت میں جو فرق ہے وہ لے لے یا بیع فسق کردے مثلاً اگر سو روپیہ میں کوئی قلم خریدا پھر اس کے پاس کوئی آدمی آیا اور کہنے لگا اس کو مجھ سے اصل سرمایہ میں بیچ دو۔ اس نے کہا کہ اس کا اصل سرمایہ ایک سو پچاس روپیہ ہے پھر اس کو اسے ایک سو پچاس روپئے میں بیچ دیا پھر بعد میں معلوم ہوا کہ بیچنے والے نے جھوٹ کہا تھا تو خریدنے والے کو اختیار دیا جائے گا، اس طرح کا اختیار کمپنیوں کا شیئر ٹرانسفر کرنے اس کو دوبارہ بیچنے وغیرہ میں دیا جائے گا جہاں بائع اور مشتری دونوں کے لئے اصل سرمایہ کی رقم جاننا ضروری ہے۔

۸- اگر یہ معلوم ہوجائے کہ خریدنے والا تنگ دست یا ٹال مٹول کرنے والا ہے تو بیچنے والا اپنے مال کی حفاظت کے لئے اگر چاہے تو بیع فسخ کردے۔

اقالہ: اس کے معنیٰ بیع فسخ کرنا ہے یعنی طرفین رجوع کرلیں بیچی جانے والی چیز یا چاہے کم ہو یا زیادہ دونوں حالتوں میں فسخ جائز ہے۔

بیع فسخ کرنا پچھتانے والے کے لئے سنت ہے چاہے وہ بیچنے والا ہو یا خریدنے والا، یہ مقیل اور مستقیل دونوں کے لئے مشروع ومباح ہے۔

جب آدمی کو اس سامان کی ضرورت نہ ہو یا وہ قیمت ادا کرنے پر قادر نہ ہو تو وہ بیع فسخ کرسکتا ہے۔

بیع توڑنے پر آمادہ ہوجانا مسلمان کی طرف سے دوسرے مسلمان پر بھلائی کرنا ہے جب اسے اس کی ضرورت ہو نبی کریم ﷺ نے اس کی ترغیب دی ہے۔ آپ نے فرمایا جو کسی مسلمان سے بیع توڑے گا جب اسے اس کے توڑنے کی ضرورت پڑ جائے تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی لغزشیں درگزر کردے گا۔ (ابو داؤد/ ۳۴۶۰، ابن ماجہ/ ۲۱۹۹)

۳- سلم

سلم یہ ہے کہ قیمت پہلے دی جائے اور اس کے بدلے کوئی غلہ یا کھجور ناپ تول ٹھہرا کر اور وصف بتا کر کچھ مقررہ مدت کے بعد ادا کرنے کے لئے کہا جائے اس کو سلف (قرض) بھی کہا جاتا ہے اللہ تعالیٰ نے سلم کو مباح کیا ہے تاکہ مسلمانوں پر کشادگی ہو۔

سلم کا حکم:

سلم جائز ہے اس کی مثال یہ ہے کہ کوئی آدمی کسی آدمی کو ۱۰۰ ریال اس شرط پر دے کہ وہ اس کو اس کے بدلے ایک سال کے بعد پچاس کلو فلاں کھجور دے گا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص کسی چیز میں سلم کرے تو متعین ناپ وزن اور معین میعاد ٹھہرا کر کرے۔ (بخاری/ ۲۲۴۰، مسلم/ ۱۶۰۴)

سلم صحیح ہونے کی شرطیں:

سلم صحیح ہونے کی شرطیں بیع کی شرطوں سے کچھ زیادہ ہیں اور وہ یہ ہیں جو مال سپرد کرنا ہے اس کا علم ہو، اس کی قیمت معلوم ہو، قیمت سودا پکا کرنے کے وقت ہاتھ میں آگئی ہو، اور جس قیمت کے بدلے مال دینا ہے اس کا ذمہ لیا جائے اور اس کی ضمانت دی جائے اس کا وصف، اس کی معیاد ادائیگی وغیرہ اچھی طرح واضح کردی جائے۔

خرید وفروخت سے متعلق مسائل

۱- سامان کا بھاؤ مقرر کرنا:

سامان کا بھاؤ اس طرح مقرر کیا جائے کہ نہ مالک کا نقصان ہو اور نہ خریدنے والوں کو تکلیف ہو۔

اگر اس طرح بھاؤ مقرر کیا جائے جس سے لوگوں پر ظلم ہو یا انہیں ناحق مجبور کیا جائے یا انہیں اس چیز سے روکا جائے جسے اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے مباح کیا ہے تو حرام ہے۔

بھاؤ مقرر کرنا اس وقت جائز ہے جب لوگوں کی مصلحت اسی سے پوری ہو مثلاً سامان کے

مالکان بغیر زیادہ لیے بیچنے پر راضی نہ ہوں اور لوگوں کو اس کی ضرورت ہو لہٰذا مناسب قیمت مقرر کرنے میں کوئی حرج نہیں جس سے نہ مالک کا نقصان ہو اور نہ خریدنے والوں کا۔

۲-ذخیرہ اندوزی:

اس کا مطلب یہ ہے کہ سامان کو خرید کر اپنے پاس روک لیا جائے تا کہ بازار میں اس کی قلت ہو جائے پھر اس کی قیمت خوب بڑھا کر بیچا جائے۔

ذخیرہ اندوزی حرام ہے کیونکہ اس میں بہت بری لالچ پائی جاتی ہے اور لوگوں کو تنگ کیا جاتا ہے لہٰذا ذخیرہ اندروزی کرنے والا خطا کار ہے۔

۳-تورق:

اگر آدمی کو نقد کی ضرورت ہو اور اسے کوئی ایسا شخص نہ ملے جو اسے قرض دے تو وہ کوئی سامان ادھار خرید کر دوسرے کو زیادہ دام پر بیچ کر اس کی قیمت سے فائدہ اٹھا سکتا ہے۔

۴-بیعانہ:

بیعانہ دے کر بیع کرنا جائز ہے بشرطیکہ انتظار کی مدت مقرر کر دی جائے، بیعانہ یہ ہے کہ مشتری بائع کو کچھ پیسہ اس شرط پر دے دے کہ اگر اس نے سامان لیا تو اس کی قیمت میں اسے شمار کر لیا جائے گا اور اگر سامان نہیں لیا تو وہ دیا ہوا پیسہ بائع کو مل جائے گا۔

بیع میں قسم کھانے سے سامان تو بک جاتا ہے لیکن برکت ختم ہو جاتی ہے نبی ﷺ کا فرمان ہے کہ تم بیع میں زیادہ قسم کھانے سے بچو اس لئے کہ وہ سامان کو تو رائج کر دیتی ہے لیکن برکت کو نیست و نابود کر دیتی ہے۔(مسلم/۱۶۰۷)

تنگ دست کو مہلت دینا واجب ہے اور افضل یہ ہے کہ اس سے درگزر کیا جائے، خرید وفروخت میں ہمیشہ سچ بولنا برکت کا سبب ہے اور جھوٹ بولنے سے برکت مٹ جاتی ہے، روزی تلاش کرنے کے لئے صبح سویرے نکلنا چاہئے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے یہ دعا کی ہے کہ اے اللہ! میرے امت کے لوگوں کو ان کے صبح سویرے نکلنے میں برکت دے۔(ابو داؤد/۲۶۰۶، ترمذی/۱۲۱۲)

مسلمان جب بازار میں داخل ہو تو کیا کہے:

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص بازار میں داخل ہوتے وقت یہ دعا پڑھے۔"**لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد یحی ویمیت وھو حی لا یموت بیدہ الخیر کلہ وھو علیٰ کل شيءٍ قدیر**" تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے دس لاکھ نیکیاں لکھے گا اور اس کے دس لاکھ گناہوں کو مٹا دے گا۔ اور اس کے لئے جنت میں ایک گھر بنائے گا۔(ترمذی/۳۴۲۸، ابن ماجہ/۲۲۳۵)

۴-سود

اموال کے احکام تین ہیں:

عدل، فضل اور ظلم، عدل بیع ہے، فضل صدقہ ہے ظلم سود ہے۔

سود: سود کے معنی زیادتی اور اضافہ کے ہیں:

سود کا حکم:

سود گناہ کبیرہ میں سے ہے یہ تمام آسمانی مذاہب میں حرام ہے کیونکہ اس سے بہت نقصان ہے، اس سے لوگوں کے درمیان دشمنی پیدا ہوتی ہے اور فقیر ومحتاج کا مال سلب کر کے مال کمایا جاتا ہے اور صدقہ اور احسان کا دروازہ بند کر دیا جاتا ہے اور سنگ دلی وخودغرضی کو فروغ ملتا ہے۔

سود میں باطل طریقے سے لوگوں کا مال کھایا جاتا ہے اس سے کمانے کے راستے معطل ہو جاتے ہیں قرض دہندہ کا مال بغیر مشقت برداشت کئے بڑھتا رہتا ہے، اور وہ تجارت وغیرہ کرنا چھوڑ دیتا ہے جو بھی شخص سودی کاروبار سے آگے بڑھے گا اس کا انجام برا ہوگا، اور اس کا مال کم ہو جائے گا، سود کے ۳۷/دروازے ہیں ان میں جو سب سے کم ہے وہ اپنی ماں سے شادی کرنے کے مثل ہے۔

سود کھانے کی سزا:

سود گناہ کبیرہ میں سے ہے اس پر ایسی سخت وعید ہے جو کسی مصیبت کے ارتکاب پر نہیں ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ سودی کاروبار کرنا اللہ تعالیٰ کے ساتھ اعلان جنگ کرنا ہے۔

چنانچہ فرماتا ہے:﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُواْ اتَّقُواْ اللّهَ وَذَرُواْ مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبَا إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ فَإِن لَّمْ تَفْعَلُواْ فَأْذَنُواْ بِحَرْبٍ مِّنَ اللّهِ وَرَسُولِهِ وَإِن تُبْتُمْ فَلَكُمْ رُؤُوسُ أَمْوَالِكُمْ لاَ تَظْلِمُونَ وَلاَ تُظْلَمُونَ﴾ (بقرہ: ۲۷۸-۲۷۹) ''اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور جو سود باقی رہ گیا ہے وہ چھوڑ دو، اگر تم سچ مچ ایمان والے ہو اور اگر ایسا نہیں کرتے تو اللہ سے اور اس کے رسول سے لڑنے کے لئے تیار ہو جاؤ، ہاں اگر توبہ کر لو تو تمہارا اصل مال تمہارا ہی ہے، نہ تم ظلم کرو نہ تم پر ظلم کیا جائے''۔

۲- حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے سود کھانے والے اور سود کھلانے والے اور اس کے لکھنے والے اور اس پر گواہی دینے والے پر لعنت بھیجی ہے۔ اور فرمایا ہے کہ وہ سب برابر ہیں۔ (مسلم/۱۵۹۸)

۳- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سات ہلاکت کی جگہوں سے بچو، لوگوں نے کہا کہ اے اللہ کے رسول! وہ کیا ہیں؟ آپؐ نے فرمایا: اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا، جادو، اور جس جان کا مارنا اللہ تعالیٰ نے حرام کیا ہے، اس کو ناحق مارنا، سود کھانا، یتیم کا مال کھانا، اور لڑائی کے دن میدان جنگ سے پیٹھ پھیر کر بھاگنا اور پاک دامن بھولی بھالی عورتوں پر تہمت لگانا۔ (بخاری/۲۷۶۶، مسلم/۸۹)

سود کی قسمیں

۱- ربا نسیئہ: یہ وہ زیادتی ہے جس کو بیچنے والا خریدنے والے سے کچھ دن مہلت دینے کے عوض میں لیتا ہے مثلاً کسی کو ایک ہزار دینار اس شرط پر قرض دے کہ وہ اس کو ایک سال کے بعد ایک ہزار سو روپے واپس کرے گا۔ تنگ دست پر قرض پلٹ دینا اسی قسم سے ہے، اس کی شکل یہ ہے کہ کسی کو ایک معینہ مدت تک کے لئے قرض دے پھر جب ادائیگی کا وقت ہو جائے تو اس سے کہے کہ کیا تم قرض ادا کرو گے یا بڑھاؤ گے، اگر وہ قرض ادا کر دے تو وہ قرض (اضافہ

کے ساتھ) قبول کر لے ورنہ مدت بڑھا کر سود کی رقم بھی بڑھا دے، اس طرح اصل رقم میں اضافہ ہی ہوتا چلا جائے اور سود در سود ہو جائے، زمانہ جاہلیت میں یہی سود کا نظام رائج تھا، اللہ تعالیٰ نے اس کو حرام کیا اور تنگ دست کو مہلت دینا واجب قرار دیا، یہ سود کی سب سے خطرناک قسم ہے کیونکہ اس میں سب سے زیادہ ضرر ہے، اس میں سود کی دونوں قسمیں ربا النسیئۃ اور ربا الفضل جمع ہو جاتی ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُواْ لاَ تَأْكُلُواْ الرِّبَا أَضْعَافاً مُّضَاعَفَةً وَاتَّقُواْ اللّهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ﴾ (آل عمران: ۱۳۰) ''اے ایمان والو! بڑھا چڑھا کر سود نہ کھاؤ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو تا کہ تمہیں نجات ملے''۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿وَإِن كَانَ ذُو عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ إِلَى مَيْسَرَةٍ وَأَن تَصَدَّقُواْ خَيْرٌ لَّكُمْ إِن كُنتُمْ تَعْلَمُونَ﴾ (بقرہ: ۲۸۰) ''اور اگر کوئی تنگی والا ہو تو اسے آسانی تک مہلت دینی چاہئے اور صدقہ کرو تو تمہارے لئے بہت ہی بہتر ہے''۔

جس بیع میں دونوں جنس ربا الفضل کی علت میں جمع ہو جائیں اور ان پر قبضہ تاخیر سے ہو یا ان دونوں میں سے کسی ایک پر قبضہ تاخیر سے ہو تو وہ بھی اسی قسم سے ہے، جیسے سونے کو سونے کے بدلے اور گیہوں کو گیہوں کے بدلے بیچنا وغیرہ۔ اسی طرح کسی جنس کو ان اجناس میں سے کسی دوسری جنس سے ادھار بیچنا بھی ہے۔

۲- ربا الفضل:

یہ زیادتی کے ساتھ نقود کو نقود کے بدلے یا کھانے کو کھانے کے بدلے بیچنا ہے، یہ حرام ہے، چھ چیزوں میں اس کی حرمت پر نص موجود ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سونے کو سونے کے بدلے، چاندی کو چاندی کے بدلے، گیہوں کو گیہوں کے بدلے، جو کو جو بدلے، کھجور کو کھجور کے بدلے، اور نمک کو نمک کے بدلے برابر برابر ہاتھوں ہاتھ بیچو لیکن اگر یہ اصناف مختلف ہوں تو جس طرح چاہو ہاتھوں ہاتھ بیچو۔ (مسلم/۱۵۸۷)

ان چھ اصناف پر ان تمام چیزوں کو قیاس کیا جائے جن کے اندر وہی علت پائی جائے، چنانچہ سونے اور چاندی پر قیمت لگائی جانے والی چیزوں کو قیاس کیا جائے اور بقیہ چار چیزوں پر ناپنے اور کھانے یا تولنے اور کھانے والی چیزوں کو قیاس کیا جائے۔

ناپنے میں مدینہ کے مکیال کا اعتبار ہوگا اور وزن کرنے میں مکہ کے میزان کا اعتبار ہوگا اور جو چیزیں ان دونوں مکیال و میزان کے مطابق نہیں ہیں ان میں عرف عام کا اعتبار ہوگا، جس چیز میں ربا الفضل حرام ہے اس میں ربا النسیئہ بھی حرام ہے۔

۳- ربا القرض:

اس کی شکل یہ ہے کہ کوئی آدمی کسی آدمی کو کوئی قرض دے اور یہ شرط لگادے کہ وہ اس سے افضل لوٹائے گا یا کسی قسم کے نفع کی شرط لگائے۔ مثلاً یہ کہے کہ وہ اپنے گھر میں اسے ایک مہینہ رکھے گا تو حرام ہے، لیکن اگر اس نے شرط نہیں لگائی ہے اور قرض لینے والے نے خود ہی کچھ زیادہ مال واپس کر دیا ہے تو یہ جائز ہے اور اس پر اسے اجر ملے گا۔

ربا الفضل کے احکام

۱- اگر بیع ایک ہی سودی جنس میں ہو:

تو اس میں تفاضل اور نساء دونوں حرام ہے مثلاً کوئی شخص سونے کو سونے کے بدلے یا گیہوں کو گیہوں کے بدلے بیچے (یعنی زیادتی کے ساتھ یا ادھار) تو حرام ہے اس قسم کی بیع کے صحیح ہونے کی شرط کہ کمیت میں برابر برابر ہو اور فوراً اس پر قبضہ ہو، کیونکہ جنس وعلت میں دونوں بدل ایک ہیں۔

۲- اگر بیع ایسی دو جنسوں میں ہو جو ربا الفضل کی علت میں ایک ہو اور جنس میں مختلف ہو: تو نساء (ادھار) حرام ہے اور تفاضل (زیادتی) جائز ہے، اس کی شکل یہ ہے کہ کوئی آدمی چاندی کے بدلے سونا بیچے یا جو کے بدلے گیہوں بیچے تو تفاضل کے ساتھ بیع جائز ہے اگر فوری طور پر ہاتھوں ہاتھ قبضہ ہو اس لئے کہ یہ دونوں جنس میں مختلف ہیں اور علت میں ایک ہیں۔

۳- اگر بیع دو سودی دو جنسوں کے درمیان ہو اور علت میں دونوں متحد نہ ہوں:

تو فضل اور نساء دونوں جائز ہے، اس کی شکل یہ ہے کہ کوئی آدمی چاندی کے بدلے کھانا (غلہ یا کھجور وغیرہ) بیچے یا سونے کے بدلے کھانا بیچے تو اس میں تفاضل (زیادتی) اور تاجیل (ادھار) دونوں جائز ہے۔ کیونکہ دونوں بدل جنس اور علت میں مختلف ہیں۔

۴- اگر بیع دو ایسی جنسوں میں ہو جو سودی نہ ہوں:

تو فضل (زیادتی) اور نسیٔ (ادھار) دونوں جائز ہے: مثلاً دو اونٹ لے کر ایک اونٹ بیچے یا دو کپڑے کے بدلے ایک کپڑا بیچے۔

کسی جنس کی دو قسمیں ایک دوسرے کے بدلے بیچی نہیں جاسکتی ہیں الا یہ کہ دونوں صفت میں برابر ہوں پس رطب (گدر کھجور) کو تمر (خشک کھجور) کے بدلے بیچنا جائز نہیں کیونکہ گدر کھجور سکھانے کے بعد کم ہوجائے گی پھر تفاضل لازم آئے گا جو کہ حرام ہے۔

ڈھالے ہوئے سونے یا چاندی کو اسی کے جنس کے بدلے تفاضل کے ساتھ بیچنا جائز نہیں، آدمی کو چاہئے کہ اس کے پاس جو چیز ہے اس کو روپئے کے عوض پہلے بیچ دے پھر ڈھالے ہوئے زیور کو خریدے۔

آج کل بینک قرض پر جو سود لیتے ہیں یا پیسہ جمع کرنے پر جو سود دیتے ہیں وہ سب حرام ہے۔

مسلمانوں پر واجب ہے کہ وہ اپنا پیسہ اسلامی بینکوں میں جمع کریں اور اسی سے پیسوں کو کالین دین کریں اور اگر اسلامی بینک نہ ہوں تو دوسرے بینکوں میں پیسہ اس شرط پر جمع کر سکتے ہیں کہ سود کی رقم نہ لیں، اور دوسرے بینکوں کے ذریعے پیسے کالین دین کر سکتے ہیں بشرطیکہ وہ شریعت کے مخالف عمل نہ ہو۔

کسی بینک یا سودی کاروبار کرنے والے ادارے میں کام کرنا مسلمان کے لئے حرام ہے، اور اس کی اجرت حلال نہیں۔

سود کے مال سے کیسے بچا جائے:

سود گناہ کبیرہ میں سے ہے لہٰذا جب اللہ تعالیٰ کسی کو دل میں ہدایت دے اور سود سے چھٹکارا حاصل کرنا چاہے تو وہ دو طریقے اپنائے۔

١-اگرلوگوں کے ذمہ اس کا سود بھی باقی ہے تو وہ صرف اپنا اصل سرمایہ لے لے اور سود کا مال چھوڑ دے۔

٢-اگرسود کا مال اس کے پاس آ چکا ہے تو وہ اس کو واپس نہ کرے اور نہ خود کھائے بلکہ اسے دفاہ عام میں خرچ کر دے۔

جب تک جانور زندہ ہے اس میں کوئی سود نہیں اسی طرح ہر وہ چیز ہے جو شمار کی جا سکے۔ لہٰذا دو یا تین اونٹ کے بدلے ایک اونٹ بیچنا جائز ہے لیکن اگر وہ ایسے بن جائیں کہ ان کا ناپنا یا تولنا ممکن ہو جائے تو ان میں سود ہے، لہٰذا دو کلو بکری کے گوشت کے بدلے ایک کلو بکری کا گوشت بیچنا جائز نہیں لیکن دو کلو گائے کے گوشت کے بدلے ایک کلو بکری کا گوشت بیچنا جائز ہے، کیونکہ جنس مختلف ہے۔ بشرطیکہ فوری طور پر قبضہ ہو۔

کمائی کرنے یا نفع حاصل کرنے کے لئے سونا خریدنا جائز ہے۔ مثلاً سونا اس وقت خریدے جب اس کی قیمت کم ہو جائے اور اسے اس وقت بیچے جب اس کی قیمت زیادہ ہو جائے تو ایسا کرنا جائز ہے۔

صرف:

صرف یہ ہے کہ نقدی کو نقد کے بدلے بیچا جائے چاہے وہ ایک ہی جنس کے ہوں یا مختلف جنس کے ہوں چاہے وہ نقدی سونے چاندی کے حکم میں ہوں کیوں کہ وہی قیمت ان کی بھی ہے۔

اگر نقد اسی کے جنس سے بیچے جیسے سونے کو سونے کے بدلے بیچے یا روپیہ کو روپیہ کے بدلے بیچے چاہے وہ کاغذی نوٹ ہو یا معدنی سکہ ہو تو مقدار میں برابر ہونا واجب ہے اور فوری قبضہ ضروری ہے۔

اور اگر نقد کو نقد کے بدلے بیچے جو ایک جنس کے نہ ہوں جیسے سونے کو چاندی کے بدلے بیچے یا سعودی ریال کو امریکی ڈالر کے بدلے بیچے تو مقدار میں زیادتی جائز ہے اور فوری طور پر قبضہ واجب ہے۔

اگر دونوں نوٹ بدلنے والے پورا یا اس کا بعض حصہ قبضہ کرنے سے پہلے الگ ہو جائیں تو جس

پر قبضہ ہوا ہے اس میں عقد صحیح ہوگا اور جس پر قبضہ نہیں ہوا ہے اس پر عقد باطل ہوگا مثلاً اگر ایک دینار دیا تا کہ دوسرا اس کو اس کے بدلے دس درہم دے لیکن اسے صرف پانچ ہی درھم ملا تو نصف دینار میں عقد صحیح ہوگا اور نصف بائع کے پاس امانت کے طور پر باقی رہے گا۔

٥-قرض

قرض: قرض یہ ہے کہ کسی کو مال اس شرط پر دیا جائے کہ وہ اس سے فائدہ اٹھا کر واپس کر دے اور بغیر کوئی معاوضہ لئے اس پر اللہ سے ثواب کی امید رکھے۔

قرض کے مشروعیت کی حکمت:

قرض دینا ایک عمدہ عمل ہے اس لئے کہ اس میں ضرورت مندوں کے ساتھ بھلائی کی جاتی ہے اور ان کی ضرورتیں پوری کی جاتی ہیں اور اگر قرض اس وقت دیا جائے جب کسی آدمی کو اس کی سخت ضرورت ہو اور صرف اللہ کے لئے دیا جائے تو اس میں اور زیادہ ثواب ہے۔

قرض کی فضیلت:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: **﴿من ذاالذی یقرض اللہ قرضاً حسناً فیضا عفه له اضعافاً کثیرۃ واللہ یقبض ویبسط والیه ترجعون﴾** (بقرہ:٢٤٥) ’’ایسا بھی کوئی ہے جو اللہ تعالیٰ کو اچھا قرض دے پس اللہ تعالیٰ اسے بہت بڑھا چڑھا کر عطا فرمائے گا اللہ ہی تنگی اور کشادگی کرتا ہے اور تم سب اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے‘‘۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو کسی مسلمان سے دنیا کی تکلیفوں میں سے کوئی تکلیف دور کر دے گا اور جو شخص کسی تنگ دست کے ساتھ نرمی برتے گا تو اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت میں اس کے ساتھ نرمی برتے گا اور جو کسی مسلمان کی پردہ پوشی کرے گا تو اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت میں اس کی پردہ پوشی کرے گا اور اللہ تعالیٰ بندے کی مدد میں ہوتا ہے جب تک بندہ اپنے بھائی کی مدد میں ہوتا ہے۔ (مسلم/٢٦٩٩)

قرض دینے والے کے لئے قرض دینا مستحب ہے اور قرض لینے والے کے لئے قرض لینا مباح ہے ہر وہ چیز جس کی بیع صحیح ہے اس کو قرض دینا بھی صحیح ہے بشرطیکہ وہ معلوم ہو، اور قرض دینے والا ان لوگوں میں سے ہے جن کا عطیہ صحیح ہے، اور قرض لینے والے کو چاہئے کہ جس چیز کے بدلے اس نے قرض لیا ہے اس چیز کو اسے لوٹا دے۔ مثلاً اگر وہی چیز دینے کے لئے کہا ہے تو وہی چیز دے اور اگر اس کی قیمت دینے کے لئے وعدہ کیا ہے تو اس کی قیمت دے دے۔

ہر وہ قرض جس پر جو نفع لیا گیا ہو وہ سود ہے مثلاً اگر کسی کو کوئی قرض دے اور یہ شرط لگائے کہ میں تمہارے گھر میں رہوں گا یا سود کے ساتھ قرض دے۔ مثلاً ایک ہزار قرض دے اور ایک سال کے بعد اس کے بدلے ایک ہزار دوسو لوٹانے کے لئے کہے تو ایسا کرنا حرام ہے۔

قرض میں احسان مستحب ہے اگر شرط نہ ہو (یعنی قرض واپس کرنے کے وقت اس سے بہتر مال واپس کرنا مستحب ہے) مثلاً اگر کسی نے اس کو ایک نوجوان اونٹ بطور قرض دیا تو اس کے بدلے وہ ایسا اونٹ واپس کرے جس کے رباعی دانت کر گئے ہوں اس لئے کہ یہ حسن قضا اور مکارم اخلاق میں سے ہے اور جس نے کسی مسلمان کو دو مرتبہ قرض دیا اس نے گویا اس پر ایک مرتبہ صدقہ کیا۔

ابو رافع کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک آدمی سے ایک جوان اونٹ قرض لیا پھر آپ کے پاس زکوٰۃ کے اونٹوں میں سے کچھ اونٹ آئے آپ نے ابو رافع سے کہا کہ ایک جوان اونٹ دے کر اس کا قرض ادا کر دو، ابو رافع آپ کے پاس واپس گئے اور کہنے کہ ان اونٹوں میں مجھے جوان اونٹ نہیں ملا صرف رباعی اونٹ ہیں جو اس سے بہتر ہیں، آپ نے فرمایا اس کو وہ رباعی اونٹ دے دو، اس لئے کہ بہتر لوگ وہ ہیں جو اچھی طرح ادا کریں۔ (مسلم/ ۱۶۰۰)

مؤجل قرض کو جلد ادا کرنے کے لئے اس میں سے کچھ ساقط کر دینا جائز ہے، چاہے قرض دینے والے کے مطالبہ پر ایسا کیا جائے یا قرض لینے والے کے مطالبہ پر، اور جس نے دوسرے کی طرف سے قرض یا واجب نفقہ ادا کر دیا وہ اگر چاہے تو اس شخص سے اس کا مطالبہ کر سکتا ہے۔

تنگ دست کو مہلت دینا مکارم اخلاق میں سے ہے اور افضل یہ ہے کہ درگزر کر دے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَإِن كَانَ ذُو عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ إِلَىٰ مَيْسَرَةٍ وَأَن تَصَدَّقُوا خَيْرٌ لَّكُمْ إِن كُنتُمْ تَعْلَمُونَ﴾ (بقرہ: ۲۸۰) ''اور اگر کوئی تنگی والا ہو تو اسے آسانی تک مہلت دینی چاہئے۔ اور صدقہ کرو تو تمہارے لئے بہت ہی بہتر ہے اگر تم میں علم ہو''۔

حضرت ابو یُسر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جس نے کسی تنگ دست کو مہلت دی یا اس کا قرض معاف کر دیا تو اللہ تعالیٰ (قیامت کے دن) اس کو اپنا سایہ دے گا۔ (مسلم/ ۳۰۰۶)

قرض لینے والے کی چار حالتیں ہیں:

۱- اس کے پاس مطلقاً کچھ نہ ہو، ایسے شخص کو مہلت دینا واجب ہے۔

۲- اس کے پاس اس کے قرض سے زیادہ مال ہو، ایسے شخص سے مطالبہ کرنا جائز ہے اور اس پر ادائیگی لازم ہے۔

۳- اس کا مال اس کے قرض کے برابر ہو، ایسی صورت میں اس پر ادائیگی لازم ہے۔

۴- اس کا مال اس کے قرض سے کم ہو، ایسا شخص مفلس ہے قرض خواہوں کی درخواست پر اس پر حجر کیا جائے گا (یعنی مزید مالی، معاملات کرنے سے اسے روک دیا جائے گا) اور اس کا مال قرض خواہوں میں ان کے حصے کے اعتبار سے تقسیم کر دیا جائے گا۔

قرض لینے والے پر واجب ہے کہ وہ قرض ادا کرنے کی نیت رکھے ورنہ اللہ تعالیٰ اس کو ضائع کر دے گا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے جو لوگوں سے قرض اس کو واپس کرنے کی نیت سے لے تو اللہ تعالیٰ اس کی ادائیگی کرادے گا۔ اور جو اس کو ہڑپ کرنے کی نیت سے لے تو اللہ تعالیٰ اس کو ضائع کر دے گا۔ (بخاری/ ۲۳۸۷)

۶- رہن (گروی رکھنا)

رہن: رہن کا مطلب ہے قرض دینے کے عوض کوئی مال قرض دینے والے کے پاس گروی رکھ دیا جائے تاکہ قرض نہ ادا کرنے کی صورت میں اس سے اس کی تلافی کر دی جائے۔

رہن کے مشروع ہونے میں حکمتیں:

رہن اس لئے مشروع ہے تاکہ مال کی حفاظت ہو سکے۔اور قرض دینے والے کا مال ضائع نہ ہو جب اللہ تعالیٰ نے ادھار لینا حلال قرار دیا تو ادھار لینے والے پر لازم ہے کہ وہ اسے واپس کرے اور اگر اس نے واپس نہیں کیا تو اگر قرض لینے والے نے قرض دینے والے کو اس بات کی اجازت دی ہے کہ وہ گروی رکھا ہوا مال بیچ ڈالے تو وہ اس کو بیچ ڈالے اور اپنا قرض لے لے اور اگر اجازت نہیں دی ہے تو حاکم قرض لینے والے کو اس بات پر مجبور کرے کہ وہ قرض ادا کرے یا گروی رکھی ہوئی چیز بیچ ڈالے اور اگر اس نے ایسا نہیں کیا تو حاکم اس کو بیچ ڈالے اور قرض پورا کر دے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:**﴿وان کنتم علی سفر ولم تجدوا کاتباً فرھان مقبوضة﴾**
(سورہ بقرہ:۲۸۳) ''اور اگر تم سفر میں ہو اور لکھنے والا نہ پاؤ تو رہن قبضہ میں رکھ لیا کرو''۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ایک یہودی سے کچھ مدت تک کے لئے غلہ (ادھار) خریدا اور اپنے لوہے کی زرہ اس کے پاس گروی رکھ دی۔(بخاری/۲۰۶۸، مسلم/۱۶۰۳)

رہن اس شخص کے پاس امانت ہے جس کے پاس وہ رکھا جاتا ہے۔یا جس کو اس کا امین بنایا جاتا ہے۔لہٰذا کوتاہی کی صورت میں وہ اس کا ضامن ہوگا،گروی رکھی ہوئی چیز پر جو خرچ ہو اس کی ذمے داری گروی رکھنے والے پر ہے،البتہ اگر رہن پر کوئی جانور رکھا گیا ہو جس کو روزانہ چارہ کھلانے کی ضرورت ہو تو مرتہن جو اس پر خرچ کرے اس کے عوض اس پر سواری کرے اور اس کا دودھ پیئے۔

مرتہن کی اجازت کے بغیر راہن کا رہن کو بیچنا درست نہیں،پس اس نے اگر اس کو بیچ دیا ہے اور مرتہن نے اس کی اجازت دے دی ہے تو یہ بیع صحیح ہو جائے گی،اور اگر اس نے اجازت نہیں دی تو بیع فاسد ہوگی۔

۷-ضمانت اور کفالت

ضمانت:ضمانت کا مطلب ہے کہ کسی پر کوئی واجب الادا رقم ادا کرنے کی ذمہ داری کوئی دوسرا آدمی لے اور ساتھ ساتھ وہ ضمانت شدہ چیز پر بھی باقی رہے(جب تک وہ ادا نہ ہو جائے)

ضمانت کا حکم:

ضمانت جائز ہے اور مصلحت اس کی متقاضی ہے بلکہ کبھی کبھی اس کی سخت ضرورت پڑتی ہے،یہ ایک طرح سے نیک کام میں تعاون کرنا ہے،اس سے ایک مسلمان کی ضرورت پوری کی جاتی ہے اور اس کی پریشانی کو دور کیا جاتا ہے۔

ضمانت کے صحیح ہونے کی شرطیں:

ضمانت لینے والا ایسا شخص ہو جس کا تصرف جائز ہو،اور وہ اپنی خوشی سے ضمانت لے نہ کہ مجبور کیا گیا ہو،ضمانت ہر اس لفظ سے درست ہے جو اس پر دلالت کرے مثلاً یہ کہے میں نے اس کی ضمانت لی،یا میں نے اس کی طرف سے یہ بوجھ اٹھایا وغیرہ۔

ہر معلوم مال کی ضمانت درست ہے جیسے ہزار روپیہ ہو،اسی طرح مجہول مال کی ضمانت بھی درست ہے مثلاً یہ کہے کہ فلاں پر تمہارا جو کچھ مال ہے اسے ادا کرنے کی ذمے داری میں لیتا ہوں۔مضمون عنہ (جس کی ضمانت لی گئی ہو) خواہ زندہ ہو یا مردہ۔

اگر کسی ضامن نے کسی کے قرض ادا کرنے کی ذمہ داری لے لی ہے تو قرض لینے والا بالکل چھٹکارا نہیں پا جائے گا بلکہ وہ قرض دونوں پر ہوگا اور اسے ادا کرنے کی ذمہ داری دونوں کی ہوگی اور قرض دینے والا دونوں میں سے جس سے بھی چاہے مانگ سکتا ہے،اگر مضمون عنہ کی طرف سے قرض دینے والے کو قرض مل گیا ہے یا قرض دینے والے نے اسے معاف کر دیا ہے تو ضامن چھٹکارا پا جائے گا۔

کفالت: اس کا مطلب یہ ہے کہ کوئی اچھا آدمی اپنی خوشی سے اس بات کی ذمہ داری لے کہ وہ اس شخص کو حقدار کے سامنے حاضر کرے گا جس پر کسی کا کوئی مالی حق ہے۔

مشروع کفالت میں حکمت

اس کی حکمت حقوق کی حفاظت اور اس کے حاصل ہونے کی جدوجہد کرنا ہے۔

کفالت کا حکم:

کفالت جائز ہے، اگر کسی شخص نے کسی قرضدار کو حاضر کرنے کی ذمہ داری لی لیکن اسے حاضر نہیں کیا تو قرض پر جو واجب ہے وہ بطور تاوان اس سے لیا جائے گا۔

کفیل مندرجہ ذیل چیزوں کے پائے جانے کی صورت میں بری ہو جائے گا۔

اگر مکفول مر جائے یا مکفول خود حقدار کا حق ادا کر دے یا وہ کفیل خود حادثے کا شکار ہو جائے۔

جو شخص سفر کرنا چاہے اور اس پر کسی کا حق ہو جس کو سفر کی مدت سے پہلے ادا کرنا واجب ہو تو حقدار اسے سفر سے روک سکتا ہے۔

لیکن اگر کوئی دوسرا مالدار شخص اس کے ادا کرنے کی ذمہ داری لے لے یا کوئی مال گروی رکھ دے جس سے وہ قرض وقت مقررہ پر ادا کیا جانا ممکن ہو تو سفر کر سکتا ہے، کیونکہ ضرر زائل ہو گیا۔

گارنٹی لٹر جسے بینک ایشو کرتے ہیں اگر اس کے لئے کامل **Note Coverage** ہے یا پورا مبلغ پانے کے بعد گارنٹی لیٹر ایشو کیا گیا ہے تو سروس کے بدلے بینک اس پر اجرت لے سکتا ہے لیکن اگر گارنٹی لیٹر کے لئے **Coverage** نہیں ہے تو بینک کے لئے اس پر اجرت لینا جائز نہیں۔

۸-حوالہ

حوالہ: حوالہ کا مطلب یہ ہے کہ قرض دار اپنا قرض دوسرے کے حوالے کر دے (حوالہ کرنے والے کو محیل اور جس کے حوالہ کیا جائے اسے محال علیہ کہتے ہیں)

حوالہ کا حکم: حوالہ جائز ہے۔

حوالہ کی مشروعیت میں حکمت:

مال کی حفاظت اور انسان کی ضرورت پوری کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے حوالہ کو مشروع کیا ہے کبھی انسان قرض خواہ کے حق سے اپنے آپ کو بری کر لینا چاہتا ہے اور کبھی قرض خواہ قرض لینے والے سے اپنا حق لے لینا چاہتا ہے اور کبھی انسان کو اپنا مال ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنے کی ضرورت ہوتی ہے لیکن اس کے منتقل کرنے میں خطرہ ہوتا ہے مسافت دور ہونے کی وجہ سے اس کو اٹھا کر لے جانے میں دشواری ہوتی ہے ایسی صورت میں اللہ تعالیٰ نے حوالہ کو مشروع کیا ہے۔

اگر قرض لینے والا قرض دینے والے کو کسی مالدار پر حوالہ دے تو اس پر واجب ہے کہ حوالہ قبول کرے لیکن اگر کسی مفلس پر حوالہ دیا اور وہ جانتا نہیں ہے تو وہ اپنا حق محیل (قرض لینے والے) سے وصول کرے گا، اور اگر وہ جانتا تھا لیکن اس کے باوجود بھی حوالہ قبول کر چکا ہے تو رجوع نہیں کر سکتا۔

اور مالدار کے لئے قرض ادا کرنے میں ٹال مٹول کرنا حرام ہے کیونکہ یہ ظلم ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مالدار کا قرض ادا کرنے میں ٹال مٹول کرنا ظلم ہے اور اگر تم میں سے کسی کو مالدار پر حوالہ دیا جائے تو اسے قبول کر لے۔

(بخاری/۲۲۸۷، مسلم/۱۵٦٤)

جب حوالہ ہو جائے تو حق محیل کے ذمہ سے محال علیہ کے ذمہ کی طرف منتقل ہو جاتا ہے اور محیل اپنے ذمہ سے بری ہو جاتا ہے۔

جب حوالہ مکمل ہو جائے پھر محال علیہ مفلس ہو جائے تو اسے مہلت دینا مستحب ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایک تاجر لوگوں کو قرض دیتا تھا جب وہ کسی تنگ دست کو دیکھتا تو اپنے جوانوں سے کہتا کہ اس سے درگزر کرو ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے بدلے ہمارے گناہوں کو درگزر کر دے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس کے گناہوں کو معاف کر دیا۔ (بخاری/۲۰۷۸، مسلم/۱۵٦۲)

۹- صلح

صلح: صلح وہ عقد ہے جس سے دولڑنے والوں کے درمیان جھگڑا ختم کر دیا جائے۔

صلح کی مشروعیت میں حکمت:

اللہ تعالیٰ نے صلح کو اس اس لیے مشروع کیا ہے تاکہ دو جھگڑنے والوں کے درمیان پھر اچھے تعلقات قائم ہو سکیں اور دشمنی ختم ہو جائے، صلح کرانا بہت بڑی عبادت ہے اگر اس سے رضاء الٰہی مقصود ہو۔

صلح کرانے کی فضیلت:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿ لَّا خَيْرَ فِي كَثِيرٍ مِّن نَّجْوَاهُمْ إِلَّا مَنْ أَمَرَ بِصَدَقَةٍ أَوْ مَعْرُوفٍ أَوْ إِصْلَاحٍ بَيْنَ النَّاسِ وَمَن يَفْعَلْ ذَٰلِكَ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللَّهِ فَسَوْفَ نُؤْتِيهِ أَجْرًا عَظِيمًا ﴾ (النساء: ۱۱۴) ’’ان کے اکثر مصلحتی مشورے بے خیر ہیں ہاں بھلائی اس کے مشورے میں ہے جو خیرات کا یا نیک بات کا یا لوگوں میں صلح کرانے کا حکم کرے اور جو شخص صرف اللہ تعالیٰ کی رضا مندی حاصل کرنے کے ارادہ سے یہ کام کرے اسے ہم یقیناً بہت بڑا ثواب دیں گے‘‘۔

۲- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے رویت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: آدمی کے بدن کے ہر جوڑ پر ہر دن جس میں سورج نکلتا ہے صدقہ لازم ہے (کیونکہ ہر جوڑ خدا کی ایک نعمت ہے) اور لوگوں میں انصاف کرنا بھی ایک صدقہ ہے۔ (بخاری/۲۷۰۷، مسلم/۱۰۰۹)

صلح مسلمان اور کفار کے درمیان، عادل اور ظالم کے درمیان زوجین کے درمیان پڑوسیوں، رشتہ داروں، اور دوستوں کے درمیان اور مال کے علاوہ کسی دوسری چیز کے بارے میں لڑنے والوں کے درمیان اور مال کے بارے میں لڑنے والوں کے درمیان مشروع ہے۔

مال میں صلح کی دو قسمیں ہیں

۱- اقرار پر صلح: اس کی شکل یہ ہے کہ کسی کے اوپر کوئی سامان یا قرض ہو اور وہ دونوں اس کی

مقدار نہ جانتے ہوں لیکن مدعی علیہ اس کا اقرار کرتا ہو پھر کسی چیز پر اس سے صلح کر لے تو درست ہے، اور اگر کسی کا کسی کے اوپر فوری قرض ادا کرنا واجب ہوا ہے اور مدعی علیہ اس کا اقرار کرتا ہے اور بعض رقم ادا کر دیتا ہے اور بقیہ بعد میں دینے کے لئے کہتا ہے تو مدعی کا قرض ساقط کرنا اور مہلت دینا دونوں درست ہوگا، اور اگر ادھار رقم کا بعض حصہ فوری طور پر ادا کر کے صلح کرتا ہے تب بھی درست ہے۔

اس طرح کی صلح اس وقت درست ہے جب اقرار میں کوئی شرط نہ لگائی ہو۔ مثلاً یہ کہے کہ میں اس کا اقرار اس شرط پر کرتا ہوں کہ تم مجھے یہ چیز دو گے، اور اگر شرط نہ ہو تو اس کا حق نہ روکے۔

۲- انکار پر صلح: مدعی کا حق ہو جس کو مدعی علیہ نہ جانتا ہو اور اس کا انکار کرتا ہو پھر اگر وہ دونوں کسی چیز پر صلح کر لیں تو یہ صلح درست ہے لیکن اگر ان میں سے کوئی جھوٹ بولتا ہے تو اس کے حق میں باطنی طور پر وہ صلح کر لیں تو یہ صلح درست ہے، لیکن اگر دن میں سے کوئی جھوٹ بولتا ہے تو اس کے حق میں باطنی طور پر وہ صلح صحیح نہیں ہوگی اور اس نے جو مال لیا ہے وہ حرام ہوگا۔

مسلمان اپنی شرطوں پر قائم رہیں اور مسلمانوں کے درمیان صلح جائز ہے سوائے اس صلح کے جو کسی حرام کو حلال ٹھہراتا ہے یا حرام ٹھہراتا ہے۔

جائز صلح وہ ہے جو عدل وانصاف پر مبنی ہو جس کا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے حکم دیا ہے اور جس کا مقصد رضا الٰہی ہو پھر فریقین کو راضی کرنا ہو اللہ تعالیٰ نے صلح کی تعریف کی ہے چنانچہ فرماتا ہے: ﴿ **والصلح خير** ﴾ (نساء: ۱۲۸) ’’اور صلح بہتر ہے‘‘۔

عادل صلح کی کچھ شرطیں ہیں: ان میں سب سے اہم یہ ہیں:

دونوں صلح کرنے والے شرعی تصرفات کرنے کی اہلیت رکھتے ہوں حلال چیز کے حرام کرنے یا حرام چیز کے حلال کرنے پر یہ صلح نہ ہو، ان دونوں میں سے کوئی اپنے دعوی میں جھوٹا نہ ہو، صلح کرانے والا متقی اور پرہیزگار ہو، حقائق کا جاننے والا ہو وہ واجب کو پہچانے، عدل کا قصد کرے۔

اگر کوئی شخص اپنی ملکیت میں ایسی چیز لگائے یا بنائے جس سے اس کے پڑوسی کو تکلیف ہو جیسے کوئی بھاری مشین یا تنور تو ایسا کرنا حرام ہے، اور اگر تکلیف نہ ہو تو کوئی حرج نہیں۔

ایک پڑوسی کے دوسرے پڑوسی پر بہت سے حقوق ہیں، ان میں سب سے اہم اس سے تعلق قائم رکھنا، اس کے ساتھ بھلائی کرنا، اسے تکلیف نہ دینا اور اس کے تکلیف دینے پر صبر کرنا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جبرئیل علیہ السلام مجھے برابر پڑوسی کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کی وصیت کرتے رہے یہاں تک کہ میں نے خیال کیا کہ وہ اس کو مال میں وارث بنا دیں گے۔ (بخاری: ٦٠١٥، مسلم: ٢٦٢٥)

١٠- حجر (روکنا)

حجر: حجر کا مطلب یہ ہے کہ کسی شرعی سبب کی وجہ سے کسی انسان کو اس کے مال میں تصرف کرنے سے روک دیا جائے۔

حجر کی مشروعیت میں حکمت:

اللہ تعالیٰ نے مال کی حفاظت کرنے کا حکم دیا ہے، چنانچہ حجر کو بھی مال کی حفاظت کرنے کا وسیلہ بنایا ہے، یہ اس شخص کے لئے ہے جو اپنے مال میں اچھی طرح تصرف نہ کر سکے اور دھوکہ کھا جائے جیسے مجنون یا جس کے تصرف میں مال کے ضیاع کا اندیشہ ہو جیسے بچہ یا اسراف کا اندیشہ ہو جیسے احمق، یا اپنا مال اس طرح خرچ کرے جس سے دوسروں کے حق کو نقصان پہنچے جیسے مفلس جو قرض کے بوجھ کے نیچے دبا ہوا ہو، ایسے لوگوں کے اموال کی حفاظت کے لئے اللہ تعالیٰ نے حجر کو مشروع کیا ہے۔

حجر کی دو قسمیں ہیں:

١- دوسروں کی خاطر روکنا: جیسے مفلس کو قرض خواہوں کی خاطر روکنا۔

٢- خود اس کے فائدہ کے لئے روکنا: جیسے بچے، احمق، اور مجنون کو خود ان کے مال کی حفاظت کرنے کے لئے روکا جائے۔

مفلس (دیوالیہ ہونے والا): وہ شخص ہے جس کا قرض اس کے مال سے زیادہ ہو، حاکم

وقت اسے اپنے مال میں تصرف کرنے سے روک سکتا ہے اگر قرض خواہ اس کا مطالبہ کریں۔

جس کا مال اس کے قرض کے برابر ہو یا اس سے زیادہ ہو اس کو نہیں روکا جائے گا، البتہ اس کو قرض ادا کرنے کا حکم دیا جائے گا اور اگر وہ انکار کرتا ہے تو قرض خواہ کی درخواست پر اسے قید کر دیا جائے گا اور اگر اس نے ضد کی اور اپنا مال بیچ کر قرض ادا نہیں کیا تو حاکم وقت اس کو بیچ دے اور قرض ادا کر دے۔

جس کا مال اس کے فوری طور پر واجب الاداء قرض سے کم ہو وہ مفلس ہے اس پر حجر واجب ہے۔ لوگوں کو اس کے بارے میں بتا دیا جائے تا کہ لوگ دھوکہ نہ کھائیں اس پر حجر قرض خواہوں کی درخواست پر کیا جائے گا۔

جب مفلس پر حجر ہو جائے تو اس سے طلب منقطع ہو جائے گی اور وہ اپنے مال میں تصرف نہیں کر سکتا، پھر حاکم اس کا مال بیچ کر قرض خواہوں پر ہر ایک کو اس کے قرض کے بقدر تقسیم کر دے پھر اگر اس پر کوئی قرض نہ رہ جائے تو حجر ختم ہو جائے گا کیونکہ اس کو واجب کرنے والی چیز زائل ہو گئی۔

اگر حاکم نے مفلس کا مال قرض خواہوں میں تقسیم کر دیا ہے تو اس سے اب مطالبہ کرنا منقطع ہو جائے گا، اس کو پکڑنا یا اسے قید کرنا جائز نہیں بلکہ اسے چھوڑ دیا جائے گا اور اسے مہلت دی جائے گی، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اسے بقیہ قرض ادا کرنے کی توفیق دے۔

جو شخص اپنا قرض ادا کرنے پر قادر نہ ہو اس سے اس کا مطالبہ نہیں کیا جائے گا، اور اس کو قید کرنا منع ہے اور اس کو مہلت دینا واجب ہے اور بہتر یہ ہے کہ اس کا قرض معاف کر دیا جائے۔

کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وان كان ذو عسرة فنظرة الى ميسرة وان تصدقوا خير لكم ان كنتم تعلمون﴾

(بقرہ: ٢٨٠) "اور اگر کوئی تنگ کرنے والا ہو تو اسے آسانی تک مہلت دینی چاہئے اور صدقہ کرو تو تمہارے لئے بہت ہی بہتر ہے، اگر تم میں علم ہو"۔

تنگ دست کو مہلت دینے کی فضیلت:

اگر تنگ دست کو مہلت دی جائے تو اس میں بہت ثواب ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ

جس نے کسی تنگ دست کو مہلت دی اس کے لئے ہر دن کے بدلے اس کے دو مثل صدقہ ہے۔(احمد/٤٣٤٣٢، ملاحظه هو ارواء الغليل/٨٣٤١)

جوشخص اپنا سامان بعینہ مفلس (دیوالیہ ہونے والے) کے پاس پائے تو وہ اس کا زیادہ حق دار ہے اگر اسے اس کی قیمت میں سے بھی کچھ نہ ملا ہو اور مفلس زندہ ہو اور سامان اپنی اصلی حالت پر باقی ہو اور کوئی تبدیلی نہ ہوئی ہو۔

احمق: بچہ اور مجنون پر حجر کرنے میں حاکم کی ضرورت نہیں بلکہ ان کے ولی بھی کر سکتے ہیں ان کے ولی ان کے باپ ہیں اگر وہ عادل اور سمجھدار ہوں پھر وصی ولی ہے پھر حاکم ولی ہے، ولی کو چاہئے کہ ان کے لئے ان کے مال میں اچھی طرح تصرف کرے۔

چھوٹے بچے سے حجر دو امور کی وجہ سے زائل ہو جائے گا:

۱- جب وہ بالغ ہو جائے۔

۲- جب وہ سمجھدار ہو جائے اور اپنے مال میں اچھی طرح تصرف کر سکتا ہو اس کی سمجھ داری معلوم کرنے کے لئے اسے مال دے کر خرید وفروخت میں آزمایا جائے، پھر اگر وہ اچھی طرح تصرف کرتا ہے تو وہ سمجھ دار ہو گیا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَابْتَلُوا الْيَتَامَى حَتَّى إِذَا بَلَغُوا النِّكَاحَ فَإِنْ آنَسْتُم مِّنْهُمْ رُشْداً فَادْفَعُوا إِلَيْهِمْ أَمْوَالَهُمْ﴾ (نساء:٦) ''اور یتیموں کو ان کے بالغ ہو جانے تک سدھارتے اور آزماتے رہو پھر اگر ان میں تم ہوشیاری اور حسن تدبیر پاؤ تو انہیں ان کے مال سونپ دو''۔

اگر پاگل کا دماغ صحیح ہو گیا اور وہ نفع ونقصان سمجھنے لگا یا احمق انسان اتنا سمجھدار ہو گیا کہ وہ مال میں حسن تصرف کر لیتا ہے اور دھوکہ نہیں کھاتا اور نہ حرام کام میں یا غیر مفید چیز میں مال خرچ کرتا ہے تو ان سے حجر زائل ہو جائے گا اور ان کا مال ان کو واپس کر دیا جائے گا۔

اگر مالدار ہو کر قرض ادا کرنے میں ٹال مٹول کرے تو یہ ظلم ہے اس کو رسوا کرنا اور سزا دینا جائز ہے ایسے شخص کو تادیباً قید کر دیا جائے اگر تنگ دست ہو تو اس کو مہلت دینا ضروری ہے۔

١١- وکالہ (وکیل بنانا)

وکالہ: وکالۃ کا مطلب ہے اپنے ہی مثل آدمی کو اپنا نائب بنا کر اپنے ان امور کو انجام دینے کی ذمہ داری سونپنا جن میں نیابت ممکن ہے۔

وکالہ کی مشروعیت میں حکمت:

وکالہ محاسن اسلام میں سے ہے، سماج میں چونکہ ہر شخص ایک دوسرے سے جڑا ہوا ہے اس لئے ایک آدمی کا کچھ نہ کچھ حق دوسرے کے اوپر ہوتا ہے پھر آدمی یا تو خود ہی لین دین کرتا ہے یا کوئی دوسرا اس کی طرف سے کرتا ہے، چونکہ ہر آدمی اپنے امور کو خود ہی انجام نہیں دے سکتا اس لئے اسلام نے اپنا نائب اور وکیل بنانا جائز قرار دیا ہے۔

وکالہ جائز عقد ہے:

وکیل اور مؤکل دونوں کو کسی بھی وقت اس کے فسخ کرنے کا اختیار ہے۔ وکالۃ ہر اس قول یا فعل سے منعقد ہو جائے گی جو اس پر دلالت کرے۔

حقوق کی تین قسمیں ہیں:

۱- ایک قسم وہ ہے جس میں وکالہ مطلقاً درست ہے اور وہ ایسی چیزیں ہیں جن میں نیابت ہو سکتی ہے مثلاً عقود، فسوخ، حدود وغیرہ۔

۲- دوسری قسم وہ ہے جس میں وکالہ مطلقاً درست نہیں اور وہ خالص جسمانی عبادات ہیں جیسے طہارت نماز وغیرہ۔

۳- تیسری قسم وہ ہے جس میں اس صورت میں وکالۃ درست ہے جب آدمی خود کرنے پر قادر نہ ہو جیسے فرض حج اور عمرہ۔

درست آدمی (یعنی جو خود اپنے امور کو انجام دینے کی صلاحیت رکھتا ہو) وہ کسی دوسرے کو وکیل بنا سکتا ہے، اور وکیل بنانا ہر اس معاملے میں درست ہے جس میں نیابت جائز ہے جیسے خرید و

فروخت اور اجارہ وغیرہ اس طرح دوسرے معاملات جیسے طلاق آزادی بیع توڑنا اور حدود وغیرہ قائم کرنے میں بھی جائز ہے۔

وکالت: وقتی طور پر وکالہ درست ہے مثلاً یہ کہے کہ تم ایک مہینہ کے لئے میرے وکیل ہو، اسی طرح اسے کسی شرط کے ساتھ معلق کرنا بھی درست ہے مثلاً یہ کہے کہ جب میرے گھر کا اجارہ ختم ہو جائے تو اس کو بیچ دینا اور اگر وکالہ منجزہ ہوتب بھی درست ہے۔ مثلاً یہ کہے کہ اب تم میرے وکیل ہو، اور اس کا قبول کرنا فوراً بھی درست ہے اور تاخیر سے بھی۔

وکیل کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ ان کاموں کو کسی دوسرے شخص کے سپرد کرے جو اس کے سپرد کئے گئے ہیں اِلّا یہ کہ وہ نہ کر سکے یا جب اس کا موکل اس کو ایسا کرنے کی اجازت دے دے۔

وکالہ مندرجہ ذیل چیزوں سے باطل ہو جاتا ہے:

۱- ان دونوں میں سے کوئی اس کو فسخ کر دے۔

۲- موکل وکیل کو معزول کر دے۔

۳- ان دونوں میں سے کوئی ایک مر جائے یا پاگل ہو جائے۔

۴- ان دونوں میں سے کوئی ایک احمق ہونے کی وجہ سے حجر کیا جائے۔

وکیل بنانا اجرت دے کر بھی جائز ہے اور بغیر اجرت کے بھی اور وکیل کو جو چیزیں سپرد کی گئی ہیں ان کی حفاظت کی ذمہ داری اس کے اوپر ہے، اگر بغیر اس کی کوتاہی کے کچھ نقصان ہو جائے تو اس کا وہ ضامن نہیں ہوگا، لیکن اگر اس کی کوتاہی سے نقصان ہوا ہے تو وہ ضامن ہوگا، اور اگر وہ اپنی کوتاہی کا انکار کر رہا ہو تو قسم لینے کے بعد ہی اس کی بات مانی جائے گی۔

اگر کسی ایسے شخص کو وکیل بنایا جائے جو اچھی طرح کام کر سکتا ہو امانت دار ہو اور اس کی طرف سے خیانت کا کوئی خدشہ نہ ہو اور وکالۃ اس کو ان چیزوں سے غافل نہ کر رہی ہو جو اس سے زیادہ اہم ہیں۔ (جیسے نماز روزہ وغیرہ) تو ایسے آدمی کو وکیل بنانا مستحب ہے کیونکہ اس میں اجر وثواب ہے اگر چہ اس میں اجرت ہی کیوں نہ دینی پڑے اور اخلاص بھی ہونا چاہئے۔

۱۲- شرکت

شرکت: شرکت کا مطلب ہے ملکیت میں یا تصرف میں ساجھے داری۔

شرکت کی مشروعیت میں حکمت:

شرکت محاسن اسلام میں سے ہے یہ برکت کے حصول کا سبب ہے، اگر یہ صدق وامانت داری کی بنیاد پر قائم ہو تو مال میں اضافہ ہوتا ہے، امت کو اس کی ضرورت ہے، خاص طور سے بڑے پروجیکٹ کے لئے جس کو تنہا ایک آدمی نہیں کر سکتا، شرکت ضروری ہے جیسے صنعتی، عمرانی، تجارتی اور زرعی منصوبے۔

شرکت مسلم اور غیر مسلم دونوں کے ساتھ جائز عقد ہے لیکن شرط یہ ہے کہ کافر تنہا تصرف کا مالک نہ ہو کیونکہ اگر وہ تنہا تصرف کرے گا تو حرام معاملات بھی کرے گا جیسے سود، دھوکہ وخیانت وغیرہ۔

ساجھے داری دو طرح کی ہوتی ہے:

۱- ملکیت میں ساجھے داری:

یعنی دو آدمی یا اس سے زیادہ مالی استحقاق میں ساجھے دار ہوں جیسے دو آدمی زمین یا دوسرے غیر منقولہ جائداد کے مالک ہوں یا کارخانے کے مالک ہوں یا گاڑی کے مالک ہوں وغیرہ ایسی صورت میں ان میں سے کسی کے لئے دوسرے کی اجازت کے بغیر اس میں تصرف درست نہیں اور اگر تصرف کیا ہے تو صرف اسی کے حصے میں نافذ ہوگا۔

۲- عقود کی ساجھے داری:

اس کا مطلب تصرف میں ساجھے داری ہے، جیسے خرید وفروخت اور کرایہ پر دینا وغیرہ اس کی کئی قسمیں ہیں۔

۱- شرکۃ العنان:

اس کا مطلب یہ ہے کہ دو آدمی یا اس سے زیادہ جسمانی محنت کرنے میں روپیہ لگانے میں

شریک ہو جائیں اور ہر ایک کی رقم معلوم ہو اگر چہ برابر رقم نہ ہو بلکہ کم زیادہ ہو، یا تو دونوں جسمانی محنت کریں یا ان میں سے ایک جسمانی محنت کرے اور نفع میں اس کا حصہ دوسرے سے زیادہ ہو، اس میں شرط یہ ہے کہ اصل سرمایہ کی رقم معلوم ہونی چاہیے، وہ نقد ہو یا سامان ہو جس کا اندازہ کیا گیا ہو۔ ایسی صورت میں نفع اور نقصان اصل سرمایہ میں ہر ایک کے لگے ہوئے مال کے حساب سے ہوگا اور شرط اور ان کی آپس میں رضا مندی کے مطابق ہی ہوگا۔

۲-شرکۃ المضاربہ:

دو حصے داروں میں سے کوئی ایک دوسرے کو اپنا مال اس شرط پر دے کہ وہ اس میں تجارت کرے اور اس کا کچھ نفع اسے بھی دے مثلاً آدھا یا تہائی وغیرہ (جو معلوم اور متعین ہونا چاہئے) یا جس پر بھی دونوں راضی ہوئے ہوں یہ درست ہے اور بقیہ نفع دوسرے کا ہے، اور اگر تصرف کے بعد مال میں گھاٹا ہو تو نفع سے اس کی تلافی کی جائے، اور کرنے والے پر کچھ نہیں ہے یعنی وہ اس کا ضامن نہیں ہوگا، اگر اس کی کوتاہی سے وہ مال ضائع نہیں ہوا ہے، مضارب عامل مال قبضہ کرنے میں امین ہے اور تصرف کرنے میں وکیل ہے۔ کام کرنے میں اجیر (مزدور) کی حیثیت رکھتا ہے اور نفع میں شریک (پارٹنر) کی حیثیت رکھتا ہے۔

تعدی کا مطلب ایسے تصرفات کرنا ہے جو جائز نہیں ہیں اور تفریط کا مطلب ہے اس چیز کو چھوڑ دینا جس کا کرنا واجب ہے۔

۳-شرکۃ الوجوہ:

دونوں اصل سرمایہ (Capital) نہ لگائیں بلکہ تاجروں کو ان دونوں پر بھروسہ ہو اور وہ دونوں اپنے اثر و رسوخ سے اپنی ذمہ داری پر سامان وغیرہ خریدیں ایسی صورت میں جو نفع حاصل ہوگا وہ ان دونوں کے درمیان ہوگا اور ان میں سے ایک دوسرے کا وکیل و کفیل ہے اور ملکیت ان دونوں کے درمیان اس شرط کے مطابق ہوگی جو انہوں نے لگائی ہے اور ان کی ملکیت کے حساب سے خسارہ کا شمار ہوگا اور نفع اس شرط کے مطابق ہوگا جو ان دونوں نے لگائی ہے اور جس پر ان کا اتفاق ہوا ہے۔

۴-شرکۃ الابدان:

دو یا دو سے زیادہ اشخاص جسمانی محنت کر کے جو حلال روزی کمائیں اس میں شریک ہوں جیسے لکڑی کاٹنا، یا دوسرے پیشے وغیرہ میں شرکت کرنا ایسی صورت میں جس طرح ان دونوں کے درمیان معاہدہ ہوا ہے اس کے مطابق دونوں اللہ کی دی ہوئی روزی لیں۔

۵-شرکۃ المفاوضہ:

یہ ہے کہ شرکاء میں سے ہر ایک اپنے ساتھی کو کمپنی سے متعلق سارے مالی و جسمانی تصرفات سپرد کر دے اور خرید و فروخت دونوں کا وہ ذمہ دار ہو، ایسی صورت میں چاروں سابقہ شرکات کا اجتماع ہو جاتا ہے اور نفع ان دونوں کے درمیان شرط کے مطابق ہوگا اور خسارہ اس سرمایہ کے مطابق ہوگا جو ان میں سے ہر ایک نے کمپنی میں لگایا ہے۔

شرکۃ العنان، شرکۃ المضاربۃ، شرکۃ الوجوہ اور شرکۃ الابدان، مال بڑھانے کے بہترین وسائل ہیں، ان سے امت کو فائدہ پہنچے گا اور عدل و انصاف کا حصول ممکن ہوگا۔

عنان میں مال اور عمل دونوں طرف سے برابر برابر ہوتا ہے۔ مضاربۃ میں ایک کا مال ہوتا ہے اور دوسرے کی محنت ہوتی ہے، ابدان میں دونوں کی ایک ساتھ محنت ہوتی ہے اور وجوہ میں دونوں اپنا اثر و رسوخ استعمال کر کے کماتے ہیں۔

اس طرح کی شرکت اور معاملات سے سود سے بچا جا سکتا ہے (جو کہ ظلم ہے اور جس میں لوگوں کا مال باطل طریقے سے لیا جاتا ہے) اور جائز حدود میں کمائی کا دائرہ وسیع کیا جا سکتا ہے، اسلام نے انسان کے لئے تنہا اور ساجھے داری میں کمانا مباح کیا ہے۔

اگر دوسرے ملک کی کمپنی ملک کے کسی شہری کے نام اور کفالہ پر اپنا کاروبار شروع کرے اور اس کے مقابلے میں اسے کچھ متعین رقم یا نفع کا کچھ فیصد دے اور اس سے کسی قسم کا مال اور عمل کا مطالبہ نہ کرے تو ایسا کرنا جائز نہیں، یہ عقد صحیح نہیں ہے کیونکہ اس میں جھوٹ، دھوکہ اور ضرر ہے۔

۱۳-سینچائی اور بٹائی کا معاملہ

مساقات:

یہ ہے کہ کوئی آدمی اپنا پھل دار درخت کسی دوسرے آدمی کو اس شرط پر دے کہ وہ اس کو سینچے اور اس کی دیکھ بھال کرے اور اس کے بدلے پھل کا کچھ حصہ مثلاً آدھا، یا چوتھائی وغیرہ لے اور باقی پھل درخت کا مالک لے۔

مزارعہ:

یہ ہے کہ کوئی آدمی اپنی زمین کسی کو اس شرط پر دے کہ وہ اس میں کھیتی کرے اور اس کی دیکھ بھال کرے اور اس کے بدلے اس کی پیدوار کا آدھا حصہ یا چوتھائی حصہ وغیرہ لے اور باقی پیداوار مالک لے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو بھی مسلمان کوئی پودا لگاتا ہے یا کھیتی کرتا ہے اور اس سے پرندے یا انسان یا جانور کھاتے ہیں تو اس کو صدقہ کا ثواب ملتا ہے۔(بخاری/ ۲۳۲۰، مسلم/ ۱۵۵۳)

مساقات اور مزارعت کی مشروعیت میں حکمت:

بہت سے لوگوں کے پاس زمین ہوتی ہے یا درخت ہوتا ہے یا زمین اور بیج ہوتی ہے لیکن وہ خود کھیتی اور سینچائی وغیرہ نہیں کر سکتے اور بہت سے لوگ ایسے ہوتے ہیں جو کام کر سکتے ہیں لیکن ان کے پاس درخت یا زمین نہیں ہوتی اس لئے دونوں کی بھلائی کے لئے اسلام نے بٹائی کا نظام مشروع کیا ہے تا کہ زمین آباد ہو، پھلوں میں زیادتی ہو اور بے روزگاروں کو کام مل جائے جو کام کرنے پر قادر ہیں لیکن ان کے پاس زمین یا باغ نہیں ہے۔

مساقاہ اور مزارعۃ ایسا عقد ہے جو لازم ہو جاتا ہے اور اس کا فسخ کرنا دوسرے کی رضامندی ہی سے جائز ہے، اس کے لئے معلوم مدت شرط ہے خواہ وہ مدت طبی ہی کیوں نہ ہو اور یہ عقد دونوں کی رضامندی سے ہونا چاہئے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے خیبر کے یہودیوں سے آدھی پیداوار پر بٹائی کر لی خواہ وہ پھل ہو یا غلہ۔(بخاری:۲۳۲۸، مسلم:۱۵۵۱)

اگر ایک ہی باغ میں کھیتی اور درخت دونوں بٹائی پر دیئے جائیں تو ایسا کرنا جائز ہے، آدمی درخت کی سینچائی اور دیکھ بھال کے عوض پھل کا کچھ متعین حصہ لے سکتا ہے اور کھیتی کرنے کے عوض پیداوار کا کچھ متعین حصہ لے سکتا ہے، اور بقیہ باغ کے مالک کا ہے۔

مخابرہ یہ ہے کہ بٹائی پر لینے والا کاشت کار زمین کے مالک کے لیے زمین کے کسی ایک طرف کی پیداوار مثلاً نالے یا ندی کے پاس کی پیداوار متعین کر دے، یہ حرام ہے، اس لیے کہ اس میں دھوکہ، لاعلمی اور خطرہ ہے کیونکہ ایسا ہو سکتا ہے کہ کبھی اس زمین کا بعض حصہ آفت سے محفوظ رہے اور بعض محفوظ نہ رہے پس ایسی صورت میں جھگڑے کا احتمال ہے۔

زمین نقد لے کر کرایہ پر دینا جائز ہے اور اس کی پیداوار کے کچھ حصے مثلا آدھا یا تہائی وغیرہ کے عوض بھی (بٹائی پر) دینا جائز ہے۔

کفار کے ساتھ زراعت، صنعت، تجارت اور تعمیرات وغیرہ کی ڈیلنگ کی جا سکتی ہے بشرطیکہ کوئی ایسا کام نہ کیا جائے جس میں شریعت کی مخالفت ہو رہی ہو۔

مسلمان کے لئے کتا پالنا حرام ہے سوائے ان کتوں کے جو شکار کے لئے یا جانور یا کھیت کی حفاظت کے لئے ہوں۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: جس نے ایسا کتا پالا جو شکار کے لئے نہیں ہے اور نہ جانور اور کھیت کی حفاظت کے لئے ہے تو اس کے ثواب میں سے دو قیراط روزانہ کم ہوتا جائے گا۔

(بخاری/ ۲۳۲۲، مسلم/ ۱۵۷۵)

جس نے اپنی ملکیت (زمین، کھیت، مکان وغیرہ) میں کسی اچھے مقصد سے آگ جلا لی، پھر ہوا وہ آگ اڑا کر لے گئی اور اس سے دوسروں کا مال جل گیا اور وہ شخص آگ کو لوٹا نہیں سکتا ہے تو وہ اس کا ضامن نہیں ہوگا۔

۱۴-اجارہ (کرایہ پر دینا یا اجرت پر رکھنا)

اجارہ:

اجارہ کا مطلب ہے معلوم عوض دے کر مباح اور معلوم منفعت پر ایک معلوم مدت کے لئے عقد کرنا۔

اجارہ کا حکم:

اجارہ طرفین کی طرف سے لازم عقد ہے اور ہر اس لفظ سے منعقد ہوجائے گا جو اس پر دلالت کرتا ہے، مثلاً میں نے تم کو اجرت پر رکھا میں نے تم کو کرایہ پر دیا وغیرہ جو عرف عام میں مشہور ہو۔

اجارہ کی مشروعیت میں حکمت:

اجارہ سے لوگوں کے درمیان منافع کا تبادلہ ہوتا ہے، لوگوں کو کام کیلئے (کاری گری) کی ضرورت ہوتی ہے، رہنے کے لئے مکان کی ضرورت ہوتی ہے حمل ونقل کے لئے جانوروں اور گاڑیوں کی ضرورت ہوتی ہے، مختلف ضرورتوں کے لئے مختلف آلات کی ضرورت ہوتی ہے، لہٰذا اللہ تعالیٰ نے لوگوں پر آسانی کرنے کے لئے اجارہ مباح کیا ہے اجارہ سے تھوڑے سے مال کے عوض لوگ فائدہ اٹھاتے ہیں اور اپنی ضرورتیں پوری کر لیتے ہیں۔ (فللہ الحمد والمنة)

اجارہ کی دو قسمیں ہیں:

۱-اجارہ یا تو متعین رقم پر ہوتا ہے مثلاً یہ کہے میں نے تم کو یہ گھر یا گاڑی اتنے روپے میں کرایہ پر دیا۔

۲-یا معلوم ومقرر عمل پر ہوتا ہے مثلاً کسی کو دیوار بنانے کے لئے یا کھیت جوتنے کے لئے مزدوری پر رکھے۔

اجارہ کی شرطیں:

۱-اجارہ ایسے شخص کی طرف سے ہو جس کا تصرف کرنا جائز ہو۔ (یعنی صحیح الدماغ یا بالغ وغیرہ)

۲-منفعت کی معرفت ہو مثلاً گھر میں رہنا یا آدمی کی خدمت۔

۳-اجرت کی معرفت ہو۔

۴-منفعت مباح ہو جیسے کسی کو رہنے کے لئے گھر کرایہ پر دے اور اگر حرام کام کے لئے گھر یا دکان کرایہ پر دے مثلاً شراب بیچنے کیلئے، یا زنا کرنے کے لئے یا گرجا گھر بنانے کے لئے یا محرمات کو بیچنے کے لئے تو یہ حرام ہے۔

جو چیز کرایہ پر دی جائے اسے دیکھنا اس کا وصف معلوم ہونا ضروری ہے۔ اور عقد اس کے نفع پر ہو نہ کہ اس کے اجزاء پر، اور آدمی اس کو حوالہ کرنے پر قادر ہو، اور مباح منفعت پر مشتمل ہو اور کرایہ پر دینے والے کی ملکیت میں ہو یا مالک کی طرف سے اجازت دی گئی ہو۔

اگر بلا عقد جہاز یا گاڑی یا کشتی پر سوار ہو جائے یا اپنا کپڑا کسی درزی کو دے دے یا کسی حمال کو مزدور رکھ لے تو درست ہے اور اجرت وہی دی جائے جو عام طور پر چل رہی ہو۔

وقف کا اجارہ صحیح ہے اور اگر کرایہ پر دینے والا مر جائے اور وہ اس کے جانشین کی طرف منتقل ہو جائے تو اجارہ کا عقد فسخ نہیں ہوگا، اور دوسرا شخص اس کا بقیہ کرایہ لیتا رہے گا۔

جس کی بیع حرام ہے اس کا اجارہ بھی حرام ہے سوائے وقف، آزاد اور ام ولد کے۔

عقد کرنے کے بعد اجرت واجب ہے اور مدت گزر جانے کے بعد اجرت سپرد کر دینا ضروری ہے اور اگر دونوں تاخیر سے یا جلدی یا قسط پر لینے دینے پر راضی ہو گئے ہوں تو جائز ہے ایسے شخص کو پسینہ خشک ہونے سے پہلے مزدوری دے دی جائے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن میں تین آدمیوں کا دشمن ہوں گا، ایک وہ شخص جو میرا نام لے کر عہد کرے پھر توڑ دے دوسرا وہ شخص جو کسی آزاد آدمی کو بیچ ڈالے اور اس کی قیمت کھا لے اور تیسرا وہ شخص جو کسی کو مزدور رکھے پھر اس سے پوری خدمت کرا لے اور اس کی مزدوری نہ دے۔ (بخاری/۲۲۷۰)

جو چیز کرایہ پر دی گئی ہو اس کا بیچنا جائز ہے جیسے، گاڑی وغیرہ اور خریدنے والا اسے اس وقت

لے جب کرایہ پر لینے والا اس سے پورا فائدہ اٹھا چکا ہو اور کرایہ پر لینے کی مدت ختم ہو چکی ہو۔

اگر مزدور کے ہاتھ سے کوئی نقصان ہو جائے تو وہ اس کا ضامن نہیں ہوگا، اگر وہ نقصان اس کی کوتاہی سے نہ ہوا ہو، عورت مزدوری پر کوئی کام یا رضاعت اپنے شوہر کی اجازت کے بغیر نہیں کر سکتی۔

تعلیم مسجدوں کے بنانے یا اسی کے مثل کام پر اجرت لینا جائز ہے۔

امام یا مؤذن یا معلم قرآن بیت المال سے اپنی روزی لے سکتے ہیں، لیکن ان میں سے جو اللہ کے لئے کرے اس کو اس کا ثواب ملے گا، وہ بیت المال سے جو رقم لے رہا ہے وہ اطاعت پر اعانت ہے نہ کہ اپنے کام کی اجرت یا عوض۔

ضرورت کے وقت مسلمان کافر کو اجرت پر رکھ سکتا ہے، مثلاً وہ کسی مسلمان کو نہ پائے اور مسلمان کے لئے جائز نہیں کہ وہ اجرت لے کر یا بغیر اجرت کافر کی خدمت کرے، اور اگر اس کے نفس کی خدمت نہ ہو جیسے لوہار یا بڑھئی کا کام کرے تو جائز ہے۔

اس شخص کو گھر اور دکان کرایہ پر دینا درست نہیں جو اس میں حرام چیز بیچے جیسے آلات، لہو ولعب جو حرام ہیں یا فحش فلمیں یا عریاں تصویریں وغیرہ۔ اسی طرح جو حرام کاروبار کرے اس کو بھی دینا حرام ہے مثلاً، بینک کو دینا جو سودی کاربار کرتے ہیں، شراب کا کارخانہ قائم کرنے یا قحبہ خانہ بنانے کے لئے دینا، اسی طرح سگریٹ بیچنے کے لئے، داڑھی چھیلنے کیلئے، وڈیو کیسٹ یا گانے کے کیسٹ بیچنے کے لئے دینا بھی جائز نہیں کیونکہ اس میں حرام کام پر اعانت کرنا ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس سے منع کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَتَعَاوَنُواْ عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَى وَلاَ تَعَاوَنُواْ عَلَى الإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَاتَّقُواْ اللّهَ إِنَّ اللّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ﴾ (مائدہ: ۵/۲) ’’نیکی اور پرہیزگاری میں ایک دوسرے کی امداد کرتے رہو اور گناہ اور ظلم وزیادتی میں مدد نہ کرو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو بیشک اللہ تعالیٰ سخت سزا دینے والا ہے‘‘۔

جرمانے کی شرط کا حکم:

معاملات میں تاوان یا جرمانہ دینے کی شرط لگائی جاسکتی ہے جب تک کہ کوئی شرعی عذر نہ ہو مثلاً

کسی سے اس شرط پر عقد کیا کہ وہ اس کے لئے ایک گھر ایک لاکھ روپے میں ایک سال کے اندر بنا کر دے گا اور اگر ایک سال میں وہ مکمل نہیں کرے گا تو ہر مہینہ کے بدلے اسے ہزار روپیہ جرمانہ دینا پڑے گا پھر بنانے والے نے مثلاً چار مہینہ تاخیر کر دیا تو اس پر لازم ہے کہ گھر کے مالک کو چار ہزار روپیہ دے۔

اس قسم کی شرط میں حقوق کی حفاظت ہوتی ہے، اور اگر جرمانہ کی رقم بہت زیادہ ہو تو اس کے لئے قاضی کے پاس رجوع کیا جاسکتا ہے، اور حاکم سے مداخلت کرنے کی درخواست کی جاسکتی ہے جو نفع اور نقصان کو دیکھتے ہوئے اپنا فیصلہ کرے گا۔

۱۵- مسابقت (مقابلہ آرائی)

دوسروں سے پہلے غایت تک پہنچ جانا مسابقت ہے، مسابقت جائز ہے اور نیت اور قصد کے مطابق کبھی مستحب بھی ہے۔

مسابقت کی مشروعیت میں حکمت:

مسابقت اور کشتی لڑانا محاسن اسلام میں سے ہیں یہ دونوں مشروع ہیں کیونکہ ان سے فنون جنگ کی مشق اور بدن کی ورزش ہوتی ہے، جسم مضبوط ہوتا ہے آدمی جہاد کے لئے اپنے آپ کو تیار کرتا ہے، اور اپنے نفس کو صبر وضبط کا عادی بناتا ہے۔

مقابلہ آرائی لوگوں کے درمیان دوڑ میں ہوتی ہے، گھوڑے اور اونٹ دوڑانے میں ہوتی ہے اور تیر اندازی اور اسلحہ چلانے میں ہوتی ہے۔

مسابقت کے صحیح ہونے کی شرطیں:

۱- جس جانور پر سواری کی جائے وہ ایک ہی جنس کے ہوں یا جس آلے کو پھینکا جائے وہ ایک ہی نوع کے ہوں۔

۲- مسافت اور نشانے کی تحدید کر دی جائے۔

٣-عوض معلوم اور باح ہو۔

٤-جن دو جانوروں پر سوار ہو کر مقابلہ کیا جائے ان کی تعیین کردی جائے۔

اسی طرح جن دو نشانہ بازوں میں مقابلہ ہو ان کی تحدید کردی جائے کشتی، تیرا کی، اور ہر اس چیز میں مقابلہ آرائی جائز ہے جس سے جسم مضبوط ہو اور آدمی کی قوت برداشت بڑھے، بشرطیکہ یہ چیزیں اس کو واجب یا ان چیزوں سے غافل نہ کردیں جو ان سے زیادہ اہم ہیں۔ (مثلاً نماز، روزہ وغیرہ) یا حرام کاموں کا ارتکاب نہ ہو۔

موجودہ زمانے میں جو بوکسنگ یا کشتی کا مقابلہ ہوتا ہے وہ جائز نہیں کیونکہ اس میں خطرہ اور ضرر ہے اور اس میں بے پردگی کا اظہار کیا جاتا ہے۔

جانوروں کو ایک دوسرے کے خلاف برانگیختہ کرنا ناجائز ہے، اور اسی طرح ان کو نشانہ بنانا ناجائز ہے جس پر تیر پھینکے جائیں۔

عوض کی مسابقت صرف اونٹ یا گھوڑے یا تیراندازی میں جائز ہے، کیوں کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: مسابقت صرف تیر یا اونٹ یا گھوڑے میں ہے۔ (ابو داؤد/ ٢٥٧٤، ترمذی: ١٧٠٠)

مسابقہ میں معاوضہ لینے کی تین حالتیں ہیں:

١-عوض لے کر جائز ہے یہ اونٹ، گھوڑے اور تیراندازی کے مسابقہ میں ہے۔

٢-عوض لے کر یا بغیر عوض لئے دونوں حالتوں میں جائز نہیں جیسے نرد، شطرنج، جوا وغیرہ۔

٣-بلا عوض جائز ہے اور عوض لے کر جائز نہیں، یہی اصل اور اغلب ہے جیسے دوڑ کا مقابلہ، کشتی دوڑانے کا مقابلہ، کشتی کا مقابلہ وغیرہ۔

لیکن جیتنے والے کی ہمت افزائی کے لئے انعام یا ایسا عوض دیا جاسکتا ہے جس کی تحدید نہ کی گئی ہو۔

جوا اور شطرنج کھیلنا حرام ہے:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنصَابُ وَالْأَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوهُ﴾ (المائدہ: ٩٠) ''بات یہی ہے کہ شراب اور جوا اور تھان اور فال نکالنے

کے پانسے کے تیر یہ سب گندی باتیں شیطانی کام ہیں ان سے بالکل الگ رہو''۔

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جس نے نرد کھیلا اس نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی (نرد ایک قسم کا کھیل ہے جس کو اُردشیر بن بابک شاہ ایران نے ایجاد کیا تھا) (ابو داؤد/ ٤٩٣٨، ابن ماجہ/ ٣٧٦٢)

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہا سے مروی ایک دوسری روایت میں ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جس نے نردشیر کھیلا، اس نے گویا اپنا ہاتھ سور کے گوشت اور خون میں رنگا۔ (مسلم: ٢٢٦٠)

موجودہ زمانے میں بال سے کھیلنا:

بال سے کھیلنا لہو ولعب اور باطل ہے، اس میں کفار کی مشابہت ہوتی ہے، فیصلے کے لئے طاغوتی نظام کی طرف رجوع کرنا پڑتا ہے، وقت کا ضیاع ہوتا ہے، مال ضائع کیا جاتا ہے، ان اعضاء کی ستر پوشی نہیں ہوتی جن کی ستر پوشی واجب ہے مثلا ران، اس قسم کے کھیل لوگوں کو اللہ کے ذکر سے روکے رکھتے ہیں، وہ یا تو نماز چھوڑ دیتے ہیں یا تاخیر سے پڑھتے ہیں، کھلاڑیوں کے درمیان دشمنی پیدا ہوتی ہے، ہمت افزائی کرنے والوں کے درمیان بغض پیدا ہوتا ہے، خاص طور سے جب میچ ہوتا ہے، گروپ بندی ہوتی ہے، فتنہ برپا ہوتا ہے، گالی گلوج کی نوبت آجاتی ہے، آدمی عمدہ کاموں مثلاً علم اور دعوت الی اللہ سے غافل ہوجاتا ہے، کبھی کھلاڑی آپس میں لڑ جاتے ہیں، یہ ایسا باطل کھیل ہے جس کے ذریعے دشمنان اسلام نے لوگوں کو ان چیزوں سے غافل کردیا ہے جن کے لیے وہ پیدا کئے گئے ہیں اور وہ عبادت اور دعوت ہے اور اگر یہ برائیاں نہ پائی جائیں تو مباح ہے۔

بازاروں میں ایک خاص مقدار میں سامان خریدنے پر جو تحائف وانعام دینے کی پیش کش کی جاتی ہے اسی طرح مختلف مسابقات، نمائش، میلہ وغیرہ میں جو انعامات پیش کئے جاتے ہیں خواہ وہ کھیل وکود کا میلہ ہو یا تجارتی وفنی نمائش ہو یا ذی روح کی تصویر بنانے کا مقابلہ ہو یا فیشن کی نمائش ہو یا حسن کا مقابلہ ہو یہ سب امت کی عقل کے ساتھ کھلواڑ کرنا ہے۔

اس میں امت کا مال باطل طریقے سے کھایا جاتا ہے، اس کا وقت ضائع کیا جاتا ہے اس کا دین و اخلاق فاسد کیا جاتا ہے اور اسے اس چیز سے غافل کیا جاتا جس کے لئے وہ پیدا کی گئی ہے، لہٰذا ایک مسلمان کو ان تمام جگہوں میں جانے سے بچنا چاہئے۔

۱۶-عاریت (ادھار)

عاریت: کا مطلب ہے کسی چیز سے نفع حاصل کر کے اسے بلاعوض اس کے مالک کو لوٹا دیا جائے۔

اس کے مشروع ہونے میں حکمتیں:

انسان کو کبھی کسی چیز سے نفع حاصل کرنے کی ضرورت ہوتی ہے لیکن وہ اس کو خریدنے کی طاقت نہیں رکھتا اور نہ ہی اس کے پاس اتنا پیسہ ہوتا ہے کہ اسے کرایہ پر لے لے، اسی طرح بہت سے لوگ صدقہ کرنے یا ہدیہ دینے پر اپنے نفس کو آمادہ نہیں کر پاتے لہٰذا اسلام نے عاریت (ادھار لین دین) کو مشروع کیا ہے تاکہ ادھار لینے والے کی ضرورت پوری ہو جائے اور ادھار دینے والے کو ثواب مل جائے کیونکہ اس نے اپنے بھائی کو نفع پہنچایا ہے اور وہ سامان اس کے پاس باقی بھی رہ جائے۔

عاریت ایک ایسی سنت ہے جو مندوب ہے کیونکہ اس کے ذریعہ لوگوں پر احسان کیا جاتا ہے، ان کی ضرورتیں پوری کی جاتی ہیں، بھائی چارگی اور محبت کی فضاء قائم ہوتی ہے۔

عاریت کے صحیح ہونے کی شرطیں:

جس سامان سے فائدہ اٹھایا گیا ہے وہ اسی طرح باقی ہو، اور مباح کام میں اسے استعمال کیا گیا ہو اور ادھار دینے والا اس سامان کا مالک ہو اور تبرع کرنے کا اہل ہو، ساری مباح نفع بخش چیزوں کو ادھار دینا جائز ہے جیسے گھر، چوپایہ، گاڑی اور آلات وغیرہ۔

ایسے کام کے لئے ادھار دینا جس میں اللہ کی معصیت ہو حرام ہے، جیسے شراب پینے کے لئے

برتن ادھار دینا اور زنا کرنے کے لئے گھر ادھار دینا وغیرہ۔

ادھار لینے والے پر اس سامان کی حفاظت کرنا اور اس کو اس کے مالک کو صحیح سالم واپس کرنا ضروری ہے اور ادھار لینے والے کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ سامان اس کے مالک کی اجازت کے بغیر کسی دوسرے کو عاریۃً دے۔

اگر ادھار لینے والے کے ہاتھ سے اس کی کوتاہی کی وجہ سے نقصان ہوا ہے تو وہ اس کا ضامن ہوگا اور اگر اس نے کوتاہی نہیں کی ہے تو اس پر کوئی تاوان نہیں۔

۱۷-غصب

غصب: کا مطلب کسی کا مال ناحق قہراً و جبراً لینا ہے چاہے وہ غیر منقولہ جائداد ہو یا منقولہ جائداد۔

ظلم کی قسمیں:

ظلم کی تین قسمیں ہیں:

ایک وہ ظلم ہے جو چھوڑا نہیں جائے گا۔

دوسرا وہ ظلم ہے جسے معاف کیا جا سکتا ہے۔

تیسرا وہ ظلم ہے جسے معاف نہیں کیا جائے گا۔

جو ظلم معاف نہیں کیا جائے گا وہ شرک ہے، جو ظلم معاف کیا جا سکتا ہے وہ شرک کے علاوہ دوسرے گناہ ہیں جو بندہ اور اللہ کے درمیان ہیں، جو ظلم چھوڑا نہیں جائے گا وہ بندوں کا ایک دوسرے پر ظلم کرنا ہے، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن بعض کا بدلہ بعض سے دلائے گا۔

غصب کا حکم:

غصب حرام ہے اور کسی کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ کسی دوسرے کا مال بغیر اس کی خوشی کے لے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: **﴿ولا تاكلوا اموالكم بينكم بالباطل وتدلوا بها الى الحكام**

لتا كلوا فريقاً من اموال الناس بالاثم وانتم تعلمون﴾ (بقرہ:۱۸۸) ''اور ایک دوسرے کا مال ناحق نہ کھایا کرو نہ حاکموں کو رشوت پہنچا کر کسی کا کچھ مال ظلم وستم سے اپنا لیا کرو حالانکہ تم جانتے ہو''۔

حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جس نے کسی سے ایک بالشت زمین ظلماً لیا تو اس کے گلے میں قیامت کے دن سات زمینوں کا طوق ڈالا جائے گا۔(بخاری/۳۱۹۸، مسلم/۱۶۱۰)

اگر کسی نے کوئی زمین غصب کرلی اور اس میں پیڑ لگا دیا یا گھر بنالیا تو اس پیڑ کو کاٹنا اور مکان کو ہٹانا ضروری ہے اور اس میں جو بھی نقص ہوا ہے اس کا وہ ذمہ دار ہے اور مالک اگر اس کا مطالبہ کر رہا ہے تو اس کی سٹلمنٹ کرے۔ اور اگر دونوں قیمت لینے دینے پر راضی ہوجائیں تو جائز ہے۔

اگر زمین غصب کرنے والے نے اس میں کھیتی کی ہے اور کھیتی کاٹنے کے بعد اسے واپس کر رہا ہے تو وہ پیداوار غاصب کی ہے اور وہ اس کے مالک کو زمین کی اجرت دے دے لیکن اگر اس وقت واپس کر رہا ہے جب کھیتی پکی ہوئی ہے تو زمین کے مالک کو اختیار ہے چاہے اسے کاٹنے تک چھوڑ دے اور اس کے مثل اجرت لے لے یا اسے لے لے اور اس کا خرچ واپس کردے۔

غاصب پر واجب ہے کہ اس نے جو چیز غصب کی ہے وہ اس کے مالک کو واپس کردے اگرچہ اسے کئی گنا نقصان اٹھانا پڑے، اس لئے کہ وہ دوسرے کا حق ہے جس کا واپس کرنا واجب ہے، اور اگر غصب کئے ہوئے مال سے تجارت کیا تو اس کا نفع دونوں کے درمیان آدھا آدھا بانٹ دیا جائے گا۔

اگر غصب کرنے والے نے غصب کیا ہوا سوت بُن ڈالا یا غصب کیا ہوا کپڑا کاٹ ڈالا یا غصب کی ہوئی لکڑی کو چھیل ڈالا تو اس پر اس کے مالک کو لوٹانا واجب ہے، اور اس میں جو نقص ہوا ہے اس کا تاوان ادا کرے اور غاصب کے لئے کوئی چیز نہیں۔

اگر غاصب نے غصب کیا ہوا مال اپنے ایسے مال کے ساتھ ملا لیا ہے جس میں تمیز نہیں کیا جاسکتی جیسے اسی کے مثل تیل میں ملا لیا ہے یا چاول میں ملا لیا ہے تو اگر قیمت میں کمی زیادتی نہیں ہوئی ہے تو

وہ دونوں اپنے مال کے بقدر اس میں شریک ہوں گے اور اگر اس کی قیمت ملانے کی وجہ سے کم ہوگئی ہے تو غاصب ذمے دار ہوگا اور اگر ان میں سے کسی ایک کی قیمت زیادہ ہوگئی ہے تو اس کا مالک اس کا حقدار ہوگا۔

اگر غصب کیا ہوا مال ضائع ہوگیا یا عیب دار ہوگیا تو اس کا مثل واپس کیا جائے اور اگر مثل موجود نہیں ہے تو قیمت دی جائے۔

غاصب کے تصرفات مثلاً خرید وفروخت، نکاح اور حج وغیرہ مالک کی اجازت پر موقوف ہیں، اگر مالک نے اجازت دیدی تو وہ چیز منعقد ہوجائے گی، ورنہ باطل ہوجائے گی۔

غصب کی ہوئی چیز کے اجزاء کو جوڑنے میں جو قیمت لگی ہے اس کے بارے میں یا اس کی مقدار یا صفت کی تحدید کرنے کے بارے میں غاصب کا قول مانا جائے گا اور اس سے قسم بھی لی جائے گی جب تک کہ مالک دلیل نہ پیش کردے، اور اس کو لوٹانے اور اس کے عیب دار نہ ہونے میں مالک کا قول مانا جائے گا جب تک کہ دلیل وحجت نہ ہو۔

اگر کوئی پنجڑا یا دروازہ یا مشک کا بندھن یا رسی یا زنجیر کھول دیا ہے اور اس کے اندر کی چیز نکل گئی ہے یا ضائع ہوگئی ہے تو وہ اس کا ذمہ دار ہوگا چاہے وہ مکلّف ہو یا غیر مکلّف اس لئے کہ اس نے اس کو ضائع کیا ہے۔ اگر جانور رات میں فصل کو نقصان پہنچائے تو جانور کا مالک ذمہ دار ہوگا اس لئے کہ رات میں جانور کو باندھ کر رکھنے کی ذمہ داری اس کی ہے، لیکن اگر دن میں نقصان پہنچائے تو جانور کا مالک ذمہ دار نہیں ہوگا بلکہ کھیت کا مالک ذمہ دار ہوگا کیونکہ دن میں اپنے کھیت کی حفاظت کی ذمہ داری اس کی ہے، الّا یہ کہ جانور کے مالک نے کوتاہی کی ہو، ایسی صورت میں جانور کا مالک نقصان کی ذمہ داری لے۔

جس نے کاٹنے والا کتا پالا یا شیر یا بھیڑیا پالا اور اسے چھوڑ دیا یا جارح پرندہ پالا اور اس نے کچھ نقصان کردیا تو وہ اس کا ذمہ دار ہوگا۔

اگر غصب کی ہوئی چیز کو واپس کرنا چاہتا ہے لیکن اس کے مالک کو علم نہیں ہے تو حاکم کے سپرد

کردے اگر حاکم عادل ومنصف ہو یا اسے اس کی طرف سے صدقہ کردے، لیکن اگر بعد میں مالک نے اس کی اجازت نہیں دی تو وہ اس کا ذمہ دار ہوگا۔

اگر غاصب کے پاس غصب کیا ہوا مال، چوری کا مال، اور لوگوں کی امانت اور رہن وغیرہ ہے اور وہ اس کے مالک کو نہیں جانتا ہے تو وہ اسے صدقہ کردے یا مسلمانوں کے فائدہ کی چیز میں خرچ کردے اور اپنی ذمے داری سے بری ہوجائے۔

جس نے حرام مال کمایا جیسے شراب کی قیمت پھر توبہ کرلیا تو اگر وہ اس کی حرمت کے بارے میں پہلے نہیں جانتا تھا پھر بعد میں جانا ہے تو اس کے لئے اس کا کھانا جائز ہے لیکن اگر وہ حرمت کے بارے میں جانتا تھا پھر توبہ کیا ہے تو وہ اس سے اپنے آپ کو دور کرلے اور اسے رفاہ عامہ میں خرچ کردے، اور خود نہ کھائے۔

اگر آلات لہو، صلیب، شراب، کے برتن، فحش اور گمراہ کن لٹریچر وکتابیں اور جادو کے آلات وغیرہ ضائع کردے تو کوئی ذمہ داری نہیں اس لئے کہ ان کی بیع جائز نہیں لیکن انہیں حاکم کے حکم سے اور اس کی نگرانی میں ہی ضائع کیا جائے تاکہ فساد نہ ہو اور عام مصالح کی حفاظت کی جاسکے۔

جس نے اپنی ملکیت میں آگ بھڑکائی پھر وہ آگ اس کی کوتاہی سے دوسرے کی ملکیت میں لگ گئی جس سے کسی چیز کو نقصان پہنچا تو وہ اس کا ضامن ہوگا، لیکن اگر ہوا چلنے کی وجہ سے وہ آگ دوسرے کی ملکیت میں لگ گئی ہے تو وہ ضامن نہیں ہوگا، کیونکہ اس نے کوتاہی نہیں کی ہے اور اس کا اس میں کوئی دخل نہیں ہے۔ اگر جانور عام روڈ پر آجائے پھر کوئی گاڑی اسے کچل دے یا مار ڈالے تو وہ خون رائیگاں گیا اور مارنے والے پر کوئی تاوان نہیں، اگر وہ حادثہ اس کی غلطی وکوتاہی سے نہیں ہوا ہے اور جانور کا مالک اس کو چھوڑنے اور اس کی طرف سے لاپرواہی برتنے کی وجہ سے گناہ گار ہوگا۔

غاصب کے لئے غصب کئے ہوئے مال سے فائدہ اٹھانا حرام ہے اور اس کا واپس کرنا ضروری ہے، اسی طرح سارے مظالم ہیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے دوسرے کی

آبروریزی کی ہو یا کوئی اور ظلم کیا ہو تو وہ آج دنیا میں معاف کرالے اس دن سے پہلے جہاں نہ دینار ہوگا نہ درہم البتہ اگر نیک عمل اس کے پاس ہوگا تو وہ مظلوم کی برائیاں لے کر اس کے اوپر ڈال دی جائیں گی۔ (بخاری/۲۴۴۹)

انسان کے لئے جائز ہے کہ وہ اپنی جان اپنے مال کی طرف سے دفاع کرے جب کوئی اس کو قتل کرنا چاہے یا اس کا مال چھیننا چاہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک آدمی رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور کہنے لگا: اے اللہ کے رسول ﷺ! آپ مجھے بتائیں کہ اگر کوئی آدمی میرے پاس آئے اور میرا مال لینے لگے تو میں کیا کروں آپ نے فرمایا: تم اس سے لڑو اس نے کہا کہ اگر وہ مجھے قتل کردے تو آپ کیا فرماتے ہیں، آپ نے فرمایا کہ تم شہید ہو، اس نے کہا اگر میں اسے قتل کردوں تو آپ کی کیا رائے ہے آپ نے فرمایا کہ وہ جہنم میں جائے گا۔ (مسلم/۱۴۰)

۱۸-شفعہ اور شفاعہ

شفعہ: یہ ہے کہ اگر کسی مال میں کوئی شریک (پارٹنر) اپنا حصہ بیچنا چاہے تو دوسرے شریک کو اسے خریدنے کا حق پہلے حاصل ہے، وہ اسے اس قیمت پر خرید لے جو اس نے بیچنے والے کے ساتھ طے کیا ہے۔

شفعہ کے مشروع ہونے میں حکمتیں:

شفعہ محاسن اسلام میں سے ہے وہ اس لئے مشروع کیا گیا ہے تاکہ پارٹنر یا شریک کو نقصان نہ پہنچے کیونکہ بسا اوقات کوئی پارٹنر اپنا حصہ کسی ایسے آدمی کو بیچ دیتا ہے جو دوسرے پارٹنر کا دشمن ہوتا ہے یا بد اخلاق ہوتا ہے پھر دونوں میں دشمنی ہوجاتی ہے اور ایک پڑوسی کو دوسرے پڑوسی سے تکلیف ہوتی ہے، حق شفعہ اس ضرر کو دور کردیتا ہے۔

ہر اس چیز میں شفعہ ثابت ہے جو تقسیم نہ کی گئی ہو چاہے وہ زمین ہو یا گھر یا دیوار اور اس حق کو

ساقط کرنے کے لئے حیلہ بہانہ کرنا حرام ہے، اس لئے کہ وہ شریک سے ضرر کو دفع کرنے کے لئے مشروع کیا گیا ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہر اس چیز میں شفعہ کا حکم دیا ہے جس کی تقسیم نہ ہوئی ہو پھر جب حد بندی ہو جائے اور راستے (الگ الگ) پھیر دیئے جائیں تو کوئی شفعہ نہیں۔(بخاری/۲۲۵۷، مسلم/۱۶۰۷)

شفعہ پارٹنر یا شریک کا حق ہے جب اسے پتہ چل جائے کہ اس کا پارٹنر اپنا حصہ بیچ رہا ہے لیکن اگر اس نے مؤخر کر دیا تو اس کا شفعہ (حق خرید) باطل ہو جائے گا الاّ یہ وہ موجود نہ ہو، یا معذور ہو، ایسی صورت میں جب وہ قادر ہو تو اپنا حق خرید استعمال کر لے اور اگر اس کے لئے حاضر ہونا ممکن ہو لیکن خبر دینے کے باوجود شفعہ کا مطالبہ کرنے کے لئے حاضر نہیں ہوا تو اس کا شعفہ باطل ہو جائے گا۔ اگر شفیع (حق شفعہ والا) مرجائے تو شفعہ کا حق اس کے ورثاء کو ہوگا، شفیع پوری قیمت دے کر اسے خرید لے اور اگر بعض حصہ ادا کرنے پر قادر نہیں ہے تو حق شفعہ ساقط ہو جائے گا۔

شریک یا پارٹنر کے لئے جائز نہیں کہ وہ اپنا حصہ اپنے پارٹنر کی اجازت کے بغیر بیچے اور اگر اس نے بیچ دیا ہے اور اس کے پارٹنر نے اجازت نہیں دی ہے تو وہ اس کے خریدنے کا زیادہ حقدار ہے اور اگر اجازت دے دی ہے اور یہ کہہ دیا ہے کہ مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے تو بیع کے بعد اسے مطالبہ کرنے کا اختیار نہیں، پڑوسی اپنے پڑوسی کے شفعہ کا زیادہ حقدار ہے اور اگر دو پڑوسیوں میں کوئی مشترکہ حق ہو چاہے راستہ ہو یا پانی تو ان میں سے ہر ایک کے لئے شفعہ ثابت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: پڑوسی اپنے پڑوسی کے شفعہ کا زیادہ حقدار ہے، اسے اس کی مہلت دی جائے اگر چہ وہ موجود نہ ہو اگر ان دونوں کا راستہ ایک ہے۔(ابو داؤد/۳۵۱۸، ابن ماجہ/۲۴۹۴)

شفاعہ: کا مطلب ہے دوسروں کے لئے بھلائی طلب کرنا۔

شفاعت کی دو قسمیں ہیں: اچھی شفاعت، بری شفاعت

۱-اچھی شفاعت: اس چیز میں ہے جو شرعاً مستحسن ہو، مثلاً کسی ضرر کو دور کرنے یا مستحق کو نفع

دلانے یا مظلوم سے ظلم کو ہٹانے کے لئے کی جائے ایسی شفاعت (سفارش) قابل تعریف ہے، اور شفاعت کرنے والے کو اجر ملے گا۔

۲-بری شفاعت: اس چیز میں ہے جو شرعاً حرام یا مکروہ ہو جیسے حد ساقط کرنے کے لئے سفارش کی جائے یا کسی کے حق کو ہضم کرنے کے لئے سفارش کی جائے یا غیر مستحق کو دینے کی سفارش کی جائے یہ مذموم شفاعت ہے اور ایسا سفارشی گناہ گار ہوگا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: **﴿من يشفع شفاعة حسنة يكن له نصيب منها ومن يشفع شفاعة سيئة يكن له كفل منها وكان الله علىٰ كل شيءٍ مقيتاً﴾** (نساء:۸۵) ''اور جو شخص کسی نیک یا بھلے کام کی سفارش کرے، اسے بھی اس کا کچھ حصہ ملے گا اور جو برائی اور بدی کی سفارش کرے اس کے لئے بھی اس میں سے ایک حصہ ہے اور اللہ ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے''۔

۱۹-ودیعت (امانت رکھنا)

ودیعت: کا مطلب ہے کسی کے پاس مال جمع کرنا جو بلا عوض اس کی حفاظت کرے۔

ودیعت کے مشروع ہونے میں حکمت:

کبھی انسان اپنے مال کی خود حفاظت نہیں کر سکتا کیونکہ اس کے پاس مال رکھنے کے لئے مناسب جگہ نہیں ہوتی، یا وہ اپنے پاس رکھنے میں خطرہ محسوس کرتا ہے جب کہ اس کا کوئی مسلمان بھائی اس کے مال کی حفاظت اپنے پاس اچھی طرح کر سکتا ہے، لہٰذا اسلام نے مال کی حفاظت کے لئے ودیعت کو مباح کیا ہے جس پر اس شخص کو اجر ملے گا جس کے پاس مال رکھا گیا ہے اور جو اپنے مسلمان بھائی کے مال کی بلا معاوضہ حفاظت کرتا ہے۔ اس کی حفاظت کرنے میں بہت ثواب ہے، اللہ تعالیٰ بندے کی مدد میں ہوتا ہے جب تک بندہ اپنے بھائی کی مدد میں ہوتا ہے۔

ودیعت جائز عقد ہے، اگر مالک اسے طلب کرے تو اسے اس کی طرف لوٹانا واجب ہے اسی طرح جس کے پاس مال بطور امانت رکھا گیا ہے اگر وہ مال لوٹانا چاہتا ہے تو مال کے مالک کو اسے قبول کرنا واجب ہے۔

جو شخص مال کی حفاظت کرنے پر قادر ہو اس کے لئے ودیعت قبول کرنا مستحب ہے، کیونکہ اس کے ذریعہ اچھے کام پر تعاون کیا جاتا ہے، اس میں بہت بڑا ثواب ہے، ودیعت ایسے آدمی کی طرف سے آدمی کے پاس ہو جن کے لئے تصرف جائز ہے (یعنی وہ مجنون اور بچہ وغیرہ نہ ہوں) اگر آدمی کے پاس سے ودیعت ضائع ہو جائے اور اس نے اس کی حفاظت میں کسی قسم کی کوتاہی نہیں کی ہے تو وہ ضامن نہیں ہوگا۔ ودیعت کو محفوظ مقام پر رکھنا ضروری ہے جہاں آدمی اپنا مال محفوظ کرتا ہے۔

اگر خطرہ لاحق ہو یا جس کے پاس ودیعت رکھی گئی ہے وہ سفر کرنا چاہتا ہو تو ودیعت کا لوٹا دینا اس پر واجب ہے چاہے اس کے مالک کو لوٹائے یا اس کے وکیل کو، اور اگر انہیں لوٹانا ممکن نہ ہو تو حاکم کو دے دے، بشرطیکہ وہ عادل ہو اور اگر یہ بھی ممکن نہ ہو تو کسی قابل بھروسہ آدمی کے پاس رکھ دے تاکہ وہ اس کے مالک کو واپس کردے۔ جس کے پاس کوئی جانور بطور امانت رکھا گیا ہو اور وہ اس پر سواری کرتا ہو (ایسے کام میں نہیں جو صرف جانور کے فائدے کے لئے ہو جیسے کہ اس کے لئے چارہ وغیرہ لانے کیلئے) یا درہم رکھا گیا ہو اور وہ اسے تجوری سے نکال لے یا اس کو اپنے پیسوں میں خلط ملط کردے پھر سارا مال ضائع ہو جائے یا تلف ہو جائے تو وہ ضامن ہوگا۔

جس کے پاس مال رکھا جائے وہ امین ہے جب اسی کی کوتاہی سے مال کو نقصان پہنچے تو وہ ضامن ہوگا، ودیعت کو لوٹانے اور اس کے ضائع ہونے اور کوتاہی نہ برتنے میں (جس کے پاس امانت رکھی جائے) کا قول قبول کیا جائے گا اور اس سے قسم لی جائے گی، جب تک کہ کوئی دلیل نہ ہو۔

ودیعت چاہے مال ہو یا کوئی اور چیز ہو وہ مودع کے پاس امانت ہے، جب اس کا مالک اس کو طلب کرے تو اس کو فوراً لوٹانا واجب ہے اور اگر اس کے مالک نے اس کو واپس مانگا لیکن اس نے بغیر عذر اس کو واپس نہیں کیا اور وہ مال ضائع ہو گیا تو وہ اس کا ضامن ہوگا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: **﴿ان اللہ یأمرکم ان تؤدوا الامانات الی اھلھا﴾** (نساء: ۵۸) ''اللہ تعالیٰ تمہیں تاکیدی حکم دیتا ہے کہ امانت والوں کی امانتیں انہیں پہنچاؤ۔ اگر دو

آدمیوں نے مل کر کوئی مال کسی کے پاس جمع کیا ہے پھر ان میں سے ایک اپنا حصہ واپس مانگتا ہے چاہے وہ ایسی چیز ہو جسے ناپا یا تولا جاسکے یا شمار کیا جاسکے اور اسے تقسیم کرنا ممکن ہو تو اسے اس کا حصہ واپس کردے''۔

۲۰- احیاء الموات (بنجر یا غیر آباد زمین کو آباد کرنا)

موات: وہ زمین ہے جس کا کوئی مالک نہ ہو نہ اسے کسی خاص کام کے لئے الگ کیا گیا ہو اور نہ اس سے کوئی فائدہ اٹھاتا ہو۔

اس کے مشروع ہونے میں حکمت:

غیر آباد زمین کو آباد کرنے سے روزی کا دائرہ وسیع ہوتا ہے، مسلمانوں کو اس کی پیداوار سے فائدہ پہنچتا ہے، اس سے جو زکوٰۃ حاصل ہوتی ہے، وہ مستحقین پر تقسیم کی جاتی ہے۔

غیر آباد زمین کو آباد کرنے کی فضیلت:

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ کوئی مسلمان اگر کو درخت لگائے یا کھیتی کرے، پھر اس سے پرندے یا انسان یا چوپائے یا جانور کھائیں تو اس کو صدقے کا ثواب ملے گا۔ (بخاری/۲۳۲۰، مسلم/۱۳۵۳)

غیر آباد زمین کو آباد کرنے کا حکم:

جو شخص کسی غیر آباد زمین کو آباد کرے جو کسی کی ملکیت میں نہ ہو تو وہ اس کی زمین ہو جائے گی چاہے وہ مسلمان ہو یا ذمی خواہ وہ امام کی اجازت سے ہو آباد کی گئی ہو یا بغیر اس کی اجازت کے آباد کی گئی ہو، چاہے وہ دارالاسلام میں یا دارُالکفر میں ہو بشرطیکہ وہ زمین عام مسلمانوں کے فائدہ کے لئے نہ ہو، جیسے قبرستان اور لکڑی جمع کرنے کی جگہ ان سب جگہوں کو آباد کرنے سے کسی کی ملکیت ثابت نہیں ہوگی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے کسی ایسی غیر آباد زمین کو آباد کیا جو کسی کی ملکیت میں نہ ہو تو وہ اس کا زیادہ حقدار ہے۔ (بخاری/۲۳۳۵)

زمین کو مندرجہ ذیل طریقوں سے آباد کیا جاتا ہے:

۱-اس پر بلند دیوار اٹھادی جائے، یا اس میں پانی جاری کیا جائے یا اس میں کنواں کھود دیا جائے یا اس میں پیڑ لگا دیا جائے، اس میں عرف عام کا اعتبار ہوگا، عام طور سے لوگ جس چیز کو آباد کرنا کہیں اس سے غیر آباد زمین پر ملکیت ثابت ہوجائے گی، پس جس نے کسی غیر آباد زمین کو آباد کیا وہ ان تمام چیزوں کا مالک ہوگیا جو اس میں ہیں اور اگر وہ آباد نہ کرسکا تو امام کو چاہئے کہ اسے اس سے لے کر ایسے شخص کو دے دے جو اس کو آباد کرسکے۔

جو زمین شہر سے قریب ہو آدمی اس غیر آباد زمین کا مالک امام کی اجازت ہی سے بن سکتا ہے۔ کیونکہ مسلمانوں کو اس کی ضرورت پڑ سکتی ہے۔ جیسے قبرستان کے لئے یا مسجد و مدرسہ بنانے کے لئے اور جب وہ اس کا مالک ہوجائے گا تو مصالح عامہ فوت ہوجائیں گے۔

وہ بنجر زمین جس کا پانی بہہ کر کسی ایسی زمین میں آتا ہو جو کسی کی ملکیت ہے تو وہ اس زمین کے تابع ہوگا، اس کو ان کی اجازت کے بغیر زندہ کرنا یا کسی دوسرے کے نام کرنا جائز نہیں۔

امام اس شخص کو وہ زمین جاگیر دے سکتا ہے جس کو اس نے آباد کیا ہے اور کشادہ راستوں پر لوگوں کو خرید و فروخت کے لئے بیٹھنے کی جگہ بھی جاگیر دے سکتا ہے، بشرطیکہ عام لوگوں کو چلنے میں تنگی و دشواری نہ محسوس ہو، اور اگر جاگیر پر نہیں دیا گیا ہے تو وہاں وہ شخص بیٹھے جو پہلے گیا ہو اور اگر دو آدمی ایک ساتھ پہلے گئے ہوں تو ان دونوں کے درمیان قرعہ اندازی کی جائے اور اگر راستے کے بارے میں لوگوں کا اختلاف ہو تو اسے سات ہاتھ کردیا جائے۔

اگر کوئی زمین زندہ کرنے کے لئے کسی کے لئے خاص کردی جائے تو اس پر اس کی ملکیت اس وقت تک مکمل طور پر نہیں مانی جائے گی جب تک کہ وہ اس کو زندہ نہ کردے، پس اگر وہ ایک مقررہ مدت میں اس کو زندہ نہ کرسکا تو حاکم کو اختیار ہے کہ اس کو اس سے لے کر دوسرے کے حوالے کردے، جو اس کو زندہ کرنے کی اہلیت رکھتا ہو۔

جس کا کھیت مباح پانی (جیسے نہر اور وادی کا پانی) کے اوپر کے حصے میں ہو وہ سینچائی کرے اور

ٹخنوں تک پانی اپنے کھیت میں روک لے پھر ان لوگوں کی طرف چھوڑ دے جن کے کھیت نشیب میں واقع ہوں۔

صرف امام کے لئے یہ جائز ہے کہ وہ بیت المال کے جانوروں جیسے جہاد کے گھوڑوں اور زکوٰۃ کے اونٹوں کے چرنے کے لئے چراگاہ بنادے بشرطیکہ اس سے مسلمانوں کو ضرر نہ پہنچے۔

تین چیزیں مسلمانوں کے درمیان مشترک ہیں:

پانی، چارہ، آگ، لہٰذا چراگاہ اسی وقت بنانا درست ہے جب وہ عام مسلمانوں کے فائدہ کے لئے ہو۔ جو شخص کسی مباح چیز کو حاصل کرنے کے لئے سبقت لے جائے اور اسے پالے وہ اس کا ہے مثلاً شکار، عنبر، اور لکڑی وغیرہ۔

ایک مسلمان کے لئے کسی دوسرے کا مال یا زمین وغیرہ غصب کرنا حرام ہے۔

۱-حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جس نے کسی کی ایک بالشت زمین ظلماً حاصل کر لی اسے (قیامت کے دن) سات زمینوں کا طوق پہنایا جائے گا۔ (بخاری/۲۴۵۳، مسلم/۱۶۱۲)

۲-حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص تھوڑی سی زمین بھی ناحق لے لے گا وہ قیامت کے دن سات زمینوں تک دھنستا چلا جائے گا۔ (بخاری/ ۲۴۵۴)

۲۱-جعالۃ (اجرت)

کسی مباح کام کو کرنے کے عوض میں کسی کو مقررہ اجرت دینا جعالہ کہلاتا ہے خواہ وہ کام معلوم ہو یا معلوم نہ ہو جیسے دیوار بنانا یا بدک کر بھاگنے والے جانور کو واپس لانا وغیرہ۔

جعالہ کا حکم:

(اجرت یا مزدوری) جائز ہے اور لوگوں کو اس کی ضرورت ہے۔

32 F-A-1

جعالہ کی صفت:

مثلاً کوئی انسان یہ کہے کہ جس نے میرے لئے یہ دیوار بنائی یا یہ کپڑا سلایا یا یہ گھوڑا واپس لایا تو اس کو اتنا مال ملے گا، پس جس نے وہ کام کر دیا وہ جعالہ کا مستحق ہے۔

جعالہ کو فسخ کرنا جائز ہے:

اگر یہ فسخ کام کرنے والے کی طرف سے ہو تو وہ کسی چیز کا مستحق نہیں اور اگر کام کرانے والے کی طرف سے ہو تو اگر کام شروع کرنے سے پہلے فسخ کیا ہے تو عامل کو کوئی اجرت نہیں ملے گی۔ لیکن اگر کام شروع کرنے کے بعد کیا ہے تو عامل کو اس کے عمل کی اجرت دی جائے گی۔ جس نے کسی گری پڑی چیز یا گمشدہ چیز کو بغیر اجرت طے کئے واپس کیا وہ کسی عوض کا مستحق نہیں لیکن کچھ دے دینا مستحب ہے۔

جس نے کسی کا مال ضائع ہونے سے بچالیا اور اسے اس کے مالک کو واپس کر دیا تو وہ اپنے کام کے اعتبار سے اجرت کا مستحق ہے، اگرچہ بغیر شرط ہو۔

۲۲- لقطہ اور لقیط (گری پڑی چیز یا گرا پڑا بچہ پانا)

لقطہ: وہ مال یا کوئی خاص چیز ہے جسے اس کا مالک بھول کر چھوڑ جائے یا کھو دے پھر وہ کسی دوسرے کو مل جائے۔

گری پڑی چیز کو اٹھانے کا جواز پھر اس کی شناخت کرانا محاسن اسلام میں سے ہے، کیونکہ اس سے مسلمان کے مال کی حفاظت ہوتی ہے اور اٹھا کر شناخت کرانے والے کو ثواب ملتا ہے۔

ضائع مال کی تین قسمیں ہیں:

۱- ایک وہ مال جس کی عام طور پر پرواہ نہ کی جاتی ہو جیسے کوڑا، ڈنڈا، روٹی، اور پھل، وغیرہ، اس قسم کا مال پانے والا خود اپنی ملکیت میں لے سکتا ہے اگر اس کا مالک نہ ملے، اور اس کی شناخت کرانا واجب نہیں، لیکن افضل یہ ہے کہ اس کو صدقہ کر دے۔

۲- وہ گمشدہ حیوانات جنہیں چھوٹے درندے نقصان نہ پہنچا سکیں جیسے اونٹ، گائے، گھوڑا، اور پرندے وغیرہ ایسے بھولے بھٹکے حیوانات اگر ملیں تو ان کو پکڑنا جائز نہیں اور اگر پکڑ لیا تو اس پر اس کا ضامن ہونا لازم ہے۔

۳- سارے اموال جیسے روپیہ، پیسہ، سامان، بیگ، اور وہ حیوانات جو درندوں سے اپنی حفاظت خود نہ کر سکتے ہوں جیسے بکری، اونٹنی کا بچہ، گائے کا بچہ، وغیرہ ان کو اٹھا لینا یا پکڑ لینا جائز ہے۔ اگر آدمی کے دل میں لالچ پیدا نہ ہو اور اس کی شناخت کرانے کا مکمل ارادہ ہو۔ پھر آدمی اس پر دو عادل گواہ بنا لے، پھر ایک سال تک بازاروں، مسجدوں وغیرہ میں مباح ذرائع ابلاغ سے اس کی شناخت کراتا رہے۔

ایک سال تک شناخت کرانے کے دوران اگر اس کا مالک مل جائے تو اس کو وہ چیز دے دے اور اگر نہ ملے تو اس کی صفت اور مقدار کو اچھی طرح دھیان میں رکھ لے پھر اسے خود استعمال کرے اور اس کا مالک بن جائے، لیکن اگر اس کا مالک آجائے اور اس کا صحیح وصف بتا دے تو وہ چیز اسے واپس کر دے اور اگر وہ تلف ہو گیا ہے تو اس کے مثل دے دے۔

اگر لقطہ ضائع ہو جائے یا شناخت کرانے کے دوران تلف ہو جائے اور پانے والے کی طرف سے کوئی کوتاہی نہ ہوئی ہو تو اس پر کوئی تاوان نہیں۔

اگر لقطہ بکری یا اونٹ کا بچہ یا گائے کا بچہ یا اسی کے مثل کوئی دوسری چیز ہو تو جسے وہ ملے وہ اس کے ساتھ وہ معاملہ کرے جس میں اس کے مالک کے لئے بھلائی ہو مثلاً اسے کھا لے اور اس کی قیمت کا ذمہ اپنے اوپر لے یا اس کو بیچ ڈالے اور اس کی قیمت حفاظت سے رکھ لے یا جانور کو اپنے پاس باقی رہنے دے اور اس کو چارہ وغیرہ کھلانے میں جو خرچ ہو وہ اس کے مالک سے لے لے۔

حضرت زید بن خالد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے سونے یا چاندی کے لقطہ کے بارے میں پوچھا گیا، آپ نے فرمایا کہ اس کا بندھن اور ڈاٹ پہچان لو پھر ایک سال تک لوگوں سے اس کی شناخت کراتے رہو پھر اگر اس کا مالک نہ ملے تو اس کو خرچ کرو لیکن وہ مال

تمہارے پاس امانت ہوگا پھر اگر (ایک سال کے بعد بھی) اس کا مالک کسی دن آجائے تو اس کو ادا کردو، اس شخص نے آپ سے کہا کہ اگر گم شدہ اونٹ ملے؟ آپ نے فرمایا تمہیں اونٹ سے کیا لینا دینا ہے، وہ تو اپنا جوتا اپنا مشک اپنے ساتھ رکھتا ہے وہ خود پانی پر جا کر پانی پی لیتا ہے اور درخت کے لئے پتے کھا لیتا ہے۔ (اسے چھوڑ دو) یہاں تک کہ اس کا مالک اس کو پالے، اس نے کہا کہ اگر گم شدہ بکری ملے تو کیا حکم ہے آپ نے فرمایا اسے پکڑ لو اس لئے کہ وہ یا تو تمہارے لئے ہے یا تمہارے بھائی کے لئے ہے (یعنی اس کے مالک کے لئے ہے) یا بھیڑیئے کے لئے ہے۔ (بخاری/۱۹، مسلم/۱۷۲۲)

احمق اور بچہ اگر گری پڑی چیز پائیں تو ان کا ولی اس کی شناخت کرائے۔

حرم میں اگر کوئی پڑی ہوئی چیز ملے تو اس کو کوئی نہ اٹھائے الّا یہ کہ اس کے ضائع ہونے کا خوف ہو اور اس کے اٹھانے والے پر جب تک وہ مکہ میں رہے اس کی شناخت کرانا واجب ہے، اور جب مکہ سے نکلنے کا ارادہ کرے تو اسے حاکم یا اس کے نائب کے حوالے کردے، مکہ کے لقطہ کا آدمی کبھی مالک نہیں بن سکتا اور کسی کے لئے اسے اٹھانا جائز نہیں سوائے اس شخص کے جو ہمیشہ اس کی شناخت کراتا رہے۔

مسجد میں گمشدہ جانور تلاش کرنا جائز نہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص یہ سنے کہ کوئی شخص مسجد میں گم شدہ جانور تلاش کر رہا ہے اس سے یہ کہے کہ اللہ تعالیٰ اسے تمہاری طرف واپس نہ کرے اس لئے کہ مسجدیں اس کے لئے نہیں بنائی گئی ہیں۔ (مسلم/۵۶۸)

لقیط: وہ نومولود بچہ ہے جو کسی جگہ پھینک دیا جائے یا وہ بچہ ہے جو راستہ بھول گیا ہو اور اس کا نسب اور غلامی معلوم نہ ہو۔

لقیط کا حکم: ایسے بچے کو اٹھانا فرض کفایہ ہے اور جو اس کو اٹھائے گا اور اس کی پرورش کرے گا اس کو بہت ثواب ملے گا۔

لقیط اگر دار الاسلام میں پایا جائے تو اس کو مسلم سمجھا جائے گا اور جہاں کہیں بھی وہ ملے اسے آزاد سمجھا جائے گا اس لئے کہ اصل وہی ہے جب تک کہ اس کے برعکس ہونے کے بارے میں نہ جانا جائے۔

لقیط کی پرورش:

اس کی پرورش وہ کرے جو اسے پائے اگر وہ مکلّف امین اور عادل ہو اور اس کے نفقہ کی ذمہ داری بیت المال پر ہے اور اگر اس کے ساتھ کوئی اور چیز بھی ملی ہو تو اس پر اس سے خرچ کیا جائے گا۔

لقیط کی میراث اور اس کی دیت بیت المال کے لئے ہے اگر اس کا کوئی وارث نہ ہو اور قتل عمد میں اس کا ولی امام ہوگا وہ چاہے قصاص لے یا دیت لے جو بیت المال کے لئے ہوگی۔

اگر کوئی مرد یا عورت جس کا شوہر مسلمان ہو یا کافر یہ دعویٰ کرے کہ وہ اس کا بچہ ہے تو وہ بچہ اسے دے دیا جائے گا اور اگر کئی لوگوں نے دعویٰ کیا کہ وہ میرا بچہ ہے تو جو دلیل و حجت پیش کرے اس کو دیا جائے گا، اور اگر دلیل نہ ہو تو قیافہ شناس اسے جس کی طرف منسوب کریں اس کا بچہ مانا جائے گا۔

۲۳- وقف

وقف: یہ ہے کہ آدمی اصل کو روک لے اور اس کا فائدہ ثواب کے لئے خیرات کردے۔

وقف کے مشروع ہونے میں حکمت:

اللہ تعالیٰ نے جس کو مال و دولت عطا کیا ہے اسے چاہیے کہ خوب نیکی کا کام کرے اور اپنی کچھ جائداد اللہ کے راستے میں وقف کردے جس کی اصل روک لے اور نفع خیرات کر دیا کرے۔ ہوسکتا ہے کہ اس کی جائداد اس کے مرنے کے بعد ایسے لوگوں کے ہاتھ لگ جائے جو اس کی حفاظت نہ کر سکیں۔ وقف مستحب ہے اور یہ سب سے افضل صدقہ ہے اور اللہ سے قربت حاصل کرنے کا بہترین ذریعہ ہے یہ ایک ایسا عمل ہے کہ موت کے بعد بھی اس کا صلہ منقطع نہیں ہوگا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جب انسان مرجاتا ہے تو

اس کا عمل منقطع ہو جاتا ہے سوائے تین چیزوں میں صدقہ جاریہ یا وہ علم جس سے لوگ نفع اٹھائیں یا وہ نیک لڑکا جو اس کے لئے دعا کرے۔(مسلم/۱۶۱۳)

وقف کے صحیح ہونے کی شرطیں:

۱-وقف ایسی معلوم جائیداد میں ہو جس سے فائدہ اٹھایا جا سکے اور اصل باقی رہ جائے۔

۲-وقف نیک کام پر کیا جائے جیسے مسجدوں، پلوں، اقرباء اور فقراء پر۔

۳-وقف کسی معین چیز پر کیا جائے جیسے یہ کہے یہ فلاں مسجد کے لئے وقف ہے یا فلاں شخص کے لئے وقف ہے، مثلاً زید، یا فلاں صنف کے لئے وقف ہے جیسے فقراء۔

۴-وقف وقتی طور پر نہ ہو اور نہ کسی شرط کے ساتھ معلق ہو الا یہ کہ اپنی موت سے معلق کرے۔

۵-وقف کرنے والا ایسا شخص ہو جس کا تصرف درست ہو۔

وقف قول وفعل دونوں سے منعقد ہو جائے گا، مثلاً یہ کہے میں نے وقف کیا میں نے اسے روک لیا، میں نے اسے اللہ کے راستے میں دیا۔

فعل کی مثال جیسے کوئی شخص مسجد بنائے اور لوگوں کو اس میں نماز پڑھنے کی اجازت دے یا قبرستان بنائے اور اس میں لوگوں کو دفن کرنے کی اجازت دے۔

جمع، تقدیم اور ترتیب وغیرہ میں وقف کرنے والے کی شرط پر عمل کرنا واجب ہے، جب تک کہ وہ شریعت کے مخالف نہ ہو، اور اگر مطلق وقف کیا ہے اور شرط نہیں لگائی ہے تو عادت اور عرف کے مطابق عمل کیا جائے گا جب تک کہ وہ شریعت کے مخالف نہ ہو، ورنہ سب برابر مستحق ہوں گے۔

جو چیز وقف کی گئی ہے چاہے وہ زمین ہو یا حیوان، یا باغ یا ہتھیار یا فرنیچر وغیرہ اس کا ہمیشہ نفع خیرات کیا جائے گا۔ اور بہتر یہ ہے کہ اپنا سب سے اچھا مال وقف کیا جائے۔

وقف کیسے لکھا جائے:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خیبر میں ایک زمین ملی، وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ مجھے ایک زمین ملی ہے ایسا عمدہ مال مجھے کبھی نہیں ملا

تھا، آپ اس کے بارے میں مجھے کیا حکم دیتے ہیں، آپ نے فرمایا کہ اگر تم چاہو تو اصل جائداد کو روک لو اور اس کا فائدہ خیرات کر دو۔ حضرت عمر نے اس کو اس شرط پر صدقہ کیا کہ اصل زمین نہ بیچی جائے نہ ہبہ کی جائے اور نہ ترکے میں کسی کو ملے، اس کی آمدنی محتاجوں، رشتہ داروں اور غلاموں کو آزاد کرنے میں اور مجاہدین، مہمانوں اور مسافروں پر خرچ کی جائے جو شخص اس کی دیکھ بھال کرے وہ اس میں سے دستور کے مطابق کھا سکتا ہے یا کسی دوست کو کھلا سکتا ہے بشرطیکہ وہ اس سے مال جمع کرنے والا نہ ہو۔(بخاری/۲۷۷۲، مسلم/۱۶۳۲)

اگر کسی ایسی جماعت پر وقف کیا ہے جن کا شمار کرنا ممکن ہے تو ان سب پر برابر برابر تقسیم کرنا واجب ہے اور اگر شمار کرنا ممکن نہ ہو تو کم زیادہ دیا جا سکتا ہے۔

اگر اپنی اولاد پر وقف کیا ہے پھر مسکینوں پر، تو اس کی اولاد میں مذکر اور مؤنث دونوں شامل ہوں گے پھر اولاد کے اولاد کو ملے گا۔ مذکر کو دو حصہ اور مؤنث کو ایک ملے گا اور اگر ان میں سے بعض کے پاس بچے زیادہ ہیں یا وہ زیادہ ضرورت مند ہے یا کمانے پر قادر نہیں ہے یا مقروض ہے تو اس کو زیادہ دینا جائز ہے۔

اگر اس طرح کہے کہ یہ جائداد میرے بیٹوں پر یا بنی فلاں پر وقف ہے، تو صرف مذکر کو ملے گا مؤنث کو نہیں، الا یہ کہ جن پر وقف کیا جائے وہ کوئی قبیلہ ہو، جیسے بنو ہاشم، ایسی صورت میں مردوں کے ساتھ عورتیں بھی شامل ہوں گی۔

وقف لازم عقد ہے:

اس کا فسخ کرنا جائز نہیں، اسے نہ بیچا جائے نہ ہبہ کیا جائے اور نہ وہ کسی کو ترکہ میں ملے اور نہ اس کو رہن رکھا جائے اور اگر اس کے منافع معطل ہو گئے مثلاً وہ ویران ہو گیا یا برباد ہو گیا یا کسی مصلحت کا تقاضہ ہو تو اسے بیچنا جائز ہے، پھر اس کی قیمت سے اسی کے مثل خرید لیا جائے مثلاً کسی مسجد کے منافع معطل ہو جائیں تو اسے بیچ دیا جائے اور اس کی قیمت سے دوسری مسجد بنا دی جائے تا کہ وقف کی مصلحت کی حفاظت ہو سکے۔ جب تک کہ اس سے کوئی نقصان نہ ہو۔

مصلحت کے لئے وقف کی صورت کو بدلنا جائز ہے جیسے گھروں کو دکان بنادیا جائے یا باغ کو گھر بنادیا جائے، وقف پر جو خرچ ہوگا وہ اسی کی پیداوار سے ہوگا جب تک کہ اس کے علاوہ کی شرط نہ لگائی گئی ہو۔

اگر وقف کرنے والے نے وقف شدہ جائداد کا کوئی نگراں مقرر نہیں کیا ہے تو اس کی دیکھ بھال وہ لوگ کریں جن پر وہ وقف کیا گیا ہے، اگر وہ معین اشخاص ہوں اور اگر معین اشخاص نہ ہوں جیسے مساجد وغیرہ پر وقف کیا ہے یا ایسے فقراء پر وقف کیا ہے جن کا شمار نہیں کیا جاسکتا تو وقف کی دیکھ بھال کی ذمہ داری حاکم پر ہے۔

وقف کے سب سے افضل ابواب:

ہر زمانہ اور ہر جگہ میں سب سے اچھا وقف وہ ہے جو عام مسلمانوں کے نفع کے لئے ہو جیسے کہ مساجد پر وقف، طالب علم، مجاہدین، اقربا، فقراء، اور کمزور مسلمانوں پر وقف

۲۴- ہبہ اور صدقہ

مال سے مدد کرنے کے تین مراتب ہیں:

۱- پہلا یہ ہے کہ تم کسی محتاج شخص کو اپنے غلام کا درجہ دو اور اس کو مانگنے سے پہلے دے دیا کرو۔ اور یہ اس کا ادنیٰ درجہ ہے۔

۲- دوسرا یہ ہے کہ تم محتاج کو اپنے نفس کے برابر سمجھو اور اپنے مال میں اس کو شریک کر کے خوشی محسوس کرو۔

۳- تیسرا جو سب سے اعلیٰ درجہ ہے وہ یہ ہے کہ تم اسے اپنے نفس پر ترجیح دو اور یہ صدیقین کا درجہ ہے۔

ہبہ: ہبہ یہ ہے کہ آدمی بغیر عوض کسی دوسرے کو اپنے مال کا مالک بنادے، اسی معنیٰ میں ہدیہ اور عطیہ بھی ہے۔

صدقہ: وہ مال ہے جسے آدمی ثواب پانے کے لئے محتاجوں کو دے۔

ہبہ اور صدقہ کا حکم:

ہبہ اور صدقہ دونوں مستحب ہیں اسلام نے ہبہ، ہدیہ، عطیہ اور صدقہ پر لوگوں کو ابھارا ہے، کیونکہ اس سے دلوں کو جوڑا جاتا ہے لوگوں کے درمیان محبت کی گرہ مضبوط کی جاتی ہے اور نفسوں کو بخل، طمع، جیسے رذائل سے پاک کیا جاتا ہے اور جو شخص ہبہ اور صدقہ کرتا ہے اس کو اللہ تعالیٰ بہت بڑا درجہ دے گا۔

اللہ تعالیٰ سخی ہے اور سخاوت کو پسند کرتا ہے رسول اللہ ﷺ سب سے زیادہ سخی تھے آپ ہدیہ قبول کرتے اس کا بدلہ دیتے اور لوگوں کو ہدیہ قبول کرنے کا حکم دیتے اور رغبت دلاتے تھے۔ آپ سب سے زیادہ سخاوت کرنے والے تھے، اگر آپ کے پاس کوئی چیز ہوتی اور کوئی مانگتا تو ضرور دیتے چاہے تھوڑا ہو یا زیادہ۔ آپ اس طرح سخاوت کرتے کہ فقر سے نہیں ڈرتے، صدقہ و خیرات کرنا آپ کو سب سے زیادہ محبوب تھا، آپ کو دینے میں اس سے زیادہ خوشی محسوس ہوتی جتنی خوشی اس شخص کو ہوتی جو آپ سے کوئی چیز لیتا، اگر کوئی محتاج آجاتا تو آپ اسے اپنے نفس پر ترجیح دیتے، آپ مختلف طریقوں سے لوگوں کو دیتے، ہبہ کرتے، کبھی صدقہ کرتے، کبھی ہدیہ دیتے، کبھی کوئی چیز خریدتے تو زیادہ قیمت دے دیتے، کبھی کسی کو قرض واپس کرتے تو زیادہ دے دیتے، کبھی کوئی چیز خریدتے تو بیچنے والے کو قیمت اور سامان دونوں دے دیتے، آپ کا سینہ سب سے زیادہ کھلا ہوا تھا، آپ کا نفس سب سے زیادہ پاکیزہ تھا، آپ کا دل سب سے زیادہ مطمئن تھا اللہ آپ پر اپنی رحمت وسلامتی بھیجے۔

سخاوت اور احسان کی فضیلت:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: **﴿وما تنفقوا من خير فلأنفسكم وما تنفقون الا ابتغاء وجه الله وما تنفقوا من خير يوفّ اليكم وانتم لا تظلمون﴾** (بقرہ/ ۲۷۲) ''اور جو تم بھلی چیز اللہ کی راہ میں دوگے اس کا فائدہ خود پاؤگے، تمہیں صرف اللہ تعالیٰ کی رضامندی کی طلب کے لئے ہی خرچ کرنا چاہیے، تم جو کچھ مال خرچ کروگے اس کا پورا پورا بدلہ تمہیں دیا جائے گا اور تمہارا حق نہ مارا جائے گا''۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص حلال کمائی سے ایک کھجور کے برابر صدقہ کرے اور اللہ تعالیٰ حلال کمائی ہی کو قبول کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو اپنے داہنے ہاتھ میں لیتا ہے پھر صدقہ دینے والے کے فائدے کے لئے اس کو پالتا ہے جیسے تم میں سے کوئی اپنا بچھڑا پالتا ہے یہاں تک کہ وہ پہاڑ کے برابر ہو جاتا ہے۔ (بخاری/١٤١٠، مسلم/١٠١٤)

جس کے پاس بغیر جھانکے یا مانگے کوئی مال آجائے تو وہ اسے قبول کرلے اور اس کو واپس نہ کرے اس لئے کہ وہ روزی ہے جسے اللہ تعالیٰ اس کے پاس لایا ہے پھر اگر وہ چاہے تو اسے جمع کر لے اور چاہے تو اسے صدقہ کردے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو کوئی چیز دیتے تو وہ کہتے کہ اے اللہ کے رسول ﷺ آپ اسے اس شخص کو دے دیجئے جو مجھ سے زیادہ محتاج ہو، آپ فرماتے نہیں اسے لے لو، پھر اسے یا تو اپنے لئے جمع کرلو یا صدقہ کردو، اس مال میں سے جو کچھ تمہارے پاس آئے اور تمہارے دل میں اس کی حرص نہ ہو اور نہ تم مانگنے والے ہو تو اسے لے لو اور جو نہ ملے تو اس کے پیچھے نہ پڑو۔ (بخاری:٧١٦٤، مسلم ١٠٤٥)

مسلم اور غیر مسلم دونوں کو صدقہ دینا جائز ہے:

ہبہ ہر اس لفظ سے منعقد ہو جائے گا جو بلا عوض مال کے مالک بنانے پر دلالت کرے جیسے کوئی شخص یہ کہے کہ میں نے تم کو یہ مال ہبہ کیا یا ہدیہ یا عطیہ دیا اور ہر اس چیز کا ہبہ جائز ہے جس کا بیچنا جائز ہے۔ اور اس کا لوٹانا ناپسندیدہ ہے اگرچہ کم ہی کیوں نہ ہو۔

آدمی کے لئے یہ جائز ہے کہ اپنی زندگی میں اپنی اولاد کو عطیہ دے لیکن ان کے درمیان ان کی میراث کے اعتبار سے برابری کرے اور اگر ان میں سے بعض کو زیادہ دیا اور بعض کو کم تو پھر برابر کردے چاہے پھیر کر یا بڑھا کر۔

اگر آدمی اپنی اولاد میں سے کسی کو اس بنا پر کچھ زیادہ دے دے کہ وہ زیادہ ضرورت مند ہے مثلاً وہ بیمار ہو یا اس کی اولاد زیادہ ہو یا وہ علم حاصل کر رہا ہو تو ایسا کرنا جائز ہے لیکن اگر ترجیح دینا مقصود ہو تو حرام ہے۔

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ان کے باپ ان کو نبی کریم ﷺ کے پاس لائے اور کہنے لگے کہ میں نے اپنے اس بیٹے کو اپنا ایک غلام دیا ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کیا تم نے اپنے سب بیٹوں کو ایسا ہی غلام دیا ہے؟ انہوں نے کہا نہیں، آپ نے فرمایا: پھر اسے واپس لے لو۔ (بخاری/٢٥٨٦، مسلم/١٦٣٢)

ہبہ کرنے والے کے لئے یہ جائز نہیں کہ اپنے اس ہبہ میں رجوع کرے جس پر قبضہ کرلیا گیا ہو البتہ باپ رجوع کرسکتا ہے اور باپ کے لئے یہ جائز ہے کہ اپنے بیٹے کے مال میں سے اتنا مال لے لے جو اس کو نقصان نہ پہنچائے اور اس کو محتاج نہ بنائے اور لڑکے کے لئے یہ جائز نہیں کہ اپنے باپ سے اسے قرض سمجھ کر مطالبہ کرے البتہ اس کا جو نفقہ اس کے باپ پر واجب ہے اس کا مطالبہ کرسکتا ہے۔

ہدیہ قبول کرنا اور اس کے بدلے میں ہدیہ بھیجنا مستحب ہے چاہے وہ اسی کے مثل ہو یا اس سے افضل ہو اور اگر بدلے میں دینے کے لئے کچھ نہ ہو تو اس کے لئے دعا کرے اور مشرک کو ہدیہ دینا اور اس سے ہدیہ قبول کرنا جائز ہے، تاکہ تالیف قلب ہو اور وہ اسلام کی طرف مائل ہو۔

ا- حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس کے ساتھ کوئی بھلائی کی گئی اور اس نے بھلائی کرنے والے سے یہ کہا جزاك اللہ خيراً (اللہ تم کو اچھا بدلہ دے) تو اس نے اس کی پوری تعریف کردی۔ (ترمذی/٢٠٣٥)

صحت کی حالت میں صدقہ کرنا مرض کی حالت میں صدقہ کرنے سے افضل ہے اور اس پر زیادہ ثواب ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نبی کریم ﷺ کے پاس آیا اور کہنے لگا اے اللہ کے رسول ﷺ کس صدقے میں زیادہ ثواب ہے آپ نے فرمایا جب تم تندرستی کی حالت میں مال کی خواہش ہوتے ہوئے محتاجی سے ڈرو اور مالداری کی طمع رکھ کر خیرات کرو۔ اور اتنی دیر مت کرو کہ جب جان حلق میں آپہنچے تو اس وقت یہ کہو کہ فلاں کا اتنا ہے، فلاں کے لئے اتنا ہے، اب تو وہ فلاں کا مال ہو ہی چکا ہے۔ (بخاری:١٤١٩، مسلم:١٠٣٢)

جس کو بڑی بیماری ہو جائے جیسے طاعون اور نمونیہ وغیرہ تو اگر اس نے کسی وارث کے لئے تبرع کیا ہے تو وہ لازم نہیں ہوگا اِلّا یہ کہ ورثاء موت کے بعد اس کی اجازت دیں اسی طرح اگر اس نے تہائی مال سے زیادہ غیر وارث کے لئے تبرع کیا تو یہ لازم نہیں ہوگا الّا یہ کہ موت کے بعد ورثاء اس کی اجازت دیں۔

جس نے اپنے بھائی کے لئے کسی سے سفارش کی اور اس پر ہدیہ بھی بھیجا پھر اس شخص نے اسے قبول کر لیا تو اس نے سود کے دروازوں میں سے ایک بہت بڑا دروازہ کھولا، (یعنی وہ رشوت مانی جائے گی)

کسی سبب سے ہدیہ واپس کرنا جائز ہے مثلاً اگر یہ جانتا ہو کہ ہدیہ دینے والا احسان جتانے والا ہے یا اس پر عار دلائے گا یا اسے لوگوں سے بیان کرے گا تو ہدیہ واپس کر سکتا ہے۔

اگر ہدیہ چوری کا مال ہو یا غصب کیا ہوا مال ہو تو اس کو لوٹانا واجب ہے جس نے کسی حاکم کو اس لئے ہدیہ دیا کہ اس کے ساتھ مل کر وہ کام کرے جو جائز نہیں تو ہدیہ دینے والے اور ہدیہ قبول کرنے والے دونوں کے لئے حرام ہے اور یہ رشوت ہے جس کا لینے اور دینے والا ملعون ہے، اور اگر اسے اس لئے ہدیہ دیا ہے تا کہ اس کے ظلم کو روکا جا سکے یا آدمی کو اپنا واجب حق مل جائے تو قبول کرنے والے کے لئے حرام ہے لیکن دینے والے کے لئے اس کے شر سے بچنے اور اپنے حقوق کی حفاظت کرنے کے لئے جائز ہے۔

صدقہ وہی عمدہ ہے جس کے دینے کے بعد آدمی مالدار رہے اور پہلے ان لوگوں کو دے جو اس کی نگہبانی میں ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے پہلے اپنے نفس پر خرچ کرو پھر جو بچے وہ اپنے گھر والوں پر خرچ کرو، پھر جو بچے وہ اپنے رشتہ داروں پر خرچ کرو پھر جو بچے وہ اس طرح اور اس طرح خرچ کرو۔ آپ کہہ رہے تھے کہ اپنے سامنے اپنے دائیں اور بائیں خرچ کرو۔ (مسلم/۹۹۷)

نیکیوں کا کئی گنا ہونا:

نیکیاں دس گنا سے سات سو گنا کر دی جاتی ہیں اور اللہ کے راستے میں خرچ کرنے کی نیکی سات سو گنا ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ جس کے لئے چاہتا ہے اور بڑھا دیتا ہے یہ خرچ کرنے والے کے ایمان ،اخلاص، احسان اور انشراح صدر پر موقوف ہے آدمی جتنی مقدار میں خرچ کرے گا اور جتنی سخت ضرورت میں کرے گا اور جس طرح خوش دلی سے کرے گا اسی کے مطابق اس کا اجر بڑھے گا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿**مثل الذين ينفقون أموالهم في سبيل الله كمثل حبة أنبتت سبع سنابل في كل سنبلة مائة حبة والله يضاعف لمن يشاء والله واسع عليم**﴾ (بقرۃ: ۲۶۱) ''جو لوگ اپنا مال اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں پھر اس کے بعد نہ تو احسان جتاتے ہیں نہ ایذا دیتے ہیں ان کا اجر ان کے رب کے پاس ہے ان پر نہ تو کچھ خوف ہے نہ وہ اداس ہوں گے''۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿ **الذين ينفقون أموالهم بالليل والنهار سراً وعلانية فلهم اجرهم عند ربهم ولا خوف عليهم ولا هم يحزنون ۝**﴾ (بقرہ: ۲۷۴) ''جو لوگ اپنے مالوں کو رات دن چھپے کھلے خرچ کرتے ہیں ان کے لیے ان کے رب تعالیٰ کے پاس اجر ہے اور نہ انہیں خوف ہے اور نہ غمگینی''۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی اچھی طرح مسلمان ہو تو اس کے بعد جو نیکی کرے گا وہ دس گنا سے سات سو گنا تک لکھی جائے گی۔ (بخاری/۴۲، مسلم/۱۲۹)

۲۵- وصیت

وصیت: موت کے بعد تصرف کرنے کا حکم یا مال کو تبرع کرنے کا حکم وصیت ہے۔

وصیت کے مشروع ہونے میں حکمت:

اللہ تعالیٰ نے وصیت کو مشروع کیا ہے تا کہ آدمی اپنی وفات سے پہلے اپنے مال کا کچھ حصہ نیک کاموں میں خرچ کر دے جس سے محتاجوں کی ضرورت پوری ہو اور وصیت کرنے والے کو اجر و ثواب ملتا رہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿ كُتِبَ عَلَيْكُمْ إِذَا حَضَرَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ إِن تَرَكَ خَيْراً الْوَصِيَّةُ لِلْوَالِدَيْنِ وَالأَقْرَبِيْنَ بِالْمَعْرُوفِ حَقّاً عَلَى الْمُتَّقِيْنَ ﴾ (بقرہ: ۱۸۰) ''تم پر فرض

کر دیا گیا ہے کہ جب تم میں سے کوئی مرنے لگے اور مال چھوڑ جاتا ہو تو اپنے ماں باپ اور قرابت داروں کے لئے اچھائی کے ساتھ وصیت کر جائے، پرہیز گاروں پر یہ حق اور ثابت ہے''۔

وصیت کا حکم:

وصیت اس شخص کے لئے مستحب ہے جس کے پاس بہت مال ہو اور اس کے وارث محتاج نہ ہوں ایسا شخص اپنے مال کا کچھ حصہ بھلائی کے کاموں میں صرف کرنے کی وصیت کر دے تا کہ موت کے بعد بھی اسے اس کا ثواب ملتا رہے۔

اس شخص پر وصیت واجب ہے جس پر اللہ تعالیٰ کا یا کسی آدمی کا قرض ہو یا جس کے پاس دوسرے کی امانت ہو، ایسا شخص وصیت لکھ دے اور اسے بیان کر دے تا کہ حقوق ضائع نہ ہوں، یا بہت زیادہ مال چھوڑے تو اس پر لازم ہے کہ اپنے ان اقرباء کے لئے وصیت کر جائے جن کا اس کی وراثت میں حصہ نہ ہو لیکن یہ تہائی مال سے زیادہ نہ ہو۔

حرام وصیت یہ ہے کہ اپنے کسی وارث جیسے بڑے بیٹے یا بیوی کو اپنی وراثت میں سے مال زیادہ دینے کی وصیت کر جائے جو کہ دوسرے ورثاء کے درمیان مشترک ہے۔

جس کے پاس وارث ہوں اس کے لئے اپنے مال کا پانچواں حصہ یا چوتھا حصہ وصیت کرنا مسنون ہے اگر اس نے زیادہ مال چھوڑا ہے، اور پانچواں حصہ وصیت کرنا افضل ہے اور غیر وارث کے لئے مال کا تہائی حصہ وصیت کرنا بھی جائز ہے اور فقیر کا وصیت کرنا مکروہ ہے جس کے ورثاء محتاج ہوں اور جس کے پاس کوئی وارث نہ ہو وہ اپنا پورا مال وصیت کر سکتا ہے اور جس اجنبی (غیر ملکی) کے پاس وارث ہوں وہ تہائی مال سے زیادہ وصیت نہیں کر سکتا اور وارث کے لئے وصیت کرنا جائز نہیں۔

اور اگر اپنی ماں یا باپ یا بھائی کے لیے حج کرنے یا قربانی کرنے کی وصیت کی ہے اور وہ زندہ ہیں تو ایسا کرنا جائز ہے اس لیے کہ یہ نیکی اور احسان کے باب سے ہے نہ کہ اس وصیت کے باب سے جس کا مقصد مالک بنانا ہوتا ہے۔

جس کو تصرف کرنے کی وصیت کی جائے اس کے لئے شرط یہ ہے کہ وہ مسلمان ہو عاقل ہو اور تمیز کرنے والا ہو، جس چیز کے بارے میں اس کو وصیت کی گئی ہے اس کے اندر اچھی طرح تصرف کر سکے چاہے وہ مرد ہو یا عورت۔

ان الفاظ سے وصیت درست ہو جائے گی، جو وصیت کرنے والے کی طرف سے سنے گئے ہوں، یا جو اس نے لکھ دیا ہو، اور بہتر یہ ہے کہ وہ اپنی وصیت لکھ لے اور اس پر گواہ بنا لے جھگڑا نہ ہو۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس کے پاس وصیت کرنے کے لئے کچھ مال ہو اس کے لئے یہ مناسب نہیں کہ دو راتیں اس طرح گزارے کہ اس کی وصیت اس کے پاس نہ رکھی ہو۔(بخاری/۲۷۳۸، مسلم/۱۶۲۷)

وصیت سے رجوع کرنا یا اس میں کمی وزیادتی کرنا جائز ہے لیکن اگر وہ مر گیا تو پھر وہ وصیت اپنی جگہ اٹل ہو جائے گی۔

وصیت ہر اس شخص کے لئے درست ہے جس کا مالک ہونا درست ہو، چاہے وہ مسلمان ہو یا معین کافر اور ہر اس چیز کی وصیت کی جا سکتی ہے جس میں مباح نفع ہو، اسی طرح مسجدوں، پلوں اور مدرسوں وغیرہ کے لئے وصیت درست ہے۔

وصیت کی شکلیں:

وصیت موت کے بعد معلوم تصرف سے ہوتی ہے مثلاً یہ وصیت کرے کہ میری لڑکیوں کی شادی کرا دینا، میرے بچوں کی دیکھ بھال کرنا، یا میرے مال میں سے تہائی حصہ الگ کر لینا (اور اسے نیک کام میں خرچ کر دینا) ایسا کرنا پسندیدہ ہے اور جو شخص اس پر قادر ہو اس کے لئے بڑے ثواب کا کام ہے وصیت مال کو صدقہ کرنے سے ہوتی ہے: مثلاً یہ کہے کہ موت کے بعد میرے مال کا پانچواں حصہ فلاں کو دے دیا جائے یا اس سے مسجد بنا دی جائے۔

جو والدین وارث نہ ہوں ان کے لئے وصیت مستحب ہے اسی طرح وہ اقرباء جو محتاج ہوں اور وارث نہ ہوں ان کے لئے وصیت مستحب ہے اس لئے کہ یہ ان کے اوپر صدقہ بھی ہے اور صلہ رحمی بھی۔

وصیت اچھی نیت سے کی جائے اور اگر وصیت کرنے والا ورثاء کو نقصان پہنچانا چاہتا ہے تو یہ حرام ہے اور وہ گنہگار ہوگا۔ جس کو وصیت کی جائے اس کے لیے یا کسی اور کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ صحیح وصیت کو بدل دے، اگر کوئی شخص یہ جانتا ہو کہ وصیت میں ہیر پھیر کیا گیا ہے تو وہ ردوبدل کرنے والے کو نصیحت کرے، اسے ظلم سے روکے اور اگر وہ بات نہ مانے تو ان لوگوں کے درمیان صلح کرائے، جنہیں وصیت کی گئی ہے، تاکہ عدل قائم ہو اور میت کی وصیت پوری ہو۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿فَمَن بَدَّلَهُ بَعْدَ مَا سَمِعَهُ فَإِنَّمَا إِثْمُهُ عَلَى الَّذِينَ يُبَدِّلُونَهُ إِنَّ اللّٰهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ فَمَنْ خَافَ مِن مُّوصٍ جَنَفاً أَوْ إِثْماً فَأَصْلَحَ بَيْنَهُمْ فَلاَ إِثْمَ عَلَيْهِ إِنَّ اللّٰهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ﴾ (بقرہ: ۱۸۱/۱۸۲) ’’اب جو شخص اسے سننے کے بعد بدل دے اس کا گناہ بدلنے والے پر ہی ہوگا، واقعی اللہ تعالیٰ سننے والا جاننے والا ہے، ہاں جو شخص وصیت کرنے والے کی جانب داری یا گناہ کی وصیت کر دینے سے ڈرے پس وہ ان میں آپس میں اصلاح کرا دے تو اس پر گناہ نہیں، اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے‘‘۔

معصیت کے کاموں کے لئے وصیت کرنا درست نہیں مثلاً گرجا گھر بنانے کی وصیت، یا قبر پر عمارت بنانے کی وصیت چاہے کرنے والا مسلمان ہو یا کافر۔

وصیت کے صحیح ہونے یا صحیح نہ ہونے کا فیصلہ موت کے وقت کی حالت کے اعتبار سے کیا جائے گا، پس اگر کسی وارث کے لئے وصیت کی لیکن موت کے وقت وہ غیر وارث ہو گیا مثلاً بھائی نئے بچے کی وجہ سے وارثت پانے سے روک دیا گیا تو یہ وصیت درست ہوگی، اور اگر غیر وارث کے لئے وصیت کی ہے لیکن موت کے وقت وہ وارث ہو گیا مثلاً اس نے وصیت کے وقت بیٹے کی موجودگی میں بھائی کیلئے کچھ وصیت کی ہے پھر اس کا بیٹا مر گیا تو یہ وصیت باطل ہو جائے گی اگر ورثاء نے اس کی اجازت نہیں دی۔

جب انسان مر جائے تو اس کے ترکہ سے پہلے اس کا قرض نکالا جائے پھر وصیت پھر میراث، جس کو وصیت نافذ کرنے کے لئے مقرر کیا گیا ہے وہ ایک آدمی بھی ہوسکتا ہے اور کئی

آدمی بھی ہو سکتے ہیں، اور جب کئی آدمی ہوں اور ہر ایک کا دائرہ کار مقرر کر دیا گیا ہو تو وہ اسی میں وصیت جاری کرے جو اس کے لئے خاص ہے، اور اگر ایک ہی چیز کے بارے میں دو آدمیوں کو وصیت کی ہو جیسے یہ کہے کہ میری اولاد یا مال کے امور کی دیکھ بھال کرتے رہنا تو ایک آدمی تصرف نہیں کر سکتا۔ اور اگر اس نے موت سے پہلے یا اس کے بعد وصیت قبول نہیں کی تو اس کا حق ساقط ہو جائے گا۔

اگر وصیت کرنے والے نے یہ کہا کہ میں نے فلاں کے لئے اپنے بیٹے کے حصے کے برابر وصیت کی یا کسی اور وارث کے حصے کے برابر وصیت کی تو اس کو اسی کے مثل حصہ دیا جائے گا، اور اگر کچھ حصہ دینے کے لئے وصیت کی ہے تو ورثاء اسے جو چاہیں گے دیں گے۔

اگر آدمی کسی ایسی جگہ مرا جہاں نہ حاکم ہے نہ وصی، جیسے چٹیل میدان میں تو اس کے ارد گرد رہنے والے مسلمانوں کے لئے جائز ہے کہ اس کا ترکہ لے لیں اور اسے ان کاموں پر خرچ کریں جن سے عام لوگوں کا فائدہ ہو۔

وصیت کے الفاظ:

بہتر یہ ہے کہ وصیت کے شروع میں وہ الفاظ لکھے جائیں جو حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے ثابت ہیں، وہ کہتے ہیں کہ صحابہ کرام وصیت کے شروع میں یہ لکھتے تھے۔ یہ وہ وصیت ہے جسے فلاں ابن فلاں نے کی ہے اس نے اس بات کی گواہی دی کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ تنہا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں۔ قیامت آنے والی ہے اس میں کوئی شک نہیں اور اللہ تعالیٰ قبر سے لوگوں کو اٹھائے گا۔ اس نے اپنے بعد گھر والوں کو اس بات کی وصیت کی ہے کہ وہ اللہ سے ڈرتے رہیں جیسا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے اور آپس میں جل کر رہیں۔ اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کریں اگر وہ مؤمن ہیں اور انہیں اس چیز کی وصیت کریں جس کی وصیت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنی اولاد کو کی تھی:

﴿ یابنی ان اللہ اصطفی لکم الدین فلا تموتن الاّ وانتم مسلمون ﴾ (بقرہ: ۱۳۲) ''اے ہمارے بچو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے اس دین کو پسند فرمالیا ہے خبردار تم مسلمان ہی مرنا''۔

پھر اس چیز کا ذکر کرے جس کی وصیت کرنا چاہتا ہے۔(بیہقی/۱۲٤٦۳، دارقطنی/٤/١٥٤، ملاحظہ ہو ارواء الغلیل رقم/ ١٦٤٧)

وصیت مندرجہ ذیل چیزوں سے باطل ہو جائے گی:

۱- جس کے لئے وصیت کی گئی ہے وہ پاگل ہو جائے اور تصرف نہ کر سکے۔
۲- جس چیز کی وصیت کی گئی ہے وہ برباد ہو جائے۔
۳- جب وصیت کرنے والا وصیت سے رجوع کر لے۔
۴- جب وہ شخص جس کے لئے وصیت کی گئی ہے وصیت لوٹا دے۔
۵- جس کے لئے وصیت کی گئی ہے وہ وصیت کرنے والے سے پہلے مرجائے۔
۶- جس کے لئے وصیت کی گئی ہے وہ وصیت کرنے والے کو قتل کر دے۔
۷- جب وصیت کی مدت ختم ہو جائے یا وہ کام ختم ہو جائے جو وصی کو کرنے کے لئے سونپا گیا تھا۔

۲۶- عتق (آزادی)

عتق: عتق کا مطلب آدمی کو غلامی سے نجات دلانا۔

اسلام میں سب لوگ آزاد ہیں اور غلام بنانا صرف ایک حالت میں جائز ہے اور وہ یہ کہ وہ جنگ میں قید کئے گئے ہوں یعنی حربی کافر۔

اسلام نے ان کی آزادی کے بھی کئی اسباب بنائے ہیں تا کہ وہ غلامی کی ذلت سے نجات پا جائیں، مثلاً رمضان کے دن میں اپنی بیوی سے صحبت کرنے کا کفارہ، ظہار کا کفارہ، قتل خطاء کا کفارہ، غلام آزاد کرنا ہے، قسم کے کفارے میں بھی غلام آزاد کرنا ہے۔

آزاد کرانے میں حکمت:

غلام کو آزاد کرانا بڑے ثواب کا کام ہے اللہ تعالیٰ نے اس کو قتل وغیرہ گناہوں کا کفارہ بتایا ہے کیونکہ اس میں معصوم آدمی کو غلامی کے نقصان سے بچایا جاتا ہے اور اس کو اس لائق بنایا جاتا ہے کہ وہ اپنی جان و مال میں اپنی مرضی سے تصرف کر سکے۔ سب سے افضل اس غلام کو آزاد کرانا ہے جس کی قیمت سب سے زیادہ ہو اور جو گھر والوں کے نزدیک سب سے محبوب ہو۔

آزادی ہر اس لفظ سے واقع ہو جائے گی جو اس پر دلالت کرے چاہے وہ سنجیدگی سے کہی جائے یا مذاق میں، مثلاً آدمی یہ کہے کہ تم آزاد ہو تم آزاد کردہ غلام ہو وغیرہ۔ جو شخص کسی ایسے رشتے دار کا مالک بنے جسے غلام بنانا حرام ہے جیسے: ماں باپ، تو وہ اس کی ملکیت میں آنے کی وجہ سے فوراً آزاد ہو جائے گا۔

اگر کسی لونڈی کو اس کے مالک کا بچہ پیدا ہوا تو وہ اس کی موت کے بعد آزاد ہو جائے گی۔

آزاد کرنے کی فضیلت:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے کسی مسلمان آدمی کو آزاد کیا تو اللہ تعالیٰ اس کے ہر عضو کو اس غلام کے ہر عضو کے بدلے جہنم سے آزاد کرے گا۔(بخاری/۲۵۱۷، مسلم/ ۱۵۰۹)

مکاتبت یہ ہے کہ مالک اپنے غلام کو خود اسی کو مال متعینہ کی ادائیگی کی شرط پر بیچ دے مکاتبت اس وقت واجب ہو جاتی ہے جب کوئی غلام اپنے مالک سے اس کا مطالبہ کرے اور وہ اس کے اندر خیر دیکھے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿وَالَّذِينَ يَبْتَغُونَ الْكِتَابَ مِمَّا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ فَكَاتِبُوهُمْ إِنْ عَلِمْتُمْ فِيهِمْ خَيْراً وَآتُوهُم مِّن مَّالِ اللَّهِ الَّذِي آتَاكُمْ ﴾(نور:۳۳) ''تمہارے غلاموں میں جو کوئی کچھ تمہیں دے کر آزادی کی تحریر کرانی چاہے تو تم ایسی تحریر انہیں کر دیا کرو، اگر تم کو ان میں کوئی بھلائی نظر آتی ہو اور اللہ نے جو مال تمہیں دے رکھا ہے اس میں انہیں بھی دو''۔

مالک پر واجب ہے کہ وہ اپنے کچھ مال سے مکاتب کی مدد کرے جیسے کہ چوتھائی حصہ دے دے یا اسی کے مثل چھوڑ دے اور مکاتب کو بیچنا جائز ہے اور اس کے خریدنے والے کی حیثیت وہی ہوگی جو اس کے مالک کو اب حاصل ہے، یعنی اگر اس غلام نے پیسہ ادا کر دیا تو وہ آزاد ہو جائے گا اور اگر ادا نہ کر سکا تو غلام رہے گا۔

——○○○○——

الباب الخامس

کتاب الفرائض

اس میں مندرجہ ذیل چیزوں کا بیان ہے:

۱-اصحاب الفروض　　۲-عصبہ

۳-حجب　　۴-مسائل کی تأصیل

۵-ترکہ کی تقسیم　　۶-ذوی الارحام کی میراث

۷-حمل کی میراث　　۸-مخنث کی میراث

۹-گم شدہ کی میراث

۱۰-ڈوب کر اور مکان میں دب کر مرنے والوں کی میراث

۱۱-قاتل کی میراث　　۱۲-اہل ملت کی میراث

۱۳-عورت کی میراث

۱- کتاب الفرائض

علم فرائض کی اہمیت:

علم فرائض سب سے نازک اہم اور عظیم الشان علم ہے، اس پر اجر بھی سب سے زیادہ ہے، اس کی اہمیت ہی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ہر وارث کا حصہ خود ہی مقرر کر دیا ہے اور تقریباً معلوم آیات میں اس کی وضاحت پوری طرح کر دی ہے۔ کیونکہ مال پر تمام لوگوں کی نگاہیں جمی رہتی ہیں اور میراث غالباً مرد، عورت، بڑے، چھوٹے، ضعیف، قوی سب کے درمیان ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ نے خود ہی میراث کی وضاحت کر دی ہے تا کہ لوگ قیاس آرائی نہ کریں، اور اپنی خواہشات کے مطابق میراث تقسیم نہ کریں۔

انسان کی دو حالتیں ہیں:

ایک زندگی کی حالت، ایک موت کی حالت علم فرائض میں اکثر احکام موت سے متعلق ہیں فرائض نصف علم ہے اور تمام لوگ اس کے محتاج ہیں۔

زمانۂ جاہلیت میں لوگ بڑے لوگوں کو وارث بناتے تھے اور چھوٹے لوگوں کا وارثت میں کوئی حصہ نہ ہوتا تھا اسی طرح صرف مرد وارث بنتے تھے عورتیں وارث نہیں ہو سکتی تھیں، موجوہ زمانے کی جاہلیت نے عورت کو وہ چیزیں عطا کی جن کی وہ مستحق نہیں ہے چاہے وہ منصب ہو یا اعمال اور اموال ہوں جس کی وجہ سے فساد پھیل گیا ہے اس کے برعکس اسلام نے عورتوں کے ساتھ انصاف کیا ہے اور ان کو عزت بخشی ہے اور ان کو جو حقوق دیئے ہیں وہ اس کے لائق ہیں۔

علم فرائض:

علم فرائض کا مطلب وہ علم ہے جس کے ذریعہ یہ جانا جائے کہ کون وارث ہوگا اور کون وارث نہیں ہوگا اور کون کتنا وارث ہوگا۔

موضوع: اس کا موضوع وہ ترکہ ہے جس کو میت چھوڑے۔

ثمرہ: اس کا ثمرہ یہ ہے کہ ہر وارث کو اس کا حق پہنچ جائے۔

فریضہ: فریضہ وہ حصہ ہے جو ہر وارث کے لئے شرعاً مقرر کیا گیا ہو جیسے تہائی یا چوتھائی وغیرہ۔

ترکہ سے متعلق جو حقوق ہیں ان کی پانچ قسمیں ہیں: انہیں ترتیب سے مندرجہ ذیل طریقوں سے نافذ کیا جائے گا (اگر وہ پائی جائیں)

۱-ترکہ سے سب سے پہلے میت کے کفن دفن کا خرچ نکالا جائے۔

۲-پھر وہ حقوق نکالے جائیں جو عین ترکہ سے جڑے ہوئے ہوں جیسے قرض جو رہن کے بدلے ہو۔

۳-پھر مطلق قرض چاہے وہ قرض اللہ کا ہو جیسے زکوٰۃ یا کفارہ وغیرہ یا آدمی کا ہو۔

۴-پھر وصیت۔

۵-پھر میراث تقسیم کی جائے۔

میراث کے تین ارکان ہیں:

۱-وارث بنانے والا یعنی میت

۲-وارث، یعنی وہ شخص جو میراث بنانے والے کی موت کے بعد زندہ ہو۔

۳-حق موروث یعنی ترکہ۔

میراث کے تین اسباب ہیں:

۱-جب صحیح طور پر نکاح ہو جائے تو زوجین ایک دوسرے کے وارث ہو جاتے ہیں۔

۲-نسب: نسب کا مطلب اصول اور فروع اور حواشی کی طرف سے قرابت داری ہے، اصول جیسے والدین، فروع جیسے اولاد، حواشی جیسے بھائی، چچا اور ان کے بیٹے وغیرہ۔

۳-ولاء: اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی شخص کسی غلام کو آزاد کردے اور اس غلام کا کوئی وارث نہ ہو تو وہ اس کی میراث کا مالک بن جائے گا۔

تین چیزیں حق وارث کو روکنے والی ہیں:

۱-غلامی: غلام وارث نہیں ہوسکتا اور نہ کسی کو اپنے مال کا وارث بنا سکتا ہے، اس لئے کہ وہ اپنے مالک کا مملوک ہے۔

۲-ناحق قتل: یعنی اگر کسی نے کسی کو ناحق کردیا ہے تو وہ قاتل اس مقتول کا وارث نہیں ہوسکتا۔

۳-دین کا مختلف ہونا لہٰذا مسلم نہ کافر کا وارث ہوسکتا ہے نہ کافر مسلم کا وارث بن سکتا ہے۔

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مسلمان کافر کا وارث نہیں ہوسکتا اور کافر مسلمان کا وارث نہیں ہوسکتا۔ (بخاری/٦٧٦٤، مسلم/١٦١٤)

جس بیوی کو طلاق رجعی دی گئی ہو اگر وہ عدت میں ہے تو میاں بیوی ایک دوسرے کے وارث ہوں گے۔

اگر کسی عورت کو اس کے شوہر نے طلاق بائن دیا اور وہ حالت صحت میں ہے تو وہ وارث نہیں ہوگی اور اگر وہ خوفناک بیماری میں مبتلا ہے اور اس کا مقصد اس کو میراث سے محروم کرنا نہ ہو تو وہ وارث نہیں ہوگی لیکن اگر محروم کرنے کا ارادہ ہے تو وہ وارث ہوگی۔

وراثت کی قسمیں:

۱-ارث بالفرض: یعنی وارث کا حصہ مقرر ہو جیسے آدھا، چوتھائی، وغیرہ۔

۲-ارث بالتعصیب: یعنی وارث کا حصہ مقدر نہ ہو۔

قرآن کریم میں میراث میں جو حصے مقرر کئے گئے ہیں وہ چھ ہیں:

آدھا، چوتھائی، آٹھواں حصہ، دوتہائی، تہائی، چھٹا حصہ، رہا باقی ثلث تو وہ اجتہاد سے ثابت ہے۔

مردوں میں سے جو ورثاء ہیں ان کی تعداد علی وجہ التفصیل ۱۵/ہے، وہ یہ ہیں۔

بیٹا، پوتا، (اور ان کے نیچے صرف مذکر ہونے کی وجہ سے) اور باپ دادا (اور ان کے اوپر صرف مذکر ہونے کی وجہ سے) حقیقی بھائی، علاتی بھائی، اخیافی بھائی، حقیقی بھتیجہ، علاتی بھتیجہ، (اور ان سے نیچے صرف مذکر ہونے کی وجہ سے) شوہر، حقیقی چچا (اور ان سے اوپر صرف مذکر ہونے کی وجہ سے) علاّتی چچا (اور ان سے اوپر) حقیقی چچا کا بیٹا، علاتی کا بیٹا، (اور ان سے نیچے صرف مذکر ہونے کی وجہ سے) آزاد کرنے والا اور اس کے عصبہ۔

ان مذکر کے علاوہ جو بھی ہیں وہ ذوی الارحام ہیں جیسے ماموں اخیافی بھائی کا لڑکا، اخیافی چچا، اخیافی چچا کا لڑکا وغیرہ۔

عورتوں میں سے جو وارثات ہیں ان کی تعداد علی وجہ التفصیل گیارہ ہے:

وہ یہ ہیں: بیٹی، پوتی، (اگر چہ اس کا باپ اس سے نیچے ہو صرف مذکر ہونے کی وجہ سے) ماں، نانی، (اور اس سے اوپر صرف مؤنث ہونے کی وجہ سے) دادی (اور اس سے اوپر صرف مؤنث ہونے کی وجہ سے) پردادی، حقیقی بہن، علاتی بہن، اخیافی بہن، بیوی، آزاد کرنے والی۔

ان کے علاوہ جو بھی ہیں وہ ذوی الارحام میں سے ہیں جیسے خالہ وغیرہ۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿**للرجال نصيب مما ترك الوالدان والأقربون وللنساء نصيب مما ترك الوالدان والأقربون مما قل منه أو كثر نصيبا مفروضا**﴾ (نساء:۷)

''ماں باپ اور خویش واقارب کے ترکہ میں مردوں کا حصہ بھی ہے اور عورتوں کا بھی (جو مال ماں باپ اور خویش واقارب چھوڑ کر مریں) خواہ وہ مال کم ہو یا زیادہ (اس میں) حصہ مقرر کیا ہوا ہے''۔

۱-اصحاب الفروض (وہ وارث جن کے حصے مقرر ہیں)

وارث کی دو قسمیں ہیں: ایک وہ جو حصہ مقرر ہونے کی وجہ سے ہے دوسرا وہ جو عصبہ ہونے کی حیثیت سے ثابت ہے، ان دونوں قسموں کے اعتبار سے ورثاء کی چار قسمیں ہیں۔

۱-صرف حصہ مقرر ہونے کی وجہ سے جو لوگ وارث ہوں گے ان کی تعداد سات ہے: ماں، اخیافی بھائی، اخیافی بہن، نانی، دادی، شوہر، بیوی۔

۲-صرف عصبہ ہونے کی حیثیت سے جو لوگ وارث ہوں گے ان کی تعداد بارہ ہے۔

بیٹا، پوتا (اور اس سے نیچے) حقیقی بھائی، علاتی بھائی، حقیقی بھتیجہ، علاتی بھتیجہ، (اور ان کے نیچے) حقیقی چچا، علاتی چچا، (اور ان کے اوپر) حقیقی چچازاد بھائی، علاتی چچازاد بھائی۔ (اور ان سے نیچے) آزاد کرنے والا، اور آزاد کرنے والی۔

۳-جو کبھی حصہ اور کبھی تعصیب کی وجہ سے وارث ہوں اور کبھی ان دونوں کی وجہ سے وارث ہوں، وہ لوگ ہیں باپ اور دادا، ان میں سے ایک کو حصہ ہونے کی حیثیت سے سدس (چھٹا حصہ) دیا جائے گا، اگر مرنے والے کی اولاد بھی ہو، اور اگر مرنے والے کے پاس اولاد نہ ہو تو صرف عصبہ ہونے کی حیثیت سے اسے ملے گا، اور اگر مرنے والے کے پاس صرف لڑکیاں ہوں تو حصہ ہونے کی حیثیت سے بھی اور عصبہ ہونے کی حیثیت سے بھی اسے ملے گا جب حصہ تقسیم کرنے کے بعد سدس سے زیادہ بچ جائے مثلاً اگر کوئی شخص مر جائے اور اس کے پاس لڑکی، ماں اور باپ ہوں تو چھ حصے لگائے جائیں گے جن میں سے لڑکی کو آدھا مل جائے گا (یعنی چھ حصوں میں سے تین حصے) اور ایک سدس ماں کو ملے گا اور دو سدس باپ کے ہو جائیں گے ایک سدس بطور حصہ اور دوسرا سدس عصبہ ہونے کی حیثیت سے۔

۴-جو کبھی حصہ ہونے کی وجہ سے وارث ہوں اور کبھی عصبہ ہونے کی حیثیت سے وارث ہوں اور ایک ساتھ دونوں کی وجہ سے کبھی وارث نہ ہوں، وہ چار ہیں۔

ایک یا ایک سے زیادہ لڑکیاں، ایک یا ایک سے زیادہ پوتیاں، (یا ان سے نیچے) ایک یا ایک سے زیادہ حقیقی بہنیں، ایک یا ایک سے زیادہ علاتی بہنیں، یہ سب حصہ ہونے کی وجہ سے وارث ہوں گی جب ان کا کوئی معصّب یعنی بھائی نہ ہو۔ اور اگر معصب ہے تو عصبہ ہونے کی حیثیت سے وارث ہوں گی جیسے بیٹی کے ساتھ بیٹا بھی ہو، بہن کے ساتھ بھائی بھی ہو، بہنیں بھی بیٹیوں کے ساتھ عصبات میں ہیں۔

اصحاب الفروض (وہ ورثاء جن کے حصے مقرر ہیں) گیارہ ہیں:

شوہر، بیوی (ایک ہو یا کئی) ماں، دادا، دادی (ایک ہو یا کئی) بیٹیاں، پوتیاں، حقیقی بہنیں، علاتی بہنیں، اخیافی بھائی بہن۔

۱-شوہر کی میراث

۱-اگر بیوی کے پاس اولاد نہ ہو تو شوہر کو نصف حصہ ملے گا اور اولاد سے مراد لڑکے اور لڑکیاں

اور پوتے اوران سے نیچے کے لوگ ہیں۔اورلڑکیوں کی اولاد اس میں شامل نہیں ہے، وہ وارث نہیں ہوگی۔

۱-اگر بیوی کے پاس اولاد ہوں چاہے اسی شوہر سے ہوں یا دوسرے شوہر سے تو شوہر کو چوتھائی ملے گا۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَلَكُمْ نِصْفُ مَا تَرَكَ أَزْوَاجُكُمْ إِن لَّمْ يَكُن لَّهُنَّ وَلَدٌ فَإِن كَانَ لَهُنَّ وَلَدٌ فَلَكُمُ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْنَ مِن بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُوصِينَ بِهَا أَوْ دَيْنٍ﴾(نساء:۱۲) ”تمہاری بیویاں جو کچھ چھوڑ کر مریں اور ان کی اولاد نہ ہوتو آدھوں آدھ تمہارا ہے اور اگر ان کی اولاد ہوتو ان کے چھوڑے ہوئے مال میں سے تمہارے لئے چوتھائی حصہ ہے،اس وصیت کی ادائیگی کے بعد جو وہ کر گئی ہوں یا قرض کے بعد اور جو(ترکہ)تم چھوڑ جاؤ اس میں ان کے لئے چوتھائی ہے،اگر تمہاری اولاد نہ ہو اور اگر تمہاری اولاد ہو تو پھر انہیں تمہارے ترکہ کا آٹھواں حصہ ملے گا،اس وصیت کے بعد جو تم کے گئے ہو اور قرض کی ادائیگی کے بعد“۔

۲-بیوی کی میراث

۱-اگر شوہر کے پاس اولاد نہ ہوتو بیوی کو چوتھائی حصہ ملے گا۔

۲-اگر شوہر کے پاس اولاد ہو چاہے اسی بیوی سے ہو یا دوسری بیوی سے تو بیوی کو آٹھواں حصہ ملے گا۔

اگر ایک سے زیادہ بیویاں ہوں تب بھی یہی چوتھائی یا آٹھواں حصہ ان کے درمیان مشترک ہوگا(اور ایک ایک کو الگ الگ چوتھائی یا آٹھواں حصہ نہیں ملے گا)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿وَلَهُنَّ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْتُمْ إِن لَّمْ يَكُن لَّكُمْ وَلَدٌ فَإِن كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا تَرَكْتُم مِّن بَعْدِ وَصِيَّةٍ تُوصُونَ بِهَا أَوْ دَيْنٍ﴾(نساء:۱۲) ”اور جو(ترکہ)تم چھوڑ جاؤ اس میں ان کے لئے چوتھائی ہے،اگر تمہاری اولاد نہ ہو،اور اگر تمہاری اولاد ہو تو پھر انہیں تمہارے ترکہ کا آٹھواں حصہ ملے گا اس وصیت کے بعد جو تم کر گئے ہو اور قرض کی ادائیگی کے بعد“۔

۳-ماں کی میراث

۱-ماں کو تہائی حصہ تین شرطوں کے ساتھ ملے گا۔

مرنے والے کے پاس اولاد نہ ہو،مرنے والے کے پاس بھائی بہن نہ ہوں،تیسرے یہ کہ مسئلہ عمریہ کی دونوں صورتوں میں سے کوئی صورت نہ ہو،(عمریہ سے مراد ہے بیوی اور ماں باپ کا ہونا یا شوہر اور ماں باپ کا ہونا)

۲-اگر میت کے پاس اولاد ہے یا بھائی بہن ہیں تو ماں کو سدس(چھٹا حصہ)ملے گا۔

۳-عمریہ کی صورت میں جس کو غراوین بھی کہتے ہیں باقی ماندہ مال میں سے ماں کے لئے ثلث(تیسرا حصہ)ہے۔

عمریہ کی دوصورتیں یہ ہیں:

۱-اگر میت نے ماں باپ اور بیوی چھوڑا ہے تو ترکہ کے چار حصے کئے جائیں گے،ایک چوتھائی بیوی کو مل جائے گا،باقی ماندہ مال میں سے ماں کے لئے ایک ثلث ہے اور باقی دو حصہ باپ کا ہے۔

۲-اگر میت نے ماں باپ اور شوہر چھوڑا ہے تو ترکہ کے چھ حصے کئے جائیں گے شوہر کو آدھا مل جائے گا یعنی تین حصہ اور باقی ماندہ مال میں سے ماں کے لئے ایک ثلث ہے اور باقی دو حصہ باپ کا ہے۔

ماں کو باقی ماندہ مال سے ایک تہائی اس لئے ملے گا تاکہ باپ کے حصے سے اس کا حصہ زیادہ نہ ہونے پائے،میت کی طرف سے دونوں ایک ہی درجہ میں ہیں،لہٰذا مذکر کا حصہ مؤنث سے دوگنا ہونا چاہئے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿وَلِأَبَوَيْهِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ إِن كَانَ لَهُ وَلَدٌ فَإِن لَّمْ يَكُن لَّهُ وَلَدٌ وَوَرِثَهُ أَبَوَاهُ فَلِأُمِّهِ الثُّلُثُ فَإِن كَانَ لَهُ إِخْوَةٌ فَلِأُمِّهِ السُّدُسُ مِن بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُوصِي بِهَا أَوْ دَيْنٍ﴾(نساء:۱۱) ”اور میت کے ماں باپ میں سے ہر ایک کے لئے اس کے چھوڑے ہوئے مال کا چھٹا حصہ ہے،اگر اس(میت)کی اولاد ہو،اور اگر اولاد نہ ہو ماں باپ وارث ہوتے ہوں تو اس کی ماں کے لئے تیسرا حصہ ہاں اگر میت کے کئی بھائی ہوں تو پھر

اس کی ماں کا چھٹا حصہ ہے یہ حصے اس وصیت (کی تکمیل) کے بعد ہیں جو مرنے والا کر گیا ہو یا ادائے قرض کے بعد"۔

۴-باپ کی میراث

۱-اگر میت کی مذکر اولاد ہو جیسے بیٹا یا پوتا تو باپ کو سدس (چھٹا حصہ) ملے گا۔

۲-اگر میت کی اولاد نہ ہو تو باپ کو دونوں حیثیتوں سے ملے گا۔ باپ ہونے کی حیثیت سے بھی اور عصبہ ہونے کی حیثیت سے بھی، چنانچہ باپ ہونے کی حیثیت سے اسے ایک سدس ملے گا اور باقی ماندہ ترکہ عصبہ ہونے کی حیثیت سے ملے گا۔

میت کے باپ اور دادا کی موجودگی میں حقیقی یا علاتی یا اخیافی بھائی بہن وارثت کے حقدار نہیں ہوں گے۔

۵-دادا کی میراث

وہ دادا وارث ہوگا جس کے اور میت کے درمیان کوئی مؤنث نہ ہو جیسے باپ کا باپ، اس کی میراث باپ کی میراث کی طرح ہے سوائے عمریۃ کی دونوں صورتوں میں کیونکہ اس میں ماں کا حصہ دادا کے ساتھ پورے مال کا تہائی حصہ ہے اور باپ کے ساتھ زوجیت کا حصہ نکالنے کے بعد باقی ماندہ مال کا تہائی حصہ ہے۔

۱-دادا کو سدس حصہ دادا ہونے کی حیثیت سے دو شرطوں کے ساتھ ملے گا ایک یہ کہ میت کی اولاد ہو دوسرے یہ کہ باپ موجود نہ ہو۔

۲-دادا کو عصبہ ہونے کی حیثیت سے بھی ملے گا اگر میت کی اولاد نہ ہو اور باپ موجود نہ ہو۔

۳-دادا کو دادا ہونے کی حیثیت سے بھی اور عصبہ ہونے کی حیثیت سے بھی ایک ساتھ ملے گا جب میت کی مؤنث اولاد ہو، جیسے بیٹی اور پوتی۔

۶-دادی کی میراث

جس دادی کے لئے وراثت ہے وہ ماں کی ماں (نانی) باپ کی ماں (دادی)، باپ کے باپ کی

ماں (پردادی) ہیں اور ان سے اوپر صرف مؤنث ہونے کی صورت میں، دو باپ کی طرف سے اور ایک ماں کی طرف سے۔

ماں کی موجودگی میں دادی کو کچھ نہیں ملے گا جس طرح باپ کی موجودگی میں دادا کو کچھ نہیں ملے گا۔

دادی کی میراث چاہے ایک ہوں یا زیادہ مطلقاً سدس (چھٹا حصہ) ہے بشرطیکہ ماں ماجود نہ ہو۔

۷-لڑکیوں کی میراث

۱-لڑکی چاہے ایک ہو یا زیادہ اس کو عصبہ ہونے کی حیثیت سے ملے گا جب اس کے ساتھ بھائی بھی ہو اور **"للذکر مثل حظ الانثیین"** (ایک لڑکے کا حصہ دو لڑکوں کے برابر ہے) کے اصول پر عمل ہوگا۔

۲-اگر بھائی اور بہن نہ ہوں تو لڑکی کو نصف ملے گا۔

۳-اگر دو لڑکیاں یا دو سے زیادہ ہوں تو انہیں مال متروکہ کا دو تہائی ملے گا، بشرطیکہ ان کا کوئی بھائی نہ ہو۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ فَإِنْ كُنَّ نِسَاءً فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ وَإِنْ كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ﴾ (نساء: ۱۱) "اللہ تعالیٰ تمہیں تمہاری اولاد کے بارے میں حکم کرتا ہے کہ ایک لڑکے کا حصہ دو لڑکیوں کے برابر ہے اور اگر صرف لڑکیاں ہی ہوں اور دو سے زیادہ ہوں تو انہیں مال متروکہ کا دو تہائی ملے گا اور اگر ایک ہی لڑکی ہو تو اس کے لئے آدھا ہے"۔

۸-پوتیوں کی میراث

۱-پوتی کے ساتھ اسی کے درجے میں اگر اس کا بھائی یعنی پوتا ہو چاہے ایک پوتی ہو یا ایک سے زیادہ تو وہ عصبہ ہونے کی حیثیت سے وارث ہوگی۔

۲-اگر پوتی کے ساتھ اس کا کوئی بھائی نہ ہو اور نہ کوئی بہن ہو اور نہ اس سے اوپر میت کی کوئی اولاد ہو یعنی بیٹا اور بیٹی تو پوتی کو نصف حصہ ملے گا۔

۳- اگر دو یا دو سے زیادہ پوتیاں ہوں اور ان کا کوئی بھائی نہ ہو اور ان سے اوپر میت کی کوئی اولاد نہ ہو (یعنی بیٹا یا بیٹی) تو ان کو دو ثلث ملے گا۔

۴- پوتی ایک ہو یا ایک سے زیادہ اگر اس کے ساتھ اس کا کوئی بھائی نہ ہو اور میت کا اس سے قریبی کوئی وارث نہ ہو تو اسے سدس (چھٹا حصہ) ملے گا البتہ اگر میت کی اولاد میں ایک لڑکی ہے تو اسے نصف ملے گا اور پوتی کو اس کے ساتھ سدس ملے گا۔

۹- حقیقی بہنوں کی میراث

۱- اگر حقیقی بہن کے ساتھ کوئی بھائی یا بہن نہ ہو اور نہ باپ یا دادا ہوں اور نہ میت کی اولاد ہو تو اسے آدھا ملے گا۔

۲- اگر دو حقیقی بہنیں ہوں یا دو سے زیادہ تو انہیں دو تہائی ملے گا، بشرطیکہ میت کی اولاد نہ ہو اور نہ میت کے باپ یا دادا ہوں اور نہ ان کے بھائی ہوں۔

۳- حقیقی بہن ایک ہو یا ایک سے زیادہ اگر اس کے ساتھ بھائی بھی ہو تو وہ عصبہ ہونے کی حیثیت سے وارث ہوگی اور ﴿للذکر مثل حظ الانثیین﴾ (ایک لڑکے کا حصہ دو لڑکیوں کے برابر ہے) کے اصول پر عمل ہوگا، اسی طرح اگر اس کے ساتھ میت کی مؤنث اولاد ہو تب بھی وہ عصبہ ہونے کی حیثیت سے وارث ہوگی۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿يَسْتَفْتُونَكَ قُلِ اللَّهُ يُفْتِيكُمْ فِي الْكَلَالَةِ إِنِ امْرُؤٌ هَلَكَ لَيْسَ لَهُ وَلَدٌ وَلَهُ أُخْتٌ فَلَهَا نِصْفُ مَا تَرَكَ وَهُوَ يَرِثُهَا إِن لَّمْ يَكُن لَّهَا وَلَدٌ فَإِن كَانَتَا اثْنَتَيْنِ فَلَهُمَا الثُّلُثَانِ مِمَّا تَرَكَ﴾ (نساء: ۱۷۶) ”آپ سے فتویٰ پوچھتے ہیں آپ کہہ دیجئے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں کلالہ کے بارے میں فتویٰ دیتا ہے، اگر کوئی شخص مرجائے جس کی اولاد نہ ہو اور ایک بہن ہو تو اس کے چھوڑے ہوئے مال کا ادھا حصہ ہے اور وہ بھائی اس بہن کا وارث ہوگا اگر اس کی اولاد نہ ہو پس اگر بہنیں دو ہوں تو انہیں کل چھوڑے ہوئے کا دو تہائی ملے گا۔

۱۰- علاتی بہنوں کی میراث

اگر علاتی کا کوئی بھائی بہن نہ ہو اور نہ باپ یا دادا ہوں اور نہ میت کی کوئی اولاد ہو اور نہ اس کے حقیقی بھائی بہن ہوں تو اسے نصف ملے گا۔

۲- اگر علاتی بہن دو یا دو سے زیادہ ہوں اور ان کے پاس بھائی نہ ہو اور نہ باپ یا دادا ہوں اور نہ میت کی اولاد ہو اور نہ اس کے حقیقی بھائی بہن ہوں تو ان کو دو تہائی ملے گا۔

۳- علاتی بہن ایک ہو یا ایک سے زیادہ اگر اس کے ساتھ میت کی ایک حقیقی بہن بھی ہے جس کا حصہ بہن ہونے کی حیثیت سے مقرر ہے اور علاتی بہن کا کوئی بھائی نہیں اور نہ میت کی اولاد ہے اور نہ باپ یا دادا ہیں اور نہ ایک یا ایک سے زیادہ حقیقی بھائی ہیں تو اسے سدس (چھٹا حصہ) ملے گا۔

۴- علاتی بہن ایک ہو یا ایک سے زیادہ اگر اس کے ساتھ اس کا بھائی ہے تو عصبہ ہونے کی حیثیت سے وارث ہوگی، اور للذکر مثل حظ الانثیین کی مؤنث اولاد ہو تب بھی عصبہ ہونے کی حیثیت سے وہ وارث ہوگی۔

۱۱- اخیافی بھائی بہن (ماں ایک باپ مختلف)

اخیافی بھائی بہن میں مذکر و مؤنث دونوں برابر ہیں مذکر کو مؤنث پر کوئی فضیلت نہیں، اور نہ مذکر مؤنث کے عصبہ ہیں، لہٰذا دونوں کو برابر برابر میراث ملے گی۔

۱- اگر میت کی اولاد نہ ہو اور نہ باپ یا دادا ہوں اور اخیافی بھائی یا بہن تنہا ہو تو اسے سدس (چھٹا حصہ) ملے گا چاہے مذکر ہو یا مؤنث۔

۲- اخیافی بھائی یا بہن اگر دو یا دو سے زیادہ ہوں اور میت کی اولاد نہ ہو اور نہ باپ یا دادا ہوں تو انہیں ثلث (تہائی حصہ) ملے گا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَإِن كَانَ رَجُلٌ يُورَثُ كَلَالَةً أَوِ امْرَأَةٌ وَلَهُ أَخٌ أَوْ أُخْتٌ فَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ فَإِن كَانُوا أَكْثَرَ مِن ذَٰلِكَ فَهُمْ شُرَكَاءُ فِي الثُّلُثِ مِن بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُوصَىٰ بِهَا أَوْ دَيْنٍ﴾ (نساء: ۱۲) ”اور جن کی میراث لی جاتی ہے وہ مرد یا عورت کلالہ

ہو یعنی اس کا باپ بیٹا نہ ہو، اور اس کا ایک بھائی یا ایک بہن ہو تو ان دونوں میں سے ہر ایک کا چھٹا حصہ ہے اور اگر اس سے زیادہ ہوں تو ایک تہائی میں سب شریک ہیں اس وصیت کے بعد جو کی جائے اور قرض کے بعد"۔

اہل فروض کے مسائل

حصوں کے اعتبار سے مسائل فروض کی تین قسمیں ہیں:

۱- جس میں حصہ اصل مسئلہ کے برابر برابر ہو اس کا نام عادلہ ہے۔ مثلاً اگر شوہر اور بہن ہوں تو دو حصہ لگایا جائے گا آدھا شوہر کو ملے گا اور آدھا بہن کو۔

۲- جس میں حصہ کم ہو اور اصل مسئلہ زیادہ ہو اس کا نام ناقصہ ہے، تو باقی حصہ زوجین کے علاوہ اصحاب الفرائض پر لوٹا دیا جائے گا اور اگر سارے حصے ترکے کا احاطہ نہ کر سکیں اور عاصب بھی نہیں ہے تو وہ سب اس کے حقدار ہوں گے اور اپنے حصے کے اعتبار سے اسے لیں گے، مثلاً میت کی بیوی اور بیٹی ہے تو ترکہ کے آٹھ حصے کئے جائیں گے بیوی کو آٹھواں حصہ ملے گا اور باقی سات حصے بیٹی کو حصہ ہونے کی حیثیت سے اور لوٹانے کے اعتبار سے ملیں گے۔

۳- جس میں حصہ زیادہ ہو اور اصل مسئلہ کم ہو اس کا نام عائلہ ہے، مثلاً شوہر اور دو علاتی بہنیں ہوں تو اگر شوہر کو نصف دے دیا جائے گا تو دونوں بہنوں کا حصہ جو کہ دو تہائی ہے باقی نہیں بچے گا اس لئے اصل مسئلہ چھ سے ہوگا جب کہ سات حصے پڑیں گے شوہر کو نصف یعنی تین حصے اور دونوں بہنوں کو دو تہائی یعنی چار حصے لہٰذا ہر ایک کو اس کے حصہ کے اعتبار سے کم ملے گا۔

۲- عصبہ

عصبہ: عصبہ وہ لوگ ہیں جن کا وراثت میں حصہ ہو لیکن غیر مقرر (یعنی آدھا یا چوتھائی وغیرہ مقرر نہ ہو)

عصبہ کی دو قسمیں ہیں: ۱- عصبہ بالنسب ۲- عصبۃ بالسبب

عصبہ بالنسب کی دو قسمیں ہیں:

عصبۃ بالنفس: یہ مذکر وارث ہیں (سوائے شوہر، اخیافی بھائی اور آزاد کرنے والے کے) وہ یہ ہیں: بیٹا پوتا (اور ان سے نیچے) باپ دادا اور (ان سے اوپر) حقیقی بھائی، علاتی بھائی، حقیقی بھائی کا بیٹا (اور اس سے نیچے) علاتی بھائی کا بیٹا (اور اس سے نیچے) حقیقی چچا، علاتی چچا، حقیقی چچا کا بیٹا (اور اس سے نیچے) علاتی چچا کا بیٹا (اور اس سے نیچے)

ان میں سے جو تنہا ہوگا وہ پورا مال لے لے گا اور اگر ان ورثاء کے ساتھ ہے جن کے حصے مقرر ہیں تو ان کا حصہ نکالنے کے بعد بقیہ مال کا وہ وارث ہوگا۔ اور اگر اصحاب فروض نے پورے ترکہ کا احاطہ کر لیا تو اس کا حق ساقط ہو جائے گا۔ جہات تعصیب بالترتیب پانچ ہیں:

بیٹا ہونا پھر باپ ہونا پھر بھائی ہونا پھر چچا ہونا پھر ولاء۔۔۔

اگر دو یا دو سے زیادہ عاصب ہوں تو ان کی مندرجہ ذیل حالتیں ہیں:

۱- وہ دونوں جہت، درجہ اور قوت میں برابر ہوں مثلا دونوں بیٹے ہوں یا دونوں بھائی ہوں، یا دونوں چچا ہوں، اس صورت میں دونوں مال میں برابر برابر شریک ہوں گے۔

۲- دونوں جہت اور درجہ میں برابر ہوں اور قوت میں مختلف ہوں مثلاً حقیقی چچا اور علاتی کا اجتماع ہو تو قوت کی وجہ سے حقیقی مقدم ہوگا اور وہ وارث ہوگا نہ کہ علاتی چچا۔

۳- جہت میں برابر ہوں اور درجہ میں مختلف ہوں جیسے بیٹے اور پوتے کا اجتماع ہو تو درجہ میں قریب ہونے کی وجہ سے بیٹا مقدم ہوگا اور وہی وارث ہوگا۔

۴- جہت میں مختلف ہوں لہٰذا جو جہت کے اعتبار سے مقدم ہے وہ میراث میں بھی مقدم ہوگا، اگرچہ درجہ میں دوسرے سے دور ہو مثلاً پوتا (جہت کے اعتبار سے مقدم ہونے کی وجہ سے) باپ پر مقدم ہے (اگرچہ باپ درجہ میں پوتے سے زیادہ قریب ہے)

۲- عصبہ بالغیر:

یہ چار ہیں: ایک یا ایک سے زیادہ لڑکی ایک یا ایک سے زیادہ لڑکے کے ذریعہ عصبہ

بنے ،ایسی صورت میں ﴿للذکر مثل حظ الانثیین﴾ (لڑکے کا حصہ لڑکیوں کے برابر ہے) کے اصول پر عمل ہوگا۔اور اصحاب فروض نے ترکہ کا احاطہ کرلیا ہے تو ان کا حق ساقط ہو جائے گا۔

۳-عصبہ مع الغیر :

یہ دو قسم کے لوگ ہیں، ایک سگی بہن یا ایک سے زیادہ بیٹی یا ایک سے زیادہ بیٹوں کے ساتھ یا ایک پوتی یا ایک سے زیادہ پوتیوں کے ساتھ عصبہ بنے یا ان دونوں کے ساتھ عصبہ بنے۔ایک علاتی بہن یا ایک سے زیادہ ایک بیٹی یا ایک سے زیادہ بیٹیوں کے ساتھ یا ایک پوتی یا ایک سے زیادہ پوتیوں کے ساتھ عصبہ بنے یا ان دونوں کے ساتھ عصبہ بنے ،بہنیں ہمیشہ لڑکیوں یا پوتیوں کے ساتھ (اور ان سے نیچے) عصبہ رہیں گی ۔اصحاب فروض کو دینے کے بعد جو مال باقی بچے گا وہ ان لوگوں کو ملے گا اور اگر اصحاب فروض نے سارے مال کا احاطہ کرلیا تو ان کا حق ساقط ہو جائے گا۔

عصبۃ بالسبب :

آزاد کرنے والا چاہے مذکر ہو یا مؤنث سبب کے ذریعہ عصبہ بنتا ہے اور اس کا عصبہ بذات خود متعصب ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿وَإِن كَانُواْ إِخْوَةً رِّجَالاً وَنِسَاء فَلِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الأُنثَيَيْنِ يُبَيِّنُ اللّهُ لَكُمْ أَن تَضِلُّواْ وَاللّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ﴾(نساء:۱۷۶) ”اور اگر کئی شخص اس ناطے کے ہیں مرد بھی اور عورتیں بھی تو مرد کے لئے حصہ ہے مثل دو عورتوں کے، اللہ تعالیٰ تمہارے لئے بیان فرما رہا ہے کہ ایسا نہ ہو کہ تم بہک جاؤ اور اللہ تعالیٰ ہر چیز سے واقف ہے“۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم حصہ والوں کو ان کا مقرر کیا ہوا حصہ دے دو پھر جو مال بچے وہ قریب کے مرد رشتے دار (یعنی عصبہ) کا ہے۔(بخاری/۶۷۳۲، مسلم/۱۶۱۵)

۳-الحجب

حجب:

کا مطلب ہے کسی وجہ سے کسی کو وراثت سے بالکلیہ محروم کر دینا، یا کسی کے حصہ میں نقصان کا سبب بننا۔

حجب ابواب فرائض میں سے سب سے اہم باب ہے جو حجب نہیں جانتا ہے وہ حقدار سے حق کو روک سکتا ہے اور غیر حقدار کو حق دے سکتا ہے اور دونوں صورتوں میں گناہ وظلم ہے۔

۱-جب ورثاء اکٹھا ہوتو ان کی تین حالتیں ہیں:

جب سارے مذکر موجود ہوں تو ان میں سے صرف تین وارث ہوں گے، باپ بیٹا اور شوہر، اور ترکہ کے بارہ حصے لگائے جائیں گے جن میں ایک سدس باپ کو ملے گا یعنی دو حصہ ایک چوتھائی شوہر کو ملے گا یعنی تین حصہ اور بقیہ سات بیٹے کو عصبہ ہونے کی حیثیت سے ملے گا۔

۲-جب ساری عورتیں موجود ہوں:

تو ان میں سے صرف پانچ عورتیں وارث ہوں گی لڑکی، پوتی، ماں، بیوی، حقیقی بہن، اور بقیہ کا حق ساقط ہو جائے گا، ایسی صورت میں ترکہ کے ۲۴/حصے کئے جائیں گے، بیوی کو آٹھواں یعنی تین حصہ ملے گا، ماں کو چھٹا یعنی چار حصہ ملے گا اور بیٹی کو آدھا یعنی بارہ حصہ ملے گا اور بقیہ حصہ سگی بہن کو عصبہ ہونے کی حیثیت سے ملے گا۔

۳-اگر مذکر و مؤنث دونوں موجود ہوں:

تو ان میں سے صرف پانچ وارث ہوں گے ماں، باپ، بیٹا، بیٹی، شوہر یا بیوی۔

۱-اگر ان کے ساتھ بیوی ہے تو چوبیس حصے کئے جائیں گے باپ کو سدس یعنی چار حصے ملیں گے، اور بقیہ مال بیٹے اور بیٹی کو عصبہ ہونے کی حیثیت سے للذکر مثل حظ الانثیین کے اصول پر دے دیا جائے گا۔

۲- اگر ان کے ساتھ شوہر ہو تو بارہ حصے کئے جائیں گے، باپ کو چھٹا یعنی دو حصہ ملے گا، ماں کو چھٹا یعنی دو حصہ ملے گا، شوہر کو چوتھائی یعنی تین حصہ ملے گا، اور باقی بیٹے اور بیٹی کو عصبہ ہونے کی حیثیت سے للذکر مثل حظ الأنثيين کے اصول پر دیا جائے گا۔

حجب کی اقسام

حجب کی دو قسمیں ہیں:

۱- حجب بالوصف:

یہ ہے کہ وارث کے اندر میراث کے موانع میں سے کوئی مانع پایا جائے، (یعنی جن کی موجودگی میں آدمی وارث نہیں بن سکتا) وہ یہ ہیں۔

غلامی، قتل، اختلاف دین، یہ تمام ورثہ کے لئے ہے جس کے اندر بھی ان تینوں صفتوں میں سے کوئی صفت پائی جائے گی وہ وراثت میں حقدار نہیں ہوگا، اور اس کا ہونا نہ ہونے کے برابر ہے۔

۲- حجب بالشخص:

یہاں یہی مراد ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ دوسرے شخص کی وجہ سے کوئی وارث روک دیا جائے، اس کی دو قسمیں ہیں، حجب نقصان اور حجب حرمان، اس کی تفصیل اس طرح ہے۔

۱- حجب نقصان:

حجب نقصان کا مطلب یہ ہے کہ کوئی وارث کسی وارث کے لئے نقصان کا سبب بن جائے یعنی حاجب کی وجہ سے محجوب کا حصہ کم ہو جائے۔ (مثلاً ثلث سے سدس ہو جائے) اس کی سات قسمیں ہیں چار منتقل ہونے کی وجہ سے ہیں، اور تین ازدحام کی وجہ سے ہیں، منتقل ہونے کی شکلیں یہ ہیں۔

۱- محجوب ایک حصہ سے دوسرے حصہ کی طرف منتقل ہو جائے جو اس سے کم ہو، یہ پانچ لوگ ہیں: میاں، بیوی، ماں، پوتی، علاتی بہن، مثلاً شوہر کا حصہ نصف سے چوتھائی ہو جائے۔

۲- تعصیب سے حصہ کی طرف منتقل ہو جائے جو اس سے کم ہو یہ صرف باپ اور دادا کے حق میں ہے۔

۳- حصہ سے تعصیب کی طرف منتقل ہو جائے جو اس سے کم ہو، یہ ان لوگوں کے حق میں ہے جو نصف حصہ والے ہیں، مثلاً۔ بیٹی، پوتی، حقیقی بہن، علاتی بہن، جب ان میں سے ہر ایک کے ساتھ اس کا بھائی ہو۔

۴- تعصیب سے تعصیب کی طرف منتقل ہو جو اس سے کم ہو، یہ عصبہ مع الغیر کے حق میں ہے مثلاً حقیقی بہن یا باپ، بیٹی یا پوتی کے ساتھ ہو تو اس کو باقی ترکہ کا نصف ملے گا لیکن اگر اس کے ساتھ اس کا بھائی بھی ہو تو ان دونوں کے درمیان باقی ماندہ ترکہ للذکر مثل حظ الأنثيين کے اصول پر تقسیم ہوگا۔

۵- ازدحام: کی وجہ سے حجب نقصان حصے میں ہے یہ سات ورثاء کے حق میں ہے، وہ یہ ہیں۔ دادا، بیوی، کئی لڑکیاں اور پوتیاں، سگی بہنیں، علاتی بہنیں اور اخیافی بھائی بہن۔

۶- تعصیب میں ازدحام: یہ ہر عاصب کے حق میں ہے جیسے بیٹے، بھائی، چچا وغیرہ۔

۷- عول میں ازدحام: یہ اصحاب فروض کے حق میں ہے جب ازدحام ہو جائے۔

۲- حجب الحرمان:

حجب الحرمان یہ ہے کہ کسی وارث کی موجودگی کی وجہ سے کوئی وارث بالکل محروم ہو جائے یہ تمام ورثاء پر لاگو ہوتا ہے سوائے چھ اشخاص کے اور وہ یہ ہیں، باپ، ماں، شوہر، بیوی، بیٹا اور بیٹی۔

کسی شخص کی وجہ سے حجب حرمان کے قواعد:

۱- اصول میں سے ہر وارث (جیسے باپ دادا) اپنے سے اوپر کو وراثت سے محروم کردے گا جب وہ اسی کے جنس سے ہو مثلاً باپ دادا کو میراث سے روک دے گا، اور ماں دادی کو میراث سے روک دے گی۔

۲- مذکر اولاد اپنے نیچے کے لوگوں کو وراثت سے محروم کردے گے چاہے وہ اس کی جنس سے ہو یا نہ ہو مثلاً بیٹے کی موجودگی پوتوں اور پوتیوں کو وراثت سے محروم کردے گی اور میت کی مؤنث اولاد دو ثلث لینے کے بعد اپنے نیچے کی صرف مؤنث کو محروم کردے گی اور جو ترکہ بچے گا وہ مذکر کو عصبہ ہونے کی وجہ سے مل جائے گا۔

۳-اصول (باپ دادا) اور فروع (اولاد) میں سے ہر وارث حواشی کو وراثت سے محروم کردے گا چاہے وہ مذکر ہوں یا مؤنث۔

حواشی سے مراد یہ ہیں: حقیقی یا علاتی بھائی بہن اور ان کے لڑکے، اخیافی بھائی بہن، حقیقی یا علاتی چچا اور ان کے لڑکے البتہ مؤنث چاہے وہ اصول میں سے ہوں یا فروع میں سے وہ حواشی کو محروم نہیں کریں گی سوائے فروع اناث کے اور وہ بیٹیاں اور پوتیاں ہیں پس وہ اخیافی بھائی بہن کو محروم کردیں گی۔

۴-حواشی میں سے بعض بعض کے ساتھ ہیں، لہٰذا ان میں سے جو بھی عصبہ ہونے کی حیثیت سے وارث ہوگا وہ جہت یا قربت یا قوت کے اعتبار سے اپنے سے نیچے کو محروم کردے گا۔ مثلاً حقیقی بھائی کی موجودگی میں علاتی بھائی محروم ہو جائے گا، اسی طرح حقیقی بہن (جو عاصبہ مع الغیر ہو) کی موجودگی میں بھی علاتی بھائی محروم ہو جائے گا۔ اور حقیقی بھتیجہ حقیقی بھائی کی موجودگی میں محروم ہو جائے گا، اسی طرح حقیقی بہن (جو عاصبہ مع الغیر ہو) کی موجودگی میں بھی وہ محروم ہو جائے گا، اسی طرح وہ علاتی بھائی اور علاتی بہن (جو عاصبہ مع الغیر ہو) کی موجودگی میں محروم ہو جائے گا، اور ان چاروں کی موجودگی میں علاتی بھتیجہ محروم ہو جائے گا اور حقیقی بھتیجے کی موجودگی میں بھی وہ محروم ہوگا۔

حقیقی چچا ان پانچوں کی موجودگی میں محروم ہو جائے گا اور علاتی بھتیجے کی موجودگی میں بھی اور علاتی چچا ان چھ لوگوں کی موجودگی میں محروم ہو جائے گا، اور حقیقی چچا کی موجودگی میں بھی، اور حقیقی چچا کا لڑکا ان ساتوں کی موجودگی میں محروم ہو جائے گا اور علاتی چچا کی موجودگی میں بھی اور علاتی چچا کا لڑکا ان آٹھوں کی موجودگی میں محروم ہو جائے گا۔ اور حقیقی چچا کے بیٹے کی موجودگی میں بھی اور اخیافی بھائی بہن، مذکر اصل فروع یعنی بیٹا، پوتا، باپ دادا کی موجودگی میں وارث نہیں ہوں گے۔

۵-اصول کو صرف اصول ہی وارث سے محروم کرے گا اور فروع کو صرف فروع ہی وراثت سے محروم کرے گا، جیسا گزر چکا ہے اور حواشی کو اصول اور فروع سب محروم کرسکتے ہیں۔

۶-حجب حرمان کے اعتبار سے ورثاء کی چار قسمیں ہیں:

ایک وہ ورثاء ہیں جو حجب کرتے ہیں لیکن خود حجب نہیں کیے جاتے (یعنی نقصان یا محرومی کا سبب بنتے ہیں اور خود محروم نہیں کیے جاتے نہ ان کو کوئی نقصان پہنچاتا ہے) اور وہ ماں، باپ اور اولاد ہیں۔

دوسرے وہ ورثاء ہیں جو حجب کیے جاتے ہیں لیکن کسی کو حجب نہیں کرتے اور وہ اخیافی بھائی بہن ہیں۔

تیسرے وہ ورثاء ہیں جو نہ حجب کرتے ہیں اور نہ حجب کیے جاتے ہیں اور وہ میاں بیوی ہیں۔

اور چوتھے وہ ورثاء ہیں جو حجب کرتے ہیں اور حجب بھی کیے جاتے ہیں، اور وہ بقیہ ورثاء ہیں۔

۷-آزاد کرنے والا اور آزاد کرنے والی کا حصہ قرابت میں سے کسی عاصب کی موجودگی میں سقط ہو جاتا ہے۔

۴-تأصیل المسائل

ہر مسئلہ کی اصل ورثاء کے مختلف ہونے کی وجہ سے مختلف ہو جاتی ہے، پس اگر وہ صرف عصبۃ ہیں تو اصل مسئلہ ان کی تعداد کے اعتبار سے للذکر مثل حظ الانثیین کے قاعدہ پر ہوگا، جیسے میت کے اگر ایک بیٹا اور ایک بیٹی ہو تو مسئلہ تین سے ہوگا، دو بیٹے کو ملے گا اور ایک بیٹی کو، اگر مسئلہ میں ایک حصہ والا ہو اور ایک عصبہ ہو تو اس کی اصل اس حصہ کے مخرج سے ہے، مثلاً اگر میت کے ایک بیٹی اور ایک بیٹا ہو تو آٹھ حصے کیے جائیں گے، بیوی کو اس کا حصہ مقرر ہونے کی وجہ سے آٹھواں حصے ملے گا اور باقی ماندہ ترکہ بیٹے کو عصبہ ہونے کی حیثیت سے ملے گا۔

اگر مسئلہ میں صرف وہ لوگ ہوں جن کا حصہ مقرر ہے یا ان کے ساتھ عصبہ ہوں تو چاروں نسبتوں کے ذریعہ مخارج فروض کے درمیان دیکھا جائے اور وہ مماثلہ، مداخلہ، موافقہ، اور مباینۃ ہیں، اور ان کا حاصل مسئلہ کا اصل ہوگا، اور حصے جیسے نصف، چوتھائی، چھٹا حصہ، تہائی حصہ ان میں دو

متماثل میں سے ایک پر اکتفا کیا جائے گا، اور اگر دو افراد متداخل ہوں تو ان میں بڑے پر اکتفاء کیا جائے گا اور اگر متوافق ہوں تو ان میں سے ایک کا وفق دوسرے کے کامل سے ضرب کیا جائے گا، اور اگر دو متباین ہوں تو ان میں سے ایک کا کامل دوسرے کے کامل میں ضرب کیا جائے گا۔ جیسا کہ نیچے دیا گیا ہے۔

مماثلت (۱/۳، ۱/۳)(۱/۶، ۱/۲) مداخلت (۱/۸، ۱/۶) (۲/۳، ۱/۴) اور اسی طرح ذوی الفروض کے مسائل کے اصول سات ہیں وہ یہ ہیں،، دو، تین، چار، چھ، آٹھ، بارہ، چوبیس۔

اگر اصحاب فروض کو دینے کے بعد کچھ بچ گیا اور عصبہ نہ ہوں تو پھر باقی ترکہ ہر حصہ پر مقدار کے اعتبار سے لوٹا دیا جائے۔

زوجین کے علاوہ مثلاً شوہر اور بیٹی ہو تو مسئلہ چار سے ہوگا، شوہر کو ایک چوتھائی ملے گا اور باقی لڑکی کا ہوگا حصہ ہونے کے اعتبار سے بھی اور (عصبہ کی غیر موجودگی میں) لوٹانے کے اعتبار سے بھی۔

۵-ترکہ کی تقسیم

ترکہ: وہ مال وجائداد جسے میت چھوڑے۔

ترکہ ورثاء پر مندرجہ ذیل طریقوں میں سے کسی ایک طریقہ سے تقسیم کیا جائے گا۔

۱-نسبت کا طریقہ:

وہ یہ ہے کہ ہر وارث کے حصہ کی نسبت مسئلہ سے کی جائے اور اسی کے مثل اسے ترکہ دیا جائے مثلاً، اگر میت کی بیوی، ماں اور چچا ہوں اور ترکہ ۱۲۰/روپیہ ہو تو مسئلہ ۱۲/ سے ہوگا بیوی کو چوتھائی یعنی تین حصہ مل جائے گا، اور ماں کو تہائی یعنی چار حصہ مل جائے گا، اور باقی ماندہ ترکہ یعنی پانچ حصہ چچا کو ملے گا۔

۲-اور اگر چاہو تو ترکہ میں ہر وارث کا حصہ ضرب کردو پھر حاصل ضرب کو اصل مسئلہ پر تقسیم کردو، اس طرح ترکہ میں اس کا حصہ نکل آئے گا۔ مثلاً مسئلہ سابقہ میں بیوی کا حصہ چوتھائی یعنی

تین حصہ ہے اس کو ترکہ یعنی ۱۲۰/ میں ضرب کردو، حاصل ضرب ۳۶۰/ ہوا پھر حاصل کو اصل مسئلہ یعنی ۱۲/ پر تقسیم کردو اس کا خارج قسمت ۳۰/ آئے گا، لہٰذا ترکہ میں بیوی کا حصہ ۳۰/ ہوا۔

۳-اور اگر چاہو تو ترکہ کو اصل مسئلہ پر تقسیم کردو، اور خارج قسمت سے وارث کا حصہ ضرب کردو، پھر جو حاصل ضرب ہوگا وہی وارث کا ترکہ مانا جائے گا، مثلاً سابقہ مسئلہ میں ترکہ یعنی ۱۲۰/ کو اصل مسئلہ یعنی ۱۲/ پر تقسیم کردیا جائے خارج قسمت دس آئے گا پھر خارج قسمت یعنی ۱۰/ سے ہر وارث کا حصہ ضرب کردیا جائے تو ماں کا حصہ ترکہ میں چالیس ہوتا ہے (۴۰ = ۴ × ۱۰)۔

اگر ترکہ تقسیم کرنے کے وقت میت کے ایسے رشتہ دار موجود ہوں جو وارث نہیں ہوں گے یا یتیم یا ایسے لوگ موجود ہوں جن کے پاس مال نہیں ہے تو ترکہ تقسیم کرنے سے پہلے ان کو اس میں سے کچھ مال دے دینا بہتر ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿وَإِذَا حَضَرَ الْقِسْمَةَ أُوْلُواْ الْقُرْبَى وَالْيَتَامَى وَالْمَسَاكِينُ فَارْزُقُوهُم مِّنْهُ وَقُولُواْ لَهُمْ قَوْلاً مَّعْرُوفاً﴾ (نساء:۸) ”اور جب تقسیم کے وقت قرابت دار اور یتیم اور مسکین آجائیں تو تم اس میں سے تھوڑا بہت انہیں بھی دے دو اور ان سے نرمی سے بولو“۔

۶-ذوی الارحام کی میراث

ذوی الارحام: وہ رشتے دار ہیں جن کا میت کی میراث میں حصہ مقرر نہیں ہے اور نہ عصبہ ہونے کی حیثیت سے وہ وارث ہوتے ہیں۔

ذوی الارحام میت کے ترکہ میں وارث دو شرطوں سے ہوں گے:

ایک یہ کہ اہل فروض (جن کا حصہ مقرر کیا گیا ہے) نہ ہوں دوسرے یہ کہ عصبہ نہ ہوں۔

ذوی الارحام کی میراث تنزیل (اوپر سے نیچے اترنے) کے اعتبار سے (بالترتیب) ہوگی چنانچہ ان میں سے ہر ایک اس کا قائم مقام ہوگا جس کا اس نے وسیلہ پکڑا ہے وہ مال ان قرابت داروں کے درمیان تقسیم کیا جائے گا جن کا وسیلہ پکڑا گیا ہے پھر ہر ایک کو جو حصہ ملے گا وہی اس کے قائم مقام کا ہوگا، اس کی تفصیل یہ ہے۔

۱-لڑکیوں کے لڑکے اورلڑکوں کی لڑکیوں کے لڑکے اپنی ماں کے قائم مقام ہیں۔

۲- بھائیوں کی لڑکیاں اوران کے بیٹوں کی لڑکیاں اپنے باپ کے قائم مقام ہیں اوراخیافی بھائی بہن کی اولاد اخیافی بھائی بہن کے قائم مقام ہیں اور مطلقاً بہنوں کی اولاد اپنی ماں کے قائم مقام ہیں۔

۳- ماموں، خالہ، اور نانا ماں کے قائم مقام ہیں۔

۴- پھوپھیاں اوراخیافی چچا باپ کے قائم مقام ہیں۔

۵- وہ دادیاں جن کا حصہ ساقط ہوجاتا ہے چاہے وہ ماں کی طرف سے ہوں یا باپ کی طرف سے جیسے نانا کی ماں اور دادا کے باپ کی ماں ان میں پہلی نانی کے قائم مقام ہے اور دوسری دادی کے قائم مقام ہے۔

۶- وہ اجداد جن کا حصہ ساقط ہوجاتا ہے وہ باپ کی طرف سے ہوں یا ماں کی طرف سے جیسے باپ کی ماں اور باپ کی ماں کے باپ، ان میں پہلی ماں کے قائم مقام ہے اور دوسری دادی کے قائم مقام ہے۔

۷- جس نے بھی ان اقسام میں سے کسی کا وسیلہ پکڑا وہ اس شخص کے قائم مقام ہے جس کا اس نے وسیلہ پکڑا ہے جیسے پھوپھی کی پھوپھی خالہ کی خالہ وغیرہ، ذوی الأ حام کی جہات تین ہیں۔ بیٹا ہونا، باپ ہونا، ماں ہونا۔

۷-حمل کی میراث

اگر موت کے وقت بچہ پیٹ میں تھا چاہے وہ نطفہ کی شکل ہی میں کیوں نہ رہا ہو پھر اگر وہ زندہ پیدا ہوا ہے تو وہ وارث ہوگا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: آدمی کا کوئی بچہ ایسا پیدا نہیں ہوتا جس کو شیطان پیدا ہوتے وقت نہ چھوئے، شیطان کے چھونے سے وہ روتا ہے مگر مریم اوران کے بیٹے کو شیطان نہ چھوسکا۔(بخاری/ ۳۴۳۱، مسلم/ ۲۳۶۶)

جب میت حاملہ عورت چھوڑ کر مرے تو اس کی دو حالتیں ہیں:

۱- یا تو ورثاء ولادت کا انتظار کریں پھر مال تقسیم کریں۔

۲- یا ولادت سے پہلے ترکہ تقسیم کرنے کا مطالبہ کریں اور حمل کے لئے دو مذکر یا مؤنث کے حصے سے زیادہ مال روک لیں پھر جب وہ پیدا ہوگا تو اپنا حق لے لے گا۔

اور جو بچے گا وہ مستحقین کو مل جائے گا، اور حمل جس کو حجب نہیں کرے گا وہ اپنا حصہ لے لے گا جیسے دادی اور حمل جس کے لئے حجب نقصان کا سبب بنے گا وہ اپنے حصے سے کم لے لے گا جیسے بیوی، ماں اور حمل کی وجہ سے جس کا حصہ ساقط ہوجائے گا اسے کچھ نہیں ملے گا جیسے بھائی۔

۸-مخنث کی میراث

جس مخنث کی حالت بالکل ظاہر نہ ہوا سے نصف میراث مذکر کی اور نصف میراث مؤنث کی ملے گی، جس مخنث کی حالت ظاہر ہونے کی امید ہو اور لوگ ترکہ تقسیم کرنے کا مطالبہ کر رہے ہوں تو اسے اور جو اس کے ساتھ ہیں انہیں ان کے حصے سے کم دیا جائے گا اور باقی مال روک لیا جائے گا یہاں تک کہ اس کی حالت واضح ہو جائے پھر اگر اس کا مخنث ہونا ثابت ہو جائے تو اسے نصف میراث مذکر کی اور نصف میراث مؤنث کی دی جائے گی۔ (اور اگر مخنث ہونا غلط ہوجائے تو اگر وہ مذکر ہے تو اسے مذکر کا حصہ اور اگر مؤنث ہے تو مؤنث کا حصہ ملے گا) مسئلہ کی تقسیم پہلے مذکر مان کر کی جائے گی پھر مؤنث مان کر اور ہر وارث کو اس کے حصہ سے کم دیا جائے گا اور باقی روک لیا جائے گا یہاں تک کہ اس کی حالت ظاہر ہوجائے۔

مخنث کا معاملہ ان امور سے واضح ہوتا ہے:

پیشاب یا منی دونوں آلوں سے کسی ایک سے نکلے پس اگر اس نے دونوں سے پیشاب کیا تو جس سے پہلے نکلا ہے اس کا اعتبار ہوگا اور اگر دونوں سے ایک ساتھ نکلا ہے تو جس سے زیادہ نکلا ہے اس کا اعتبار کیا جائے گا۔

اسی طرح دیگر جن چیزوں کے ذریعے اس کی جنس کا فیصلہ کیا جاسکتا ہے وہ یہ ہیں: جنسی میلان، داڑھی کا ظاہر ہونا، حیض آنا، حمل ٹھہرنا، چھاتیوں کا بڑا ہو جانا، اور چھاتیوں سے دودھ نکلنا وغیرہ۔

۹-مفقود کی میراث

مفقود سے مراد وہ گمشدہ شخص ہے جس کے بارے میں کوئی خبر نہ ملے کہ وہ زندہ ہے یا مردہ۔

مفقود کی دو حالتیں ہیں: موت یا زندگی ان میں سے ہر حالت کے الگ الگ احکام ہیں کچھ احکام اس کی بیوی کے لئے ہیں اور کچھ احکام اس کی میراث کے بارے میں ہیں خواہ اس کو کسی سے میراث پانے کا مسئلہ ہو یا دوسروں کو اس کی میراث پانے کا مسئلہ ہو یا اس کے ساتھ کسی کو میراث پانے کا مسئلہ ہو اور اگر موت یا زندگی میں سے کسی حالت کے اندر اس کو تلاش کیا جائے اور اس کی حالت معلوم کی جائے یہ مدت حاکم اپنے اجتہاد سے مقرر کر لے۔

مفقود کے احوال:

۱-اگر مفقود مورث ہے تو جب انتظار کی مدت گزر جائے اور اس کا معاملہ ظاہر نہ ہو تو اس کے مرنے کا حکم لگایا جائے اور اس کے مال خاص کو تقسیم کر دیا جائے اسی طرح اس مال کو بھی تقسیم کر دیا جائے جو اس کے لئے اس کے مورث کے مال سے روک لیا گیا ہو، یہ مال ان ورثاء پر تقسیم ہوگا جو اس وقت موجود ہوں جب اس پر موت کا حکم لگایا گیا ہے اور ان لوگوں پر تقسیم نہیں ہوگا جو انتظار کی مدت میں مر گئے ہوں۔

۲-اگر مفقود وارث ہو اور اس کا کوئی مزاحم نہ ہو تو اس کا حصہ اس وقت تک روکا جائے جب تک کہ اس کا معاملہ ظاہر نہ ہو جائے یا انتظار کی مدت گزر جائے، اور اگر ورثاء میں کوئی اس کا مزاحم ہے اور وہ اپنا حصہ مانگ رہا ہے تو ورثاء کو ان کے حصے سے کم دیا جائے اور بقیہ مال اس وقت تک روک لیا جائے جب تک کہ اس کا معاملہ ظاہر نہ ہو جائے پھر اگر وہ زندہ ہے تو اپنا حصہ لے لے گا ورنہ اسے اس کے اہل پر لوٹا دیا جائے گا۔

پھر مسئلہ کی تقسیم مفقود کو زندہ سمجھ کر کی جائے گی پھر اسے مردہ سمجھ کر کی جائے گی پس جو ان دونوں مسئلوں میں کم زیادہ کا وارث ہو رہا ہے تو اسے کم ہی دیا جائے گا، اور جو ان دونوں مسئلوں میں برابر برابر وارث ہو رہا ہے اس کو اس کا پورا حصہ دے دیا جائے گا۔ اور جو ان دونوں مسئلوں سے صرف ایک میں وارث ہو رہا ہے اسے کچھ نہیں دیا جائے گا اور باقی مال روک لیا جائے گا یہاں تک کہ اس کا معاملہ ظاہر ہو جائے۔

۱۰-ڈوب کر یا مکان میں دب کر مرنے والے کی میراث

اس کا مطلب یہ ہے کہ کچھ لوگ جو ایک دوسرے کے وارث ہیں کسی عام حادثہ میں مر جائیں جیسے ڈوب کر یا جل کر یا جنگ میں یا مکان گرنے سے یا کار، جہاز یا ٹرین، وغیرہ کے حادثات میں۔

ان کی پانچ حالتیں ہیں:

۱-بعد میں مرنے والا بعینہ جانا جائے، ایسی صورت میں وہ پہلے مرنے والے کا وارث ہوگا اور پہلے مرنے والا بعد میں مرنے والے کا وارث نہیں ہوگا۔

۲-اگر یہ پتہ چل جائے کہ سب ایک ہی مرتبہ میں مرے ہیں تو ان میں سے ایک دوسرے کے وارث نہیں ہوں گے۔

۳-اگر یہ پتہ نہ چل سکے کہ موت کیسے ہوئی ہے کیا ایک مرتبہ میں سب مر گئے ہیں یا آگے پیچھے مرے ہیں؟ تو ایک دوسرے کے وارث نہیں ہوں گے۔

۴-اگر یہ پتہ چل جائے کہ یہ سب آگے پیچھے مرے ہیں لیکن بعد میں کون مرا ہے یہ معلوم نہ ہو تو وہ ایک دوسرے کے وارث نہیں ہوں گے۔

۵-اگر یہ پتہ چل جائے کہ بعد میں کون مرا ہے پھر آدمی بھول جائے تو ایک دوسرے کے وارث نہیں ہوں گے۔

ان آخری چاروں صورتوں میں ایک دوسرے کے وارث نہیں ہوں گے لہٰذا ان میں سے ہر ایک کا مال اس کے صرف زندہ رہنے والے ورثاء کو ملے گا اور ان لوگوں کو نہیں ملے جو اس کے ساتھ مر گئے ہیں۔

۱۱-قاتل کی میراث

جس نے ناحق اپنے مورث کو تنہا قتل کیا یا اس کے قتل میں حصہ بٹایا یا اس کے قتل کا سبب بنا وہ اس کی وارثت سے محروم کر دیا جائے گا۔

ناحق قتل کا مطلب یہ ہے کہ بطور قصاص قتل نہ کیا ہو، قصداً قتل کرنے والا وارث نہیں ہوگا، اس ممانعت میں حکمت یہ ہے کہ کہیں کوئی شخص جلدی میراث لینے کی غرض سے کسی کو قتل نہ کر دے۔

اگر بطور قصاص قتل کیا ہے یا اپنی جان و مال کی طرف سے دفاع کرتے ہوئے قتل کیا ہے تو وارثت سے محروم نہیں کیا جائے گا۔

مرتد کسی کا وارث نہیں ہوگا، اور نہ اس کا کوئی وارث ہوگا، اگر وہ حالت ارتداد میں مرا تو اس کا مال مسلمانوں کے بیت المال میں جائے گا۔

۱۲-اہل ملت کی میراث

مسلمان کافر کا وارث نہیں ہوگا اور نہ کافر مسلمان کا وارث ہوگا کیونکہ ان دونوں کا دین الگ الگ ہے۔

کفار ایک دوسرے کے وارث ہوں گے، اگر ان کا دین ایک ہے لیکن اگر دین مختلف ہے تو ایک دوسرے کے وارث نہیں ہوں گے مثلاً یہود کا دین الگ ہے نصاریٰ کا الگ ہے اور مجوس کا الگ ہے۔

یہود آپس میں ایک دوسرے کے وارث ہوں گے، نصاریٰ آپس میں ایک دوسرے کے وارث ہوں گے، مجوس آپس میں ایک دوسرے کے وارث ہوں گے، اور بقیہ اہل ملل آپس میں ایک دوسرے کے وارث ہوں گے۔ یہودی نصرانی کا وارث نہیں ہوگا اسی طرح بقیہ ادیان والے بھی۔

۱۳-عورت کی میراث

اسلام نے عورت کو عزت بخشی ہے اور میراث میں اس کا حصہ مقرر کیا ہے، چنانچہ کبھی اس کو مذکر کے حصے کے برابر حصہ ملتا ہے، جیسے کہ اخیافی بھائی بہن کو برابر برابر ملتا ہے۔

کبھی مذکر کے مثل یا اس سے کم ملتا ہے، جیسے کہ ماں کو باپ کے برابر حصہ ملتا ہے، جب میت کی مذکر اولاد ہو یا مذکر و مؤنث دونوں ہوں ایسی صورت میں ماں کو ایک سدس اور باپ کو ایک سدس ملتا ہے اور اگر ان دونوں کے ساتھ میت کی مؤنث اولاد ہو تو ماں کو ایک سدس اور باپ کو ایک سدس ملتا ہے، اس کے علاوہ باپ کو باقی مال بھی مل جاتا ہے اگر عصبہ نہ ہوں۔

کبھی مذکر کے آدھا ملتا ہے، اور اکثر ایسے ہی ہوتا ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ عورت کو اسلام نے معاش کی ذمہ داری سے بالکل فارغ رکھا ہے اور مال خرچ کرنے کی پوری ذمہ داری مرد پر رکھی ہے جیسے، مہر، مکان، بیوی بچوں کی کفالت وغیرہ، عورت نہ اپنے اوپر خرچ کرے نہ اپنی اولاد پر بلکہ مرد کو اس کا اور اس کے بچوں کا پورا کفیل بنایا گیا ہے، لہٰذا میراث میں عورت کا نصف حصہ مقرر کرنا ظلم نہیں ہے، عورت کا یہ نصف حصہ بھی محفوظ ہو جاتا ہے، اور خرچ نہ کرنے کی وجہ سے بڑھتا ہی جاتا ہے، جب کہ مرد کا مال اپنے اور اپنے بال بچوں پر خرچ کرنے کی وجہ سے کم ہوتا رہتا ہے۔

﴿وما ربک بظلام للعبید والله علیم حکیم﴾ ''تمہارا رب بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ بہت زیادہ علم وحکمت والا ہے''۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: **﴿الرجال قوامون علی النساء بما فضل الله بعضهم علی بعض وبما انفقوا من اموالهم﴾** (نساء: ٣٤) ''مرد عورتوں پر حاکم ہیں اس وجہ سے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک کو دوسرے پر فضیلت دی ہے اور اس وجہ سے کہ مردوں نے اپنے مال خرچ کیے ہیں''۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿إِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالإِحْسَانِ وَإِيتَاء ذِي الْقُرْبَى وَيَنْهَى عَنِ الْفَحْشَاء وَالْمُنكَرِ وَالْبَغْيِ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ﴾ (نحل: ۹۰) ''اللہ تعالیٰ عدل کا، بھلائی کا اور قرابت داری کے ساتھ حسن سلوک کرنے کا حکم دیتا ہے اور بے حیائی کے کاموں، ناشائستہ حرکتوں اور ظلم و زیادتی سے روکتا ہے، وہ خود تمہیں نصیحتیں کر رہا ہے شاید کہ تم نصیحت حاصل کرو''۔

———.°O°.———

الباب السادس

نکاح اور اس کے متعلقات

اس میں مندرجہ ذیل چیزوں کا بیان:

۱-کتاب النکاح	۲-کتاب الطلاق
۳-رجعت	۴-خلاء
۵-ایلاء	۶-ظہار
۷-لعان	۸-عدت
۹-رضاعت	۱۰-نفقہ

۱۱-حضانت (بچے کی پرورش)

اس کے علاوہ اس باب میں کھانے پینے ذبیحہ اور شکار کا بیان بھی ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وان خفتم ألا تقسطوا فی الیتامیٰ فانکحوا ما طاب لکم من النساء مثنیٰ وثلاث ورُباع فان خفتم ألا تعدلوا فواحدة أو ما ملکت أیمانکم ذلک أدنیٰ ألا تعولوا﴾

(نساء:۳)

''اگر تمہیں ڈر ہو کہ یتیم لڑکیوں سے نکاح کر کے انصاف نہ رکھ سکو گے تو اور عورتوں میں سے جو بھی تمہیں بھلی لگیں تم ان سے نکاح کرلو، دودو، تین تین، چار چار سے لیکن اگر تمہیں برابری نہ کرسکنے کا خوف ہو تو ایک ہی کافی ہے، یا تمہاری ملکیت کی لونڈی یہ زیادہ قریب ہے کہ (ایسا کرنے سے ناانصافی اور) ایک طرف جھک پڑنے سے بچ جاؤ''۔

۱- کتاب النکاح

شادی بیاہ اللہ تعالیٰ کے قوانین میں سے ہے جو سارے حیوانات ونباتات میں پائی جاتی ہے۔

انسان کے لئے اللہ تعالیٰ نے خاص طور سے شادی بیاہ کا ایک نظام مقرر کیا ہے تاکہ دوسری مخلوقات سے اس کو ممتاز بنائے یہ نظام اس کی عزت وشرف وکرامت کی حفاظت کرتا ہے، شرعی نکاح سے مرد اور عورت کے درمیان ایک پاکیزہ رشتہ قائم ہو جاتا ہے، اس کی بنیاد رضامندی اور ایجاب وقبول پر ہے۔

ایسی شادی سے آدمی اپنی خواہش نفسانی کی تکمیل پاکیزہ طریقے سے کرتا ہے اس سے نسل کی حفاظت ہوتی ہے اور عورت اجنبی مردوں سے محفوظ ہو جاتی ہے۔

نکاح کی فضیلت:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْ خَلَقَ لَكُم مِّنْ أَنفُسِكُمْ أَزْوَاجاً لِّتَسْكُنُوا إِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُم مَّوَدَّةً وَرَحْمَةً إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ﴾ (روم: ۲۱) ''اور اس کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ اس نے تمہاری ہی جنس سے بیویاں پیدا کیں تاکہ تم ان سے آرام پاؤ اس نے تمہارے درمیان محبت اور ہمدردی قائم کردی، یقیناً غور وفکر کرنے والوں کے لئے اس میں بہت سی نشانیاں ہیں''۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: **﴿ولقد ارسلنا رسلا من قبلک وجعلنا لهم ازواجاً وذرية﴾** (رعد: ۳۸) ''ہم آپ سے پہلے بھی بہت سے رسول بھیج چکے ہیں اور ہم نے ان سب کو بیوی بچوں والا بنایا تھا''۔

نکاح انبیاء کی سنت ہے ہمارے پیارے نبی ﷺ نے اس کی ترغیب دلائی ہے، آپ نے فرمایا کہ اے جوانو! جو تم میں سے شادی کی طاقت رکھتا ہو وہ شادی کرے کیونکہ شادی سب سے زیادہ نگاہ کو پست کرنے والی ہے اور شرم گاہ کی حفاظت کرنے والی چیز ہے، اور جو شخص اس کی طاقت نہ

رکھتا ہو وہ روزہ رکھے اس لئے کہ روزہ سے اس کی شہوت کم ہو جائے گی۔(بخاری/٥٠٦٦، مسلم/١٤٠٠)

نکاح: نکاح شرعی عقد ہے جس سے میاں بیوی ایک دوسرے سے لطف اندوز ہو سکتے ہیں۔

شادی کے مشروع ہونے کی حکمتیں:

١- شادی سے ایک پاکیزہ خاندانی نظام قائم ہوتا ہے نفس کو حرام چیزوں سے بچالیا جاتا ہے، شادی میاں بیوی دونوں کو پاک دامن بناتی ہے، وہ سکون واطمینان کا سبب ہے۔

٢- شادی اولاد پیدا کرنے اور نسل بڑھانے کا بہترین ذریعہ ہے اس سے نسب کی حفاظت ہوتی ہے۔

٣- شادی جنسی خواہش پورا کرنے کا سب سے بہترین ذریعہ ہے اس سے آدمی بہت سے امراض سے محفوظ ہو جاتا ہے۔

٤-شادی سے ماں باپ بننے کی خواہش پوری ہو جاتی ہے، شادی اس شخص کے لئے سنت ہے جس کو شہوت ہو اور زنا کا خوف نہ ہو، اس لئے کہ اس میں بہت سے فوائد ہیں۔

شادی ہی سے ایک صالح خاندان پھر ایک صالح معاشرہ کا وجود ہوتا ہے، شوہر محنت کر کے کماتا ہے اور عورت بچوں کی پرورش کرتی ہے وہ گھر کا نظم ونسق سنبھالتی ہے، شوہر اور بیوی کے اپنی اپنی ذمہ داری سنبھالنے کی وجہ سے ہی سماج کے احوال درست ہوتے ہیں۔

اس شخص پر شادی واجب ہے جسے زنا میں مبتلا ہونے کا اندیشہ ہو، زوجین کو چاہئے کہ نکاح کرنے کے وقت وہ یہ نیت کریں کہ اپنے آپ کو حرام کام سے بچائیں گے اور اپنے آپ کو پاکدامن بنائیں گے اگر انہوں نے ایسی نیت کی تو یہ شادی ان کے لئے صدقہ مانی جائے گی۔

جو شخص شادی کرنا چاہے اس کے لئے سنت یہ ہے کہ وہ ایسی عورت سے شادی کرے جو خوب محبت کرنے والی، خوب بچہ پیدا کرنے والی، باکرہ، دین دار اور پاک دامن ہو۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: عورتوں سے شادی

چار چیزوں کی وجہ سے کی جاتی ہے، ان کے مال کی وجہ سے، ان کے حسب کی وجہ سے، ان کی خوبصورتی کی وجہ سے اور ان کے دین کی وجہ سے پس تم دین دار کو ترجیح دو اگر چہ تمہارا ہاتھ خاک آلود ہو جائے۔

تعدد زوجات کی حکمت:

اللہ تعالیٰ نے مرد کے لئے یہ حلال کیا ہے کہ وہ چار عورتوں سے شادی کر سکتا ہے، اس سے زیادہ بشرط کہ اس کے پاس جسمانی اور مالی قوت ہو اور وہ ان کے درمیان انصاف کرنے پر قادر ہو، کیونکہ اس میں بہت سے فوائد ہیں مثلاً اس سے شرم گاہ کی حفاظت ہوتی ہے، آدمی ان کے ساتھ بھلائی کرتا ہے، اس کی وجہ سے نسل میں اضافہ ہوتا ہے، اور امت کی تعداد بڑھتی ہے، اور اللہ تعالیٰ کی تنہا عبادت کرنے والوں کی تعداد بڑھ جاتی ہے لیکن اگر اس بات کا اندیشہ ہو کہ وہ ان کے درمیان عدل نہیں کر سکتا تو وہ ایک ہی سے شادی کرے یا ملکیت کی لونڈی رکھے، لونڈی کے لئے باری تقسیم کرنا اس پر واجب نہ ہوگا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تُقْسِطُواْ فِي الْيَتَامَى فَانكِحُواْ مَا طَابَ لَكُم مِّنَ النِّسَاء مَثْنَى وَثُلاَثَ وَرُبَاعَ فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تَعْدِلُواْ فَوَاحِدَةً أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ ذَلِكَ أَدْنَى أَلَّا تَعُولُواْ﴾ (نساء:٣) ''اگر تمہیں ڈر ہو کہ یتیم لڑکیوں سے نکاح کر کے تم انصاف نہ کر سکو گے تو اور عورتوں میں جو بھی تمہیں اچھی لگیں تم ان سے نکاح کر لو، دو دو، تین تین، چار چار، لیکن اگر تمہیں برابری نہ کر سکنے کا خوف ہو تو ایک ہی کافی ہے یا تمہاری ملکیت کی لونڈی یہ زیادہ قریب ہے کہ (ایسا کرنے سے ناانصافی اور) ایک طرف جھک پڑنے سے بچ جاؤ''۔

جو شخص کسی عورت کے پاس شادی کا پیغام بھیجنا چاہے اس کے لئے بہتر یہ ہے کہ وہ اس کو دیکھ لے، لیکن خلوت صحیحہ نہ ہو، اور نہ اس سے مصافحہ کرے، نہ اس کا بدن چھوئے اور جو دیکھے اسے بیان نہ کرتا پھرے، اسی طرح عورت کو بھی اپنے پاس شادی کا پیغام بھیجنے والے کو دیکھ لینا چاہیے، اور اگر دیکھنا ممکن نہ ہو تو کسی قابل بھروسہ عورت کو اس کے پاس بھیجے تاکہ وہ اسے دیکھ لے پھر اس سے اس

کا وصف بیان کردے۔

سب سے بہتر عورت:

سب سے بہتر عورت وہ ہے جو نیک ہو جس کو دیکھتے ہی آدمی خوش ہو جائے وہ مطیع وفرمانبردار ہو اور ایسا کام نہ کرے جو شوہر کو ناگوار ہو، جو اللہ کے اوامر کو بجالائے اور اس کے نواہی سے بچے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: دنیا (پوری طور پر) سرمایہ زندگی ہے اور دنیا کا سب سے اچھا سرمایہ نیک عورت ہے۔ (مسلم/١٤٦٧)

جہاں اس علیم وحکیم نے تعدد زوجات کو جائز قرار دیا ہے وہیں اس بات سے بھی منع کیا ہے کہ یہ بہت قریبی رشتے داروں کے درمیان نہیں ہونا چاہئے مثلاً دو بہنوں کے درمیان اجتماع، عورت اور اس کی پھوپھی یا خالہ کے درمیان اجتماع کیونکہ اس سے قطع رحم کا امکان ہے، ان عورتوں کے درمیان دشمنی پیدا ہو جائے گی جو انتہائی قریبی ہیں، کیونکہ سوکنوں میں غیرت بہت ہوتی ہے۔

عورت کو شادی کا پیغام دینا:

جو شخص کسی عورت کے پاس شادی کا پیغام بھیجنا چاہے اس کے لیے بہتر یہ ہے کہ اسے دیکھ لے لیکن خلوت صحیحہ، مصافحہ اور بدن چھونا جائز نہیں، پھر اسے دیکھنے کے بعد اس کے بارے میں لوگوں سے بیان کرتا نہ پھرے، اسی طرح عورت بھی اپنے خطیب کو دیکھ لے اور اگر آدمی خود نہ دیکھ سکے تو کسی عورت کو اس کے پاس بھیج دے تاکہ وہ اس کا حال دیکھ کر اسے بتلا دے۔

اگر عورت کا شوہر مر جائے پھر وہ کسی دوسرے سے شادی کرے تو وہ قیامت کے دن اپنے سب سے آخری شوہر کے ساتھ ہوگی۔

شادی کا پیغام دیتے وقت فوٹو کا تبادلہ کرنا حرام ہے اور آدمی کے لئے یہ جائز نہیں کہ اپنے مؤمن بھائی کی شادی کے پیغام پر اپنی شادی کا پیغام بھیجے، یہاں تک کہ وہ اس سے نکاح کر لے یا چھوڑ دے، پھر جب چھوڑ دے تو شادی کا پیغام بھیجے۔

عورت کے ولی پر واجب ہے کہ وہ اس کی شادی کے لئے نیک مرد کو تلاش کرے اور اس میں

کوئی حرج نہیں کہ آدمی اپنی بیٹی یا بہن کو شادی کی نیت سے اہل خیر وصلاح پر پیش کرے۔ عدت کی حالت میں خواہ وہ شوہر کی وفات کے بعد عدت گزار رہی ہو یا طلاق بائن کے بعد صراحتاً شادی کا پیغام دینا منع ہے، البتہ تعریضاً (اشارہ کنایہ سے) پیغام دے سکتا ہے، مثلاً یہ کہے مجھے تمہاری ہی طرح کی ایک عورت چاہیے اور وہ اس طرح جواب دے، تم جیسے آدمی سے اعراض نہیں کیا جا سکتا۔

ایسی عورت جس کے شوہر نے ایک یا دو طلاقیں دی ہیں (یعنی طلاق رجعی) اس کو عدت کے اندر اشارے کنائے میں بھی شادی کا پیغام دینا جائز نہیں، کیوں کہ جب تک عدت نہیں گزر جاتی، اس پر شوہر ہی کا حق ہے ممکن ہے کہ وہ رجوع کر لے۔

نکاح کے تین ارکان ہیں:

۱- میاں بیوی موجود ہوں اور ان کے درمیان شادی کرنے میں کوئی شرعی رکاوٹ نہ ہو، جیسے رضاعت اور اختلاف دین وغیرہ۔

۲- ایجاب کا حصول: یہ وہ لفظ ہے جو ولی کی طرف سے یا اس کے قائم مقام کی طرف سے صادر ہو مثلاً یہ کہے کہ میں نے فلاں عورت سے تمہارا نکاح کر دیا۔

۳- قبول کا حصول: یہ وہ لفظ ہے جو شوہر یا اس کے قائم مقام کی طرف سے ادا ہو، مثلاً وہ یہ کہے کہ میں نے اس نکاح کو قبول کیا، پھر جب ایجاب قبول حاصل ہو جائے تو نکاح منعقد ہو جائے گا۔

شادی میں عورت سے اجازت طلب کرنے کا حکم:

عورت کے ولی پر واجب ہے کہ شادی سے پہلے اس سے اجازت لے اور اس کو اس شخص کے ساتھ شادی کرنے پر مجبور نہ کرے جسے وہ ناپسند کرتی ہے، اگر اس نے ایسا کیا تو عورت کو نکاح فسخ کرنے کا حق ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بیوہ عورت کا نکاح اس وقت تک نہ کیا جائے جب تک کہ اس سے صاف صاف زبان سے اجازت نہ لے لی جائے

اسی طرح کنواری کا بھی نکاح نہ کیا جائے جب تک کہ وہ اجازت نہ دے دے،لوگوں نے کہا کہ اے اللہ کے رسولﷺ اس کی اجازت کیسی ہوگی؟ آپ نے فرمایا اس کی اجازت یہی ہے کہ وہ سن کر چپ رہے۔(بخاری/ ٥١٣٦، مسلم/١٤١٩)

حضرت خنساء بنت خدام انصاریہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ وہ ثیبہ تھیں ان کے باپ نے ان کی (دوسری) شادی کردی،انہیں وہ شادی پسند نہیں آئی،آخر وہ رسول اللہﷺ کے پاس آئیں آپ نے ان کا نکاح جو باپ نے کردیا تھا فسخ کر ڈالا۔(بخاری/٥١٣٨)

باپ نو سال سے کم عمر والی لڑکی کی شادی اس کے کفوٴ سے اس کی اجازت کے بغیر کرسکتا ہے۔

سونے کی انگوٹھی پہننا مردوں کے لئے حرام ہے لہٰذا شادی کا پیغام دینے کے بعد مرد کو جو سونے کی انگوٹھی پہنائی جائے وہ حرام ہے،یہ کفار کی مشابہت اخیار کرنا ہے۔

نکاح کا خطبہ:

عقد نکاح سے پہلے وہ خطبہ پڑھنا مستحب ہے جس کا نام خطبۂ حاجت ہے، جیسے کہ خطبۂ جمعہ میں اس کا بیان گزر چکا ہے،یعنی **ان الحمد الله نحمده ونستعينه** ...... الخ پھر وہ آیات پڑھی جائیں جو اس سلسلہ میں وارد ہیں پھر دونوں کے درمیان عقد کردیا جائے اور اس پر دو آدمیوں کو گواہ بنالیا جائے۔

شادی پر مبارکباد دینا:

نکاح کے بعد مبارکباد دینا مستحب ہے،حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبیﷺ جب مبارکباد دیتے تو یہ کہتے:" **بارك الله لكم و بارك عليكم و جمع بينكما في خير**" اللہ تعالیٰ تمہیں برکت دے اور خیر میں تم دونوں کو جمع کرے۔(ابوداؤد/٢١٣٠، ابن ماجہ/١٩٠٥)

عقد کے بعد شوہر اپنی بیوی کے ساتھ تنہائی میں ہوسکتا ہے اس سے تمتع کرسکتا ہے اور عقد سے پہلے ایسا کرنا حرام ہے خواہ منگنی ہوچکی ہو۔

عقد نکاح حالت طہر اور حالت حیض دونوں میں جائز ہے لیکن طلاق حالت حیض میں دینا حرام

ہے اور صرف طہر میں دینا جائز ہے،اس کی تفصیل آگے **ان شاء الله** آئے گی۔

نکاح کی شرطیں :

١-میاں بیوی کی تعیین۔

٢-دونوں کی رضامندی۔

٣-ولی،کسی عورت کی شادی بغیر ولی درست نہیں۔

ولی کے لئے شرط یہ ہے کہ وہ مذکر،آزاد،بالغ،عاقل،ورشید ہو،اس کا دین وہی ہو جو عورت کا دین ہے،سلطان اس کافر عورت کی شادی کرسکتا ہے جس کا کوئی ولی نہ ہو،ولی عورت کا باپ ہوگا جس کو اپنی بیٹی کی شادی کرنے کا سب سے زیادہ حق ہے پھر وہ شخص ہوگا جس کو نکاح کرنے کے لئے اس نے اپنا وصی بنایا ہو،پھر لڑکی کا دادا ولی ہوگا،پھر اس کا بیٹا ولی ہوگا،پھر اس کا بھائی ولی ہوگا، پھر اس کا چچا ولی ہوگا،پھر نسب کے اعتبار سے جو سب سے قریبی عصبہ ہے وہ ولی ہوگا،پھر سلطان ولی ہوگا۔

٤-عقد نکاح پر دو عادل مذکر مکلّف گواہ ہوں۔

٥-میاں اور بیوی کے درمیان شادی کرنے میں کوئی شرعی رکاوٹ نہ ہو، جیسے نسب،رضاعت،اختلاف دین وغیرہ۔

اگر عورت کا سب سے قریبی ولی اسے نکاح نہ کرنے دے یا اس کا اہل نہ ہو،یا غائب ہو اور آسانی سے اس کا لوٹنا ممکن نہ ہو تو اس کی شادی وہ شخص کرے جس کا نمبر ولی ہونے میں اس کے بعد ہے۔

بغیر ولی کے نکاح درست نہیں،حاکم کے پاس اس کا فسخ کرنا واجب ہے،یا شوہر اسے طلاق دے دے،اور اگر اس فاسد نکاح سے اس نے جماع کرلیا ہے تو اس عورت کو مہر مثل دینا پڑے گا۔

میاں اور بیوی کے درمیان کفو میں دین اور آزادی کا اعتبار کیا جائے لہٰذا اگر ولی نے پاک دامن کی شادی کسی فاجر سے کردی یا آزاد کی شادی کسی غلام سے کردی تو نکاح تو صحیح ہوجائے گا

لیکن عورت کو اختیار ہوگا چاہے وہ نکاح باقی رکھے یا فسخ کردے۔

جماع کے مقاصد:

جماع کے تین مقاصد ہیں:

نسل کی حفاظت، پانی کا اخراج جس کا روکنا نقصان دہ ہے، حاجت پوری کرنا اور لذت حاصل کرنا، آخری چیز جنت میں اپنی انتہا پر ہوگی۔

جب شوہر اپنی بیوی کے پاس جائے تو کیا کرے:

سنت یہ ہے کہ جب آدمی اپنی بیوی کے پاس جائے تو اس سے نرمی کا برتاؤ کرے مثلاً کوئی مشروب جیسے دودھ وغیرہ اس کے سامنے پیش کردے اور اپنا ہاتھ اس کی پیشانی پر رکھ کر بسم اللہ کہے اور برکت کی دعا کرے پھر یہ کہے: "**اللهم انی اسألک خيرها وخير ما جبلتها عليه واعوذبک من شرها ومن شر ما جبلتها عليه**" اے اللہ! میں تجھ سے اس کی بھلائی مانگتا ہوں اور وہ بھلائی مانگتا ہوں جو تو نے اس کی فطرت میں رکھی ہے اور اس کے شر سے تیری پناہ مانگتا ہوں اور اس شر سے تیری پناہ مانگتا ہوں جو تو نے اس کے فطرت میں رکھا ہے۔ (ابوداؤد/۲۱۶۰، ابن ماجہ/۲۲۵۲)

پھر دونوں ایک ساتھ نماز پڑھیں بیوی اس کے پیچھے کھڑی ہو پھر یہ دعا پڑھے:

"**اللهم بارک لی فی اهلی وبارک لهم فی**" اے اللہ! میرے اہل وعیال میں برکت دے وران کے لئے میرے اندر برکت دے۔

جماع کے وقت بسم اللہ کہنا سنت ہے اور یہ دعا پڑھنا سنت ہے:

"**بسم الله اللهم جنّبنا الشيطن وجنب الشيطان ما رزقتنا**" اللہ کے نام سے اے اللہ! تو ہمیں شیطان سے محفوظ رکھ اور جو اولاد ہمیں دے اس سے شیطان کو دور کر رکھ۔

حضورﷺ نے یہ بھی فرمایا: یہ دعا پڑھ لینے کے بعد اگر اللہ نے انہیں اولاد سے نوازا تو شیطان اسے کبھی نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔ (بخاری/۶۳۸۸، مسلم/۱۴۳۴)

مرد کو چاہئے کہ وہ اپنی بیوی کی فرج میں جماع کرے آگے یا پیچھے سے جس طرح سے چاہے

اور دبر میں جماع کرنا حرام ہے۔

جب آدمی اپنی بیوی سے ایک مرتبہ جماع کرنے کے بعد دوبارہ جماع کرنا چاہے تو درمیان میں وضو کرلے، اس سے چستی پیدا ہوتی ہے، اور غسل کرنا افضل ہے، میاں بیوی ایک ساتھ ایک جگہ غسل کرسکتے ہیں اگرچہ ایک دوسرے کو دیکھ رہے ہوں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ رسول اللہﷺ اور میں دونوں مل کر ایک برتن سے غسل کرتے وہ برتن ایک کونڈا تھا جسے فرق کہتے ہیں، قتیبہ کہتے ہیں کہ سفیان نے کہا کہ فرق تین صاع کا ہوتا ہے۔ (بخاری/۲۵۰، مسلم/۳۱۹) بہتر یہ ہے کہ دونوں غسل کرکے یا وضو کرکے سوئیں۔

نکاح میں محرمات

(وہ عورتیں جن سے نکاح کرنا حرام ہے)

آدمی ایسی عورت سے شادی کرے جو اس پر حرام نہ ہو۔

محرمات کی دو قسمیں ہیں:

ایک وہ عورتیں جو ہمیشہ کے لئے حرام ہیں ان کی تین قسمیں ہیں۔

۱-محرمات بالنسب:

وہ یہ ہیں ماں (اور ان سے اوپر یعنی ماؤں کی مائیں (نانیاں) ان کی دادیاں اور باپ کی مائیں، دادیاں، پردادیاں اور ان سے آگے تک) بیٹی (اور ان کے نیچے پوتیاں، نواسیاں اور پوتیوں، نواسیوں کی بیٹیاں نیچے تک) بہن (عینی ہوں یا علاتی یا اخیافی) خالہ (اس میں ماں کے سب مؤنث اصول (یعنی نانی دادی) کی تینوں قسموں کی بہنیں شامل ہیں) پھوپھی (اس میں باپ کے سب مذکر اصول یعنی نانا دادا کی تینوں قسموں کی بہنیں شامل ہیں) بھتیجی (اس میں تینوں قسم کے بھائیوں کی اولاد بالواسطہ اور بلا واسطہ (یا صلبی وفرعی شامل ہیں) بھانجی (اس میں تینوں قسم کی بہنوں

کی اولاد بالواسطہ اور بلاواسطہ یا صلبی وفرعی شامل ہیں)۔

۲-محرمات بالرضاع:

رضاعت سے بھی وہ تمام رشتے حرام ہو جائیں گے جونسب سے حرام ہوتے ہیں لہٰذا نسب کی وجہ سے جن عورتوں سے شادی کرنا حرام ہے رضاعت کی وجہ سے بھی ان سے شادی کرنا حرام ہوگا۔

رضاعت محرمہ : اگر مدت رضاعت یعنی دوسال کے اندر پانچ مرتبہ یا اس سے زیادہ دودھ پینا ثابت ہے تو محرم رضاع ثابت ہو جائے گا۔

۳-سسرالی محرمات:

وہ یہ ہیں: بیوی کی ماں، یعنی ساس، (اس میں بیوی کی نانی اور دادی بھی داخل ہیں) بیوی کی بیٹی جو دوسرے سے ہو یعنی (بیوی کے پہلے خاوند سے ہو) تو اس سے نکاح حرام ہے اور بصورت دیگر حلال ہے، باپ کی بیوی اور بیٹے کی بیوی۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهَاتُكُمْ وَبَنَاتُكُمْ وَأَخَوَاتُكُمْ وَعَمَّاتُكُمْ وَخَالَاتُكُمْ وَبَنَاتُ الْأَخِ وَبَنَاتُ الْأُخْتِ وَأُمَّهَاتُكُمُ اللَّاتِي أَرْضَعْنَكُمْ وَأَخَوَاتُكُم مِّنَ الرَّضَاعَةِ وَأُمَّهَاتُ نِسَائِكُمْ وَرَبَائِبُكُمُ اللَّاتِي فِي حُجُورِكُم مِّن نِّسَائِكُمُ اللَّاتِي دَخَلْتُم بِهِنَّ فَإِن لَّمْ تَكُونُوا دَخَلْتُم بِهِنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ وَحَلَائِلُ أَبْنَائِكُمُ الَّذِينَ مِنْ أَصْلَابِكُمْ وَأَن تَجْمَعُوا بَيْنَ الْأُخْتَيْنِ إِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ إِنَّ اللَّهَ كَانَ غَفُورًا رَّحِيمًا﴾ (نساء: ۲۳) ''حرام کی گئیں تم پر تمہاری مائیں اور تمہاری لڑکیاں اور تمہاری بہنیں، تمہاری پھوپھیاں اور تمہاری خالائیں اور بھائی کی لڑکیاں اور بہن کی لڑکیاں اور تمہاری وہ مائیں جنہوں نے تمہیں دودھ پلایا ہو اور تمہاری دودھ شریک بہنیں اور تمہاری ساس اور تمہاری وہ پرورش کردہ لڑکیاں جو تمہاری گود میں ہیں، تمہاری ان عورتوں سے جن سے تم دخول کر چکے ہو، ہاں اگر تم نے ان سے جماع نہ کیا ہو تو تم پر کوئی گناہ نہیں اور تمہارے صلبی بیٹوں کی بیویاں اور تمہارا دو بہنوں کو جمع کرنا ہاں جو گزر چکا، یقیناً اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے''۔

۱-اسباب تحریم جودائمی ہیں، وہ یہ ہیں:

نسب، رضاعت، مصاہرت، محرمات نسب کا ضابطہ یہ ہے: آدمی کے تمام نسبی اقارب اس کے اوپر حرام ہیں البتہ چچا کی بیٹیاں، ماموں کی بیٹیاں اور خالہ کی بیٹیاں یہ چاروں حلال ہیں۔

۲-وہ عورتیں جو آدمی پر ایک محدود مدت تک حرام ہیں یہ ہیں:

۱-دو بہنیں (رضاعی ہوں یا نسبی) ان سے بیک وقت نکاح حرام ہے، اسی طرح عورت اور اس کی پھوپھی یا خالہ کو (رضاعی ہوں یا نسبی) ایک ساتھ نکاح میں رکھنا حرام البتہ ایک کی وفات کے بعد یا طلاق کی صورت میں عدت گزارنے کے بعد دوسرے سے نکاح جائز ہے۔

۲-وہ عورت جو عدت گزار رہی ہو اس سے شادی کرنا حرام ہے جب تک کہ وہ عدت پوری نہ کرلے۔

۳-جس عورت کو تین طلاق دے چکا ہو اس سے دوبارہ شادی کرنا حرام ہے، جب تک کہ وہ عورت کسی دوسرے سے شادی نہ کرلے۔ (اور دوسرا خاوند اپنی مرضی سے اسے طلاق نہ دے دے یا فوت نہ ہو جائے)

۴-احرام باندھنے والی عورت سے شادی کرنا حرام ہے جب تک کہ وہ حلال نہ ہو جائے۔

۵-مسلمان عورت کافر پر حرام ہے جب تک کہ وہ اسلام نہ لے آئے۔

۶-اہل کتاب کے علاوہ کافر عورت مسلمان پر حرام ہے جب تک کہ وہ اسلام قبول نہ کرلے۔

۷-دوسرے کی بیوی یا دوسرے کی معتدہ (یعنی جو عدت گزار رہی ہو) سے شادی کرنا حرام ہے، البتہ اس کی لونڈی سے شادی کرسکتا ہے۔

۸-زانیہ عورت زانی اور غیر زانی پر حرام ہے جب تک کہ وہ توبہ نہ کرلے اور اس کی عدت ختم نہ ہو جائے۔

اگر غلام اپنے مالک کی اجازت کے بغیر شادی کرلے تو وہ زانی ہے، ان دونوں کے درمیان جدائی واجب ہے، اور اس پر حد قائم کی جائے گی۔

آدمی کے اوپر حرام ہے کہ وہ اپنی اس لڑکی سے شادی کرے جو زنا سے پیدا ہوئی ہے اسی طرح ماں پر حرام ہے کہ وہ اپنے اس لڑکے سے شادی کرے جو زنا سے پیدا ہوا ہے۔

غلام اپنی مالکن سے شادی نہیں کرسکتا ہے اور نہ مالک اپنی لونڈی سے شادی کرسکتا ہے، اس لئے کہ وہ "ملك يمين" سے اس کا مالک ہوا ہے، عقد نکاح کے ذریعہ جس سے جماع کرنا حرام ہے اس سے ملك يمين سے بھی حرام ہے، البتہ اگر کتابیہ لونڈی ہے تو اس سے نکاح کرنا جائز نہیں لیکن ملک یمین سے اس سے جماع کرنا جائز ہے۔

ام ولد وہ لونڈی ہے جو اپنے مالک سے حاملہ ہوئی ہے اور اسے بچہ ہوا ہے، آدمی اس سے جماع کرسکتا ہے اس سے خدمت لے سکتا ہے لیکن اس کا بیچنا، ہبہ کرنا اور وقف کرنا جائز نہیں جیسے آزاد عورت کو بیچنا جائز نہیں، وہ ایک حیض عدت گزارے گی تاکہ اس کے رحم کی براءت ظاہر ہوجائے۔

کسی عورت سے جماع کرنا شرعاً جائز نہیں الّا یہ کہ نکاح سے یا ملک یمین سے ہو، اگر عورت یا اس کے ولی نے یہ شرط لگائی کہ اس کی موجودگی میں کسی دوسرے سے شادی نہیں کرے گا یا اسے اس کے گھر یا شہر سے باہر نہیں لے جائے گا یا اس کا مہر بڑھادے گا، وغیرہ جو کہ عقد نکاح کے منافی نہ ہو تو یہ شرط صحیح ہے، پس اگر شوہر اس کی مخالفت کرتا ہے تو عورت کو نکاح فسخ کرنے کا اختیار ہے۔

اگر مفقود (گم شدہ) کی بیوی نے شادی کرلی پھر پہلا شوہر دوسرے کے جماع کرنے سے پہلے آگیا تو وہ پہلے کی بیوی مانی جائے گی لیکن اگر دوسرے شوہر نے جماع کرلیا ہے تو پہلے کو اختیار ہے چاہے وہ عقد اوّل ہی سے دوسرے شوہر کے طلاق دیئے بغیر اسے اپنی زوجیت میں رکھے اور عدت مکمل ہونے کے بعد اس سے جماع کرے یا اسے دوسرے کے ساتھ چھوڑ دے اور دوسرے شوہر سے مہر کی مقدار واپس لے لے جو اس نے اس عورت کو دیا تھا۔

اگر عورت کا شوہر نماز نہ پڑھتا ہو تو عورت کے لئے جائز نہیں کہ اس کے ساتھ رہے اور اس پر اس سے جماع کرنا حرام ہے، اس لئے کہ نماز کا چھوڑنا کفر ہے اور مسلمہ پر کافر کی ولایت نہیں اور اگر عورت نماز نہ پڑھتی ہو تو اس کو جدا کرنا واجب ہے اگر اس نے توبہ نہیں کیا، اس لئے کہ وہ کافر ہے۔

اگر شادی کے وقت بیوی اور شوہر دونوں نماز نہ پڑھتے ہوں تو عقد صحیح ہے لیکن اگر بیوی عقد کے وقت نماز پڑھتی ہو اور اس کا شوہر نماز نہ پڑھتا ہو یا شوہر نماز پڑھتا ہو اور بیوی نہ پڑھتی ہو اور شادی

کرلیں پھر دونوں راہ راست پر آجائیں تو عقد نکاح کی تجدید واجب ہے اس لئے کہ عقد کے وقت ان میں ایک کافر تھا۔

اگر کسی عورت کو طلاق دی ہے جس سے رجوع ممکن ہے اور وہ عدت گزار رہی ہو تو حالت عدت میں اس کی بہن سے نکاح کرنا باطل ہے اور اگر طلاق بائن کی عدت ہے تو نکاح حرام ہے۔

نکاح میں فاسد شرطیں

نکاح میں فاسد شرطوں کی دو قسمیں ہیں:

۱-بعض فاسد شرطیں نکاح کو باطل کردیتی ہیں ان میں سے بعض یہ ہیں:

۱-نکاح شغار:

شغار یہ ہے کہ آدمی اپنی بیٹی یا بہن یا جس پر اسے ولایت حاصل ہے اس کی شادی دوسرے سے اس شرط کردے کہ وہ بھی اپنی بیٹی یا بہن کی شادی اس سے کردے، اس طرح کا نکاح فاسد اور حرام ہے چاہے مہر مقرر کی گئی ہو یا نہ کی گئی ہو۔

اگر اس طرح کی شادی ہوگئی تو ان میں سے ہر ایک پر بغیر اس قسم کی شرط لگائے تجدید عقد لازم ہے، پھر یہ عقد اس وقت مکمل ہوگا جب نیا مہر مقرر کیا جائے نیا عقد ہو ولی ہو، دو عادل گواہ ہوں پھر دوسرے کی شادی کے لئے بھی اسی طرح ہو اور طلاق کی ضرورت نہیں۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے شغار سے منع کیا ہے، شغار یہ ہے کہ ایک شخص اپنی بیٹی کی شادی دوسرے شخص سے اس شرط پر کرے کہ وہ بھی اپنی بیٹی کی شادی اس سے کردے اور دونوں کے درمیان کچھ مہر نہ ٹھہرے۔ (بخاری/۵۱۱۲، مسلم/۱۴۱۵)

۲-نکاح محلل:

یہ ہے کہ کوئی آدمی کسی ایسی عورت سے جس کو اس کے شوہر نے تین طلاقیں دی ہیں اس شرط پر شادی کرے کہ جماع کرنے کے بعد اسے طلاق دے گا جس سے وہ اپنے پہلے شوہر کے لئے حلال

ہوجائے گی یا اپنے دل میں حلالہ کی نیت کی ہو یا دونوں عقد سے پہلے اس پر متفق ہو گئے ہوں۔

یہ نکاح فاسد اور حرام ہے اور جس نے اس مقصد سے شادی کی وہ ملعون ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے حلالہ کرنے والے پر اور جس کے لئے حلالہ کیا جائے اس پر لعنت بھیجی ہے۔(ابوداؤد/۲۰۶۷، ترمذی/۱۱۱۹)

۳-نکاح متعہ:

یہ ہے کہ آدمی کسی عورت سے ایک دن یا ایک ہفتہ یا ایک مہینہ یا ایک سال یا اس سے کم یا اس سے زیادہ کے لئے شادی کرلے اور اس کو مہر دے دے پھر جب یہ مدت ختم ہوجائے تو اسے چھوڑ دے۔

یہ نکاح فاسد اور حرام ہے کیونکہ اس سے عورت کو نقصان پہنچتا ہے وہ ایک ہاتھ سے دوسرے ہاتھ میں سامان بن کر رہ جاتی ہے، اور اولاد کو بھی اس سے سخت پریشانی کا سامنا کرنا پڑتا ہے، ان کو رہنے اور پرورش پانے کا کوئی ٹھکانہ نہیں ملتا، اس کا مقصد صرف شہوت پورا کرنا ہوتا ہے، نہ کہ نسل بڑھانا اور ان کی تربیت کرنا، یہ ابتدائے اسلام میں ایک مختصر وقت کے لئے حلال کیا گیا تھا پھر قیامت تک کے لئے حرام کردیا گیا۔

حضرت سبرہ جہنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں نے تم کو عورتوں سے متعہ کرنے کی اجازت دی تھی، لیکن اللہ تعالیٰ نے قیامت تک کے لئے اس کو حرام کردیا ہے۔

پس جس کے پاس ایسی عورتیں ہوں وہ اپنا راستہ الگ کرلے (یعنی ان سے علیحدہ ہوجائے) اور ان کو جو تم نے (سامان یا مہر وغیرہ) دیا ہے اس میں سے کچھ واپس نہ لو، جس نے چار عورتوں سے شادی کی پھر پانچویں سے عقد کیا تو یہ عقد فاسد ہے اور نکاح باطل ہے اس کا ختم کرنا ضروری ہے۔

مسلمان عورت کے لئے غیر مسلم سے شادی کرنا حرام ہے چاہے اہل کتاب میں سے ہو یا ان کے علاوہ ہو، کیونکہ وہ اپنے توحید وایمان کی وجہ سے اس سے افضل ہے، اگر کسی نے ایسی شادی کی تو وہ فاسد اور حرام ہے، اس کا فسخ کرنا ضروری ہے کیونکہ حرام اور مسلمہ پر کافر کی کوئی ولایت نہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: **﴿ولا تنكحوا المشركات حتى يؤمن ولأمة مؤمنة خير من**

مشركة ولو أعجبتكم ولا تنكحوا المشركين حتىٰ يؤمنوا ولعبد مؤمن خير من مشرك ولو أعجبكم﴾ (بقرہ: ۲۲۱) ''اور شرک کرنے والی عورتوں سے تاوقتیکہ وہ ایمان نہ لے آئیں تم نکاح نہ کرو ایمان دار لونڈی بھی شرک کرنے والی آزاد عورت سے بہت بہتر ہے گو تمہیں مشرکہ ہی اچھی لگتی ہو اور نہ شرک کرنے والوں مردوں کے نکاح میں اپنی عورتوں کو دو جب تک کہ وہ ایمان نہ لے آئیں ایمان دار غلام آزاد مشرک سے بہتر ہے گو مشرک تمہیں اچھا لگے''۔

۲- وہ فاسد شرطیں جو نکاح کو باطل نہیں کرتی ہیں......وہ یہ ہیں:

اگر شوہر نے عقد نکاح میں عورت کے حقوق میں سے کسی حق کو ساقط کرنے کی شرط لگائی، مثلاً یہ شرط لگائی کہ اس کو مہر نہیں ملے گا یا اس کو نان ونفقہ نہیں دے گا، یا اس کو اس کی سوکنوں سے کم یا زیادہ دے گا، یا اس کی سوکن کو طلاق دے دے گا تو نکاح درست ہوگا اور شرط باطل ہوجائے گی۔

اگر شوہر نے اس سے مسلمان ہونے کی شرط لگائی لیکن وہ اہل کتاب میں سے نکلی یا باکرہ ہونے کی شرط لگائی اور وہ ثیبہ نکلی یا کسی عیب کے نہ ہونے کی شرط لگائی تو اس سے نکاح فسخ نہیں ہوگا، مثلاً اندھی نہ ہو، گونگی نہ ہو، پھر وہ اس کے خلاف نکلی، تو نکاح صحیح ہوگا لیکن اسے فسخ کرنے کا اختیار ہوگا، اگر کسی نے یہ سمجھ کر کسی عورت سے شادی کی کہ وہ آزاد ہے لیکن وہ لونڈی نکلی تو اختیار ہے چاہے وہ اسے رکھے (اگر وہ ان عورتوں میں سے ہے جو اس کے لئے حلال ہیں) یا نکاح فسخ کردے، اور اگر کسی عورت نے کسی آزاد مرد سے شادی کی پھر وہ غلام نکلا تو اسے اختیار ہے چاہے نکاح باقی رکھے یا فسخ کردے۔

نکاح میں عیوب

نکاح میں عیوب کی دو قسمیں ہیں:

ایک وہ عیوب ہیں جو جماع سے روک دیں مثلاً آدمی کا ذکر یا خصیہ کٹا ہوا ہو، وہ نامرد ہو یا عورت کی شرم گاہ بند ہو وغیرہ۔

دوسرے وہ عیوب ہیں جو جماع سے نہ روکیں لیکن عورت یا مرد کے دل میں کراہیت پیدا کرنے

والے ہوں جیسے برص کی بیماری، جذام، ناسور، بواسیر، جنون شرمگاہ میں بہنے والا زخم وغیرہ۔

جس عورت نے اپنے شوہر کا عضو تناسل کٹا ہوا پایا یا اتنا حصہ باقی رہ گیا ہے جس سے جماع ممکن نہیں تو وہ نکاح فسخ کر سکتی ہے لیکن اگر وہ جانتی تھی اور عقد سے پہلے اس پر راضی تھی یا دخول کے بعد راضی رہی تو فسخ کرنے کا حق ساقط ہو جائے گا۔

اگر میاں بیوی میں سے کسی کے اندر ایسا عیب پایا جاتا ہے جسے دوسرا ناپسند کرتا ہے جیسے برص کی بیماری ہے یا گونگا ہے یا شرم گاہ یہ میں عیب ہے یا بہنے والا زخم ہے، یا پاگل ہے یا جذام کی بیماری ہے، یا سلسل البول کی بیماری ہے یا خصی ہے، یا ٹی بی ہے یا اس کے منہ سے بدبو نکلتی ہے یا اس کے جسم سے بدبو نکلتی ہے تو دوسرے کو فسخ کرنے کا اختیار ہے، لیکن اگر عیب پر راضی رہ کر عقد کیا ہے تو اسے اختیار نہیں ہوگا، اور اگر عقد کے بعد عیب پیدا ہوا ہے تو دوسرے کو اختیار رہے۔

اگر ان مذکورہ عیوب میں سے کسی عیب کی وجہ سے نکاح فسخ ہوا ہے اور دخول سے پہلے ہوا ہے تو عورت کو مہر نہیں ملے گا اور اگر دخول کے بعد ہوا ہے تو اس کو وہ مہر دیا جائے گا جو شادی کے وقت مقرر ہوا تھا۔ اور شوہر اس آدمی سے اپنا مہر واپس لے گا جس نے اسے دھوکہ دیا ہے۔

مخنث کا نکاح درست نہیں جب تک کہ اس کا معاملہ ظاہر نہ ہو جائے، اگر شوہر بانجھ نکلا تو عورت کو فسخ کرنے کا اختیار ہے کیونکہ بچے کے بارے میں اس کا حق ہے۔

عنین: وہ شخص ہے جو دخول پر قادر نہ ہو، اگر کوئی عورت اپنے شوہر کو اس طرح پائے تو ایک سال تک اسے مہلت دے اگر اس دوران وہ جماع کرنے پر قادر ہو گیا تو ٹھیک ہے ورنہ عورت کو فسخ کرنے کا حق ہے، لیکن دخول سے پہلے یا دخول کے بعد اگر وہ عنین ہونے پر راضی رہی تو اس کا حق خیار ساقط ہو جائے گا۔

کفار کی شادی

کفار کی شادی بھی اسی طرح ہے جس طرح مسلمانوں کی شادی ہے چاہے وہ اہل کتاب ہوں یا

ان کے علاوہ، مہر ونفقہ کے وجوب اور طلاق کے واقع ہونے کے بارے میں وہی احکام ان کے لئے بھی ہیں جو مسلمانوں کے لئے ہیں ان پر بھی وہی عورتیں حرام ہیں جو ہمارے لئے حرام ہیں۔

کفار اپنے فاسد نکاح پر دو شرطوں سے باقی رکھے جائیں گے۔

۱- وہ اس کو اپنے دین کے مطابق صحیح سمجھتے ہوں۔

۲- وہ اپنا مقدمہ ہمارے پاس نہ لائیں لیکن اگر وہ اپنا مقدمہ ہمارے پاس لائیں تو ہم اللہ کی نازل کردہ شریعت کے مطابق فیصلہ کریں گے۔

کفار کے عقد نکاح کی صفت:

اگر کفار عقد نکاح سے پہلے ہمارے پاس آئیں تو ہم اپنی شریعت کے مطابق (یعنی ایجاب و قبول کے حصول ولی اور دو عادل گواہوں کی موجودگی وغیرہ شرطوں پر) ان کی شادی کرا دیں گے لیکن اگر وہ عقد نکاح کے بعد آئیں اگر اس عورت سے شادی کرنے میں موانع نکاح میں سے کوئی مانع نہیں ہے تو اس کی شادی برقرار رکھیں گے اور اگر کوئی مانع ہے تو ان دونوں کے درمیان جدائی کرا دیں گے۔

کافرہ کا مہر:

اگر کافرہ کے لئے کوئی مہر مقرر کیا گیا ہے اور اس نے اس پر قبضہ کر لیا ہے تو وہی اس کا مہر ہوا چاہے وہ صحیح چیز ہو یا فاسد جیسے شراب یا سور، اور اگر اس پر قبضہ نہیں کیا ہے اور وہ صحیح ہے تو اسے لے لے اور اگر فاسد ہے تو اسی کے مثل صحیح مال مہر لے اور اگر مہر مقرر نہیں کیا گیا ہے تو صحیح مال مقرر کر دیا جائے۔

اگر میاں بیوی ایک ساتھ اسلام لائیں یا کتابیہ کا شوہر اسلام لے آئے تو دونوں کی شادی برقرار رہے گی۔

جب زوجین میں سے ایک اسلام قبول کر لے اور دوسرا حالت کفر پر باقی رہے اس کا حکم:

اگر کافرہ عورت اسلام لائے اور اس کے کافر شوہر نے ابھی اس سے دخول نہیں کیا ہے تو نکاح باطل ہو جائے گا۔ اس لئے کہ مسلمان عورت کافر کے لئے حلال نہیں ہے۔

اگر کافر میاں بیوی میں سے کوئی ایک دخول کے بعد اسلام قبول کرے تو نکاح موقوف کر دیا جائے پس اگر شوہر نے اسلام قبول کرلیا تو وہ اس کی بیوی رہے گی اور اگر عورت نے اسلام قبول کیا ہے اور اس کی عدت ختم ہوگئی اور اس کا شوہر اسلام نہیں لایا تو عورت کو اختیار ہے چاہے وہ کسی دوسرے سے شادی کرلے یا شوہر کے اسلام کا انتظار کرے (اگر وہ اس سے محبت کرتی ہے) پھر اگر اس نے اسلام قبول کرلیا ہے تو وہ اس کی بیوی رہے گی اور نئے طریقوں سے عقد نکاح کرنے اور مہر ٹھہرانے کی ضرورت نہیں بہر حال وہ اپنے آپ کو اس کے سپرد اس وقت تک نہ کرے جب تک کہ وہ اسلام قبول نہ کرلے۔

اگر زوجین میں سے کوئی مرتد ہو جائے اس کا حکم:

اگر دونوں مرتد ہو جائیں یا ان میں سے کوئی ایک مرتد ہو جائے، پس اگر دخول سے پہلے مرتد ہوا ہے تو نکاح باطل ہو جائے گا اور اگر دخول کے بعد مرتد ہوا ہے تو معاملہ انقضاء عدت پر موقوف ہوگا، اگر اس دوران اس نے توبہ کرلیا تو دونوں میاں بیوی رہیں گے اور اگر توبہ نہیں کیا تو عدت گزرنے کے بعد نکاح فسخ ہو جائے گا، اگر شوہر اسلام لے آئے اور اس کے نکاح میں کتابیہ ہو تو نکاح باقی رہے گا، اور اگر اس کے نکاح میں کافرہ ہے (جو کتابیہ کے علاوہ ہو) تو اگر وہ اسلام لے آئے تو نکاح باقی رہے گا، اور اگر اسلام نہ لائے تو اسے چھوڑ دے۔

اگر کافر اسلام قبول کرلے اور اس کے نکاح میں چار سے زیادہ بیویاں ہوں اور وہ سب اسلام لے آئیں یا کتابیہ ہوں تو ان میں سے چار کو اختیار کرلے اور باقی کو چھوڑ دے۔

اگر کافر اسلام قبول کرلے اور اس کے نکاح میں دو بہنیں ہوں تو ان میں سے ایک کو اختیار کرلے اور اگر عورت اور اس کی پھوپھی یا اس کی خالہ ایک ساتھ اس کی نکاح میں ہوں تو ان میں سے ایک کو اختیار کرلے۔

جو شخص بھی اسلام لے آئے اس پر نکاح میں اور اس کے علاوہ دوسرے امور میں اسلام کے احکام جاری کئے جائیں گے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: **﴿ومن يبتغ غير الاسلام دينا فلن يقبل منه و هو فى الآخرة من الخاسرين﴾** (آل عمران: ۸۵) ''جو شخص اسلام کے سوا اور دین تلاش کرے، اس کا دین قبول نہ کیا جائے گا اور وہ آخرت میں نقصان پانے والوں میں ہوگا''۔

مہر

اسلام نے عورت کا درجہ بلند کیا ہے، چنانچہ وراثت میں اس کا حق مقرر کیا ہے اسے اپنے مال کا مالک بننے کا حق دیا ہے، شادی کے وقت اس کو مہر دینا مرد پر فرض قرار دیا ہے تا کہ اس سے عورت کی دلجوئی ہو اور وہ مرد کو اپنا قوام تسلیم کرلے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: **﴿وآتوا النساء صدقا تهن نحلة فان طبن لكم عن شىء منه نقساً فكلوه هنيئاً مريئاً﴾** (نساء: ٤) ''اور عورتوں کو ان کے مہر راضی خوشی دے دو، ہاں اگر وہ خود اپنی خوشی سے کچھ مہر چھوڑ دیں تو اسے شوق سے خوش ہو کر کھاؤ پیو''۔

مہر عورت کا حق ہے، آدمی پر واجب ہے کہ عورت سے استمتاع کے عوض اسے بطور مہر کچھ دے، اور کسی کے لئے یہ جائز نہیں کہ اس کے مہر کا مال اس کی رضا کے بغیر لے، البتہ اس کا باپ بغیر اس کی اجازت کے اس کے مہر میں سے اتنا مال لے سکتا ہے جو اسے نقصان نہ پہنچائے اور جس کی اس کو ضرورت نہ ہو۔

عورت کے مہر کی مقدار:

عورت کا مہر کم رکھنا چاہیے تا کہ شوہر کو ادا کرنے میں پریشانی نہ ہو، زیادہ مہر مقرر کرنے سے کبھی شوہر کے دل میں عورت سے نفرت پیدا ہو جاتی ہے، اور اگر اس میں اسراف اور فخر ومباحات کا عنصر شامل ہو اور شوہر کا کندھا قرض سے بوجھل ہو رہا ہو تو حرام ہے، بہتر مہر وہ ہے جس کی ادائیگی آسان ہو، حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ رسول اللہ ﷺ کا مہر کتنا تھا انہوں نے کہا کہ آپ کی بیویوں کا مہر ۱۲/اوقیہ اور نش (نصف اوقیہ) تھا انہوں

نے کہا کہ کیا تم جانتے ہو کہ نش کیا ہے، میں نے کہا نہیں، انہوں نے کہا نصف اوقیہ اس طرح یہ پانچ سو درھم ہوئے یہی رسول اللہ ﷺ کی بیویوں کا مہر تھا۔ (مسلم/١٤٢٦)

رسول اللہ ﷺ کی بیویوں کا مہر پانچ سو درہم تھا جو کہ آج تقریباً ١٣٠ سعودی ریال کے برابر ہے اور آپ کی لڑکیوں کا مہر چار سو درہم تھا جو کہ آج تقریباً ١٠٠ سعودی ریال کے برابر ہے، پس رسول اللہ ﷺ کی زندگی ہمارے لئے نمونہ ہے۔

جس چیز کی بھی قیمت لگائی جاسکتی ہو اسے مہر بنانا درست ہے چاہے وہ کم ہی کیوں نہ ہو اور زیادہ کی کوئی تحدید نہیں اور اگر قرآن سکھانا مہر ٹھہرائے تب بھی درست ہے۔ اگر تنگ دست ہے تو منفعت کی چیز مہر بنا سکتا ہے مثلاً قرآن کی تعلیم، یا خدمت وغیرہ، آدمی اپنی لونڈی کو آزاد کر کے اس کی آزادی کو مہر بنا سکتا ہے پھر وہ اس کی بیوی ہو جائے گی۔

مہر فوراً دینا اور بعد میں دینا دونوں جائز ہے، اسی طرح بعض حصہ فوراً دینا اور بعض حصہ بعد میں دینا بھی جائز ہے، لیکن فوراً ادا کرنا مستحب ہے اور اگر عقد میں مہر کا نام لیا تو عقد درست ہو جائے گا اور مہر مثل واجب ہوگا اور اگر دونوں تھوڑے پر راضی ہو گئے تب بھی درست ہے۔ اگر آدمی نے اپنی بیٹی کی شادی مہر مثل پر کی یا اس سے کم یا اس سے زیادہ پر کی تو یہ نکاح درست ہے اور عقد سے عورت اپنے مہر کی مالک ہو جائے گی، اور دخول اور خلوت صحیحہ کے بعد تو پورے مہر کی حقدار ہو جائے گی۔

مہر مثل کا مطلب ہے اس عورت جو قوم میں کو رواج ہے یا اس جیسی عورت کے لئے بالعموم جتنا مہر مقرر کیا جاتا ہے۔

اگر آدمی نے دخول یا خلوت صحیحہ سے پہلے اپنی بیوی کو طلاق دے دی اور اس کا مہر مقرر کیا جا چکا ہے تو عورت کو اس کا نصف ملے گا الاّ یہ کہ عورت اپنا یہ حق معاف کر دے یا اس کا ولی معاف کر دے اور اگر مہر مقرر ہونے سے پہلے جدائی ہوئی ہے تو عورت کا پورا حق ساقط ہو جائے گا۔

اگر ایسی عورت کو طلاق دی جائے جس کا مہر نکاح کے وقت مقرر نہیں کیا گیا ہے اور اس سے مجامعت بھی نہیں کی گئی ہے تو شوہر پر متعہ واجب ہے۔ (یعنی کچھ نہ کچھ اپنی طاقت کے مطابق دے

کر رخصت کر دے) متعہ کے لئے کوئی تحدید نہیں ہے خوش حال اپنی حیثیت کے مطابق اور تنگ دست اپنی طاقت کے مطابق دستور کے مطابق اچھا فائدہ دے بھلائی کرنے والے پر یہ لازم ہے۔

جب میاں بیوی دخول سے پہلے فاسد نکاح میں جدا کئے جائیں تو نہ مہر ہے اور نہ متعہ اور اگر دخول کر لیا ہے تو وہ مہر دینا واجب ہے جو مقرر کیا گیا ہے۔

اگر عقد کے بعد شوہر مر جائے اور دخول نہ کیا ہو اور نکاح کے وقت مہر مقرر نہ کیا گیا ہو تو اس کے لئے مہر مثل ہے اور اس پر عدت واجب ہے اور اس کے لئے میراث بھی ہے، اگر نکاح باطل میں کسی عورت سے مجامعت کی گئی تو اس کو مہر مثل دینا واجب ہوگا، جیسے پانچویں عورت سے شادی کر لی یا حالت عدت میں کسی عورت سے شادی کر لی یا شبہ کی حالت میں مجامعت کر لی۔

جب میاں بیوی کے درمیان مہر کی مقدار یا عین مہر کے بارے میں اختلاف ہو تو شوہر کی بات مانی جائے گی اور اس سے قسم بھی لی جائے گی اور اگر اس پر قبضہ کرنے کے بارے میں دونوں کے درمیان اختلاف ہو تو بیوی کی بات مانی جائے گی جب تک کہ ان دونوں میں سے کوئی دلیل نہ پیش کر دیں۔

ولیمہ

ولیمہ: شادی کے وقت جو کھانا کھلایا جائے اسے ولیمہ کہتے ہیں۔

ولیمہ کا وقت:

ولیمہ عقد کے وقت یا اس کے بعد یا دخول کے وقت یا اس کے بعد حسب عرف وعادت کیا جائے۔

اس کا حکم:

شوہر پر ولیمہ کرنا واجب ہے اور سنت یہ ہے کہ ایک بکری یا اس سے زیادہ اپنی استطاعت کے مطابق ذبح کی جائے اور اسراف کرنا منع ہے۔

بہتر یہ ہے کہ ولیمہ میں نیک لوگوں کو بلایا جائے چاہے وہ فقراء ہوں یا اغنیاء اور دخول کے بعد تین دن ولیمہ کرے، ولیمہ کسی بھی حلال کھانا سے کیا جا سکتا ہے اور صرف مالداروں کو بلانا اور غریبوں کو نہ بلانا منع ہے۔

بہتر یہ ہے کہ ولیمہ تیار کرنے میں مالدار لوگ اپنے مال سے مدد کریں۔

ولیمہ کی دعوت قبول کرنے کا حکم:

اگر دعوت دینے والا مسلمان ہو تو اس کی دعوت قبول کرنا واجب ہے اور جس کو خاص طور سے بلائے اس کو شرکت کرنی چاہئے اگر وہ پہلے دن موجود ہو اور کوئی عذر نہ ہو اور شرعاً کوئی ناگوار فعل نہ ہو۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کسی شخص کو کھانے کی دعوت دی جائے تو وہ دعوت قبول کرے پس اگر وہ روزہ دار ہے تو اس کے لئے دعا کرے اور اگر روزہ دار نہیں ہے تو کھانا کھائے۔ (مسلم/ ۱۴۳۱)

ولیمہ میں جو شرکت کرے وہ کیا دعا کرے:

جو شخص ولیمہ میں شرکت کرے یا کوئی دوسری دعوت قبول کرے اس کے لئے مستحب یہ ہے کہ کھانے سے فارغ ہونے کے بعد دعوت دینے والے کے لئے وہ دعائیں کرے جو نبی کریم ﷺ سے مروی ہیں ان میں بعض دعائیں یہ ہیں:

۱- **"اللهم بارك لهم فيما رزقتهم واغفرلهم وارحمهم"** (مسلم/۲۰۴۲) "اے اللہ! ان کی روزی میں برکت دے اور ان کے گناہوں کو معاف کردے اور ان پر رحم کر"۔

۲- **"اللهم اطعم من اطعمنی واسق من سقانی"** (مسلم/ ۲۰۵۵) "اے اللہ! تو اس شخص کو کھلا جس نے مجھے کھلایا اور اسے پلا جس نے مجھے پلایا"۔

۳- **"افطر عندكم الصائمون واكل طعامكم الابرار وصلت عليكم الملائكة"** (ابو داؤد/ ۳۸۵۴، ابن ماجه/ ۱۷۴۷) "تمہارے پاس روزہ داروں نے افطار کیا، تمہارا کھانا نیک لوگوں نے کھایا اور فرشتوں نے تمہارے لئے (رحمت کی) دعا کی"۔

جو شخص ولیمہ میں حاضر ہو اس کے لئے مستحب یہ ہے کہ میاں بیوی کے لئے خیر و برکت کی دعا کرے اور یہ کہے: **" بارك الله لكم وبارك عليكم وجمع بينكما فى خير "** (ابو داؤد/ ۲۱۳۰، ابن ماجه/ ۱۹۰۵) "اللہ تعالیٰ تمہیں برکت دے اور تم دونوں کو خیر و بھلائی میں جمع کردے"۔

ولیمہ کا کھانا کھانا مستحب ہے واجب نہیں ہے اور اس دن جو کوئی واجب روزہ رکھے ہو وہ صرف دعوت دینے والے کے گھر جائے اور دعا کر کے واپس آجائے، اور اگر نفل روزہ رکھے ہو تو بہتر یہ ہے کہ روزہ توڑ دے اور اپنے بھائی کی دلجوئی کرے اور اسے خوش کردے۔

جب مسلمان کسی قوم کے پاس جائے تو انہیں سلام کرے اور جہاں مجلس ختم ہو وہاں بیٹھ جائے، جس مجلس میں قبلہ کی طرف رخ کر کے بیٹھا جائے وہ سب سے بہتر مجلس ہے پھر جب مجلس سے نکلنے کا ارادہ کرے تو سلام کر کے نکلے۔

اگر یہ جانے کہ ولیمہ میں شرعاً کوئی ناپسندیدہ امر ہے جس کو وہ بدل سکتا ہے تو ولیمہ میں آئے اور اس کو بدل دے اور اگر اس کی طاقت نہ رکھتا ہو تو شرکت کرنا لازم نہیں اور اگر شرکت کرنے کے بعد اسے معلوم ہوا تو اس کو دور کرنے کی کوشش کرے اور اگر اس کی طاقت نہ ہو تو پلٹ جائے اور اگر اس منکر کا علم ہوا لیکن اسے نہیں دیکھا یا سنا تو اسے اختیار ہے چاہے رہے یا پلٹ جائے۔

شادی یا شادی کے علاوہ میں کھانے پینے اور پہننے میں اسراف حرام ہے، ناچ گانے کے آلات کا استعمال بھی حرام ہے، اس امت میں کچھ لوگ کھانے پینے اور لہو ولعب میں مشغول ہو کر رات گزاریں گے پھر اللہ تعالیٰ ان کی صورتیں مسخ کر کے انہیں بندر اور سور بنا دے گا، اللہ تعالیٰ اس سے ہمیں محفوظ رکھے۔

اس امت میں کچھ لوگوں کو دھنسایا بھی جائے گا، کچھ لوگوں پر پتھروں کی بارش بھی ہوگی اور کچھ لوگوں کی صورتیں بھی مسخ کردی جائیں گی، یہ اس وقت ہوگا جب لوگ کثرت سے شراب پینے لگیں گے اور گانے والی عورتوں کے ساتھ اور گانے بجانے کے آلات میں اپنا وقت گزاریں گے۔

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اس امت میں بعض لوگ زمین میں دھنسا دیئے جائیں گے، کچھ لوگوں کی صورتیں مسخ کر دی جائیں گی اور کچھ لوگوں پر پتھروں کی بارش ہوگی مسلمانوں میں سے ایک شخص نے کہا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ! یہ کب ہوگا؟ آپ نے فرمایا: جب گانے والی عورتیں اور گانے بجانے کے آلات ظاہر ہوں گے، اور شراب پی جائے گی۔(ترمذی:۲۲۱۲)

دولہن ان لوگوں کی خدمت کر سکتی ہے جو مدعو کئے گئے ہیں اگر وہ پردہ میں ہو اور فتنہ کا اندیشہ نہ ہو۔

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ابو اسید ساعدی نے رسول اللہ ﷺ کو اپنی شادی میں دعوت دی، ان کی بیوی اس وقت لوگوں کی خدمت کر رہی تھی حالانکہ وہی دلہن تھی، سہل کہتے ہیں کیا تم جانتے ہو کہ اس نے رسول اللہ ﷺ کو کیا پلایا تھا، اس نے رات میں آپ کے لئے کچھ کھجوریں بھگو دی تھیں پھر جب آپ کھانے سے فارغ ہوئے تو اس نے آپ کو وہ (کھجور کا شرکت) پلایا۔(بخاری/ ۵۱۷۶، مسلم/۲۰۰۶)

عورت سے صحبت کرنے کے دوسرے دن صبح کو شوہر کو اپنے ان رشتہ داروں کے گھر جانا چاہیے جو اس کے یہاں آئے تھے اور ان سے سلام کرنا چاہے اور ان کے لئے دعا کرنی چاہئے اور رشتہ داروں کو بھی اس سے سلام کرنا چاہئے اور اس کے کے لئے دعا کرنی چاہئے۔

اگر کوئی عورت دیکھ لے اور وہ اسے پسند آجائے تو کیا کرے:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی نگاہ ایک عورت پر پڑی، آپ اپنی بیوی حضرت زینب رجی اللہ عنہا کے پاس آئے وہ اس وقت اپنی ایک دباغت دی ہوئی کھال مل رہی تھیں، آپ نے ان سے اپنی حاجت پوری کی پھر صحابہ کرام کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ عورت شیطان کی صورت میں آتی ہے اور شیطان کی صورت میں جاتی ہے، پس جب تم میں سے کوئی شخص کسی عورت کو دیکھے تو وہ اپنی بیوی کے پاس آئے اس سے وہ چیز دور ہو جائے گی جو اس کے دل میں ہے۔(مسلم:۱۴۰۳)

نکاح کا اعلان:

نکاح کا اعلان سنت ہے، عورتوں کے لئے شادی میں دف بجانا اور مباح گانے گانا جس میں خوبصورتی تعریف، فتنے میں ڈالنے والی چیزوں اور فاجر چیزوں کا ذکر نہ ہو جائز ہے۔

شادی وغیرہ کی محفلوں میں عورت اور مرد کا اختلاط جائز نہیں یہاں تک کہ شوہر بھی اپنی بیوی کے پاس عورتوں کی موجودگی میں نہ جائے۔

ستار و سارنگی بانسری اور موسیقی کا استعمال حرام ہے اسی طرح گانے بجانے والی عورتوں کو کرایہ پر لانا اور ہیجان انگیز گانے لگانا حرام ہے۔

حضرت ابو عامر اشعری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ انہوں نے نبی ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ میری امت میں کچھ لوگ ہوں گے جو زنا، ریشم، شراب اور گانے بجانے کے آلات اپنے لیے حلال کرلیں گے۔(بخاری:۵۵۹۰، السلسلة الصحیحه: ۹۱، ابو داؤد:۴۰۳۹)

تصویر کا حکم:

اسی طرح تصویر بنانا یا کھینچنا اور دیواروں پر تصویریں لگانا جائز نہیں چاہے وہ مجسمہ ہو یا غیر مجسمہ، سایہ دار ہو یا غیر سایہ دار ہو، ہاتھ سے بنائی گئی ہو یا کیمرے سے، صرف اسی تصویر کا بنانا جائز ہے جو ضرورت کے لئے ہو جیسے طبی جانچ یا مجرموں کی شناخت وغیرہ کیلئے۔

شادی کی مجلس کی تصویریں کھینچنا چاہے مرد ہوں یا عورتیں یا دونوں حرام ہے اور اس سے بھی برا ویڈیو کیسٹ تیار کرنا ہے اور اس سے بھی برا اسے بازاروں میں بیچنا اور لوگوں کے سامنے پیش کرنا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو لوگ یہ تصویریں بناتے ہیں انہیں قیامت کے دن عذاب دیا جائے گا، ان سے کہا جائے گا کہ جو تم نے بنایا ہے اس میں جان ڈالو۔(بخاری/ ۵۹۵۱، مسلم/۲۱۰۸)

عورتوں کے لئے ابرو کا بال اکھاڑنا، مردوں کے ساتھ رقص کرنا، ناخن لمبا رکھنا اور چالیس دن سے زیادہ اسے چھوڑے رہنا، مردوں کا لباس پہننا شہرت و تکبر کا لباس پہننا اور اس میں اسراف کرنا حرام ہے۔

آدمی اپنے سینے، پیٹھ، پنڈلی اور ران کا بال زائل کرسکتا ہے اگر اس سے اس کے جسم میں کوئی نقصان نہ ہو، اور اس کا مقصد عورتوں کی مشابہت اختیار کرنا نہ ہو۔

سونا اور ریشم پہننا عورتوں کے لئے جائز ہے، اور مردوں کے لئے حرام ہے، عورت اپنے ناخون پر ایسا پالش لگاسکتی ہے جو پانی کا پہنچنا نہ روکے جیسے حنا، وغیرہ مسلمان عورت کے لئے کافر عورت کی مشابہت اختیار کرنا حرام ہے، جو کسی قوم کی مشابہت اختیار کرے گا وہ انہیں میں سے ہے۔

عورت کے لئے پتلون پہننا جائز نہیں چاہے عورتوں کے سامنے ہی کیوں نہ پہنا جائے اس لیے کہ اس سے بدن کا نشیب وفراز دکھائی دیتا ہے، اور مردوں اور کافرہ عورتوں کی مشابہت ہوتی ہے، اسی طرح سرخ یا زرد یا نیلے رنگ سے بال رنگنا جائز نہیں کیونکہ اس سے کافرہ عورتوں کی مشابہت ہوتی ہے اور فتنہ کا اندیشہ ہے، البتہ سفید بالوں کو حنا اور کتم سے رنگنا جائز ہے، اونچی ایڑی کی سینڈل پہننا حرام ہے کیونکہ اجس میں زینت کا اظہار ہوتا ہے جس سے اللہ تعالیٰ نے منع کیا ہے۔

حقوق زوجیت

شادی کے آداب اور طرفین کے حقوق:

شادی کے کچھ آداب ہیں اور طرفین میں سے ہر ایک کے اوپر دوسرے کے لئے کچھ حقوق اور واجبات ہیں انہیں حقوق و واجبات کو ادا کرنے کے بعد حقیقی سعادت حاصل ہوتی ہے، اور زندگی خوشگوار گزرتی ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿**ولهن مثل الذى عليهن بالمعروف وللرجال عليهن درجة والله عزيز حكيم**﴾ (بقرہ:۲۲۸) ''اور عورتوں کے بھی ویسے ہی حقوق ہیں جیسے ان پر مردوں کے ہیں اچھائی کے ساتھ، ہاں مردوں کو عورتوں پر فضیلت ہے اور اللہ تعالیٰ غالب ہے حکمت والا''۔

شوہر پر بیوی کے حقوق:

شوہر پر واجب ہے کہ وہ اپنی بیوی اور بچوں پر خرچ کرے ان کو اچھی طرح کھلائے پلائے، ان

کے کپڑے اور رہائش کا بندوبست کرے، ان کے ساتھ اچھا برتاؤ کرے، اپنی بیوی سے نرمی و بشاشت سے پیش آئے، جب وہ غصہ ہو تو عفو درگزر سے کام لے، اور اسے منائے اگر اس کی طرف سے کوئی تکلیف پہنچے تو اس کو برداشت کرے، گھر کے کام میں اس کی مدد کرے اور اسے واجبات کے کرنے اور محرمات کو چھوڑنے کا حکم دے۔

وہ جس وقت چاہے اپنی بیوی سے مباح استمتاع کرسکتا ہے، بشرطیکہ وہ استمتاع عورت کو نقصان نہ پہنچائے یا اس کو واجب سے غافل نہ کردے۔

جب وہ کھائے تو اسے بھی کھلائے جب وہ پہنے تو اسے بھی پہنائے اور اس کے چہرے پر نہ مارے اور اسے برا بھلا نہ کہے اور اسے نہ چھوڑے مگر بستر ہی میں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: تم عورتوں کے ساتھ بھلائی کرتے رہنا کیونکہ عورتوں کی پیدائش پسلی سے ہوئی اور پسلی اوپر ہی کی طرف سے زیادہ ٹیڑھی ہوتی ہے اگر تم اس کو بالکل سیدھا کرنا چاہو تو اس کو توڑ ڈالو گے اور اگر چھوڑ دو گے تو برابر ٹیڑھی ہی رہے گی، لہٰذا تم عورتوں کے ساتھ بھلائی کرتے رہنا۔ (بخاری:۵۱۸۶، مسلم:۱۴۶۸)

بیوی پر شوہر کے حقوق:

بیوی شوہر کی خدمت کرے، اس کے گھر کو اچھی طرح رکھے، اس کی اولاد کی پرورش وتربیت کرے، اس کے ساتھ خیر خواہی کرے، شوہر کے مال وگھر کی حفاظت کرے، خود اپنے نفس کی حفاظت کرے، اس سے خندہ پیشانی سے ملے اس کے لئے زینت کرے، اس کے لئے اسباب راحت تیار کرے، اس کو خوش رکھے، تاکہ گھر میں حقیقی سعادت حاصل ہو اور خوشگوار ماحول بنے وہ ان تمام کاموں میں شوہر کی اطاعت کرے جن میں اللہ کی نافرمانی نہ ہو اور ایسی چیزوں سے بچے جو اسے ناپسند ہوں، اس کی اجازت کے بغیر گھر سے باہر نہ نکلے اس کے راز کو ظاہر نہ کرے اور اس کی اجازت کے بغیر اس کے مال میں تصرف نہ کرے، اور اپنے گھر میں ایسے شخص کو نہ آنے دے جسے وہ ناپسند کرتا ہے، اپنے شوہر کے کرامت کی حفاظت کرے اور اس کی بیماری کے وقت یا جب وہ معذور ہوجائے تو اب اس کی مدد کرے۔

عورت اپنے شوہر ومعاشرہ کے لئے بہت بڑا کام کرتی ہے، اس کا کام مردوں سے کم اہم نہیں ہے، پس جو لوگ عورتوں کو گھروں سے نکالنا چاہتے ہیں تا کہ وہ گھر کے باہر مردوں کے شانہ بشانہ کام کریں وہ ان پر ظلم کرتے ہیں انہیں دین ودنیا کی بھلائی معلوم نہیں، انہوں نے دوسرے لوگوں کو بھی گمراہ کیا ہے جس کی وجہ سے ان کے معاشرے میں فساد برپا ہے۔

عورت کے لئے ان کاموں میں شوہر کی اطاعت کی فضیلت جن میں اللہ کی نافرمانی نہ ہو:

شوہر کی اطاعت (جس میں اللہ کی نافرمانی نہ ہو) جنت میں داخل ہونے کا سبب ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب عورت پانچ وقت کی نمازیں پڑھے، رمضان کے روزہ رکھے، اپنی شرم گاہ کی حفاظت کرے اور اپنے شوہر کی اطاعت کرے تو اس سے کہا جائے گا کہ جنت کے جس دروازہ سے چاہو جنت میں داخل ہوجاؤ۔ (احمد/ ۱۶۶۱) ملاحظہ ہو آداب الزفاف للالبانی ص/ ۱۸۲ اور صحیح الجامع رقم/ ۶۶۰)

زوجین میں سے ہر ایک پر دوسرے کے جو حقوق واجب ہیں ان کو ادا کرنے میں ٹال مٹول کرنا یا خرچ کرنے میں ناگواری کا اظہار کرنا یا اس پر احسان جتانا اور تکلیف دینا حرام ہے۔

حالت حیض میں عورت سے جماع کرنا حرام ہے جب تک کہ وہ پاک نہ ہوجائے، اگر کسی نے حیض کی شروعات میں جمع کرلیا تو اس پر ایک دینار صدقہ واجب ہے۔ اور اگر حیض منقطع ہونے کے وقت جماع کیا ہے تو اس پر نصف دینار صدقہ واجب ہے۔ (ایک دینار یعنی ۴.25 گرام سونا)۔

عورت کے دبر میں جماع کرنا حرام ہے، اللہ تعالیٰ ایسے آدمی کی طرف نہیں دیکھتا جو عورت کے دبر میں جماع کرتا ہے، دبر گندگی کی جگہ ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے کسی حائضہ عورت سے جماع کیا یا کسی عورت کے دبر میں جماع کیا یا کسی کاہن کے پاس آیا اور اس بات

کو سچ مانا جو کاہن نے کہی ہے تو اس نے اس چیز کا انکار کیا جو محمد (ﷺ) پر نازل کی گئی ہے۔

(ترمذی/ ۱۳۵، ابن ماجہ/ ۶۳۹)

عورت جب حیض سے پاک ہوجائے اور خون آنا بند ہوجائے تو غسل کرنے کے بعد مرد اس عورت سے جماع کرسکتا ہے:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الْمَحِيضِ قُلْ هُوَ أَذًى فَاعْتَزِلُوا النِّسَاءَ فِي الْمَحِيضِ وَلَا تَقْرَبُوهُنَّ حَتَّى يَطْهُرْنَ فَإِذَا تَطَهَّرْنَ فَأْتُوهُنَّ مِنْ حَيْثُ أَمَرَكُمُ اللَّهُ﴾ (بقرہ: ۲۲۲) ''آپ سے حیض کے بارے میں سوال کرتے ہیں، کہہ دیجئے کہ وہ گندگی ہے، حالت حیض میں عورتوں سے الگ رہو، اور جب تک وہ پاک نہ ہوجائیں ان کے قریب نہ جاؤ، ہاں جب وہ پاک ہوجائیں تو ان کے پاس جاؤ جہاں سے اللہ نے تمہیں اجازت دی ہے''۔

شوہر اپنی بیوی کو غسل حیض وجنابت پر مجبور کرسکتا ہے اور اس کی گرفت ان چیزوں پر کرسکتا ہے جن سے نفس میں کراہت پیدا ہو مثلاً بال وغیرہ۔

اگر مرد نے اپنی بیوی سے صحبت کی ہے تو اگر مرد کا پانی سبقت لے جائے تو بچہ اس کے مشابہ ہوگا اور اگر عورت کا پانی سبقت لے جائے تو بچہ عورت کے مشابہ ہوگا اور اگر مرد کا پانی عورت کے پانی پر غالب آجائے تو اللہ کے اذن سے بچہ پیدا ہوگا اور اگر عورت کا پانی مرد کے پانی پر غالب آجائے تو اللہ کے اذن سے بچی پیدا ہوگی۔

مرد عزل کرسکتا ہے (عزل کا مطلب یہ ہے کہ مرد اپنی منی عورت کی شرم گاہ کے بجائے باہر خارج کرے) لیکن عزل نہ کرنا بہتر ہے کیونکہ اس سے عورت کی لذت فوت ہوجاتی ہے اور تکثیر نسل فوت ہوجاتا ہے، جو کہ نکاح کے مقاصد میں سے ہے۔

دو یا دو سے زیادہ بیویوں کو ایک ہی گھر میں رکھنا منع ہے، الا یہ کہ دونوں راضی ہوں اور جب سفر کرے تو قرعہ اندازی کرے پھر جس کا نام نکل آئے اس کو لے کر جائے جس کے پاس دو بیویاں ہوں لیکن وہ ان میں سے ایک کی طرف مائل ہو تو قیامت کے دن اس حال میں آئے گا کہ اس کا ایک پہلو جھکا ہوا ہوگا۔

بیویوں کے درمیان عدل کی صفت:

بیویوں کے درمیان باری تقسیم کرنے اور رات گزارنے میں نفقہ اور مکان دینے میں عدل کرنا واجب ہے، لیکن جماع واجب نہیں لیکن اگر جماع کرسکتا ہے تو جماع کرنا مستحب ہے اور اگر اس کا دل کسی ایک کی طرف زیادہ مائل ہے تو کوئی گناہ نہیں کیونکہ وہ اس کا مالک نہیں ہے۔

سنت یہ ہے کہ جب آدمی باکرہ سے شادی کرے اور اس کے پاس دوسری عورتیں بھی ہوں تو اس کے پاس سات دن قیام کرے پھر باری تقسیم کرے اور اگر ثیبہ سے شادی کرے تو اس کے پاس تین دن ٹھہرے پھر باری تقسیم کرے اور اگر وہ سات دن چاہے تو سات دن ٹھہرے لیکن پھر دوسری عورتوں کے پاس بھی سات سات دن ٹھہرے پھر اس کے بعد باری تقسیم کرے اور ایک رات ہر ایک کے لئے مقرر کرے۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے جب ان سے شادی کی تو ان کے پاس تین رات ٹھہرے پھر فرمایا کہ تمہاری وجہ سے تمہارے اہل پر کوئی رسوائی نہیں اگر تم چاہو تو میں تمہارے پاس سات دن ٹھہروں اور اگر سات دن ٹھہرا تو اپنی دوسری بیویوں کے پاس بھی سات دن ٹھہروں گا۔(مسلم/ ١٤٦٠)

باکرہ عورت کے لئے شوہر بالکل اجنبی ہوتا ہے، وہ اپنے گھر والوں سے پہلی بار جدا ہو کر ایک نئے گھر میں آتی ہے اس لئے اس سے زیادہ انسیت قائم کرنا اور اس کا خوف دور کرنا ثیبہ کے مقابلے میں زیادہ ضروری ہے۔

اگر کسی عورت نے اپنی باری اپنے شوہر کی اجازت سے اپنی کسی سوکن کو دے دی یا شوہر پر اس کو چھوڑ دیا کہ وہ جسے چاہے دے دے اور اس نے دوسری عورت کو دے دیا تو ایسا کرنا جائز ہے۔

جس کے پاس کئی بیویاں ہوں وہ اپنی اس عورت سے دن میں قریب ہو سکتا ہے جس کی باری نہیں ہے لیکن جماع نہ کرے اور رات میں اس عورت کے پاس چلا جائے جس کی باری ہے۔

اگر کوئی عورت شوہر کی اجازت کے بغیر سفر کرے یا شوہر کے ساتھ سفر کرنے سے انکار کرے یا

اس کے ساتھ اس کے بستر پر سونے سے انکار کرے تو اس کے لئے کوئی باری اور نفقہ نہیں اس لئے کہ وہ نافرمان ہے۔

جو شخص گھر سے باہر سفر میں ہو وہ اپنی بیوی کے پاس اچانک نہ آئے بلکہ اپنے آنے کی خبر پہلے سے دے دے تاکہ عورت بناؤ سنگار کرلے۔

اجنبی عورت سے مصافحہ کرنے کا حکم:

اجنبی عورت: جس سے مصافحہ یا خلوت صحیحہ حرام ہے وہ عورت ہے جو اپنی بیوی نہ ہو یا محرم نہ ہو۔

محرم: محرم وہ عورت ہے جس سے نکاح حرام ہے یہ حرمت قرابت کی وجہ سے ہو یا رضاعت کی وجہ سے ہو یا مصاہرت کی وجہ سے ہو۔

شوہر کے بھائی، چچا، ماموں، اور چچازاد بھائی کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ اس کی بیوی سے مصافحہ کریں اسی طرح وہ بھی اپنے بھائی، چچا، ماموں اور چچازاد بھائی کی بیویوں سے مصافحہ نہیں کر سکتا، یہ سب اجنبیات کی طرح ہیں اس لئے کہ بھائی اپنے بھائی کی بیوی کے لئے محرم نہیں، اسی طرح دوسرے مذکورہ لوگ بھی ہیں۔

کسی کے لئے اجنبی عورت سے مصافحہ کرنا جائز نہیں اور اس سے بڑھ کر حرام یہ ہے کہ کہ اس کو بوسہ لے چاہے وہ جوان ہو یا بوڑھی، چاہے وہ مصافحہ کرنے والا بوڑھا یا جوان، بیچ میں کوئی چیز حائل ہو یا حائل نہ ہو، رسول اللہ نے فرمایا کہ میں عورتوں سے مصافحہ نہیں کرتا۔(نسائی/ ٤١٨١، ابن ماجہ/ ٢٨٧٤)

عورت پر واجب ہے کہ اس شخص سے پردہ کرے جو اس کے لئے محرم نہ ہو جیسے اس کی بہن کا شوہر، اس کے چچازاد یا ماموں زاد بھائی یہ سب محرم نہیں ہیں۔

مسلمان عورت پر کسی اجنبی مرد سے مصافحہ کرنا حرام ہے اسی طرح تنہا کسی اجنبی کے ساتھ گاڑی میں سوار ہونا حرام ہے جیسے ڈرائیور۔

دونوں کے لئے ایسی جگہ جماع کرنا حرام ہے جہاں کوئی دیکھ سکتا ہو، اسی طرح صحبت سے متعلق دونوں کے درمیان جو راز ہو اس کا افشاء کرنا بھی حرام ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن اللہ کے نزدیک سب سے برے مرتبے والا وہ شخص ہوگا جو اپنی بیوی سے مل چکا ہو اور وہ بھی اس سے مل چکی ہو (یعنی دونوں ہمبستری کر چکے ہوں) پھر وہ اس عورت کا بھید ظاہر کرتا پھرے۔ (مسلم/١٤٣٧)

اگر عوت کو اس کا شوہر صحبت کے لئے بلائے تو عورت پر انکار کرنا حرام ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب آدمی اپنی بیوی کو اپنے بستر پر بلائے اور وہ نہ جائے پھر اس کا شوہر اس پر غصہ ہو کر رات گزارے تو فرشتے صبح تک اس پر لعنت بھیجتے ہیں۔ (بخاری/٣٢٣٧، مسلم/١٤٣٦)

عورت کا سفر:

عورت کے لئے بغیر محرم سفر کرنا حرام ہے چاہے وہ گاڑی سے ہو یا جہاز سے یا کشتی سے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: عورت صرف محرم کے ساتھ سفر کرے اور اس کے پاس کوئی آدمی اسی وقت جائے جب اس کے ساتھ کوئی محرم ہو۔ (بخاری/٣٢٣٧، مسلم/١٤٣٦)

عورت کا اجنبی مرد کے ساتھ اختلاط منع ہے چاہے سروس میں یہ اختلاط ہو یا مدارس و اسپتال میں ہو یا اس کے علاوہ ہو، اسی طرح شوہر کے علاوہ کے لئے زیب وزینت ظاہر کرنا منع ہے کیونکہ یہ فتنہ کے اسباب میں سے ہے۔

شرعی پردہ:

شرعی پردہ ہر بالغ مسلمان عورت پر واجب ہے، اور شرعی پردہ یہ ہے کہ عورت اپنے جسم کی ہر وہ چیز چھپائے جسے دیکھ کر مردوں کے فتنے میں پڑنے کا اندیشہ ہو جیسے چہرہ، ہتھیلیاں، بال، گردن، قدم، پنڈلی، ہاتھ وغیرہ۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿**واذا سألتموهن متاعاً فاسئلوهن من وراء حجاب ذلكم اطهر لقلوبكم وقلوبهن**﴾ (احزاب: ٥٣) ''جب تم نبی (ﷺ) کی بیویوں سے کوئی چیز طلب کرو تو پردے کے پیچھے سے طلب کرو، تمہارے اور ان کے دلوں کے لئے کامل پاکیزگی یہی ہے''۔

مانع حمل گولی استعمال کرنے کا حکم:

مرد اور عورت دونوں کی قوت انجاب کو ختم کرنا اور انہیں بانجھ بنانا حرام ہے، الّا یہ کہ کسی ضرر کو دفع کرنے کے لئے ہو۔

کسی ضرر کو دفع کرنے کی غرض سے عورت شوہر کی رضا مندی سے مانع حمل دوائیں کھا سکتی ہے، مثلاً عورت کو نارمل Normal ڈلیوری نہ ہوتی ہو یا وہ مریض ہو اور ہر سال حمل اس کے لئے نقصان دہ ہو، ایسی صورت میں حمل روکنے یا مؤخر کرنے میں کوئی حرج نہیں بشرطیکہ دونوں راضی ہوں اور مشروع وسائل استعمال کئے جائیں جن میں عورت کو کوئی نقصان نہ پہنچے۔

تلقیح کے ذریعے انجاب کا حکم
(یعنی انجکشن دے کر حمل ٹھہرانا)

١- اگر بیوی دو اجنبی کے پانی سے یا ایک کے پانی اور دوسرے کے انڈے سے حاملہ ہوئی ہے تو یہ حمل شرعاً حرام ہے۔

٢- اگر عورت عقد زوجیت کے ختم ہونے کے بعد اپنے شوہر کے پانی سے ہی حاملہ ہوئی ہے تو یہ بھی حرام ہے، خواہ وفات کی وجہ سے عقد زوجیت ختم ہوا ہے یا طلاق کی وجہ سے۔

٣- اگر پانی میاں اور بیوی دونوں کا ہو اور رحم کسی دوسرے کا ہو تو یہ بھی حرام ہے۔

٤- اگر پانی میاں بیوی کا ہو اور اسے اس کی دوسری بیوی کے رحم میں داخل کیا جائے تب بھی حرام ہے، چاہے تلقیح داخلی ہو یا خارجی۔

٥- اگر پانی میاں بیوی کا ہو اور اسے دوسری بیوی کے رحم میں داخل کیا جائے جو انڈے والی ہو چاہے تلقیح داخلی ہو یا تلقیح خارجی (یعنی ٹیوب میں ہو) پھر اسی بیوی کے رحم میں منتقل کیا جائے (جس کا پانی ہے) تو یہ مضطر کے لئے جائز ہے، لیکن اس میں بڑے خطرات ہیں اور ایسے

مکلّف آدمی کے دین وعلم پر بھروسہ نہیں کیا جاسکتا۔

مذکر یا مؤنث جب ان کے اعضاء کی خلقت مکمل ہو جائے تو ان میں سے کسی کو بھی دوسرے جنس کی طرف بدلنا جائز نہیں، جنس بدلنے کی کوشش بہت بڑا جرم ہے کیونکہ ایسا کرنا اللہ کی خلقت کو بدلنا ہے جو کہ حرام ہے۔

جن کے اعضاء میں عورت اور مرد کی علامتیں ہوں تو تھوڑا انتظار کیا جائے پس اگر اس میں مرد کی مشابہت زیادہ ہو تو نسوانیت کا اشتباہ دور کرنے کے لئے اس کا علاج کرنا جائز ہے خواہ آپریشن سے کیا جائے یا ہارمون کے ذریعہ۔

عورت کا حمل:

عورت اللہ کے حکم سے ہر مہینہ ایک بیضہ نکالتی ہے جب اس بیضہ میں حمل ٹھہرنے کا وقت ہتا ہے تو مرد اور عورت کا نطفہ مل جاتا ہے اور عورت حاملہ ہو جاتی ہے اسی کو نطفۃ الامشاج۔ (ملا جلا نطفہ) کہتے ہیں۔

عورتیں اکثر ایک مرتبہ میں ایک بچہ پیدا کرتی ہیں لیکن کبھی کبھی جڑواں بچے بھی پیدا ہوتے ہی اور کبھی دو سے بھی زیادہ بچے پیدا ہوتے ہیں۔

جڑواں بچوں کی پیدائش کی دو شکلیں ہیں:

ایک یہ کہ دونوں ایک حیوان منوی اور دو بیضوں سے پیدا ہوتے ہیں، ایسی صورت میں دونوں کے درمیان بڑی مشابہت ہوتی ہے۔

دوسرے یہ کہ دو حیوان منوی اور دو بیضوں سے پیدا ہوتے ہیں، ایسی صورت میں دونوں کے درمیان مشابہت نہیں ہوتی ہے۔ (واللہ اعلم)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿**انا خلقنا الانسان من نطفة أمشاج نبتليه فجعلناه سميعا بصيرا**﴾ (دھر: ۲) ”بے شک ہم نے انسان کو ملے جلے نطفے سے امتحان کے لیے پیدا کیا اور اس کو سنتا دیکھتا بنایا“۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿هُوَ الَّذِي يُصَوِّرُكُمْ فِي الْأَرْحَامِ كَيْفَ يَشَاءُ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ﴾ (آل عمران:٦) ”وہ ماں کے پیٹ میں تمہاری صورتیں جس طرح کی چاہتا ہے بناتا ہے اس کے سوا کوئی معبود برحق نہیں وہ غالب ہے، حکمت والا ہے“۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿لِلَّهِ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ يَهَبُ لِمَنْ يَشَاءُ إِنَاثًا وَيَهَبُ لِمَنْ يَشَاءُ الذُّكُورَ أَوْ يُزَوِّجُهُمْ ذُكْرَانًا وَإِنَاثًا وَيَجْعَلُ مَنْ يَشَاءُ عَقِيمًا إِنَّهُ عَلِيمٌ قَدِيرٌ﴾ (شوری:٤٩/٥٠) ”آسمانوں اور زمین کی سلطنت اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے، وہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے جس کو چاہتا ہے بیٹیاں دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے بیٹے دیتا ہے، یا انہیں جمع کر دیتا ہے بیٹے بھی اور بیٹیاں بھی اور جسے چاہے بانجھ کر دیتا ہے، وہ بڑے علم والا اور کامل قدرت والا ہے“۔

بیوی کی نافرمانی کا علاج

نشوز: نشوز کا مطلب ہے کہ بیوی اپنے شوہر کی نافرمانی ان چیزوں میں کرے جن میں اس کی اطاعت واجب ہے۔

آدمی کی یہ خصلت ہے کہ وہ اپنے حقوق کا زیادہ خیال رکھتا ہے اور اس پر جو دوسروں کے حقوق ہیں اس کی پرواہ نہیں کرتا جب کہ ہونا یہ چاہئے کہ آدمی اپنے حقوق کے ساتھ اپنے واجبات کی بھی فکر کرے، اسی سے معاشرہ میں اصلاح ہوگی اور ہر کام اچھی طرح ہوگا۔

نافرمان بیوی کے علاج کا طریقہ:

اگر عورت کی طرف سے نافرمانی کی علامتیں ظاہر ہوں جیسے بستر پر نہ آتی ہو یا استمتاع سے روکتی ہو یا روز روز زبردستی کرنے پر تیار ہوتی ہو یا نہ چاہتے ہوئے بددلی سے آتی ہو تو شوہر اس کو نصیحت کرے اور اسے اللہ تعالیٰ سے ڈرائے، لیکن اگر وہ ٹھیک نہ ہو تو اس کا بستر الگ کر دے، اور تین دن بات نہ کرے، لیکن اگر وہ ٹھیک نہ ہو تو ہلکی سی مار مارے (دس کوڑے یا اس سے کم) اور چہرہ پر نہ

مارے اور نہ وحشیانہ وظالمانہ مار مارے، پھر اگر مقصد حاصل ہو جائے اور عورت اطاعت کرنے لگے تو اس کو عتاب کرنا چھوڑ دے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿وَاللَّاتِي تَخَافُونَ نُشُوزَهُنَّ فَعِظُوهُنَّ وَاهْجُرُوهُنَّ فِي الْمَضَاجِعِ وَاضْرِبُوهُنَّ فَإِنْ أَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوا عَلَيْهِنَّ سَبِيلًا إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلِيًّا كَبِيرًا﴾(نساء:۳۴) ''اور جن عورتوں کی نافرمانی اور بد دماغی کا تمہیں خوف ہو انہیں نصیحت کرو اور انہیں الگ بستروں پر چھوڑ دو اور انہیں مار کی سزا دو پھر اگر وہ تابعداری کریں تو ان پر کوئی راستہ تلاش نہ کرو، بے شک اللہ تعالیٰ بڑی بلندی اور بڑائی والا ہے''۔

جب دونوں میں سے ہر ایک یہ دعویٰ کرے کہ دوسرا اس پر ظلم کرتا ہے اور ان کے درمیان صلح کرانا دشوار ہو تو حاکم ایک منصف مرد کے گھر والوں میں سے اور ایک منصف عورت کے گھر والوں میں سے بھیجے دونوں جو بہتر سمجھیں وہ کریں اگر دونوں کو اکٹھا کرنے میں بھلائی ہے تو اکٹھا کر دیں اور اگر جدا کرنے میں بھلائی ہے تو جدا کر دیں خواہ عوض سے ہو یا بغیر عوض ہو۔

پس اگر دونوں منصف متفق نہ ہوں اور صلح کی کوئی صورت نہ نکلے اور میاں بیوی کے درمیان زندگی گزارنا دشوار ہو تو قاضی دونوں کے معاملے میں غور کرے وہ نکاح شرعی طور پر عوض کے ذریعہ یا بغیر عوض فسخ کرا دے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿وَإِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَابْعَثُوا حَكَمًا مِّنْ أَهْلِهِ وَحَكَمًا مِّنْ أَهْلِهَا إِن يُرِيدَا إِصْلَاحًا يُوَفِّقِ اللَّهُ بَيْنَهُمَا إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلِيمًا خَبِيرًا﴾(نساء:۳۵) ''اگر تمہیں میاں بیوی کے درمیان آپس کی ان بن کا خوف ہو تو ایک منصف مرد والوں میں سے اور ایک عورت کے گھر والوں میں سے مقرر کرو، اگر یہ دونوں صلح کرانا چاہیں گے تو اللہ دونوں میں ملاپ کرا دے گا، یقیناً اللہ پورے علم والا پوری خبر والا ہے''۔

اگر عورت اپنے شوہر کی طرف سے نفرت یا بے توجہی محسوس کرے اور اس بات کا اندیشہ ہو کہ وہ اس کو چھوڑ دے گا تو اسے چاہئے کہ وہ اپنا بعض حق ساقط کر دے، مثلاً رات گزارنے کی باری، نفقہ،

یا کپڑا وغیرہ اور شوہر اسے قبول کر لے، ایسا کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے، جدائی اور ہر دن جھگڑا کرنے سے یہ بہتر ہوگا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿وَإِنِ امْرَأَةٌ خَافَتْ مِن بَعْلِهَا نُشُوزًا أَوْ إِعْرَاضًا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا أَن يُصْلِحَا بَيْنَهُمَا صُلْحًا وَالصُّلْحُ خَيْرٌ وَأُحْضِرَتِ الْأَنفُسُ الشُّحَّ وَإِن تُحْسِنُوا وَتَتَّقُوا فَإِنَّ اللَّهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرًا﴾(نساء:۱۲۸) ''اگر کسی عورت کو اپنے شوہر کی بد دماغی اور بے پرواہی کا خوف ہو تو دونوں آپس میں جو صلح کر لیں اس میں کسی پر کوئی گناہ نہیں، صلح بہت بہتر چیز ہے، طمع ہر ہر نفس میں شامل کر دی گئی ہے اگر تم اچھا سلوک کرو اور پرہیزگاری کرو تو تم جو کر رہے ہو اس پر اللہ تعالیٰ پوری طرح خبردار ہے''۔

۲- کتاب الطلاق

طلاق: شادی کے بندھن کو توڑنا طلاق ہے۔

طلاق کے مشروع ہونے میں حکمتیں:

اللہ تعالیٰ نے نکاح کو اس لئے مشروع کیا ہے تا کہ ایک پائیدار ازدواجی زندگی گزارے جو میاں و بیوی کے درمیان محبت والفت پر قائم ہو اور ہر ایک دوسرے کو پاک دامن بنائیں اور بچے پیدا ہوں، لیکن اگر یہ فوائد حاصل نہ ہوں اور دونوں میں سے کسی ایک کی بدخلقی کی وجہ سے آپس میں ناچاقی پیدا ہو جائے اور ایک ساتھ رہنا دشوار ہو جائے تو طلاق کی اجازت دی ہے جو درحقیقت اللہ کی طرف سے زوجین کے لئے ایک رحمت ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَطَلِّقُوهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ وَأَحْصُوا الْعِدَّةَ وَاتَّقُوا اللَّهَ رَبَّكُمْ لَا تُخْرِجُوهُنَّ مِن بُيُوتِهِنَّ وَلَا يَخْرُجْنَ إِلَّا أَن يَأْتِينَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ وَتِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ وَمَن يَتَعَدَّ حُدُودَ اللَّهِ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهُ لَا تَدْرِي لَعَلَّ اللَّهَ يُحْدِثُ بَعْدَ ذَٰلِكَ أَمْرًا﴾(طلاق:۱) ''اے نبی! (اپنی امت سے کہو کہ) جب تم اپنی بیویوں کو

طلاق دینا چاہو تو ان کی عدت (کے دنوں کے آغاز) میں انہیں طلاق دو، اور عدت کا حساب رکھو، اور اللہ سے جو تمہارا پروردگار ہے ڈرتے رہو، نہ تم انہیں ان کے گھروں سے نکالو اور نہ وہ (خود) نکلیں ہاں یہ اور بات ہے کہ وہ کھلی برائی کر بیٹھیں، یہ اللہ کی مقرر کردہ حدیں ہیں، جو شخص اللہ کی حدوں سے آگے بڑھ جائے اس نے یقیناً اپنے اوپر ظلم کیا، تم نہیں جانتے شاید اس کے بعد اللہ تعالیٰ کوئی نئی بات پیدا کردے"۔

طلاق:

طلاق صرف مرد کا حق ہے کیونکہ مرد نے زوجیت پر مال خرچ کیا ہے جس کی وجہ سے وہ اس بات کا زیادہ حریص ہوتا ہے کہ زوجیت باقی رہے، دوسری بات یہ کہ مرد متحمل مزاج ہوتا ہے، اس کی عقل وسمجھ زیادہ ہوتی ہے، اس کے مقابلے میں عورت بے صبری، ناقص العقل، کوتاہ نظر اور جذباتی ہوتی ہے، اس کو غصہ جلد آتا ہے۔

اگر زوجین میں سے ہر ایک کو طلاق کا حق دیا جائے تو چھوٹی چھوٹی چیزوں میں لوگ طلاق دینے لگتے، اور طلاق کے واقعات کئی گناہ بڑھ جاتے۔

طلاق کا مالک مرد ہے پس آزاد مرد کو تین طلاق دینے کا اختیار ہے، خواہ اس کی بیوی آزاد ہو یا لونڈی اور غلام کو دو طلاق دینے کا اختیار ہے۔

ہر بالغ عاقل مختار کی طرف سے طلاق نافذ ہو جائے گی، اگر کسی شخص کو طلاق دینے پر مجبور کیا جائے تو طلاق واقع نہیں ہوگی، اسی طرح اگر کوئی آدمی نشہ کی حالت میں ہو اور جو کہتا ہو وہ نہ سمجھتا ہو تو اس کی طلاق واقع نہیں ہوگی اسی طرح اگر کوئی آدمی غصہ کی حالت میں طلاق دے اور یہ نہ سمجھ سکے کہ کیا کہہ رہا ہے تو طلاق واقع نہیں ہوگی، اسی طرح غلطی کرنے والے غافل بھولنے والے، اور مجنون کی طلاق واقع نہیں ہوگی۔

طلاق کا حکم:

ضرورت کے وقت طلاق مباح کی گئی ہے مثلاً عورت بدخلق ہو اور اس کے ساتھ زندگی گزارنا

دشوار ہو اور بغیر ضرورت طلاق دینا حرام ہے، مثلاً اگر میاں بیوی کی زندگی اچھی طرح گزر رہی ہے تو طلاق دینا حرام ہے اور کبھی ضرورت کے وقت طلاق دینا مستحب بھی ہے۔ مثلاً اگر اس کے ساتھ رہنے میں عورت کو تکلیف ہو رہی ہے یا وہ اپنے شوہر کو ناپسند کرتی ہے تو ایسی صورت میں اگر طلاق دے دے تو مستحب ہے۔

اگر عورت نماز پڑھتی ہو تو طلاق دینا واجب ہے اسی طرح اگر وہ اپنی عزت وآبرو کی حفاظت نہ کرتی ہو تو اس کو طلاق دینا واجب ہے جب تک کہ توبہ نہ کرے، اور نصیحت قبول نہ کرے۔

حالت حیض ونفاس اور ایسے طہر میں طلاق دینا حرام ہے جس میں جماع کیا ہو اور اس کا حمل ظاہر نہ ہوا ہو اور اگر ایک ہی مجلس میں تین مرتبہ طلاق دے دیا تو یہ حرام ہے، شوہر یا اس کے وکیل کی طرف سے طلاق کا وقوع صحیح ہوگا، وکیل جب چاہے ایک طلاق دے دے الا یہ کہ اس کے لئے کوئی وقت مقرر کر دیا گیا ہو اور تعداد بتا دی گئی ہو۔

طلاق کے الفاظ:

الفاظ کے اعتبار سے طلاق کی دو قسمیں ہیں:

۱- ایک یہ کہ صریح الفاظ میں طلاق دی جائے جس سے صرف طلاق کا معنیٰ ظاہر ہو جیسے یہ کہے کہ میں نے تم کو طلاق دی، یا تم مطلقہ ہو وغیرہ۔

۲- دوسرے یہ کہ کنایہ استعمال کیا جائے یعنی ایسے الفاظ استعمال کئے جائیں جن سے طلاق اور غیر طلاق دونوں کا احتمال ہو مثلاً یہ کہے کہ تم بائن ہو (یعنی جدا رہو) یا اپنے گھر والوں کے پاس چلی جاؤ۔

اگر صریح لفظ استعمال کیا ہے تو طلاق نافذ ہو جائے گی لیکن اگر کنایہ استعمال کیا ہے تو طلاق اسی وقت نافذ ہوگی جب اس کے ساتھ ساتھ طلاق کی نیت بھی کی ہے۔

اگر کسی نے اپنی بیوی سے یہ کہا کہ تم میرے اوپر حرام ہو تو یہ تحریم طلاق نہیں ہوگی بلکہ یہ قسم مانی جائے گی جس میں قسم کا کفارہ دینا پڑے گا۔

طلاق چاہے سنجیدگی سے دی جائے چاہے مذاق سے دی جائے وہ نافذ ہوجائے گی:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تین چیزیں ایسی ہیں جو سنجیدگی میں بھی واقع ہوجائیں گی اور مذاق میں بھی واقع ہوجائیں گی اور وہ یہ ہیں۔ نکاح، طلاق، اور رجعت۔ (ابو داؤد/ ۲۱۹٤، ابن ماجه/ ۲۰۳۹)

طلاق کی شکلیں:

طلاق کی تین شکلیں ہیں: طلاق منجز، طلاق مضاف، طلاق معلق۔

۱- طلاق منجز: یہ ہے کہ بیوی سے کہے کہ تمہیں طلاق ہے یا میں نے تمہیں طلاق دی، یہ طلاق فوراً واقع ہوجائے گی کیونکہ شوہر نے کسی چیز کی قید نہیں لگائی ہے۔

۲- طلاق مضاف: کی شکل یہ ہے کہ شوہر بیوی سے مثلاً یہ کہے کہ تمہیں کل طلاق ہے یا مہینے کے آخر میں طلاق ہے، یہ طلاق اسی وقت واقع ہوگی جب وہ وقت آپہنچے جو اس نے متعین کیا ہے۔

۳- طلاق معلق: یہ ہے کہ شوہر طلاق کے حصول کو کسی شرط پر معلق کردے اس کی دو قسمیں ہیں۔

۱- اگر اس کے طلاق دینے کا مقصد اس کو کسی کام کے کرنے یا چھوڑنے پر ابھارنا یا پانا یا روکنا ہے یا تاکید خبر ہے مثلاً یہ کہے کہ اگر تم بازار جاؤ گی تو تمہیں طلاق ہے، یہاں شوہر کا مقصد اس کو بازار جانے سے روکنا ہے لہٰذا یہ طلاق واقع نہیں ہوگی اور اگر بیوی نے مخالفت کی تو قسم کا کفارہ دینا پڑے گا، اور کفارہ دس مسکین کو کھانا کھلانا یا ان کو کپڑے پہنانا یا ایک غلام آزاد کرنا ہے، اور اگر یہ چیز حاصل نہ ہو تو تین دن روزہ رکھے۔

۲- اگر شرط حاصل ہونے کے وقت طلاق کے واقع ہونے کا قصد کرے مثلاً یہ کہے کہ اگر تم نے مجھے اتنا دیا تو تجھے طلاق ہے تو یہ طلاق اس وقت واقع ہوگی جب وہ شرط حاصل ہوجائے جس پر اس نے طلاق معلق کی تھی۔

اگر کسی عورت کو دخول سے پہلے طلاق دے دی جائے اور اس کا مہر متعین نہیں کیا گیا ہے تو شوہر پر واجب ہے کہ اس کو متعہ یعنی فائدے کی چیز دے کر رخصت کردے یہ فائدے کی چیز ہر شخص کی

طاقت کے مطابق ہونا چاہئے، خوشحال اپنی حیثیت کے مطابق اور تنگ دست اپنی طاقت کے مطابق دے، اور اگر ایسی عورت کو طلاق دی گئی ہے جس سے دخول کرلیا گیا ہے اور اس کا مہر مقرر نہیں کیا گیا ہے تو اس کے لئے مہر مثل ہے، متعہ (فائدے کی چیز) نہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿لَّا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ إِن طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ مَا لَمْ تَمَسُّوهُنَّ أَوْ تَفْرِضُوا لَهُنَّ فَرِيضَةً وَمَتِّعُوهُنَّ عَلَى الْمُوسِعِ قَدَرُهُ وَعَلَى الْمُقْتِرِ قَدَرُهُ مَتَاعًا بِالْمَعْرُوفِ حَقًّا عَلَى الْمُحْسِنِينَ﴾ (بقرہ: ۲۳٦) "اگر تم عورتوں کو بغیر ہاتھ لگائے اور بغیر مہر مقرر کئے طلاق دے دو تو بھی تم پر کوئی گناہ نہیں، ہاں انہیں کچھ نہ کچھ فائدہ دو، خوشحال اپنے انداز سے اور تنگ دست اپنی طاقت کے مطابق دستور کے مطابق اچھا فائدہ دے، بھلائی کرنے والوں پر یہ لازم ہے"۔

اگر آدمی اپنی بیوی کو دخول یا خلوت صحیحہ سے پہلے طلاق دے دے اور اس کا مہر مقرر تھا تو اسے نصف مہر دینا ضروری ہے الا یہ کہ عورت خود اپنا مہر معاف کردے یا اس کا ولی معاف کردے اور اگر جدائی عورت کی طرف سے ہو تو اس کا پورا حق ساقط ہوجائے گا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَإِن طَلَّقْتُمُوهُنَّ مِن قَبْلِ أَن تَمَسُّوهُنَّ وَقَدْ فَرَضْتُمْ لَهُنَّ فَرِيضَةً فَنِصْفُ مَا فَرَضْتُمْ إِلَّا أَن يَعْفُونَ أَوْ يَعْفُوَ الَّذِي بِيَدِهِ عُقْدَةُ النِّكَاحِ وَأَن تَعْفُوا أَقْرَبُ لِلتَّقْوَىٰ وَلَا تَنسَوُا الْفَضْلَ بَيْنَكُمْ إِنَّ اللَّهَ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ﴾ (بقرہ: ۲۳۷) "اور اگر تم عورتوں کو اس سے پہلے طلاق دے دو کہ تم نے انہیں ہاتھ لگایا ہو، اور تم نے ان کا مہر بھی مقرر کردیا ہو تو مقررہ مہر کا آدھا مہر دے دو، یہ اور بات ہے کہ وہ خود معاف کردیں یا وہ شخص معاف کردے جس کے ہاتھ میں نکاح کی گرہ ہے، تمہارا معاف کردینا تقویٰ سے بہت نزدیک ہے اور آپس کی فضیلت اور بزرگی کو فراموش نہ کرو، یقیناً اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال کو دیکھ رہا ہے"۔

اگر فاسد نکاح ہو اور زوجین دخول سے پہلے جدا ہوجائیں تو نہ مہر ہے نہ متعہ یعنی فائدہ کا سامان

اور دخول کے بعد مقرر مہر دینا واجب ہوگا۔

طلاق سنت اور طلاق بدعت

طلاق سنت : طلاق سنت یہ ہے کہ شوہر اپنی اس بیوی کو جس سے جماع کیا ہے ایک طلاق ایسے طہر میں دے جس میں جماع نہ کیا ہو، عورت جب تک عدت میں ہے شوہر رجوع کرسکتا ہے، اور عدت تین قروء (حیض) ہے لیکن اگر عدت گزر جائے اور شوہر نے رجوع نہیں کیا تو اس پر طلاق واقع ہوجائے گی اور اب اس کے لئے وہ نئے عقد اور مہر ہی سے حلال ہوگی اور اگر عدت میں رجوع کرلیا ہے تو وہ اس کی بیوی باقی رہے گی۔

پھر اگر اس نے پہلی طلاق کی طرح دوسری طلاق دی تو اگر عدت میں رجوع کرتا ہے تو وہ اس کی بیوی رہے گی اور اگر رجوع نہیں کیا تو اس پر دوسری طلاق واقع ہوجائے گی اور وہ اس کے لئے نئے عقد اور نئے مہر ہی سے حلال ہوگی۔

پھر اگر تیسری طلاق بھی اسی طرح دے دیا تو وہ عورت اس سے جدا ہوجائے گی اور وہ اس شوہر کے لئے اس وقت تک حلال نہ ہوگی جب تک کہ وہ کسی دوسرے سے شادی نہ کرلے (اور دوسرا شوہر اپنی مرضی سے اسے طلاق نہ دے دے یا فوت ہوجائے) اس طریقہ اور ترتیب سے طلاق دینا طلاق سنت ہے۔ تعداد کے اعتبار سے بھی اور وقت کے اعتبار سے بھی۔

طلاق سنت یہ ہے کہ شوہر اپنی بیوی کو حمل ظاہر ہونے کے بعد ایک طلاق دے، اور اگر اس کی بیوی ان عورتوں میں سے ہو جن کے حیض کا سلسلہ منقطع ہوگیا ہو تو جب چاہے طلاق دے سکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿ الطَّلَاقُ مَرَّتَانِ فَإِمْسَاكٌ بِمَعْرُوفٍ أَوْ تَسْرِيحٌ بِإِحْسَانٍ ﴾ (بقرہ: ۲۲۹) ''طلاق دو مرتبہ ہے پھر یا تو اچھائی سے روکنا یا عمدگی کے ساتھ چھوڑ دینا ہے''۔

پھر فرماتا ہے: ﴿ فَإِن طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِن بَعْدُ حَتَّىٰ تَنكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ فَإِن طَلَّقَهَا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا أَن يَتَرَاجَعَا إِن ظَنَّا أَن يُقِيمَا حُدُودَ اللَّهِ وَتِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ

يُبَيِّنُهَا لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ ﴾ (بقرہ: ۲۳۰) ''پھر اگر اس کو (تیسری بار) طلاق دے دے، تو اب اس کے لئے حلال نہیں جب تک کہ وہ عورت اس کے سوا دوسرے سے نکاح نہ کرے، پھر اگر وہ بھی طلاق دے دے تو ان دونوں کو میل جول کر لینے میں کوئی گناہ نہیں بشرطیکہ یہ جان لیں کہ اللہ کی حدوں کو قائم رکھ سکیں گے، یہ اللہ تعالیٰ کی حدود ہیں جنہیں وہ جاننے والوں کے لئے بیان فرما رہا ہے''۔

جب طلاق ہوجائے اور دونوں ایک دوسرے سے جدا ہوجائیں تو شوہر کو چاہئے کہ عورت کو کچھ فائدے کی چیز دے دے تاکہ اسے تسلی ہوجائے اور اس کے بعض حقوق بھی ادا ہوجائیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿ **وللمطلقات متاع بالمعروف حقا على المتقين** ﴾ (بقرہ: ۲۴۱) ''طلاق والیوں کو اچھی طرح فائدہ دینا پرہیزگاروں پر لازم ہے''۔

۲- طلاق بدعی: وہ طلاق ہے جو شریعت کی مخالف ہو اس کی دو قسمیں ہیں:

۱- ایک یہ کہ وقت میں بدعی ہو:

مثلاً عورت کو حالت حیض یا حالت نفاس یا اس طہر میں طلاق دے جس میں جماع کیا ہو اور اس کا حمل ظاہر نہ ہوا ہو، یہ طلاق حرام ہے لیکن وہ واقع ہوجائے گی اور طلاق دینے والے کو گناہ ملے گا اور اس پر رجوع واجب ہے اگر وہ تیسری طلاق نہیں ہے، آدمی جب حائضہ یا نفاس والی عدت کو طلاق دینے کے بعد رجوع کرے تو اس کو اپنے پاس رہنے دے یہاں تک کہ وہ پاک ہوجائے پھر اسے دوسرا حیض آئے پھر پاک ہوجائے پھر اگر چاہے تو طلاق دے، اور جس نے ایسے طہر میں طلاق دی جس میں جماع کیا ہے وہ عورت کو اپنے پاس رہنے دے یہاں تک کہ اسے حیض آجائے پھر اس سے پاک ہوجائے پھر اگر چاہے تو طلاق دے۔

۱- حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ انہوں نے اپنی بیوی کو حالت حیض میں طلاق دی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کا ذکر نبی ﷺ سے کیا آپ نے فرمایا کہ ان سے کہو کہ رجوع کرلیں پھر اسے حالت طہر میں طلاق دیں یا حالت حمل میں طلاق دیں۔ (مسلم/ ۱۴۷۱)

۲- حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ انہوں نے اپنی بیوی کو حالت حیض میں طلاق

دے دی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ سے اس کے بارے میں فتویٰ پوچھا آپ نے فرمایا کہ ان سے کہو کہ رجوع کرلیں یہاں تک کہ وہ عورت پاک ہوجائے پھر اسے دوسرا حیض آئے پھر پاک ہو جائے پھر اس کے بعد اگر چاہیں تو طلاق دیں یا اسے اپنے پاس رہنے دیں۔(بخاری/ ۵۲۵۱، مسلم/ ۱۴۷۱)

۲-دوسرے یہ کہ تعداد میں بدعی ہو:

مثلاً ایک ہی کلمہ سے تینوں طلاقیں دے ڈالے یا ایک ہی مجلس میں تین متفرق طلاق دے ڈالے مثلاً یہ کہے تمہیں طلاق ہے، تمہیں طلاق ہے، تمہیں طلاق ہے۔

اس طرح طلاق دینا حرام ہے لیکن وہ واقع ہوجاتی ہے، اور طلاق دینے والا گناہ گار رہوگا، البتہ تین کے بجائے ایک ہی طلاق واقع ہوگی۔

طلاق رجعی اور طلاق بائن

۱-طلاق رجعی

یہ ہے کہ آدمی اپنی بیوی کو جس سے جماع کیا ہو ایک طلاق دے، ایسی صورت میں وہ رجوع کرسکتا ہے، جب تک کہ عورت عدت میں ہے، پس اگر اس نے رجوع کرلیا پھر اسے دوبارہ طلاق دیا تو جب تک وہ عدت میں ہے رجوع کرسکتا ہے ان دونوں حالتوں میں جب تک عورت عدت میں ہے اس کی بیوی رہے گی، وہ ایک دوسرے کے وارث ہوں گے اور عورت کو نان ونفقہ اور رہائش ملے گی۔ جس عورت کو طلاق رجعی یعنی ایک یا دو طلاق دخول یا خلوت صحیحہ کے بعد دی گئی ہو اس پر واجب ہے کہ وہ اپنے شوہر کے گھر میں عدت گزارے، ہوسکتا ہے کہ وہ رجوع کرلے اور اس کے لئے زینت کرنا مستحب ہے تاکہ اس کا دل اس کی طرف مائل ہوجائے اور شوہر کے لئے یہ جائز نہیں کہ اس کو اپنے گھر سے عدت کی حالت میں نکالے۔

۲-طلاق بائن

یہ وہ طلاق ہے جس سے بیوی اپنے شوہر سے بالکل جدا ہوجائے گی اس کی دو قسمیں ہیں:

۱-بائن بینونہ صغریٰ

۲-بائن بینونہ کبریٰ

۱-بائن بینونہ صغریٰ:

اگر طلاق تین سے کم ہو مثلاً اس نے اپنی بیوی کو ایک طلاق اس طرح دی ہو جس طرح بیان کیا جا چکا ہے پھر اس کی عدت ختم ہوگئی اور اس نے رجوع نہیں کیا تو یہ بینونہ صغریٰ ہے۔ وہ دوسرے لوگوں کی طرح اس سے نئے عقد اور نئے مہر سے شادی کرسکتا ہے، اگر چہ اس عورت نے اس کے سوا دوسرے سے شادی نہ کی ہو، اسی طرح اگر اس نے دوسری طلاق دی اور عدت میں رجوع نہیں کیا تو وہ عورت اس سے جدا ہوجائے گی پھر وہ اس سے نئے عقد اور نئے مہر سے شادی کرسکتا ہے، اگر چہ اس عورت نے اس کے سوا دوسرے سے شادی نہ کی ہو۔

۲-بائن بینونہ کبریٰ:

جب تین طلاق مکمل دے دے تو عورت اس سے بالکل جدا ہوجائے اور وہ عورت اس کے لئے حلال نہیں ہے جب تک کہ وہ اس کے علاوہ کسی دوسرے سے نکاح نہ کرلے، یہ نکاح شرعی ہوا اور دوام کی نیت ہو اور دوسرا شوہر اس سے جماع کرے پھر اگر دوسرا شوہر اپنی مرضی سے اس کو طلاق دے دے اور عورت عدت سے فارغ ہوجائے تو پہلا شوہر نئے عقد اور نئے مہر سے دوسرے لوگوں کی طرح اس سے شادی کرسکتا ہے۔

جس عورت کو تین طلاقیں دی گئی ہوں وہ اپنے گھر والوں کے ساتھ عدت گزارے کیونکہ وہ اپنے شوہر کے لئے حلال نہیں ہے اور اس کے لئے نفقہ و رہائش شوہر پر لازم نہیں ہے، ایسی عورت اپنے گھر سے ضرورت کے وقت ہی نکلے۔

طلاق کا مالک مرد ہے، لہٰذا آزاد مرد تین طلاق کا مالک ہے چاہے اس کی بیوی آزاد ہو یا غلام دو طلاق کا مالک ہے۔

اگر شوہر کو طلاق یا اس کی شرط کے بارے میں شک ہو تو نکاح باقی رہے گا جب تک کہ شک دور نہ ہو جائے اور قطعی طور پر اس کا علم نہ ہو جائے۔

اگر شوہر اپنی بیوی سے یہ کہے کہ تمہارا معاملہ تمہارے ہاتھ میں ہے تو وہ عورت سنت کے مطابق اپنے آپ کو تین طلاق دینے کی مالک ہو جائے گی الا یہ کہ شوہر ایک طلاق کی نیت کرے۔

عورت کے لئے طلاق طلب کرنا کب جائز ہے:

عورت قاضی کے سامنے اس وقت طلاق طلب کر سکتی ہے جب اس کو ایسا نقصان اٹھانا پڑ رہا ہو جس کی وجہ سے شوہر کے ساتھ زندگی گزارنا دشوار ہو رہا ہو، اس کی صورتیں یہ ہو سکتی ہیں۔

۱- جب شوہر پورا نفقہ نہ دیتا ہو۔

۲- اگر شوہر اپنی بیوی کو ایسی تکلیف دیتا ہو جس کی وجہ سے اس کے ساتھ زندگی گزارنا دشوار ہو جائے مثلاً گالی دیتا ہو مارتا ہو اور ایسی تکلیف دیتا ہو جو برداشت سے باہر ہو یا غلط کام کرنے پر مجبور کرتا ہو۔

۳- جب شوہر کی غیر موجودگی میں عورت کو نقصان پہنچے اور اپنے نفس پر فتنے سے ڈرے۔

۴- اگر اس کا شوہر لمبی مدت تک کے لئے قید کر لیا گیا ہو اور اس کی جدائی سے اس کو نقصان پہنچ رہا ہو۔

۵- اگر عورت اپنے شوہر کے اندر کوئی مستحکم عیب دیکھے مثلاً وہ بانجھ ہو یا جماع پر قادر نہ ہو یا اسے ایسا مرض لاحق ہو جس سے عورت کراہیت محسوس کرے وغیرہ۔

عورت پر حرام ہے کہ وہ اپنے شوہر سے یہ کہے کہ اس کی سوکن کو طلاق دے دے تاکہ وہ تنہا رہے۔

جب شوہر اپنی بیوی سے یہ کہے کہ اگر تمہیں حیض آئے تو تمہیں طلاق ہے تو پہلے دن حیض آنے ہی سے وہ مطلقہ ہو جائے گی۔

اگر عوض پر طلاق ہو یا دخول سے پہلے ہو تو طلاق بائن واقع ہوگی یا تین طلاق مکمل ہو جائے گا۔

اگر شوہر نے اپنی بیوی سے یہ کہا کہ اگر تمہیں لڑکا پیدا ہوا تو تمہیں ایک طلاق ہے اور لڑکی پیدا ہوئی

تو تین طلاق ہے، پھر اگر اس عورت کو لڑکا پیدا ہوا پھر لڑکی پیدا ہوئی تو پہلا لڑکا پیدا ہو جانے سے وہ مطلقہ ہو جائے گی اور پھر لڑکی پیدا ہوئی تو وہ عورت جدا ہو جائے گی اور اس پر کوئی عدت نہیں ہے۔

۳- رجعت

رجعت: رجعت کا مطلب ایسی مطلقہ عورت جسے طلاق بائن نہ دی گئی ہو اس کو بغیر عقد کے اس حالت کی طرف لوٹانا ہے جس پر وہ پہلے تھی۔

رجعت کے مشروع ہونے میں حکمتیں:

کبھی کبھی غصہ کی حالت میں بغیر انجام سوچے آدمی طلاق دے دیتا ہے پھر اس کو سخت پریشانی لاحق ہوتی ہے اور پچھتاتا ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے رجعت کو مشروع کیا ہے، یہ طلاق کی طرح صرف شوہر کا حق ہے۔

طلاق کا جائز ہونا اور رجعت کا جائز ہونا محاسن اسلام میں سے ہے، جب میاں بیوی کے درمیان نفرت پیدا ہو جائے اور ازدواجی زندگی دشوار ہو جائے تو طلاق جائز ہے اور جب تعلقات بہتر ہو جائیں تو رجعت جائز ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَالْمُطَلَّقَاتُ يَتَرَبَّصْنَ بِأَنفُسِهِنَّ ثَلَاثَةَ قُرُوءٍ وَلَا يَحِلُّ لَهُنَّ أَن يَكْتُمْنَ مَا خَلَقَ اللَّهُ فِي أَرْحَامِهِنَّ إِن كُنَّ يُؤْمِنَّ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَبُعُولَتُهُنَّ أَحَقُّ بِرَدِّهِنَّ فِي ذَٰلِكَ إِنْ أَرَادُوا إِصْلَاحًا﴾ (بقرہ:۲۲۸) ''طلاق والی عورتیں اپنے آپ کو تین حیض تک روکے رکھیں، انہیں حلال نہیں کہ اللہ نے ان کے رحم میں جو پیدا کیا ہو اسے چھپائیں، اگر وہ اللہ تعالیٰ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہوں، ان کے خاوند اس مدت میں انہیں لوٹا لینے کے پورے حق دار ہیں اگر ان کا ارادہ اصلاح کا ہو''۔

رجعت کے صحیح ہونے کی شرطیں:

۱- مطلقہ سے دخول کیا گیا ہو۔

81 F-A-1

۲-آدمی جتنے طلاق کا مالک ہے اس سے کم طلاق دی ہو مثلاً تین سے کم طلاق دی ہو۔

۳-طلاق بلاعوض ہو اور اگر عوض پر ہے تو وہ بائن ہے۔

۴-عدت میں رجعت ہو۔

قول سے رجعت ممکن ہے مثلا یہ کہے کہ میں نے اپنی بیوی کو واپس لیا یا اسے روک لیا وغیرہ اور فعل سے بھی رجعت ممکن ہے، مثلاً رجعت کی نیت سے اس سے جماع کرے۔

طلاق اور رجعت پر دو گواہ بنانا مسنون ہے لیکن گواہ کے بغیر بھی درست ہے وہ عورت جسے طلاق رجعی دی گئی ہو اس کو واپس لینا درست ہے، جب تک کہ وہ عدت کی حالت میں ہو لیکن اگر عدت گزر جائے تو رجعت کا وقت ختم ہو جائے گا۔

رجعت میں ولی اور مہر کی ضرورت نہیں اور نہ عورت کی رضامندی اور اس کا جاننا ضروری ہے۔

۴-خلع

خلع: خلع یہ ہے کہ عورت مال کے عوض میں شوہر سے جدائی اختیار کرے۔

اس کے مشروع ہونے میں حکمتیں:

جب میاں بیوی کے درمیان محبت ختم ہو جائے اور نفرت وبغض اس کی جگہ لے لے اور مسائل پیدا ہو جائیں تو اس سے نکلنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے راستہ نکالا ہے، چنانچہ مرد کو طلاق دینے کا اختیار ہے اور عورت کو خلع کرنے کا اختیار ہے، خلع میں عورت مرد کا دیا ہوا مہر یا اس سے کم یا اس سے زیادہ اس کو دے دے تاکہ وہ اس کے بدلے اسے چھوڑ دے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿ وَلَا يَحِلُّ لَكُمْ أَن تَأْخُذُواْ مِمَّا آتَيْتُمُوهُنَّ شَيْئاً إِلَّا أَن يَخَافَا أَلَّا يُقِيمَا حُدُودَ اللّهِ فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا يُقِيمَا حُدُودَ اللّهِ فَلاَ جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيمَا افْتَدَتْ بِهِ ﴾ (بقرہ:۲۲۹) ”اور تمہیں حلال نہیں کہ تم نے انہیں جو دیا ہے اس میں سے کچھ لو، ہاں یہ اور بات ہے کہ دونوں کو اللہ کی حدیں قائم نہ رکھ سکنے کا خوف ہو، اس لئے کہ اگر تمہیں ڈر ہو کہ یہ دونوں اللہ کی حدیں قائم نہ رکھ سکیں گے تو عورت رہائی پانے کے لئے کچھ دے ڈالے، اس میں دونوں پر گناہ نہیں“۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ثابت بن قیس کی بیوی نبی ﷺ کے پاس آئیں اور کہنے لگیں کہ اے اللہ کے رسول! میں ثابت کے اخلاق و دین میں عیب نہیں لگاتی ہوں لیکن اسلام میں کفر ناپسند کرتی ہوں، (یعنی میں یہ نہیں چاہتی کہ مسلمان ہو کر شوہر کی نافرمانی کروں) آپ نے فرمایا اچھا ثابت نے جو باغ تم کو مہر میں دیا ہے اسے واپس کر سکتی ہو، انہوں نے کہا ہاں، آپ نے ثابت سے فرمایا اپنا باغ واپس لے لو اور انہیں ایک طلاق دے دو۔ (بخاری/۵۲۷۳)

خلع کے موجبات:

اگر عورت شوہر کو ناپسند کرے خواہ اس کی بدخلقی کی وجہ سے یا خراب معاملے کی وجہ سے یا بدشکل ہونے کی وجہ سے یا اس بات کا اندیشہ ہو کہ وہ شوہر کے حقوق کو نہ ادا کرنے کی صورت میں گناہ میں مبتلا ہو گی تو اس کے لئے خلع مباح کیا گیا ہے اور شوہر کو خلع قبول کر لینا چاہئے۔

اگر عورت شوہر کو اس لئے ناپسند کرتی ہے کہ اس کا دین ناقص ہے مثلاً نماز نہیں پڑھتا ہے یا پاک دامن نہیں ہے تو اس کی اصلاح کی کوشش کرے، اور اگر اصلاح نہ کر سکے تو اس سے جدا ہونے کی کوشش کرنا عورت پر واجب ہے، اور اگر شوہر بعض حرام کام کرتا ہے اور اسے حرام کام کرنے پر مجبور کرتا ہے تو اس پر واجب ہے کہ خلع کرے اور اگر بغیر معقول عذر کے کوئی عورت اپنے شوہر سے طلاق کا مطالبہ کرے تو اس پر جنت کی خوشبو حرام ہو گی، اور اگر شوہر اپنا مہر واپس لینے کے لئے بیوی کو تنگ کرے تو یہ حرام ہے الا یہ کہ وہ زنا کا ارتکاب کرے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُواْ لاَ يَحِلُّ لَكُمْ أَن تَرِثُواْ النِّسَاء كَرْهاً وَلاَ تَعْضُلُوهُنَّ لِتَذْهَبُواْ بِبَعْضِ مَا آتَيْتُمُوهُنَّ إِلاَّ أَن يَأْتِينَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ وَعَاشِرُوهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ فَإِن كَرِهْتُمُوهُنَّ فَعَسَى أَن تَكْرَهُواْ شَيْئاً وَيَجْعَلَ اللّهُ فِيهِ خَيْراً كَثِيراً ﴾(نساء:۱۹) ”ایمان والو! تمہیں حلال نہیں کہ زبردستی عورتوں کو ورثے میں لے بیٹھو انہیں اس لئے روک نہ رکھو کہ جو تم نے انہیں دے رکھا ہے، اس میں سے کچھ لے لو، ہاں یہ اور بات ہے کہ وہ کوئی کھلی برائی اور بے حیائی کریں، ان کے ساتھ اچھے طریقے سے بود و باش رکھو، گو تم انہیں ناپسند کرو، لیکن

بہت ممکن ہے کہ تم کسی چیز کو برا جانو، اور اللہ تعالیٰ اس میں بہت سی بھلائی پیدا کر دے‘‘۔

خلع بذریعہ فسخ بھی ہوسکتا ہے اور بذریعہ طلاق بھی، فسخ کی صورت میں خلع یا فسخ یا فداء کا لفظ استعمال کرے اور طلاق کی صورت میں طلاق کی نیت کر کے طلاق کا لفظ یا اس کا کنایہ استعمال کرے، خلع کے بعد آدمی رجعت کا مالک نہیں رہ جاتا لیکن عدت گزرنے کے بعد اس سے نئے عقد اور نئے مہر سے شادی کر سکتا ہے، بشرط کہ اس نے اسے اتنی طلاقیں نہ دی ہوں جن کو ملانے کے بعد یہ تیسری طلاق ہو جائے۔

خلع طہر اور حیض دونوں حالتوں میں جائز ہے، خلع میں عدت ایک حیض ہے، شوہر عدت کے بعد اس عورت سے نئے عقد اور نئے مہر سے شادی کر سکتا ہے اگر وہ عورت راضی ہو۔

جو چیز مہر بن سکتی ہو وہ خلع میں عوض بھی بن سکتی ہے، پس اگر عورت نے یہ کہا کہ ایک ہزار لے کر مجھے چھوڑ دو اور اس نے ایسا کیا تو وہ عورت جدا ہو جائے گی۔ اور وہ ہزار کا مستحق ہوگا، شوہر کے لئے یہ مناسب نہیں کہ عورت سے اس سے زیادہ لے جو اس نے اس کو بطور مہر دیا ہے۔

۵- ایلاء

ایلاء: کے معنی قسم کھانے کے ہیں یعنی کوئی شوہر جو جماع پر قادر ہو یہ قسم کھالے کہ اپنی بیوی سے کبھی جماع نہیں کرے گا، یا چار مہینے سے زیادہ کی قسم کھالے۔

ایلاء کے مشروع ہونے میں حکمتیں اور ایلاء کا حکم:

اس میں شوہر کی نافرمانی کرنے والی عورتوں کے لئے تنبیہ وتادیب ہے، اس کو بقدر حاجت ہی مباح کیا گیا ہے یعنی چار مہینہ یا اس سے کم، چار مہینہ سے زیادہ عورت کو چھوڑنا عورت پر ظلم کرنا ہے، اور یہ حرام ہے اس لئے کہ اس نے ایسی چیز کو چھوڑنے پر قسم کھائی ہے جو اس پر واجب ہے۔

زمانۂ جاہلیت میں مرد اگر کسی عورت کو پسند نہیں کرتا تھا اور یہ بھی نہیں چاہتا تھا کہ وہ دوسرے سے شادی کرے تو اس کو طلاق دینے کے بجائے یہ قسم کھالیتا کہ اس کو کبھی نہیں چھوئے گا، یا ایک سال دو

سال نہیں چھوئے گا، اس سے اس کا مقصد عورت کو تکلیف دینا ہوتا تھا اگر وہ اسے معلق چھوڑ دیتا نہ وہ بیوی ہوتی نہ مطلقہ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس کی حد مقرر کر دی جو کہ چار مہینے ہے تاکہ عورت سے ضرر دفع ہو۔

ایلاء کی صفت:

اگر یہ قسم کھائے کہ وہ اپنی بیوی کے پاس کبھی نہیں جائے گا یا چار مہینے سے زیادہ کی قسم کھائے تو وہ ایلاء کرنے والا مانا جائے گا، پس اگر اس نے چار مہینے کے اندر جماع کر لیا تو ایلاء ختم ہو گیا اور اسے قسم کا کفارہ دینا پڑے گا (یعنی دس مسکینوں کو کھانا کھلائے یا انہیں کپڑا پہنائے یا ایک غلام آزاد کرے اور اگر اس کی طاقت نہ ہو تو تین دن روزہ رکھے) اور اگر چار مہینے گزر گئے اور اس نے اس مدت میں جماع نہیں کیا تو بیوی اس سے جماع کا مطالبہ کرے پس اگر اس نے جماع کر لیا تو اسے صرف کفارہ قسم ادا کرنا ہوگا، لیکن اگر انکار کیا تو عورت اس سے طلاق کا مطالبہ کرے اور اگر طلاق دینے سے انکار کرتا ہے تو حاکم ایک طلاق دینے پر اسے مجبور کرے تاکہ عورت کی تکلیف دور ہو۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿لِّلَّذِينَ يُؤْلُونَ مِن نِّسَآئِهِمْ تَرَبُّصُ أَرْبَعَةِ أَشْهُرٍ فَإِنْ فَآءُوا فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ وَإِنْ عَزَمُوا الطَّلَاقَ فَإِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ﴾ (بقرہ:۲۲۶-۲۲۷) ’’جو لوگ اپنی بیویوں سے (تعلق نہ رکھنے کی) قسمیں کھائیں ان کے لئے چار مہینے کی مدت ہے، پھر اگر وہ لوٹ آئیں تو اللہ تعالیٰ بھی بخشنے والا مہربان ہے، اور اگر طلاق کا ہی قصد کر لیں تو اللہ تعالیٰ سننے والا جاننے والا ہے‘‘۔

جس عورت سے ایلاء کیا گیا ہو (پھر اسے طلاق دی جائے) تو اس کی عدت مطلقہ کی طرح ہے اس کا بیان ان شاء اللہ آگے آئے گا۔

۶- ظہار

ظہار: کا مطلب یہ ہے کہ اپنی بیوی کو یا اس کے بعض اعضاء کو اس عورت سے یا اس کے بعض

اعضاء سے تشبیہ دے جو ہمیشہ کے لئے اس پر حرام ہے، مثلاً یہ کہے تو میرے اوپر میری ماں کی طرح ہے، یا میری بہن کی پیٹھ کی طرح ہے۔

زمانہ جاہلیت میں لوگ جب عورت پر غصہ ہوتے تو کہتے "انتِ علی کظھر امی" (تو مجھ پر میری ماں کی پیٹھ کی طرح ہے) اس کو طلاق سمجھا جاتا تھا، جب اسلام آیا تو اس نے عورت کو اس مشکل سے نکالا، اور یہ کہا کہ یہ ایک نامعقول اور جھوٹی بات ہے، اس کی کوئی جڑ و بنیاد نہیں، بیوی کبھی ماں کی طرح نہیں ہوسکتی، اور اس حکم کو باطل کیا اور ظہار سے عورت کو مرد کے اوپر اس وقت تک حرام کردیا جب تک کہ وہ ظہار کا کفارہ نہ ادا کرے۔

اگر آدمی نے اپنی بیوی سے ظہار کیا پھر اس سے جماع کرنا چاہتا ہے تو جماع کرنا اس کے لئے حرام ہے جب تک کہ وہ ظہار کا کفارہ نہ ادا کردے (جو انتہائی سخت ہے)۔

ظہار کا حکم:

ظہار حرام ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ظہار کرنے والوں کی مذمت کی ہے چنانچہ فرماتا ہے: ﴿**وانهم ليقولون منكراً من القول وزوراً**﴾ (مجادلہ:۲) "یقیناً یہ لوگ ایک نامعقول اور جھوٹی بات کہتے ہیں"۔

ظہار کی صورتیں:

ظہار کی تین صورتیں ہیں: منجز، معلق، مؤقت۔

۱- ظہار منجز کی مثال یہ ہے کہ: "**انت علی کظھر امی**" تو مجھ پر میری ماں کی پیٹھ کی طرح ہے۔

۲- ظہار معلق کی مثال یہ ہے: "**اذا دخل رمضان فانت علی کظھر امی**" اگر رمضان آئے تو تو مجھ پر میری ماں کی پیٹھ کی طرح ہے۔

۳- ظہار مؤقت: مثلاً یہ کہے: "**انت علی کظھر امی فی شھر شعبان**" تو مجھ پر شعبان کے مہینہ میں میری ماں کی پیٹھ کی طرح ہے، ایسی صورت میں اگر شعبان کا مہینہ گزر گیا اور اس نے جماع نہیں کیا تو ظہار زائل ہوجائے گا، لیکن اگر شعبان میں جماع کرلیا ہے تو اس پر ظہار کا کفارہ

ہے۔

اگر شوہر اپنی بیوی سے ظہار کرے تو جماع سے پہلے کفارہ نکالے اور اگر کفارہ نکالنے سے پہلے جماع کرلیا ہے تو وہ گنہگار ہوگا اور اس پر کفارہ نکالنا واجب ہے۔

ظہار کا کفارہ مندرجہ ذیل ترتیب سے ہے:

۱- ایک مومن غلام آزاد کرے۔

۲- اگر یہ نہ ہو تو دو مہینے لگاتار روزے رکھے اس تتابع (پے در پے) کو عیدین میں روزہ نہ رکھنے کا حکم وغیرہ نہیں منقطع کرے گا۔

۳- اگر پے در پے دو مہینے روزہ رکھنے کی طاقت نہ ہو تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے، ہر مسکین کو نصف صاع (تقریباً ایک کلو بیس گرام) غلہ دیدے، اور اگر انہیں دوپہر یا شام کا کھانا کھلا دیا ہے تب بھی کافی ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَالَّذِينَ يُظَاهِرُونَ مِن نِّسَائِهِمْ ثُمَّ يَعُودُونَ لِمَا قَالُوا فَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مِّن قَبْلِ أَن يَتَمَاسَّا ذَٰلِكُمْ تُوعَظُونَ بِهِ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ فَمَن لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ مِن قَبْلِ أَن يَتَمَاسَّا فَمَن لَّمْ يَسْتَطِعْ فَإِطْعَامُ سِتِّينَ مِسْكِينًا ذَٰلِكَ لِتُؤْمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَتِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ وَلِلْكَافِرِينَ عَذَابٌ أَلِيمٌ﴾ (مجادلہ:۳-۴) "جو لوگ اپنی بیویوں سے ظہار کریں پھر اپنی کہی ہوئی بات سے رجوع کرلیں تو ان کے ذمہ آپس میں ایک دوسرے کو ہاتھ لگانے سے پہلے ایک غلام آزاد کرنا ہے، اس کے ذریعہ تم نصیحت کئے جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال سے باخبر ہے، ہاں جو شخص نہ پائے اس کے ذمہ دو مہینوں کے لگاتار روزے ہیں اس سے پہلے کہ ایک دوسرے کو ہاتھ لگائیں اور جس شخص کو یہ طاقت بھی نہ ہو اس پر ساٹھ مسکینوں کا کھانا کھلانا ہے، یہ اس لئے کہ تم اللہ کی اور اس کے رسول کی حکم برداری کرو، یہ اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ حدیں ہیں اور کفار ہی کے لئے دردناک عذاب ہے"۔

اللہ تعالیٰ بندوں پر بہت مہربان ہے اس نے فقراء ومساکین کو کھانا کھلانا گناہوں کا کفارہ بنایا ہے۔

اگر شوہر نے اپنی بیوی سے یہ کہا کہ اگر تو فلاں جگہ گئی تو تو مجھ پر میری ماں کی پیٹھ کی طرح ہے، اور اس کا مقصد اس کو اپنے اوپر حرام کرنا ہے، تو یہ ظہار ہے، وہ اس کے قریب اس وقت تک نہ جائے جب تک کہ ظہار کا کفارہ ادا نہ کرے۔

اور اگر اس کا مقصد اس کو جانے سے روکنا ہے اور اپنے اوپر حرام کرنا نہیں ہے تو وہ اس پر حرام نہیں ہوگی اور اس پر قسم کا کفارہ ہے یہ کفارہ ادا کرنے کے بعد وہ اپنے قسم سے باہر آجائے گا۔

اگر اپنی سب بیویوں سے ایک ہی کلمہ سے ظہار کیا ہے تو اس پر ایک کفارہ واجب ہے، اور اگر ان سے کئی کلمے سے ظہار کیا ہے تو ہر ایک کے لئے کفارہ دینا پڑے گا۔

۷- لعان

لعان کا مطلب اور اس کے مشروع ہونے میں حکمت:

لعان کا مطلب یہ ہے کہ کسی مرد نے اپنی بیوی کو اپنی آنکھوں سے کسی غیر کے ساتھ بدکاری کرتے ہوئے دیکھا جس کا وہ خود عینی گواہ ہے لیکن چونکہ زنا کی حد کے اثبات کے لئے چار مردوں کی عینی گواہی ضروری ہے، اس لئے جب تک وہ اپنے ساتھ مزید تین عینی گواہ پیش نہ کردے، اس کی بیوی پر زنا کی حد نہیں لگ سکتی، لیکن اپنی آنکھوں سے دیکھ لینے کے بعد ایسی بدچلن بیوی کو برداشت کرنا بھی اس کے لئے ممکن نہیں، شریعت نے اس کا حل یہ پیش کیا ہے کہ یہ شخص عدالت میں یا حاکم کے سامنے چار مرتبہ اللہ کی قسم کھا کر یہ کہے کہ وہ اپنی بیوی پر زنا کی تہمت لگانے میں سچا ہے یا یہ بچہ یا حمل اس کا نہیں ہے اور پانچواں مرتبہ یہ کہے کہ اگر وہ جھوٹا ہے تو اس پر اللہ کی لعنت ہو۔

اور اگر خاوند کے جواب میں بیوی چار مرتبہ قسم کھا کر یہ کہہ دے کہ وہ جھوٹا ہے اور پانچویں مرتبہ کہے کہ اگر اس کا خاوند سچا ہے (اور میں جھوٹی ہوں) تو مجھ پر اللہ کا غضب نازل ہو تو اس صورت میں وہ زنا کی سزا سے بچ جائے گی، اس کے بعد دونوں کے درمیان ہمیشہ کے لئے جدائی ہو جائے گی اسے لعان اسی لئے کہتے ہیں کہ اس میں دونوں ہی اپنے آپ کو جھوٹا ہونے کی صورت میں مستحق

لعنت قرار دیتے ہیں۔

لعان سے پہلے دونوں کو نصیحت کرنا اور اللہ کا خوف دلانا مستحب ہے، اگر شوہر قسم نہ کھائے تو اس پر تہمت لگانے کی حد جاری کی جائے جو کہ اسی ۸۰/کوڑا ہے، اور اگر عورت قسم نہ کھائے اور زنا کا اقرار کرلے تو اس پر زنا کی حد قائم کی جائے جو کہ رجم ہے، جس نے اپنی بیوی کے علاوہ کسی عورت پر زنا کی تہمت لگائی اور بطور ثبوت چار گواہ پیش نہ کرسکا تو اس کو اسی ۸۰/کوڑے لگائے جائیں۔ اسے فاسق سمجھا جائے اور اس کی شہادت کبھی قبول نہ کی جائے، الا یہ کہ توبہ اور اصلاح کرلے۔

توبہ کرنے کی صورت میں آئندہ اس کی شہادت مانی جائے گی اور اسے فاسق نہیں سمجھا جائے گا، البتہ کوڑوں کی سزا معاف نہیں ہوگی۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَالَّذِينَ يَرْمُونَ الْمُحْصَنَاتِ ثُمَّ لَمْ يَأْتُوا بِأَرْبَعَةِ شُهَدَاءَ فَاجْلِدُوهُمْ ثَمَانِينَ جَلْدَةً وَلَا تَقْبَلُوا لَهُمْ شَهَادَةً أَبَداً وَأُولَئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ إِلَّا الَّذِينَ تَابُوا مِن بَعْدِ ذَلِكَ وَأَصْلَحُوا فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ﴾ (نور:۴-۵) ”جو لوگ پاک دامن عورتوں پر زنا کی تہمت لگائیں پھر چار گواہ نہ پیش کرسکیں تو انہیں اسی ۸۰/کوڑے لگاؤ اور کبھی بھی ان کی گواہی قبول نہ کرو یہ فاسق لوگ ہیں، ہاں جو لوگ اس کے بعد توبہ و اصلاح کرلیں تو اللہ تعالیٰ بخشنے والا اور مہربانی کرنے والا ہے“۔

لعان کی صفت:

۱- پہلے شوہر چار مرتبہ کہے کہ اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں اپنی بیوی پر زنا کی تہمت لگانے میں سچا ہوں اور اگر وہ موجود ہے تو اس کی طرف اشارہ کرے اور اگر موجود نہیں ہے تو اس کا نام لے، پھر پانچویں مرتبہ یہ کہے کہ اگر وہ جھوٹا ہے تو اس پر اللہ کی لعنت ہو۔

۲- پھر بیوی چار مرتبہ یہ کہے کہ میں اللہ کی قسم کھا کر کہتی ہوں کہ وہ مجھ پر زنا کی تہمت لگانے میں جھوٹا ہے پھر پانچویں مرتبہ یہ کہے کہ اگر اس کا شوہر سچا ہے (اور میں جھوٹی ہوں) تو مجھ پر اللہ کا غضب نازل ہو۔

لعان شروع کرنے سے پہلے دونوں کو وعظ ونصیحت کرنا اور پانچویں مرتبہ مرد کے منہ پر ہاتھ رکھنا سنت ہے، اس سے یہ کہا جائے کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرو اس لئے کہ دنیا کا عذاب آخرت کے عذاب سے آسان ہے اور اس سے تمہیں عذاب ہوگا، اسی طرح عورت سے بھی کہا جائے البتہ اس کے منہ پر ہاتھ نہ رکھا جائے، سنت یہ ہے کہ لعان حاکم یا اس کے نائب کی موجودگی میں ہو اور دونوں کھڑے ہو کر لوگوں کی موجودگی میں لعان کریں۔

جب لعان ہو جائے تو پانچ احکام ثابت ہو جائیں گے:

۱-شوہر سے بہتان تراشی کی حد ساقط ہو جائے گی۔

۲-بیوی سے رجم کی حد ساقط ہو جائے گی۔

۳-دونوں لعان کرنے والے ایک دوسرے سے جدا ہو جائیں گے۔

۴-دونوں کبھی مل نہیں سکتے۔

۵-اگر بچہ ہے تو وہ شوہر کا نہیں مانا جائے گا بلکہ عورت کو دے دیا جائے گا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَالَّذِينَ يَرْمُونَ أَزْوَاجَهُمْ وَلَمْ يَكُن لَّهُمْ شُهَدَاءُ إِلَّا أَنفُسُهُمْ فَشَهَادَةُ أَحَدِهِمْ أَرْبَعُ شَهَادَاتٍ بِاللَّهِ إِنَّهُ لَمِنَ الصَّادِقِينَ وَالْخَامِسَةُ أَنَّ لَعْنَتَ اللَّهِ عَلَيْهِ إِن كَانَ مِنَ الْكَاذِبِينَ وَيَدْرَأُ عَنْهَا الْعَذَابَ أَن تَشْهَدَ أَرْبَعَ شَهَادَاتٍ بِاللَّهِ إِنَّهُ لَمِنَ الْكَاذِبِينَ وَالْخَامِسَةَ أَنَّ غَضَبَ اللَّهِ عَلَيْهَا إِن كَانَ مِنَ الصَّادِقِينَ﴾ (نور:۶-۹) ''جو لوگ اپنی بیویوں پر بدکاری کی تہمت لگائیں اور ان کا کوئی گواہ بجز خود ان کی ذات کے نہ ہو تو ایسے لوگوں میں سے ہر ایک کا ثبوت یہ ہے کہ چار مرتبہ اللہ کی قسم کھا کر کہے کہ وہ سچوں میں سے ہے اور پانچویں مرتبہ کہے کہ اس پر اللہ کی لعنت ہو اگر وہ جھوٹوں میں سے ہو۔ اور اس عورت سے سزا اس طرح دور ہو سکتی ہے کہ وہ چار مرتبہ اللہ کی قسم کھا کر کہے کہ یقیناً اس کا مرد جھوٹ بولنے والوں میں سے ہے اور پانچویں دفعہ کہے کہ اس پر اللہ تعالیٰ کا غضب ہو اگر اس کا خاوند سچوں میں سے ہو''۔

لعان کی شرطیں:

۱-لعان دو مکلّف زوجین کے درمیان امام یا اس کے نائب کے پاس ہو۔

۲-امام کے سامنے شوہر کا اپنے بیوی پر زنا کی تہمت لگانے کا معاملہ پہلے پیش کیا جائے۔

۳-بیوی اس کا انکار کرے اور لعان ختم ہونے تک انکار کرتی رہے۔

جس عورت کو لعان سے الگ کیا جائے وہ عدت کی مدت میں نان ونفقہ اور رہائش کی مستحق نہیں ہے۔

۸-عدت

عدت: شوہر کی وفات کے بعد یا طلاق کے بعد عورت جس مدت میں شادی سے رکی رہے اور انتظار کرے اس مدت کا نام عدت ہے۔

عدت کا حکم:

عدت ہر اس عورت پر واجب ہے جس کو اس کے شوہر نے چھوڑ دیا ہو یا اس کا انتقال ہو گیا ہو تا کہ اس کی رحم کی برائت معلوم ہو سکے یا تو وضع حمل سے یا تین حیض یا تین مہینہ گزرنے سے۔

عدت کے مشروع ہونے میں حکمتیں:

۱-تا کہ اس سے رحم کی براءت معلوم ہو جائے اور نسب خلط ملط نہ ہو۔

۲-طلاق دینے والے کو رجوع کرنے کا موقعہ ملے جیسے کہ طلاق رجعی میں ہے۔

۳-اس سے نکاح کی عظمت واہمیت ظاہر ہوتی ہے اور یہ بتایا جاتا ہے کہ نکاح بغیر شرطوں کے منعقد نہیں ہوتا ہے اور اس کا بندھن آسانی سے نہیں ٹوٹتا ہے بلکہ اس میں انتظار کرنا پڑتا ہے۔

۴-اس سے میاں بیوی کے درمیان جو ازدواجی تعلقات ہیں اس کی اہمیت ظاہر ہوتی ہے یعنی یہ کہ ان میں سے ایک دوسرے کی طرف آسانی سے منتقل نہیں ہو سکتے بلکہ انتظار کرنا پڑے گا۔ لہٰذا اس بندھن کا احترام ضروری ہے۔

۵-حمل کے حق کی حفاظت ہوتی ہے اگر عورت حاملہ ہے۔

عدت میں چار حقوق ہیں:

اللہ کا حق، شوہر کا حق، بیوی کا حق اور بچے کا حق۔

عورت کو اگر دخول سے پہلے طلاق دے دی جائے تو اس پر کوئی عدت نہیں اور اگر دخول خواہ وہ مدخولہ ہو یا غیر مدخولہ اس پر چار مہینہ دس دن عدت گزارنا واجب ہے تا کہ شوہر سے وفاداری کا اظہار ہو اور اس کے لئے میراث ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نَكَحْتُمُ الْمُؤْمِنَاتِ ثُمَّ طَلَّقْتُمُوهُنَّ مِن قَبْلِ أَن تَمَسُّوهُنَّ فَمَا لَكُمْ عَلَيْهِنَّ مِنْ عِدَّةٍ تَعْتَدُّونَهَا فَمَتِّعُوهُنَّ وَسَرِّحُوهُنَّ سَرَاحاً جَمِيلاً﴾ (احزاب:۴۹) ''اے مومنو! جب تم مؤمن عورتوں سے نکاح کرو پھر ہاتھ لگانے سے پہلے ہی طلاق دے دو تو ان پر تمہارا کوئی حق عدت کا نہیں جسے تم شمار کرو، پس تم کچھ نہ کچھ انہیں دے دو اور بھلے طریق پر انہیں رخصت کرو''۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿وَالَّذِينَ يُتَوَفَّوْنَ مِنكُمْ وَيَذَرُونَ أَزْوَاجاً يَتَرَبَّصْنَ بِأَنفُسِهِنَّ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْراً فَإِذَا بَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ فَلاَ جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيمَا فَعَلْنَ فِي أَنفُسِهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ وَاللّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ﴾ (بقرہ:۲۳۴) ''تم میں سے جو لوگ فوت ہو جائیں اور بیویاں چھوڑ جائیں وہ عورتیں اپنے آپ کو چار مہینے اور دس (دن) عدت میں رکھیں، پھر جب مدت ختم کر لیں تو جو اچھائی کے ساتھ ہو وہ اپنے لئے کریں اس میں تم پر کوئی گناہ نہیں اور اللہ تعالیٰ تمہارے ہر عمل سے خبردار ہے''۔

عدت گزارنے والی عورتوں کی قسمیں:

۱- حاملہ عورت کی عدت وضع حمل ہے چاہے اس کا شوہر مر گیا ہو یا اسے طلاق دی گئی ہو یا اس کا نکاح فسخ کیا گیا ہو، حمل کی کم سے کم مدت چھ ماہ ہے اور زیادہ سے زیادہ نو ماہ ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿ **واولات الاحمال اجلهن ان يضعن حملهن** ﴾ (طلاق:۴) ''اور حاملہ عورتوں کی عدت ان کا وضع حمل ہے''۔

۲- وہ عورت جس کا شوہر مر گیا ہے اگر وہ حاملہ ہے تو اس کی عدت وضع حمل ہے، اور اگر حاملہ نہیں ہے تو اس کی عدت چار مہینہ دس دن ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿وَالَّذِينَ يُتَوَفَّوْنَ مِنكُمْ وَيَذَرُونَ أَزْوَاجاً يَتَرَبَّصْنَ بِأَنفُسِهِنَّ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْراً﴾ (بقرہ:۲۳۴) ''تم میں سے جو لوگ فوت ہو جائیں اور اپنی بیویاں چھوڑ جائیں وہ عورتیں اپنے آپ کو چار مہینے اور دس (دن) عدت میں رکھیں''۔

۳- وہ عورت جسے طلاق سے شوہر کی زندگی میں جدا کیا گیا ہو اور وہ حاملہ نہ ہو اور اسے حیض آتا ہو، اس کی عدت تین کامل قروء ہے (قروء کے معنی حیض یا طہر کے ہیں یعنی تین حیض یا تین طہر عدت گزار کر وہ دوسری جگہ شادی کر سکتی ہے) البتہ وہ عورت جس نے خلع کیا ہو یا اس کا نکاح فسخ کیا گیا ہو اس کی عدت ایک حیض ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿ **والمطلقات يتربصن بانفسهن ثلاثة قروء** ﴾ (بقرہ:۲۲۸) ''طلاق والی عورتیں اپنے آپ کو تین حیض تک روکے رکھیں''۔

۴- وہ عورت جسے اس کے شوہر نے اسے زندگی ہی میں جدا کر دیا ہو اور اسے حیض نہ آتا ہو یا تو عمر کم ہونے کی وجہ سے یا عمر رسیدہ ہونے کی وجہ سے اس کی عدت تین مہینے ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿وَاللَّائِي يَئِسْنَ مِنَ الْمَحِيضِ مِن نِّسَائِكُمْ إِنِ ارْتَبْتُمْ فَعِدَّتُهُنَّ ثَلَاثَةُ أَشْهُرٍ وَاللَّائِي لَمْ يَحِضْنَ﴾ (طلاق:۴) ''تمہاری عورتوں میں سے جو عورتیں حیض سے ناامید ہو گئی ہوں اگر تمہیں شبہ ہو تو ان کی عدت تین مہینے ہے اور ان کی بھی جنہیں حیض آنا ابھی شروع ہی نہ ہوا ہو''۔

۵- جس کا حیض ایک لمبی مدت تک کے لئے اچانک رک جائے اور سبب معلوم نہ ہو سکے وہ ایک سال عدت گزارے نو مہینے حمل کے اور تین مہینے عدت کے۔

۶- جس عورت کا شوہر گم ہو گیا ہو اور اس کے بارے میں کوئی خبر نہ ہو کہ وہ زندہ ہے یا مردہ وہ شوہر کے آنے کا انتظار کرے یا حاکم نے جو مدت مقرر کی ہے اس میں اس کا معاملہ ظاہر ہو جائے

پس اگر وہ مدت ختم ہوگئی اور وہ نہیں آیا تو حاکم اس کے مرنے کا حکم لگائے اور اس دن سے عورت چار مہینے دس دن عدت گزارے پھر اگر چاہے تو دوسری شادی کرسکتی ہے۔

حیض والی مطلقہ لونڈی کی عدت دو قروء ہے اور عمر رسیدہ اور چھوٹی لونڈی کی عدت دو مہینے ہے اور حاملہ لونڈی کی عدت وضع حمل ہے۔

اگر آدمی کی ملکیت میں کوئی ایسی لونڈی آئے جس سے جماع کیا جاتا تھا تو براءت رحم جاننے تک اس سے جماع کرنا جائز نہیں، اگر وہ حاملہ ہے تو وضع حمل کے بعد جماع کرے اور اگر اسے حیض آتا ہے تو ایک حیض آنے دے پھر جماع کرے اور اگر عمر رسیدہ یا کم سن ہے تو ایک مہینہ گزارنے کے بعد جماع کرے۔

عورت ضرورت کے وقت ایسی دوا کھا سکتی ہے جس سے حیض منقطع ہوجائے پھر وہ پاک رہ کر روزے رکھے اور نماز پڑھے بشرطیکہ دوا استعمال کرنے سے اسے نقصان نہ ہو۔

کسی عذر یا ضرورت سے چالیس دن سے پہلے کسی مباح دوا سے نطفہ گرادینا جائز ہے بشرطیکہ شوہر اجازت دے اور بیوی کو کوئی ضرر لاحق نہ ہو۔

وہ عورت جس سے شبہہ میں جماع کرلیا گیا ہو یا جس سے زنا کیا گیا ہو یا نکاح فاسد سے جماع کیا گیا ہو اس کی عدت مطلقہ کی طرح ہے چاہے وہ شادی شدہ ہو یا غیر شادی شدہ ہو، اگر مطلقہ رجعیہ کا شوہر عدت کی حالت میں مر جائے تو وہ عدت اس سے ساقط ہوجائے گی اور اب وہ وفات کے وقت سے وفات کی عدت گزارے۔

عدت کی مدت میں اس عورت پر سوگ منانا واجب ہے جس کا شوہر مر گیا ہو:

عورت اپنے شوہر کے گھر کو لازم پکڑے۔

سوگ منانے کا مطلب یہ ہے کہ وہ زینت نہ کرے، خوشبو نہ لگائے، زینت کا لباس نہ پہنے، حنا نہ لگائے، زیور نہ پہنے، سرمہ وغیرہ نہ لگائے، جس سے جماع کی طرف آدمی کا میلان ہو، اور اگر اس نے سوگ نہیں منایا تو گناہ گار ہوگی۔

حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کوئی عورت کسی کے مرنے پر تین دن سے زیادہ سوگ نہ منائے البتہ اپنے شوہر کے مرنے پر چار مہینے دس دن سوگ منائے، وہ نہ رنگین کپڑا پہنے البتہ یمن کا دھاری دار کپڑا پہن سکتی ہے۔ اور نہ سرمہ لگائے اور نہ خوشبو لگائے البتہ جب حیض سے پاک ہو تو تھوڑا سا عود یا اظفار استعمال کرسکتی ہے۔ (بخاری/۵۳٤۲، مسلم/۹۳۸)

شوہر کے علاوہ پر عورت تین دن سوگ منا سکتی ہے لیکن اگر شوہر مر جائے تو عدت کے پورے ایام یعنی چار مہینے دس دن تک سوگ منائے۔

وہ حاملہ عورت جس کا شوہر مر گیا ہو اس کی عدت وضع حمل ہے اور وضع حمل کے ساتھ ہی سوگ منانے کا وجوب بھی ساقط ہوجائے گا۔

عدت گزارنے کی جگہ: جس گھر میں شوہر کا انتقال ہوا ہے اور جس میں وہ رہتی ہے اسی میں عدت گزارنا واجب ہے لیکن اگر خوف کی وجہ سے یا قہراً و جبراً یا کسی حق کی وجہ سے دوسرے گھر میں منتقل ہوگئی تو ایسا کرسکتی ہے، وقت گزرنے کے ساتھ عدت بھی گزر جائے گی وہ جہاں بھی ہو۔

وہ عورت جسے طلاق رجعی دی گئی ہو وہ اپنے شوہر کے گھر ہی میں عدت گزارے اور اس کے لئے نان ونفقہ اور رہائش ہے اس لئے کہ وہ اب بھی اس کی بیوی ہے، وہ عورت جسے طلاق بائن دی گئی ہو اگر وہ حاملہ ہے تو اس کے لئے وضع حمل تک نفقہ ہے اور اگر حاملہ نہیں ہے تو اس کے لئے نفقہ اور رہائش دونوں نہیں ہے۔

وہ عورت جسے طلاق بائن دی گئی ہو یا جس کا نکاح فسخ کیا گیا ہو وہ اپنے گھر والوں کے یہاں عدت گزارے۔ (نہ کہ شوہر کے گھر میں)

۹- رضاعت

رضاعت: کوئی بچہ جس کی عمر دو سال کے اندر ہو کسی عورت کا دودھ پئے جو اس عورت کو وضع حمل کے بعد پیدا ہوا ہے، رضاعت ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی ﷺ نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی بیٹی کے بارے میں فرمایا کہ وہ میرے لئے حلال نہیں جو رشتہ خون سے حرام ہوتا ہے وہ دودھ سے بھی حرام ہے یہ میرے رضاعی بھائی کی بیٹی ہے۔(بخاری:٢٦٤٥، مسلم: ١٤٤٧)

رضاعت سے وہ تمام رشتے حرام ہوجائیں گے جونسب سے حرام ہوتے ہیں:

اگر دوسال کے اندر پانچ بار دودھ چوسے تو رضاعت ثابت ہو جائے گی۔ یعنی اگر کوئی عورت کسی بچے کو جس کی عمر دوسال کے اندر ہو پانچ مرتبہ دودھ پلا دے تو اس عورت کا لڑکا اس کے شوہر کا لڑکا اور شوہر کے محارم اس لڑکے کے محارم ہوں گے اور عورت کے محارم بھی اس لڑکے کے محارم ہوں گے اور ان دونوں کی اولاد اس کے بھائی بہن ہوں گے، البتہ دودھ پینے والے کے والدین اور ان کے اصول وفروع محرم میں سے نہیں ہوں گے۔

رضاعت کی حد:

بچہ چھاتی چوسے پھر پی کر خود ہی چھوڑ دے تو ایک رضاعت ہوگئی یا ایک چھاتی سے دوسری چھاتی کی طرف منتقل ہو جائے تو ایک رضاعت ہوگئی پھر اگر دوبارہ اسی طرح چوسے تو دو رضاعت ثابت ہوجائے گی، اس میں عرف و عادت کا اعتبار ہوگا، بہتر یہ ہے کہ آدمی کو ایسی عورت دودھ پلائے جس کا دین و اخلاق اچھا ہو۔

اگر ایک دین دار عورت چاہے وہ دودھ پلانے والی خود ہو یا کوئی دوسری عورت ہو رضاعت کی گواہی دے تو رضاعت ثابت ہوجائے گی۔

اگر کوئی عورت کسی بچہ کو دودھ پلادے تو تحریم نکاح میں اس کا بچہ ہوجائے گا، وہ بچہ اس کو دیکھ سکتا ہے اس سے تنہائی میں مل سکتا ہے لیکن اس سے نفقہ، ولایت اور میراث کا وجوب ثابت نہیں ہوگا۔

اگر دو بچے ایک جانور کا دودھ پئیں تو اس سے حرمت رضاعت ثابت نہیں ہوگی۔

اگر رضاعت کے بارے میں کسی کو شک ہو یا اس بات کا شک ہو کہ اس نے پانچ مرتبہ پیا ہے یا نہیں اور کوئی دلیل نہ ہو تو حرمت ثابت نہیں ہوگی اس لئے کہ عدم رضاعت ہی اصل ہے۔

جس رضاعت سے حرمت ثابت ہوتی ہے وہ دوسال کے اندر پانچ مرتبہ یا اس سے زیادہ پینا ہے، اگر کسی بڑے کو دودھ پلانے کی ضرورت پڑے جس کا گھر میں داخل ہونا ضروری ہو اور اس سے پردہ کرنا دشوار ہو تو اس کو دودھ پلانا جائز ہے۔

بڑے آدمی کو دودھ پلانا:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ سہلہ بنت سہیل نبی ﷺ کے پاس آئیں اور کہنے لگیں کہ سالم کے آنے سے میں ابوحذیفہ کے چہرہ پر کچھ ناگواری کے آثار دیکھتی ہوں۔(اور وہ ان کے حلیف تھے) نبی ﷺ نے فرمایا کہ انہیں دودھ پلادو، انہوں نے کہا کہ میں انہیں کیسے دودھ پلاسکتی ہوں جب کہ وہ بڑے ہیں؟ آپ مسکرادیئے اور کہنے لگے کہ مجھے معلوم ہے کہ وہ بڑے آدمی ہیں۔

عمرو کی حدیث میں یہ الفاظ زیادہ ہیں کہ وہ جنگ بدر میں شریک ہوئے تھے۔(بخاری: ٤٠٠٠، مسلم:١٤٥٣)

١٠-نفقہ (خرچ دینے کا بیان)

نفقہ: نفقہ کا مطلب بقدر کفایت کھانا، کپڑا رہائش اور اس کے لوازمات مہیا کرنا ہے۔

اللہ کے راستے میں خرچ کرنے کی فضیلت:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿**الذین ینفقون أموالهم بالليل والنهار سرا وعلانية فلهم أجرهم عند ربهم ولا خوف عليهم ولا هم يحزنون**﴾ (بقرہ: ٢٧٤) ''جو لوگ اپنے مالوں کو رات دن چھپے کھلے خرچ کرتے ہیں ان کیلئے ان کے رب تعالیٰ کے پاس اجر ہے اور نہ انہیں خوف لاحق ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے''۔

٢-حضرت ابومسعود انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب کوئی مسلمان اپنی بیوی بچوں پر اللہ کا حکم بجالانے کی نیت سے خرچ کرتا ہے تو اس میں اسے صدقہ کا ثواب ملتا ہے۔(بخاری:١٥٣٥، مسلم:٢٠٠١)

۳-حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص بیواؤں اور مسکینوں کی پرورش کرنے کے لئے کوشش کرے اس کو اتنا ثواب ملتا ہے جتنا اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے کو ملتا ہے یا رات بھر نماز پڑھنے والے اور ان میں روزہ رکھنے والے کو ملتا ہے۔(بخاری:۵۳۵۳،مسلم:۲۹۸۲)

بیوی پر خرچ کرنے کی حالتیں:

۱-شوہر پر بیوی کا خرچ برداشت کرنا واجب ہے، یعنی وہ بیوی کو کھانا، کپڑا، رہائش، وغیرہ سارے ضروری اخراجات دے، یہ ہر ملک کے احوال و عادات اور وقت و زمانہ اور زوجین کے احوال کے مطابق دیا جائے گا۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تمہارے خون اور تمہارے اموال تم پر حرام ہیں..........اس میں یہ بھی ہے کہ آپ نے فرمایا: تم اللہ سے اپنی عورتوں کے بارے میں ڈرو اس لئے کہ تم نے انہیں اللہ کی امان سے حاصل کیا ہے اور ان کی شرم گاہوں کو اللہ کے حکم سے حلال کیا ہے..........اور ان کا حق تمہارے اوپر یہ ہے کہ تم ان کا کھانا اور کپڑا انہیں دستور کے مطابق دو۔(مسلم:۱۲۱۸)

۲-ایسی عورت جسے طلاق رجعی دی گئی ہو اس کو کھانا، کپڑا اور رہائش وغیرہ دینا شوہر کی ذمہ داری ہے لیکن شوہر اس کے پاس ٹھہرنے کی باری مقرر نہ کرے۔

۳-وہ عورت جو شوہر سے الگ ہو چکی ہو چاہے فسخ کے ذریعے یا طلا بائن کے ذریعے اس کے لئے اس صورت میں نفقہ ہے جب وہ حاملہ ہو اور اگر وہ حاملہ نہیں ہے تو شوہر پر اس کے نفقہ ورہائش کی ذمہ داری نہیں۔

۴-جس کا شوہر مرجائے اس کے لئے نفقہ وسکنیٰ (رہائش) نہیں لیکن اگر وہ حاملہ ہے تو ترکہ میں حمل کے حصہ سے اسے نفقہ دینا واجب ہے، اور اگر نہ ہو تو شوہر کے اس وارث پر لازم ہوگا جو خوشحال ہے۔

۵-اگر عورت نافرمانی کرے یا شوہر کے پاس جانے سے روک دی جائے تو اس کا نفقہ ساقط ہو جائے گا الّا یہ کہ حاملہ ہو۔

اگر شوہر غائب ہو اور بیوی کا خرچ نہ دیتا ہو تو جو ایام زوجیت گزر چکے ہیں ان کا خرچ بھی دینا اس پر واجب ہے۔

اگر شوہر تنگ دست ہے اور اس کو کھانا کپڑا یا رہائش نہ دے یا ہو یا غائب ہو جائے اور بیوی کے لئے کوئی نفقہ نہ چھوڑ جائے اور بیوی کے لئے اس کے مال سے نفقہ نکالنا دشوار ہو تو وہ حاکم کی اجازت سے نکاح فسخ کر سکتی ہے۔

والدین، اولاد اور اقارب پر خرچ کرنا:

والدین اور ان سے اوپر (دادا، پردادا) کو نفقہ دینا ضروری ہے یہاں تک کہ ان میں سے ذوی الارحام کو بھی، اور بچوں اور ان سے نیچے (پوتوں وغیرہ) کو بھی نفقہ دینا ضروری ہے یہاں تک کہ ان میں سے ذوی الارحام کو بھی، اگر خرچ کرنے والا مالدار ہو اور جس پر خرچ کیا جائے وہ محتاج ہو۔

اور باپ پر اپنے بیٹے کا پورا خرچ برداشت کرنا ضروری ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿ **والوالدات يرضعن أولادهن حولين كاملين لمن أراد أن يتم الرضاعة وعلى المولود له رزقهن وكسوتهن بالمعروف ○** ﴾ (بقرہ: ۲۳۳) ''مائیں اپنی اولاد کو دو سال کامل دودھ پلائیں جن کا ارادہ دودھ پلانے کی مدت بالکل پوری کرنے کا ہو اور جن کے بچے ہیں ان کے ذمہ ان کا روٹی کپڑا ہے جو دستور کے مطابق ہو''۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک آدمی نے کہا کہ اے اللہ کے رسول! میرے حسن سلوک کا سب سے زیادہ مستحق کون ہے؟ آپ نے فرمایا: تمہاری ماں، تمہاری ماں، تمہاری ماں، پھر تمہارا باپ، پھر جو تم سے زیادہ قریب ہو۔(بخاری:۵۹۷۱، مسلم:۲۵۴۸)

ہر اس شخص پر خرچ کرنا واجب ہے جس کا آدمی وارث بنے چاہے حصہ مقرر ہونے کی وجہ سے

وارث بنتا ہو یا عصبہ ہونے کی حیثیت سے وارث بنتا ہو، کسی قریبی پر جو اصول وفروع میں سے نہ ہو خرچ کرنا واجب اس شرط پر ہے کہ آدمی اس کے مال میں وارث بنے جس پر وہ خرچ کر رہا ہے، دوسری شرط یہ ہے کہ خرچ کرنے والا مالدار ہو اور جس پر خرچ کر رہا ہے وہ محتاج ہو، تیسری شرط یہ ہے کہ دونوں کا دین مختلف نہ ہو۔

مالک پر غلام کا خرچ اٹھانا واجب ہے، اور اگر غلام شادی کا مطالبہ کرے تو اس کا مالک اس کی شادی کرادے یا اس کو بیچ دے اور اگر لونڈی اس سے شادی کا مطالبہ کرے تو اس کا مالک یا تو خود اس سے صحبت کرے یا اس کی شادی کرادے یا اس کو بیچ دے۔

آدمی جس چیز کا بھی مالک ہے چاہے وہ چوپائے ہوں یا پرندہ اس کا خرچ برداشت کرنا واجب ہے، وہ اس کو کھلائے پلائے اور اس کی اچھی دیکھ بھال کرے اور اس پر ایسا بوجھ نہ ڈالے جس کو وہ برداشت نہ کرسکے۔ اور اگر وہ اس کا خرچ برداشت نہیں کرسکتا ہے تو اس کو اس بات پر مجبور کیا جائے کہ وہ اسے یا تو بیچ دے یا کرائے پر دے دے یا اس کو ذبح کردے اگر اس کا گوشت کھایا جاتا ہے، لیکن اس کو آرام دینے کے لئے ذبح کرنا جائز نہیں جیسے کہ جانور بیمار ہو یا عمر دراز ہو۔

اگر آدمی کے پاس مال کم ہے تو اس پر واجب ہے کہ سب سے پہلے ان لوگوں پر خرچ کرے جن پر خرچ کرنا واجب ہے جیسے بیوی، اصول وفروع، غلام وہ پہلے اپنے اوپر خرچ کرے پھر ان لوگوں پر جن پر خرچ کرنا تنگی اور خوشحالی ہر حال میں ضروری ہے اور وہ بیوی غلام اور چوپائے ہیں۔

پھر اصول (جیسے ماں باپ) اور فروع (جیسے اولاد) میں سے ان لوگوں پر خرچ کرے جن پر خرچ کرنا اس پر واجب ہے، اگر چہ وہ ان کا وارث نہ بنے، پھر حواشی پر خرچ کرے اگر وہ ان کے مال میں وارث بنتا ہو خواہ حصہ مقرر ہونے کی وجہ سے وارث بنتا ہو یا عصبۃ ہونے کی حیثیت سے وارث بنتا ہو اور اگر آدمی مالدار ہو تو تمام پر خرچ کرے۔

۱۱- حضانت (پرورش کرنا)

حضانت: حضانت کا مطلب ہے چھوٹے کی حفاظت اور پرورش و پرداخت کرنا۔

بچے کے سرپرستی کی دو قسمیں ہیں:

ایک قسم میں باپ ماں پر مقدم ہے اور وہ مال اور نکاح کی سرپرستی ہے اور دوسری قسم میں ماں باپ پر مقدم ہے اور وہ بچے کی پرورش کرنا اور دودھ پلانا ہے۔

حضانت کا مستحق کون ہے:

حضانت اسلام کے محاسن میں سے ہے اسلام نے بچے کی پرورش پر خاص طور سے توجہ دی ہے اگر ماں باپ دونوں ایک دوسرے سے جدا ہو جائیں اور ان کے درمیان ایک بچہ ہو تو حضانت کا سب سے زیادہ حق دار اس کی ماں ہے پھر ماں کی مائیں ہیں جو اس سے سب سے زیادہ قریب ہوں پھر خالہ پھر باپ کی مائیں پھر دادا پھر دادا کی مائیں پھر حقیقی بہن پھر اخیافی بہن پھر علاتی بہن پھر پھوپھی اور اسی طرح آگے جس کو پرورش کرنے کا حق حاصل ہے اگر وہ پرورش نہ کرنا چاہے یا وہ اس کے لائق نہ ہو تو یہ حق اس شخص کی طرف منتقل ہو جائے گا جس کا نمبر اس کے بعد ہو اور اگر ماں نے شادی کرلی تو پرورش کا حق اس سے ساقط ہو جائے گا، اور اس کے بعد جس کا نمبر ہے اس کی طرف یہ حق منتقل ہو جائے گا، اِلّا یہ کہ اس کا شوہر اس کی حضانت پر رضامند ہو جائے۔

جب بچہ سات سال کا ہو جائے اور سمجھنے بوجھنے لگے تو اس کو اختیار دیا جائے گا چاہے وہ ماں کے ساتھ رہے یا باپ کے ساتھ بچے کو ایسے آدمی کے ہاتھ میں نہ دیا جائے جو اس کی اچھی طرح سے دیکھ بھال نہ کرسکے، اور نہ کافر مسلمان بچے کی پرورش کرے، اور لڑکی ہے تو سات سال کے بعد اس کا باپ اس کو لینے کا زیادہ مستحق ہے اگر اس کے پاس اس لڑکی کی پرورش اچھی طرح ممکن ہے اور اس کی ماں کی سوکنوں کی طرف سے اس کو کوئی نقصان پہنچنے کا اندیشہ نہ ہو، ورنہ اسے اس کی ماں کے پاس پرورش کے لئے رہنے دیا جائے۔

جب لڑکا سن رُشد تک پہنچ جائے تو جس کے پاس چاہے رہے لیکن لڑکی باپ ہی کے پاس رہے یہاں تک کہ اس کی شادی ہو جائے اور باپ اپنی لڑکی کو اپنی ماں کے پاس جانے سے نہ روکے اور نہ ماں کو اس کے پاس آنے سے روکے۔

کھانے پینے کا بیان

جن کھانے پینے اور پہننے کی چیزوں میں روح اور بدن کے لئے نفع ہے اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے بندوں کے لئے حلال کیا ہے تاکہ وہ اللہ کی اطاعت پر ان سے مدد حاصل کر سکیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: **﴿يا ايها الناس كلوا مما فى الارض حلالا طيباً ولا تتبعوا خطوات الشيطان انه لكم عدو مبين﴾** (بقرہ: ۱٦۸) ''لوگو زمین میں جتنی بھی حلال اور پاکیزہ چیزیں ہیں انہیں کھاؤ پیو اور شیطان کی راہ پر نہ چلو، وہ تمہارا کھلا ہوا دشمن ہے''۔

جس چیز میں ضرر ہے یا جس میں نفع سے زیادہ نقصان ہے اللہ تعالیٰ نے اس کو حرام ٹھہرایا ہے۔

نفع بخش چیزوں میں اصل حلت ہے اور نقصان دہ چیزوں میں اصل حرمت ہے۔

آدمی جو کھانا کھاتا ہے اس کا اثر اس کے اخلاق وسلوک پر ہوتا ہے پس اگر وہ پاک روزہ کھاتا ہے تو اس پر اس کا اچھا اثر ہوتا ہے، اور اگر وہ ناپاک روزی کھاتا ہے تو اس کا بُرا اثر پڑتا ہے، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے بندوں کو پاک اور حلال روزی کھانے کا حکم دیا ہے اور ناپاک وحرام کھانے سے منع کیا ہے۔

کھانے پینے میں اصل حلت ہے:

ہر کھانے اور پینے کی چیز جو پاک ہو اور جس میں کوئی نقصان نہ ہو وہ حلال ہے جیسے گوشت، غلہ، پھل، شہد، دودھ، کھجور، وغیرہ ہر نجس اور نقصان دہ چیز جیسے مردار، دم مسفوح، زہر، شراب، حشیش، نشہ آور اشیاء تمباکو، تاڑی وغیرہ حرام ہے یہ سب چیزیں جسم و مال اور عقل کے لئے نقصان دہ ہیں اور نجس ہیں۔

سنت یہ ہے کہ جب کوئی مسلمان کسی مسلمان کے پاس جائے اور وہ اس کو اپنا کھانا کھلائے تو

کھالے اور اس کے بارے میں کچھ نہ پوچھے اور اگر وہ اپنے مشروب میں سے کوئی چیز پلائے تو پی لے اور اس کے بارے میں کچھ نہ پوچھے۔

اگر دو آدمی ریاکاری اور شہرت کے لئے مہمان نوازی میں مقابلہ آرائی کریں تو ان کی دعوت قبول نہ کی جائے اور ان کا کھانا نہ کھایا جائے۔

سب سے بہترین غذا کھجور ہے اور جس گھر میں کھجور نہیں سمجھو اس کے لڑکے بھوکے ہیں اور اس سے زہر اور جادو سے بچا جا سکتا ہے، اور سب سے افضل مدینہ کی کھجور ہے اور سب سے بہتر عجوہ کھجور ہے۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص صبح کے وقت سات عجوہ کھجور کھالے اس دن کوئی زہر یا جادو اس پر اثر نہیں کرے گا۔ (بخاری:۵٤٤۵، مسلم:۲۰٤۷)

کھجور مقوی جگر ہے وہ طبیعت کو نرم بناتی ہے، بلڈ پریشر کم کرتی ہے، وہ پھلوں میں سب سے زیادہ بدن کو غذا پہنچانے والی ہے، اس میں شکر پوری طرح پائی جاتی ہے، اسے نہار منہ کھانے سے پیٹ کے کیڑے مرتے ہیں، وہ پھل، غذا، دواء اور حلوہ سب ہے۔

جو شخص پرانی کھجور کھائے تو وہ اسے خوب دیکھ بھال کر کھائے اور گھن نکال دے۔

اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے ہر پاک چیزوں کو حلال کیا ہے اور نجس چیزوں کو حرام کیا ہے، اللہ تعالیٰ اپنے رسول ﷺ کے بارے میں فرماتا ہے: **﴿يأمرهم بالمعروف وينهاهم عن المنكر ويحل لهم الطيبات ويحرم عليهم الخبائث﴾** (اعراف: ۱۵۷) ''وہ ان کو نیک باتوں کا حکم فرماتے ہیں اور بری باتوں سے منع کرتے ہیں اور پاکیزہ چیزوں کو حلال بتاتے ہیں اور گندی چیزوں کو ان پر حرام فرماتے ہیں''۔

جو جانور اور پرندے حرام ہیں:

یہ وہ جانور اور پرندے ہیں جن کے گندہ ونجس ہونے پر شرعی نص موجود ہے جیسے گدھا، سور، یا جن کی تحدید پر نص موجود ہے، جیسے کچلی کے دانت والے درندے، پنجے سے پکڑ کر کھانے والے پرندے یا جن کا پلید و ناپاک ہونا معروف ہے جیسے چوہا، کیڑے مکوڑے، یا جن کے مارنے کا

شریعت نے حکم دیا ہے: جیسے سانپ، بچھو، یا جن کو مارنے سے منع کیا ہے، جیسے ہد ہد اور مینڈھک وغیرہ یا جو مرے ہوئے جانور کا بدبودار جثہ کھاتے ہیں جیسے گدھ یا جو حلال وحرام کے درمیان پیدا ہوئے ہیں جیسے خچر جو کہ مادہ گھوڑی کے ساتھ نر گدھے کی جفتی کرنے سے پیدا ہوتے ہیں، یا جو مردار یا فسق ہیں اور وہ یہ جانور ہیں جن کو ذبح کرنے کے وقت اللہ کا نام نہ لیا گیا ہو یا جنہیں کھانے کی شریعت نے اجازت نہ دی ہو جیسے غصب کیا ہوا اور چرایا ہوا مال۔

ہر کچلی کے دانت سے شکار پکڑنے والا درندہ جیسے، شیر، چیتا، بھیڑیا، ہاتھی، تندوا، کتا، لومڑی، سور، گیدڑ، بلی، مگرمچھ، بندر وغیرہ حرام ہے البتہ بجو حلال ہے۔

ہر وہ پرندہ جو چنگل (پنجہ) سے پکڑ کر شکار کرتا ہے اس کا کھانا حرام ہے جیسے عقاب، باز، شکرہ، شاہین، باشق، چیل، الو، وغیرہ، اسی طرح جو پرندے میت کا بدبودار جثہ کھاتے ہیں وہ بھی حرام ہیں، مثلاً گدھ، کوا، رخم (گدھ کی ایک قسم) ہدہد، لٹورا، خطاف (ابابیل کی مانند ایک پرندہ) وغیرہ۔

خشکی کے سارے حیوانات مباح ہیں سوائے ان حیوانات کے جن کا بیان اوپر گزر چکا ہے یا جو انہیں کے مثل ہیں، لہٰذا بھیمۃ الانعام کا کھانا جائز ہے، اور وہ اونٹ گائے، اور بکری، ان کے علاوہ جنگلی گدھا، گھوڑا، بجو، گوہ، نیل گائے، ہرن، خرگوش، زراف، اور سارے جنگلی جانور، (ان جانوروں کے علاوہ جو کچلی کے دانت سے شکار کرتے ہیں) کا کھانا جائز ہے، سارے پرندے مباح ہیں سوائے ان پرندوں کے جن کا بیان پیچھے گزر چکا ہے، یا جو انہیں کے مثل ہیں، لہٰذا مرغی، کبوتر، شترمرغ، اور چڑیا وغیرہ کھانا جائز ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے کچلیوں سے شکار کرنے والے درندوں اور پنجوں سے پکڑ کر شکار کرنے والے پرندوں کا گوشت کھانے سے منع کیا ہے۔ (مسلم/۱۹۳٤)

پانی کے حیوانات یعنی جو صرف پانی ہی میں رہتے ہیں چھوٹے بڑے سب حلال ہیں ان میں سے کسی کو مستثنیٰ نہیں کیا جا سکتا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿**احل لکم صید البحر وطعامہ متاعا لکم وللسیارۃ**﴾ (مائدہ: ۹٦) "تمہارے لئے دریا کا شکار پکڑنا اور اس کا کھانا حلال کیا گیا ہے تمہارے فائدہ کے واسطے اور مسافروں کے واسطے"۔

جن چیزوں کا کھانا حرام ہے:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿**ولا تأکلوا مما لم یذکر اسم اللہ علیہ وانہ لفسق**﴾ (انعام: ۱۲۱) "اور ایسے جانوروں میں سے مت کھاؤ جن پر اللہ کا نام نہ لیا گیا ہو اور یہ کام نافرمانی کا ہے"۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿ حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالْدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيرِ وَمَا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللَّهِ بِهِ وَالْمُنْخَنِقَةُ وَالْمَوْقُوذَةُ وَالْمُتَرَدِّيَةُ وَالنَّطِيحَةُ وَمَا أَكَلَ السَّبُعُ إِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ وَمَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ وَأَن تَسْتَقْسِمُواْ بِالْأَزْلَامِ ذَلِكُمْ فِسْقٌ ﴾ (مائدہ:۳) "تم پر حرام کیا گیا مردار اور خون اور خنزیر کا گوشت اور جن پر اللہ کے سوا دوسرے کا نام پکارا گیا ہو اور جو گلا گھٹنے سے مرا ہو اور جو کسی ضرب سے مر گیا ہو اور جو اونچی جگہ سے گر کر مرا ہو اور جو کسی کے سینگ مارنے سے مرا ہو اور جسے درندوں نے پھاڑ کھایا ہو لیکن تم اسے ذبح کر ڈالو تو حرام نہیں، اور جو آستانوں پر ذبح کیا گیا ہو اور یہ بھی کہ قرعہ کے تیروں کے ذریعے فال گیری کرو یہ سب بدترین گناہ ہیں"۔

مردار اور بہایا ہوا خون دونوں حرام ہے، البتہ حدیث میں بعض چیزوں کو ان سے مستثنیٰ قرار دیا گیا ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہمارے لئے دو مردار اور دو خون حلال کئے گئے ہیں، وہ دونوں مردار مچھلی، اور ٹڈی ہیں اور دونوں خون کلیجی اور تلی ہیں۔ (احمد:۵۷۲۳، ابن ماجہ:۳۲۱۸)

تیل، چربی، ڈالڈا، جو کہ غذا اور حلوہ وغیرہ میں ملایا جاتا ہے، اگر وہ نباتات سے حاصل کیا گیا ہو اور اس میں کوئی ناپاک چیز نہ ملی ہو تو حلال ہے اور اگر ایسے جانور کی چربی یا تیل ہو جن کا کھانا حرام ہے جیسے سور یا مردار تو حرام ہے، اور اگر وہ ایسے جانور سے حاصل کیا گیا ہو جن کا کھانا جائز ہے اور جنہیں شرعی طور پر ذبح کیا گیا ہے اور اس میں کوئی نجاست نہیں ملی ہوئی ہے تو وہ حلال ہے۔

وہ چوپائے یا مرغی وغیرہ جن کی اکثر غذا نجاست ہو ان کا کھانا ان پر سواری کرنا، ان کا دودھ پینا اوران کا انڈا کھانا جائز نہیں، جب تک کہ وہ نجاست کھانے سے باز نہ آجائیں اور پاک چارہ نہ کھانے لگیں اور غالب گمان ان کے پاک وصاف ہونے کا نہ ہو جائے۔

جوشخص اضطراری حالت میں حرام کھانے پر مجبور ہو جائے اس کے لئے اس سے صرف اتنا کھانا جائز ہے جس سے اس کی جان بچ جائے البتہ زہر کھانا کسی حالت میں جائز نہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿إِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنزِيرِ وَمَا أُهِلَّ بِهِ لِغَيْرِ اللَّهِ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَلَا عَادٍ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ﴾ (بقرہ: ۱۷۳) "تم پر مردار اور (بہا ہوا) خون اور سور کا گوشت اور ہر وہ چیز جس پر اللہ کے سوا دوسروں کا نام پکارا گیا ہو حرام ہے پھر جو مجبور ہو جائے اور وہ حد سے بڑھنے والا اور زیادتی کرنے والا ہو، اس پر ان کے کھانے میں کوئی گناہ نہیں، اللہ تعالیٰ بخشش کرنے والا مہربان ہے"۔

شراب کا حکم:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہر نشہ آور چیز شراب ہے، اور ہر نشہ آوار چیز حرام ہے، جس نے دنیا میں شراب پی اور اس حال میں مرا کہ وہ شراب کا عادی تھا اور توبہ نہیں کیا، تو اسے آخرت میں جنت کی شراب پینا نصیب نہیں ہوگا۔
(بخاری/۵۵۷۵، مسلم/۲۰۰۳)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جوشخص اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہو وہ ایسے دسترخوان پر نہ بیٹھے جس پر شراب کا دور چلے۔ (احمد/۱۲۵، ترمذی/ ۲۸۰۱، ملاحظہ ہو ارواء الغلیل/۱۹۴۹)

شراب پینے والے کی سزا:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہر نشہ آور چیز حرام ہے، اور اللہ تعالیٰ نے یہ عہد کر رکھا ہے کہ جوشخص نشہ آور چیز پیئے گا اس کو وہ طینۃ الخبال پلائے گا لوگوں

نے کہا اے اللہ کے رسول ﷺ طینۃ الخبال کیا ہے آپ نے فرمایا: اہل جہنم کا پسینہ یا اہل جہنم کا نچوڑ۔ (مسلم/۲۰۰۲)

رسول اللہ ﷺ نے شراب پینے والوں پر لعنت بھیجی ہے کیوں کہ وہ تمام برائیوں کی جڑ ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے شراب کے بارے میں دس آدمیوں پر لعنت بھیجی ہے، شراب نچوڑنے والے پر، جس کے لئے شراب نچوڑی جائے، شراب پینے والے پر، اور شراب اٹھا کر لیجانے والے پر، اور جس کے پاس اٹھا کر لے جائے، اور اس کے پلانے پر، اس کے بیچنے والے پر، اس کی قیمت کھانے والے پر، اس کے خریدنے والے پر اور جس کے لئے خریدی جائے۔ (ترمذی/۱۲۹۵، ابن ماجہ/۳۳۱۰)

نبیذ وہ پانی ہے جس میں کھجور یا کشمش ڈالی جاتی ہے تا کہ پانی میٹھا ہو جائے اور اس کی نمکینیت ختم ہو جائے، نبیذ پینا جائز ہے جب تک اس میں نشہ پیدا نہ ہو یا اس پر تین دن نہ گزریں۔

اگر کوئی ضرورت مند شخص کسی پھل والے باغ سے گزرے اور درخت میں یا زمین پر پڑا ہوا پھل پائے اور باغ کی کوئی چہار دیواری اور نگراں نہ ہو تو وہ بغیر قیمت اس کا پھل کھا سکتا ہے لیکن اس کو اٹھا کر نہیں لے جا سکتا اور جو بغیر ضرورت اس کو لے گا اس پر اس کے دوگنا ہے اور سزا بھی۔

سونے چاندی کے برتن میں یا جس برتن پر سونے چاندی سے پالش کی گئی ہو مردوں اور عورتوں دونوں کے لئے اس میں کھانا اور پینا حرام ہے اور جنت میں ایسا جسم داخل نہیں ہوگا جو حرام سے پلا بڑھا ہو۔

جب برتن میں مکھی گر جائے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب تم میں سے کسی کے برتن میں مکھی گر جائے تو وہ اس کو اس میں پوری طرح سے ڈبو دے پھر اس کو نکال کر پھینک دے، اس لئے کہ اس کے ایک بازو میں شفاء ہے اور دوسرے میں بیماری ہے۔ (بخاری/۵۷۸۲)

ذکاۃ (ذبح کرنا)

ذکاۃ: کا مطلب خشکی کے اس جانور کو ذبح یا نحر کرنا ہے جس کا گوشت کھایا جاتا ہو، وہ اس طرح سے کہ اس کی حلق اور شہ رگ اور گردن کی دونوں رگوں یا ان میں سے ایک کو کاٹ دیا جائے یا اس کے ساتھ کونچیں بھی کاٹ دی جائیں اگر اونٹ بدک کر بھاگنے والا ہو۔

سنت یہ ہے کہ اونٹ کو کھڑا کر کے نحر کیا جائے اور اس کے بائیں ہاتھ کو باندھ دیا جائے، نحر کا طریقہ یہ ہے کہ کھڑے اونٹ کے لئے یعنی حلقوم پر چھری ماری جائے جس سے نرخرہ اور خون کی خاص رگیں کٹ جائیں اور گائے اور بکری کے ذبح کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اسے بائیں پہلو کے بل زمین پر لٹا دیا جائے پھر ان کے گلوں پر چھری پھیری جائے، چوپایوں کو نشانہ بازی کے لئے نشانہ مقرر کرنا حرام ہے، اگر جانور کے پیٹ میں بچہ ہو تو اس کی ماں کے ذبح کرنے سے وہ بھی حلال ہو گیا لیکن اگر وہ زندہ نکلا تو اس کا ذبح کرنا واجب ہے، بغیر ذبح حلال نہیں ہوگا۔

ذبح صحیح ہونے کی شرطیں:

۱- ذبح کرنے والا ذبح کرنے کا اہل ہو، یعنی وہ عاقل ہو، مسلمان یا اہل کتاب ہو، مرد ہو یا عورت، لہٰذا اس شخص کا ذبح کرنا جائز نہیں جو نشہ کی حالت میں ہو یا پاگل ہو یا کافر ہو (یعنی کافر غیر کتابی)۔

۲- ہر دھار والی چیز سے جس سے خون بہانا ممکن ہو ذبح کرنا درست ہے، البتہ دانت اور ناخن سے ذبح کرنا جائز نہیں۔

۳- گردن کی دونوں رگوں یا ان میں سے کسی ایک کو کاٹ کر خون بہانا ضروری ہے اور ذبح کرنا مکمل اس وقت ہوگا جب ان دونوں کو حلقوم یا شہ رگ کے ساتھ کاٹ دیا جائے۔

۴- ذبح کرنے کے وقت آدمی بسم اللہ کہے اور اگر آدمی بسم اللہ کہنا بھول گیا تو اس کا گوشت کھانا جائز ہے لیکن اگر جان بوجھ کر بسم اللہ کہنا چھوڑ دیا ہے تو اس کا کھانا جائز نہیں۔

۵- شکار حرم میں یا حالت احرام میں نہ کیا گیا ہو۔

ہر وہ جانور جو گلا گھونٹنے سے مرا ہو یا اس کا سر قلم کر دیا گیا ہو یا اس کو بجلی کا جھٹکا دے کر مارا گیا ہو یا گرم پانی میں بھگو کر مارا گیا ہو یا ایسی گیس میں رکھ کر مارا گیا ہو جس میں دم گھٹ جائے تو وہ حرام ہے اس کا کھانا حرام ہے اس لئے کہ ایسی صورتوں میں خون گوشت میں مل جاتا ہے جس کا کھانا انسان کے لئے نقصان دہ ہو جاتا ہے، اور جانور کی روح اس کے جسم سے خلاف سنت نکلتی ہے۔

اہل کتاب (یہود و نصاریٰ) کا ذبیحہ حلال ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ **الیوم احل لکم الطیبات وطعام الذین اوتو الکتاب حل لکم و طعامکم حل لھم** ﴾ (مائدہ: ۵) ''کل پاکیزہ چیزیں آج تمہارے لئے حلال کی گئیں اور اہل کتاب کا ذبیحہ تمہارے لئے حلال ہے اور تمہارا ذبیحہ ان کے لئے حلال ہے''۔

اگر مسلمان کو یہ معلوم ہو جائے کہ اہل کتاب کا ذبیحہ غیر شرعی طور پر جیسے گلا گھونٹ کر مارا گیا ہو یا بجلی کا جھٹکا دے کر مارا گیا ہو تو اس کا کھانا جائز نہیں اور کفار کا ذبیحہ (جو اہل کتاب کے علاوہ ہوں) اس کا کھانا مطلقاً جائز نہیں ہے۔

جس شکار یا جانور کو ذبح کرنا ممکن نہ ہو اس کے جسم کے کسی بھی حصہ میں بسم اللہ کہہ کر زخم کر دے، تا کہ اس کو خون بہہ جائے، پھر وہ مرنے کے بعد حلال ہو جائے گا اگر مسلمان یہ جانتا ہو کہ اہل کتاب نے بسم اللہ کہہ کر ذبح کیا ہے تو اس کا کھانا جائز ہے، اور اگر یہ جانتا ہو کہ اس نے بسم اللہ نہیں کہا ہے تو اس کے لئے اس کا کھانا جائز نہیں اور اگر کچھ معلوم نہ ہو تو اس کا کھانا جائز ہے، اس لئے کہ اصل حلت ہے، اس پر یہ واجب نہیں کہ لوگوں سے اس کے بارے میں پوچھے اور تفتیش کرے کہ اس نے کیسے ذبح کیا ہے، بلکہ افضل یہ ہے کہ اس کے بارے میں نہ پوچھے نہ تفتیش کرے۔

جس حیوان پر انسان قادر ہو اس کو بغیر ذبح کئے کھانا جائز نہیں، البتہ ٹڈی اور مچھلی اور پانی میں رہنے والے حیوانات کو بغیر ذبح کئے کھانا جائز ہے، خشکی کے مباح حیوانات اور پرندوں کا کھانا دو شرطوں سے جائز ہے، ایک یہ کہ ان کو ذبح کیا گیا ہو اور دوسرے یہ کہ ذبح کرتے وقت بسم اللہ کہا گیا ہو۔

جس نے بھیمۃ الانعام یا کسی دوسرے ماکول اللحم جانور کو ذبح کیا اور اس کو کسی میت کی طرف سے صدقہ کردیا تاکہ اس کا ثواب میت کو ملے تو کوئی حرج نہیں اور اگر اس کو میت کی تعظیم میں یا اس سے تقرب حاصل کرنے کے لئے ذبح کیا ہے تو اس نے شرک اکبر کا ارتکاب کیا وہ ذبیحہ نہ اس کے لئے حلال ہوگا نہ غیروں کیلئے۔

اچھی طرح ذبح کرنا:

تیز دھار والے آلے سے ذبح کرنا ضروری ہے اور ایسے آلے سے ذبح کرنا مکروہ ہے جس کی دھار کند ہو، اسی طرح دھار کو جانور کے سامنے تیز نہیں کرنا چاہئے، اسی طرح اس کی روح کے اس کے جسم سے نکلنے سے پہلے اس کی گردن توڑنا یا اس کی کھال نکالنا مکروہ ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کے ساتھ بھلائی کرنے کا حکم دیا ہے، پس جب تم قتل کرو تو اچھی طرح قتل کرو اور جب ذبح کرو تو اچھی طرح ذبح کرو، چنانچہ تم میں سے کوئی شخص جب ذبح کرے تو اپنی چھری کی دھار تیز کرلے تاکہ ذبیحے کو آرام پہنچے۔ (مسلم/۱۰۵۵)

بہتر یہ ہے کہ ذبیحہ کا رُخ قبلہ کی طرف کردیا جائے اور بسم الله کے ساتھ الله اکبر بھی کہا جائے، یعنی آدمی بسم الله والله اکبر کہے پھر ذبح کرے۔ (ابوداؤد/۲۸۱۰، ترمذی/۱۵۲۱)

شکار

شکار: شکار کا مطلب ہے کوئی حلال جنگلی جانور جو کسی کی ملکیت میں نہ ہو اور جس کو کوئی آدمی اپنے قابو میں نہ کرسکا ہو کسی معتبر آلہ سے قصداً قتل کرنا۔

شکار میں اصل اباحت ہے الّا یہ کہ حرم میں کیا جائے حرم میں شکار کرنا جائز نہیں اور محرم پر خشکی کا شکار حرام ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿أُحِلَّ لَكُمْ صَيْدُ الْبَحْرِ وَطَعَامُهُ مَتَاعاً لَّكُمْ وَلِلسَّيَّارَةِ وَحُرِّمَ عَلَيْكُمْ صَيْدُ الْبَرِّ مَا دُمْتُمْ حُرُماً وَاتَّقُواْ اللّهَ الَّذِيَ إِلَيْهِ تُحْشَرُونَ﴾

(مائدہ:۹۶) ”تمہارے لئے دریا کا شکار پکڑنا اور اس کا کھانا حلال کیا گیا ہے تمہارے فائدے کے واسطے اور مسافروں کے واسطے اور خشکی کا شکار پکڑنا تمہارے لئے حرام کیا گیا ہے، جب تک حالت احرام میں رہو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو جس کے پاس جمع کئے جاؤ گے“۔

شکار کو پانے اور روکنے کے بعد اس کی دو حالتیں ہیں:

ایک یہ کہ اس کو بالکل زندہ پائے ایسی صورت میں اس کو شرعی طور پر ذبح کرنا واجب ہے۔

دوسرے یہ کہ اس کو مرا ہوا پائے یعنی شکار کرنے کی وجہ سے وہ مر چکا ہو، یا اسے جانکنی کے عالم میں پائے ایسی صورت میں یہ شکار، شکار کی شرطوں سے حلال ہوگا۔

حلال شکار کی شرطیں یہ ہیں:

۱- شکار کرنے والا ان لوگوں میں سے ہو جن کا ذبح کرنا درست مانا جاتا ہے یعنی وہ مسلمان یا اہل کتاب اور بالغ یا تمیز کرنے والا ہو۔

۲- شکار دو قسم کی چیزوں میں سے کسی ایک سے کیا گیا ہو یا تو ایسی دھار دار چیز سے کیا گیا ہو جو خون کو بہانے والی ہو، دانت اور ناخن کے علاوہ، یا سکھائے ہوئے شکاری جانور یا پرندوں سے شکار کیا گیا ہو جیسے کہ کتا یا باز وشکرا وغیرہ۔

۳- شکاری جانور یا پرندے کو شکار کی طرف قصداً چھوڑا گیا ہو۔

۴- تیر پھینکتے وقت یا شکاری جانور یا پرندے کو چھوڑتے وقت بسم اللہ پڑھ لی گئی ہو اور اگر بھول گیا اور بسم اللہ نہیں پڑھا تب بھی حلال ہوگا لیکن اگر عمداً باسم اللہ نہیں پڑھا ہے تو حلال نہیں ہوگا۔

۵- شکار ایسا ہو جسے شکار کرنے کی شرعاً اجازت دی گئی ہو، لہٰذا احرام باندھنے والے کا شکار اور حرم کا شکار حلال نہیں۔

کتا پالنا حرام ہے کیونکہ اس سے لوگ ڈر جاتے ہیں، گھر میں فرشتے داخل نہیں ہوتے ہیں، اس میں نجاست وگندگی ہے، ہر دن ایک قیراط اجر کم ہو جاتا ہے، سوائے شکاری کتوں کے یا ان کتوں

کے جو چوپائے یا کھیتی کی حفاظت کے لئے پالے جائیں، یعنی ضرورت و مصلحت کے تحت ہی ان کا پالنا جائز ہے۔

اگر کسی نے لاٹھی یا پتھر وغیرہ سے مارا اور وہ جانور مر گیا تو اس کا کھانا جائز نہیں اس کا شمار موقوذۃ میں ہے، (یعنی جو کسی ضرب سے مر گیا ہو) اور وہ آلہ چھید کر کے نکل گیا (جس سے اس کا خون بہہ گیا مثلاً بندوق سے مارا) تو اس کا کھانا جائز ہے۔

لہو و لعب اور تفریح کے لئے شکار کرنا جس سے نہ خود فائدہ اٹھائے نہ دوسروں کو فائدہ پہنچائے حرام ہے، کیونکہ اس میں مال ضائع کرنا ہے۔

بہایا گیا خون یعنی وہ خون جو پرندوں یا جانوروں کے شکار کرنے یا ذبح کرنے کے وقت ان کی جان نکلنے سے پہلے بہے وہ حرام و نجس ہے۔

اگر چوری یا غصب کئے ہوئے آلات سے شکار کیا جائے تو وہ شکار احلال ہو گا لیکن شکار کرنے والا گناہ گار ہو گا۔

نماز چھوڑنے والے کا ذبیحہ یا شکار کھانا مطلقاً جائز نہیں لیکن بچے کی نگرانی کرنا ضروری ہے تا کہ شکار کو تکلیف نہ ہو، کسی معصوم آدمی کی طرف سنجیدگی سے یا مذاقاً ہتھیار سے اشارہ کرنا جائز نہیں ہے۔

———•○O○•———

الباب السابع

قصاص اور حدود کا بیان

کتاب القصاص

اس میں مندرجہ ذیل چیزوں کا بیان ہے:

۱-جنایات

۲-قتل کی اقسام

۱-قتل عمد

۲-قتل شبہ عمد

۳-قتل خطا

۳-نفس کے علاوہ میں قصاص

۴-نفس کی دیت

۵-نفس کے علاوہ میں دیت

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ولکم فی القصاص حیاۃ یا اولیٰ الالباب لعلکم تتقون﴾ (بقرہ:۱۷۹)

''عقلمندو! قصاص میں تمہارے لئے زندگی ہے اس باعث تم (قتل ناحق سے) رکو گے''۔

ا-جنایات

جنایات: جنایات کا مطلب بدن پر حملہ کرنا ہے، خاص طور سے اس چیز سے جو قصاص یا مال یا کفارہ واجب کردے۔

قصاص کے مشروع ہونے میں حکمتیں:

اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو اپنے ہاتھ سے پیدا کیا اور ان کے اندر روح پھونکی اور ساری مخلوقات پر انہیں فضیلت بخشی ان کو زمین میں اپنا خلیفہ بنایا اور ان کو ایک عظیم مقصد سے پیدا کیا اور وہ مقصد یہ ہے کہ تنہا اللہ کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شرک نہ کریں سارے انسان حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد ہیں اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے پاس اپنے رسول بھیجے کتابیں نازل کیں تاکہ لوگ ایک اللہ کی عبادت کریں اور اللہ نے ان لوگوں کے لئے جنت کا وعدہ کیا ہے جو ایمان لائے اور اس کے حکم کی اطاعت کی اور ان لوگوں کے لئے جہنم کا وعدہ کیا جن لوگوں نے کفر کیا اور اس کے حکم کی نافرمانی کی۔

لوگوں میں سے بہت سے لوگ ایسے ہیں جو ایمان کی طرف دعوت دینے والے کی بات نہیں مانتے ہیں کیونکہ ان کا عقیدہ کمزور ہوتا ہے یا حاکم وقت سے ڈرتے نہیں ہیں اور انہیں کمتر سمجھتے ہیں کیونکہ ان کی عقل میں فتور ہوتا ہے، وہ جرائم کا ارتکاب بلا خوف وخطر کرتے ہیں اور لوگوں کی جان و مال اور عزت وآبرو پر بے جھجک حملہ کرتے ہیں، لہٰذا جرائم سے لوگوں کو روکنے کے لئے دنیا میں سزا مقرر کی گئی ہے، اس لئے کہ بہت سے لوگوں کے لئے صرف امر و نہی کافی نہیں ہے، وہ اللہ کے حدود کے پاس ڈنڈے کے خوف کے بغیر رکنے والے نہیں ہیں، اگر یہ سزائیں نہ ہوں تو بہت سے لوگ گناہوں کا ارتکاب کرنے میں جری ہو جائیں گے اور مامورات کی ادائیگی میں سستی برتیں گے۔

حدود قائم کرنے میں زندگی اور لوگوں کے فوائد کی حفاظت ہوتی ہے اور ان سرکش نفوس کی زجرو توبیخ کی جاتی ہے جن کے اندر رحم وشفقت نہیں، قصاص نافذ کرنے سے لوگوں کو قتل اور ظلم سے روکا

جاتا ہے اور معاشرے کی حفاظت کی جاتی ہے اور امت کو زندگی ملتی ہے، اور قتل وخونریزی سے سماج محفوظ رہتا ہے اس سے مقتول کے اولیاء کو تسلی ہو جاتی ہے اور ان کا بغض کینہ ختم ہو جاتا ہے، اور معاشرے میں عدل وامن قائم ہو جاتا ہے قصاص امت کو ایسے وحشی لوگوں سے محفوظ رکھتا ہے، جو معصوم لوگوں کا قتل کرتے ہیں، لوگوں میں دہشت پھیلاتے ہیں عورتوں کو بیوہ کرتے ہیں اور بچوں کو یتیم بناتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيَاةٌ يَا أُولِي الْأَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ﴾ (بقرہ:۱۷۹) ''عقلمندو! قصاص میں تمہارے لیے زندگی ہے اس باعث تم (قتل ناحق سے) رکو گے''۔

اسلام نے انسان کی حفاظت کا پورا اہتمام کیا ہے اور اسے ہر اس چیز سے بچایا ہے، جو اسے ضائع کردے یا اسے نقصان پہنچائے یا اسے عیب دار بنائے۔

دنیا، دار جزاء نہیں ہے، دار جزاء تو آخرت ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے دنیا میں کچھ ایسی سزائیں مقرر کی ہیں جن سے معاشرہ میں امن وامان قائم ہو اور ظلم وفساد کا خاتمہ ہو۔

پانچ ضروریات:

اسلام نے پانچ ضروریات کی حفاظت پر توجہ دی ہے جن کی حفاظت پر تمام آسمانی شریعتیں متفق ہیں اور وہ یہ ہیں، دین، نفس، عقل، عزت، اور مال اور ان پر حملہ کرنا ایسا جرم قرار دیا ہے جس پر مناسب سزا دی جائے، جب ان پانچوں ضروریات کی حفاظت ہوگی تبھی معاشرے میں امن وسکون قائم ہوگا، اور ہر آدمی چین کی زندگی بسر کر سکے گا۔

حقوق کی دو قسمیں ہیں:

ا- بندہ اور اس کے رب کے درمیان حقوق، ان میں توحید اور ایمان کے بعد سب سے بڑا حق نماز ہے۔

۲- بندوں کے حقوق بندوں پر، ان میں سب سے بڑا خون ہے۔

قیامت کے دن سب سے پہلے نماز کے بارے میں پوچھا جائے گا اور لوگوں کے درمیان سب سے پہلے خون کے بارے میں فیصلہ کیا جائے گا۔

قتل نفس کا حکم:

ناحق کسی کا قتل شرک کے بعد سب سے بڑا گناہ ہے مؤمن جب تک یہ گناہ نہیں کرتا ہے اسے مغفرت کی امید ہوتی ہے، اس گناہ پر دنیا وآخرت دونوں جگہوں میں دردناک سزا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَمَن يَقْتُلْ مُؤْمِناً مُّتَعَمِّداً فَجَزَآؤُهُ جَهَنَّمُ خَالِداً فِيهَا وَغَضِبَ اللّهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهُ وَأَعَدَّ لَهُ عَذَاباً عَظِيماً﴾ (نساء:۹۳) ''اور جو کسی مؤمن کو قصداً قتل کر ڈالے اس کی سزا دوزخ ہے، جس میں وہ ہمیشہ رہے گا، اس پر اللہ تعالیٰ کا غضب ہے اسے اللہ تعالیٰ نے لعنت کی ہے اور اس کے لئے بڑا عذاب تیار کر رکھا ہے''۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: گناہ کبیرہ میں سب سے بڑا گناہ اللہ کے ساتھ شرک کرنا کسی کو ناحق قتل کرنا والدین کی نافرمانی کرنا اور جھوٹ بات کہنا ہے یا آپ نے جھوٹی گواہی کہا۔ (بخاری : ۶۸۷۱، مسلم:۸۸)

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کسی مسلمان کا خون جو اس بات کی گواہی دیتا ہو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں اللہ کا رسول ہوں بہانا جائز نہیں ہے، مگر تین صورتوں میں ایک وہ شادی شدہ جو زنا کرے اور دوسرے یہ کہ کسی کو بطور قصاص قتل کیا جائے، اور تیسرے وہ شخص جو اپنا دین چھوڑ دے اور مسلمانوں کی جماعت سے الگ ہو جائے۔ (بخاری:۶۸۷۸، مسلم:۱۶۷۶)

سارے مسلمانوں کا خون برابر ہے لہٰذا دیت وقصاص میں ان کے ساتھ ایک جیسا معاملہ ہونا چاہئے کسی کو کسی پر حسب ونسب رنگ ونسل کی وجہ سے کوئی فضیلت حاصل نہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُم مِّن ذَكَرٍ وَأُنثَى وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوباً وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ﴾

(حجرات:۱۳) ''اے لوگو! ہم نے تم سب کو ایک (ہی) مرد وعورت سے پیدا کیا ہے اور اس لیے کہ تم آپس میں ایک دوسرے کو پہچانو کنبے اور قبیلے بنا دیئے ہیں اللہ کے نزدیک تم سب میں باعزت وہ ہے جو سب سے زیادہ ڈرنے والا ہے یقین مانو کہ اللہ دانا اور باخبر ہے''۔

۲-قتل کی اقسام

قتل کی تین قسمیں ہیں:

۱-قتل عمد

۲-قتل شبہ عمد

۳-قتل خطاء

۱-قتل عمد:

قتل عمد یہ ہے کہ آدمی جان بوجھ کر کسی معصوم آدمی کو ایسی چیز سے قتل کر دے جس سے عام طور پر موت ہو جاتی ہے۔

قتل عمد کی صورتیں:

۱-اس کو ایسی چیز سے زخمی کرے جو بدن میں چبھ جائے جیسے چھری، بھالا، اور بندوق وغیرہ، پھر وہ اس سے مر جائے۔

۲-یا اس کو کسی بڑی چیز سے مار دے جیسے بڑے پتھر یا لاٹھی سے یا گاڑی سے اس کو کچل دے یا اس پر دیوار گرا دے جس کی وجہ سے اس کی موت ہو جائے۔

۳-اس کو ایسی جگہ پھینک دے جہاں سے نکلنا ممکن نہ ہو مثلاً پانی میں ڈبو دے یا آگ میں پھینک دے یا قید میں ڈال دے اور اس کا کھانا، پینا بند کر دے، جس کی وجہ سے اس کی موت ہو جائے۔

۷-اس کو ایسے جادو سے مار دے جس سے عام طور پر موت ہو جاتی ہے۔

۸-اس کے خلاف دو آدمی گواہی دیں جس سے اس کا قتل واجب ہو جائے اور اسے قتل کر دیا

جائے پھر وہ دونوں گواہ کہیں کہ ہم نے قصداً اسے قتل کرایا ہے، یا ان کی دلیل جھوٹی نکلے، تو اس کا قصاص کیا جائے گا، اس کے علاوہ بھی قتل عمد کی دوسری صورتیں ہیں۔

قتل عمد میں قصاص واجب ہے، یعنی قاتل کو قتل کر دیا جائے، مقتول کے ولی کو اختیار ہے چاہے قصاص لے یا دیت قبول کرے یا معاف کر دے، اور معاف کر دینا افضل ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿**وان تعفوا اقرب للتقوىٰ**﴾ (بقرہ:۲۳۷) ''تمہارا معاف کر دینا تقویٰ سے بہت نزدیک ہے''۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس کا کوئی عزیز مارا جائے اس کو اختیار ہے دو باتوں میں جو بہتر سمجھے کرے یا تو دیت لے یا قصاص لے۔ (بخاری: ۲۸۸۰، مسلم: ۱۳۵۵)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: صدقہ کرنے سے کسی مال میں کمی نہیں ہوتی ہے اور جس بندہ کے اندر اللہ تعالیٰ معاف کرنے کی صفت دیتا ہے اس کو عزت بخشتا ہے اور جو اللہ کے لئے تواضع اختیار کرے گا اللہ اسے بلند کرے گا۔ (مسلم: ۲۵۸۸)

قصاص فی النفس کے وجوب کی شرطیں:

۱- مقتول کو عصمت (شرعاً بچاؤ) حاصل ہو، پس اگر کسی مسلمان نے کسی حربی کافر کو قتل کر دیا یا مرتد کو قتل کیا یا شادی شدہ زانی کو قتل کیا تو اس پر کوئی قصاص و دیت نہیں البتہ اس کو سزا دی جائے گی، کیونکہ اس نے حاکم سے پوچھے بغیر اپنی جوانمردی دکھائی ہے۔

۲- قاتل بالغ، عاقل ہو اور اس نے قصداً قتل کیا ہو، لہٰذا اگر قاتل چھوٹا ہے یا پاگل ہے یا اس نے غلطی سے قتل کر دیا ہے، تو اس پر قصاص نہیں بلکہ ایسے لوگوں پر دیت ہے۔

۳- جرم کرتے وقت قاتل اور مقتول کے درمیان دین میں برابری پائی جائے لہٰذا کسی مسلمان کو کافر کے بدلے قتل نہیں کیا جائے گا، لیکن اگر کسی کافر نے مسلمان کو قتل کیا ہے تو اس کو قتل کیا جائے گا۔

۴- مقتول قاتل کا بیٹا نہ ہو لہٰذا والدین اور ان سے اوپر (دادا، پردادا) کو لڑکے اور ان سے نیچے (پوتے وغیرہ) کے قتل کے بدلے قتل نہیں کیا جائے گا چاہے مذکر ہوں یا مؤنث، لیکن اگر لڑکے

نے اپنے والدین میں سے کسی کو قتل کر دیا ہے تو اسے قتل کر دیا جائے گا، الا یہ کہ وہ معاف کر دیں۔

اگر مذکورہ شروط میں کوئی شرط نہ پائی جائے تو قصاص ساقط ہو جائے گا، اور دیت مغلظہ دینی پڑے گی۔

قصاص لینے کی شرطیں:

۱- مقتول کا ولی عاقل بالغ ہو پس اگر وہ چھوٹا ہے یا پاگل ہے یا غائب ہے، تو قاتل کو قید کر دیا جائے، یہاں تک کہ وہ بچہ بالغ ہو جائے یا مجنون کی عقل درست ہو جائے اور غائب حاضر ہو جائے پھر چاہے قصاص لے یا دیت لے یا معاف کر دے اور معاف کر دینا افضل ہے۔

۲- مقتول کے سارے اولیاء قصاص لینے پر متفق ہوں پس اگر ان میں سے بعض قصاص لینا چاہتے ہیں اور بعض نے معاف کر دیا ہے تو قصاص ساقط ہو جائے گا، اور دیت مغلظہ دینی پڑے گی۔

۳- قصاص لینے کی صورت میں دوسروں پر ظلم نہ ہو مثلاً اگر کسی حاملہ عورت پر قصاص واجب ہے تو اسے اس وقت قتل کیا جائے جب وہ اپنا بچہ پیدا کر دے اور اس کو پیوسی پلا دے پھر اگر کوئی دودھ پلانے والی عورت مل گئی تو اس کو قتل کیا جائے اور اگر نہیں ملی تو اس کو اس وقت تک مہلت دی جائے جب تک کہ اس کا بچہ دودھ چھوڑ نہ دے۔

اگر یہ تمام شرطیں حاصل ہو جائیں تو قصاص لیا جائے ورنہ نہ لیا جائے۔

اگر کسی چھوٹے بچے یا پاگل نے قتل کیا ہے تو ان پر قصاص نہیں لیکن ان کے مال سے کفارہ ادا کیا جائے گا، اور دیت ان کے عاقلہ (یعنی باپ کی طرف کے مرد رشتے دار) پر ہوگی، اور اگر کسی نے کسی بچے یا پاگل کو کسی کے قتل کرنے کا حکم دیا اور اس نے اس کو قتل کر دیا تو قصاص صرف اس سے لیا جائے گا جس نے حکم دیا ہے اس لئے کہ جس کو حکم دیا گیا ہے وہ حکم دینے والے کا آلہ ہے۔

اگر کسی شخص نے کسی شخص کو پکڑا اور ایک تیسرے شخص نے اس کو قصداً قتل کر دیا تو قاتل کو قتل کیا جائے گا اور اگر پکڑنے والا جانتا تھا کہ مجرم اس کو قتل کرے گا تو قاتل اور پکڑنے والے دونوں کو قتل کیا جائے گا اور اگر وہ یہ نہیں جانتا تھا کہ مجرم اس کو قتل کر دے گا تو پکڑنے والے کو حاکم تادیباً قید کر

دے یا جو مناسب سزا چاہے تادیباً دے۔

جس نے کسی شخص کو کسی معصوم کے قتل پر مجبور کیا اور اس نے اسے قتل کر دیا تو دونوں سے ایک ساتھ قصاص لیا جائے گا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيَاةٌ يَا أُولِي الْأَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ﴾ (بقرہ: ۱۷۹) ''اے اصحاب عقل وخرد! قصاص کے اندر تمھارے لئے زندگی کا راز پنہاں ہے، شاید اس کی وجہ سے تم لوگ تقویٰ شعاری اختیار کرو''۔

بہت سے ملکوں میں جہاں کفار کی حکومت ہے قاتل کی سزا جیل ہے وہ اس کو تمدن اور رحمت کہتے ہیں اور مقتول پر رحم نہیں کرتے جس نے اپنی جان کھودی ہے اور نہ اس کے اہل وعیال پر رحم کرتے ہیں جنہوں نے اپنے سرپرست کو کھودیا ہے، اور نہ انسانیت پر رحم کرتے ہیں جو ان مجرموں کی وجہ سے خائف رہتی ہے، یہی وجہ ہے کہ شر وفساد عام ہے، قتل کثرت سے ہوتا ہے، جرائم کی نئی نئی شکلیں سامنے آتی ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿أَفَحُكْمَ الْجَاهِلِيَّةِ يَبْغُونَ وَمَنْ أَحْسَنُ مِنَ اللَّهِ حُكْمًا لِّقَوْمٍ يُوقِنُونَ﴾ (مائدہ: ۵۰) ''کیا یہ لوگ پھر سے جاہلیت کا فیصلہ چاہتے ہیں یقین رکھنے والے لوگوں کے لئے اللہ تعالیٰ سے بہتر فیصلے کرنے والا کون ہوسکتا ہے''۔

قصاص مندرجہ ذیل چیزوں سے ثابت ہوتا ہے:

۱- قاتل قتل کا اعتراف کرے۔

۲- یا دو عادل آدمی قتل پر گواہی دیں یا قسامت سے اس کی تفصیل ان شاء اللہ آگے آئے گی۔

قصاص نافذ کرنا:

قصاص جب ثابت ہوجائے ارو مقتول کے اولیاء اس کا مطالبہ کریں تو اس کا نافذ کرنا امام یا اس کے نائب پر واجب ہے، قصاص بادشاہ یا اس کے نائب کی موجودگی میں لیا جائے قصاص میں تیز دھار والی چیز استعمال کی جائے، جیسے تلوار سے اس کی گردن ماردی جائے یا جس چیز سے قاتل نے

قتل کیا ہے اسی کے مثل سے اسے قتل کیا جائے، مثلاً اگر اس نے مقتول کو اس کا سر پتھر سے کچل کر مارا ہے تو اسے بھی پتھر سے کچل کر مارا جائے۔

مقتول کے اولیاء جن کو قصاص لینے یا معاف کرنے کا اختیار ہے وہ سارے لوگ ہیں جو اس کے وارث ہیں خواہ مرد ہوں یا عورتیں، بڑے ہوں یا چھوٹے اگر ان تمام لوگوں نے قصاص لینا پسند کیا تو قصاص لینا واجب ہوگا، اور اگر تمام لوگوں نے معاف کر دیا تو قصاص ساقط ہوجائے گا، اگر چہ بقیہ لوگ نہ معاف کریں (ایسی صورت میں دیت مغلظہ واجب ہوگی)

اگر مقتول کے اولیاء قصاص لینے کے بجائے دیت لینے پر راضی ہوجائیں تو دیت مغلظہ واجب ہے جو قاتل کے مال سے ادا کی جائے گی، اور وہ سو اونٹ ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ جس نے کسی مسلمان کو جان بوجھ کر قتل کیا وہ مقتول کے اولیاء کے حوالے کر دیا جائے پھر اگر وہ چاہیں تو اسے قتل کر دیں اور اگر چاہیں تو اس سے دیت لے لیں جو کہ تین سال کی تیس اونٹیاں، چار سال کی تیس اونٹنیاں اور چالیس حاملہ اونٹنیاں ہیں، اور جس پر وہ مصالحت کرلیں وہی ان کو ملے گا، یہ دیت کا معیار کڑا کرنے کے لئے ہے۔ (ترمذی:۱۳۸۷، ابن ماجہ:۲۶۲۶)

قتل عمد میں مقتول کے اولیاء جو دیت لیتے ہیں وہ دیت قتل سے واجب نہیں ہوتی ہے بلکہ قصاص کے بدلے میں ہے اولیاء اس پر یا اس سے کم یا زیادہ پر مصالحت کر سکتے ہیں، لیکن معاف کر دینا افضل ہے۔

مملکت سعودیہ عربیہ میں اس وقت قتل عمد میں مسلمان مرد کی دیت ایک لاکھ دس ہزار سعودی ریال اور عورت کی دیت اس کے نصف لی جاتی ہے۔

اولیاء اس سے کم یا زیادہ کا بھی مطالبہ کر سکتے ہیں یا معاف کر سکتے ہیں۔

اگر کئی آدمی مل کر ایک آدمی کو قتل کریں تو اس کے قصاص میں سب قتل ہوسکتے ہیں اور اگر قصاص ساقط ہوجائے تو وہ سب لوگ مل کر ایک آدمی کی دیت ادا کریں گے، اگر غیر مکلّف کو قتل کا حکم دیا یا ایسے مکلّف کو قتل کا حکم دیا جو قتل کی حرمت سے ناواقف ہے پھر اس نے قتل کر دیا تو قصاص یا دیت حکم

دینے والے پر ہے اور اگر ایسے شخص کو حکم دیا جو مکلّف ہے اور یہ جانتا ہے کہ قتل کرنا حرام ہے اور اس نے قتل کر دیا تو اس کا ذمہ دار قاتل ہوگا نہ کہ حکم دینے والا۔

اگر کسی کے قتل میں دو آدمی شریک ہیں اور ان میں سے ایک آدمی ایسا ہے جس پر قصاص واجب نہیں ہے اگرچہ تنہا قتل کرے جیسے بیٹے کو باپ اور کوئی اجنبی قتل کرے یا کافر کو ایک مسلمان اور ایک کافر قتل کرے تو باپ کے ساتھ مل کر جس آدمی نے قتل کیا ہے اس پر قصاص واجب ہے، اور مسلمان کے ساتھ مل کر جس کافر نے قتل کیا ہے اس پر قصاص واجب ہے، اور اگر قصاص کے بجائے دیت کا مطالبہ کیا گیا ہو تو باپ کے ساتھ مل کر جس نے قتل کیا ہے اس پر نصف دیت واجب ہے، اور مسلم کے ساتھ مل کر جس کافر نے قتل کیا ہے اس پر بھی نصف دیت واجب ہے۔

اگر آدمی کسی ایسے شخص کو عمداً قتل کر دے جس کا وہ وارث ہے تو اس کا حق میراث ساقط ہو جائے گا۔

قسامت

کسی معصوم کے قتل میں ایک جماعت سے قسم لینا قسامت کہلاتا ہے۔

اگر کوئی آدمی مقتول پایا جائے اور قاتل کا پتہ نہ چلے اور کسی پر تہمت لگائی جائے اور دلیل نہ ہو تو اس وقت قسامت مشروع ہے۔

قسامت کی شرطیں:

مقتول اور متہم کے درمیان عداوت رہی ہو، متہم قتل کرنے میں مشہور ہو، سبب ظاہر ہو مثلاً اس نے قتل کی دھمکی دی ہو، یا اس کو گالیاں دیتا ہو، اور دعویٰ کرنے میں مقتول کے اولیاء متفق ہوں۔

قسامت کا طریقہ:

اگر اس کی ساری شرطیں پائی جائیں تو دعویٰ کرنے والوں میں سے پچاس آدمیوں کو بلایا جائے اور ان میں سے ہر ایک سے قسم لی جائے کہ فلاں ہی نے اس کو قتل کیا ہے پھر اگر وہ سب قسم کھالیں تو قصاص ثابت ہو جائے گا اور اگر وہ قسم نہ کھائیں یا پورے پچاس آدمی قسم نہ کھائیں تو جس بستی یا

قبیلہ کے آدمی کے خلاف دعویٰ کیا گیا ہے، ان میں سے پچاس آدمیوں سے قسم لی جائے کہ اس نے قتل نہیں کیا ہے پھر اگر وہ قسم کھالیں تو قاتل بری ہو جائے گا، بشرطیکہ دعویٰ کرنے والے ان کی قسم ماننے پر راضی ہو جائیں اور اگر ان کی قسم پر راضی نہ ہوں تو امام مقتول کی دیت بیت المال سے ادا کر دے تاکہ معصوم کا خوں رائیگاں نہ جائے۔

خودکشی کا حکم:

اسلام میں خودکشی حرام ہے خواہ اس کے لئے کوئی بھی وسیلہ اختیار کیا جائے اور خودکشی کرنے والا ہمیشہ جہنم میں رہے گا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے پہاڑ سے گر کر خودکشی کی وہ جہنم میں گرتا چلا جائے گا، اور ہمیشہ ہمیش اس میں رہے گا، جس نے زہر پی کو خودکشی کی اس کا زہر اس کے ہاتھ میں ہوگا اور وہ جہنم میں اسے پیتا رہے گا، اور اس میں ہمیشہ ہمیش رہے گا، اور جس نے کسی لوہے کی چیز سے اپنے آپ کو قتل کیا تو اس کا لوہا اس کے ہاتھ میں ہوگا جس سے وہ جہنم میں اپنے پیٹ میں مارتا رہے گا اور ہمیشہ ہمیش اس میں رہے گا۔ (بخاری: ۵۷۷۸، مسلم: ۱۰۹)

عمداً قتل کرنے والا اگر اللہ تعالیٰ سے توبہ کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول کرے گا لیکن اس کی توبہ اس کو قصاص سے چھٹکارا نہیں دلا سکتی، اس لئے کہ وہ مخلوق کا حق ہے، قتل عمد سے تین حقوق جڑے ہوئے ہیں، اللہ تعالیٰ کا حق، مقتول کا حق اور ولی کا حق۔

اگر قاتل اپنے آپ کو اپنی مرضی سے ولی کے حوالے کر دے اور اپنے کئے ہوئے پر پچھتائے اس کے دل میں اللہ کا خوف پیدا ہو جائے اور وہ سچے دل سے توبہ کرے تو اللہ تعالیٰ کا حق ساقط ہو جائے گا، اور دیت دینے یا صلح کرنے یا معاف کر دینے سے ولی کا حق ساقط ہو جائے گا۔

البتہ مقتول کا حق باقی رہے گا، اس سے توبہ کرنا اور معافی مانگنا محال ہے، لہٰذا وہ اللہ کی مشیئت کے تحت ہی رہے گا، اس کی رحمت ہر چیز کو گھیرے ہوئے ہے (ہوسکتا ہے کہ اسے معاف کر دے اور مقتول کو بہتر بدلہ دے کر راضی کر دے)

۲-قتل شبہ عمد

شبہ عمد کا مطلب یہ ہے کہ کسی معصوم پر ایسی چیز سے حملہ کرے جس سے عام طور پر آدمی مرتا نہیں ہے اور نہ زخمی ہوتا ہے مثلاً کوڑے سے مارے، یا چھری سے مارے یا مکے سے مارے، اور نازک جگہ پر نہ مارے اور اس کا ارادہ صرف مارنہ ہو نہ کہ قتل کرنا، لیکن اتفاق سے وہ آدمی مرجائے تو ایسی صورت میں قصاص نہیں ہے۔

قتل شبہ عمد کا حکم:

یہ حرام ہے اس لئے کہ یہ معصوم آدمی پر ظلم ہے۔

قتل شبہ عمد اور قتل خطاء میں دیت کے ساتھ ساتھ کفارہ بھی واجب ہے البتہ قتل عمد میں کفارہ نہیں ہے، اس لئے کہ اس کا گناہ اتنا سخت اور بڑا ہے کہ کفارہ سے معاف ہونے والا نہیں۔

۱- دیت مغلظہ: سو اونٹ ہے جن میں چالیس اونٹنیاں ہوں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قتل خطاء کی دیت شبہ عمد کی طرح ہے، جو قتل کوڑے یا ڈنڈے سے ہو اس میں سو اونٹ ہے جن میں چالیس حاملہ اونٹنیاں ہوں۔ (ابو داؤد: ۴۵۴۷، ابن ماجہ: ۲۶۲۸)

یہ دیت یا اس کی قیمت عاقلہ (باپ کی طرف کے مرد رشتے دار) برداشت کریں قتل شبہ عمد کا کفارہ ایک مسلمان غلام آزاد کرنا ہے، اور اگر غلام کی طاقت نہ ہو تو دو مہینے مسلسل روزہ رکھے، کفارہ قاتل کے مال سے خاص طور سے ادا کیا جائے تاکہ اس کا گناہ مٹ جائے۔

قتل شبہ عمد میں قصاص واجب نہیں ہے اس لئے کہ قتل کرنے والے نے قتل کا ارادہ نہیں کیا تھا اس میں دیت واجب ہے، تاکہ جو خون رائیگاں ہوا ہے وہ ضائع نہ جائے اور اس میں دیت مغلظہ واجب کی گئی ہے، کیونکہ قاتل نے حملہ کیا تھا اور عاقلہ پر دیت کی ادائیگی واجب کی گئی ہے، کیونکہ وہی اس کے سب سے قریبی رشتے دار و مددگار ہیں اور قاتل پر کفارہ بھی لازم ہے، وہ یا تو ایک غلام آزاد کرے اور غلام نہ ملنے پر دو مہینہ مسلسل روزہ رکھے تاکہ اس کا گناہ معاف کر دیا جائے۔

مقتول کے اولیاء کے لئے یہ مستحب ہے کہ دیت معاف کر دیں پس اگر انہوں نے دیت معاف

کر دیا تو وہ ساقط ہو جائے گی لیکن کفارہ ساقط نہیں ہوگا بلکہ قاتل پر اس کی ادائیگی ضروری ہے۔

ضرورت کے وقت جرم کا پتہ لگانے کے لئے میت کا پوسٹ مارٹم کرنا جائز ہے، تاکہ میت کے حقوق کی حفاظت کی جا سکے، اور سماج کو اس قسم کے جرم سے بچایا جا سکے۔

دھوکہ سے قتل کرنا:

اس کا طریقہ یہ ہے کہ کوئی آدمی کسی آدمی کو قصداً وظلماً کسی جگہ لے جا کر چپکے سے قتل کر دے، یا اس کا مال زبردستی چھین لے پھر قتل کر دے۔ تاکہ اس کا علم کسی کو نہ ہو اور وہ مال کا مطالبہ نہ کر سکے اس کو قتل غیلہ کہتے ہیں اس میں قاتل کو بطور حد قتل کیا جائے گا نہ کہ بطور قصاص، اس میں کسی کا معاف کرنا صحیح نہیں ہے، اور مقتول کے اولیاء کا اس میں کوئی اختیار نہیں، اور اس میں دیت قبول نہیں کی جا سکتی۔

جس نے اپنے آپ کو ظالم کو پنجے سے چھڑا لیا اور چھڑانے کے دوران ظالم کی جان چلی گئی یا اس کے بعض اعضاء کو نقصان پہنچا تو اس کی کوئی دیت نہیں ادا کی جائے گی۔

۳-قتل خطاء

یہ ہے کہ آدمی اپنا کوئی کام کر رہا ہو مثلاً کسی شکار پر تیر پھینک رہا ہو یا کسی چیز کو نشانہ بنا رہا ہو پھر وہ کسی معصوم آدمی کو لگ جائے جس کی طرف اس نے تیر پھینکنے کا قصد نہیں کیا تھا اور وہ مر جائے، اگر بچہ یا مجنون قصداً کسی کو مار دے یا سبب کی بنا پر کوئی قتل ہو جائے تو بھی قتل خطا مانا جائے گا۔

قتل خطاء کی دو قسمیں ہیں:

۱- ایک قسم وہ ہے جس میں قاتل پر کفارہ ہے اور عاقلہ پر دیت ہے، اس کی شکل یہ ہے کہ کوئی مؤمن لڑائی کی صف میں نہ ہو اور اسے غلطی سے مار دیا جائے یا مقتول ایسی قوم کا آدمی ہو جن کے درمیان اور مسلمانوں کے درمیان جنگ نہ کرنے پر عہد و پیمان ہو ایسی صورت میں دیت مخففہ واجب ہے، جس کو عاقلہ ادا کرے اور قاتل پر کفارہ ہے اس کی تفصیل اس طرح ہے۔

۱- دیت مخففہ: اس کی مقدار سو اونٹ ہے۔

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ فیصلہ کیا کہ جس شخص نے غلطی سے کسی کو قتل کر دیا تو وہ سو اونٹ دیت دے جن میں ایک برس کی تیس اونٹنیاں ہوں اور دو برس کی تیس اونٹنیاں ہوں اور تین برس کی تیس اونٹنیاں ہوں اور دس دو برس کے اونٹ ہوں۔ (ابو داؤد: ۴۵۴۱، ابن ماجہ: ۲۶۳۰)

عاقلہ یہ دیت یا اس کی قیمت برداشت کرے اور اس کی قیمت ہر دور کے اعتبار سے مقرر کی جائے، اس وقت سعودیہ میں قتل خطاء کی دیت ایک لاکھ ریال اور عورت کے لئے اس کا نصف ہے یہ دیت تین سال میں ادا کی جائے۔

۲- کفارہ: اس کا کفارہ ایک مؤمن غلام آزاد کرنا ہے، اور اگر غلام نہ ملے تو دو مہینہ مسلسل روزہ رکھے یہ کفارہ قاتل کے خاص مال سے ادا کیا جائے، تا کہ اس کا گناہ مٹ جائے۔

قاتل کے اولیاء اگر دیت معاف کر دیں تو اچھا ہے اس لئے کہ انہیں اللہ کی طرف سے ثواب ملے گا اگر انہوں نے معاف کر دیا تو دیت ساقط ہو جائے گی لیکن قاتل کو کفارہ ادا کرنا پڑے گا۔

۲- دوسری قسم وہ ہے جس میں صرف کفارہ واجب ہے یہ وہ مؤمن ہے جو کافروں کے درمیان رہتا ہو اور مسلمان اسے کافر سمجھ کو قتل کر دیں۔

ایسی صورت میں قاتل پر کوئی دیت نہیں بلکہ صرف کفارہ ہے اور وہ ایک غلام آزاد کرنا ہے، اور اگر غلام میسر نہ ہو تو دو مہینہ مسلسل روزہ رکھنا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ أَن يَقْتُلَ مُؤْمِناً إِلَّا خَطَئاً وَمَن قَتَلَ مُؤْمِناً خَطَئاً فَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ وَدِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ إِلَى أَهْلِهِ إِلَّا أَن يَصَّدَّقُواْ فَإِن كَانَ مِن قَوْمٍ عَدُوٍّ لَّكُمْ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ وَإِن كَانَ مِن قَوْمٍ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِّيثَاقٌ فَدِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ إِلَى أَهْلِهِ وَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةً فَمَن لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ تَوْبَةً مِّنَ اللّهِ وَكَانَ اللّهُ عَلِيماً حَكِيماً﴾ (نساء: ۹۲) ''کسی مؤمن کو دوسرے مؤمن کا قتل کر دینا زیبا نہیں مگر غلطی سے ہو جائے (تو اور بات ہے) جو شخص کسی مسلمان کو بلا قصد مار ڈالے،

اس پر ایک مسلمان غلام کی گردن آزاد کرنا اور مقتول کے عزیزوں کو خوں بہا پہنچانا ہے، ہاں یہ اور بات ہے کہ وہ لوگ بطور صدقہ معاف کر دیں اور اگر مقتول تمہارے دشمن قوم کا ہو اور ہو وہ مسلمان، تو صرف ایک مؤمن غلام کی گردن آزاد کرنی لازمی ہے، اور اگر مقتول اس قوم سے ہو کہ تم میں اور ان میں عہد و پیمان ہے تو خوں بہا لازم ہے، جو اس کے کنبے والوں کو پہنچایا جائے اور ایک مسلمان غلام کا آزاد کرنا بھی (ضروری ہے) پس جو نہ پائے اس کے ذمے دو مہینے لگا تار روزے ہیں، اللہ تعالیٰ سے بخشوانے کے لئے اور اللہ تعالیٰ بخوبی جاننے والا اور حکمت والا ہے''۔

میت کی طرف سے روزہ قضاء کرنے کا حکم:

جو شخص مر جائے اور اس پر واجب روزے ہوں جیسے رمضان کا روزہ یا کفارہ کے دو مہینے کا پے در پے روزہ یا نذر کا روزہ تو یہ دو حالتوں سے خالی نہیں۔

۱- یا تو وہ روزہ پر قادر تھا لیکن اس نے روزہ نہیں رکھا، ایسی صورت میں اس کا ولی یا اولیاء روزہ رکھیں، وہ ایام تقسیم کر لیں اور پے در پے رکھیں، مثلاً پہلے ایک رکھے پھر دوسرا رکھے پھر تیسرا رکھے یہاں تک پورے ایام ختم ہو جائیں۔

۲- اور اگر وہ معذور تھا مثلاً مرض کی وجہ سے روزہ نہیں رکھ سکا تو اس کی طرف سے قضاء کرنا یا مسکین کو کھانا کھلانا واجب نہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص مر جائے اور اس پر روزہ ہو، اس کی طرف سے اس کا ولی روزہ رکھے۔ (بخاری: ۱۹۵۲، مسلم: ۱۱۴۷)

قتل شبہ عمد اور قتل خطاء میں دیت کی ادائیگی عاقلہ پر ہے، اور قاتل پر کفارہ ہے۔

عاقلہ کا مطلب باپ کی طرف کے سارے مرد رشتے دار ہیں چاہے قریب کے ہوں یا دور کے چاہے موجود ہوں یا غائب ہوں پہلے وہ شخص ادا کرے جو سب سے قریبی ہو پھر جو اس کے بعد قریبی ہو اور اس میں آدمی کے صرف اصول داخل ہیں یعنی باپ داد، فروع (اولاد) نہیں اور عاقلہ وہی برداشت کرے گا جو ثلث دیت سے اوپر ہو۔

عاقلہ قتل عمد کی دیت برداشت نہیں کرے گا اور نہ غلام کی دیت برداشت کرے گا چاہے وہ جانی ہو یا مجنی علیہ اور نہ ثلث دیت سے کم میں اور نہ صلح اور اعتراف کی صورت میں برداشت کرے گا۔

غیر مکلّف، مونث، فقیر پر دیت نہیں اسی طرح اس شخص پر دیت نہیں جس کا دین جرم کرنے والے سے مختلف ہو۔

۳-نفس کے علاوہ میں قصاص

اگر جسم کے کسی عضو پر حملہ ہو اور جان نہ جائے تو یہ الجنایہ ما دون النفس ہے، اگر عمداً کسی عضو کو زخمی کر دیا جائے یا کاٹ لیا جائے تو اس میں قصاص ہے، اور اگر عمداً نہ ہو بلکہ غلطی سے ہو یا شبہ عمد ہو تو اس میں دیت ہے۔

قتل فی النفس میں جس سے قصاص لیا جائے گا اس سے اعضاء کے کاٹنے اور زخمی کرنے کی صورت میں بھی قصاص لیا جائے، اور قتل فی النفس میں جس میں قصاص نہیں لیا جائے گا اس سے اعضاء کے کاٹنے یا زخمی کرنے کی صورت میں بھی قصاص نہیں لیا جائے گا اسی طرح اعضاء کے کاٹنے یا زخمی کرنے کی صورت میں بھی قصاص نہیں لیا جائے گا، اسی طرح اعضاء میں قصاص کا موجب بھی وہی ہے جو قصاص فی النفس میں ہے یعنی قتل عمد میں قصاص ہے اور شبہ عمد اور خطاء میں قصاص نہیں بلکہ دیت ہے۔ اگر عمداً کسی عضو پر حملہ کیا ہے تو قصاص کی دو قسمیں ہیں:

۱-اگر عضو توڑ پھوڑ دے یا کاٹ دے تو آنکھ کے بدلے آنکھ، کان کے بدلے کان، ناک کے بدلے ناک، دانت کے بدلے دانت، پلک کے بدلے پلک، ہونٹ کے بدلے ہونٹ، ہاتھ کے بدلے ہاتھ، پیر کے بدلے پیر، انگلی کے بدلے انگلی، ہتھیلی کے بدلے ہتھیلی، ذکر کے بدلے ذکر، اور خصیہ کے بدلے خصیہ ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَكَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيهَا أَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ وَالْعَيْنَ بِالْعَيْنِ وَالْأَنفَ بِالْأَنفِ وَالْأُذُنَ بِالْأُذُنِ وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ وَالْجُرُوحَ قِصَاصٌ فَمَن تَصَدَّقَ بِهِ فَهُوَ

كَفَّارَةٌ لَّهُ وَمَن لَّمْ يَحْكُم بِمَا أَنزَلَ اللَّهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ﴾ (مائدة:٤٥) ”اور ہم نے یہودیوں کے ذمہ تورات میں یہ بات مقرر کر دی تھی کہ جان کے بدلے جان اور آنکھ کے بدلے آنکھ اور ناک کے بدلے ناک اور دانت کے بدلے دانت اور خاص زخموں کا بھی بدلہ ہے، پھر جو شخص اس کو معاف کر دے تو وہ اس کے لئے کفارہ ہے اور جو لوگ اللہ کے نازل کئے ہوئے کے مطابق حکم نہ کریں وہی لوگ ظالم ہیں“۔

اعضاء میں قصاص واجب ہونے کی شرطیں:

جس پر حملہ کیا گیا ہے وہ معصوم ہو، دین میں جانی و مجنی علیہ برابر ہوں لہٰذا کسی کافر کے بدلے مسلمان سے قصاص نہیں لیا جائے گا، حملہ کرنے والا مکلّف ہو اور جس پر حملہ کیا گیا ہے وہ حملہ کرنے والے کا لڑکا نہ ہو، حملہ قصداً کیا گیا ہو، جب یہ تمام شرطیں پائی جائیں تو قصاص واجب ہے۔

اعضاء میں قصاص لینے کی شرطیں:

۱-ظلم نہ ہو یعنی عضو کسی جوڑ سے کاٹا جائے یا اس کا کوئی حد و کنارہ ہو جس سے آگے نہ بڑھا جائے۔

۲- نام اور جگہ میں مماثلت ہو لہٰذا اگر آنکھ کے بدلے آنکھ لی جائے تو بائیں آنکھ کے بدلے دائیں آنکھ کو نہ پھوڑا جائے اور بنصر (چھنگلیا اور بیچ کی انگلی کے درمیان کی انگلی) کی جگہ خنصر (چھنگلیا) کو نہ کاٹا جائے۔

۳-صحیح و کامل ہونے میں دونوں برابر ہوں لہٰذا مفلوج ہاتھ یا پیر کے بدلے صحیح ہاتھ یا پیر کو نہ کاٹا جائے اور خراب آنکھ کے بدلے صحیح آنکھ نہ پھوڑی جائے لیکن اس کے برعکس جائز ہے اور کوئی دیت نہیں۔

جب یہ شرطیں پائی جائیں تو قصاص لینا جائز ہے اور اگر یہ شرطیں نہ پائی جائیں تو قصاص ساقط ہو جائے گا، اور دیت دینی پڑے گی۔

۲-اگر قصداً زخمی کرے تو اس میں بھی قصاص ہے:

قصاص فی الجروح کے وجوب کی وہی شرطیں ہیں جو قصاص فی النفس کے وجوب کی ہیں دوسری بات یہ کہ قصاص پورا پورا لینا ممکن ہو اور کسی قسم کی ظلم و زیادتی نہ ہو، یعنی زخم کسی ہڈی تک پہنچ جائے

جیسے کہ جروح موضحہ میں یعنی وہ زخم جو ہڈی کو ظاہر کردے اور ہڈی تک پہنچ جائے جیسے سر کی ہڈی، ران کی ہڈی، یا پنڈلی کی ہڈی وغیرہ، اگر قصاص بغیر ظلم وزیادتی کے پورا پورا لینا ممکن نہ ہو تو قصاص ساقط ہو جائے گا، اور دیت دینی پڑے گی۔

اعضاء کے کٹنے یا زخمی ہونے کی صورت میں قصاص کے بجائے اگر دیت لی جائے تو بہتر ہے اور اس سے بہتر بغیر کچھ لئے معاف کر دینا ہے، پس جس نے معاف کر دیا اور صلح کر لی اس کو اللہ کی طرف سے اجر ملے گا، اور معافی اس شخص سے مانگی جائے، جو اس کا مالک ہو۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس جو بھی مقدمہ پیش کیا گیا جس میں قصاص تھا آپ نے اس میں معاف کر دینے کا حکم دیا۔(ابو داؤد:٤٤٩٧، ابن ماجہ:٢٦٩٢)

اگر زخم سرایت کر جائے تو قصاص ہے یا دیت (جان جانے میں بھی اور عضو کے کٹنے اور زخمی ہونے میں بھی) مثلاً اگر کوئی انگلی کاٹ لی ہے لیکن وہ زخم ہاتھ تک سرایت کر گیا تو ہاتھ کا قصاص لیا جائے گا اور اگر زخم سرایت ہونے کی وجہ سے جان چلی گئی ہے تو قصاص واجب ہے۔ حد جاری کرنے میں اگر کسی کی موت ہوگئی جیسے کوڑا لگانے میں یا ہاتھ کاٹنے کی وجہ سے یا اعضاء کا قصاص لینے میں کسی کی موت ہوگئی تو اس کی دیت بیت المال سے ادا کی جائے گی۔

کسی عضو کے کٹنے یا زخمی ہونے کا قصاص یا دیت اس وقت تک نہ لیا جائے جب تک کہ وہ عضو صحیح نہ ہو جائے کیونکہ اس بات کا احتمال رہتا ہے کہ وہ زخم بدن کے دوسرے حصہ میں سرایت کر جائے۔ (پھر اس کے مطابق قصاص یا دیت ہے)

جس نے کسی کو اپنے ہاتھ سے یا لاٹھی سے یا کوڑے سے مارا یا طمانچہ مارا تو اس سے بدلہ لیا جائے گا اور اس کو اسی طرح اور اسی جگہ مارا جائے گا جس طرح اور جس جگہ اس نے مارا ہے، اور اسی آلہ یا اس کے مثل سے مارا جائے گا جس سے اس نے مارا ہے، الّا یہ کہ مظلوم معاف کر دے۔

اگر کوئی شخص کسی کے گھر میں بغیر اجازت جھانکے اور گھر والے اس کی آنکھ پھوڑ دیں تو کوئی دیت یا قصاص نہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ابو القاسم ﷺ نے فرمایا: کہ اگر کوئی شخص تمہارے گھر

میں بغیر اجازت جھانکے اور تم اس کو ایک کنکری پھینک کر مارو اور اس کی آنکھ پھوٹ جائے تو تم سے کوئی مؤاخذہ نہ ہوگا۔ (نہ گناہ نہ دنیا کی سزا) (بخاری:٦٠٠٢، مسلم:٢١٥٨)

ضرورت کے وقت ایک آدمی کا خون دوسرے آدمی کے جسم میں منتقل کرنا جائز ہے، جب اس کا کوئی مباح بدل نہ ہو، اور ماہر طبیب اس کا مشورہ دے اور غالب گمان یہ ہو کہ اس سے مریض کو غذا ملے گی اور مریض ہلاک ہونے سے بچ جائے گا، اور خون دینے والا اپنا خون دینے پر راضی ہو اور اس کو کچھ نقصان نہ پہنچے۔

بلڈ بینک (Blood Bank) میں خون جمع کرنا جائز ہے تا کہ اضطراری حالت میں جیسے ایکسیڈینٹ ہونے کی صورت میں یا حالت ولادت وغیرہ میں اس کی حصول یابی آسان ہو۔

۴۔نفس کی دیت

مسلمان کی دیت سو اونٹ اور اگر اونٹ مہنگے ہو جائیں تو اس کا بدل لے:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ خطبہ دینے کے لئے کھڑے ہوئے انہوں نے کہا............اونٹ مہنگے ہو گئے ہیں پھر انہوں نے سونے والوں پر ایک ہزار دینار، چاندی والوں پر بارہ ہزار (درہم) اور گائے پالنے والوں پر دو سو گائیں اور بکری پالنے والوں پر دو ہزار بکریاں اور کپڑا بیچنے والوں پر دو سو کپڑے کے جوڑے فرض کر دیئے اور ذمیوں کی دیت انہوں نے اسی حالت میں چھوڑ دی، اور اسے اوپر نہیں اٹھایا۔(ابو داؤد:٤٥٤٢، بیہقی:١٦١٧)

دیت میں اصل اونٹ ہے اور دوسری اجناس اس کا بدل ہیں۔

ایک ہزار دینار ۴۲۵۰ر گرام سونے کے برابر ہے۔

مسلمان عورت کی دیت مرد کی دیت کی نصف ہے۔

دیت ہر اس شخص پر واجب ہے جس نے کسی انسان کو ہلاک کر دیا چاہے ہلاک ہونے والا مسلمان ہو یا ذمی امن طلب کرنے والا ہو یا معاہد، پس اگر اس نے قصداً حملہ کیا ہے تو حملہ کرنے

والے کے مال سے فوراً دیت لی جائے گی، اور اگر شبہ عمد ہے یا غلطی سے قتل ہوا ہے تو اس کے عاقلہ پر دیت واجب ہوگئی اور اس کی ادائیگی میں مہلت دی جائے گی۔

اہل کتاب کی دیت:

مرد اہل کتاب کی دیت مسلمان مرد کی دیت کے نصف ہے اور عورت کی دیت مسلمان عورت کی دیت کے نصف ہے چاہے نفس کی دیت ہو یا اعضاء کی دیت ہو چاہے قتل عمد ہو یا قتل خطاء ہو۔

مشرک، بت پرست اور مجوسی کی دیت مسلمان کی دیت کا دس کا دو تہائی ہے اور ان کی عورتوں کی دیت اس کے نصف ہے۔

ماں پر حملہ کرنے کی وجہ سے اگر پیٹ میں بچہ مر کر گر جائے تو اس کی دیت ایک غلام یا لونڈی ہے، اس کی قیمت پانچ اونٹ ہے، یعنی اس کی ماں کی دیت کا دسواں حصہ اور غلام کی دیت اس کی قیمت ہے، چاہے کم ہو یا زیادہ۔

اگر کوئی گاڑی الٹ جائے یا ٹکرا جائے اور یہ حادثہ ڈرائیور کی غلطی سے ہوا ہے تو وہ اس کا ضامن ہوگا پس اگر کوئی مر گیا تو ڈرائیور پر دیت اور کفارہ ہے اور اگر یہ حادثہ ڈرائیور کی غلطی سے نہیں ہوا ہے مثلاً گاڑی کا ٹائر اچھا تھا پھر اچانک پھٹ گیا تو اس پر کوئی دیت و کفارہ نہیں۔

بیت المال مندرجہ ذیل صورتوں میں قرض اور دیت برداشت کرے گا:

اگر کوئی مسلمان مرجائے اور اس پر قرض ہو اور اس نے کوئی مال نہ چھوڑا ہو جس سے قرض ادا کیا جا سکے تو حاکم اس کا قرض بیت المال سے ادا کردے۔

اگر کوئی شخص قتل خطاء یا قتل شبہ عمد کا مرتکب ہے اور اس کے پاس کوئی ایسا عاقلہ (باپ کی طرف سے مرد کے رشتے دار) نہیں جو خوشحال ہو تو دیت قتل کرنے والے سے لی جائے لیکن اگر وہ تنگ دست ہو تو بیت المال سے لی جائے۔

ہر مقتول جس کے قاتل کا پتہ نہ چلے جیسے کوئی بھیڑ یا طواف میں مر جائے، اس کی دیت بیت المال سے لی جائے گی۔

اگر قاضی نے قسامت کا فیصلہ کیا (یعنی جماعت سے قسم کھانے کے لیے کہا) اور ورثاء قسم کھانے سے باز رہے اور مدّعی علیہ کی قسم پر بھی راضی نہیں ہیں تو امام مقتول کا فدیہ بیت المال سے ادا کرے گا۔

اگر سلطان اپنی رعایا کو ادب سکھا دے یا آدمی اپنے بیٹے کو ادب سکھائے یا معلم اپنے بچے کو ادب سکھائے خود غلطی نہ کرے اور رعایا نقصان کرے یا بیٹا نقصان کرے تو بادشاہ یا باپ ضامن نہیں ہوگا۔

جب کسی نے کسی مکلّف شخص کو کنواں کھودنے کے لئے یا درخت پر چڑھنے کے لئے اجرت پر رکھا اور اس کام کو انجام دینے کے وقت اس کی موت ہوگئی تو اجرت پر رکھنے والا ذامہ دار نہیں ہوگا۔

ذمی کا قتل کرنا حرام ہے چاہے وہ امن طلب کرنے والا ہو یا معاہد ہو۔

اور جس نے اس کو قتل کیا اس نے بہت بڑا گناہ کیا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ جس نے کسی معاہد (ذمی کافر) کو قتل کیا تو وہ جنت کی خوشبو نہ پائے گا۔ جب کہ اس کی خوشبو چالیس برس کی مسافت سے محسوس کی جاتی ہے۔(بخاری: ۳۱۶۶)

عمداً قتل کرنے والے کی توبہ قبول ہوگی یا نہیں:

عمداً قتل کرنے والا اگر توبہ کرے تو قصاص کی سزا سے اسے چھٹکارا نہیں ملے گا، اس لئے کہ وہ مخلوق کا حق ہے، قتل عمد سے تین حقوق جڑے ہوئے ہیں ایک اللہ کا حق، دوسرا مقتول کا حق اور تیسرا مقتول کے اولیاء کا حق پس اگر مقتول اپنے آپ کو اولیاء کے حوالے کردے اور اپنے کام پر پچھتائے اور اللہ سے ڈر کر سچے دل سے توبہ کرے تو توبہ سے اللہ کا حق ساقط ہو جائے گا، اور اپنا حق لے لینے سے یا صلح کر لینے سے یا معاف کر دینے سے مقتول کے اولیاء کے حقوق ساقط ہو جائیں گے لیکن مقتول کا حق باقی رہے گا، اور وہ اسی وقت معاف ہوگا جب وہ خود معاف کردے لیکن اب چونکہ اس کا معاف کرنا دشوار ہے اس لئے وہ اللہ کی مشیت پر ہے، وہ اپنے فضل و کرم سے اس کی تلافی و ازالہ کر سکتا ہے، اور ایسا کوئی راستہ نکال سکتا ہے جس سے مقتول کو بھی بدلہ مل جائے اور قاتل کی بھی معافی ہو جائے۔ ورحمته وسعت كل شيء.

۵-نفس کے علاوہ میں دیت

دیت: دیت وہ مال ہے جو اس شخص کو دیا جائے جس پر حملہ ہوا ہے یا اس کے ولی کو دیا جائے، اگر عمداً حملہ کیا ہے تو اس میں قصاص ہے اور اگر عمداً حملہ نہیں کیا ہے تو اس میں قصاص نہیں بلکہ دیت واجب ہے۔

اعضاء کو کاٹنے یا توڑنے پھوڑنے اور زخمی کرنے کی صورت میں دیت کی تین قسمیں ہیں:

۱-اعضاء کی دیت اس کے منافع کے اعتبار سے اس طرح ہے۔

جو عضو انسان کے جسم میں صرف ایک ہے اس میں نفس کی دیت ہے:

مثلاً ناک، زبان، ذکر، داڑھی وغیرہ اور اسی کے مثل سننے، دیکھنے، بات کرنے کی قوت کا چلا جانا، عقل کا زائل ہو جانا اور ریڑھ کی ہڈی کا ٹوٹ جانا وغیرہ بھی ہے۔

۲- جو عضو انسان کے جسم میں دو ہوں مثلاً آنکھ، کان، ہونٹ، بیضہ، ہاتھ، پیر وغیرہ اگر ان میں سے ایک تلف ہو جائے تو نصف دیت ہے اور اگر دونوں تلف ہو جائیں تو پوری دیت ہے اور اگر ان میں سے ایک کی منفعت زائل ہو جائے تو اس میں نصف دیت ہے اور اگر دونوں کی منفعت چلی جائے تو اس میں پوری دیت ہے، اگر کانے شخص کی صحیح آنکھ پھوڑ دی گئی ہو تو پوری دیت ہے۔

۳- جو چیزیں انسان کے جسم میں چار ہوں: دونوں آنکھ کی چاروں پلکیں اس میں ہر ایک میں چوتھائی ہے، اور سب میں پوری دیت ہے۔

۴- جو چیز انسان کے جسم میں دس ہو: جیسے ہاتھوں اور دونوں پیروں کی انگلیاں اس میں ہر ایک میں دسواں حصہ ہے اور سب میں پوری دیت ہے اور ہر انگلی کے پور میں انگلی کی دیت کا تہائی حصہ دیت ہے اور انگوٹھے کے پور میں اس کی دیت کا نصف ہے، اگر ایک انگلی کی منفعت زائل ہو جائے تو اس میں دسواں حصہ ہے اور اگر ساری انگلیوں کی منفعت زائل ہو جائے تو اس میں پوری دیت ہے۔

۵-دانت میں پانچ اونٹ دیت ہے

چاروں بالوں میں سے ہر ایک میں، اگر وہ زائل ہو جائے پوری دیت ہے اور وہ سر کا بال داڑھی کا بال، دونوں ابرو کا بال، بلکوں کا بال ہے، اگر ایک ابرو کا بال زائل ہو جائے تو نصف دیت ہے، اور اگر ایک پلک کا بال زائل ہو جائے تو چوتھائی ہے، اگر مفلوج ہاتھ یا وہ آنکھ جس میں بینائی نہ ہو یا کالا (خراب) دانت تلف ہو جائے تو اس کی دیت کا تہائی حصہ ہے۔

۲-دوسری قسم:

سر اور دوسرے اعضاء کو زخمی کرنے کی دیت:

سر اور چہرہ کے زخم کو شجّہ کہتے ہیں شجاج دس ہیں ان میں پانچ ایسے ہیں جن میں حکومہ ہے اور پانچ ایسے ہیں جن کی دیت شرعاً مقدر ہے۔

وہ پانچ زخم جن میں حکومہ ہے یہ ہیں:

۱-**حارصہ:** اگر صرف چمڑا کھرچ جائے اور پھٹ جائے اور خون نہ نکلے تو حارصہ ہے۔

۲-**بازلہ:** اگر تھوڑا خون بہے تو بازلہ ہے۔

۳-**باضعہ:** اگر گوشت پھٹ جائے تو باضعہ ہے۔

۴-**متلاحمہ:** اگر زخم گوشت میں پہنچ جائے تو متلاحمہ ہے۔

۵-**سمحاق:** اگر گوشت اور ہڈی کے درمیان ایک پتلی جھلی باقی رہ جائے تو سمحاق ہے ان پانچوں زخموں میں کوئی دیت شرعاً مقرر نہیں کی گئی ہے، اور اس میں حکومہ ہے، حکومہ کا مطلب یہ ہے کہ جس پر حملہ کیا گیا ہے اس کو ایسا غلام سمجھ کر قیمت لگائی جائے جس پر حملہ نہ ہوا ہو، پھر دوبارہ اس کی قیمت اس کو ایسا غلام سمجھ کر لگائی جائے جس پر حملہ ہوا ہے اور اچھا ہو گیا ہے پھر حملہ ہونے کی صورت میں اس کی قیمت جو کم ہو گئی ہے اسی کے مثل اس کی دیت ہو گی اور حاکم اس کا اندازہ لگانے میں اجتہاد کرے۔

وہ پانچ زخم جن میں شرعاً دیت مقرر ہے یہ ہیں:

۶-موضحہ: جو زخم ہڈی تک پہنچ جائے اور ہڈی کو ظاہر کر دے وہ موضحہ ہے اور اس کی دیت شرعاً پانچ اونٹ مقرر کی گئی ہے۔

۷-ہاشمہ: جو زخم ہڈی کو ظاہر کر دے اور اسے توڑ دے وہ ہاشمہ ہے اس کی دیت دس اونٹ ہے۔

۸-منقلہ: وہ زخم جو ہڈی کو ظاہر کر دے اور اسے توڑ دے اور ایک جگہ سے دوسری جگہ کر دے وہ منقلہ ہے اس میں پندرہ اونٹ دیتے ہے۔

۹-مامومہ: جو زخم دماغ کی کھال تک پہنچ جائے وہ مامومہ ہے اس میں تہائی دیت ہے۔

۱۰-دامغہ: جو زخم دماغ کی کھال کو پھاڑ ڈالے اس کو دامغہ کہتے ہیں اس میں تہائی دیت ہے۔

اگر سارے بدن میں زخم ہو اور اندر تک پہنچ جائے تو اس میں تہائی دیت ہے اور اگر اندر تک نہ پہنچے تو اس میں حکومہ ہے۔

جائفہ: جائفہ وہ زخم ہے جو پیٹ یا پیٹھ یا سینہ یا حلق وغیرہ کے اندر تک پہنچ جائے اس میں تہائی دیت ہے۔

۳-تیسری قسم

ہڈیوں کی دیت:

اگر پسلی کی ہڈی توڑ دی جائے پھر اس کو ٹھیک کر دیا جائے تو اس میں ایک اونٹ ہے، اگر ہنسلی کی ہڈی توڑ دی جائے پھر اس کو ٹھیک کر دیا جائے تو اس میں ایک اونٹ ہے اور اگر ہنسلی کی دونوں ہڈیاں توڑ دی جائیں تو اس میں دو اونٹ دیت ہے۔

اگر ہاتھ یا بازو یا ران یا پنڈلی توڑ دی جائے اور ٹھیک کر دی جائے تو اس میں دو اونٹ دیت ہے، اور اگر یہ ہڈیاں ٹھیک نہیں کی جا سکیں تو اس میں حکومہ ہے، اور اگر ریڑھ کی ہڈی توڑ دی گئی اور اسے درست نہیں کیا جا سکا تو اس میں دیت ہے، بقیۃ ہڈیوں کے بارے میں شرعاً کوئی دیت مقرر نہیں کی گئی ہے لہٰذا اس میں حکومہ ہے۔

اوپر جو احکام بیان کئے جا چکے ہیں اس سلسلے میں ابوبکر بن محمد بن عمرو بن حزم نے اپنے باپ سے اور انہوں نے ان کے دادا سے اور انہوں نے نبی کریم ﷺ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ آپ ﷺ نے اہل یمن کے پاس ایک نوشتہ لکھا تھا جس میں فرائض وسنن اور دیت کے احکام تھے، اس میں ہے کہ اگر جان چلی جائے تو سو اونٹ دیت ہے اور اگر ناک کاٹ لی جائے تو اس میں (نفس کی) اور زبان میں وہی دیت ہے اور دونوں ہونٹوں میں وہی دیت ہے اور دونوں بیضوں میں وہی دیت ہے اور ذکر میں وہی دیت ہے اور ریڑھ کی ہڈی میں وہی دیت ہے، اور دونوں آنکھوں میں وہی دیت ہے اور ایک پیر میں نصف دیت ہے، اور اگر زخم دماغ کی کھال تک پہنچ جائے تو تہائی دیت ہے اور اگر زخم اندر تک پہنچ جائے تو اس میں تہائی دیت ہے اور اگر زخم ہڈی کو ظاہر کر دے اور اس کو توڑ دے اور اس کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کر دے تو اس میں پندرہ اونٹ دیت ہے اور ہاتھ اور پیر کی انگلیوں میں سے ہر انگلی میں دس اونٹ دیت ہے اور دانت میں پانچ اونٹ دیت ہے اور جو زخم ہڈی تک پہنچ جائے اور ہڈی کو ظاہر کر دے اس میں پانچ اونٹ دیت ہے اور مرد کو عورت کے بدلے قتل کیا جائے گا، اور سونا دینے والوں پر ایک ہزار دینار دیت ہے۔

(نسائی/۴۸۵۳، دارمی/۲۴۷۷)

اگر عورت غلطی سے قتل کر دی جائے تو اس کی دیت مرد کی دیت کے نصف ہے، اسی طرح اگر اس کے اعضاء کاٹ لئے جائیں یا زخمی کر دیئے جائیں تو مرد کی دیت کے نصف ہے۔

شریح کہتے ہیں کہ میرے پاس عروۃ بارقی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس سے یہ خبر لے کر آئے کہ مردوں اور عورتوں کے زخم دانت میں اور اس زخم میں جو ہڈی کو ظاہر کر دے برابر ہیں اور جو اس سے اوپر ہو تو عورت کی دیت مرد کی دیت کے نصف ہے (ابن ابی شیبۃ فی المصنف رقم/۲۷۴۸۷، ملاحظہ ہو اروا ء الغلیل/۲۲۵۰)

—·oOo·—

۲-کتاب الحدود

اس میں مندرجہ ذیل چیزوں کا بیان ہے:

۱-زنا کی حد۔

۲-تہمت لگانے کی حد۔

۳-شراب کی حد۔

۴-چوری کی حد۔

۵-ڈاکو پر حد۔

۶-باغیوں پر حد۔

اس کے علاوہ اس میں تادیباً سزا دینے، ارتداد، ایمان اور نذر کا بیان بھی ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿تلک حدود الله فلا تقربوها كذلك يبين الله آياته للناس لعلهم يتقون﴾

(بقرہ:۱۸۷)

''یہ اللہ تعالیٰ کی حدود ہیں، تم ان کے قریب بھی نہ جاؤ اسی طرح اللہ تعالیٰ اپنی آیتیں لوگوں کے لئے بیان فرماتا ہے تا کہ وہ بچیں''۔

کتاب الحدود

حد: حد سے مراد وہ سزا ہے جو کسی معصیت میں اللہ کے حق کے لئے مقرر کی گئی ہے۔

حدود کی اقسام:

اسلام میں چھ حدود ہیں: زنا کی حد، تہمت لگانے کی حد، شراب پینے کی حد، چوری کی حد، ڈاکہ زنی کی حد، باغیوں کی حد، ان میں سے ہر جرم کے لئے شرعاً سزا مقرر ہے۔

حدود کے مشروع ہونے میں حکمتیں:

اللہ نے اپنی عبادت واطاعت کا حکم دیا ہے اس کے کچھ اوامر ونواہی ہیں، اوامر کے بجالانے پر انعام ہے جو کہ جنت کی شکل میں ہے اور نواہی سے نہ بچنے کی صورت میں سزا ہے، جو کہ جہنم کی شکل میں ہے، اگر آدمی کوئی غلطی کرے تو اس کے لئے اللہ تعالیٰ نے توبہ کا دروازہ کھول رکھا ہے، لیکن وہ توبہ نہ کرے اور گناہوں پر اصرار کرے، لوگوں کی جان ومال اور عزت وآبرو پر حملہ کرے تو ایسی صورت میں مصالح عامہ کی حفاظت کے لئے اللہ تعالیٰ نے کچھ حدود مقرر کئے ہیں ان حدود کا قائم کرنا ضروری ہے تاکہ معاشرے میں امن وامان قائم ہو، یہ سارے حدود اللہ کی طرف سے ہمارے لئے رحمت وانعام ہیں۔

زندگی کی بقاء کے لئے انسان کی پانچ چیزوں کی حفاظت ضروری ہے، اور وہ یہ ہیں جان، مال، عزت، عقل اور دین، حدود قائم کرنے سے ان پانچوں چیزوں کی حفاظت ہوتی ہے چنانچہ قصاص سے جان کی حفاظت ہوتی ہے، چوری کی حد قائم کرنے میں مال کی حفاظت ہوتی ہے، زنا کی حد قائم کرنے سے عزت وآبرو کی حفاظت ہوتی ہے، نشہ آور چیزوں کے استعمال پر حد قائم کرنے سے عقل کی حفاظت ہوتی ہے۔

اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ محاربہ کرنے والے کفار اور مرتد کے خلاف حد قائم کرنے سے جان ومال اور عزت تینوں چیزوں کی حفاظت ہوتی ہے اور سارے حدود قائم کرنے سے مکمل دین کی حفاظت ہوتی ہے۔

حدود قائم کرنے سے لوگوں کو برائی سے روکا جاتا ہے، اور جن پر حد قائم کی جاتی ہے، ان کی اصلاح کی جاتی ہے، انہیں گناہوں سے پاک کیا جاتا ہے، ان کی عبرتناک سزا دیکھ کر دوسرے لوگ اس جرم کا ارتکاب کرنے سے رک جاتے ہیں۔

اللہ کی حدود:

اللہ کے حدود اس کے وہ محارم ہیں جن کے ارتکاب وانتہاک سے اس نے منع کیا ہے، مثلاً زنا، چوری وغیرہ اور اس کے حدود وہ چیزیں بھی ہیں جنہیں اس نے محدود ومقرر کردیا ہے، مثلاً میراث جو حدود اللہ نے مقرر کردیئے ہیں اس میں کمی زیادتی نہیں ہوسکتی۔

قصاص اور حدود کے درمیان فرق:

قصاص کے جرائم:

قصاص کا حق مقتول کے اولیاء اور خود اس شخص کا ہے جس پر حملہ کیا گیا ہے، اگر وہ زندہ ہو، وہ چاہے حملہ کرنے والے سے قصاص لیں یا معاف کردیں، اور حاکم ان کے طلب کو نافذ کرے۔

اور حدود کو نافذ کرنے کی ذمہ داری حاکم پر ہے اگر معاملہ حاکم تک پہنچ جائے تو پھر حد کا ساقط کرنا اس کے لئے جائز نہیں اسی طرح قصاص میں دیت لے کر یا بغیر دیت معاف کردینا ممکن ہے، لیکن حدود کو معاف کردینا ممکن نہیں اور نہ اس میں کسی قسم کی شفارس قبول کی جائے گی، چاہے عوض لے کر کی جائے یا بلا عوض۔

حد کس پر قائم کی جائے:

حد بالغ، عاقل، عمداً کرنے والے، یاد رکھنے والے، حرمت کو جاننے والے، احکام اسلام کو لازم پکڑنے والے پر قائم کی جائے، چاہے مسلمان ہو یا ذمی۔

۱- حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تین قسم کے لوگوں سے قلم اٹھالیا گیا ہے، ایک سونے والے سے جب تک کہ وہ بیدار نہ ہوجائے، دوسرے بچے سے جب تک کہ وہ بالغ نہ ہوجائے، تیسرے پاگل سے جب تک کہ اس کی عقل درست نہ ہو جائے۔ (احمد/ ۹٤۰ ملاحظہ ہو ارواء ا رقم/ ۲۹۷، ابوداؤد/ ٤٤۰۳)

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے میری امت سے خطاء اور نسیان اور جن پر ان کو مجبور کیا جائے معاف کر دیا ہے۔ (ابن ماجہ/۲۰۴۳)

حدیث میں ہے کہ جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی: ﴿رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا إِن نَّسِينَا أَوْ أَخْطَأْنَا﴾ (بقرہ:۲۸۶) ''اے ہمارے رب! اگر ہم بھول گئے ہوں یا خطاء کی ہو تو ہمیں نہ پکڑنا''۔

تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا'' **قد فعلت**'' میں نے ایسا کیا۔ (مسلم/۱۲۶)

کسی مصلحت کی وجہ سے حد کو مؤخر کرنا جائز ہے، خواہ وہ مصلحت اسلام کے لئے ہو مثلاً جنگ ہو رہی ہو یا خود اس شخص کے لئے ہو جس پر حد جاری کیا جانی ہے، مثلاً گرمی یا سردی یا مرض کی وجہ سے مؤخر کیا جائے یا اس شخص کی مصلحت میں ہو جو اس سے وابستہ ہے مثلاً حمل یا دودھ والا بچہ ہے تو اس کی ماں پر حد قائم کرنے میں تاخیر کرنا جائز ہے۔

مسلمانوں کا حاکم یا اس کا نائب حد جاری کرے اور مسلمانوں کی ایک جماعت کی موجودگی میں حد جاری کی جائے اور مسجدوں میں حد نہ جاری کی جائے۔

مکہ میں حدود و قصاص قائم کرنا درست ہے، حرم کسی مجرم کو پناہ نہیں دیتا ہے، پس جس پر کوئی حد واجب ہو جائے چاہے کوڑے لگانا ہو یا قید کرنا ہو یا قتل کرنا ہو، اس پر حرم میں حد قائم کی جائے گی۔

ایسے کوڑے سے مارا جائے جو نہ نیا ہو نہ پرانا اور جس کو مارا جائے اس کا کپڑا نہ اتارا جائے اور جسم کے مختلف حصے پر مارا جائے۔

چہرہ، سر، شرم گاہ، اور ایسے اعضاء پر نہ مارا جائے جس پر ضرب پہنچنے سے آدمی نہ بچے اور عورت کے جسم پر اس کا کپڑا باندھ دیا جائے۔

زانی کو رجم کرنے کے لئے خواہ وہ مرد ہو یا عورت گڑھا نہ کھودا جائے البتہ عورت پر اس کے کپڑے باندھ دیئے جائیں تا کہ اس کا بدن نہ ظاہر ہو۔

جو عورت زنا سے حاملہ ہو جائے یا اس کا اعتراف کرے تو سب سے پہلے امام پتھر مارے پھر دوسرے لوگ ماریں اور اگر چار آدمیوں کے گواہی دینے سے زنا کی حد ثابت ہو تو سب سے پہلے

اسے گواہ ماریں پھر امام مارے پھر دوسرے لوگ ماریں۔

اگر اللہ تعالیٰ کے کئی حدود ایک ہی جنس کی برائی کرنے سے جمع ہو جائیں مثلاً کئی مرتبہ زنا کیا ہو، یا کئی مرتبہ چوری کی ہو تو ایک ہی مرتبہ حد جاری کی جائے گی۔ اور اگر کئی جنس کی برائی کرنے سے حدود جمع ہو جائیں جیسے کوئی غیر شادی شدہ زنا کرے اور چوری کرے اور شراب پی لے تو سب سے پہلے جس پر سب سے ہلکی سزا ہو وہ دی جائے لہٰذا پہلے شراب پینے کی وجہ سے کوڑے مارے جائیں پھر زنا کی وجہ سے کوڑے مارے جائیں پھر اس کا ہاتھ کاٹا جائے۔

سب سے سخت کوڑا مارنے کی سزا زنا میں ہے پھر تہمت لگانے میں ہے پھر شراب میں ہے پھر تعزیر میں ہے۔

جو شخص امام کے پاس اپنے اوپر حد واجب ہونے کا اعتراف کرے لیکن اسے بیان نہ کیا ہو تو سنت یہ ہے کہ اس کو چھپایا جائے اور اس کے بارے میں نہ پوچھا جائے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نبی ﷺ کے پاس تھا اتنے میں ایک آدمی آپ کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ میں نے ایک گناہ کیا ہے جس پر حد ہے لہٰذا آپ میرے اوپر حد قائم کیجئے، آپ نے اس سے کچھ نہیں پوچھا (کہ کونسا گناہ کیا ہے) اتنے میں نماز کا وقت ہو گیا، اس نے نبی ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی، جب آپ نماز پڑھ چکے تو پھر وہ شخص کھڑا ہوا اور کہنے لگا اے اللہ کے رسول ﷺ میں نے ایک گناہ کیا ہے جس پر حد ہے، لہٰذا آپ اللہ کی کتاب کے مطابق میرے اوپر حد قائم کیجئے، آپ نے فرمایا: کیا تم نے میرے ساتھ نماز نہیں پڑھی ہے، اس نے کہا جی ہاں پڑھی ہے آپ نے فرمایا پس اللہ تعالیٰ نے تیرے گناہ کو یا تیری سزا کو معاف کر دیا۔ (بخاری: ۶۸۲۳، مسلم: ۲۷۶۴)

اپنی پردہ پوشی اور دوسروں کی پردہ پوشی کرنے کی فضیلت:

اگر آدمی کوئی گناہ کر بیٹھے تو بہتر یہ ہے کہ اس کو خود چھپائے اور اللہ سے توبہ کرے اور جو اس کو جانے وہ بھی اس کی پردہ پوشی کرے جب تک کہ اس کا فجور ظاہر نہ ہو، تا کہ امت میں برائی نہ پھیلے۔

۱-حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ میری امت کا ہر آدمی معاف کر دیا جائے گا سوائے مجاہرین کے (یعنی وہ لوگ جو کھلم کھلا برائی کرتے ہیں) اور مجاہرہ میں سے یہ بھی ہے کہ آدمی رات میں کوئی برا عمل کرے پھر صبح اس حال میں کرے کہ اللہ نے اس کی برائی چھپالی ہے لیکن وہ خود ہی کسی سے کہے کہ اے فلاں! میں نے رات میں ایسا ایسا کیا ہے، حالانکہ اس نے اس حال میں رات گزاری تھی کہ اس کے رب نے اس کا عیب چھپا لیا تھا پھر جب اس نے صبح کی تو اللہ نے جو پردہ ڈالا تھا اس نے خود اسے ہٹا دیا۔

(بخاری/۶۰۶۹، مسلم/۲۹۹۰)

۲-حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے کسی مسلمان سے دنیا کی تکلیفوں میں سے کوئی تکلیف دور کی تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن کی تکلیفوں میں سے کوئی تکلیف اس سے دور کر دے گا، اور جس نے کسی تنگ دست پر نرمی برتی تو اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت میں اس پر نرمی برتے گا، اور جس نے کسی مسلمان کی پردہ پوشی کی تو اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت میں اس کی پردہ پوشی کرے گا، اور اللہ بندے کی مدد میں ہوتا ہے جب تک کہ بندہ اپنے بھائی کی مدد میں ہوتا ہے۔

جب معاملہ سلطان تک پہنچ جائے تو سفارش کرنا کیسا ہے:

جب معاملہ حاکم تک پہنچ جائے تو جرم کرنے والے پر حد قائم کرنا حاکم پر واجب ہے، چاہے وہ کوئی قریبی ہو یا دور کا آدمی ہو چاہے وہ سماج میں معزز مانا جاتا ہو یا پست وحقیر مانا جاتا ہو، اور کسی کے لئے یہ جائز نہیں کہ حاکم سے حد ساقط کرنے کی سفارش کرے اسی طرح حاکم خود بھی اسے معطل نہیں کر سکتا، حاکم کے لئے جائز نہیں کہ اس معاملہ میں کسی کی سفارش قبول کرے، اور نہ وہ حد ساقط کرنے کے لئے مجرم سے مال لے سکتا ہے، اور اگر حاکم نے زانی یا چور یا شراب پینے والے سے مال قبول کر لیا تاکہ اللہ کے حدود کو ساقط کر دے تو اس نے دو بڑا جرم کیا ایک اللہ کے حدود کو معطل کیا دوسرے اس نے رشوت کھائی یعنی واجب چھوڑ کر حرام کا ارتکاب کیا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہے کہ قریش کو مخزومی عورت کے بارے میں بڑی فکر لاحق ہوئی وہ کہنے لگے کہ اس سلسلے میں رسول اللہ ﷺ سے کون بات کرے گا (تاکہ آپ اس کا ہاتھ نہ کاٹیں) لوگوں نے کہا کہ بھلا اتنی جرأت اسامہ کے علاوہ کون کر سکتا ہے، وہ تو رسول اللہ ﷺ کے چہیتے ہیں، چنانچہ اسامہ نے نبی کریم ﷺ سے اس سلسلے میں بات کی، آپ نے (غصہ میں فرمایا کیا تم اللہ کے حدود میں سے کسی حد میں سفارش کر رہے ہو، پھر آپ نے کھڑے ہو کر خطبہ دیا اور فرمایا اے لوگو! تم سے پہلے اگلی امتیں یونہی تو گمراہ ہو گئیں وہ ایسا کرتے تھے کہ جب کوئی معزز آدمی چوری کرتا تو اس کو چھوڑ دیتے اور جب کوئی کمزور آدمی چوری کرتا تو اس پر اللہ کی حد قائم کرتے، اللہ کی قسم اگر فاطمہ بنت محمد (ﷺ) نے بھی چوری کی ہوتی تو محمد (ﷺ) اس کا ہاتھ کاٹ لیتا۔ (بخاری/۵۷۸۸، مسلم/۱۶۸۸)

مقتول پر نماز پڑھنے کا حکم:

جسے حد یا قصاص میں مارا جائے اگر وہ مسلمان ہے تو اس کو نہلایا جائے اس کے جنازہ کی نماز پڑھی جائے اور اسے مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کیا جائے اور اگر مقتول مرتد اور کافر ہے تو اسے نہ نہلایا جائے نہ اس پر نماز پڑھی جائے اور نہ اسے مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کیا جائے، بلکہ ایک گڈھا کھود کر اس کا جسم اس میں چھپا دیا جائے۔

جرائم کا انسداد حدود قائم کرنے سے ہی ممکن ہے، مالی تاوان لینا یا جیل میں ڈالنا یا کوئی دوسری سزا دینا سراسر ظلم وضیاع ہے، اور اس سے برائیاں ختم نہیں ہوں گی بلکہ بڑھتی ہی جائیں گی۔

۱-زنا کی حد

زنا: اجنبی عورت کے ساتھ صحبت کرنا زنا ہے۔

زنا حرام ہے، یہ بہت بڑا گناہ ہے، شرک باللہ اور ناحق قتل کے بعد زنا سب سے بڑا جرم ہے، قبیح ہونے میں اس کے مختلف مراتب ہیں۔

اس عورت سے زنا کرنا جس کے پاس شوہر ہو، محرم سے زنا کرنا، پڑوسی کی بیوی سے زنا کرنا، زنا کی قبیح ترین صورتیں ہیں۔

زنا کے نقصانات:

زنا کے نقصانات بہت بڑے ہیں یہ نسب کی حفاظت، شرم گاہ کی حفاظت اور حرمات کی حفاظت کرنے میں نظام عالم کے منافی ہے، زنا میں ساری برائیاں جمع ہو جاتی ہیں، وہ معاصی کے دروازوں کو کھول دیتا ہے، اور نفسیاتی و قلبی مریض بنا دیتا ہے، فقر و مسکنت لاتا ہے، زانی لوگوں کی نگاہوں سے گر جاتا ہے، برائی اس کے چہرہ سے عیاں ہوتی ہے، اور وہ لوگوں سے دور بھاگتا پھرتا ہے۔

زنا کی سزا دنیا میں بھی بہت سخت ہے، اور آخرت میں بھی، دنیا میں شادی شدہ کے لئے زنا کی سزا رجم اور غیر شادی شدہ کے لئے سو کوڑے ہیں اور جلا وطنی بھی ہے، اور آخرت میں (اگر اس نے توبہ نہیں کی) جہنم ہے، زانی مرد اور زانیہ عورتیں جہنم میں ایک تنور میں ننگے اکھٹا کئے جائیں گے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَالَّذِينَ لَا يَدْعُونَ مَعَ اللَّهِ إِلَهاً آخَرَ وَلَا يَقْتُلُونَ النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُونَ وَمَن يَفْعَلْ ذَلِكَ يَلْقَ أَثَاماً يُضَاعَفْ لَهُ الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَيَخْلُدْ فِيهِ مُهَاناً إِلَّا مَن تَابَ وَآمَنَ وَعَمِلَ عَمَلاً صَالِحاً فَأُوْلَئِكَ يُبَدِّلُ اللَّهُ سَيِّئَاتِهِمْ حَسَنَاتٍ وَكَانَ اللَّهُ غَفُوراً رَّحِيماً﴾ (فرقان:٦٨-٧٠) ”اور وہ لوگ جو اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو نہیں پکارتے اور کسی ایسے شخص کو جسے قتل کرنا اللہ تعالیٰ نے منع کر دیا ہو وہ بجز حق کے قتل نہیں کرتے نہ وہ زنا کے مرتکب ہوتے ہیں اور جو کوئی یہ کام کرے وہ اپنے اوپر سخت وبال لائے گا، اسے قیامت کے دن دوہرا عذاب دیا جائے گا اور وہ ذلت و خواری کے ساتھ ہمیشہ اسی میں رہے گا، سوائے ان لوگوں کے جو توبہ کریں اور ایمان لائیں اور نیک کام کریں، ایسے لوگوں کے گناہوں کو اللہ تعالیٰ نیکیوں سے بدل دیتا ہے، اللہ بخشنے والا مہربانی کرنے والا ہے“۔

محصن: وہ ہے جس نے اپنی بیوی سے صحیح نکاح سے صحبت کی ہو اور وہ دونوں آزاد اور مکلّف ہوں۔

زنا سے بچنے کے راستے:

اسلام نے جنسی شہوت پوری کرنے اور نسل کی حفاظت کرنے کے لئے نکاح کو مشروع کیا ہے، اور ہر اس تصرف سے منع کیا ہے جو اس مشروع طریقے کے خلاف ہیں، مثلاً پردہ کرنے اور نگاہ نیچی رکھنے کا حکم دیا ہے، عورتوں کو اس بات سے منع کیا ہے کہ وہ پیر پٹخ کر، زینت ظاہر کرتے ہوئے مردوں کے ساتھ مل کر چلیں، یا اجنبی مرد کے ساتھ تنہائی میں ہوں یا بغیر محرم سفر کریں یا مردوں سے مصافحہ کریں وغیرہ۔

اعضاء و جوارح کا زنا:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ابن آدم پر زنا میں اس کا حصہ لکھ دیا گیا ہے جسے وہ ہر حال میں پا کر رہے گا، پس دونوں آنکھوں کا زنا (شہوت سے کسی غیر عورت کو) دیکھنا ہے، دونوں کانوں کا زنا سننا ہے، زبان کا زنا باتیں کرنا ہے، ہاتھ کا زنا پکڑنا ہے، پیر کا زنا چلنا ہے، آدمی کا دل (زنا کی) خواہش کرتا ہے، پھر شرم گاہ اس خواہش کی تصدیق کرتی ہے یا جھٹلا دیتی ہے۔ (بخاری/٦٢٤٣، مسلم/٢٦٥٧)

شادی شدہ زانی کی سزا:

اس کی سزا یہ ہے کہ اسے پتھر سے مارا جائے یہاں تک کہ وہ مر جائے چاہے مرد ہو یا عورت، مسلمان ہو یا ذمی۔

غیر شادی شدہ زانی کی سزا:

اس کو سو کوڑے مارے جائیں اور ایک سال کے لئے جلا وطن کر دیا جائے، چاہے مرد ہو یا عورت اور غلام کو پچاس کوڑے مارے جائیں اور اس کو جلا وطن نہ کیا جائے، چاہے مرد ہو یا عورت۔

اگر کوئی ایسی عورت حاملہ ہو جائے جس کے پاس شوہر نہ ہو نہ مالک تو اس پر حد جاری کی جائے اگر وہ شبہ کا دعویٰ نہ کرے، یا وہ مجبور نہ کی گئی ہو۔

زنا میں حد کے وجوب کے لئے تین شرطیں ہیں۔

۱-کسی زندہ عورت کے رحم میں پورا اصلی حشفہ غائب ہو جائے۔

۲-شبہہ سے صحبت نہ ہوئی ہو، لہٰذا اگر کسی نے اپنی بیوی سمجھ کر کسی سے صحبت کر لی ہے تو اس پر حد جاری نہیں کی جائے گی۔

۳-زنا ثابت ہو چکا ہو۔

۱-یا تو زانی نے خود اقرار کیا ہو پس اگر وہ عقلمند ہے تو ایک مرتبہ اس بات کا اعتراف کر لے کہ اس نے زنا کیا ہے، اور اگر کمزور عقل والا ہے تو چار مرتبہ اقرار کرے، اور دونوں صورتوں میں صراحتاً اسے جماع کی حقیقت کو ظاہر کرنا ہوگا، اور وہ اپنے قرار پر حد قائم ہونے تک باقی رہے۔

۲-یا گواہی سے زنا ثابت ہو جائے، اور کوئی شبہہ نہ ہو تو اس پر حد قائم کی جائے۔

اگر کسی شخص نے کسی عورت کو زنا کرنے پر مجبور کیا تو اس پر حد قائم کی جائے گی اور عورت پر حد قائم نہیں کی جائے گی کیونکہ وہ مجبور کی گئی ہے اور اس کو مہر دینا واجب ہے۔

اگر آزاد نے کسی لونڈی سے زنا کیا یا آزاد عورت نے کسی غلام سے زنا کیا تو ہر ایک کے لئے جو حد مقرر کی گئی ہے وہ نافذ کی جائے گی۔

مرجوم یعنی جس کو سنگسار کرنا ہے اس کے لئے گڑھا نہیں کھودا جائے گا خواہ مرد ہو یا عورت البتہ عورت کا کپڑا اس کے جسم پر باندھ دیا جائے گا تا کہ بے پردہ نہ ہو۔

اگر آدمی کسی حرام فعل کی حد نہ جانتا ہو تو یہ کوئی عذر نہیں لیکن اگر وہ فعل کسی کے بارے میں نہ جانتا ہو کہ حرام ہے یا حرام نہیں ہے تو یہ عذر ہے، اسی طرح جو شخص یہ جانتا ہے کہ زنا حرام ہے لیکن اس کو یہ نہ معلوم ہو کہ اس کی حد رجم ہے یا کوڑے تو اس پر حد قائم کی جائے گی، اور حد کے بارے میں اس کا نہ جاننا عذر نہیں بن سکتا۔

اگر کسی شادی شدہ مرد نے زنا کیا تو اس پر اس کی بیوی حرام نہیں ہوگی، اسی طرح اگر عورت نے زنا کرایا تو وہ اپنے شوہر پر حرام نہیں ہوگی، لیکن ان دونوں نے بہت بڑا گناہ کیا ہے اور ان دونوں پر توبہ و استغفار ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنَىٰ إِنَّهُ كَانَ فَاحِشَةً وَسَاءَ سَبِيلًا﴾ (اسراء: ۳۲) ''خبردار! زنا کے قریب بھی نہ پھٹکنا کیوں کہ وہ بڑی بے حیائی ہے اور بہت ہی بری راہ ہے''۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ اللہ کے نزدیک کون سا گناہ سب سے بڑا ہے، آپ نے فرمایا کہ تم اللہ کے ساتھ کسی کو شریک کرو حالانکہ اس نے تم کو پیدا کیا ہے، میں نے کہا کہ وہ تو بہت بڑا گناہ ہے، پھر کون سا گناہ بڑا ہے، آپ نے فرمایا کہ تم اپنے لڑکے کو اس خوف سے مار ڈالو کہ وہ تمہارے ساتھ کھائے گا، میں نے کہا پھر کونسا گناہ ہے؟ آپ نے فرمایا تم اپنے پڑوسی کی بیوی سے زنا کرو۔ (بخاری/ ۶۸۱۱، مسلم/۸۶)

محرم سے شادی کرنے پر سزا:

جس نے کسی محرم عورت سے شادی کی مثلاً بہن، بیٹی، باپ کی بیوی وغیرہ سے اور وہ یہ جانتا ہے کہ وہ عورت اس پر حرام ہے تو اس کا قتل واجب ہے۔

حضرت براء رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میری ملاقات میرے چچا سے ہوئی ان کے ساتھ ایک جھنڈا تھا، میں نے کہا آپ کہاں جا رہے ہیں، انہوں نے کہا کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے ایک آدمی کے پاس بھیجا ہے جس نے اپنے باپ کی بیوی سے شادی کر لی ہے اور مجھے یہ حکم دیا ہے کہ میں اس کی گردن مار دوں اور اس کا مال لے لوں۔ (ترمذی: ۱۳۶۲، نسائی: ۳۳۳۲)

قوم لوط کا عمل:

دبر میں بدفعلی لواطت ہے، اس میں آدمی عورتوں سے بے نیازی برتتا ہے، یہ بہت بڑا جرم ہے، جو فطرت کے خلاف ہے اس کی سزا زنا سے بھی زیادہ سخت ہے، یہ جنسی بے راہ روی ہے، اس سے بہت سے امراض پیدا ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ نے قوم لوط کو دھنسا دیا تھا اور ان پر پتھروں کی بارش کی تھی، قیامت کے دن وہ جہنم میں ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَلُوطاً إِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ أَتَأْتُونَ الْفَاحِشَةَ مَا سَبَقَكُم بِهَا مِنْ

أَحَدٍ مِّنَ الْعَالَمِينَ إِنَّكُمْ لَتَأْتُونَ الرِّجَالَ شَهْوَةً مِّن دُونِ النِّسَاء بَلْ أَنتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُونَ وَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهِ إِلَّا أَن قَالُواْ أَخْرِجُوهُم مِّن قَرْيَتِكُمْ إِنَّهُمْ أُنَاسٌ يَتَطَهَّرُونَ فَأَنجَيْنَاهُ وَأَهْلَهُ إِلَّا امْرَأَتَهُ كَانَتْ مِنَ الْغَابِرِينَ وَأَمْطَرْنَا عَلَيْهِم مَّطَراً فَانظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُجْرِمِينَ﴾ (اعراف: ۸۰/۸۴) ''اور ہم نے لوط (علیہ السلام) کو بھیجا جب کہ انہوں نے اپنی قوم سے فرمایا کہ تم ایسا فحش کام کرتے ہو جس کو تم سے پہلے کسی نے دنیا جہان والوں میں سے نہیں کیا؟ تم مردوں کے ساتھ شہوت رانی کرتے ہو عورتوں کو چھوڑ کر، بلکہ تم تو حد ہی سے گزر گئے ہو، اور ان کی قوم سے کوئی جواب نہ بن پڑا، بجز اس کے کہ آپس میں کہنے لگے کہ ان لوگوں کو اپنی بستی سے نکال دو، یہ لوگ بڑے پاک وصاف بنتے ہیں، سو ہم نے لوط (علیہ السلام) کو اور ان کے گھر والوں کو بچا لیا بجز ان کی بیوی کے کہ وہ ان ہی لوگوں میں رہی جو عذاب میں رہ گئے تھے اور ہم نے ان پر خاص طرح کا مینہ برسایا پس دیکھو تو سہی ان مجرموں کا انجام کیسا ہوا''۔

قوم لوط کے عمل کا حکم:

یہ حرام ہے، اس کی سزا یہ ہے کہ کرنے والے اور کرانے والے دونوں کو قتل کر دیا جائے چاہے وہ شادی شدہ ہوں یا غیر شادی شدہ، امام جس طرح چاہے قتل کرے، چاہے تلوار سے قتل کرے یا پتھر سے رجم کر دے، وغیرہ۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس کو تم قوم لوط کا عمل کرتے ہوئے پاؤ تو کرنے والے اور کرانے والے دونوں کو قتل کر دو۔ (ابو داؤد/۴۴۶۲، ترمذی/۱۴۵۶)

سحاق:

(Lesbianism) اس کا مطلب یہ ہے کہ عورت عورت سے ملاپ کرے، یہ حرام ہے اور اس میں تعزیر ہے، ہاتھ وغیرہ سے منی نکالنا حرام ہے، اور روزہ رکھنے سے شہوت پر قابو پایا جا سکتا ہے۔

۱- اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَالَّذِينَ هُمْ لِفُرُوجِهِمْ حَافِظُونَ إِلَّا عَلَى أَزْوَاجِهِمْ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ فَإِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُومِينَ فَمَنِ ابْتَغَى وَرَاء ذَلِكَ فَأُوْلَئِكَ هُمُ

الْعَادُونَ﴾ (مؤمنون: ۵-۷) ''جو اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرنے والے ہیں، بجز اپنی بیویوں اور ملکیت کی لونڈیوں کے یقیناً یہ ملامتیوں میں سے نہیں ہیں، جو اس کے سوا کچھ اور چاہیں وہی حد سے تجاوز کر جانے والے ہیں''۔

۲- حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے جوانو! تم میں سے جو شادی کی طاقت رکھے وہ شادی کر لے اس لئے کہ شادی سب سے زیادہ نگاہوں کو پست رکھنے والی اور شرمگاہ کی حفاظت کرنے والی ہے، اور جو شخص اس کی طاقت نہ رکھتا ہو وہ روزہ رکھے، اس لئے کہ وہ اس کی شہوت توڑ دے گا۔ (بخاری/۵۰۶۶، مسلم/۱۴۰۰)

جو کسی جانور کے ساتھ غلط کام کرے اس کے لئے تعزیر ہے، امام جس طرح چاہے اس کے لئے سزا مقرر کرے، اور جانور کو ذبح کر دیا جائے۔

۲- حد قذف (تہمت لگانے کی حد)

قذف: کا مطلب کسی کو زنا کی تہمت لگانا یا کسی کے نسب کی نفی کرنا ہے، اس میں حد واجب ہے۔

قذف کے مشروع ہونے میں حکمت:

اسلام نے عزت وآبرو کی حفاظت پر زور دیا ہے اور معصوم لوگوں کی عزت پر حملہ کرنے سے منع کیا ہے، لیکن بعض لوگ اپنے مقاصد کے حصول کے لئے مسلمان کی عزت پر بٹہ لگانے میں جھجک محسوس نہیں کرتے اور تہمت لگا کر اسے بدنام کرنے کی کوشش کرتے ہیں، ارادے چونکہ پوشیدہ امور میں سے ہیں اس لئے اسلام نے تہمت لگانے والے پر چار گواہ پیش کرنا ضروری قرار دیا ہے۔ اور اگر وہ گواہ پیش نہ کر سکے تو اسی ۸۰ کوڑے مارے جانے کا حکم دیا ہے۔

قذف کا حکم:

قذف حرام ہے، وہ گناہ کبیرہ میں سے ہے، قاذف کے لئے دنیا وآخرت میں سخت سزا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَالَّذِينَ يَرْمُونَ الْمُحْصَنَاتِ ثُمَّ لَمْ يَأْتُوا بِأَرْبَعَةِ شُهَدَاء

فَاجْلِدُوهُمْ ثَمَانِينَ جَلْدَةً وَلَا تَقْبَلُوا لَهُمْ شَهَادَةً أَبَداً وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ﴾(نور:٤) ''جولوگ پاکدامن عورتوں پرزنا کی تہمت لگائیں پھر چار گواہ پیش نہ کرسکیں تو انہیں اسی کوڑے لگاؤ اور کبھی بھی ان کی گواہی قبول نہ کرو، یہ فاسق لوگ ہیں''۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿إِنَّ الَّذِينَ يَرْمُونَ الْمُحْصَنَاتِ الْغَافِلَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ لُعِنُوا فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ﴾(نور:٢٣) ''جولوگ پاک دامن بھولی بھالی باایمان عورتوں پرتہمت لگاتے ہیں وہ دنیا وآخرت میں ملعون ہیں اوران کے لئے بڑا بھاری عذاب ہے''۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سات ہلاکت کی جگہوں سے بچو، لوگوں نے کہا اے اللہ کے رسول وہ کیا ہیں، آپ نے فرمایا: اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرانا، جادو، کسی نفس کو ناحق قتل کرنا جسے اللہ نے حرام قرار دیا ہے، سود کھانا، یتیم کا مال کھانا، لڑائی کے دن پیٹ پھیر کر بھاگنا، اور بھولی بھالی پاک دامن مؤمن عورتوں پر تہمت لگانا۔

(بخاری/٦٦٧٢، مسلم/٩٨)

قذف کے الفاظ:

یا تو صراحتاً کہے مثلاً کہے اے زانی، اے لوطی، یا کنایہ استعمال کرے مثلاً یہ کہے اے قحبہ، اے فاجرہ، وغیرہ۔

پس اگراس کا مقصد زنا کی تہمت لگانا ہے تو اس پرتہمت لگانے کی حد جاری کی جائے گی، اور اگراس کا مقصد زنا کی تہمت لگانا نہیں ہے تو اس پر حد جاری نہیں کی جائے گی، لیکن اسے سزا دی جائے گی۔

حدقذف کے وجوب کے لئے مندرجہ ذیل شرطیں ہیں۔

١- قاذف (تہمت لگانے والا) مکلّف ومختار ہواور مقذوف (جس پرتہمت لگائی گئی ہے) کا باپ نہ ہو۔

٢-مقذوف مکلّف آزاد پاک دامن مسلمان ہو۔

٣-مقذوف حد کا مطالبہ کرے۔

٤- زنا کی تہمت لگائے جو حد کو واجب کرنے والی ہے، لیکن اس کا تہمت لگانا صحیح ثابت نہ ہو، اگر تہمت لگانے والا خود اقرار کرلے یا اس کے خلاف دو عادل آدمی گواہی دیں کہ اس نے جھوٹی تہمت لگائی ہے تو حد قذف جاری کی جائے گی۔

اگر مقذوف زنا کا اقرار کرلے یا اس کے خلاف زنا کرنے کی دلیل ثابت ہوجائے یا اپنی بیوی سے لعان کرے تو حد حذف ساقط ہوجائے گی، اگر حد قذف ثابت ہوجائے تو قاذف کو کوڑے لگائے جائیں، اس کی گواہی قبول نہ کی جائے، جب تک کہ وہ توبہ نہ کرے اور اسے فاسق سمجھا جائے جب تک کہ وہ توبہ نہ کرے۔

اگر کسی نے زنا یا لواطت کے علاوہ کسی دوسری چیز کی تہمت لگائی تو اس نے حرام کا ارتکاب کیا لیکن اس پر حد قذف جاری نہیں کی جائے گی، لیکن حاکم اس کو جیسا مناسب سمجھے گا سزا دے گا۔

زنا کے علاوہ کسی دوسری چیز کی تہمت لگانے کی مثال:

مثلاً کسی پر کفر یا نفاق یا نشہ میں ہوجانے یا چوری کرنے یا خیانت کرنے کی تہمت لگائے، قاذف کی توبہ قبول ہوگی اگر وہ سچے دل سے استغفار کرے اپنے فعل پر نادم ہو اور اس بات کا عزم کرے کہ دوبارہ تہمت نہیں لگائے گا اور جس چیز کی تہمت اس نے کسی پر لگائی ہے اس میں اپنے آپ کو جھٹلائے۔

٣-شراب پینے کی حد

ہر چیز جو نشہ پیدا کردے شراب ہے، چاہے انگور سے بنائی گئی ہو یا کھجور سے یا جو وغیرہ سے۔ ہر شراب جس کا زیادہ پینا نشہ پیدا کرتا ہو اس کا تھوڑا پینا بھی حرام ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا کہ بتع یعنی شہد کا شراب پینا کیسا ہے، آپ نے فرمایا جس شراب سے نشہ پیدا ہو وہ حرام ہے۔ (بخاری/ ٥٥٨٦،

مسلم/ ۱۰۰۲)

شراب کے حرام کرنے میں حکمتیں:

شراب تمام برائیوں کی ماں ہے، اس کا لین دین قطعاً حرام ہے چاہے جس شکل میں ہو، اس کا پینا حرام ہے اس کا بیچنا حرام ہے، اس کا خریدنا حرام ہے، اس کا بنانا حرام ہے، شراب عقل کو ڈھانپ لیتی ہے جس کے بعد شرابی ایسی حرکت کرتا ہے جو جسم و روح، مال و اولاد، عزت و شرف، سماج اور معاشرہ کے لئے نقصان دہ ہوتی ہے، شراب میں لذت و نشہ ہے جس سے عقل زائل ہو جاتی ہے اس کے پینے کے بعد آدمی اچھے برے کی تمیز نہیں کر پاتا اور یہ نہیں جانتا کہ کیا بک رہا ہے۔

اسی وجہ سے اسلام نے اس کو حرام کیا ہے اور اس پر سخت سزا دینا مشروع کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُواْ إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالأَنصَابُ وَالأَزْلاَمُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ إِنَّمَا يُرِيدُ الشَّيْطَانُ أَن يُوقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاء فِي الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ وَيَصُدَّكُمْ عَن ذِكْرِ اللّهِ وَعَنِ الصَّلاَةِ فَهَلْ أَنتُم مُّنتَهُونَ﴾ (مائدہ: ۹۰ - ۹۱) ''اے ایمان والو! بات یہی ہے کہ شراب اور جوا اور تھان اور فال نکالنے کے تیر یہ سب گندی باتیں ہیں، شیطانی کام ہیں ان سے بالکل الگ رہو تا کہ تم فلاح یاب ہو، شیطان تو یوں چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے کے ذریعے سے تمہارے درمیان عداوت اور بغض پیدا کر دے اور اللہ تعالیٰ کی یاد سے اور نماز سے تم کو باز رکھے سو اب بھی باز آ جاؤ''۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب کوئی زنا کرتا ہے تو عین زنا کے وقت وہ مؤمن نہیں ہوتا، اسی طرح جب کوئی شراب پیتا ہے، تو عین شراب پیتے وقت وہ مؤمن نہیں ہوتا، اسی طرح جب چوری کرتا ہے تو عین چوری کرنے کے وقت وہ مؤمن نہیں ہوتا، اسی طرح کوئی لوٹنے والا جب بڑے پیمانے پر لوٹ مار کرتا ہے جس کی طرف لوگ نگاہ اٹھا کر دیکھتے ہیں تو وہ بھی لوٹتے وقت مؤمن نہیں ہوتا۔ (بخاری/ ۲۷۶۶، مسلم/ ۸۹)

شراب پینے کی حد دو چیزوں سے ثابت ہوتی ہے:

۱- شراب پینے والا خود ہی اس بات کا اعتراف کر لے کہ اس نے شراب پی ہے۔

۲- دو عادل آدمی اس بات کی گواہی دیں کہ اس نے شراب پی ہے۔

شراب پینے والے کی سزا:

۱- اگر کوئی مسلمان اپنی مرضی سے شراب پئے اور وہ یہ جانتا ہو کہ اس کا زیادہ پینا نشہ آور ہے، تو اس کو چالیس کوڑے لگائے جائیں اور امام اگر یہ دیکھے کہ لوگ کثرت سے شراب پینے لگے ہیں تو وہ اسی ۸۰/ کوڑے مار سکتا ہے، جس نے دنیا میں شراب پی اور توبہ نہیں کیا اسے جنت کی شراب نصیب نہیں ہوگی، اگر چہ وہ جنت میں داخل کر دیا جائے، شراب کا عادی شخص جنت میں نہیں جائے گا، جس نے شراب پی اور نشہ میں ہوا اس کی چالیس دن کی نماز قبول نہیں ہوگی اور اگر وہ مر گیا ہے اور توبہ نہیں کیا ہے تو جہنم میں جائے گا، اور اگر توبہ کر لی ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول کرلے گا، اور جو شخص بار بار شراب پئے گا اسے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اہل جہنم کا نچوڑ (پسینہ وگندگی وغیرہ) پلائے گا۔

جس نے پہلی بار شراب پی تو اس پر حد خمر ہے یعنی اسے کوڑے لگائے جائیں گے اور اگر دوسری بار شراب پی لی تو اسے کوڑے لگائے جائیں گے اور اگر تیسری بار شراب پی تو اسے کوڑے لگائے جائیں گے اور اگر چوتھی بار شراب پی ہے تو امام تعزیراً اسے قتل کر سکتا ہے، تا کہ لوگ اس سے محفوظ رہیں اور فساد کو دور کیا جا سکے۔

امام اگر مناسب سمجھے تو زجر و توبیخ کے طور پر شراب کے برتنوں کو توڑ سکتا ہے اور شرابیوں کے اڈوں کو جلا سکتا ہے۔

نشہ آور اشیاء کا حکم:

مخدرات (نشہ آور اشیاء) کا استعمال انتہائی مہلک بیماری ہے، اس کا کھانا اس کی اسمگلنگ، اس کی تجارت حرام ہے، امام کو اختیار ہے کہ وہ مصلحت کے مطابق ایسے شخص کو قتل کر دے یا کوڑے لگائے، یا قید کر دے یا اس پر جرمانہ لگائے، تا کہ شر و فساد کا خاتمہ ہو اور جان و مال اور عزت و

آبرو اور عقل کی حفاظت ہو۔

مخدرات کے خطرہ کو دیکھتے ہوئے بعض بڑے علماء نے مندرجہ ذیل فتویٰ دیا ہے:

۱-مخدرات کی اسمگلنگ کرنے والے کی سزا موت ہے کیونکہ اس کے نقصانات بہت بڑے ہیں۔

۲-مخدرات بیچنے والے، خریدنے والے، بنانے والے، امپورٹ کرنے والے، ہدیہ بھیجنے والے کو پہلی بار قید کر کے کوڑے لگا کر یا اس پر جرمانہ عائد کر کے یا ایک ساتھ یہ سب استعمال کر کے سخت سزا دی جائے، اور اگر وہ دوبارہ وہی کام کرے تو اس کو ایسی سزا دی جائے جس سے برائی کا خاتمہ ہو جائے اگر چہ اسے قتل کرنا پڑے، اس لئے کہ وہ زمین میں فساد پھیلانے والوں میں سے ہے۔

مفترات کا حکم:

تمام مفترات جن سے آدمی مست ہو جائے اور جسم میں فتور وخلل پیدا ہو جیسے سگریٹ، حقہ، تاڑی وغیرہ حرام ہے اگر چہ ان سے نشہ پیدا نہ ہو اور عقل زائل نہ ہو کیونکہ وہ جسم ومال اور عقل کے لئے نقصان دہ ہیں مفترات پر حاکم اپنی رائے ومصلحت کے مطابق سزا دے۔

۴-چوری کی حد

چوری کا مطلب ہے کسی کے محترم مال کو جس میں شبہہ نہ ہو کسی مخصوص جگہ سے مخصوص مقدار میں چپکے سے لینا۔

چوری کا حکم:

چوری حرام ہے، وہ گناہ کبیرہ میں سے ہے۔

اسلام نے مال کی حفاظت کا حکم دیا ہے، لہٰذا چوری، ڈاکہ، غصب اور جھپٹ کر مال لینے اور اچکنے سے منع کیا ہے، اس لئے کہ ان تمام صورتوں میں لوگوں کا مال باطل طریقہ سے کھایا جاتا ہے۔

حد قائم کرنے میں حکمت:

اللہ تعالیٰ نے چور کا ہاتھ کاٹنے کا حکم دے کر مال کی حفاظت کی ہے اس لئے خائن کا ہاتھ اس بیمار

عضو کی طرح ہے جس کا کاٹنا جسم کی حفاظت کے لئے ضروری ہے، ہاتھ کاٹنے میں ان لوگوں کے لئے عبرت ہے جن کے دل میں چوری کرنے کا ارادہ ہو، ہاتھ کاٹنے سے چور گناہ سے پاک صاف ہو جاتا ہے، اور سماج میں امن وسکون کی بنیاد مضبوط ہوتی ہے اور لوگوں کے مال کی حفاظت ہوتی ہے۔

چور کی سزا:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿ وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوا أَيْدِيَهُمَا جَزَاءً بِمَا كَسَبَا نَكَالًا مِّنَ اللَّهِ وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ فَمَن تَابَ مِن بَعْدِ ظُلْمِهِ وَأَصْلَحَ فَإِنَّ اللَّهَ يَتُوبُ عَلَيْهِ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴾ (مائدہ: ۳۸-۳۹) ''چوری کرنے والے مرد اور عورت کے ہاتھ کاٹ دیا کرو، یہ بدلہ ہے اس کا جو انہوں نے کیا، یہ عذاب ہے اللہ کی طرف سے اور اللہ تعالیٰ قوت وحکمت والا ہے، جو شخص اپنے گناہ کے بعد توبہ کرے اور اصلاح کرلے تو اللہ تعالیٰ رحمت کے ساتھ اس کی طرف لوٹتا ہے، یقیناً اللہ تعالیٰ معاف فرمانے والا مہربانی کرنے والا ہے''۔

۲-حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ چور پر لعنت کرے، خود (Helmet) چراتا ہے تو اس کا ہاتھ کاٹا جاتا ہے، (جہاز کی) رسی چراتا ہے تو اس کا ہاتھ کاٹا جاتا ہے۔ (بخاری/۶۷۹۹، مسلم/۱۶۸۷)

اگر مندرجہ ذیل شرطیں پائی جائیں تو چوری میں ہاتھ کاٹنا واجب ہے۔

۱-چور مکلّف ہو یعنی عاقل، بالغ اور مختار ہو خواہ مسلمان ہو یا ذمی۔

۲-چوری کیا ہوا مال محترم ہو: لہٰذا لہو ولعب کا آلہ چرانے یا شراب چرانے سے ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔

۳-چوری کیا ہوا مال نصاب تک پہنچے جو کہ سونے کا ربع دینار یا اس سے زیادہ ہے یا ایسا سامان ہو جس کی قیمت ربع دینار یا اس سے زیادہ ہو۔

۴-مال چپکے سے لیا گیا ہو، اور اگر چپکے سے نہیں لیا گیا ہے مثلاً اچک کر لیا گیا ہے یا غصب یا ڈاکہ ڈال کر لیا گیا ہے تو اس میں تعزیر ہے۔

۵-مال محفوظ مقام سے نکالا گیا ہو۔

محفوظ مقام کا تعین ہر جگہ کے عرف وعادت کے مطابق ہوگا، مثلاً گھر، بینک، دکان، بکری کا باڑہ وغیرہ۔

۶-کوئی شبہ نہ ہو، لہٰذا اگر کسی نے اپنے والدین یا ان سے اوپر دادا دادی وغیرہ کا مال چرالیا ہے تو اس کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا، اسی طرح اگر اپنے بیٹے یا اس سے نیچے (پوتے وغیرہ) کا مال چرائے تو اس کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا، اگر میاں بیوی میں سے ایک نے دوسرے کا مال چرالیا ہے تو اس کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا، اسی طرح اگر کسی نے بھوک کی وجہ سے چوری کی ہے تو اس کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔

۷-جس کا مال چرایا گیا ہے وہ اپنے مال کا مطالبہ کرے۔

۸-چوری دو چیزوں میں سے کسی ایک سے ثابت ہو۔

۱-چور دوبارہ خود اس کا اقرار کرلے۔

۲-دو عادل آدمی اس کے خلاف گواہی دیں کہ اس نے چوری کی ہے۔

چوری کی حد:

چور پر دو حق ہے ایک خاص حق ہے اور وہ یہ کہ اگر چوری کیا ہوا مال اس کے پاس مل جائے تو اسے لے لیا جائے یا اس کے مثل یا اس کی قیمت لے لی جائے، دوسرا عام حق ہے یہ اللہ کا حق ہے وہ یہ ہے کہ اگر شروط مکمل ہوں تو اس کا ہاتھ کاٹ دیا جائے اور اگر شروط مکمل نہ ہوں تو تادیباً اسے سزا دی جائے۔

جب ہاتھ کاٹنا واجب ہو جائے تو اس کا دایاں ہاتھ ہتھیلی کے جوڑ سے کاٹا جائے، پھر خون روکنے کے لئے گرم تیل سے داغ دیا جائے یا کوئی ایسی چیز استعمال کی جائے جس سے خون بہنا بند ہو جائے، اور اس پر وہ مال یا اس کا بدل اس کے مالک کو لوٹانا واجب ہے، جب معاملہ حاکم تک پہنچ جائے تو حد کے بارے میں سفارش کرنا حرام ہے۔

جب چور دوبارہ چوری کرے تو اس کا بایاں پیر قدم کے اوپری حصہ کے نصف سے کاٹا جائے گا اور اگر پھر اس نے چوری کی تو اسے قید کر دیا جائے اور اسے سزا دی جائے یہاں تک کہ وہ توبہ کرے اور اس کا دوسرا ہاتھ یا پیر نہ کاٹا جائے۔

جیب کترے کا ہاتھ بھی کاٹا جائے گا اگر وہ نصاب تک پہنچ جائے کیوں کہ اس نے بھی محفوظ جگہ سے چوری کی ہے۔

چوری کا نصاب:

چوری کا نصاب ربع دینار یا اس سے زیادہ ہے، یا کوئی سامان ہو جس کی قیمت اسی کے برابر یا اس سے زیادہ ہو۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: چور کا ہاتھ ربع دینار یا اس سے زیادہ کی مالیت چرانے میں کاٹا جائے گا۔ (بخاری/ ۶۷۸۹، مسلم/ ۱۶۸۴)

اگر چور چوری کا اعتراف کرلے اور اس کے پاس وہ مال نہ پایا جائے تو قاضی اس سے کہے کہ اپنا اعتراف واپس لے لے، لیکن اگر وہ بار بار اعتراف کر رہا ہے اور اس سے رجوع نہیں کر رہا ہے تو اس کا ہاتھ کاٹا جائے گا اور اگر چوری کرنے والے نے چوری کا اعتراف کیا اور پھر اس سے رجوع کرلیا تو اس کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا، اس لئے کہ شبہے میں حد نہیں قائم کی جائے گی۔

جس نے بیت المال سے چوری کی اسے سزا دی جائے گی اور اس سے اسی کے مثل تاوان لیا جائے گا اور ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا اسی طرح جو مال غنیمت یا خمس میں سے چوری کرے تو اس کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔

اگر کوئی آدمی کسی سے کوئی سامان ادھار لے اور پھر اسے دینے سے انکار کرے تو اس کا ہاتھ بھی کاٹا جائے گا، اس لئے کہ وہ بھی چوری کی ایک قسم ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ ایک مخزومی عورت لوگوں سے ادھار سامان لیتی تھی پھر اس کا انکار کر دیتی تھی، نبی کریم ﷺ نے حکم دیا کہ اس کا ہاتھ کاٹ لیا جائے۔ (مسلم/ ۱۶۸۸)

چور کی توبہ اس وقت مکمل ہوگی جب وہ چوری کیا ہوا مال اس کے مالک کو پہنچا دے، اور اگر وہ مال ضائع ہوگیا ہے تو اس کے لوٹانے کی ضمانت لے پھر اگر وہ خوشحال ہے تو فوراً اس کا معاوضہ دے دے اور اگر تنگ دست ہے تو اس کو مہلت دی جائے گی۔

جس شخص پر چوری یا زنا یا شراب پینے کی حد واجب ہو جائے اور وہ حاکم کے پاس الزام ثابت ہونے سے پہلے توبہ کرلے تو وہ حد ساقط ہو جائے گی اس کے لیے یہ مشروع نہیں کہ اسے ظاہر کرے جب کہ اللہ نے اس کے جرم کو چھپا لیا ہے البتہ اسے مال واپس کرنا پڑے گا۔

۵- ڈاکہ ڈالنے کی حد

ڈاکو وہ لوگ ہیں جو صحرا میں یا گھروں میں ہتھیار کے زور سے لوگوں کا مال زبردستی اعلانیہ طور پر لیتے ہیں ان کو محارب بھی کہا جاتا ہے۔

جس نے ہتھیار لہرایا اور راستے میں لوگوں کو ڈرایا خواہ اپنے بل بوتے پر یا جرم کرنے والے گروہ کے بل بوتے پر چاہے وہ قاتلوں کا گروہ ہو یا چوروں کا گروہ ہو یا لڑکے اور لڑکیوں کو اغواء کرنے والا گروہ ہو یہ سب ڈاکو ہیں۔

محاربت کا حکم:

محاربت: بہت بڑا جرم ہے، اس کی سزا بہت سخت ہے، ڈاکوؤں کو ان کے جرم کے اعتبار سے مندرجہ ذیل سزا دی جائے۔

۱- اگر انہوں نے قتل کیا ہے اور مال لے لیا ہے تو انہیں قتل کیا جائے اور سولی دی جائے۔

۲- اگر انہوں نے قتل کیا ہے اور مال نہیں لیا ہے تو انہیں قتل کیا جائے اور سولی نہ دی جائے۔

۳- اگر انہوں نے مال لیا ہے اور قتل نہیں کیا ہے تو ان میں سے ہر ایک کا دایاں ہاتھ اور بایاں پیر کاٹ لیا جائے۔

۴- اگر انہوں نے قتل نہیں کیا اور مال بھی نہیں لیا ہے لیکن راستے میں اپنا خوف پیدا کیا ہے تو انہیں جلاوطن کر دیا جائے، اس معاملے میں امام اپنی صوابدید سے وہ فیصلہ کرے جس میں لوگوں کی

بھلائی ہو اور شر فساد کا خاتمہ ہو۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿إِنَّمَا جَزَاءُ الَّذِينَ يُحَارِبُونَ اللّهَ وَرَسُولَهُ وَيَسْعَوْنَ فِي الأَرْضِ فَسَاداً أَن يُقَتَّلُواْ أَوْ يُصَلَّبُواْ أَوْ تُقَطَّعَ أَيْدِيهِمْ وَأَرْجُلُهُم مِّنْ خِلافٍ أَوْ يُنفَوْاْ مِنَ الأَرْضِ ذَلِكَ لَهُمْ خِزْيٌ فِي الدُّنْيَا وَلَهُمْ فِي الآخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيمٌ إِلاَّ الَّذِينَ تَابُواْ مِن قَبْلِ أَن تَقْدِرُواْ عَلَيْهِمْ فَاعْلَمُواْ أَنَّ اللّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ﴾ (مائدة:۳۳/۳۴) "جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول سے لڑیں اور زمین میں فساد کرتے پھریں ان کی سزا یہی ہے کہ وہ قتل کر دیئے جائیں یا سولی پر چڑھا دیئے جائیں یا مخالف جانب سے ان کے ہاتھ پاؤں کاٹ دیئے جائیں، یا انہیں جلاوطن کر دیا جائے، یہ تو ہوئی ان کی دنیوی ذلت اور خواری، اور آخرت میں ان کے لئے بڑا بھاری عذاب ہے، ہاں جو لوگ اس سے پہلے توبہ کرلیں کہ تم ان پر قابو پالو تو یقین مانو کہ اللہ تعالیٰ بہت بڑی بخشش اور رحم کرم کرنے والا ہے"۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ قبیلہ عرینہ کے کچھ لوگ نبی ﷺ کے پاس آئے اور انہوں نے اسلام قبول کرلیا، انہیں مدینہ کی آب وہوا راس نہ آئی نبی ﷺ نے انہیں مدینہ سے باہر جہاں صدقہ کے اونٹ تھے جانے کا حکم دیا تاکہ وہ ان کا دودھ اور پیشاب پئیں، چنانچہ انہوں نے ایسا کیا اور صحت مند ہو گئے لیکن وہ مرتد ہو گئے اور انہوں نے اونٹوں کے چرواہوں کو قتل کر دیا اور اونٹ ہانک کر لے گئے جب نبی ﷺ کو اس کی اطلاع ملی تو آپ نے ان کے پیچھے آدمی دوڑائے وہ انہیں پکڑ لائے، نبی ﷺ نے ان کے ہاتھ پیر کاٹ ڈالے، ان کی آنکھوں میں گرم سلائیاں پھروائیں اور ان کے زخموں کا خون بند کرنے کے لیے داغا نہیں یہاں تک کہ وہ مر گئے۔

(بخاری:٦٨٠٢، مسلم:١٦٧١)

ڈاکو پر حد جاری کرنے کے لئے مندرجہ ذیل شرطیں ہیں:

۱- ڈاکو جس کو محارب بھی کہا جاتا ہے مکلّف ہو، چاہے مسلمان ہو یا ذمی، مذکر ہو یا مؤنث۔

۲- اس نے جو مال لیا ہے وہ قابل احترام ہو، (یعنی نجس وحرام نہ ہو جیسے شراب)

۳-مال کسی محفوظ مقام سے حاصل کیا ہو چاہے کم ہو یا زیادہ۔

۴-اس کی ڈکیتی ثابت ہو چکی ہو، یا خود اس نے اس کا اقرار کیا ہو یا دو عادل شخص نے اس کے خلاف گواہی دی ہو۔

۵-شبہہ نہ ہو، جیسے چوری کی حد میں بیان کیا گیا ہے۔

اگر کسی ڈاکو نے پکڑے جانے سے پہلے توبہ کر لیا تو اللہ کا حق معاف ہو جائے گا یعنی اسے جلا وطن نہیں کیا جائے گا اور نہ اس کے ہاتھ پیر کاٹے جائیں گے اور نہ سولی دی جائے گی اور نہ قتل کیا جائے گا، لیکن بندوں کے حقوق معاف نہیں ہوں گے، بلکہ اس کا بدلہ لیا جائے گا، چاہے وہ قتل ہو یا عضو کو نقصان پہنچانا ہو یا مال پر دست درازی ہو، الّا یہ کہ جس پر ظلم ہوا ہے وہ اسے معاف کر دے یا اس کے ورثاء معاف کر دیں، اور اگر توبہ سے پہلے گرفتار کر لیا گیا ہے، تو اس پر حد محاربہ قائم کی جائے گی۔

جس پر چوری یا زنا یا شراب کی حد واجب ہو جائے اور حاکم کے پاس ثابت ہونے سے پہلے اس سے توبہ کر لے تو وہ حد اس سے ساقط ہو جائے گی۔

اور اگر اللہ نے اس کا معاملہ چھپا لیا ہے تو وہ اسے ظاہر نہ کرے لیکن اگر اس نے کسی کا مال لے لیا ہے تو اسے واپس کر دے۔

اگر کسی کی جان یا مال یا اہل وعیال پر حملہ ہو، چاہے کسی آدمی کی طرف سے یا جانور کی طرف سے، وہ پہلے اسے ہٹانے کے لئے آسان ونرم طریقہ اختیار کرے لیکن اگر اس سے دفاع ممکن نہ ہو اور قتل کرنے کے علاوہ کوئی چارہ نہ ہو تو قتل بھی کر سکتا ہے، قتل کی صورت میں اس پر کوئی تاوان نہ ہوگا، اور اگر وہ خود قتل کر دیا گیا تو وہ شہید ہوگا۔

زندیق:

زندیق وہ ہے جو اسلام کو ظاہر کرے اور کفر کو چھپائے، زندیق اللہ اور اس کے رسول سے لڑائی کرنے والا ہے۔

اسلام کے لئے زبان وقلم سے زندیق سے جنگ کرنا ڈاکو سے ہاتھ اور تیر وتلوار سے جنگ کرنے

سے بڑھ کر ہے۔ اس لئے کہ ڈاکو کا فتنہ مال وبدن میں ہے اور زندیق کا فتنہ دل وایمان میں ہے، پس اگر اس نے گرفتار ہونے سے پہلے توبہ کر لیا تو اس کی توبہ قبول کی جائے گی، اور اسے قتل نہیں کیا جائے گا، لیکن اگر گرفتار ہونے تک توبہ کرتا ہے، تو اس کی توبہ قبول نہیں کی جائے گی، بلکہ حد جاری کرتے ہوئے اس کو قتل کر دیا جائے گا اور اس سے توبہ کرنے کے لئے بھی نہیں کہا جائے گا۔

٦- باغیوں کی حد

باغی: باغی وہ لوگ ہیں جن کے پاس قوت وشوکت ہو اور وہ عمدہ تاویلیں کر کے امام سے اعلان جنگ کریں، یا تو اسے ہٹانا چاہیں یا اس کی مخالفت کریں، اور اس کی اطاعت سے لوگوں کو روکیں۔

ہر وہ جماعت جو اس حق کو ادا نہ کرے جو اس پر واجب ہے یا مسلمان کے امام سے الگ ہو جائے یا اس کی اطاعت کرنا چھوڑ دے وہ ظالم وباغی ہے۔

باغیوں کے ساتھ کیسے معاملہ کیا جائے:

۱-اگر باغی امام کے خلاف جنگ کے لئے نکلیں تو امام ان کے پاس کچھ لوگوں کو بھیجے جو ان سے پوچھیں کہ آخر وہ کس وجہ سے اس سے ناراض ہیں، پس اگر وہ کسی طرح کے ظلم کا ذکر کریں تو امام اس کا ازالہ کرے، اور اگر کسی شبہہ کا ذکر کریں تو شبہہ دور کر دے، پھر اگر وہ لوگ لوٹ جائیں تو کوئی بات نہیں اور اگر نہ لوٹیں تو ان کو وعظ ونصیحت کرے اور انہیں جنگ سے ڈرائے، پھر اگر وہ اپنے ارادہ پر جمے رہیں تو ان سے جنگ کرے اور رعایا کو امام کی مدد کرنی چاہئے تاکہ ان کی برائیوں کو مٹانا اور ان کے فتنوں کو ختم کرنا ممکن ہو۔

۲-جب امام ان سے جنگ کرے تو انہیں مارنے کے لئے ایسے مہلک ہتھیار استعمال نہ کرے جن سے کہ ان کے بال بچے، لڑائی سے پیٹھ پھیر کر بھاگنے والے، ان کے زخمی لوگ اور جو ان میں سے جنگجو نہیں ہیں سب ختم ہو جائیں جیسے بم وغیرہ اور ان میں سے جو لوگ قید کر لئے جائیں انہیں اس وقت تک جیل میں رکھا جائے جب تک کہ فتنہ ٹھنڈا نہ پڑ جائے لیکن ان کے مالوں کو لوٹا نہ جائے اور نہ

ان کی ذریت کو قید کیا جائے۔

لڑائی ختم ہونے اور فتنہ بجھ جانے کے بعد ان کے جو اموال لڑائی کے دوران ضائع ہوئے ہیں وہ سب رائیگاں چلے گئے، انہیں اس کا کوئی تاوان نہیں دیا جائے گا، اور جو ان میں سے قتل کر دیئے گئے ہیں ان کے خون کی کوئی ذمہ داری امام پر نہیں ہوگی اور انہیں کوئی قصاص و بدلہ نہ ملے گا۔

اگر کسی عصبیت کی وجہ سے یا سرداری کے لئے مسلمانوں کے دو گروہ آپس میں جنگ کریں تو دونوں ظالم ہیں اور ان میں سے ہر ایک اس کا ذمہ دار ہوگا جو اس نے دوسرے کو نقصان پہنچایا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَإِن طَائِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ اقْتَتَلُوا فَأَصْلِحُوا بَيْنَهُمَا فَإِن بَغَتْ إِحْدَاهُمَا عَلَى الْأُخْرَى فَقَاتِلُوا الَّتِي تَبْغِي حَتَّى تَفِيءَ إِلَى أَمْرِ اللَّهِ فَإِن فَاءَتْ فَأَصْلِحُوا بَيْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَأَقْسِطُوا إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ﴾ (حجرات:۹) ”اور اگر مسلمانوں کی دو جماعتیں آپس میں لڑ پڑیں تو ان میں میل ملاپ کرا دیا کرو، پھر اگر ان دونوں میں سے ایک جماعت دوسری جماعت پر زیادتی کرے تو تم (سب) اس گروہ سے جو زیادتی کرتا ہے لڑو، یہاں تک کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف لوٹ آئے، اگر لوٹ آئے تو پھر انصاف کے ساتھ صلح کرا دو اور عدل کرو بیشک اللہ تعالیٰ انصاف کرنے والوں سے محبت کرتا ہے“۔

حضرت عرفجہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ اگر تم سب لوگ کسی ایک آدمی کی اطاعت پر متفق ہو اور کوئی ایسا شخص آئے جو تمہاری جمعیت کو توڑنا چاہے تو اس کو قتل کر دو۔ (مسلم/۱۸۵۲)

امام کے خلاف جنگ کے لئے نکلنا کیسا ہے:

امام کی اطاعت دین کے واجبات میں سے ہے، اور اس کی نافرمانی اور اس کے خلاف جنگ حرام ہے، اگرچہ وہ ظالم ہو جب تک کہ وہ کھلم کھلا کفر نہ کرے، چاہے اس کی امامت اجماع امت سے ثابت ہوئی ہو یا اس سے پہلے جو امام تھے انہوں نے اسے مقرر کیا ہو یا اہل حل و عقد نے اجتہاد سے اسے منتخب کیا ہو یا اس نے زبردستی لوگوں کو اپنا فرمانبردار بنایا ہو اور لوگ اس کو امام کہنے لگے

ہوں اس کو اس کے فسق کی وجہ سے معزول نہیں کیا جائے گا، جب تک کہ وہ کھلم کھلا کفر نہ کرے، اور اگر وہ کفر کرے تو ہمارے پاس اللہ کی طرف سے اس کے خلاف لڑنے کی دلیل ہے۔

جو لوگ امام کی اطاعت سے نکلنے والے ہیں وہ یا تو ڈاکو ہیں یا باغی ہیں یا خوارج ہیں جو گناہ کرنے پر کفر کا فتویٰ لگاتے ہیں اور مسلمانوں کا خون بہانا اور ان کا مال لینا حلال سمجھتے ہیں، یہ لوگ فاسق ہیں ان سے شروع ہی سے جنگ کرنا جائز ہے، یہ تینوں امام کی اطاعت سے نکل چکے ہیں ان میں سے جو مرا وہ اہل جاہلیت کے طریقے پر مرا۔

مسلمانوں کے امام پر کیا واجب ہے:

۱-مسلمانوں کا امام مرد ہو، نہ کہ عورت، وہ قوم کبھی فلاح نہیں پا سکتی جو عورت کو اپنا حاکم بنائے۔

امام بلاد اسلام کی حفاظت کرے، دین کی حفاظت کرے، اللہ کے احکام کو نافذ کرے، حدود قائم کرے، سرحدوں کی حفاظت کرے، زکوٰۃ اصول کرے، عدل کرے، دشمنوں سے جہاد کرے، اللہ کی طرف لوگوں کو بلائے اور اسلام کو پھیلائے۔

امام پر واجب ہے کہ وہ اپنی رعایا کا خیر خواہ ہو، ان کو مشقت میں نہ ڈالے اور تمام احوال میں ان پر نرمی برتے، نبی ﷺ نے فرمایا ہے کہ جو شخص ایسا ہو کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو رعیت کی نگہبانی پر مقرر کیا ہو اور وہ اس حال میں مرے کہ اپنی رعایا کے ساتھ خیانت کرنے والا ہو تو اللہ تعالیٰ جنت اس پر حرام کر دے گا۔ (بخاری/۷۱۵۱، مسلم/۱۴۲)

اللہ کی معصیت کے علاوہ میں امام کی اطاعت واجب ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُواْ أَطِيعُواْ اللّهَ وَأَطِيعُواْ الرَّسُولَ وَأُوْلِي الأَمْرِ مِنكُمْ﴾ (نساء:۵۹) ”اے ایمان والو! فرمانبرداری کرو اللہ تعالیٰ کی اور فرمانبرداری کرو رسول (ﷺ) کی اور تم میں سے جو اختیار والے ہیں“۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مسلمان پر اپنے امام بادشاہ کی اطاعت واجب ہے، خوشی یا ناخوشی ہر حال میں جب تک گناہ کا حکم اس کو نہ دیا جائے، اور اگر امام

یا بادشاہ گناہ کا حکم دیں تو وہ نہ سنے اور نہ اس کی اطاعت کرے۔(بخاری/۵۵۹۲،مسلم/۹۳۸۱)

جس نے کوئی ایسا جرم کیا جس پر حد واجب ہے اس کی توبہ:

اگر گرفتار ہونے کے بعد اس نے توبہ کیا ہے تو توبہ کرنے سے حد ساقط نہیں ہوگی اور اگر گرفتاری سے پہلے اس نے توبہ کرلیا ہے تو اس کی توبہ قبول کی جائے گی۔ اور اس پر حد جاری نہیں کی جائے گی، یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے بندے پر رحمت وانعام ہے کہ وہ توبہ کرنے کے بعد سزا معاف کردیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿إِنَّمَا جَزَاء الَّذِينَ يُحَارِبُونَ اللّهَ وَرَسُولَهُ وَيَسْعَوْنَ فِي الأَرْضِ فَسَاداً أَن يُقَتَّلُواْ أَوْ يُصَلَّبُواْ أَوْ تُقَطَّعَ أَيْدِيهِمْ وَأَرْجُلُهُم مِّنْ خِلافٍ أَوْ يُنفَوْاْ مِنَ الأَرْضِ ذَلِكَ لَهُمْ خِزْيٌ فِي الدُّنْيَا وَلَهُمْ فِي الآخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيمٌ إِلاَّ الَّذِينَ تَابُواْ مِن قَبْلِ أَن تَقْدِرُواْ عَلَيْهِمْ فَاعْلَمُواْ أَنَّ اللّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ﴾ (مائدہ:۳۳-۳۴)

”جو اللہ تعالیٰ سے اور اس کے رسول سے لڑیں اور زمین میں فساد کرتے پھریں ان کی سزا یہی ہے کہ وہ قتل کردیئے جائیں یا سولی پر چڑھا دیئے جائیں یا مخالف جانب سے ان کے ہاتھ پاؤں کاٹ دیئے جائیں یا انہیں جلاوطن کردیا جائے، یہ تو ہوئی ان کی دنیاوی ذلت وخواری، اور آخرت میں ان کے لئے بڑا بھاری عذاب ہے ہاں جو لوگ اس سے پہلے توبہ کرلیں کہ تم ان پر قابو پالو تو یقین مانو کہ اللہ تعالیٰ بہت بڑی بخشش اور رحم وکرم والا ہے“۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿وَالَّذِينَ عَمِلُواْ السَّيِّئَاتِ ثُمَّ تَابُواْ مِن بَعْدِهَا وَآمَنُواْ إِنَّ رَبَّكَ مِن بَعْدِهَا لَغَفُورٌ رَّحِيمٌ﴾(اعراف:۱۵۳) ”اور جن لوگوں نے گناہ کے کام کئے پھر وہ ان کے بعد توبہ کرلیں اور ایمان لے آئیں تو تمہارا رب اس توبہ کے بعد گناہ معاف کردینے والا رحم کرنے والا ہے“۔

تعزیر

تعزیر: تعزیر کا مطلب وہ سزا ہے جو شریعت کی طرف سے کسی گناہ پر مقرر نہیں کی گئی ہے اور اس میں کوئی حد یا کفارہ نہیں بتایا گیا ہے۔(بلکہ حاکم اپنی رائے سے مقرر کرتا ہے)

گناہوں پر سزا کی تین قسمیں ہیں:

۱-وہ گناہ جس میں حد مقرر ہے جیسے زنا، چوری، قتل عمد اس میں کوئی کفارہ وتعزیر نہیں۔

۲-وہ گناہ جس میں کفارہ ہے حد نہیں جیسے حالت احرام میں اور رمضان کے مہینہ میں دن میں جماع کرنا اور قتل خطاء وغیرہ۔

۳-وہ گناہ جس میں نہ حد ہے نہ کفارہ، اس میں تعزیر ہے۔

اس کے مشروع ہونے میں حکمتیں:

اللہ تعالیٰ نے بعض گناہوں کی سزا مقرر کردی ہے، اس میں کمی وزیادتی نہیں کی جاسکتی یہ وہ بڑے گناہ ہیں جو امت کی پانچوں بنیادی ضروریات پر حملہ کرتے ہیں، یعنی دین، نفس، مال، عزت اور عقل پر اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے حدود مقرر کردیا ہے، ان کی حفاظت کے بغیر زندگی گزارنا دشوار ہے۔

ان حدود کے کچھ شروط وضوابط ہیں اگر ان میں سے بعض پورے نہیں ہوئے تو حد والی سزا غیر حد والی سزا میں تبدیل ہوجاتی ہے، اور امام جیسا مناسب سمجھتا ہے سزا مقرر کرتا ہے اسی کو تعزیر کہتے ہیں۔

تعزیر کا حکم:

تعزیر ہر اس معصیت پر واجب ہے جس کے لئے کوئی حد یا کفارہ نہیں مقرر کیا گیا ہے چاہے وہ محرمات کا ارتکاب ہو یا واجبات کو چھوڑنا ہو۔

مثلاً عورتوں سے تمتع کے بعض طریقوں پر حد مقرر نہیں کی گئی ہے اسی طرح بعض چوری ایسی ہے جس میں ہاتھ کاٹا نہیں ہے، بعض حملہ ایسا ہے جس میں قصاص نہیں ہے، عورت عورت سے ملاپ کرے تو اس پر کوئی سزا مقرر نہیں کی گئی ہے، اگر آدمی زنا کے علاوہ کسی دوسری چیز کی تہمت لگائے تو اس کی کوئی حد نہیں بتائی گئی ہے،(لہٰذا اس میں تعزیر ہے)۔

جس نے کسی معصیت کا ارتکاب کیا پھر نادم ہوا اور توبہ کرتے ہوئے آیا تو اس کو سزا نہیں دی جائے گی۔

تعزیر کی دو قسمیں ہیں:

۱- ادب سکھانے اور اچھی تربیت دینے کے لئے سزا دینا: مثلاً کوئی باپ اپنے بیٹے کو ادب سکھانے کے لئے سزا دے یا شوہر اپنی بیوی کو تادیب کے طور پر سزا دے، ایسی صورت میں دس کوڑوں سے زیادہ مارنا درست نہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دس کوڑوں سے زیادہ نہ مارو سوائے اللہ کے حدود میں سے کسی حد میں۔ (بخاری/ ۶۸۵۰، مسلم/ ۱۷۰۸)

۲- معاصی پر سزا دینا: جن گناہ کے کاموں پر شارع نے کوئی حد مقرر نہیں کی ہے اس میں حاکم اپنی رائے سے مصلحت کو دیکھتے ہوئے جرم کے ہلکے اور سخت ہونے کے اعتبار سے سزا مقرر کرے، وہ اس میں کمی وزیادتی کرسکتا ہے۔

البتہ جن معاصی کی سزا وحد شارع نے مقرر کردی ہے اس میں کمی بیشی جائز نہیں، اس کو بعینہ ویسے نافذ کرنا پڑے گا جیسے زنا، چوری، وغیرہ۔

تعزیر کی کیفیت:

تعزیر کچھ سزاؤں کا مجموعہ ہے اس میں وعظ ونصیحت، قطع تعلق، ڈرانے دھمکانے زجر وتوبیخ اور معزولی سے لے کر سخت سے سخت سزا جیسے قید کرنا، کوڑے لگانا ہے، بلکہ کبھی قتل بھی ہے، اگر مصلحت کا تقاضہ ہو مثلاً جاسوس کو قتل کرنا، بدعتی کو قتل کرنا، بڑے جرائم کا ارتکاب کرنے والوں کو قتل کرنا۔

تعزیر کبھی رسوا کرنے، جرمانہ عائد کرنے یا جلاوطن کرنے سے بھی ہوتا ہے۔

تعزیر کی سزا غیر مقرر ہے حاکم جیسا مناسب سمجھے سزا دے لیکن اللہ تعالیٰ نے جس چیز کا حکم دیا ہے اور جس چیز سے منع کیا ہے اس سے نہ نکلے یہ تعزیر زمان ومکان، حالات وظروف اور اشخاص و معاصی کے اعتبار سے مختلف ہوسکتا ہے۔

جس نے کسی اجنبی عورت کا بوسہ لیا پھر نادم ہوا اس کا کفارہ:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک آدمی نے ایک عورت کا بوسہ لے لیا پھر وہ نبی ﷺ کے پاس آیا اور آپ کو اس کے بارے میں بتایا، اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل کی: ﴿وَأَقِمِ الصَّلَاةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَزُلَفاً مِّنَ اللَّيْلِ إِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ﴾ (هود: ۱۱۴) ''اور دن کے دونوں سروں میں نماز قائم رکھا اور رات کی کئی ساعتوں میں بھی، یقیناً نیکیاں برائیوں کو دور کرتی ہیں''۔

اس شخص نے کہا کہ اے اللہ کے رسول! کیا یہ صرف میرے لئے ہے آپ نے فرمایا کہ یہ میری پوری امت کے لئے ہے۔ (بخاری/ ۵۲۶، مسلم/ ۲۷۶۳)

مرتد کی سزا

مرتد: مرتد وہ ہے جو اسلام لانے کے بعد اپنی خوشی سے کافر بن جائے۔

مرتد کا حکم:

مرتد اگر توبہ نہ کرے تو دنیا میں اس کی سزا قتل ہے، وہ کسی کا وارث نہیں ہوگا، اور نہ کوئی اس کا وارث ہوگا اور جب وہ مر جائے تو اس کا مال مسلمانوں کے بیت المال میں دے دیا جائے اور آخرت میں وہ ہمیشہ کے لئے جہنم میں رہے گا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿يَسْأَلُونَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ قِتَالٍ فِيهِ قُلْ قِتَالٌ فِيهِ كَبِيرٌ وَصَدٌّ عَن سَبِيلِ اللَّهِ وَكُفْرٌ بِهِ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَإِخْرَاجُ أَهْلِهِ مِنْهُ أَكْبَرُ عِندَ اللَّهِ وَالْفِتْنَةُ أَكْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ وَلَا يَزَالُونَ يُقَاتِلُونَكُمْ حَتَّى يَرُدُّوكُمْ عَن دِينِكُمْ إِنِ اسْتَطَاعُوا وَمَن يَرْتَدِدْ مِنكُمْ عَن دِينِهِ فَيَمُتْ وَهُوَ كَافِرٌ فَأُولَئِكَ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَأُولَئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ﴾ (بقرہ: ۲۱۷) ''اور تم میں سے جو لوگ اپنے دین سے پلٹ جائیں اور اس کفر کی حالت میں مریں، ان کے اعمال دنیوی اور اخروی سب غارت ہو جائیں گے یہ لوگ جہنمی ہوں گے اور ہمیشہ ہمیشہ جہنم میں ہی رہیں گے''۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص اپنا دین بدل دے اس کو قتل کردو۔ (بخاری/۷۱۰۳)

مرتد کے قتل کرنے میں حکمت:

اسلام ایک کامل نظام حیات ہے، وہ انسان کی تمام ضرورت کی مکمل رہنمائی کرتا ہے، وہ انسان کی فطرت وعقل کے مطابق ہے، وہ دلیل وبرہان پر قائم ہے، اسلام سب سے بڑی نعمت ہے، جس سے دنیاوآخرت میں بھلائی حاصل ہوتی ہے، لہٰذا جو شخص اس میں داخل ہونے کے بعد اس سے پھر جائے وہ انتہائی ہلاکت میں گر گیا اور اس نے اس دین کو ٹھکرایا جسے اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے پسند کیا ہے اور اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ خیانت کی، اس نے اس حق کا انکار کیا جس کے بغیر دنیا و آخرت میں کامیابی ممکن نہیں اس لئے اس کا قتل واجب ہے۔

ارتداد کی تین قسمیں ہیں:

۱-اعتقاد میں ارتداد:

وہ یہ ہے کہ انسان اللہ کی ربوبیت یا الوہیت میں اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرائے یا اس کی ربوبیت یا وحدانیت یا اس کی صفات میں سے کسی صفت کا انکار کرے یا رسولوں کی تکذیب کرے، یا اللہ کی نازل کی ہوئی کتابوں کا انکار کرے یا قیامت یا جنت یا جہنم کا انکار کرے یا دین کی کسی چیز کو ناپسند کرے اگر چہ اس پر عمل کر رہا ہو یا اس بات کا اعتقاد رکھے کہ زنا یا شراب یا دوسرے محرکات ظاہرہ حلال ہیں یا نماز، زکوٰۃ وغیرہ واجبات ظاہرہ کا انکار کرے جسے ہر شخص جانتا ہے اور اگر وہ نہ جانتا ہو تو کافر نہیں ہوگا، لیکن اگر اس کا حکم جانتا ہے اور اپنے اعتقاد پر مُصر ہے تو وہ کافر ہوگا، یا واجبات دین میں سے کسی چیز کے بارے میں شک کرے جسے آدمی جانتا ہے، جیسے نماز۔

۲-قول کے ذریعے ارتداد:

مثلاً اللہ تعالیٰ یا اس کے رسولوں یا اس کے فرشتوں یا اس کی نازل کی ہوئی کتابوں کو گالی دے یا

نبوت کا دعویٰ کرے یا اللہ کے سوا دوسروں کو بھی پکارے یا یہ کہے کہ اللہ کے بیٹا یا بیوی ہے، یا محرمات ظاہرہ میں سے کسی چیز کے حرام ہونے کا انکار کرے جیسے زنا، سود اور شراب وغیرہ یا دین یا اس کی کسی چیز کا مذاق اڑائے جیسے اللہ کے وعدے یا وعید کا مذاق اڑائے یا تمام صحابہ یا ان میں سے کسی ایک کو گالی دے وغیرہ۔

۳-فعل کے ذریعے ارتداد:

جو شخص اسلام سے پھر جائے اور وہ بالغ عاقل اور مختار ہو تو اس کو اسلام کی طرف بلایا جائے اور اسلام کے بارے میں رغبت دلائی جائے اور اس سے توبہ کرنے کے لئے کہا جائے پس اگر وہ توبہ کرلے تو وہ مسلمان ہے اور اگر توبہ نہ کرے اور اپنے ارتداد پر قائم رہے تو اسے قتل کر دیا جائے یہ قتل کرنا کفر کی وجہ سے ہوگا نہ کہ بطور حد۔

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک آدمی نے اسلام قبول کیا پھر وہ یہودی بن گیا، حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ آئے وہ آدمی اس وقت حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کے پاس تھا، انہوں نے کہا کہ اس کا کیا معاملہ ہے، حضرت ابوموسی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اس نے اسلام قبول کیا تھا پھر یہودی بن گیا حضرت معاذ نے کہا کہ میں بیٹھوں گا نہیں یہاں تک کہ اس کو قتل کردوں جو کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا فیصلہ ہے۔ (بخاری: ۷۱۵۷ مسلم: ۱۸۲٤)

جو شخص دین کی کسی چیز کا انکار کرنے کی وجہ سے مرتد ہوا ہو وہ جب توبہ کرے تو دو گواہ بنالے کہ اس نے جس چیز کا انکار کیا تھا اب اس کا اقرار کر رہا ہے، مرتد ہونا کفر ہے اور آدمی دین سے خارج ہو جاتا ہے، اور اس کی وجہ سے ہمیشہ ہمیش جہنم میں رہے گا۔ (اگر اس نے موت سے پہلے توبہ نہیں کی) اور اگر مرتد توبہ کرنے سے پہلے قتل کر دیا جائے یا مر جائے تو وہ کافر ہے اسے نہ نہلایا جائے اور نہ اس کے جنازہ کی نماز پڑھی جائے اور نہ اسے مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کیا جائے۔

اگر شوہر مرتد ہو جائے تو اس کی بیوی اس کے لئے حلال نہیں ہے لیکن توبہ کے بعد وہ رجوع کر سکتا ہے جب تک کہ وہ عدت کی حالت میں ہو، لیکن اگر وہ عدت سے نکل چکی ہو اور اس نے رجوع نہیں کیا تو وہ عورت اپنے نفس کی مالک ہوگی، اب وہ اس کے لئے اسی صورت میں حلال ہوگی جب وہ دوبارہ اس سے شادی کرنے پر راضی ہو جائے، اور نیا عقد اور نیا مہر مقرر کیا جائے۔

جادو

جادو: گرہ لگانا اور منتر پھونکنا جو سحر زدہ کے جسم وعقل پر اثر ڈالے جادو کہلاتا ہے۔

اس کا حکم:

جادو سیکھنا، سکھانا، جادو خود کرنا، اور جادوگر کے پاس کسی کو بھیجنا سب حرام ہے، اس کا حکم یہ ہے۔

۱- اگر جادو شیطان کے ذریعہ ہو تو وہ کافر بنا دیتا ہے، اور اگر اس نے توبہ نہیں کی تو اسے قتل کر دیا جائے گا، اور اس کا قتل مرتد کے قتل کے مثل ہوگا۔

۲- اگر جادو صرف دوا کے ذریعہ ہے تو یہ کفر نہیں ہوگا لیکن گناہ کبیرہ ہے، اگر اس نے توبہ نہیں کی تو حاکم کے اجتہاد کے مطابق اسے قتل کر دیا جائے گا اور اس کا قتل حملہ کرنے والے کے قتل کے مثل ہوگا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَمَا كَفَرَ سُلَيْمَانُ وَلَكِنَّ الشَّيَاطِينَ كَفَرُوا يُعَلِّمُونَ النَّاسَ السِّحْرَ﴾ (بقرہ:۱۰۲) ''سلیمان نے تو کفر نہ کیا تھا، بلکہ یہ کفر شیطانوں کا تھا وہ لوگوں کو جادو سکھایا کرتے تھے''۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے حائضہ عورت سے صحبت کی یا کسی عورت کے دبر میں جماع کیا یا کسی کاہن کے پاس گیا اور اس کی باتوں پر یقین کیا تو اس نے اس چیز کا انکار کیا جو محمد ﷺ پر نازل کی گئی ہے۔ (ترمذی/۱۳۵، ابن

ماجہ/۶۳۹)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے رویت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہ سات ہلاکت کی جگہوں سے بچو لوگوں نے کہا اے اللہ کے رسول ﷺ وہ کیا ہے آپ نے فرمایا کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا، اور جادو۔۔۔الحدیث (بخاری/۲۷۶۶، مسلم/۸۹)

یمین (قسم کا بیان)

یمین: یمین کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کا کوئی نام یا صفت لے کر مخصوص طریقے سے کسی حکم کو مؤکد کیا جائے، اس کا نام حلف یا قسم بھی ہے۔

جو قسم منعقد ہو جاتی ہے اور جس کو توڑنے میں کفارہ واجب ہو جاتا ہے یہ وہ قسم ہے جو اللہ کہہ کر یا اس کے ناموں میں کوئی نام لے کر یا اس کی صفات میں سے کسی صفت کا ذکر کر کے کھائی جائے مثلاً یہ کہے اللہ کی قسم، رحمٰن کی قسم، اللہ کی عظمت وجلال کی قسم، اس کی عزت کی قسم، اس کی رحمت کی قسم وغیرہ۔

غیر اللہ کی قسم کھانا:

غیر اللہ کی قسم کھانا حرام ہے اور وہ شرک اصغر ہے، اس لئے کہ قسم میں اس کی تعظیم کی جاتی ہے جس کے نام کی قسم کھائی جاتی ہے اور تعظیم صرف اللہ کے لئے زیبا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جس نے غیر اللہ کی قسم کھائی اس نے شرک کیا۔ (ابو داؤد/۳۲۵۱، ترمذی/۱۵۳۵)

غیر اللہ کی قسم کھانا حرام ہے مثلاً یہ کہے نبی کی قسم، تمہاری زندگی کی قسم، امانت کی قسم، کعبہ کی قسم، باپ دادا کی قسم وغیرہ۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ تم کو باپ دادا کی قسم کھانے سے منع کرتا ہے، لہٰذا جو شخص قسم کھانا چاہے وہ اللہ تعالیٰ کی قسم کھائے یا خاموش رہے۔ (بخاری/۲۶۷۶، مسلم:۱۶۴۶)

قسم کی حفاظت ضروری ہے، آدمی اس کو حقیر نہ سمجھے کیونکہ وہ بہت عظیم شئ ہے، اس کی حفاظت

میں کسی قسم کی کوتاہی نہ کرے، اور اس کے حکم سے چھٹکارا پانے کے لئے حیلہ بہانہ نہ ڈھونڈے۔

قسم کی تین قسمیں ہیں:

۱-یمین منعقدہ: یہ وہ قسم ہے جس کا بیان پیچھے گزر چکا ہے، ایسی قسم اگر آدمی نے توڑ دی ہے تو اس میں کفارہ ہے۔

۲-یمین غموس: یہ حرام ہے یہ وہ جھوٹی قسم ہے جو انسان جان بوجھ کر دوسروں کو دھوکہ وفریب دینے کے لئے اور دوسروں کا حق مارنے کے لئے کھائے، یہ کبیرہ گناہ ہے، بلکہ اکبر الکبائر ہے، اس کا نام غموس اس لئے ہے کیونکہ وہ آدمی کو گناہوں میں ڈبو دیتا ہے، پھر آگ میں ڈبو دے گا، اس میں کوئی کفارہ نہیں اور ایسی قسم منعقد نہیں ہوگی، اس سے فوراً توبہ کرنا چاہئے۔

۳-یمین لغو: وہ قسم ہے جو انسان بات بات میں عادتاً بغیر ارادہ اور نیت کے کھاتا رہتا ہے، مثلاً کسی کی زبان پر یہ کلمات چڑھ گئے ہوں، لا واللہ، بلیٰ واللہ، وغیرہ یہ قسم منعقد نہیں ہوگی اور اس پر کوئی مواخذہ نہیں، ایسے امر پر قسم کھائی جو گزر چکا ہے وہ اپنے کو سچا سمجھتا ہے لیکن معاملہ اس کے خلاف ظاہر ہوا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿ لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْٓ اَيْمَانِكُمْ وَلٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا عَقَّدْتُّمُ الْاَيْمَانَ ﴾ (مائدہ:۸۹) ''اگر قسم میں اس نے استثناء کیا ہے مثلاً یہ کہے اللہ کی قسم! اگر اللہ نے چاہا تو میں یہ کام ضرور کروں گا، پھر اگر اس نے وہ کام نہیں کیا تو وہ قسم توڑنے والا نہیں مانا جائے گا''۔

غیر اللہ کی قسم کھانے کا کفارہ:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے قسم کھائی اور اپنی قسم میں یہ کہا لات وعزیٰ کی قسم تو وہ لا اله الا الله کہے اور جو شخص اپنے دوست سے یہ کہے آؤ ہم اور تم جوا کھیلیں تو وہ (کفارہ کے طور پر کچھ) صدقہ دے۔ (بخاری/۴۸۶۰، مسلم/۱۶۴۷)

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ انہوں نے لات وعزیٰ کی قسم کھالی نبی ﷺ نے

ان سے فرمایا: لا اله الاالله وحده تین مرتبہ کہو اور اپنے بائیں جانب تین مرتبہ تھوکو اور شیطان سے اللہ کی پناہ مانگو اور دوبارہ ایسا نہ کرنا۔ (احمد/۱۲۲۶۱، قال الأرنوؤط، سند صحیح، ابن ماجہ:۲۰۹۷)

قسم کے احکام

۱-یمین واجبہ: یہ وہ قسم ہے جس سے کسی معصوم انسان کو ہلاک ہونے سے بچایا جائے۔

۲-مندوبہ: مثلاً لوگوں کے درمیان صلح کرانے کے لئے قسم کھائی جائے۔

۳-مباحہ: مثلاً کسی مباح کام کے کرنے یا چھوڑنے پر قسم کھائی جائے۔

۴-مکروہہ: مثلاً کسی مکروہ کے کرنے یا کسی مندوب کے چھوڑنے پر قسم کھانا، خرید وفروخت میں قسم کھانا۔

۵-محرمہ: جان بوجھ کر جھوٹی قسم کھانا یا کسی معصیت کے کرنے یا واجب کے چھوڑنے پر قسم کھانا۔

اگر قسم توڑنا بہتر ہو تو قسم توڑ دے ایسا کرنا سنت ہے، مثلاً کسی نے کوئی ناپسندیدہ کام کرنے پر یا کسی پسندیدہ کام نہ کرنے پر قسم کھالی تو جو بہتر ہو وہ کرے اور اپنی قسم کا کفارہ دے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے کسی چیز پر قسم کھائی اس کے علاوہ کو اس سے بہتر خیال کیا تو وہ بہتر کام کرے، اور اپنی قسم کا کفارہ دے۔ (مسلم/۱۶۵۰)

اگر کسی واجب کے چھوڑ دینے پر قسم کھائی ہے مثلاً یہ قسم کھائی ہے کہ صلہ رحمی نہیں کرے گا یا حرام چیز کے کرنے پر قسم کھائی ہے مثلاً یہ قسم کھائی ہے کہ وہ شراب ضرور خریدے گا تو ایسی قسم توڑنا واجب ہے اور وہ اس کا کفارہ دے۔

اگر کسی مباح چیز کے کرنے پر قسم کھائی ہے یا اس کے چھوڑنے پر قسم کھائی ہے تو اپنی قسم توڑ سکتا ہے پھر کفارہ ادا کرے۔

کفارہ یمین کے واجب ہونے کی شرطیں:

۱-قسم کسی مکلّف نے کھائی ہو اور کسی ایسے آنے والے امر میں کھائی ہو جو ممکن ہے، مثلاً کسی نے یہ قسم کھائی کہ فلاں کے گھر نہیں جائے گا۔

۲-اسے قسم کھانے پر مجبور نہ کیا گیا ہو بلکہ اپنی رضامندی سے اس نے قسم کھائی ہو۔

۳-وہ قسم کا ارادہ کرنے والا ہو، بلا ارادہ قسم منعقد نہیں ہوگی، مثلاً کسی کو یہ کہنے کی عادت ہو لا واللہ اور بلی واللہ۔

۴-قسم توڑنا یہ ہے کہ جس چیز کے چھوڑنے کی قسم کھائی تھی اسے کر بیٹھے یا جس چیز کے کرنے کی قسم کھائی تھی اسے نہ کرے اور ایسا اپنی مرضی سے کرے اور اسے یاد ہو۔

قسم کا کفارہ:

جس پر قسم کا کفارہ واجب ہو اسے مندرجہ ذیل چیزوں میں سے کسی ایک کے کرنے کا اختیار دیا جائے گا۔

۱- دس مسکینوں کو کھانا کھلائے، یا تو ان میں سے ہر ایک کو نصف صاع گیہوں یا چاول یا کھجور، وغیرہ (جو اس ملک کی غذا مانی جاتی ہو) دے دے یا دوپہر، شام کا کھانا پکا کر کھلا دے۔

۲-یا دس مسکینوں کو کپڑا پہنائے یعنی ہر ایک کو اتنا کپڑا دے جس میں نماز پڑھی جا سکتی ہے۔

۳-یا ایک مسلمان غلام یا لونڈی آزاد کرے۔

اور اگر ان تینوں میں سے کسی ایک کے کرنے پر بھی قادر نہ ہو تو تین دن روزہ رکھے، (یاد رہے کہ تین دن روزہ رکھنے کی اجازت اسی صورت میں ہے جب مذکورہ تینوں چیزوں میں سے کسی کو کرنے کی اسے طاقت نہ ہو)

قسم توڑنے سے پہلے یا قسم توڑنے کے بعد کفارہ دینا جائز ہے، اگر پہلے دے دیا ہے تو یہ قسم کی گرہ کھولنے اور اس سے آزاد ہونے کے لئے مانی جائے گی اور اگر بعد میں دیا ہے تو گناہ کو مٹانے والی ہوگی۔ اللہ تعالیٰ قسم کا کفارہ بیان کرتے ہوئے کہتا ہے: ﴿لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْ أَيْمَانِكُمْ وَلَكِن يُؤَاخِذُكُم بِمَا عَقَّدتُّمُ الْأَيْمَانَ فَكَفَّارَتُهُ إِطْعَامُ عَشَرَةِ مَسَاكِينَ مِنْ أَوْسَطِ مَا تُطْعِمُونَ أَهْلِيكُمْ أَوْ كِسْوَتُهُمْ أَوْ تَحْرِيرُ رَقَبَةٍ فَمَن لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ ذَلِكَ كَفَّارَةُ أَيْمَانِكُمْ إِذَا حَلَفْتُمْ وَاحْفَظُوا أَيْمَانَكُمْ كَذَلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ آيَاتِهِ

لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ﴾ (مائدہ: ۸۹) ”اللہ تعالیٰ تمہاری قسموں میں لغو قسم پر تم سے مواخذہ نہیں فرماتا لیکن مواخذہ اس پر فرماتا ہے کہ تم جن قسموں کو مضبوط کر دو، اس کا کفارہ دس محتاجوں کو کھانا دینا ہے، اوسط درجے کا جو اپنے گھر والوں کو کھلاتے ہو یا ان کو کپڑا دینا یا ایک غلام یا لونڈی آزاد کرنا ہے، اور جس کو مقدور نہ ہو تو تین دن کے روزے ہیں یہ تمہاری قسموں کا کفارہ ہے جب تم قسم کھا لو اور اپنی قسموں کا خیال رکھو اسی طرح اللہ تعالیٰ تمہارے واسطے اپنے احکام بیان فرماتا ہے تاکہ تم شکر کرو“۔

ایک مسلمان کا دوسرے مسلمان پر حق یہ ہے کہ وہ اس کی قسم پوری کر دے، اگر اس نے اس پر قسم کھالی ہے۔ بشرطیکہ معصیت کے کام میں وہ قسم نہ ہو۔

اگر کسی نے یہ قسم کھائی کہ یہ کام نہیں کروں گا، لیکن بھول کر یا لاعلمی میں اسے کر لیا یا اس کے کرنے میں مجبور کیا گیا تو وہ حانث (قسم توڑنے والا) نہیں ہوگا، اور اس پر کوئی کفارہ نہیں۔

اگر کسی شخص پر قسم کھالی اور اس کا ارادہ اس کی عزت افزائی کرنا ہے، تو مطلقاً حانث نہیں ہوگا، اگر اس کا ارادہ اس پر الزام لگانا ہے، اور اس نے اسے نہیں کیا تو وہ حانث ہوگا۔

عمل کا دار مدار نیت پر ہے، پس جس نے کسی چیز پر قسم کھائی اور دل میں اس کے علاوہ کو چھپایا تو اس کی نیت کا اعتبار ہوگا نہ کہ الفاظ کا۔

قسم، قسم کھلانے والے کی نیت کے مطابق ہو، لہٰذا اگر قاضی نے کسی سے کسی مقدمہ میں قسم کھانے کے لئے کہا تو یہ قسم قاضی کی نیت کے مطابق ہو نہ کہ قسم کھانے والے کی نیت کے مطابق، لیکن اگر اس سے قسم کھانے کے لئے نہیں کہا گیا ہے بلکہ خود قسم کھائی ہے تو قسم کھانے والے کی نیت کے مطابق ہوگی، جس نے بیوی کے علاوہ کوئی حلال چیز اپنے لئے حرام کر لیا چاہے وہ کھانے پینے کی چیز ہو یا اس کے علاوہ ہو تو وہ چیز اس کے لئے حرام نہیں ہوگی، وہ اسے کھائے پیئے اور استعمال کرے اور کفارہ ادا کر دے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَا أَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ تَبْتَغِي مَرْضَاتَ أَزْوَاجِكَ وَاللّٰهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ قَدْ فَرَضَ اللّٰهُ لَكُمْ تَحِلَّةَ أَيْمَانِكُمْ وَاللّٰهُ مَوْلَاكُمْ وَهُوَ

الْعَلِيْمُ الْحَكِيْم ﴾(تحريم ١-٢) ''اے نبی! جس چیز کو اللہ نے آپ کے لئے حلال کر دیا ہے اسے آپ کیوں حرام کرتے ہیں؟ (کیا) آپ اپنی بیویوں کی رضامندی حاصل کرنا چاہتے ہیں اور اللہ بخشنے والا رحم کرنے والا ہے، تحقیق کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے قسموں کو کھول ڈالنا مقرر کر دیا ہے اور اللہ تمہارا کارساز ہے اور وہی (پورے) علم والا، حکمت والا ہے''۔

جس نے یہ قسم کھائی کہ بھلائی کا کام نہیں کرے گا تو وہ اپنی قسم پر قائم نہ رہے بلکہ کفارہ ادا کرے اور بھلائی کا کام کرے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿وَلَا تَجْعَلُواْ اللّهَ عُرْضَةً لِّأَيْمَانِكُمْ أَن تَبَرُّواْ وَتَتَّقُواْ وَتُصْلِحُواْ بَيْنَ النَّاسِ وَاللّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ﴾ (بقرہ: ٢٢٤) ''اور اللہ تعالیٰ کو اپنی قسموں کا (اس طرح نشانہ بناؤ کہ بھلائی اور پرہیزگاری اور لوگوں کے درمیان کی اصلاح کو چھوڑ بیٹھو اور اللہ تعالیٰ سننے والا جاننے والا ہے''۔

نذر کا بیان

نذر: کا مطلب یہ ہے کہ کوئی مکلّف شخص خود اپنی مرضی سے اللہ کے لئے کوئی چیز اپنے نفس پر واجب کرے جو اس پر شرعاً واجب نہیں تھی، نذر ہر اس قول سے منعقد ہو جائے گی جو اس پر دلالت کرے۔

نذر کا حکم:

یہ ہر اُس شخص کے لئے مشروع ہے، جو یہ سمجھتا ہو کہ وہ اپنی نذر پوری کر لے جائے گا، اور اس شخص کے لئے مکروہ ہے جو یہ سمجھتا ہو کہ وہ اپنی نذر پوری نہیں کر سکے گا۔ نذر ماننا اچھی بات نہیں کیونکہ کبھی نذر پوری کرنا دشوار ہو جاتا ہے اور آدمی گناہ گار ہوتا ہے، نذر ماننے والا اللہ سے شرط لگاتا ہے اور معاوضہ دینا چاہتا ہے یعنی یہ کہتا ہے کہ اگر اس کا مطلوب حاصل ہو گیا تو وہ اپنی نذر پوری کرے گا ورنہ نہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ بندوں سے اور بندوں کی اطاعت سے بے نیاز ہے۔

نذر ایک قسم کی عبادت ہے اس لئے اللہ کے علاوہ وہ کسی کے لئے نذر ماننا جائز نہیں اس میں اس کی

تعظیم کی جاتی ہے جس کے لئے نذر مانی جاتی ہے، اور اس سے تقرب حاصل کیا جاتا ہے، پس جس نے غیر اللہ کے لئے نذر مانی چاہے وہ قبر ہو یا بادشاہ ہو یا نبی ہو یا ولی ہو اس نے شرک اکبر کیا، وہ باطل نذر ہے اور اسے پوری کرنا حرام ہے۔

نذر وہی درست ہے جسے بالغ عاقل اور مختار شخص (یعنی جس پر کسی قسم کی زور زبردستی نہ کی گئی ہو) نے مانی ہو چاہے وہ مسلمان ہو یا کافر۔

نذر کی قسمیں:

۱-نذر مطلق: مثلاً یہ کہے کہ اگر میں نے ایسا کام کر لیا تو میرے اوپر اللہ کی نذر ہے، پھر اس نے ویسا کر لیا تو اس پر قسم کا کفارہ واجب ہے۔

۲-نذر لجاج یا غضب: وہ یہ ہے کہ آدمی اپنی نذر کو کسی ایسی شرط پر معلق کر دے جس سے اس کا مقصد اس سے رکنا ہو یا برانگیختہ کرنا ہو یا تصدیق یا تکذیب ہو جیسے کہ آدمی یہ کہے کہ اگر میں نے تم سے بات کی تو میرے اوپر حج ہے ایسی صورت میں اس کو اختیار دیا جائے گا چاہے وہ اس کام کو کرے جس کی اس نے نذر مانی ہے، یا قسم کا کفارہ ادا کرے۔

۳-نذر فعل مباح: مثلاً یہ نذر مانے کہ وہ اپنا کپڑا پہنے گا یا اپنے جانور پر سوار ہوگا وغیرہ ایسی نذر منعقد نہیں ہوگی اور اس پر کچھ واجب نہیں۔

۴-نذر مکروہ: جیسے طلاق وغیرہ کی نذر، ایسی صورت میں نذر ماننے والا اپنی قسم کا کفارہ دےگا اور اس پر عمل نہیں کرے گا۔

۵-نذر معصیت: مثلاً یہ نذر مانے کہ وہ کسی کو قتل کرے گا یا شراب پیئے گا یا زنا کرے گا یا عید کے دن روزہ رکھے گا، اس طرح کی نذر درست نہیں اور اسے پورا کرنا حرام ہے، اور اس پر قسم کا کفارہ ہے۔ (ابوداؤد/٣٢٩٩، ترمذی/١٥٢٤)

۶-نذر طاعت: چاہے وہ مطلقاً ہو جیسے اللہ سے تقرب حاصل کرنے کے لئے نماز، روزہ، حج، عمرہ، اعتکاف، وغیرہ کی نذر مانے، ایسی صورت میں نذر پوری کرنا واجب ہے، یا معلق نذر

مانے مثلاً یہ کہے کہ اگر اللہ نے مجھے شفا دیا یا مجھے مالی فائدہ ہوا تو میرے اوپر اللہ کے لئے اتنا صدقہ یا روزہ ہے وغیرہ پس اگر شرط پائی گئی تو نذر پوری کرنا واجب ہوگا، اللہ تعالیٰ نے ان مؤمنوں کی تعریف کی ہے جو نذر پوری کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿يُوفُونَ بِالنَّذْرِ وَيَخَافُونَ يَوْماً كَانَ شَرُّهُ مُسْتَطِيراً﴾ (دھر:۷) ''جو نذر پوری کرتے ہیں اور اس دن سے ڈرتے ہیں جس کی برائیاں چاروں طرف پھیل جانے والی ہیں''۔

اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿وَمَا أَنفَقْتُم مِّن نَّفَقَةٍ أَوْ نَذَرْتُم مِّن نَّذْرٍ فَإِنَّ اللَّهَ يَعْلَمُهُ وَمَا لِلظَّالِمِينَ مِنْ أَنصَارٍ﴾ (بقرہ: ۲۷۰) ''تم جتنا کچھ خرچ کرو یعنی خیرات اور جو کچھ نذر مانو اسے اللہ تعالیٰ بخوبی جانتا ہے''۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے نذر مانی کہ وہ اللہ کی اطاعت کرے گا تو وہ اللہ اطاعت کرے اور جس نے معصیت الٰہی کی نذر مانی ہے تو وہ اللہ کی نافرمانی نہ کرے، یعنی اسے پورا کرے۔ (بخاری/۶۶۹۶)

جس نے اطاعت کے کام کی نذر مانی اور اس کے کرنے سے پہلے مر گیا تو اس کی نذر اس کا ولی پورا کرے، اور جس نے اطاعت کے کام کی نذر مانی پھر اس کو پوری کرنے سے عاجز رہا تو اس پر قسم کا کفارہ ہے، اور ایسے شخص کے لئے نذر ماننا ناپسندیدہ ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے نذر ماننے سے منع کیا ہے اور فرمایا ہے کہ نذر کسی (مقدر کی گئی) چیز کو نہیں لوٹاتی صرف اتنا ہوتا ہے کہ اس کی وجہ سے بخیل سے کچھ مال نکالا جاتا ہے۔ (بخاری/۶۶۹۳، مسلم/۱۶۳۹)

ایسی چیز کی نذر ماننا جس کا کرنا دشوار ہو ناپسندیدہ ہے مثلاً کوئی یہ کہے کہ وہ پوری رات نماز پڑھے گا یا ہمیشہ روزہ رکھے گا یا اپنا پورا مال خیرات کردے گا یا پیدل چل کر حج یا عمرہ کرے گا، ایسی نذر پوری کرنا واجب نہیں بلکہ کفارہ ادا کرے۔

نذر کا مصرف:

نذر اطاعت کو اس پر خرچ کیا جائے جس کی اس نے شریعت مطہرہ کی حدود میں نیت کی ہو پس اگر نذر مانی گئی چیز خواہ وہ گوشت ہو یا اور کوئی چیز ہو فقراء میں باٹنے کے لئے نذر مانی ہے تو اس کا کھانا اس کے لئے جائز نہیں اور اگر اپنے گھر والوں یا دوست واحباب پر باٹنے کے لئے نذر مانی ہے تو وہ اسے کھا سکتا ہے۔

جس نے اپنی نذر میں طاعت کو معصیت کے ساتھ خلط ملط کردیا تو وہ اطاعت کا کام کرے اور نافرمانی کا کام چھوڑ دے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ خطبہ دے رہے تھے اتنے میں ایک آدمی کو دیکھا کہ وہ (دھوپ میں) کھڑا ہے، آپ نے اس کا حال پوچھا لوگوں نے یہ کہا یہ ابو اسرائیل ہیں انہوں نے یہ نذر مانی ہے کہ کھڑے رہیں گے بیٹھیں گے نہیں اور نہ سائے میں آئیں گے، اور نہ بات کریں گے اور وہ روزہ رکھیں گے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ان سے کہو کہ وہ بات کریں سائے میں آئیں اور بیٹھیں اور اپنا روزہ پورا کریں۔ (بخاری/۶۷۰۴)

جس نے کچھ دن روزہ رکھنے کی نذر مانی اور بیچ میں عیدالاضحیٰ یا عیدالفطر آ گئی:

زیاد بن جبیر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں ابن عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا ان سے ایک آدمی نے کہا کہ میں نے نذر مانی تھی کہ عمر بھر ہر منگل یا بدھ کو روزہ رکھوں گا اب یہ دن عیدالاضحیٰ کا دن پڑ گیا ہے (جس میں روزہ رکھنا منع ہے) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے نذر پوری کرنے کا حکم دیا ہے اور ہمیں قربانی کے دن روزہ رکھنے سے بھی منع کیا ہے، اس آدمی نے دوبارہ یہی بات کہی، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے پھر اسی طرح جواب دیا، اس سے زیادہ کچھ نہیں کہا۔ (بخاری: ۶۷۰۶، مسلم: ۱۱۳۹)

الباب الثامن

قضاء (فیصلہ کرنے کا بیان)

اس میں مندرجہ ذیل چیزوں کا بیان ہے:

۱- قضاء کا معنیٰ اور اس کی حکمت۔

۲- قضاء کی فضیلت۔

۳- قضاء انتہائی نازک کام ہے۔

۴- قاضی کے آداب۔

۵- فیصلے کی صفت۔

۶- دعویٰ اور دلیل۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَأَنزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقاً لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتَابِ وَمُهَيْمِناً عَلَيْهِ فَاحْكُم بَيْنَهُم بِمَا أَنزَلَ اللّهُ وَلاَ تَتَّبِعْ أَهْوَاءهُمْ عَمَّا جَاءكَ مِنَ الْحَقِّ﴾

(مائدہ:٤٨)

’’اور ہم نے آپ کی طرف حق کے ساتھ یہ کتاب نازل فرمائی ہے جو اپنے سے اگلی کتابوں کی تصدیق کرنے والی ہے اور ان کی محافظ ہے، اس لئے آپ ان کے آپس کے معاملات میں اسی اللہ کی اتاری ہوئی کتاب کے مطابق فیصلہ کیجئے اور اس حق سے ہٹ کر ان کی خواہشوں کے پیچھے نہ جائیے‘‘۔

۲- قضاء کا معنیٰ اور اس کا حکم

قضاء: قضاء مطلب شرعی حکم کو ظاہر کرنا، اسے لازم پکڑنا اور جھگڑوں کا فیصلہ کرنا ہے۔

قضاء کے مشروع ہونے میں حکمت:

حقوق کی حفاظت، عدل و انصاف قائم کرنے اور جان و مال اور عزت و آبرو کی حفاظت کے لئے اللہ تعالیٰ نے قضاء کو مشروع کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو پیدا کیا اور کام کرنے میں بعض کو بعض کا محتاج بنایا جیسے خرید و فروخت اور دوسرے سارے پیشے، نکاح طلاق اجارہ نفقات اور دوسری ضروریات زندگی، شریعت نے اس کے لئے کچھ قواعد وضوابط مقرر کئے ہیں جن کی روشنی میں لوگوں کے درمیان معاملات طے پائیں اور معاشرے میں امن و سکون کی فضا قائم ہو لیکن بسا اوقات قصداً یا لاعلمی میں ان قوائد وضوابط کی مخالفت کرنے کی وجہ سے بہت سی پریشانیاں نمودار ہوتی ہیں اور لوگوں کے درمیان لڑائی جھگڑا بغض و عداوت، لوٹ مار، قتل و خونریزی اور غارت گری جنم لیتی ہے، لہٰذا اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے فائدے کے لئے قضاء کو مشروع کیا ہے تاکہ لڑائی جھگڑا ختم کیا جاسکے مشکلات کو حل کیا جاسکے اور لوگوں کے درمیان عدل و انصاف قائم کیا جاسکے۔

قضاء کا حکم:

قضاء فرض کفایہ ہے۔ امام پر واجب ہے کہ ہر خطے اور شہر میں لوگوں کی ضرورت کے مطابق ایک یا ایک سے زیادہ قاضی مقرر کرے جو لوگوں کے جھگڑوں کا فیصلہ کرے، حدود قائم کرے اور عدل و انصاف سے فیصلہ کرے لوگوں کے حقوق واپس کرائے اور مظلوم کے ساتھ انصاف کرے اور جو چیزیں مسلمانوں کے فائدہ کے لئے ہیں ان میں غور و فکر کرے، امام پر واجب ہے کہ قضاء کے منصب کے لئے ایسے آدمی کو چنے جو سب سے زیادہ علم والا متقی اور پرہیزگار ہو اور اسے اللہ سے ڈرنے اور عدل قائم کرنے کی تلقین کرے۔

جو شخص منصب قضاء پر فائز ہو اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ مسلمان، مذکر بالغ عاقل، عادل، سننے والا اور آزاد ہو۔

۲- قضاء کی فضیلت

لوگوں کے درمیان فیصلہ کرنے کی بہت بڑی فضیلت ہے خاص طور سے اس شخص کے لئے جو اس پر قادر ہو اور اسے اپنے نفس کے بارے میں اس بات کا خطرہ نہ ہو کہ وہ لوگوں پر ظلم کرے گا، یہ تقرب الٰہی کا سب سے افضل ذریعہ ہے کیونکہ اس کے ذریعے لوگوں کے درمیان صلح کرائی جاتی ہے، مظلوم کے ساتھ انصاف کیا جاتا ہے، اور ظالم کو ظلم سے روکا جاتا ہے، بھلائی کا حکم دیا جاتا ہے اور برائی سے روکا جاتا ہے، حدود قائم کئے جاتے ہیں اور حق دار کو حق دیا جاتا ہے، اس کام کو انبیاء علیہم السلام نے کیا ہے، ان عظیم امور کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اس میں بہت اجر رکھا ہے اگرچہ قاضی سے غلطی ہی سرزد کیوں نہ ہو جائے، قاضی نے اگر اپنے اجتہاد سے فیصلہ کردیا اور وہ فیصلہ غلط نکلا تو اس پر کوئی مواخذہ نہیں ہے، اور اگر اس نے صحیح کیا تو اس کے لئے دہرا اجر ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: رشک صرف دو آدمی پر کیا جائے ایک وہ شخص جسے اللہ نے مال دیا اور وہ اسے نیک کاموں مین خرچ کرتا ہے اور دوسرا وہ شخص جس کو اللہ تعالیٰ نے قرآن و حدیث کا علم دیا اور وہ اس کے مطابق فیصلہ کرتا ہے اور لوگوں کو سکھاتا ہے۔ (بخاری/۷۳، مسلم/۸۱۶)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: انصاف کرنے والے اللہ کے پاس نور کے منبروں پر ہوں گے اور وہ منبر اللہ تعالیٰ کے دائیں جانب رکھے جائیں گے اور اللہ تعالیٰ کے دونوں ہاتھ دایاں ہیں، یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے فیصلوں میں اور اپنے اہل و عیال کے درمیان اور جس کے وہ نگراں ہیں ان کے درمیان انصاف کرتے ہیں۔ (مسلم/۱۸۲۷)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سات لوگ ایسے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ اس دن اپنا سایہ دے گا جس دن اس کے سایہ کے علاوہ کوئی سایہ نہ ہوگا، ایک عادل

بادشاہ، دوسرا وہ شخص جس نے اپنی جوانی اللہ کی عبادت میں گزاری، تیسرا وہ شخص جس کا دل مسجد میں لگا رہتا ہے، چوتھے وہ دو شخص جو اللہ کی خاطر ایک دوسرے سے محبت کریں اسی پر اکٹھا ہوں اور اسی پر جدا ہوں، پانچواں وہ شخص ہے جس کو کسی حسب ونسب والی خوبصورت عورت نے زنا کے لئے بلایا تو اس نے کہا کہ میں اللہ سے ڈرتا ہوں، چھٹا وہ شخص جو صدقہ کرتا ہے تو اس طرح چھپا کر کرتا ہے کہ اس کے بائیں ہاتھ کو پتہ نہیں چلتا کہ دائیں ہاتھ نے کیا خرچ کیا، ساتواں وہ آدمی جس نے اللہ تعالیٰ کو تنہائی میں یاد کیا پھر اس کی آنکھ سے آنسو نکل پڑے۔ (بخاری/۱۴۳۲، مسلم/۱۰۳۱)

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ اگر حاکم نے اپنے اجتہاد سے فیصلہ کیا اور اس کا فیصلہ درست نکلا تو اس کے لئے دو اجر ہے اور اگر اپنے اجتہاد سے فیصلہ کیا اور غلطی کر بیٹھا تو اس کے لئے ایک اجر ہے۔ (بخاری:۱۴۲۳، مسلم: ۱۰۳۱)

۳-قضاء انتہائی نازک کام ہے

قضاء کا مطلب لوگوں کے خون، عزت، مال اور سارے حقوق کے بارے میں ان کے درمیان فیصلہ کرنا ہے اس لئے اس کا خطرہ بہت بڑا ہے، اس بات کا اندیشہ رہتا ہے کہ قاضی دونوں فریق میں سے کسی ایک کی طرف قریبی یا دوست ہونے کی وجہ سے یا کسی منفعت کی لالچ میں یا خوف کی وجہ سے کہیں مائل نہ ہو جائے اور فیصلہ کرنے میں ظلم نہ کر بیٹھے۔

قاضی شرعی حکم کو معلوم کرنے کی پوری کوشش کرتا ہے وہ دلائل کو تلاش کرتا ہے وہ صحیح بات تک پہنچنے کے لئے اپنے نفس کو تھکاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ قاضی کے ساتھ ہوتا ہے، جب تک کہ وہ ظلم نہ کرے اور جب وہ ظلم کرنے لگتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو تنہا چھوڑ دیتا ہے۔

قاضیوں کی تین قسمیں ہیں:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿يَا دَاوُودُ إِنَّا جَعَلْنَاكَ خَلِيفَةً فِي الْأَرْضِ فَاحْكُم بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوَى فَيُضِلَّكَ عَن سَبِيلِ اللَّهِ إِنَّ الَّذِينَ يَضِلُّونَ عَن سَبِيلِ اللَّهِ لَهُمْ

عَذَابٌ شَدِيدٌ بِمَا نَسُوا يَوْمَ الْحِسَابِ﴾ (ص:۲۶) ’’اے داؤد! ہم نے تمہیں زمین میں خلیفہ بنا دیا تم لوگوں کے درمیان حق کے ساتھ فیصلے کرو اور اپنی نفسانی خواہش کی پیروی نہ کرو ورنہ وہ تمہیں اللہ کی راہ سے بھٹکا دے گی، یقیناً جو لوگ اللہ کی راہ سے بھٹک جاتے ہیں ان کے لیے سخت عذاب ہے اس لیے کہ انہوں نے حساب کے دن کو بھلا دیا ہے‘‘۔

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قاضی تین قسم کے ہوتے ہیں ان میں دو جہنم میں جائیں گے اور ایک جنت میں جس نے حق جان کر اس کے مطابق فیصلہ کیا وہ جنت میں جائے گا اور جس نے علم نہ رکھتے ہوئے فیصلہ کیا وہ جہنم میں جائے گا۔ (ابو داؤد/۳۵۵۳، ابن ماجہ/۲۳۱۵)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جسے لوگوں کے درمیان قاضی بنایا گیا اسے بغیر چھری کے ذبح کر دیا گیا۔ (ابو داؤد/۳۵۷۲، ابن ماجہ/۲۳۸۰)

قضاء کا منصب طلب نہیں کرنا چاہئے:

قضاء کا منصب طلب کرنا یا اس کی لالچ کرنا مناسب نہیں ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اے عبد الرحمٰن بن سمرہ! تم سرداری نہ مانگو کیونکہ اگر مانگنے پر تم کو سرداری ملے گی تو اللہ تعالیٰ اپنی مدد تم سے اٹھا لے گا۔ (یعنی تم جانو تمہارا کام جانے) اور اگر بغیر مانگے تمہیں دیا جائے تو اللہ تعالیٰ اس پر تمہاری مدد کرے گا۔ (بخاری/۷۱۴۷، مسلم/۱۶۵۲)

قاضی کے آداب

سنت یہ ہے کہ قاضی طاقت ور ہو لیکن ظالم نہ ہو تا کہ ظالم اس سے کچھ امید نہ رکھے، اور نرم بھی ہو لیکن کمزور نہ ہو تا کہ حق دار اس کے پاس جانے سے نہ ڈرے قاضی حلیم و بردبار ہو تا کہ فریقین میں سے کسی کی باتیں سن کر غصہ نہ ہو اور جلد بازی میں بغیر معاملہ ثابت ہوئے فیصلہ نہ کر بیٹھے۔

قاضی باوقار ہو اور جلد باز نہ ہو کیونکہ جلد بازی میں کبھی وہ غلط فیصلہ کرسکتا ہے، وہ ذہین ہو تا کہ کوئی فریق اسے دھوکہ نہ دے سکے۔

وہ پاک دامن ہو اور حرام مال کھانے والا نہ ہو۔

اس کا عمل خالص اللہ کے لئے ہو، وہ اس سے اجر وثواب چاہتا ہو اور اللہ کی خاطر کام کرنے میں کسی کے برا بھلا کہنے کی پرواہ نہ کرتا ہو، اپنے پہلے کے قاضیوں کے فیصلوں سے باخبر ہو تا کہ اس کے لئے فیصلہ کرنا آسان ہو۔

قاضی کو فقہاء اور علماء کی مجلسوں میں شریک ہونا چاہئے اور جس مسئلہ میں اسے اشکال ہو اس میں ان سے مشورہ لینا چاہئے۔

قاضی کے اوپر واجب ہے کہ فریقین کے درمیان اپنے پاس آنے میں اپنے سامنے بیٹھانے میں ان کی طرف متوجہ ہونے میں اور ان کی بات سننے میں برابری کرے اور ان کے درمیان اس چیز سے فیصلہ کرے جو اللہ نے نازل کیا ہے۔

قاضی کے لئے سخت غصہ کی حالت میں یا پائخانہ پیشاب روک کر یا سخت بھوک یا پیاس یا غم اکتاہٹ یا سستی یا اونگھ کی حالت میں فیصلہ کرنا منع ہے، پس اگر اس نے اس کی مخالفت کی اور صحیح فیصلہ کیا تو وہ فیصلہ نافذ ہوجائے گا۔

قاضی کے لئے مسنون یہ ہے کہ اپنا کوئی مسلمان، عادل، مکلّف، کاتب رکھے جو اس کے لئے واقعات ومعاملات درج کرے۔

قاضی کے لئے رشوت لینا حرام ہے، جیسے کہ دوسرے لوگوں کے لئے حرام ہے، وہ ہدیہ بھی نہ قبول کرے الّا یہ کہ ایسا شخص اس کو ہدیہ دے جو اس کے قاضی بننے سے پہلے اس کے پاس ہدیہ بھیجا کرتا تھا، اور بہتر یہ ہے کہ اس کو بھی قبول نہ کرے، اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ عمال کا ہدیہ لینا خیانت کرنا ہے۔ (احمد/۲۳۹۹۹، ملاحظہ ہو الارواء رقم/۲۶۲۲)

قاضی اپنے ذاتی علم سے فیصلہ نہ کرے اس لئے کہ اس سے اس پر تہمت لگائی جاسکتی ہے

بلکہ جیسا سنے اس کے مطابق فیصلہ کرے، لیکن اگر گمان اور تہمت کا اندیشہ نہ ہو یا اس کے پاس وہ خبر کئی طریقوں سے پہنچی ہو اور بہت سے لوگ اسے جانتے ہوں، اپنے ذاتی علم کے مطابق فیصلہ کرسکتا ہے، بہتر یہ ہے کہ قاضی فیصلہ صادر کرنے سے پہلے دونوں فریقوں کو وعظ و نصیحت کرے۔

لوگوں کے درمیان صلح کرنے اور رحم کرنے کی فضیلت:

قاضی کے لئے مستحب یہ ہے کہ دونوں فریق کے درمیان صلح کرانے کی کوشش کرے، انہیں عفو درگزر کی ترغیب دلائے جب تک شرعی حکم ظاہر نہ ہوجائے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿لَا خَيْرَ فِي كَثِيرٍ مِّن نَّجْوَاهُمْ إِلَّا مَنْ أَمَرَ بِصَدَقَةٍ أَوْ مَعْرُوفٍ أَوْ إِصْلَاحٍ بَيْنَ النَّاسِ وَمَن يَفْعَلْ ذَلِكَ ابْتَغَاء مَرْضَاتِ اللّهِ فَسَوْفَ نُؤْتِيهِ أَجْراً عَظِيماً﴾ (نساء: ۱۱۴) ”ان کے اکثر مصلحتی مشورے بے خیر ہیں، ہاں بھلائی اس کے مشورے میں ہے جو خیرات کا یا نیک بات کا یا لوگوں میں صلح کرانے کا حکم کرے اور جو شخص صرف اللہ تعالیٰ کی رضامندی حاصل کرنے کے ارادہ سے یہ کام کرے اسے ہم یقیناً بہت بڑا ثواب دیں گے“۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ فَأَصْلِحُوا بَيْنَ أَخَوَيْكُمْ وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ﴾ (حجرات: ۱۰) ”(یاد رکھو) سارے مسلمان بھائی ہیں پس اپنے دو بھائیوں میں ملاپ کرادیا کرو، اور اللہ سے ڈرتے رہو تا کہ تم پر رحم کیا جائے“۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿مُّحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاء عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاء بَيْنَهُمْ﴾ (فتح: ۲۹) ”محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں کافروں پر سخت ہیں آپس میں رحم دل ہیں“۔

حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحم نہیں کرتا جو لوگوں پر رحم نہیں کرتا۔ (بخاری: ۷۳۷۶، مسلم: ۲۳۱۹)

قاضی کے لئے مستحب ہے کہ اپنا فیصلہ سنانے سے پہلے فریقین کو وعظ و نصیحت کرے:

حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ رسول ﷺ نے فرمایا: دیکھو میں بھی ایک آدمی ہوں، تم آپس میں جھگڑتے ہوئے میرے پاس آتے ہو اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ تم میں سے ایک فریق اپنی بحث و حجت دوسرے فریق سے زیادہ اچھے انداز میں پیش کرتا ہے اور میں بحث سن کر اس کے مطابق فیصلہ کر دیتا ہوں، لہٰذا اگر میں کسی فریق کو اس کے بھائی کا کچھ حق دلا دوں تو اسے نہ لے، کیونکہ میں اس کو دوزخ کا ایک ٹکڑا دلا رہا ہوں۔ (بخاری: ۷۱۶۹، مسلم: ۱۷۱۳)

۱- قاضی کا فیصلہ خود اس کے لئے نافذ نہیں کیا جائے گا اور نہ ان لوگوں کے لئے جن کی گواہی اس کے لئے قبول نہیں کی جائے گی، جیسے باپ بیٹا یا بیوی وغیرہ۔

اگر دو آمیوں نے اپنے درمیان کسی نیک آدمی کو حاکم بنایا ہے تو اس کا فیصلہ ان دونوں کے درمیان نافذ کیا جائے گا۔

اللہ تعالیٰ نے جو نازل نہیں کیا ہے اس سے فیصلہ نہ کیا جائے:

قاضی پر واجب ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو وحی نازل کی ہے اسی سے فیصلہ کرے اور اس چیز سے فیصلہ نہ کرے جسے اللہ نے نازل نہیں کیا ہے، کیونکہ یہ اہل کفر کے اعمال ہیں۔

اللہ کی شریعت میں انسان کی بھلائی کے لیے ساری چیزیں موجود ہیں اور یہ دین کامل ہے اس دین نے زندگی کے تمام شعبوں میں رہنمائی کی ہے اس لیے قاضی معاملہ میں غور و فکر اللہ کی وحی کے مطابق کرے اور اسی کے مطابق فیصلہ صادر کرے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَمَن لَّمْ يَحْكُم بِمَا أَنزَلَ اللَّهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ﴾ (مائدہ: ۴۴) ''جو لوگ اللہ کی اتاری ہوئی وحی کے ساتھ فیصلے نہ کریں وہ (پورے اور پختہ) کافر ہیں''۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَأَنِ احْكُم بَيْنَهُم بِمَا أَنزَلَ اللَّهُ وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَهُمْ وَاحْذَرْهُمْ أَن يَفْتِنُوكَ عَن بَعْضِ مَا أَنزَلَ اللَّهُ إِلَيْكَ فَإِن تَوَلَّوْا فَاعْلَمْ أَنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ أَن يُصِيبَهُم

بِبَعْضِ ذُنُوبِهِمْ وَإِنَّ كَثِيرًا مِّنَ النَّاسِ لَفَاسِقُونَ﴾ (مائدہ: ۴۹) ''آپ ان کے معاملات میں خدا کی نازل کردہ وحی کے مطابق ہی فیصلہ کیا کیجئے اور ان کی خواہشوں کی تابعداری نہ کیجئے اور ان سے ہوشیار رہئے کہ کہیں یہ آپ کو اللہ کے اتارے ہوئے کسی حکم سے ادھر ادھر نہ کریں، اگر یہ لوگ منہ پھیر لیں تو یقین کریں کہ اللہ کا ارادہ یہی ہے کہ انہیں ان کے بعض گناہوں کی سزا دے ہی ڈالے اور اکثر لوگ بے حکم ہی ہوتے ہیں''۔

قاضی کی تین صفتیں ہیں:

وہ اثبات کے اعتبار سے گواہ ہے اور حکم بیان کرنے کے اعتبار سے مفتی ہے اور حکم کو نافذ کرنے کے اعتبار سے بادشاہ ہے۔

قاضی اور مفتی میں یہ فرق ہے کہ قاضی شرعی حکم کو بیان کرتا ہے اور اسے نافذ بھی کرتا ہے اور مفتی صرف حکم بیان کرتا ہے۔

۵- فیصلہ کیسے کیا جائے

جب دونوں فریق قاضی کے پاس آئیں تو وہ پوچھے کہ مدعی کون ہے، اور خاموش ہو جائے یہاں تک کہ ان میں سے کوئی ایک بولنا شروع کر دے، پھر جو مدعی ہو اس کو پہلے بولنے کے لئے کہے، پھر اگر اس کے مدمقابل شخص نے اقرار کر لیا تو مدعی کے حق میں فیصلہ کر دے، اور اگر مدمقابل نے انکار کر دیا تو مدعی سے کہے کہ اگر تمہارے پاس دلیل ہو تو اسے پیش کرو، پس اگر اس نے دلیل پیش کی تو اسے سنے پھر اس کے مطابق فیصلہ کرے اور اپنے ذاتی علم کے مطابق فیصلہ نہ کرے سوائے بعض خاص حالات میں جیسا کہ بیان کیا جا چکا ہے۔

اور اگر مدعی یہ کہے کہ میرے پاس دلیل نہیں ہے تو قاضی اسے یہ بتائے کہ اس کا مدمقابل اب قسم کھائے گا، پھر اگر مدعی یہ کہتا ہے کہ اس کے مدمقابل سے قسم لی جائے تو قاضی اس سے قسم لے پھر اسے چھوڑ دے۔

اور اگر مدعی علیہ قسم کھانے سے انکار کرے تو اس کے خلاف فیصلہ کرے اس لئے کہ اس کا قسم

کھانا ایسا قرینہ ہے جو مدعی کے سچے ہونے پر دلالت کرتا ہے۔

قاضی مدعی سے بھی قسم لے سکتا ہے، مدعی علیہ قسم نہ کھائے خاص طور سے اس وقت جب مدعی کا پہلو قوی ہو۔

اور اگر انکار کرنے والے نے (مدعی علیہ نے) قسم کھالی اور قاضی نے اس کو چھوڑ دیا پھر مدعی نے دلیل پیش کی تو قاضی اسی کے مطابق فیصلہ کرے اس لئے کہ مدعی علیہ کا قسم کھانا صرف جھگڑے کو زائل کرنے والا ہے نہ کہ حق کو زائل کرنے والا ہے۔

قاضی کا فیصلہ نہ توڑا جائے الا یہ کہ وہ کتاب وسنت یا اجماع کے خلاف ہو۔

۶- دعویٰ اور دلیل

دعویٰ یہ ہے کہ آدمی اپنے آپ کو کسی چیز کا مستحق بتائے جو دوسرے کے ہاتھ میں ہو، مدعی وہ ہے جو حق طلب کرے اور اگر وہ خاموش رہے تو چھوڑ دیا جائے گا۔

مدعی علیہ وہ ہے جس سے حق کا مطالبہ کیا جائے اور اگر وہ خاموش رہے تو چھوڑا نہیں جائے گا۔

دعویٰ کے تین ارکان ہیں:

مدعی، مدعی علیہ، مدعی فیہ یا مدعی بہ۔

دلیل:

دلیل سے مراد ہر وہ چیز ہے جو حق کو ظاہر کردے چاہے وہ گواہ ہو یا قسم یا قرائن واحوال وغیرہ۔

دعویٰ کے صحیح ہونے کی شرطیں:

دعویٰ اسی وقت صحیح ہوگا جب وہ تفصیل سے لکھا ہوا ہو، اس لئے کہ اسی کے مطابق فیصلہ ہوگا، اس میں مدعی بہ (یعنی جس چیز کے لئے دعویٰ کیا جائے) معلوم ہو اور مدعی صراحتاً اس کا مطالبہ کررہا ہو اور مدعی بہ اگر قرض ہے تو وہ اس وقت پایا جائے۔

گواہی کی حالتیں:

دلیل کبھی دو گواہ کے ذریعے ہوتی ہے اور کبھی ایک مرد اور دو عورت کے ذریعے ہوتی ہے اور کبھی

چار گواہ پیش کرنا پڑتا ہے اور کبھی تین گواہ پیش کرنا پڑتا ہے اور کبھی ایک گواہ کے ذریعہ ہوتی ہے اور اس مدعی سے قسم بھی لی جاتی ہے، اس کی تفصیل ان شاء اللہ آگے آئے گی۔

گواہ کا عادل (معتبر) ہونا شرط ہے اور اسی کے بیان کے مطابق قاضی فیصلہ کرے اور اگر قاضی اس کے برعکس جانتا ہے جو گواہی دی گئی ہے تو اس کی گواہی کے مطابق اس کے لئے فیصلہ کرنا جائز نہیں، اور جس کا عادل ہونا معلوم نہ ہو اس کے بارے میں قاضی پوچھے اور اگر دوسرا فریق گواہ پر نکتہ چینی کرے تو اس سے دلیل پیش کرنے کے لئے کہا جائے اور اسے تین دن کی مہلت دی جائے پھر اگر وہ اس دوران دلیل پیش نہیں کرسکا تو اس کے خلاف فیصلہ کیا جائے گا۔

تہمت لگائے جانے میں لوگوں کی تین قسمیں ہیں:

۱- ایک وہ لوگ ہیں جن کا زہد وتقوی اور دین لوگوں میں مشہور ہے وہ متہم لوگوں میں سے نہیں ہو سکتے، ایسے لوگوں کو قید کرنا یا مارنا درست نہیں بلکہ اس شخص کو تادیباً سزا دی جائے جو ان پر تہمت لگائے۔

۲- متہم کی حالت معلوم نہ ہو اور یہ نہ جانا جائے کہ وہ نیک ہے یا بد، ایسے شخص کو قید کیا جائے گا جب تک اس کی حالت ظاہر نہ ہوجائے تاکہ حقوق کی حفاظت ہو۔

۳- متہم جرم کرنے اور برائی کرنے میں مشہور ہو اس پر بار بار اتہام لگایا جاچکا ہو، یہ شخص دوسری قسم سے زیادہ خطرناک ہے اس کو مارنا اور قید کرنا ضروری ہے یہاں تک کہ وہ اپنے جرم کا اقرار کرے تاکہ لوگوں کے حقوق کی حفاظت ہو۔

اور اگر قاضی یہ جانتا ہے کہ گواہ عادل (معتبر) ہے تو اسی کے بیان کے مطابق فیصلہ کرے اور اس کے سچا ہونے کے بارے میں نہ پوچھے اور اگر قاضی اس کے معتبر ہونے کے بارے میں نہیں جانتا ہے تو اس کے ذریعہ فیصلہ نہ کرے اور اگر گواہ کی حالت معلوم نہ ہو تو مدعی سے کہے کہ دو عادل گواہ کے ذریعے ان کا تزکیہ کرے۔

قاضی کے لئے یہ مستحب ہے کہ دونوں فریقوں کے درمیان صلح کرادے اور عفو ودرگزر کی تلقین کرے جب تک کہ شرعی حکم ظاہر نہ ہوجائے، اور اگر شرعی حکم ظاہر ہوجائے تو پھر اس کے مطابق

فیصلہ کرے، قاضی کا فیصلہ کسی حرام کو حلال نہیں کرسکتا اور نہ کسی حلال کو حرام کرسکتا ہے، پس اگر دلیل سچی ہے تو مدعی کے لئے اپنا حق لینا حلال ہوگا اور اگر دلیل جھوٹی ہے مثلاً جھوٹی گواہی دی گئی اور قاضی نے اس کی بنیاد پر اس کے حق میں فیصلہ کردیا تو مدعی کے لئے اس کا لینا جائز نہیں۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم آپس میں جھگڑتے ہوئے میرے پاس آتے ہو اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ تم میں سے ایک فریق اپنی بحث وحجت دوسرے فریق سے زیادہ اچھے انداز میں پیش کرتا ہے لہٰذا اگر میں اس کی بات سن کر اس کے بھائی کا کچھ حق اسے دلا دوں تو میں اسے دوزخ کا ایک ٹکڑا دلا رہا ہوں لہٰذا وہ اسے نہ لے۔ (بخاری/۲۶۸، مسلم/۱۷۱۳)

غائب کے خلاف فیصلہ کرنا جائز ہے اگر اس پر دلیل سے حق ثابت ہوجائے اور یہ آدمیوں کے حقوق میں سے ہے نہ کہ اللہ کے حق میں سے اور غائب اسے مانا جائے گا جو قصر کی مسافت یا اس سے زیادہ کی دوری پر ہو اور اس کا حاضر ہونا دشوار ہو، اور اگر وہ حاضر ہوجائے تو اسے اپنی دلیل پیش کرنے اور بحث کرنے کا اختیار ہے۔

مقدمہ مدعی علیہ کے ملک ہی میں چلایا جائے اس لئے کہ اصل اس کے ذمہ کی براءت ہے اور اگر وہ بھاگ گیا یا ٹال مٹول کیا یا بغیر عذر حاضر نہیں ہوا تو اس کو سزا دینا ضروری ہے۔

تزکیہ، جرح اور پیغام رسانی میں دو معتبر آدمیوں کی بات مانی جائے اور ترجمہ میں ایک ہی معتبر آدمی کی بات مانی جائے گی اور اگر دو ہوں تو اور بہتر ہے ایک قاضی کا خط دوسرے قاضی کے پاس آدمی کے ہر حق میں قبول کیا جائے گا، جیسے خرید وفروخت، اجارہ، وصیت، نکاح، طلاق، کسی پر حملہ کرنا اور قصاص وغیرہ اور یہ مناسب نہیں ہے کہ کوئی قاضی کسی قاضی کے پاس اللہ کے حدود کے بارے میں لکھے، جیسے زنا اور شراب وغیرہ اس لئے کہ وہ پردہ پوشی اور شہادت کے ازالے پر مبنی ہے۔

اگر مدعی اور مدعی علیہ کسی چیز کے اوپر اپنا دعویٰ کریں تو اس کی چھ حالتیں ہوسکتی ہیں۔

۱- اگر وہ چیز ان دونوں میں سے کسی ایک کے ہاتھ میں ہے تو وہ اسی کی مانی جائے گی اور اس سے قسم لیا جائے گی یہ اس صورت میں ہے جب مد مقابل دلیل نہ پیش کرسکے۔

۲- وہ چیز ان دونوں کے ہاتھ میں ہو اور کوئی دلیل نہ ہو ایسی صورت میں دونوں سے قسم لی جائے گی اور اسے دونوں کے درمیان تقسیم کردیا جائے۔

۳- وہ چیز ان دونوں کے علاوہ دوسرے کے ہاتھ میں ہو اور دلیل نہ ہو ایسی صورت میں قرعہ اندازی کی جائے گی پس جس کے نام سے قرعہ نکلے وہ قسم کھائے اور اسے لے لے۔

۴- وہ چیز کسی کے ہاتھ میں نہ ہو اور نہ ان دونوں میں سے کسی کے پاس دلیل ہو ایسی صورت میں دونوں قسم کھائیں اور اسے آدھا آدھا لے لیں۔

۵- ان میں سے ہر ایک کے پاس دلیل ہو اور وہ ان میں سے کسی کے ہاتھ میں نہ ہو ایسی صورت میں اس چیز میں دونوں کا برابر برابر حصہ ہے۔

۶- اگر دونوں نے کسی چوپائے یا گاڑی کے بارے میں جھگڑا کیا اور ان میں سے ایک سوار ہے اور دوسرا اس کی لگام پکڑے ہوئے ہے، تو اگر دلیل نہ ہو تو وہ پہلے کا ہے (یعنی بیٹھنے والے کا ہے)۔

جھوٹی قسم کا خطرہ:

جھوٹی قسم کھا کر اگر کوئی شخص اپنے بھائی کا مال ہڑپ کرنا چاہے تو یہ حرام ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے اپنی قسم سے کسی مسلمان کا حق اپنا لیا اللہ تعالیٰ جہنم اس کے لئے واجب کردے گا، اور جنت اس پر حرام کردے گا۔ (مسلم/۱۳۷)

جن املاک کو تقسیم کرنے میں ضرر ہو یا عوض دینا پڑے وہ شرکاء کی اجازت کے بغیر تقسیم نہیں کی جا سکتی، اور جن املاک کے تقسیم کرنے میں کوئی ضرر نہ ہو یا عوض نہ دینا پڑے اس کے تقسیم کا مطالبہ اگر کوئی شریک کرے تو دوسرے کو بھی اس پر مجبور کیا جائے، شرکاء یہ املاک یا تو خود تقسیم کرلیں یا کوئی تقسیم کرنے والا چن لیں یا حاکم سے تقسیم کرنے کا مطالبہ کریں اور ہر ایک اپنا حصہ واجرت اپنی ملکیت کے اعتبار سے لے پھر جب وہ آپس میں تقسیم کرلیں یا قرعہ اندازی کرلیں تو ہر ایک کو اپنا حصہ لینا پڑے گا۔

دعویٰ ثابت کرنا :

دعویٰ تین چیزوں سے ثابت ہوگا اقرار، گواہی، قسم:

۱-اقرار: اقرار کا مطلب یہ ہے کہ مکلّف خودمختار شخص اس چیز کا اعتراف واظہار کرے جو اس پر واجب ہے۔

ہر بالغ عاقل خودمختار (یعنی جس کو اقرار کرنے پر مجبور نہ کیا گیا ہو) کا اقرار کرنا درست ہے، اقرار سب سے بڑی دلیل ہے۔

اقرار کا حکم:

اگر انسان کے ذمہ اللہ کا کوئی حق ہے مثلاً زکوٰۃ یا انسان کا کوئی حق ہے مثلاً قرض تو اس کا اقرار کرنا واجب ہے۔

اگر مکلّف آدمی پر اللہ کے حدود میں سے کوئی حد واجب ہوئی ہے جیسے زنا کی حد تو اقرار کرسکتا ہے لیکن اگر اس کی پردہ پوشی کرے اور اللہ سے توبہ کرے تو زیادہ بہتر ہے۔

اگر اقرار صحیح ہو اور ثابت ہو جائے تو اگر اس کا تعلق آدمی کے حقوق میں سے کسی حق سے ہے تو اس سے رجوع جائز نہیں اور نہ رجوع قبول کی جائے گی، اور اگر اس کا تعلق حقوق اللہ سے ہو جیسے زنا یا شراب یا چوری کی حد ہو تو اس سے رجوع کیا جاسکتا ہے اس لئے کہ شبہات میں حدود نہیں قائم کئے جاسکتے۔

۲-گواہی:

گواہی کا مطلب اس چیز کی خبر دینا ہے جسے آدمی جانتا ہے، اس کے لئے آدمی یہ الفاظ استعمال کرے، میں گواہی دیتا ہوں یا میں نے دیکھا ہے یا میں نے سنا ہے وغیرہ۔

اللہ تعالیٰ نے گواہی کو حقوق کو ثابت کرنے کے لئے مشروع کیا ہے، چنانچہ فرماتا ہے: ﴿وَأَشْهِدُوا ذَوَىْ عَدْلٍ مِّنكُمْ وَأَقِيمُوا الشَّهَادَةَ لِلَّهِ﴾ (طلاق:۲) "اور آپس میں دو عادل شخصوں کو گواہ کرلو اور اللہ کی رضامندی کے لئے ٹھیک ٹھیک گواہی دو"۔

گواہی دینے کے وجوب کی شرطیں:

آدمی پر گواہی دینا اس وقت واجب ہے جب اسے اس کے لئے بلایا جائے اور وہ اس پر قادر ہو اور گواہی دینے کی صورت میں اس کے جسم وعزت، مال واہل میں کوئی نقصان لاحق نہ ہو۔

گواہی کی ذمہ داری لینا فرض کفایہ ہے اگر وہ آدمیوں کے حقوق کے بارے میں ہو اور جو شخص اس کی ذمہ داری لے اس پر گواہی دینا فرض عین ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَلَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ وَمَن يَكْتُمْهَا فَإِنَّهُ آثِمٌ قَلْبُهُ﴾ (بقرہ: ۲۸۳) "اور گواہی کو نہ چھپاؤ، اور جو اسے چھپالے وہ گناہ گار دل والا ہے"۔

اللہ کے حق میں گواہی دینا مباح ہے مثلاً کسی حد میں گواہی دینا جیسے زنا وغیرہ لیکن اگر اسے چھوڑ دیا جائے تو افضل ہے کیونکہ مسلمان کی پردہ پوشی واجب ہے، الّا یہ کہ وہ شخص کھلم کھلا برائیاں کرنے والا ہو، پھر ایسی صورت میں گواہی دینا افضل ہوگا تا کہ برائی کو جڑ سے مٹایا جاسکے اور مفسدین کو ان کے انجام تک پہنچایا جاسکے۔

بغیر جانے گواہی دینا کسی کے لئے جائز نہیں اور یہ جاننا یا تو خود دیکھنے یا سننے سے حاصل ہوگا یا استفاضہ یعنی شہرت سے، جیسے کسی کی شادی یا موت کا علم۔

جھوٹی گواہی گناہ کبیرہ ہے، اس سے لوگوں کا مال باطل طریقے سے کھایا جاتا ہے، حقوق کا ضیاع ہوتا ہے حکام کو گمراہ کیا جاتا ہے تا کہ وہ اس چیز کے علاوہ سے فیصلہ کریں جو اللہ نے نازل کیا ہے۔

گواہی قبول ہونے کی شرطیں:

۱- گواہ عاقل وبالغ ہو، لہٰذا بچوں کی گواہی قبول نہیں کی جائے گی الّا یہ کہ خود ان کے درمیان ہو۔

۲- گواہ کلام کرے اور گونگا نہ ہو الّا یہ کہ لکھ کر گواہی دے۔

۳- گواہ مسلم ہو، لہٰذا کافر کی گواہی مسلمان کے خلاف قبول نہیں کی جائے گی البتہ اگر سفر میں کوئی مسلمان نہ ملے اور کسی کافر کو وصیت کی ہو تو کافر کی بات مانی جائے گی، اور کافروں کی گواہی اگر آپس میں ایک دوسرے کے خلاف ہو تو مانی جائے گی۔

۴- گواہ بات یاد رکھنے والا ہو اور مغفل (بے وقوف) نہ ہو۔

۵- گواہ عادل یعنی معتبر ہو، اور عدالت ہر زمان ومکان میں اپنے مطابق طے کی جاتی ہے البتہ اس میں دو چیزوں کا اعتبار کرنا ضروری ہے۔

۱-وہ دین دار ہو یعنی فرائض کو ادا کرتا ہو اور محرمات سے بچتا ہو۔

۲-وہ صاحب مروت ہو یعنی اچھا کام کرے مثلاً جود وسخاوت، حسن اخلاق وغیرہ اور بری چیزوں سے پرہیز کرے مثلاً جوا، شعبدہ بازی وغیرہ۔

۳-اس پر کوئی تہمت نہ لگائی جاسکے۔

گواہی پر گواہی ہر چیز میں قبول کی جائے گی سوائے حدود میں اور اگر اصل کی گواہی دشوار ہو مثلاً مر جائے یا بیمار ہو، یا غائب ہو تو حاکم فرع کی گواہی قبول کرے اگر وہ اس کی نیابت کرے، مثلاً یہ کہے کہ میں فلاں فلاں کی گواہی پر گواہی دیتا ہوں۔

گواہی کے موانع

گواہی کے موانع آٹھ ہیں:

۱-ولادت کی قرابت:

اور وہ باپ دادا اور بیٹے پوتے ہیں ان میں سے ایک دوسرے کے لئے گواہی نہیں دے سکتا کیونکہ ان کے اوپر یہ تہمت لگائی جاسکتی ہے کہ قریبی ہونے کی وجہ سے انہوں نے ایسی گواہی دی ہے، لیکن اگر ان میں سے بعض کے بعض خلاف گواہی دے تو اس کی گواہی قبول کی جائے گی۔

اور بقیہ رشتے دار کی گواہی قبول کی جائے گی چاہے وہ اس کے حق میں ہو یا اس کے خلاف ہو جیسے بھائی چچا وغیرہ۔

۲-زوجیت:

شوہر کی گواہی بیوی کے لئے اور بیوی کی گواہی شوہر کے لئے قبول نہیں کی جائے گی لیکن اگر ان میں سے ایک کی گواہی دوسرے کے خلاف ہو تو اس کی گواہی قبول کی جائے گی۔

۳-جس کے گواہی دینے کا مقصد اپنے آپ کو نفع پہنچانا ہو جیسے کہ کوئی آدمی اپنے پارٹنر یا غلام کے لئے گواہی دے۔

۴-جو اس گواہی سے اپنے نفس سے شر کو دور کرنا چاہے۔

۵-دنیوی دشمنی ہو، پس جو شخص کسی کا برا دیکھ کر خوش ہو اور کسی کے غم پر خوشی کا اظہار کرے تو وہ اس کا دشمن ہے۔

۶-جس نے کسی حاکم کے پاس گواہی دی ہو پھر اس کی گواہی ادا کر دی گئی ہو۔

۷-عصبیت: جو تعصب رکھے اس کی گواہی قبول نہیں کی جائے گی۔

۸-جس کے لئے گواہی دی جائے وہ گواہی دینے والے کا مالک ہو۔

جس چیز کی گواہی دی جائے اس کی قسمیں اور گواہوں کی تعداد

اس کی سات قسمیں ہیں:

۱-زنا اور لواطت: اس میں چار معتبر مرد کی گواہی ضروری ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَالَّذِينَ يَرْمُونَ الْمُحْصَنَاتِ ثُمَّ لَمْ يَأْتُوا بِأَرْبَعَةِ شُهَدَاء فَاجْلِدُوهُمْ ثَمَانِينَ جَلْدَةً وَلَا تَقْبَلُوا لَهُمْ شَهَادَةً أَبَداً وَأُوْلَئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ﴾ (النور: ٤) ''جو لوگ پاکدامن عورتوں پر زنا کی تہمت لگائیں پھر چار گواہ نہ پیش کر سکیں تو انہیں اسی کوڑے لگاؤ اور کبھی بھی ان کی گواہی قبول نہ کرو، یہ فاسق لوگ ہیں''۔

۲-جو شخص مالدار جانا جاتا ہو اگر وہ محتاج ہو جانے کا دعویٰ کرے تاکہ اسے زکوۃ کا مال مل جائے تو تین معتبر مردوں کی گواہی ضروری ہے۔

۳-جو چیز قصاص یا حد (زنا کے علاوہ) یا تعزیر کو واجب کرے اس میں دو معتبر مردوں کی گواہی ضروری ہے۔

۴-مالی مسائل جیسے خرید وفروخت، قرض، اجارہ، وغیرہ میں اور حقوق میں جیسے نکاح، طلاق، رجعت وغیرہ اور حدود اور قصاص کے علاوہ میں دو مردوں یا ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی ضروری ہے، اور اموال میں خاص طور سے ایک مرد کی گواہی قبول کی جائے گی اور مدعی سے قسم لی جائے گی (یعنی دوسرے گواہ کی جگہ)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَاسْتَشْهِدُواْ شَهِيدَيْنِ من رِّجَالِكُمْ فَإِن لَّمْ يَكُونَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَامْرَأَتَانِ مِمَّن تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَاء أَن تَضِلَّ إْحْدَاهُمَا فَتُذَكِّرَ إِحْدَاهُمَا الأُخْرَى﴾ (البقرۃ: ۲۸۲) ''اور اپنے میں سے دو مرد گواہ رکھ لو، اگر دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں جنھیں تم گواہوں میں سے پسند کرلو تاکہ ایک کی بھول چوک کو دوسری یاد دلا دے''۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک قسم اور ایک گواہ سے فیصلہ کیا ہے۔ (مسلم/۱۷۱۲)

جن معاملات میں عورت کے علاوہ عام طور پر کوئی دوسرا مطلع نہیں ہوسکتا جیسے رضاعت، ولادت، حیض وغیرہ ان میں دو مردوں یا ایک مرد اور دو عورتوں یا چار عورتوں کی گواہی مانی جائے گی اور ایک معتبر عورت کی گواہی بھی جائز ہے، لیکن احتیاط کا تقاضہ یہ ہے کہ دو عورتیں ہوں یا ایک معتبر مرد ہو اور اکمل وہ ہے جو پہلے بیان کیا جاچکا ہے۔

۶- جس میں ایک معتبر آدمی کی گواہی قابل قبول ہے وہ رمضان کا چاند دیکھنا وغیرہ ہے۔

۷- جانور کی بیماری میں اور ایسا زخم لگانے میں جو ہڈی کو ظاہر کردے یا ہڈی کو ظاہر کرنے کے ساتھ ساتھ اسے توڑ بھی دے ایک ڈاکٹر یا بیمار کی بات مانی جائے گی، اگر اس کے علاوہ کوئی نہ ہو لیکن اگر دو ڈاکٹر کا پایا جانا مشکل نہ ہو تو دو ڈاکٹر گواہی دیں۔

قاضی کے لئے یہ جائز ہے کہ حدود و قصاص کے علاوہ میں ایک مرد کی گواہی پر فیصلہ صادر کردے اور دوسرے گواہ کی جگہ مدعی سے قسم لے لے، اگر اس کا صدق ظاہر ہے۔

اگر فیصلہ کرنے کے بعد مال کے گواہ پھر جائیں تو وہ فیصلہ نہیں توڑا جائے گا اور گواہوں کو تاوان دینا پڑے گا نہ کہ ان لوگوں کو جنھوں نے ان کا تزکیہ کیا ہے، اور اگر فیصلہ کرنے سے پہلے گواہ پھر گئے تو وہ معاملہ کینسل کرنا پڑے گا پھر کوئی فیصلہ اور تاوان نہیں۔

اگر قاضی نے ایک گواہ اور ایک قسم سے فیصلہ کردیا پھر گواہ پھر جائے تو گواہ کو پورے مال کا تاوان دینا پڑے گا۔

۳- یمین (قسم کھانا)

یمین: کا مطلب اللہ کے ناموں یا صفتوں میں سے کس نام یا صفت سے قسم کھانا ہے۔

قسم کی مشروعیت: قسم حقوق العباد کے دعویٰ میں خاص طور سے مشروع کی گئی ہے، حقوق اللہ میں قسم نہیں طلب کی جاتی مثلاً عبادات اور حدود وغیرہ، پس اگر کوئی شخص یہ کہے کہ میں نے زکوٰۃ دے دی تو اس سے قسم نہیں لی جائے گی، اسی طرح اگر کوئی شخص اللہ کے حدود میں سے کسی حد کا انکار کرتا ہے جیسے زنا یا چوری تو اس سے قسم نہیں لی جائے گی۔ اس لئے کہ اس کا چھپانا اور تعریض کے طور پر اس سے رجوع کرنے کے لئے کہنا مستحب ہے۔

اگر مدعی گواہ پیش نہ کرسکے اور مدعی علیہ انکار کرے تو وہ مدعی علیہ سے قسم لے اور یہ صرف اموال میں ہے قصاص وحدود میں ایسا کرنا جائز نہیں۔

قسم کھانا صرف جھگڑے کو ختم کردے گا اس سے حق ساقط نہیں ہوگا، دلیل پیش کرنا مدعی پر واجب ہے اور قسم وہ شخص کھائے جو انکار کرے۔ (یعنی مدعی علیہ)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر لوگ اپنے دعوے کی بنیاد پر دیئے جائیں تو کچھ لوگ کچھ لوگوں کے خون اور اموال کا (ناحق) دعویٰ کریں گے لیکن قسم مدعی علیہ پر ہے۔ (۴۵۵۲)

عمرو بن شعیب اپنے باپ سے اور وہ ان کے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دلیل پیش کرنا مدعی پر ہے اور قسم مدعی علیہ پر ہے۔ (ترمذی/۱۳۴۱)

قاضی کے لئے یہ جائز ہے کہ وہ مدعی سے قسم لے یا مدعی علیہ سے قسم لے وہ جانبین میں سے جس سے قسم لینا زیادہ بہتر سمجھے لے سکتا ہے۔

قسم کو مؤکد کرنا: قاضی کے لئے قسم کو مؤکدہ کرنا جائز ہے جس میں وہ خطرہ محسوس کرے، جیسے ایسا حملہ ہو جس میں قصاص واجب نہ ہو یا زیادہ مال کا مسئلہ ہو۔

قسم عصر کے بعد لینا زیادہ اہم ہے اور اگر مسجد میں ممبر کے پاس لی جائے تو اور موکد ہو جاتی ہے اور اگر قاضی قسم کو موکد کرنا مناسب نہ سمجھے تب بھی درست ہے اور جو شخص قسم کو موکد کرنے سے انکار کرے وہ قسم سے پھرنے والا نہیں مانا جائے گا اور جس کے لئے اللہ کی قسم کھائی گئی ہو وہ بات مان لے۔

ہر مدعی علیہ کے لئے قسم کھانا مشروع ہے چاہے وہ مسلمان ہو یا اہل کتاب میں سے ہو، اگر مدعی دلیل نہ پیش کر سکے تو وہ قسم کھالے اور اہل کتب سے قسم لی جائے، مثلاً یہود سے اس طرح کہا جائے میں تم کو اس اللہ کا حوالہ دے کر یاد دلاتا ہوں جس نے تم لوگوں کو آل فرعون سے نجات دی اور تم لوگوں کو دریا پار کرایا اور تمہارے اوپر بادل کا سایہ کیا اور تمہارے اوپر من وسلویٰ نازل کیا اور تمہارے نبی موسیٰ علیہ السلام پر تورات نازل کیا۔(ابو داؤد/۳۶۲۶)

سب سے برا آدمی:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: لوگوں میں سب سے برا وہ شخص ہے جو دو رخہ ہو، ان کے پاس جائے تو ایک منہ لے کر پھر ان کے پاس جائے تو دوسرا منہ لے کر۔(بخاری/۷۱۷۹، مسلم/۲۵۲۶)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: لوگوں میں سب سے برا وہ شخص ہے جو لڑاکا اور جھگڑالو ہو۔(بخاری/۷۱۸۸، مسلم/۲۶۷۸)

———○○○○———

الباب التاسع

جہاد فی سبیل اللہ

اس میں مندرجہ ذیل چیزوں کا بیان ہے:

۱-جہاد کا معنیٰ اس کی حکمت اور فضیلت۔

۲-جہاد کی قسمیں۔

۳- اسلام میں جہاد کے آداب۔

۴-ذمیوں سے معاہدہ۔

۵-جنگ بندی کا معاہدہ۔

۶-خلافت وامارت۔

۱- جہاد کا معنیٰ اس کا حکم اور اس کی فضیلت

جہاد فی سبیل اللہ کا مطلب ہے اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے اللہ کے کلمہ کو بلند کرنے کے لئے کفار سے جنگ کرنے میں اپنی طاقت و وسعت صرف کرنا۔

مجاہد فی سبیل اللہ:

مجاہد وہ شخص ہے جو اللہ کے کلمہ کو بلند کرنے کے لئے جنگ کرے۔ رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک آدمی آیا اور کہنے لگا کہ اے اللہ کہ رسول! کوئی مال غنیمت کے لئے لڑتا ہے کوئی ناموری کے لئے لڑتا ہے، کوئی اپنی بہادری دکھانے کے لئے لڑتا ہے، ذرا آپ مجھے بتائیں کہ اللہ کی راہ میں کون لڑتا ہے، آپ نے فرمایا جو شخص اس نیت سے لڑے کہ اللہ کا کلمہ بلند ہو۔ (توحید پھیلے، شرک مٹے) وہ اللہ کی راہ میں لڑتا ہے۔ (بخاری/ ۲۸۱۰، مسلم/ ۱۹۰٤)

جہاد کے مشروع ہونے میں حکمتیں:

۱- اللہ تعالیٰ نے جہاد مشروع اس لئے کیا ہے تا کہ اللہ کا کلمہ بلند ہو، اور سارا دین اللہ کے لئے ہو جائے لوگوں کو تاریکی سے نکال کر روشنی کی طرف لایا جا سکے، اسلام پھیلے، عدل قائم ہو، ظلم و فساد کو روکا جا سکے، مسلمانوں کی حفاظت کی جا سکے اور دشمنوں کے مکر و فریب کا جواب دیا جا سکے۔

۲- اللہ تعالیٰ نے جہاد کو اپنے بندوں کو آزمانے کے لئے مشروع کیا ہے تا کہ سچے آدمی کو جھوٹے آدمی سے الگ کیا جا سکے۔ اور مؤمن کو منافق سے الگ کیا جا سکے، یہ جاننا ممکن ہو کہ کون حقیقی مجاہد و صابر ہے اور کون نہیں ہے، کفار سے جنگ اس لئے نہیں ہے کہ انہیں اسلام قبول کرنے پر مجبور کیا جائے بلکہ اس لئے ہے تا کہ انہیں اسلام کے احکام کے تابع بنایا جائے یہاں تک کہ سارا دین اللہ کے لئے ہو جائے۔

۳- اللہ کی راہ میں جہاد بھلائی کے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہے جس سے حزن و غم دور ہوتا ہے اور جنت میں بلند درجات حاصل ہوتے ہیں۔

اسلام میں قتال کا مقصد کفر وشرک کو زائل کرنا لوگوں کو اسلام کی طرف لانا اور اللہ کا کلمہ بلند کرنا ہے، اور اگر یہ چیزیں جنگ کئے بغیر حاصل ہو جائیں تو جنگ کرنا درست نہیں جنگ کرنے سے پہلے لوگوں کو اسلام کی دعوت دی جائے پس اگر وہ انکار کر دیں تو حاکم انہیں جزیہ ادا کرنے کا حکم دے اور اگر وہ جزیہ دینے سے انکار کریں تو اللہ کا نام لے کر ان سے جنگ کرے، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے بنی آدم کو اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا ہے، ان میں سے کسی کا قتل اسی صورت میں جائز ہے جب وہ راہ اسلام کی مخالفت کرے، کفر پر اٹل رہے یا ظلم کرے، یا حملہ کرے یا لوگوں کو اسلام میں داخل ہونے سے روکے، یا مسلمانوں کو تکلیف دے، رسول اللہ ﷺ ہمیشہ لوگوں کو پہلے اسلام کی دعوت دیتے پھر انکار کی صورت میں ان سے جنگ کرتے۔

جہاد کا حکم:

جہاد فرض کفایہ ہے اور اگر کچھ لوگ اس فریضہ کو انجام دے رہے ہوں اور وہ کافی ہوں تو بقیہ لوگوں سے یہ فریضہ ساقط ہو جائے گا۔

ہر مستطیع پر مندرجہ ذیل حالات میں جہاد واجب ہے:

۱- جب لڑائی کی صف تیار ہو۔

۲- جب امام جنگ کے لئے نکلنے کی درخواست کرے۔

۳- جب اس کے شہر کو دشمن گھیر لے۔

۴- جب جنگ میں خاص طور سے اس کی ضرورت ہو مثلاً ڈاکٹر، پائلٹ وغیرہ۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿انفِرُواْ خِفَافاً وَثِقَالاً وَجَاهِدُواْ بِأَمْوَالِكُمْ وَأَنفُسِكُمْ فِي سَبِيلِ اللّهِ ذَلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ إِن كُنتُمْ تَعْلَمُونَ﴾ (توبہ: ۴۱) ''نکل کھڑے ہو جاؤ ہلکے پھلکے ہو تو بھی اور بھاری بھرکم ہو تو بھی، اور اللہ کی راہ میں اپنی جان و مال سے جہاد کرو یہی تمہارے لیے بہتر ہے اگر تم میں علم ہو''۔

اللہ کی راہ میں جہاد جان و مال دونوں سے واجب ہے جب آدمی دونوں پر قادر ہو اور اگر مال نہ ہو تو

صرف جان کی بازی لگائے، اور اگر جسمانی طور پر لڑنے پر قادر نہ ہو لیکن اس کے پاس مال ہے تو مال خرچ کرنا واجب ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَقَاتِلُوهُمْ حَتَّى لاَ تَكُونَ فِتْنَةٌ وَيَكُونَ الدِّينُ لِلّهِ فَإِنِ انتَهَواْ فَلاَ عُدْوَانَ إِلاَّ عَلَى الظَّالِمِينَ﴾ (بقرہ: ۱۹۳) ''ان سے لڑو جب تک کہ فتنہ نہ مٹ جائے اور اللہ تعالیٰ کا دین غالب نہ آجائے، اگر یہ رک جائیں (تو تم بھی رک جاؤ) زیادتی تو صرف ظالموں پر ہی ہے''۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم مشرکین سے اپنے اموال اپنے نفسوں اور اپنی زبانوں سے جہاد کرو۔ (ابو داؤد/ ۲۵۰۴، نسائی/ ۳۰۹۶)

جہاد کی فضیلت:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿الَّذِينَ آمَنُواْ وَهَاجَرُواْ وَجَاهَدُواْ فِي سَبِيلِ اللّهِ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنفُسِهِمْ أَعْظَمُ دَرَجَةً عِندَ اللّهِ وَأُوْلَئِكَ هُمُ الْفَائِزُونَ يُبَشِّرُهُمْ رَبُّهُم بِرَحْمَةٍ مِّنْهُ وَرِضْوَانٍ وَجَنَّاتٍ لَّهُمْ فِيهَا نَعِيمٌ مُّقِيمٌ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَداً إِنَّ اللّهَ عِندَهُ أَجْرٌ عَظِيمٌ﴾ (توبۃ: ۲۰-۲۲) ''جو لوگ ایمان لائے، ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں اپنے مال اور اپنی جان سے جہاد کیا وہ اللہ کے ہاں بہت بڑے مرتبہ والے ہیں اور یہی لوگ مراد پانے والے ہیں، انہیں ان کا رب خوشخبری دیتا ہے اپنی رحمت کی اور رضا مندی اور جنتوں کی ان کے لئے وہاں دوامی نعمت ہے، وہاں یہ ہمیشہ رہنے والے ہیں اللہ کے پاس یقیناً بہت بڑے ثواب ہیں''۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ کی راہ میں جو شخص جہاد کرتا ہے اور اللہ خوب جانتا ہے کہ کون اس کی راہ میں جہاد کرتا ہے اس کی مثال ایسے ہی ہے جیسے کوئی دن میں روزہ رکھے رات میں نماز پڑھے اور اللہ تعالیٰ نے مجاہد فی سبیل اللہ کے لئے یہ ذمہ لیا ہے کہ اگر اس کو وفات دے گا تو اسے جنت میں داخل کرے گا یا اس کو سلامتی کے ساتھ ثواب اور مال غنیمت دلا کر گھر لوٹائے گا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ کون سا عمل سب سے افضل ہے، آپ نے فرمایا: وقت پر نماز پڑھنا، میں نے پوچھا پھر کون سا عمل آپ نے فرمایا ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرنا، میں نے پوچھا پھر کونسا عمل آپ نے فرمایا اللہ کی راہ میں جہاد کرنا۔(بخاری: ۲۷۸۲، مسلم: ۸۵)

جو شخص غازی کا سامان تیار کردے یا اس کے پیچھے اس کے گھر بار کی خبر رکھے اس کی فضیلت:

حضرت زید بن خالد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص جہاد کے لئے کسی غازی کا سامان تیار کردے اس نے گویا خود جہاد کیا اور جس نے غازی کے گھر کی اس کے پیچھے خبر رکھی اس نے گویا خود جہاد کیا۔(بخاری/۲۸۴۳، مسلم/۱۸۹۵)

جہاد چھوڑ دینے کی سزا:

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے غزوہ نہیں کیا یا کسی غازی کے لئے سامان تیار نہیں کیا یا غازی کے پیچھے اس کے گھر بار کی خبر گیری نہیں کی تو اللہ تعالیٰ اسے قیامت کے دن سے پہلے ہی (دنیا میں) ہلاک کرنے والی مصیبت میں ڈال دے گا۔(ابوداؤد/۲۵۰۳، ابن ماجہ: ۲۷۶۲)

جہاد واجب ہونے کی شرطیں:

جہاد واجب ہونے کی شرطیں یہ ہیں: اسلام، عقل، بلوغت، مذکر ہونا، ضرر سے صحیح سالم ہونا جیسے بیماری، اندھاپن، لنگڑاپن اور نفقہ موجود ہونا۔

کوئی مسلمان نفلی طور پر اپنے مسلمان والدین کی اجازت کے بغیر جہاد میں شرکت نہ کرے۔

ہر نفل کام جس میں آدمی کو فائدہ ہو اور والدین کا نقصان نہ ہو والدین کی اجازت کے بغیر جائز ہے، جیسے رات میں نفل نماز پڑھنا، نفل روزہ رکھنا، وغیرہ، اور اگر والدین کا نقصان ہو یا ان میں سے کسی ایک کا نقصان ہو تو والدین اس کو روک سکتے ہیں اور اسے رک جانا چاہئے، اس لئے کہ والدین کی اطاعت واجب ہے، اور نفل واجب نہیں ہے۔

رباط: رباط کا مطلب ہے سرحد کی حفاظت کے لئے قیام کرنا، یعنی جو سرحد مسلمان اور کفار کے درمیان ہو اس پر مورچہ بند ہو ہمہ وقت چوکنا اور جہاد کے لئے تیار رہنا۔

مسلمانوں پر واجب ہے کہ کفار سے اپنی سرحدوں کی حفاظت کریں چاہے معاہدہ صلح کے ذریعہ یا ہتھیار اور فوج کے ذریعہ۔

اللہ کی راہ میں مورچہ بندی کی فضیلت:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ کی راہ میں صبح کو یا شام کو چلنا دنیا و مافیہا سے بہتر ہے۔(بخاری/۲۷۹۲۔ مسلم/۱۸۸۰)

۲-جہاد کی قسمیں

جہاد کی چار قسمیں ہیں:

۱-نفس سے جہاد کرنا:

یعنی آدمی اپنے نفس کو دین سیکھنے، اس پر عمل کرنے اور اس کی طرف دعوت دینے پر آمادہ کرے اور دین کے راستے میں جو تکلیف پہنچے اس پر صبر کرے۔

۲-شیطان سے جہاد:

یعنی آدمی کے دل میں شیطان نے جو شبہات یا شہوات ڈال دیے ہیں اسے دور کرنے کی کوشش کرے۔

۳-ظالموں اور اہل بدعت ومنکرات سے جہاد:

ان لوگوں کو آدمی اگر طاقت رکھے تو ہاتھ سے اور اگر ہاتھ سے نہ روک سکے تو زبان سے روکے اور اگر زبان سے روکنے کی طاقت نہ ہو تو دل میں برا جانے (یعنی حسب حالت ومصلحت کرے)

۴-کفار منافقین سے جہاد:

یہ جہاد دل، زبان مال وجان سب سے ہو اور یہاں اسی کے بارے میں بحث کی جائے گی۔

اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والوں کے درجے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جنت میں سو درجے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے جہاد کرنے والوں کے لئے تیار کیا ہے، ہر دو درجوں میں اتنا فاصلہ ہے جتنا آسمان و زمین میں ہے، لہٰذا اللہ تعالیٰ سے جب تم جنت مانگو تو جنت الفردوس مانگو کیونکہ وہ جنت کا سب سے اونچا اور بیچ کا حصہ ہے اور اس کے اوپر اللہ تعالیٰ کا عرش ہے اور جنت کی نہریں یہیں سے پھوٹتی ہیں: (بخاری: ۲۷۹۰)

جہاد فی سبیل اللہ کی چار حالتیں ہیں:

۱-کفار اور مشرکین کے خلاف جہاد:

کفار کے شر سے مسلمانوں کو بچانے اور ان کے درمیان اسلام پھیلانے کے لئے یہ جہاد بہت ضروری ہے، انہیں پہلے اسلام کی دعوت دی جائے پھر اگر وہ انکار کریں تو ان کو جزیہ دینے کا حکم دیا جائے اور اگر وہ اس پر بھی تیار نہ ہوں تو ان سے اعلان جنگ کیا جائے۔

۲-مرتد کے خلاف جہاد:

جو لوگ اسلام سے پھر جائیں ان سے پہلے اسلام کی طرف لوٹنے کی درخواست کی جائے اور اگر نہ لوٹیں تو ان سے اعلان جنگ کیا جائے۔

۳-باغیوں کے خلاف جہاد:

یہ وہ لوگ ہیں جو مسلمانوں کے امام کے خلاف جنگ کرنے کے لئے نکلیں اور فتنہ پھیلائیں، یہ لوگ اپنی بغاوت سے اگر رجوع کرلیں تو جنگ نہ کی جائے ورنہ انہیں قتل کر دیا جائے۔

۴-ڈاکوؤں کے خلاف جہاد:

امام کو ان کے بارے میں اختیار ہے چاہے انہیں قتل کرے یا صولی دے یا الٹا ہاتھ پیر کاٹ لے، یا جلاوطن کردے امام ان کی سزا ان کے جرم کے مطابق جیسی مناسب سمجھے دے۔

ضرورت کے وقت عورتیں بھی مردوں کے ساتھ خدمت کرنے کے لئے جنگ میں جاسکتی ہیں۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ام سلیم اور انصار کی کچھ عورتوں

کو غزوہ میں اپنے ساتھ لے جاتے وہ لوگوں کو پانی پلاتیں اور زخمیوں کا علاج کرتیں۔ (بخاری/ ۲۸۱۱ ،مسلم/ ۱۸۱۰)

غازیوں کو رخصت کرنے کے لئے تھوڑی دوران کے ساتھ جانا اور ان کے لیے دعا کرنا اور ان کے واپس آنے کے وقت ان کے استقبال کے لیے جانا مستحب ہے۔

۳-اسلام میں جہاد کے آداب

اسلام میں جہاد کے آداب یہ ہیں کہ غداری نہ کی جائے، عورتوں بچوں بوڑھوں اور راہبوں کو قتل نہ کیا جائے، بشرطیکہ وہ لڑائی نہ کریں لیکن اگر وہ لڑائی کریں یا لڑائی پر ابھاریں یا رائے دیں یا تدبیر کریں تو ان کو قتل کرنا درست ہے، اسی طرح جہاد میں ریا و نمود اور خود پسندی سے منع کیا گیا ہے اور اس بات کی تلقین کی گئی ہے کہ مسلمان دشمن سے مڈبھیڑ کی تمنا نہ کریں اور آگ سے انسان وحیوان کو نہ جلائیں۔

اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ دشمن کے سامنے سب سے پہلے اسلام پیش کیا جائے پس اگر وہ انکار کریں تو ان سے جزیہ مانگا جائے اور اگر وہ جزیہ دینے سے بھی انکار کریں تو ان سے جنگ کرنا جائز ہے۔

جنگ میں آدمی صبر کرے اس کے اندر اخلاص ہو، گناہوں سے بچے اور اللہ تعالیٰ سے فتح و نصرت کی دعا کرے ان میں ایک دعا یہ بھی: "**اللهم منزل الكتاب، مجري السحاب، وهازم الاحزاب، اهزمهم وانصرنا عليهم**"۔ (بخاری: ۶۶۹۲، مسلم/ ۲۴۷۱)

''اے اللہ! کتاب کے نازل کرنے والے بادلوں کو چلانے والے، کفار کے لشکر کو شکست دینے والے تو ان کو شکست دے اور ہمیں ان پر فتح دے''۔

جب دشمن کا خوف ہو تو یہ دعا کریں: "**اللهم انا نجعلك في نحورهم ونعوذ بك من شرورهم**" (احمد: ۱۹۹۵۸، ابوداؤد/ ۱۵۳۷) ''اے اللہ! میں تجھے ان کا مدمقابل بناتا ہوں اور ان کے شر سے تیری پناہ مانگتا ہوں''۔

جہاد میں امام کی ذمہ داریاں:

امام یا اس کے نائب پر واجب ہے کہ وہ راستے میں لشکر اور اس کے ساز وسامان کی دیکھ بھال کرتا رہے، اور ایسے لوگوں کو لشکر سے نکال کر باہر کردے، جو لوگوں کو ساتھ چھوڑ دینے پر بھڑکائیں، غلط خبریں پھیلائیں اور فوجیوں کو بزدل بنائیں، اور کسی کافر سے مدد طلب نہ کرے الاّ یہ کہ اس کی ضرورت پڑ جائے، وہ زاد راہ تیار کرے اور لشکر کو نرمی سے لے جائے، ان کو اچھی جگہ ٹھہرائے اور ان کو فساد ومعاصی سے روکے اور ان سے ایسی باتیں کرے جن سے ان کا دل مضبوط ہو اور انہیں شہادت کی رغبت دلائے اور صبر کی تلقین کرے، لشکر کو مختلف حصے میں تقسیم کردے اور ہر حصہ کا الگ الگ نگراں اور کپتان مقرر کردے اور دشمن کی خبر لانے کے لئے جاسوس پھیلا دے اور جہاد کے معاملہ میں دیندار اور صاحب بصیرت لوگوں سے مشورہ کرے۔

لشکر پر امام یا اس کے نائب کی اطاعت واجب ہے، (اللہ کی معصیت کے علاوہ میں) وہ امام کے ساتھ صبر کریں، اس کی اجازت کے بغیر لڑائی کرنا جائز نہیں الاّ یہ کہ دشمن اچانک ان پر حملہ کردے پھر وہ اپنی طرف سے دفاع کرسکتے ہیں جو شخص اللہ کی راہ میں جہاد کرنے کے لئے نکلا اور اپنے ہتھیار کے ساتھ مرگیا اس کے لئے دوہرا اجر ہے۔

امام کو چاہئے کہ اگر وہ شمال میں کسی قبیلہ یا شہر کو فتح کرنا چاہے یا کسی قبیلہ پر حملہ کرنا چاہے تو وہ یہ ظاہر کرے کہ وہ جنوب کی طرف جانا چاہتا ہے یہ ایک طرح کی جنگی حکمت عملی ہوگی کیونکہ جنگ دشمن کو دھوکا دینے کا نام ہے، اس میں دو فائدے ہیں:

۱-اس سے طرفین کا کم سے کم نقصان ہوگا اور قساوت کی جگہ رحمت پیدا ہوگی۔

۲-اسلامی فوج کی طاقت دوسرے معرکوں کے لئے باقی رہے گی۔

حضرت کعب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب کسی جہاد کا قصد کرتے تو (مصلحت کے لیے) لڑائی کا مقام چھپاتے اور دوسرا مقام بیان کرتے۔ (بخاری: ۲۹۴۸، مسلم: ۲۷۶۹)

قتال کا وقت:

حضرت نعمان بن مقرن رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول ﷺ کو دیکھا آپ دن کے شروع حصہ میں جنگ نہیں کرتے تو اس کو مؤخر کردیتے یہاں تک کہ سورج ڈھل جاتا، ہوا چلنے لگتی، اور اللہ کی مدد نازل ہوتی۔ (ابو داؤد/ ۲۶۵۵، ترمذی/ ۱۶۱۳)

اگر دشمن مسلمانوں پر اچانک حملہ کردے تو اس کا دفاع ضروری ہے خواہ جو بھی وقت ہو۔

اللہ کی مدد کب نازل ہوتی ہے:

اللہ تعالیٰ نے اپنے اوپر اپنے اولیاء کی مدد واجب کرلی ہے لیکن اس نے اس مدد کو چند امور سے جوڑ دیا ہے وہ یہ ہیں:

۱-ان کے دلوں میں ایمان کی پوری حقیقت پائی جائے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَكَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِينَ﴾ (روم: ۴۷) ''ہم پر مؤمنوں کی مدد کرنا لازم ہے''۔

۲-ایمان کے تقاضے پوری طرح پائے جائیں اور وہ نیک اعمال ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَلَيَنصُرَنَّ اللَّهُ مَن يَنصُرُهُ إِنَّ اللَّهَ لَقَوِيٌّ عَزِيزٌ الَّذِينَ إِن مَّكَّنَّاهُمْ فِي الْأَرْضِ أَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ وَأَمَرُوا بِالْمَعْرُوفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنكَرِ وَلِلَّهِ عَاقِبَةُ الْأُمُورِ﴾ (حج: ۴۰-۴۱) ''جو اللہ کی مدد کرے گا اللہ بھی ضرور اس کی مدد کرے گا، بیشک اللہ تعالیٰ بڑی قوتوں والا ہے یہ وہ لوگ ہیں کہ اگر ہم زمین میں ان کے پاؤں جمادیں تو یہ پوری پابندی سے نماز قائم کریں اور زکوتیں دیں اور اچھے کاموں کا حکم کریں اور برے کاموں سے منع کریں تمام کاموں کا انجام اللہ کے اختیار میں ہے''۔

۳-وہ اپنی طاقت کے مطابق پوری طرح تیاری کرچکے ہوں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ﴿وَأَعِدُّوا لَهُم مَّا اسْتَطَعْتُم مِّن قُوَّةٍ وَمِن رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُونَ بِهِ عَدُوَّ اللَّهِ وَعَدُوَّكُمْ﴾ (انفال: ۶۰) ''تم ان کے مقابلے کے لئے اپنی طاقت بھر قوت کی

تیاری کرو اور گھوڑوں کے تیار رکھنے کی کہ اس سے تم اللہ کے اور اپنے دشمنوں کو خوف زدہ رکھ سکو''۔

۴-وہ اپنی وسعت بھر کوشش کریں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا وَإِنَّ اللَّهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِينَ﴾(عنکبوت:۶۹) ''اور جو لوگ ہماری راہ میں مشقتیں برداشت کرتے ہیں، ہم انہیں اپنی راہیں ضرور دکھا دیں گے یقیناً اللہ تعالیٰ نیکوکاروں کا ساتھی ہے''۔

اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُواْ إِذَا لَقِيتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُواْ وَاذْكُرُواْ اللّهَ كَثِيراً لَّعَلَّكُمْ تُفْلَحُونَ وَأَطِيعُواْ اللّهَ وَرَسُولَهُ وَلاَ تَنَازَعُواْ فَتَفْشَلُواْ وَتَذْهَبَ رِيحُكُمْ وَاصْبِرُواْ إِنَّ اللّهَ مَعَ الصَّابِرِينَ﴾ انفال:۴۵/۴۶) ''اے ایمان والو! جب تم کسی مخالف فوج سے بھڑ جاؤ تو ثابت قدم رہو اور بکثرت اللہ کو یاد کرو تا کہ تمہیں کامیابی حاصل ہو، اور اللہ اور اس کے رسول کی فرماں برداری کرتے رہو، آپس میں اختلاف نہ کرو ورنہ بزدل ہو جاؤ گے اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی، اور صبر وسہار رکھو، یقیناً اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے''۔

اس طرح ان پر اللہ کی مدد نازل ہوگی جیسے کہ انبیاء ورسولوں پر نازل ہوئی تھی اور جیسے کہ نبی ﷺ اور آپ کے اصحاب پر نازل ہوتی تھی۔

اگر مسلمان حق قائم کرنے کے لئے جہاد کرے اور اس کا مقصد صرف اللہ کے لئے جنگ کرنا ہو تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے کافی ہوگا وہ اس کی ہر حالت میں مدد کرے گا، اور اگر کوئی شخص باطل کے لئے جنگ کرے تو اس کو فتح حاصل نہیں ہوگی اور اگر بظاہر فتح حاصل ہوگی تو اس کا انجام برا ہوگا، اور اگر حق کے لیے لڑا لیکن اس کا یہ عمل خالص اللہ کے لئے نہیں ہے، بلکہ لوگوں سے اپنی تعریف کرانا ہے تو اسے فتح حاصل نہیں ہوگی اور اگر فتح حاصل ہوئی بھی تو اتنی ہی حاصل ہوگی جتنی اس کے اندر صبر واستقامت پائی جاتی ہے، اگر صبر کرے اور حق پر بھی ہو تو اچھا انجام ہوگا اور اگر باطل پر ہو تو برا انجام ہوگا۔

جب دشمن سے مقابلہ ہو تو میدان جنگ سے بھاگنا حرام ہے سوائے دو حالتوں میں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُواْ إِذَا لَقِيتُمُ الَّذِينَ كَفَرُواْ زَحْفاً فَلاَ تُوَلُّوهُمُ

الأَدْبَارَ وَمَن يُوَلِّهِمْ يَوْمَئِذٍ دُبُرَهُ إِلاَّ مُتَحَرِّفاً لِّقِتَالٍ أَوْ مُتَحَيِّزاً إِلَى فِئَةٍ فَقَدْ بَاء بِغَضَبٍ مِّنَ اللّهِ وَمَأْوَاهُ جَهَنَّمُ وَبِئْسَ الْمَصِيرُ﴾(انفال:۱۵-۱۶) ''اے ایمان والو! جب تم کافروں سے دوبدو مقابل ہو جاؤ تو ان سے پشت مت پھیرنا اور جو شخص ان سے اس موقع پر پشت پھیرے گا مگر ہاں جو لڑائی کے لئے پینترا بدلتا ہو یا جو (اپنی) جماعت کی طرف پناہ لینے آتا ہو وہ مستثنیٰ ہے، باقی اور جو ایسا کرے گا وہ اللہ کے غضب میں آجائے گا اور اس کا ٹھکانہ دوزخ ہوگا، اور وہ بہت بری جگہ ہے''۔

اللہ کی راہ میں شہید ہونے کی فضیلت:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿وَلاَ تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُواْ فِي سَبِيلِ اللّهِ أَمْوَاتاً بَلْ أَحْيَاء عِندَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ﴾ (عمران:۱۶۹) ''جو لوگ اللہ کی راہ میں شہید کئے گئے ہیں ان کو ہرگز مردہ نہ سمجھو بلکہ وہ زندہ ہیں اپنے رب کے پاس روزیاں دیئے جاتے ہیں''۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جنت میں داخل ہونے کے بعد کوئی یہ پسند نہیں کرے گا کہ دنیا میں واپس جائے گو اس کو زمین کی ساری دولت مل جائے سوائے شہید کے وہ یہ تمنا کرے گا کہ دنیا میں جائے اور دس مرتبہ قتل کیا جائے، جب وہ شہادت کی عزت واکرام دیکھے گا۔(بخاری/۲۸۱۷،مسلم/۱۸۷۷)

شہدا کی روحیں سبز پرندوں کے پیٹ میں ہوں گی، ان روحوں کے لئے کچھ قندیلیں ہوں گی جو اللہ کے عرش سے لٹکی ہوئی ہوں گی، وہ جنت میں جہاں چاہیں گی جائیں گی۔ اللہ کے پاس شہید کے لئے چھ خصلتیں ہیں جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ کے پاس شہید کے لئے چھ خصلتیں ہیں، خون بہتے ہی اللہ تعالیٰ اس کو بخش دیتا ہے، وہ جنت میں اپنا ٹھکانہ دیکھ لیتا ہے، عذاب قبر سے محفوظ رہتا ہے، اور قیامت کے دن کی گھبراہٹ سے محفوظ رہے گا، اسے ایمان کا لباس پہنایا جائے گا، اور اس کی شادی حورعین سے کی جائے گی۔(ترمذی/۱۶۶۳، ابن ماجہ:۲۷۹۹)

جو شخص اللہ کی راہ میں زخمی کیا گیا وہ قیامت کے دن اسی طرح زخمی آئے گا، رنگ تو خون کا

رنگ ہوگا لیکن بومشک کی ہوگی، اور اس پر شہید کی مہر لگی ہوگی۔ اللہ کی راہ میں شہادت سارے گناہوں کو مٹادیتا ہے سوائے قرض کے۔

مسلمانوں میں سے جو شخص قید سے ڈرے اور اس کے پاس دشمن سے مقابلہ کرنے کی طاقت نہ ہو تو وہ اپنے آپ کو حوالے کرسکتا ہے اور جنگ بھی کرسکتا ہے یہاں تک کہ قتل کردیا جائے یا غالب ہوجائے۔

جس نے اپنے آپ کو دشمن کی سرزمین میں ڈال دیا اور کفار کے لشکر پر حملہ کیا تاکہ دشمن کو تکلیف دے اور ان کے دلوں میں رعب ڈال دے خاص طور سے یہودیوں کے دلوں میں پھر وہ قتل کردیا گیا تو اسے صبر کرنے والے شہیدوں اور مجاہدوں کا اجر ملے گا، اس میں اپنا کم نقصان ہے اور دشمن کو زیادہ نقصان پہنچانا ہے۔

جنگ کے قیدیوں کی دو قسمیں ہیں:

۱-عورتیں اور بچے: ان کو قید کرنے کے بعد غلام بنالیا جائے گا۔

۲-لڑنے والے مرد: ان کے بارے میں امام کو اختیار ہے چاہے انہیں چھوڑ دے یا ان سے فدیہ لے لے یا انہیں قتل کردے یا انہیں غلام بنالے۔

اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کی فضیلت:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿مَّثَلُ الَّذِينَ يُنفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ أَنبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِي كُلِّ سُنبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ وَاللَّهُ يُضَاعِفُ لِمَن يَشَاءُ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ﴾ (بقرہ: ۲۶۱) ''جو لوگ اپنا مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں اس کی مثال اس دانے جیسی ہے جس میں سات بالیاں نکلیں اور ہر بالی میں سو دانے ہوں اور اللہ تعالیٰ جسے چاہے بڑھا چڑھا کردے اور اللہ تعالیٰ کشادگی والا اور علم والا ہے''۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جس نے اللہ کی راہ میں جوڑا جوڑا خرچ کیا تو اس کو جنت کے ہر دروازہ کے نگراں بلائیں گے اے فلاں! ادھر سے آؤ۔ (بخاری/۲۸۴۱، مسلم/۱۰۲۷)

اللہ کی راہ میں جس کے اوپر غبار پڑے اور جو روزہ رکھے اس کی فضیلت:

حضرت ابوعبس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس کے قدم اللہ کی راہ میں گرد آلود ہوں اس پر دوزخ کی آگ حرام ہوگی۔ (بخاری/۹۰۷)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص ایمان کے ساتھ اللہ کے وعدے کو (جو اس نے مجاہدین کے لئے کیا ہے) سچا سمجھ کر جہاد کے لئے گھوڑا باندھ کر رکھے تو قیامت کے دن اس کی کھلائی، پلائی، لید، پیشاب، سب اس کے اعمال کے ترازو میں رکھے جائیں گے۔ (بخاری/۲۸۵۳)

مال غنیمت کی تقسیم:

مال غنیمت ان لوگوں کے لئے ہے جو جنگ میں شریک ہوئے ہوں اس میں سے خمس (پانچواں حصہ) نکال لیا جائے اسے اس طرح تقسیم کیا جائے کہ ایک حصہ اللہ اور اس کے رسول کے لئے رکھا جائے جسے مسلمانوں کی عام بھلائی کے کاموں پر خرچ کیا جائے، ایک حصہ (رسول اللہ ﷺ) کے قرابت داروں کے لئے رکھا جائے، ایک حصہ یتیموں کے لئے ایک حصہ مسکینوں کے لئے اور ایک حصہ مسافروں کے لئے رکھا جائے۔

پھر باقی مال غنیمت یعنی چار حصے فوجیوں میں تقسیم کردیئے جائیں پیادہ کو ایک حصہ اور سوار کو تین حصے دیئے جائیں، مال غنیمت میں سے کچھ بھی چرانا حرام ہے، امام چوری کرنے والے کو مصلحت کے مطابق مناسب سزا دے۔

جو مال مشرکین سے لڑائی کئے بغیر حاصل ہو جیسے جزیہ، ٹیکس وہ مال فئ ہے وہ مسلمانوں کے مفاد عامہ پر خرچ کیا جائے۔

فئ وہ مال ہے جو بغیر جنگ کے کفار سے حق کے ساتھ ملے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَاعْلَمُوا أَنَّمَا غَنِمْتُم مِّن شَيْءٍ فَأَنَّ لِلَّهِ خُمُسَهُ وَلِلرَّسُولِ وَلِذِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسَاكِينِ وَابْنِ السَّبِيلِ﴾ (انفال: ۴۱) ''جان لو کہ تم جس قسم

کی جو کچھ غنیمت حاصل کرو اس میں سے پانچواں حصہ تو اللہ کا ہے اور رسول کا اور قرابت داروں کا اور یتیموں، مسکینوں اور مسافروں کا''۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿مَّا أَفَاءَ اللَّهُ عَلَىٰ رَسُولِهِ مِنْ أَهْلِ الْقُرَىٰ فَلِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ وَلِذِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسَاكِينِ وَابْنِ السَّبِيلِ كَيْ لَا يَكُونَ دُولَةً بَيْنَ الْأَغْنِيَاءِ مِنكُمْ وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانتَهُوا وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ﴾ (حشر:۷) ''بستیوں والوں کا جو (مال) اللہ تعالیٰ تمہارے لڑے بھڑے بغیر اپنے رسول ﷺ کے ہاتھ لگائے وہ اللہ کا ہے اور رسول کا اور قرابت والوں کا اور یتیموں، مسکینوں کا اور مسافروں کا ہے تاکہ تمہارے دولت مندوں کے ہاتھ ہی میں یہ مال گردش کرتا نہ رہ جائے اور تمہیں جو کچھ رسول دیں لے لو، اور جس سے روکیں رک جاؤ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہا کرو، یقیناً اللہ تعالیٰ سخت عذاب والا ہے''۔

امیر لشکر بعض مجاہدین کو مال غنیمت میں سے ان کے حصے سے کچھ مال زیادہ دے سکتا ہے اگر دینے میں مصلحت ہے اور اگر مصلحت نہیں ہے تو نہ دے۔

فوج کا کوئی دستہ اگر غنیمت پائے تو ساری فوج اس میں شریک ہوگی، اسی طرح فوج کو جو غنیمت ملے اس میں سارے دستے شریک ہوں گے اور جس نے لڑائی کی حالت میں کسی کو قتل کر کے مال چھینا وہ اس کا ہے، (یعنی مقتول کے بدن پر جو سامان ہو جیسے کپڑا، ہتھیار، وغیرہ وہ تقسیم میں شریک نہ ہوگا، نہ اس میں سے خمس لیا جائے گا، بلکہ وہ صرف قاتل کو ملے گا) چھینے ہوئے مال کا مطلب وہ لباس ہے جو اس کے جسم پر ہے اور وہ ہتھیار، سواری اور مال ہے جو اس کے ساتھ ہے۔

مال غنیمت میں اسی کا حصہ مقرر کیا جائے گا جس کے اندر یہ چار شرطیں ہوں۔

وہ بالغ ہو، عاقل ہو، آزاد ہو اور مذکر ہو، اگر ان میں سے کوئی شرط نہیں پائی گئی تو اس کو تھوڑا سا مال دے دیا جائے گا اور اس کا حصہ مقرر نہیں کیا جائے گا۔

قید کی گئی عورتوں کا نکاح صرف قید کرنے سے فسخ ہو جائے گا لیکن ان سے جماع کرنا اس وقت

تک جائز نہیں جب تک رحم کی برأت نہ ہو جائے وہ اس طرح سے کہ حاملہ عورت اپنا حمل وضع کر دے اور غیر حاملہ ایک حیض آنے دے۔

اگر مال غنیمت میں مسلمانوں کو کوئی زمین ملے تو امام یا تو اسے مسلمانوں میں تقسیم کر دے یا ان پر وقف کر دے اور جس کے ہاتھ میں ہو اس سے ٹیکس لیتا رہے۔

اللہ کے راستے میں شہید ہونے والے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: شہید پانچ اشخاص ہیں، جو طاعون سے مرے، جو پیٹ کے عارضے میں مرے، جو ڈوب کر مرے، جس پر مکان یا دیوار گر جائے اور جو اللہ کی راہ میں (جہاد میں) مارا جائے۔ (بخاری/۲۸۲۹، مسلم/۱۹۱٤)

حضرت جابر بن عتیک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جہاد میں مارے جانے والے کے علاوہ شہادت کی سات قسمیں ہیں:

طاعون سے مرنے والا شہید ہے، پیٹ کے عارضے میں مرنے والا شہید ہے، ڈوب کر مرنے والا شہید ہے، جس پر کوئی مکان گر جائے اور مر جائے وہ شہید ہے، جو نمونیہ سے مرے وہ شہید ہے، جو جل کر مرے وہ شہید ہے، جو عورت بچے کی ولادت کے وقت وفات پا جائے وہ شہید ہے۔ (ابو داؤد/۳۱۱۱، نسائی/۱۸٤٦)

حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جو شخص اپنے مال کی حفاظت میں مارا جائے وہ شہید ہے، جو شخص اپنے دین کی حفاظت میں مارا جائے وہ شہید ہے، جو شخص اپنے خون کی حفاظت میں مارا جائے وہ شہید ہے اور جو شخص اپنے اہل وعیال کی حفاظت میں مارا جائے وہ شہید ہے۔ (ابو داؤد: ٤۷۷۲ – ترمذی: ۱٤۲۱)

اگر کسی زندہ شخص کو چاہے وہ مجاہد ہو یا کوئی دوسرا ہو کسی زندہ انسان کے کسی عضو کی ضرورت ہو اور اس نقل اعضاء (Transplant) میں سخت نقصان ہو اور اصل فائدہ یا اس کا زیادہ حصہ فوت ہو رہا ہو جیسے کسی کا ہاتھ یا پیر یا گردہ کاٹ کر لگایا جائے تو یہ حرام ہے، اس لئے کہ اس سے یقینی زندگی کو

ایک خیالی عمل سے خطرہ میں ڈالا جا رہا ہے، اور اگر یہ Transplant موت کا سبب بن جائے جیسے دل نکال لیا جائے یا پھیپھڑا نکال لیا جائے تو یہ قتل نفس ہے جو کہ بہت بڑا جرم ہے۔

کسی زندہ انسان کے جسم میں کسی مردہ انسان کا کوئی عضو لگانا (Transplant) مثلاً دل یا پھیپھڑا یا گردہ وغیرہ جائز ہے اگر زندہ انسان کو اس کے ذریعہ بچایا جانا ممکن ہو اور اس کی سخت ضرورت ہو بشرطیکہ میت اپنی وفات سے پہلے اس کی اجازت دے دے اور جس کے جسم میں وہ عضو لگایا جائے وہ بھی راضی ہو اور صرف اسی سے علاج ممکن ہو اور یہ کام کوئی ماہر ڈاکٹر انجام دے۔

۴-ذمیوں سے معاہدہ

اس کا مطلب یہ ہے کہ دارالاسلام میں رہنے والے کفار کو ان کے کفر کی حالت میں اس شرط پر رہنے دیا جائے کہ وہ جزیہ دیں اور اسلام کے احکام کی پابندی کریں۔ یہ معاہدہ امام یا اس کا نائب کرے۔

جزیہ کی مقدار:

اسے امام یا اس کا نائب تنگی وخوشحالی کے اعتبار سے طے کرے، بچہ، عورت غلام، فقیر، مجنون، اندھا، اور راہب پر کوئی جزیہ نہیں۔

اگر ذمی جزیہ دینا چاہیں تو اس کا قبول کرنا واجب ہے اور ان سے جنگ کرنا حرام ہے، اور اگر ان میں سے کوئی اسلام لے آئے تو یہ جزیہ اس سے ساقط ہو جائے گا، مسلمان جزیہ قبول کرتے وقت ان کے سامنے اپنی قوت کا مظاہرہ کریں اور ان کے ہاتھ سے اس حال میں جزیہ لیں کہ وہ ذلیل و پست بن کر آئیں۔

تالیف قلب کے طور پر اور ان کے اسلام کی طمع میں ان کی عیادت وتعزیت جائز ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿قَاتِلُوا الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْآخِرِ وَلَا يُحَرِّمُونَ مَا حَرَّمَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَلَا يَدِينُونَ دِينَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ حَتَّى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَدٍ وَهُمْ صَاغِرُونَ﴾ (توبہ:۲۹) ''ان لوگوں سے لڑو جو اللہ پر اور قیامت کے دن

پر ایمان نہیں لاتے جو اللہ اور اس کے رسول کی حرام کردہ شے کو حرام نہیں جانتے، نہ دین حق کو قبول کرتے ہیں ان لوگوں میں سے جنہیں کتاب دی گئی ہے، یہاں تک کہ وہ ذلیل وخوار ہو کر اپنے ہاتھ سے جزیہ ادا کریں''۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿لَا يَنْهَاكُمُ اللَّهُ عَنِ الَّذِينَ لَمْ يُقَاتِلُوكُمْ فِي الدِّينِ وَلَمْ يُخْرِجُوكُمْ مِنْ دِيَارِكُمْ أَنْ تَبَرُّوهُمْ وَتُقْسِطُوا إِلَيْهِمْ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ﴾ (ممتحنہ:۸) ''جن لوگوں نے تم سے مذہبی لڑائی نہیں لڑی اور تمہیں جلاوطن نہیں کیا ان کے ساتھ سلوک واحسان کرنے اور منصفانہ بھلا برتاؤ کرنے سے اللہ تعالیٰ تمہیں روکتا بلکہ اللہ تعالیٰ تو انصاف کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے''۔

اہل کتاب میں سے اسلام لانے والوں کی فضیلت:

ابو بردہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تین قسم کے لوگوں کے لئے دوہرا اجر ہے ایک وہ اہل کتاب جو اپنے نبی پر ایمان لایا اور محمد ﷺ پر بھی ایمان لایا، دوسرا وہ غلام جو اللہ تعالیٰ کا حق بھی ادا کرتا ہے اور اپنے مالک کا حق بھی، تیسرا وہ شخص جس کے پاس کوئی لونڈی ہو اور وہ اس کو اچھی طرح ادب سکھائے اور اچھی طرح تعلیم دے پھر اسے آزاد کرے، پھر اس سے شادی کر لے۔ (بخاری/۹۷، مسلم/۱۵٤)

امام پر واجب ہے کہ جان ومال اور عزت پر حملہ کرنے کی صورت میں ذمیوں کا مؤاخذہ اسلام کے احکام کے مطابق کرے اور جس چیز کو وہ حرام سمجھتے ہیں اس میں ان پر حدود قائم کرے جیسے زنا، اور جس چیز کو حلال سمجھتے ہیں جیسے شراب، سور اس پر انہیں سزا نہیں دی جائے گی، اعلانیہ کرنے سے انہیں روکا جائے گا۔

ذمیوں کا جینا مرنا مسلمانوں سے مختلف ہونا چاہئے، تاکہ لوگ ان کی وجہ سے دھوکہ نہ کھائیں ان کا لباس اور ان کی سواری مسلمانوں سے کم تر ہو، اگر ذمی کے اسلام قبول کرنے کی امید ہو تو مسجد میں اس کا داخل ہونا جائز ہے، البتہ مسجد حرام میں کوئی مشرک وکافر داخل نہیں ہو سکتا۔

ذمیوں کو صدر مجلس بنانا ان کی تعظیم میں کھڑے ہونا، ان سے پہلے سلام کرنا جائز نہیں، اور اگر وہ سلام کریں تو جواب میں صرف و علیکم کہا جائے۔

ان کی عیدوں میں ان کو مبارک باد دینا جائز نہیں، انہیں گرجا گھر اور عبادت خانے بنانے سے روکا جائے، انہیں اعلانیہ شراب پینے، سور کھانے، ناقوس بجانے، اپنی کتاب کا پرچار کرنے اور مسلمانوں سے اونچی عمارت بنانے وغیرہ سے روکا جائے۔

کسی مسلمان کی تعظیم وتکریم میں یا مدد کے لئے کھڑا ہونا جائز ہے اور اس کی تعظیم وتکریم میں تھوڑی دور چلنا بھی جائز ہے، لیکن کسی بیٹھے ہوئے شخص کے لئے کھڑا ہونا جائز نہیں، الا یہ کہ اس کی حفاظت مقصود ہو اور کافروں کو اس سے دور بھگانا ہو جیسے کہ حضرت مغیرہ بن شعبہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ صلح حدیبیہ میں کھڑے ہو گئے تھے جب قریش آپ کے ساتھ بیٹھ کر معاہدہ صلح لکھ رہے تھے۔

اگر ذمی جزیہ دینے سے انکار کر دے یا اسلام کے احکام کی پابندی نہ کرے یا کسی مسلمان پر ظلم کرے یا اسے قتل کر دے یا زنا کرے یا ڈاکہ زنی کرے یا مسلمانوں کے خلاف جاسوسی کرے یا اللہ اور اس کے رسول یا اس کی شریعت کو برا بھلا کہے تو اس کے ساتھ معاہدہ ٹوٹ جائے گا اور اس کا خون اور مال حلال ہوگا، جب ذمی کے ساتھ ان اسباب کی بناء پر معاہدہ ٹوٹ جائے جن کا ذکر اوپر کیا چکا ہے تو اس کو حربی مانا جائے گا، امام چاہے تو اسے قتل کر دے یا غلام بنا لے یا بغیر کچھ لئے اسے چھوڑ دے یا اس سے فدیہ لے۔

عقد امان:

ایک متعینہ مدت کے لئے کافر کو امان دینا جائز ہے تاکہ وہ اپنا سامان بیچ دے یا اللہ کا کلام سن کر واپس چلا جائے، یہ امان ہر عاقل و بالغ خود مختار مسلمان دے سکتا ہے جب تک کہ اس کی طرف سے کوئی نقصان پہنچنے کا اندیشہ نہ ہو اور امام سارے مشرکین کو امان دے سکتا ہے پھر جب معاہدہ ہو جائے تو ان کو قتل یا ان کو قید کرنا یا اذیت پہنچانا جائز نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿ وَإِنْ أَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِينَ اسْتَجَارَكَ فَأَجِرْهُ حَتَّى يَسْمَعَ

كَلاَمَ اللّهِ ثُمَّ أَبْلِغْهُ مَأْمَنَهُ ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لاَّ يَعْلَمُونَ ﴾ (توبہ:٦) ''اگر مشرکوں میں سے کوئی تجھ سے پناہ طلب کرے تو تو اسے پناہ دے دے یہاں تک کہ وہ کلام اللہ سن لے پھر اسے اپنی جائے امن تک پہنچا دے، یہ اس لئے کہ یہ لوگ بے علم ہیں''۔

جزیرۂ عرب میں یہود ونصاریٰ اور سارے کفار کو مستقل بسانا جائز نہیں، البتہ کام کے لئے ٹھہر سکتے ہیں بشرطیکہ مسلمان ان کے شر سے محفوظ رہیں۔

کفار کے لئے مکہ کے حرم میں داخل ہونا جائز نہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُواْ إِنَّمَا الْمُشْرِكُونَ نَجَسٌ فَلاَ يَقْرَبُواْ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِهِمْ هَذَا وَإِنْ خِفْتُمْ عَيْلَةً فَسَوْفَ يُغْنِيكُمُ اللّهُ مِن فَضْلِهِ إِن شَاء إِنَّ اللّهَ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ﴾ (توبہ:٢٨) ''اے ایمان والو! بے شک مشرک بالکل ہی ناپاک ہیں وہ اس سال کے بعد مسجد حرام کے پاس بھی نہ بھٹکنے پائیں اگر تمہیں مفلسی کا خوف ہے تو اللہ تمہیں دولت مند کر دے گا اپنے فضل سے اگر چاہے، اللہ علم وحکمت والا ہے''۔

کفار کا ان مسجدوں میں داخل ہونا بھی جائز نہیں جو حل میں ہیں الا یہ کہ کوئی مسلمان کسی ضرورت یا مصلحت سے ان کو اجازت دے۔

کسی معاہد کو بغیر جرم قتل کرنا گناہ ہے:

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے کسی معاہد (ذمی) کو قتل کیا تو وہ جنت کی خوشبو نہیں پائے گا، حالانکہ اس کی خوشبو ایسی ہے کہ چالیس سال کی مسافت سے محسوس کی جاتی ہے۔ (بخاری/٣١٦٦)

مساجد ایمان کے گھر ہیں اور گرجا گھر اور مندر شرک وکفر کے گھر ہیں اور زمین اللہ کی ہے اللہ تعالیٰ نے اپنے لئے مسجدوں کو بنانے کا حکم دیا ہے اور اس میں اپنی عبادت کرنے کا حکم دیا ہے اور ہر اس چیز کے بنانے سے منع کیا ہے جس میں غیر اللہ کی عبادت کی جائے۔

۵-جنگ بندی کا معاہدہ

امام یا اس کا نائب دشمن سے ایک معین مدت تک کے لئے جنگ نہ کرنے پر صلح کر سکتا ہے اگر چہ یہ مدت لمبی ہو پھر جب معاہدہ ہو جائے تو معاہدہ کی پابندی لازم ہوگی، مصلحت کو دیکھتے ہوئے اس طرح صلح کرنا جائز ہے مثلاً مسلمان کمزور ہوں اور جہاد مؤخر کرنے میں بھلائی ہو خواہ مسلمانوں کو مال دے کر ہی کیوں نہ کرنا پڑے، یہ معاہدہ عوض دے کر اور بغیر عوض دونوں طریقوں سے جائز ہے۔

اگر ایسے معاہد کسی مسلمان کو تکلیف دیں تو ان کا مواخذہ ان کے جرم کے مطابق کیا جائے گا یعنی ان سے فدیہ اور قصاص لینا اور ان پر کوڑے برسانا جائز ہوگا۔

اس عہد کو پورا کرنا ضروری ہے اس کا توڑنا جائز نہیں الا یہ کہ دشمن یہ عہد خود توڑ دے، یا بیمار کے ساتھ اچھا برتاؤ نہ کرے یا ان کی طرف سے خیانت کا خوف ہو، ان صورتوں میں معاہدہ ٹوٹ جائے گا، اور اس پر باقی رہنا ہمارے لیے ضروری نہیں اور جب ہمیں اس بات کا اندیشہ ہو کہ وہ خیانت کریں گے تو ہم انہیں بتا دیں کہ ہم نے عہد ختم کر دیا ہے، پھر ان سے جنگ کریں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَأَوْفُوا بِالْعَهْدِ إِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْؤُولًا﴾ (اسراء: ۳۴) ''اور وعدے پورے کرو کیونکہ قول وقرار کی باز پرس ہونے والی ہے''۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَإِمَّا تَخَافَنَّ مِن قَوْمٍ خِيَانَةً فَانبِذْ إِلَيْهِمْ عَلَى سَوَاءٍ إِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْخَائِنِينَ﴾ (انفال: ۵۸) ''اور اگر تجھے کسی قوم کی خیانت کا ڈر ہو تو برابری کی حالت میں ان کا عہد نامہ توڑ دے، اللہ تعالیٰ خیانت کرنے والوں کو پسند نہیں فرماتا''۔

۶-خلافت اور امارت

خلیفہ منتخب کرنے کا حکم:

اسلامی سلطنت کی حفاظت کرنے مسلمانوں کے احوال کی تدبیر کرنے، حدود قائم کرنے، حقوق

دلانے، وحی الٰہی کے مطابق فیصلہ کرنے، بھلائی کا حکم دینے، برائی سے روکنے اور اللہ کی طرف دعوت دینے کے لئے امام منتخب کرنا واجب ہے۔

امام کی ولایت مندرجہ ذیل طریقوں میں سے کسی ایک سے ثابت ہوگی:

۱-اس کا انتخاب عام مسلمانوں کے اتفاق سے ہو اور اس کی تنصیب کے لیے علماء صالحین اور بڑے لوگوں نے بیعت کی ہو۔

۲-اس کا انتخاب اس امام نے کیا ہو جو اس سے پہلے تھا۔

۳-چند متقی لوگوں کا نام منتخب کیا جائے پھر مشورہ کیا جائے پھر جس نام پر لوگ متفق ہو جائیں اس کو امام مان لیا جائے۔

۴-اگر قہراً حاکم بن بیٹھا ہے تب بھی رعایا کو اس کی اطاعت ان چیزوں میں کرنی چاہئے جن میں اللہ کی نافرمانی نہ ہو۔

زمین میں خلافت ایمان اور عمل صالح سے حاصل ہوگی:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُم فِي الْأَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِينَهُمُ الَّذِي ارْتَضَى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُم مِّن بَعْدِ خَوْفِهِمْ أَمْناً يَعْبُدُونَنِي لَا يُشْرِكُونَ بِي شَيْئاً وَمَن كَفَرَ بَعْدَ ذَلِكَ فَأُولَئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ﴾ (نور: ۵۵) ''تم میں سے ان لوگوں سے جو ایمان لائے ہیں اور نیک اعمال کئے ہیں اللہ تعالیٰ وعدہ فرما چکا ہے کہ انہیں ضرور زمین میں خلیفہ بنائے گا جیسے کہ ان لوگوں کو خلیفہ بنایا تھا جو ان سے پہلے تھے اور یقیناً ان کے لئے ان کے اس دین کو مضبوطی کے ساتھ محکم کر کے جما دے جسے ان کے لئے وہ پسند فرما چکا ہے اور ان کے اس خوف و خطر کو وہ امن وامان سے بدل دے گا، وہ میری عبادت کریں گے میرے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں گے، اس کے بعد بھی جو لوگ ناشکری اور کفر کریں وہ یقیناً فاسق ہیں''۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ یہ

امر (یعنی خلافت وسرداری) قریش میں رہے گی جب تک وہ دین اور شریعت کو قائم رکھیں گے، اور جو کوئی ان سے دشمنی کرے گا اللہ اس کو اوندھے منہ دوزخ میں گرادے گا۔ (بخاری/ ۷۱۳۹)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہ معاملہ (خلافت و سرداری) ہمیشہ قریش ہی میں رہے گی جب تک قریش کے دو آدمی بھی باقی رہیں گے۔ (بخاری/ ۳۵۰۱، مسلم/ ۱۸۲۰)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: امامت اور سرداری میں لوگ قریش کے تابع ہیں، مسلمان ان کے مسلمان کے تابع ہیں اور کافران کے کافر کے تابع ہیں۔ (بخاری/ ۳۴۹۵، مسلم/ ۱۸۱۸)

سرداری طلب کرنے اور اس کی طمع رکھنے کی ممانعت:

حضرت عبد الرحمٰن بن سمرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ مجھ سے نبی ﷺ نے فرمایا: اے عبدالرحمٰن بن سمرہ! تم سرداری نہ مانگو، کیونکہ اگر مانگنے پر تم کو حکومت وسرداری دی گئی تو اللہ تعالیٰ اپنی مدد تم سے اٹھالے گا، (تم جانو تمہارا کام جانے) اور اگر بغیر مانگے تمہیں سرداری دی گئی تو اللہ تعالیٰ اس پر تمہاری مدد کرے گا۔ (بخاری/ ۷۱۴۷، مسلم/ ۱۶۵۲)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: عنقریب تم لوگ سرداری کی حرص کرو گے اور یہ قیامت کے دن ندامت اور شرمندگی کا باعث ہوگی یہ سرداری کتنی بہتر دودھ پلانے والی ہے اور کتنی بری دودھ چھڑانے والی ہے۔ (یعنی قبول کرتے وقت تو مزا آتا ہے، لیکن چھٹتے وقت تکلیف ہوتی ہے)۔ (بخاری/ ۷۱۴۸)

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں اور میری قوم کے دو آدمی رسول اللہ ﷺ کے پاس گئے، ان دونوں میں سے ایک شخص نے کہا کہ اے اللہ کے رسول ہمیں کسی علاقے کا حاکم بنا دیجئے، دوسرے نے بھی یہی کہا، آپ نے فرمایا میں اس شخص کو حاکم نہیں بناتا جو اس کا مطالبہ کرے یا حرص کرے۔ (بخاری/ ۷۱۴۹، مسلم/ ۱۷۳۳)

جو شخص کمزور ہو اور ذمہ داری ادا نہ کرے اس کو حکومت کی ذمہ داری نہیں قبول کرنی چاہئے۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے کہا کہ اے اللہ کے رسول اللہ ﷺ کیا آپ مجھے حاکم نہیں بنائیں گے، آپ نے میرا کندھا تھپتھپایا پھر فرمایا اے ابوذر! تم کمزور ہو اور یہ سرداری امانت ہے اور یہ قیامت کے دن رسوائی اور ندامت کا باعث بنے گی البتہ اس شخص کے لئے رسوائی کا باعث نہیں ہوگی جس نے اس کو اس کے حق کے ساتھ قبول کیا اور اس سلسلہ میں اس پر جو ذمہ داری عائد ہوتی ہے اس کو ادا کیا۔ (مسلم/ ۱۸۲۵)

عادل بادشاہ کی فضیلت اور ظالم بادشاہ کی سزا:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَأَقْسِطُوا إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ﴾ (حجرات: ۹) ”اور عدل کرو بیشک اللہ تعالیٰ انصاف کرنے والوں سے محبت کرتا ہے“۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سات آدمیوں کو اللہ تعالیٰ اپنا سایہ دے گا، جس دن اس کے سایہ کے سوا کوئی سایہ نہ ہوگا، انصاف کرنے والا بادشاہ اور وہ جوان جس نے اللہ کی عبادت میں اپنی جوانی گزاری......الخ۔ (بخاری/ ۱۴۲۳، مسلم/ ۱۰۱۳)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: انصاف کرنے والے اللہ کے دائیں جانب اللہ کے پاس نور کے ممبروں پر ہونگے اور اس کے دونوں ہاتھ داہنے ہیں، یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے فیصلے میں اور اپنے اہل وعیال اور جن لوگوں کے وہ نگراں بنائے گئے ہیں ان کے درمیان عدل کرتے ہیں۔ (مسلم/ ۱۸۲۷)

حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس بندے کو اللہ نے رعیت کی نگرانی پر مقرر کیا ہو اور وہ اس حال میں مرے کہ اپنی رعایا کے ساتھ خیانت وبدخواہی کرتا ہو تو اللہ تعالیٰ اس پر جنت حرام کردے گا۔ (بخاری/ ۷۱۵۰، مسلم/ ۱۴۲)

خلافت اور سرداری صرف مردوں کے لئے جائز ہے عورتوں کے لئے نہیں:

حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایام جمل میں اللہ تعالیٰ نے مجھے ایک کلمہ سے نفع پہنچایا وہ

یہ کہ جب نبی کریم ﷺ کو یہ خبر ملی کہ اہل فارس نے کسریٰ کی بیٹی کو اپنا بادشاہ بنالیا ہے تو آپ نے فرمایا: وہ قوم فلاح نہیں پاسکتی ہے جو کسی عورت کو اپنا حاکم بنالے۔ (بخاری: ۷۰۹۹)

خلیفہ کا کام:

اللہ تعالیٰ اپنے نبی سے فرماتا ہے: ﴿وَأَنِ احْكُم بَيْنَهُم بِمَا أَنزَلَ اللَّهُ وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَهُمْ وَاحْذَرْهُمْ أَن يَفْتِنُوكَ عَن بَعْضِ مَا أَنزَلَ اللَّهُ إِلَيْكَ فَإِن تَوَلَّوْا فَاعْلَمْ أَنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ أَن يُصِيبَهُم بِبَعْضِ ذُنُوبِهِمْ وَإِنَّ كَثِيرًا مِّنَ النَّاسِ لَفَاسِقُونَ﴾ (مائدہ: ۴۹) ''آپ ان کے معاملات میں خدا کی نازل کردہ وحی کے مطابق ہی حکم کیا کیجئے، ان کی خواہشوں کی تابعداری نہ کیجئے اوران سے ہوشیار رہئے کہ کہیں یہ آپ کو اللہ کے اتارے ہوئے کسی حکم سے ادھر ادھر نہ کریں، اگر یہ لوگ منہ پھیر لیں تو یقین کریں کہ اللہ کا ارادہ یہی ہے کہ انہیں ان کے بعض گناہوں کی سزا دے ہی ڈالے اور اکثر لوگ بے حکم ہی کرتے ہیں''۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام سے فرمایا: ﴿يَا دَاوُودُ إِنَّا جَعَلْنَاكَ خَلِيفَةً فِي الْأَرْضِ فَاحْكُم بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوَىٰ فَيُضِلَّكَ عَن سَبِيلِ اللَّهِ إِنَّ الَّذِينَ يَضِلُّونَ عَن سَبِيلِ اللَّهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيدٌ بِمَا نَسُوا يَوْمَ الْحِسَابِ﴾ (ص: ۲۶) ''اے داؤد! ہم نے تمہیں زمین میں خلیفہ بنادیا تم لوگوں کے درمیان حق کے ساتھ فیصلے کرو اور اپنی نفسانی خواہش کی پیروی نہ کرو، ورنہ وہ تمہیں اللہ کی راہ سے بھٹکا دے گی، یقیناً جو لوگ اللہ کی راہ سے بھٹک جاتے ہیں ان کے لئے سخت عذاب ہے اس لئے کہ انہوں نے حساب کے دن کو بھلا دیا ہے''۔

لوگ امام سے بیعت کیسے کریں:

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ سے آپ کا حکم سننے اور ماننے پر بیعت کی خوشحالی اور تنگی میں اور خوشی اور مجبوری ہر حال میں، اور اگر ہمارے اوپر ترجیح دی گئی تب بھی اور اس بات پر کہ جو شخص سرداری کے لائق ہوگا ہم اس سے جھگڑا نہیں کریں

گے، (بلکہ اس کی سرداری قبول کرلیں گے) اور جہاں کہیں بھی رہیں گے حق بات کہیں گے اور اللہ کی راہ میں کسی ملامت کرنے والی کی ملامت سے نہیں ڈریں گے اور ایک روایت میں ان لا ننازع الأمر اهله (جو شخص سرداری کے لائق ہوگا ہم اس سے جھگڑا نہیں کریں گے) کے بعد یہ الفاظ ہیں الا یہ کہ تم اس کو کھلم کھلا کفر کرتے ہوئے دیکھو تمہارے پاس اللہ کی طرف سے اس کے اندر دلیل ہے۔ (بخاری/۷۰۵۶، مسلم/۱۷۰۹)

حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے آپ کا حکم سننے اور ماننے پر بیعت کی آپ نے مجھے یہ کلمہ کہنے کی تلقین کی کہ جہاں تک مجھ سے ہوسکے گا میں اطاعت کروں گا، اور میں نے اس امر پر بھی آپ سے بیعت کی کہ ہر مسلمان کا خیر خواہ رہوں گا۔ (بخاری/۷۲۰۴، مسلم/۵۶)

حکام کے ظلم پر صبر کرنا اور وہ کسی کو کسی پر ترجیح دیں تو اس پر صبر کرنا:

حضرت اُسید بن حضیر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ انصار کا ایک آدمی نبی کریم ﷺ سے تنہائی میں ملا اور کہنے لگا کہ کیا آپ مجھے حاکم نہیں بنائیں گے جیسے کہ فلاں کو حاکم بنایا ہے آپ نے فرمایا: تم میرے بعد یہ پاؤ گے کہ دوسرے لوگوں کو تمہارے اوپر ترجیح دی جارہی ہے اس وقت تم صبر کرنا یہاں تک کہ تم مجھ سے حوض کوثر پر ملو۔ (بخاری/۳۷۹۲، مسلم/۱۸۴۵)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جو شخص اپنے امیر کی طرف سے کسی چیز کو ناپسند کرے وہ صبر کرے اس لئے جو سلطان کی اطاعت سے ایک بالشت برابر بھی باہر ہوجائے گا وہ جاہلیت کی موت مرے گا۔ (بخاری/۷۰۵۳، مسلم/۱۸۴۹)

حکام کی اطاعت ضروری ہے اگرچہ وہ حقوق ادا نہ کریں:

حضرت سلمہ بن یزید جعفی رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے پوچھا کہ اے اللہ کے نبی ﷺ اگر ہمارے اوپر ایسے حکام ہوں جو اپنا حق ہم سے طلب کریں اور ہمیں ہمارا حق نہ دیں تو آپ ہمیں کیا حکم دیتے ہیں آپ نے ان سے اعراض کیا انہوں نے دوبارہ پوچھا، آپ نے پھر اعراض کیا انہوں نے پھر پوچھا، اشعث بن قیس نے ان کو کھینچ لیا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم سنو اور اطاعت

کرواس لئے کہ ان کے اوپر اس چیز کی ادائیگی واجب ہے جو ان پر ڈالی گئی ہے اور تمہارے اوپر وہ چیز واجب ہے جو تمہارے اوپر ڈالی گئی ہے۔(مسلم/۱۸۴۶)

فتنے ظاہر ہونے کے وقت اور دوسرے حالات میں بھی مسلمانوں کی جماعت اور ان کے امام کو لازم پکڑنا واجب ہے: حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ لوگ رسول اللہ ﷺ سے خیر کے بارے میں پوچھا کرتے تھے اور میں آپ سے برائی (یعنی فتنے وفساد) کے بارے میں پوچھتا تھا اس ڈر سے کہ کہیں اس میں گرفتار نہ ہو جاؤں (ایک دن) میں نے کہا کہ اے اللہ کے رسول! ہم لوگ جاہلیت اور برائی میں گرفتار تھے پھر اللہ تعالیٰ یہ بھلائی (دین اسلام) ہم پر لے آیا اب اس بھلائی کے بعد کیا پھر برائی پیدا ہوگی، آپ نے فرمایا ہاں، میں نے کہا کیا اس برائی کے بعد پھر بھلائی ہوگی، آپ نے فرمایا ہاں مگر اس میں دھواں ہوگا، میں نے کہا دھواں کیا ہے آپ نے فرمایا ایسے لوگ ہوں گے جو میرے طریقے کے علاوہ دوسرے طریقوں پر چلیں گے، ان کی کوئی بات اچھی ہوگی اور کوئی بری (خلاف شرع) میں نے کہا کیا اس خیر کے بعد بھی برائی ہوگی آپ نے فرمایا ہاں، کچھ لوگ دوزخ کے دروازہ پر کھڑے ہو کر دوزخ کی طرف بلائیں گے جو ان کی بات مانے گا اس کو دوزخ میں جھونک دیں گے، میں نے کہا کہ اے اللہ کے رسول! ان لوگوں کی صفت ہم سے بیان کر دیجئے، آپ نے فرمایا یہ لوگ (بظاہر) ہماری جماعت (مسلمانوں) میں سے ہوں گے اور ہماری ہی زبان بولیں گے، میں نے کہا کہ اے اللہ کے رسول! اگر میں یہ زمانہ پاؤں تو کیا کروں، آپ نے فرمایا تم مسلمانوں کی جماعت اور ان کے امام کے ساتھ ہی رہنا، میں نے کہا اگر اس وقت ان کی کوئی جماعت اور امام نہ ہو تو کیا کروں؟ آپ نے فرمایا پھر ان تمام فرقوں سے الگ ہو جاؤ (اور دور دراز چلے جاؤ) اگرچہ تمہیں (وہاں کھانے کو کچھ نہ ملے) درخت کی جڑ موت تک چبانا پڑے۔(بخاری/۳۶۰۶، مسلم/۱۸۴۷)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جو شخص (حاکم کی) اطاعت سے نکل جائے اور جماعت سے الگ ہو جائے پھر اس کی موت ہو جائے تو وہ جاہلیت کی

موت مرا اور جو گمراہی کے جھنڈے کے نیچے جنگ کرے، عصبیت کی بنیاد پر غصہ کرے، عصبیت کی دعوت دے، عصبیت کی بنیاد پر کسی کی حمایت کرے، پھر مارا جائے تو وہ جاہلیت کی موت مرا، اور جو شخص میری امت کے خلاف اعلان جنگ کرے اس کے نیک وبد سب کی گردنیں مارے اور مؤمنوں سے دور نہ رہے (یعنی انہیں بھی نہ چھوڑے) اور کسی عہد والے کا عہد پورا نہ کرے وہ مجھ سے نہیں اور نہ میں اس سے ہوں۔(مسلم/۱۸۴۸)

حضرعبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جو شخص اپنے حاکم کی طرف سے ایسی بات دیکھے جسے وہ ناپسند کرتا ہو تو صبر کرے اس لئے کہ جو کوئی بالشت برابر بھی جماعت سے جدا ہو گیا اور اسی حال میں مرا تو اس کی موت جاہلیت کی موت ہوگی۔(بخاری/۷۰۵۴، مسلم/۱۸۴۹)

اگر حاکم شریعت کی مخالفت کرے تو اس کو روکنا ضروری ہے لیکن اس سے قتال کرنا اس وقت تک جائز نہیں جب تک کہ وہ نماز پڑھے۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تمہارے اوپر کچھ ایسے حکام ہوں گے جن کی کوئی بات تمہیں اچھی لگے گی اور کوئی بری، پس جس نے (ان کے خلاف شرع کام کو) ناپسند کیا وہ بری ہو گیا اور جس نے اس کا انکار کیا وہ محفوظ رہا (یعنی اس نے اپنا ایمان محفوظ کر لیا) لیکن جس نے ان کی بات قبول کر لی اور اس کی پیروی کی (وہ ہلاک ہو گیا) لوگوں نے کہا اے اللہ کے رسول! کیا ہم ان سے جنگ نہ کریں آپ نے فرمایا نہیں جب تک وہ نماز پڑھیں (تم ان سے جنگ نہ کرو)۔(مسلم/۱۸۵۴)

جو مسلمانوں کی جماعت میں پھوٹ ڈالے اس کا حکم:

حضرت عرفجہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوتے سنا کہ جو شخص تمہارے پاس اس حال میں آئے کہ تم کسی ایک آدمی کی سرداری پر متفق ہو اور وہ تماری جماعت میں پھوٹ ڈالنا چاہے تو اس کو قتل کر دو۔(مسلم/۱۸۵۲)

جب دو خلیفہ کے لئے بیعت کی جائے:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب دو خلیفہ کے لئے بیعت لی جائے تو ان میں سے دوسرے کو قتل کردو۔ (مسلم/۱۸۵۳)

اچھا بادشاہ اور برا بادشاہ کون ہے:

حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تمہارے بہترین ائمہ وہ ہیں جن سے تم محبت کرو اور جو تم سے محبت کریں، وہ تمہارے لئے رحمت کی دعا کریں اور تم ان کے لئے رحمت کی دعا کرو اور تمہارے برے ائمہ وہ ہیں جن سے تم بغض رکھو اور وہ تم سے بغض رکھیں تم ان کو لعنت ملامت کرو اور وہ تمہیں لعنت ملامت کریں، لوگوں نے کہا کہ اے اللہ کے رسول! کیا ہم تلوار سے ان سے جنگ نہ کریں؟ آپ نے فرمایا نہیں جب تک کہ وہ تمہارے درمیان نماز قائم کریں، اور اگر تم اپنے حکام کی طرف سے کوئی ایسی چیز دیکھو جسے تم ناپسند کرتے ہو تو اس کے کام کو ناپسند کرو لیکن حاکم وقت کی طاعت سے ہاتھ نہ کھینچو۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے کوئی نبی ایسا نہیں بھیجا اور نہ کوئی خلیفہ ایسا بنایا جس کے دو طرح کے رفیق نہ ہوں ایک رفیق تو اس کو اچھے کام کا حکم دیتا ہے اور اس کو اس پر رغبت دلاتا ہے اور دوسرا رفیق اس کو برے کام کا حکم دیتا ہے اور اس کو اس پر ابھارتا ہے، لیکن جس کو اللہ تعالیٰ بری باتوں سے بچائے رکھے وہ بچا رہتا ہے۔ (بخاری: ۷۱۸۹)

بادشاہ کی ذمہ داریاں:

۱- دین کو قائم کرنا:

وہ اس طرح سے کہ اس کی حفاظت کرے، اس کی طرف دعوت دے اس سے شبہات کا ازالہ کرے اس کے احکام وحدود کو نافذ کرے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿إِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُكُمْ أَن تُؤدُّواْ الأَمَانَاتِ إِلَى أَهْلِهَا وَإِذَا حَكَمْتُم بَيْنَ النَّاسِ أَن تَحْكُمُواْ بِالْعَدْلِ إِنَّ اللّٰهَ نِعِمَّا يَعِظُكُم بِهِ إِنَّ اللّٰهَ كَانَ سَمِيعاً بَصِيراً﴾

(نساء:۵۸) ''اللہ تعالیٰ تمہیں تاکیدی حکم دیتا ہے کہ امانت والوں کی امانتیں انہیں پہنچاؤ اور جب لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو عدل وانصاف سے فیصلہ کرو، یقیناً وہ بہتر چیز ہے جس کی نصیحت تمہیں اللہ تعالیٰ کر رہا ہے بے شک اللہ تعالیٰ سنتا ہے، دیکھتا ہے''۔

۲- منصب پر اچھے اور باصلاحیت لوگوں کو فائز کرے:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿إِنَّ خَيْرَ مَنِ اسْتَأْجَرْتَ الْقَوِيُّ الْأَمِينُ﴾ (قصص:۲۶) ''کیونکہ جنہیں آپ اجرت پر رکھیں ان میں سب سے بہتر وہ ہے جو مضبوط اور امانت دار ہو''۔

۳- اپنے حکام کا محاسبہ کرے:

حضرت ابوحمید ساعدی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے قبیلہ ازد کے ایک آدمی کو زکوٰۃ کا عامل بنایا جس کا نام ابن اللتبیہ تھا جب وہ زکوٰۃ وصول کرکے واپس آیا تو کہنے لگا یہ مال تم لوگوں کے لئے ہے (یعنی زکوٰۃ کا ہے) اور یہ مجھے ہدیہ میں ملا ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اگر وہ اپنے باپ کے گھر میں یا ماں کے گھر میں بیٹھا رہتا تو کیا اسے ہدیہ ملتا؟ (پھر فرمایا) اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے جو شخص بھی زکوٰۃ کے مال میں سے کچھ لے لے گا وہ قیامت کے دن اس کو اپنی گردن پر لادے ہوئے آئے گا، اگر وہ اونٹ ہے تو بلبلا رہا ہوگا، اگر گائے ہے تو وہ بھیں بھیں کر رہی ہوگی اگر بکری ہے تو وہ میں میں کر رہی ہوگی، پھر آپ نے اپنا ہاتھ اٹھایا یہاں تک کہ ہم نے آپ کے بغل کے بال دیکھے، اور فرمایا اے اللہ! میں نے پہنچا دیا، اے اللہ! میں نے پہنچا دیا، ایسا آپ نے تین بار کہا۔ (بخاری/۲۵۹۷، مسلم/۱۸۳۲)

۴- رعایا کی دیکھ بھال اور ان کے امور کی تدبیر کرے:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے ہر شخص نگراں ہے اور تم میں سے ہر شخص سے اس کی رعیت کے بارے میں باز پرس ہوگی پس بادشاہ اپنی رعایا کا محافظ ہے اس سے اس کی رعیت کے بارے میں باز پُرس ہوگی۔ (بخاری/۸۹۳، مسلم/۱۸۲۹)

۵- رعایا کے ساتھ نرمی کرے ان کی خیرخواہی کرے اور ان کی پوشیدہ چیزوں کی ٹوہ میں نہ رہے:

حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جو بھی شخص مسلمانوں کا حاکم بنے پھر ان کی بھلائی کے لئے کوشش نہ کرے اور ان کی خیر خواہی نہ کرے تو وہ ان کے ساتھ جنت میں نہیں جائے گا۔(مسلم:۱۴۲)

۶-اپنی رعایا کے لئے بہترین نمونہ ہو:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ إِمَاماً﴾(فرقان:۷۴) ''اور ہمیں پرہیزگاروں کا پیشوا بنا''۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ أَئِمَّةً يَهْدُوْنَ بِأَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوْا وَكَانُوْا بِآيَاتِنَا يُوْقِنُوْنَ﴾(سجدہ:۲۴) ''اور جب ان لوگوں نے صبر کیا تو ہم نے ان میں سے ایسے پیشوا بنائے جو ہمارے حکم سے لوگوں کو ہدایت کرتے تھے، اور وہ ہماری آیتوں پر یقین رکھتے تھے''۔

خلیفہ کے حقوق:

۱-اس کی بات سننا اور ماننا واجب ہے، بشرطیکہ خلاف شرع اور گناہ کے کام کا حکم نہ دے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا أَطِيْعُوا اللّٰهَ وَأَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَأُوْلِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ إِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيْلاً﴾(نساء:۵۹) ''اے ایمان والو! فرمانبرداری کرو اللہ تعالیٰ کی اور فرمانبرداری کرو رسول (ﷺ) کی اور تم میں سے جو اختیار والے ہیں ان کی، پھر اگر کسی چیز میں اختلاف کرو تو اسے لوٹاؤ اللہ تعالیٰ کی طرف اور رسول کی طرف، اگر اللہ تعالیٰ پر اور قیامت کے دن پر تمہارا ایمان ہے یہ بہت بہتر ہے، اور باعتبار انجام کے بہت اچھا ہے''۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مسلمان پر اپنے امام یا بادشاہ کی اطاعت واجب ہے، خوشی یا ناخوشی ہر حال میں جب تک کہ گناہ کا حکم اس کو نہ دیا جائے، پھر جب امام یا بادشاہ کی طرف سے اسے گناہ کا حکم دیا جائے تو نہ سننے نہ اطاعت کرے۔(بخاری/۱۴۴، مسلم/۱۸۳۹)

۲-خیر خواہی:

حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دین خیر خواہی کا نام ہے، ہم نے کہا خیر خواہی کس کے لئے ہو؟ آپ نے فرمایا اللہ کے لئے اس کی کتاب کے لئے اس کے رسول کے لئے مسلمان کے امام اور عام مسلمانوں کیلئے۔ (مسلم/۵۵)

۳-اس کی حمایت ومدد:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَى وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَاتَّقُوا اللّٰهَ إِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ﴾(مائدہ:۲) ''نیکی اور پرہیزگاری میں ایک دوسرے کی امداد کرتے رہو اور گناہ اور ظلم وزیادتی میں مدد نہ کرو، اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو، بے شک اللہ تعالیٰ سخت سزا دینے والا ہے''۔

۴-بیت المال سے اپنے اور اپنے اہل وعیال کے لئے بقدر کفایت روزی وسامان لے سکتا ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ خلیفہ کے لئے صرف دو پیالے جائز ہیں، ایک پیالہ وہ اور اس کے اہل وعیال کھائیں اور ایک پیالہ دوسرے کو کھلائے۔(ابن ابی الدنیا فی الورع رقم:۱۲۸، السلسلة الصحیحة: ۳۶۲)

——— ∘O∘ ———

الباب العاشر

اللہ کی طرف دعوت

اس میں مندرجہ ذیل چیزوں کا بیان ہے:

۱-اسلام دین کامل ہے۔

۲-انسان کی پیدائش کی حکمت۔

۳-دین اسلام کی عمومیت،۔

۴-اللہ کی طرف دعوت۔

۵-اللہ کی طرف بلانا واجب ہے۔

۶-انبیاء اور رسولوں کی دعوت کے اصول۔

۱-اسلام دین کامل ہے

اسلام ایک مکمل نظام حیات ہے، اللہ تعالیٰ نے اس کے ذریعہ انسانیت کو شرف وعزت بخشی ہے اسلام ہی سے دنیا و آخرت میں وسعادت وکامیابی مل سکتی ہے، اللہ تعالیٰ نے اس کائنات کو پیدا کیا ہے اور ہر مخلوق کے لئے اس نے ایک نظام بنا دیا ہے جس میں تبدیلی نہیں ہوسکتی پھر اسی نظام کے تحت یہ کائنات چل رہی اس میں تبدیلی صرف اللہ کے حکم سے ہوسکتی ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿سُنَّةَ اللَّهِ الَّتِي قَدْ خَلَتْ مِن قَبْلُ وَلَن تَجِدَ لِسُنَّةِ اللَّهِ تَبْدِيلًا﴾(فتح:۲۳) ''اللہ کے اس قاعدے کے مطابق جو پہلے چلا آیا ہے، تو کبھی بھی اللہ کے قاعدے کو بدلتا ہوا نہ پائے گا''۔

چنانچہ سورج وچاند ایک نظام کے تحت نکلتے اور ڈوبتے ہیں، لیل ونہار ایک نظام کے تحت گردش کرتے ہیں نباتات وحیوانات ایک نظام کے تحت اگتے اور بڑھتے ہیں ہوا کا ایک الگ نظام ہے، پانی کا الگ نظام ہے، ستاروں کا الگ نظام ہے سمندر و پہاڑ کا الگ نظام ہے، غرضیکہ ہر مخلوق اللہ کے بنائے ہوئے نظام کی پابند ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿لَا الشَّمْسُ يَنبَغِي لَهَا أَن تُدْرِكَ الْقَمَرَ وَلَا اللَّيْلُ سَابِقُ النَّهَارِ وَكُلٌّ فِي فَلَكٍ يَسْبَحُونَ﴾(یس:۴۰) ''نہ آفتاب کی یہ مجال ہے کہ چاند کو پکڑے اور نہ رات دن پر آگے بڑھ جانے والی ہے اور سب کے سب آسمان میں تیرتے پھرتے ہیں''۔

چونکہ انسان بھی اللہ کی مخلوقات میں سے ایک مخلوق ہے لہٰذا وہ بھی ایک نظام پر چلنے کا محتاج ہے، تاکہ دنیا و آخرت میں بھلائی حاصل کرے، یہ نظام وہ دین ہے جس سے اللہ تعالیٰ نے انسانیت کو شرف بخشا ہے، اور اسے انسان کے لئے منتخب کیا ہے اس دین کے علاوہ وہ کوئی دین قبول نہیں کرے گا، انسان کی سعادت وشقاوت اسی کے پکڑنے اور نہ پکڑنے پر منحصر ہے، اللہ تعالیٰ نے اس معاملے میں لوگوں کو اختیار دیا ہے۔

چنانچہ فرماتا ہے:﴿وَقُلِ الْحَقُّ مِن رَّبِّكُمْ فَمَن شَاءَ فَلْيُؤْمِن وَمَن شَاءَ فَلْيَكْفُرْ﴾ (کہف:۲۹) ''اور اعلان کردے کہ یہ سراسر برحق قرآن تمہارے رب کی طرف سے ہے، اب جو چاہے ایمان لائے اور جو چاہے کفر کرے''۔

ایک جگہ فرماتا ہے:﴿قُلْنَا اهْبِطُوا مِنْهَا جَمِيعاً فَإِمَّا يَأْتِيَنَّكُم مِّنِّي هُدًى فَمَن تَبِعَ هُدَايَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ وَالَّذِينَ كَفَروا وَكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا أُولَئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ﴾ (بقرہ:۳۸/۳۹) ''ہم نے کہا تم سب یہاں سے چلے جاؤ، جب کبھی تمہارے پاس میری ہدایت پہنچے تو اس کی تابعداری کرنے والوں پر کوئی خوف وغم نہیں، اور جو انکار کرکے ہماری آیتوں کو جھٹلائیں وہ جنمی ہیں اور ہمیشہ اسی میں رہیں گے''۔

اللہ تعالیٰ نے جب انسان کو پیدا کیا تو آسمان وزمین کی ساری چیزیں اس کے لئے مسخر کردیں، اس پر کتابیں نازل کیں اس کے پاس رسولوں کو بھیجا، اسے علم ومعرفت کے آلات دیئے جیسے آنکھ، کان، عقل، اس کو عزت اس طرح بخشی کہ اس کو صرف اپنی وعبادت کا حکم دیا نہ کہ کسی اور کی۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿أَلَمْ تَرَوْا أَنَّ اللَّهَ سَخَّرَ لَكُم مَّا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ وَأَسْبَغَ عَلَيْكُمْ نِعَمَهُ ظَاهِرَةً وَبَاطِنَةً﴾(لقمان:۲۰) ''کیا تم نہیں دیکھتے کہ اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان کی ہر چیز کو ہمارے کام میں لگا رکھا ہے، اور تمہیں اپنی ظاہری وباطنی نعمتیں بھرپور دے رکھی ہیں''۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿وَاللّهُ أَخْرَجَكُم مِّن بُطُونِ أُمَّهَاتِكُمْ لَا تَعْلَمُونَ شَيْئاً وَجَعَلَ لَكُمُ الْسَّمْعَ وَالْأَبْصَارَ وَالْأَفْئِدَةَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ﴾(نحل:۷۸) ''اللہ تعالیٰ نے تمہیں تمہاری ماؤں کے پیٹوں سے نکالا ہے کہ اس وقت تم کچھ بھی نہیں جانتے تھے، اسی نے تمہارے کان، آنکھ اور دل بنائے تاکہ تم شکرگزاری کرو''۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَّسُولاً أَنِ اعْبُدُوا اللّهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوتَ﴾(نحل:۳۶) ''ہم نے ہر امت میں رسول بھیجا کہ (لوگو) صرف اللہ کی عبادت کرو اور اس کے سوا تمام معبودوں سے بچو''۔

اللہ تعالیٰ نے بے شمار نعمتیں دے کر اپنے بندوں پر احسان کیا ہے ان میں سب سے بڑی نعمت اسلام ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد ﷺ کے ذریعہ تمام لوگوں تک پہنچایا ہے اسلام دین کامل ہے۔

اسلام انسان کے تعلقات اپنے رب کے ساتھ اس کی عبادت کرنے اس کی وحدانیت کا اقرار کرنے، اس کا شکر ادا کرنے، تمام امور میں اسی کی طرف متوجہ ہونے، اس سے ڈرنے، اس پر توکل کرنے، اس کے سامنے فروتنی اختیار کرنے، اس سے محبت کرنے، اس سے تقرب حاصل کرنے، اس سے مدد طلب کرنے، اس کی رضا چاہنے، جنت کے راستوں کو ڈھونڈنے اور اللہ کے غضب وعتاب سے بچنے کی کیفیت معلوم کرنے کے ذریعہ منظم کرتا ہے۔

اسلام انسان کے تعلقات اللہ کے رسول ﷺ کے ساتھ آپ کی اطاعت کرنے، آپ سے محبت رکھنے، آپ کی سنتوں کی پیروی کرنے، آپ جو لے کر آئیں ہیں اس کی تصدیق کرنے، اس کی پیروی کرنے اور مشروع طریقے سے ہی اللہ کی عبادت کرنے کے ذریعہ منظم کرتا ہے۔

اسلام انسان کے تعلقات انسان کے ساتھ مختلف طریقوں سے منظم کرتا ہے، چنانچہ اس نے ماں باپ، بیوی بچوں رشتہ داروں اور پڑوسیوں کے حقوق متعین کئے ہیں، عالم و جاہل، مسلم و کافر حاکم و محکوم وغیرہ کے ساتھ تعلقات قائم کرنے کے طریقے بتائے ہیں۔

اسلام انسان کے مالی معاملات کو بھی منظم کرتا ہے چنانچہ حلال روزی کمانے کا حکم دیتا ہے، دھوکہ وخیانت سے منع کرتا ہے، خرید وفروخت میں نرمی برتنے کی تلقین کرتا ہے، بھلائی کے کاموں میں مال خرچ کرنے کی ترغیب دیتا ہے، سچ بولنے جھوٹ اور سود سے بچنے کی تعلیم دیتا ہے، زکوٰۃ کا مال تقسیم کرنے کا طریقہ بتاتا ہے، میراث کی تقسیم کیسے ہو اس کی رہنمائی کرتا ہے، وغیرہ۔

اسلام انسان کی ازدواجی زندگی کو بھی منظم کرتا ہے، چنانچہ اس نے میاں بیوی کے درمیان بہتر تعلقات قائم کرنے اور اولاد کی اچھی تربیت کرنے کے کچھ اصول مقرر کئے ہیں خاندان کی حفاظت پر زور دیا ہے، تنگی وخوشحالی صحت ومرض خوف وامن حضر وسفر میں زندگی گزارنے کے طریقے بتائے ہیں۔

اسلام سارے تعلقات کو مضبوط بنیادوں اور اعلیٰ اقدار پر قائم کرتا ہے، مثلاً اللہ کے لئے محبت،

اللہ کے لئے دشمنی، جود وسخاوت، حیاوعفت، سچائی اور نیکی، عدل واحسان، رحمت وشفقت وغیرہ۔

اسلام ہر قسم کے شر وفساد، ظلم وطغیان، شرک باللہ، ناحق قتل، زنا، جھوٹ، تکبر، نفاق، چوری، غیبت، باطل طریقے سے لوگوں کا مال کھانے، سود، شراب، جادو اور ریاء وغیرہ سے منع کرتا ہے۔

پھر اسلام انسان کی اخروی زندگی کو منظم کرتا ہے جو کہ دنیا کی کی زندگی کے عمل پر منحصر ہے، پس جو شخص ایمان اور عمل صالح لے کر آئے گا وہ جنت میں جائے گا، اسے اللہ کا دیدار حاصل ہوگا، وہ جنت کی نعمتوں سے لطف اندوز ہوگا، جس کو نہ کسی آنکھ نے دیکھا ہے، نہ کسی کان نے سنا ہے، اور نہ کسی دل میں اس کا خیال آیا ہے، وہ ہمیشہ ہمیش جنت میں رہے گا۔

اور جو شخص کفر ومعاصی لے کر آئے گا، وہ جہنم میں جائے گا، کافر ہمیشہ ہمیش جہنم میں رہے گا، اور مؤمن گناہ گار اپنے گناہ کے مطابق جہنم میں جلے گا، پھر نکال لیا جائے گا، یا اللہ تعالیٰ اسے معاف کر دے گا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الإِسْلاَمَ دِيناً﴾ (مائدہ:۳) ''آج میں نے تمہارے لئے تمہارے دین کو کامل کر دیا اور تم پر اپنا انعام بھرپور کر دیا اور تمہارے لئے اسلام کے دین ہونے پر رضامند ہوگیا''۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿لَقَدْ مَنَّ اللّهُ عَلَى الْمُؤمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولاً مِّنْ أَنفُسِهِمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِن كَانُواْ مِن قَبْلُ لَفِي ضَلالٍ مُّبِينٍ﴾ (آل عمران: ١٦٤) ''بے شک مسلمانوں پر اللہ تعالیٰ کا بڑا احسان ہے کہ ان ہی میں سے ایک رسول ان میں بھیجا، جو انہیں اس کی آیتیں پڑھ کر سناتا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے، اور انہیں کتاب وحکمت سکھاتا ہے، یقیناً یہ سب اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے''۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿قَدْ جَاءكُمْ رَسُولُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ كَثِيراً مِّمَّا كُنتُمْ تُخْفُونَ مِنَ الْكِتَابِ وَيَعْفُو عَن كَثِيرٍ قَدْ جَاءكُم مِّنَ اللّهِ نُورٌ وَكِتَابٌ مُّبِينٌ يَهْدِي بِهِ اللّهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهُ سُبُلَ السَّلاَمِ وَيُخْرِجُهُم مِّنِ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ بِإِذْنِهِ وَيَهْدِيهِمْ إِلَى

صِـرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ﴾(مائدہ:۱۵/۱۶) ''تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے نور اور واضح کتاب آچکی ہے، جس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ انہیں جو رضائے رب کے درپے ہوں سلامتی کی راہیں بتلاتا ہے، اور اپنی توفیق سے اندھیروں سے نکال کر نور کی طرف لاتا ہے، اور وہ راہ راست کی طرف ان کی رہبری کرتا ہے''۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿وَمَن يُطِعِ اللّـهَ وَرَسُولَهُ يُدْخِلْهُ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا وَذَلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ وَمَن يَعْصِ اللّهَ وَرَسُولَهُ وَيَتَعَدَّ حُدُودَهُ يُدْخِلْهُ نَاراً خَالِداً فِيهَا وَلَهُ عَذَابٌ مُّهِينٌ﴾(نساء:۱۳/۱۴) ''اور جو اللہ تعالیٰ کی اور اس کے رسول (ﷺ) کی فرمانبرداری کرے گا اسے اللہ تعالیٰ جنتوں میں لے جائے گا، جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے اور یہ بہت بڑی کامیابی ہے اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے گا اور اس کی مقررہ حدود سے آگے نکلے اسے وہ جہنم میں ڈالے گا، جس میں وہ ہمیشہ رہے گا، ایسوں ہی کے لئے رسوا کن عذاب ہے''۔

یہ دین ہر اس جگہ پہنچے گا جہاں رات و دن ہوتے ہیں پھر اجنبی بن کر لوٹ آئے گا جس طرح شروع میں تھا۔

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے میرے لئے زمین سمیٹ دی چنانچہ میں نے اس کے مشرق و مغرب کو دیکھا اور میری امت کی بادشاہت وہاں تک پہنچے گی جہاں تک وہ میرے لئے سمیٹی گئی ہے۔(۲۸۸۹/مسلم)

حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ یہ معاملہ (یعنی دین اسلام) وہاں تک پہنچے گا جہاں رات اور دن ہوتے ہیں (یعنی پوری دنیا میں) اور اللہ تعالیٰ کوئی مٹی کا گھر (یعنی شہر) اور بالوں کا گھر (دیہات) نہیں چھوڑے گا جہاں اس دین کو داخل نہ کردے، اس کے ذریعے کسی عزیز چیز کو عزت بخشے گا اور کسی ذلیل چیز کو ذلت بخشے گا، اسلام کو عزت بخشے گا اور کفر کو ذلیل کرے گا۔(احمد/۲۸۷۱، حاکم/۶۲۳۸، ملاحظہ ہو السلسلة الصحيحة رقم:۳)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اسلام اجنبی بن کر نمودار ہوا تھا اور اجنبی بن کر لوٹ آئے گا، جیسے کہ پہلے تھا اور وہ دونوں مسجدوں (مسجد حرام اور مسجد نبوی) کے درمیان ایسے ہی سمٹ جائے گا جیسے کہ سانپ اپنے سوراخ میں سمٹ کر بیٹھ جاتا ہے۔ (مسلم/۱۴۶، احمد۴۸۷۳ قال الارنوؤط، اسنادہ صحیح)

احمد کی ایک روایت میں کما بدأ کے بعد یہ الفاظ ہیں فطوبیٰ للغرباء پس اجنبیوں کے لئے سعادت ہے، لوگوں نے پوچھا کہ غرباء کون لوگ ہیں؟ آپ نے فرمایا مختلف قبیلے کے اجنبی لوگ،

اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے دین کو مکمل کر دیا ہے اور اس کے ذریعے اپنی نعمت پوری کر دی ہے، اور دین اسلام کو ہمارے لئے پسند کیا ہے، پس جس نے اسے قبول کیا وہ دنیا میں سعادت مند ہے اور قیامت کے دن جنت میں جائے گا، اور اللہ تعالیٰ اسلام کے علاوہ کوئی دین قبول نہیں کرے گا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الإِسْلاَمَ دِيناً﴾(مائدہ:۳) ''آج میں نے تمہارے لیے تمہارے دین کو کامل کر دیا اور تم پر اپنا انعام بھرپور کر دیا اور تمہارے لیے اسلام کے دین ہونے پر رضامند ہو گیا''۔

چنانچہ فرماتا ہے:﴿وَمَن يَبْتَغِ غَيْرَ الإِسْلاَمِ دِيناً فَلَن يُقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِي الآخِرَةِ مِنَ الْخَاسِرِينَ﴾(آل عمران:۸۵) ''جو شخص اسلام کے سوا اور دین تلاش کرے اس کا دین قبول نہ کیا جائے گا، اور وہ آخرت میں نقصان پانے والوں میں ہوگا''۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں محمد ﷺ کی جان ہے اس امت میں سے جو بھی میرے بارے میں سنے خواہ وہ یہودی ہو یا نصرانی پھر وہ اس حال میں مرے کہ اس چیز پر ایمان نہ لایا ہو جسے دے کر میں بھیجا گیا ہوں تو وہ جہنمی ہے۔(مسلم:۱۵۳)

۲- انسان کے پیدا کرنے میں حکمت

اللہ تعالیٰ نے اس کائنات کو اس لئے پیدا کیا ہے تاکہ اپنی قدرت وعلم کا کمال دکھائے، کائنات کی ہر چیز اللہ کی تسبیح بیان کرتی ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿اللَّهُ الَّذِي خَلَقَ سَبْعَ سَمَاوَاتٍ وَمِنَ الْأَرْضِ مِثْلَهُنَّ يَتَنَزَّلُ الْأَمْرُ بَيْنَهُنَّ لِتَعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ وَأَنَّ اللَّهَ قَدْ أَحَاطَ بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا﴾ (طلاق:۱۲) ''اللہ وہ ہے جس نے سات آسمان بنائے اور اسی کے مثل زمینیں بھی، اس کا حکم ان کے درمیان اترتا ہے، تاکہ تم جان لو کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے، اور اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کو بہ اعتبار علم گھیر رکھا ہے''۔

اللہ تعالیٰ نے انسان وجنات کو تنہا اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا ہے۔

چنانچہ فرماتا ہے:﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ مَا أُرِيدُ مِنْهُم مِّن رِّزْقٍ وَمَا أُرِيدُ أَن يُطْعِمُونِ﴾(ذاریات:۵۶-۵۷) ''میں نے جنات اور انسانوں کو محض اسی لئے پیدا کیا ہے تاکہ وہ صرف میری عبادت کریں نہ میں ان سے روزی چاہتا ہوں نہ میری یہ چاہت ہے کہ یہ مجھے کھلائیں''۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا کیا ہے وہ مختلف مراحل، زمان ومکان اور احوال سے گزرتا ہے، پھر وہ دائمی طور پر یا تو جنت میں رہے گا یا جہنم میں وہ مراحل یہ ہیں:

۱- ماں کا پیٹ:

یہ پہلا مرحلہ ہے جس سے انسان گزرتا ہے اور یہ پہلا گھر ہے جس میں انسان نو مہینہ یا اس سے زیادہ یا اس سے کم رہتا ہے، اس تاریکی میں اللہ تعالیٰ اپنی قدرت وحکمت سے اس کے لئے کھانے پینے کا سامان مہیا کرتا ہے، اس مرحلہ میں انسان غیر مکلّف ہوتا ہے اس مرحلہ میں اس کے اعضاء وجوارح مکمل ہوتے ہیں پھر جب اس کی خلقت مکمل ہو جاتی ہے تو دنیا میں آتا ہے۔

۲- دنیا کا گھر:

یہ ماں کے پیٹ سے زیادہ وسیع گھر ہے اور یہاں انسان ماں کے پیٹ سے زیادہ عرصہ تک قیام کرتا ہے، اللہ تعالیٰ نے اس دنیا میں انسان کے لئے ہر وہ چیز مہیا کی ہے جس کی اسے ضرورت ہے، اسے آنکھ، کان، اور عقل سے نوازا ہے، اس کے پاس رسولوں کو بھیجا، کتابیں نازل کیں، اس کو اپنی اطاعت کرنے کا حکم دیا اور اپنی نافرمانی کرنے سے منع کیا، اس دنیا میں رہنے کا مقصد یہ ہے کہ انسان اللہ پر ایمان لائے، نیک کام کرے جن سے جنت ملے گی، پھر اللہ تعالیٰ اسے دار آخرت کے لئے نکالے گا۔

۳- برزخ کا گھر:

دار برزخ قبر میں ہے، یہ آخرت کی سب سے پہلی منزل ہے انسان اس میں قیامت آنے تک رہے گا، یہاں کا قیام دنیا کے قیام سے لمبا ہے، یہ قبر یا تو جنت کی کیاریوں میں سے ایک کیاری ہے یا جہنم کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا ہے، یہیں سے بدلہ ملنا شروع ہو جائے گا، پھر وہاں سے انسان دار خلود کی طرف منتقل ہوگا جہاں وہ یا تو جنت میں ہوگا یا جہنم میں۔

۴- آخرت کا گھر:

یہاں انسان کو ہمیشہ ہمیش رہنا ہے، یہاں مؤمنوں کے لئے نعمت ہی نعمت ہے، ایسی نعمت جسے نہ کسی آنکھ نے دیکھا ہے نہ کسی کان نے سنا ہے اور نہ کسی کے دل میں اس کا خیال آیا ہے، یہاں مؤمن کی ہر خواہش پوری ہوگی، پس جس نے اس دنیا میں وہ کام کیا جو اللہ کو پسند ہے اسے آخرت میں انعام ملے گا اور کافروں کے لئے جہنم ہے جہاں وہ ہمیشہ ہمیش رہیں گے۔

دل مکمل خوش اور مطمئن کب ہوگا:

اللہ تعالیٰ نے انسان کو بہترین صورت میں پیدا کیا ہے اور اسے ساری مخلوقات پر فضیلت بخشی ہے، اس کا ہر عضو کامل ہے اگر یہ چیز حاصل نہ ہو تو وہ قلق واضطراب میں رہتا ہے مثلاً آنکھ کا کامل ہونا یہ ہے کہ وہ دیکھے، کان کا کامل ہونا یہ ہے کہ وہ سنے، زبان کا کامل ہونا یہ ہے کہ ہو بولے، اگر ان

اعضاء میں یہ مذکورہ چیزیں نہ پائی جائیں تو انسان کو تکلیف ہوگی، اس کے اندر نقص ہوگا۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے دل کو بنایا ہے دل کو مکمل اطمینان اور خوشی اسی وقت حاصل ہوگی جب وہ اپنے رب کو پہچان لے گا اس سے محبت کرے گا اس چیز پر عمل کرے گا جو اسے خوش کردے، اگر دل کو یہ چیزیں حاصل نہ ہوں تو وہ انتہائی بے چین رہتا ہے یہاں تک کہ اس آنکھ سے بھی زیادہ بے چین جو اپنی روشنی کھودے، اس کان سے بھی زیادہ بے چین جو اپنی قوت سماعت کھودے، قلب سلیم حق کو ایسے ہی دیکھتا ہے جیسے آنکھ سورج کو دیکھتی ہے۔

دنیا اور آخرت:

اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کے لئے زینت اور مقصد بنایا ہے، مثلاً نباتات کی زینت اس کی شاخیں اس کے لئے اور پھول ہیں لیکن مقصد غلہ اور پھل ہے، اسی طرح کپڑا زینت ہے لیکن اس کا مقصد ستر پوشی ہے، اسی طرح دنیا اور دنیا کی ساری چیزیں زینت ہیں لیکن ان کا مقصد ایمان اور عمل صالح ہے۔

دنیا زینت ہے اور مقصد آخرت ہے، انبیاء علیہم السلام اور ان کے متبعین مقاصد کی طرف بلانے ہیں اور اس کے حاصل کرنے میں لگے ہوئے ہیں اور دنیا دار لوگ لہو لعب اور زینت میں مشغول رہتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم دنیا سے بقدر ضرورت لیں اور حتی المقدور آخرت کے لئے عمل کریں۔

اگر ہماری زندگی میں زینت مقصد سے ٹکرائے اور وہ مقصد اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اس کی اور اس کے رسول کی اطاعت ہے تو ہم وہ کام کریں جو اللہ کو پسند ہو یعنی اس کی عبادت کریں اس کی اطاعت کریں اس کے رسول کی اطاعت کریں اس کے راستے میں جنگ کریں اس کے دین کو پھیلائیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿إِنَّا جَعَلْنَا مَا عَلَى الْأَرْضِ زِينَةً لَّهَا لِنَبْلُوَهُمْ أَيُّهُمْ أَحْسَنُ عَمَلاً﴾ (کہف: ۷) ''روئے زمین پر جو کچھ ہے ہم نے اسے زمین کی رونق کا باعث بنایا ہے کہ ہم انہیں آزمالیں کہ ان میں سے کون نیک اعمال والا ہے''۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿اعْلَمُوا أَنَّمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَلَهْوٌ وَزِينَةٌ وَتَفَاخُرٌ بَيْنَكُمْ

وَتَكَاثُرٌ فِي الْأَمْوَالِ وَالْأَوْلَادِ كَمَثَلِ غَيْثٍ أَعْجَبَ الْكُفَّارَ نَبَاتُهُ ثُمَّ يَهِيجُ فَتَرَاهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ يَكُونُ حُطَامًا وَفِي الْآخِرَةِ عَذَابٌ شَدِيدٌ وَمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللَّهِ وَرِضْوَانٌ وَمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا إِلَّا مَتَاعُ الْغُرُورِ سَابِقُوا إِلَى مَغْفِرَةٍ مِّن رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا كَعَرْضِ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ أُعِدَّتْ لِلَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ ذَلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَن يَشَاءُ وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ﴾ (حدید: ۲۰۔۲۱) ''خوب جان رکھو کہ دنیا کی زندگی صرف کھیل تماشا زینت اور آپس میں فخر (غرور) اور مال و اولاد میں ایک دوسرے سے اپنے آپ کو زیادہ بتلانا ہے، جیسے بارش اور اس کی پیداوار کسانوں کو اچھی معلوم ہوتی ہے پھر جب وہ خشک ہو جاتی ہے تو زرد رنگ میں اس کو تم دیکھتے ہو پھر وہ بالکل چورا چورا ہو جاتی ہے، اور آخرت میں سخت عذاب اور اللہ کی مغفرت اور رضامندی ہے اور دنیا کی زندگی بجز دھوکے کے سامان کے اور کچھ بھی تو نہیں (آؤ) دوڑو اپنے رب کی مغفرت کی طرف اور اس جنت کی طرف جس کی وسعت آسمان و زمین کی وسعت کے برابر ہے، یہ ان کے لئے بنائی گئی ہے، جو اللہ پر اور اس کے رسولوں پر ایمان رکھتے ہیں، یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہے دے اور اللہ بڑا فضل والا ہے''۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿قُلْ إِن كَانَ آبَاؤُكُمْ وَأَبْنَاؤُكُمْ وَإِخْوَانُكُمْ وَأَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيرَتُكُمْ وَأَمْوَالٌ اقْتَرَفْتُمُوهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسَاكِنُ تَرْضَوْنَهَا أَحَبَّ إِلَيْكُم مِّنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَجِهَادٍ فِي سَبِيلِهِ فَتَرَبَّصُوا حَتَّى يَأْتِيَ اللَّهُ بِأَمْرِهِ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ﴾ (توبۃ: ۲۴) ''آپ کہہ دیجئے کہ اگر تمہارے باپ اور تمہارے لڑکے اور تمہارے بھائی اور تمہاری بیویاں اور تمہارے کنبے قبیلے اور تمہارے کمائے ہوئے مال اور وہ تجارت جس کی کمی سے تم ڈرتے ہو اور وہ حویلیاں جنہیں تم پسند کرتے ہو اگر یہ تمہیں اللہ سے اور اس کے رسول سے اور اس کی راہ کے جہاد سے بھی زیادہ عزیز ہیں تو تم انتظار کرو کہ اللہ تعالیٰ اپنا عذاب لے آئے، اللہ تعالیٰ فاسقوں کو ہدایت نہیں دیتا''۔

آخرت کے مقابلے میں دنیا کی قیمت

اللہ تعالیٰ اوراس کے رسول ﷺ نے آخرت کے مقابلے میں دنیا کی قیمت کواس طرح بیان کیا ہے:

۱-دنیا کی ذاتی قیمت:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿وَمَا هَٰذِهِ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا إِلَّا لَهْوٌ وَلَعِبٌ وَإِنَّ الدَّارَ الْآخِرَةَ لَهِيَ الْحَيَوَانُ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ﴾ (عنكبوت:٦٤) ''اوردنیا کی یہ زندگانی تو محض کھیل تماشا ہے البتہ آخرت کے گھر کی زندگی ہی حقیقی زندگی ہے، کاش یہ جانتے ہوتے''۔

۲-دنیا کی زمنی (وقتی) قیمت:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا مَا لَكُمْ إِذَا قِيلَ لَكُمُ انفِرُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ اثَّاقَلْتُمْ إِلَى الْأَرْضِ أَرَضِيتُم بِالْحَيَاةِ الدُّنْيَا مِنَ الْآخِرَةِ فَمَا مَتَاعُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا فِي الْآخِرَةِ إِلَّا قَلِيلٌ﴾ (توبه:٣٨) ''اے ایمان والو! تمہیں کیا ہوگیا ہے کہ جب تم سے کہا جاتا ہے کہ چلو اللہ کے راستے میں کوچ کروتو تم زمین سے لگے جاتے ہو، کیا تم آخرت کے عوض دنیا کی زندگانی پر ہی ریجھ گئے ہوسنو! دنیا کی زندگی تو آخرت کے مقابلے میں کچھ یونہی سی ہے''۔

۳-وزن میں دنیا کی قیمت:

نبی ﷺ فرماتے ہیں کہ اگر دنیا اللہ کی نگاہ میں ایک مچھر کے پر کے برابر بھی ہوتی تو وہ کسی کافر کوایک گھونٹ پانی نہ پلاتا۔(ترمذی:٢٣٢، السلسلة الصحيحة: ٩٤٣)

۴-ناپ میں دنیا کی قیمت:

نبی ﷺ فرماتے ہیں اللہ کی قسم دنیا آخرت کے مقابلے میں ایسے ہی ہے جیسے تم میں سے کوئی شخص سمندر میں اپنی یہ انگلی ڈال کر نکال لے۔(یحییٰ نے شہادت کی انگلی سے اشارہ کیا) پھر دیکھے کہ اس انگلی میں کتنا پانی لگا ہے۔(مسلم :٢٨٥٨)

۵-پیمائش میں دنیا کی قیمت:

نبی ﷺ فرماتے ہیں جنت میں ایک کوڑے کی جگہ دنیا و مافیہا سے بہتر ہے۔ (بخاری: ٣٢٥٠)

۶-روپے پیسے میں دنیا کی قیمت:

نبی ﷺ ایک مرے ہوئے بکری کے بچے کے پاس سے گزرے جس کا کان کٹا ہوا تھا، آپ نے اس کا کان پکڑ کر کہا تم میں سے کون شخص اسے ایک درہم میں لینا پسند کرے گا، لوگوں نے کہا کہ ہم اس کو مفت میں بھی لینا نہیں چاہیں گے، ہم اسے لے کر کیا کریں گے، آپ نے فرمایا: کیا تم یہ پسند کرتے ہو کہ وہ تمہیں مل جائے، لوگوں نے کہا خدا کی قسم اگر یہ زندہ بھی ہوتا تب بھی عیب دار تھا اس لیے کہ اس کا کان کٹا ہوا ہے اور یہاں تو وہ مردہ ہے، آپ نے فرمایا: اللہ کی قسم دنیا اللہ کے نزدیک اس سے بھی زیادہ حقیر ہے جتنا یہ بکری کا بچہ تمہارے نزدیک حقیر ہے۔(مسلم:٢٩٥٧)

سعادت اور شقاوت

اللہ تعالیٰ نے انسان کی سعادت اور اس کی بدبختی کو اس سے صادر ہونے والے ایمان اور نیک اعمال یا اس کے برعکس کفر اور برے اعمال سے مربوط کر دیا ہے، پس جو شخص ایمان لایا اور اللہ اور اس کے رسول کے حکم کے مطابق اچھے اعمال کئے وہ دنیا میں نیک بخت ہے پھر موت کے وقت اس کی نیک بختی اور بڑھ جائے گی، فرشتے اس کو جنت کی خوشخبری دیں گے پھر اس کی نیک بختی اس وقت اور بڑھ جائے گی جب وہ قبر میں رکھا جائے گا پھر حشر میں اس کی نیک بختی اور بڑھ جائے گی، اور بڑھتی ہی چلی جائے گی یہاں تک کہ وہ جنت میں پہنچ جائے گا، اور جس شخص نے کفر کیا اور برا عمل کیا وہ بدبخت ہے دنیا میں اس کے احوال برے رہیں گے اور موت کے وقت مزید برے ہو جائیں گے، اور قبر میں پہنچنے کے بعد اس کی بدبختی اور بڑھ جائے گی، پھر حشر میں اس کا برا انجام ہوگا، یہاں تک کہ وہ جہنم میں پہنچ جائے گا۔

اور جس نے دنیا میں اللہ کو خوش کرنے والے مختلف قسم کے اعمال کئے ہوں گے وہ جنت میں مختلف لذتوں سے تمتع کرے گا، جتنے زیادہ اچھے اعمال ہوں گے اتنی ہی اسے نعمتیں حاصل ہوں گی

اور جس نے دنیا میں اللہ کو ناراض کرنے والے مختلف قسم کے اعمال کئے ہوں گے وہ جہنم میں مختلف عذاب سے دوچار ہوگا، جتنے اس کے برے اعمال ہوں گے اتنا ہی اسے عذاب ہوگا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿مَنْ عَمِلَ صَالِحاً مِّن ذَكَرٍ أَوْ أُنثَى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهُ حَيَاةً طَيِّبَةً وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ أَجْرَهُم بِأَحْسَنِ مَا كَانُواْ يَعْمَلُون﴾ (نحل: ۹۷) ''جو شخص نیک عمل کرے مرد ہو یا عورت لیکن باایمان ہو تو ہم اسے یقیناً نہایت بہتر زندگی عطا فرمائیں گے، اور ان کے نیک اعمال کا بہتر بدلہ بھی انہیں ضرور دیں گے''۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَمَنْ أَعْرَضَ عَن ذِكْرِي فَإِنَّ لَهُ مَعِيشَةً ضَنكاً وَنَحْشُرُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَعْمَى قَالَ رَبِّ لِمَ حَشَرْتَنِي أَعْمَى وَقَدْ كُنتُ بَصِيراً قَالَ كَذَلِكَ أَتَتْكَ آيَاتُنَا فَنَسِيتَهَا وَكَذَلِكَ الْيَوْمَ تُنسَى وَكَذَلِكَ نَجْزِي مَنْ أَسْرَفَ وَلَمْ يُؤْمِن بِآيَاتِ رَبِّهِ وَلَعَذَابُ الْآخِرَةِ أَشَدُّ وَأَبْقَى﴾ (طہٰ: ۱۲۴-۱۲۷) ''اور (ہاں) جو میری یاد سے روگردانی کرے گا اس کی زندگی تنگی میں رہے گی اور ہم اسے بروز قیامت اندھا کر کے اٹھائیں گے، وہ کہے گا الٰہی! مجھے تو نے اندھا بنا کر کیوں اٹھایا حالانکہ میں تو دیکھتا بھالتا تھا، (جواب ملے گا کہ) اسی طرح ہونا چاہئے تھا، تو میری آئی ہوئی آیتوں کو بھول گیا تو آج تو بھی بھلا دیا جاتا ہے۔ ہم ایسا ہی بدلہ ہر اس شخص کو دیا کرتے ہیں جو حد سے گزر جائے اور اپنے رب کی آیتوں پر ایمان نہ لائے، اور بیشک آخرت کا عذاب نہایت ہی سخت اور باقی رہنے والا ہے''۔

اللہ تعالیٰ کی یہ سنت رہی ہے کہ جو شخص طاقت رکھنے کے باوجود بھی وہ چیزیں چھوڑ دیتا ہے جو اس کے لئے نفع بخش ہیں تو اللہ تعالیٰ اسے ایسے کاموں میں مشغول کر دیتا ہے جو اس کے لئے نقصان دہ ہیں اور پہلی قسم کی چیزوں سے محروم کر دیتا ہے، چنانچہ مشرکین نے جب اللہ کی عبادت میں بے رغبتی دکھائی تو بت پرستی میں مبتلا کر دیئے گئے، جب انہوں نے رسول کی اطاعت کرنے سے انکار کیا تو ہر گمراہ کرنے والی چیز کی اطاعت کرنے لگے، جب انہوں نے اللہ کی نازل کردہ کتابوں کو ٹھکرایا تو گمراہ کرنے والی کتابوں کی اطاعت کرنے لگے، جب انہوں نے اللہ کی راہ میں

مال خرچ کرنے سے انکار کیا تو نفس اور شیطان کی اطاعت میں اپنا مال خرچ کرنے لگے، اور جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرتا ہے اس کے بدلے اس کے دل میں اللہ کی محبت پیدا ہو جاتی ہے وہ اسی کی عبادت واطاعت کرتا ہے وہ ہر معاملہ میں اسی کی طرف رجوع کرتا ہے۔

۳- دین اسلام کی عمومیت

اسلام ساری دنیا کے لئے رحمت بن کر آیا ہے، اس کو دے کر اللہ تعالیٰ نے ساری انسانیت پر احسان کیا ہے، اس کو سید المرسلین خاتم النبین حضرت محمد ﷺ لے کر آئے ہیں اللہ تعالیٰ نے آپ کی امت کو یہ شرف بخشا ہے کہ اس کی دعوت کا فریضہ قیامت تک انجام دے۔

۱- اللہ رب العالمین ہے اس کے علاوہ کوئی رب نہیں جیسا کہ اس نے فرمایا ہے: ﴿**قل اعوذ برب الناس**﴾ (الناس: ۱) ''آپ کہہ دیجئے کہ میں لوگوں کے پروردگار کی پناہ میں آتا ہوں''۔

۲- اللہ تعالیٰ لوگوں کا بادشاہ ہے، اس کے علاوہ کوئی باشادہ نہیں، جیسا کہ اس نے فرمایا ہے: ﴿**ملک الناس**﴾ (الناس: ۲) ''لوگوں کے مالک کی''۔

۳- اللہ تعالیٰ لوگوں کا معبود ہے، اس کے علاوہ کوئی معبود نہیں جیسا کہ اس نے فرمایا ہے: ﴿**اله الناس**﴾ (ناس: ۳) ''لوگوں کے معبود کی''۔

۴- اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کو لوگوں کی ہدایت کے لئے نازل کیا ہے چنانچہ فرماتا ہے: ﴿شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيَ أُنزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنَاتٍ مِّنَ الْهُدَى وَالْفُرْقَانِ﴾ (بقرہ: ۱۸۵) ''ماہ رمضان وہ ہے جس میں قرآن اتارا گیا جو لوگوں کو ہدایت کرنے والا ہے اور جس میں ہدایت کی اور حق وباطل کی تمیز کی نشانیاں ہیں''۔

۵- اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد ﷺ کو سارے لوگوں کے لئے اپنا نبی بنا کر بھیجا۔

چنانچہ فرماتا ہے: ﴿وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا كَافَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيراً وَنَذِيراً وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ﴾ (سبا: ۲۸) ''ہم نے آپ کو تمام لوگوں کے لئے خوشخبریاں سنانے والا اور ڈرانے

والا بنا کر بھیجا ہے، ہاں مگر (یہ صحیح ہے) کہ لوگوں کی اکثریت بے علم ہے''۔

۶- اللہ تعالیٰ نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم کعبہ کی طرف رخ کریں، یہ زمین پر سب سے پہلا عبادت خانہ ہے جو لوگوں کے لئے بنایا گیا ہے لوگ اس کی طرف رخ کر کے نماز پڑھتے ہیں اس کا حج کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿إِنَّ أَوَّلَ بَيْتٍ وُضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِي بِبَكَّةَ مُبَارَكاً وَهُدًى لِّلْعَالَمِينَ فِيهِ آيَاتٌ بَيِّـنَاتٌ مَّقَامُ إِبْرَاهِيمَ وَمَن دَخَلَهُ كَانَ آمِناً وَلِلَّهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلاً وَمَن كَفَرَ فَإِنَّ الله غَنِيٌّ عَنِ الْعَالَمِينَ﴾ (آل عمران: ۹۶-۹۷) ''اللہ تعالیٰ کا پہلا گھر جو لوگوں کے لئے مقرر کیا گیا وہی ہے جو مکہ شریف میں ہے جو تمام دنیا کے لئے برکت وہدایت والا ہے، جس میں کھلی کھلی نشانیاں ہیں، مقام ابراہیم ہے، اس میں جو آجائے امن والا ہو جاتا ہے، اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں پر جو اس کی طرف راہ پا سکتے ہوں اس گھر کا حج فرض کر دیا ہے اور جو کوئی کفر کرے تو اللہ تعالیٰ (اس سے بلکہ) تمام دنیا والوں سے بے پرواہ ہے''۔

۷- اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ یہ امت سب سے بہتر امت ہے جو لوگوں کے لئے پیدا کی گئی ہے۔

۱- ﴿كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللّهِ﴾ (آل عمران: ۱۱۰) ''تم بہترین امت ہو جو لوگوں کے لئے پیدا کی گئی ہے، تم نیک باتوں کا حکم کرتے ہو اور بری باتوں سے روکتے ہو اور اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہو''۔

۲- بہز بن حکیم اپنے باپ سے اور وہ ان کے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ تم سترویں امت ہو تم ان میں اللہ کے نزدیک سب سے بہتر و افضل ہو۔ (احمد: ۲۰۲۸۲، ترمذی: ۳۰۰۱)

۸- اللہ کی طرف دعوت دینا اس کے دین کو پھیلانا ہر مسلمان پر واجب ہے، تا کہ اللہ کا کلمہ بلند ہو اور دین صرف اللہ کے لئے ہو۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿قُلْ هَـذِهِ سَبِيلِي أَدْعُو إِلَى اللّهِ عَلَى بَصِيرَةٍ أَنَاْ وَمَنِ اتَّبَعَنِي

وَسُبْحَانَ اللّهِ وَمَا أَنَاْ مِنَ الْمُشْرِكِينَ﴾ (یوسف: ۱۰۸) ''آپ کہہ دیجئے کہ میری راہ یہی ہے میں اور میرے متبعین اللہ کی طرف بلا رہے ہیں پورے یقین اور اعتماد کے ساتھ اور اللہ پاک ہے اور میں مشرکوں میں سے نہیں''۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿هَـذَا بَيَانٌ لِّلنَّاسِ وَهُدًى وَمَوْعِظَةٌ لِّلْمُتَّقِينَ﴾ (آل عمران: ۱۳۸) ''عام لوگوں کے لئے تو یہ (قرآن) بیان ہے اور پرہیزگاروں کے لئے ہدایت و نصیحت ہے''۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿هَـذَا بَلاَغٌ لِّلنَّاسِ وَلِيُنذَرُواْ بِهِ وَلِيَعْلَمُواْ أَنَّمَا هُوَ إِلَـهٌ وَاحِدٌ وَلِيَذَّكَّرَ أُوْلُواْ الأَلْبَابِ﴾ (ابراهیم: ۵۲) ''یہ قرآن تمام لوگوں کے لئے اطلاع نامہ ہے کہ اس کے ذریعہ سے ہوشیار کر دیئے جائیں اور بخوبی معلوم کرلیں کہ اللہ ایک ہی معبود ہے تا کہ عقلمند لوگ سوچ سمجھ لیں''۔

۹- اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو اپنی عبادت اور اپنے اسماء وصفات اور افعال کی معرفت کی طرف بلایا ہے اور ہمیں یہ شرف بخشا ہے کہ ہم لوگوں کو اس کی طرف بلائیں، چنانچہ قرآن کریم میں سب سے پہلے سارے انسانوں کو مخاطب کر کے کہا گیا ہے کہ وہ اللہ پر ایمان لائیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُواْ رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ وَالَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ الأَرْضَ فِرَاشاً وَالسَّمَاء بِنَاء وَأَنزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَخْرَجَ بِهِ مِنَ الثَّمَرَاتِ رِزْقاً لَّكُمْ فَلاَ تَجْعَلُواْ لِلّهِ أَندَاداً وَأَنتُمْ تَعْلَمُونَ﴾ (بقرہ: ۲۱-۲۲) ''اے لوگو! اپنے اس رب کی عبادت کرو جس نے تمہیں اور تم سے پہلے کے لوگوں کو پیدا کیا، یہی تمہارا بچاؤ ہے، جس نے تمہارے لئے زمین کو فرش اور آسمان کو چھت بنایا اور آسمان سے پانی اتار کر اس سے پھل پیدا کر کے تمہیں روزی دی، خبردار باوجود جاننے کے اللہ کا شریک مقرر نہ کرو''۔

۱۰- اللہ تعالیٰ تمام جہانوں کا رب ہے، اس کے علاوہ کوئی رب نہیں چنانچہ فرماتا ہے:

﴿ **الحمد لله رب العالمين**﴾ (فاتحہ:۱) ''سب تعریف اللہ تعالیٰ کے لئے ہے جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے''۔

۱۱- اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول حضرت محمد ﷺ کو تمام لوگوں کے لئے آگاہ کرنے والا بنایا ہے، اور آپ کو تمام لوگوں کے لئے رحمت بنایا ہے۔

چنانچہ فرماتا ہے:﴿تَبَارَكَ الَّذِي نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلَى عَبْدِهِ لِيَكُونَ لِلْعَالَمِينَ نَذِيراً ﴾(فرقان:۱) ''بہت بابرکت ہے وہ اللہ تعالیٰ جس نے اپنے بندے پر فرقان اتارا تاکہ وہ تمام لوگوں کے لئے آگاہ کرنے والا بن جائے''۔

دوسری جگہ فرماتا ہے:﴿وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ ﴾(انبیاء:۱۰۷) ''اور ہم نے آپ کو تمام جہان والوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے''۔

۴-اللہ کی طرف دعوت

امت کو دین کی اسی طرح ضرورت ہے جس طرح جسم کو روح کی ضرورت ہے جس طرح اگر روح نکل جائے تو جسم سڑ جائے گا اسی طرح اگر دین مفقود ہو جائے تو یہ امت برباد ہو جائے گی۔

اللہ تعالیٰ کی رحمت ہر چیز کو گھیرے ہوئے ہے، بندوں پر اس کی ایک بہت بڑی رحمت یہ ہے کہ اس نے ان کی ہدایت کے لئے رسولوں کو بھیجا، ان پر کتابیں نازل کیں، انبیاء علیہم السلام نے انسانوں کو ان کے رب، خالق و مالک اور رازق سے واقف کرایا، انہیں وہ باتیں بتائی جن سے اللہ راضی ہوگا، اس کی عبادت واطاعت کی طرف لوگوں کو بلایا اور اطاعت کی صورت میں اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے جو انعام مقرر کر رکھا ہے اس کی خوشخبری دی اور نافرمانی کی صورت میں جو سزا تیار کر رکھی ہے اس سے آگاہ کیا:﴿ فَمِنْهُم مَّنْ هَدَى اللّهُ وَمِنْهُم مَّنْ حَقَّتْ عَلَيْهِ الضَّلالَةُ ﴾(نحل:۳۶) ''پس بعض لوگوں کو تو اللہ نے ہدایت دی اور بعض پر گمراہی ثابت ہوگئی''۔

ایمان جب بھی کمزور ہوا ہے اور لوگ شرک میں مبتلا ہوئے ہیں، اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں کو

بھیجا ہے تاکہ وہ انہیں توحید کی دعوت دیں اور تنہا اللہ کی عبادت کی طرف بلائیں۔

یہ رسول یکے بعد دیگرے آتے رہے ہیں ہر رسول کو اپنی قوم والوں کے پاس بھیجا جاتا ہے، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آخری نبی حضرت محمد ﷺ کو سارے عالم کی طرف بھیج کر نبوت ورسالت کا خاتمہ کر دیا۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول حضرت محمد ﷺ کو چنا اور آپ کو دین حق لے کر سارے لوگوں کے پاس بھیجا آپ نے امانت ادا کر دی، امت کی خیر خواہی کی اللہ کی راہ میں جہاد کیا، امت کے لئے ہر چیز واضح کر دی اس امت کی ہر چیز روز روشن کی طرف عیاں ہے اس کی رات اس کے دن کی طرح ہے اس کے طریقہ سے ہٹ کر جو بھی زندگی گزارے گا وہ ہلاک ہوگا۔

نبی ﷺ سب سے افضل اور آخری نبی ہیں اور آپ کی امت سب سے افضل اور آخری امت ہے، اللہ تعالیٰ نے اس امت کو انبیاء کا کام سونپا ہے نبی ﷺ نے سب سے پہلے جزیرۂ عرب میں دعوت وتبلیغ کا کام کیا آپ کی ۲۳ رسالہ زندگی دعوت وتبلیغ میں گزری، آپ نے سب سے پہلے گھر اور کاندان والوں کو دعوت دی پھر اہل مکہ اور ان کے ارد گرد رہنے والوں کو دعوت دی پھر پورے عرب کو دعوت دی پھر سارے لوگوں کو دعوت دی اور لوگ جوق در جوق اسلام میں داخل ہونے لگے، رسول اللہ ﷺ تمام لوگوں کے پاس نبی بنا کر بھیجے گئے تھے آپ ساری دنیا کے لئے سراپا رحمت تھے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا كَافَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيراً وَنَذِيراً ﴾(سبا:۲۸) ''ہم نے آپ کو تمام لوگوں کے لئے خوشخبری سنانے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے''۔

اللہ تعالیٰ دوسری جگہ فرماتا ہے:﴿ وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ ﴾(انبیاء:۱۰۷) ''اور ہم نے آپ کو تمام جہان والوں کے لئے رحمت بنا کر ہی بھیجا ہے''۔

ہدایت کے اسباب

نبی ﷺ کے زمانہ میں لوگ بہت سی چیزوں سے متاثر ہوکر اسلام میں داخل ہوئے تھے، ان میں اہم چیزیں یہ تھیں۔

۱-زبان سے دعوت دینا:

جیسے نبی ﷺ نے حضرت ابوبکر، حضرت خدیجہ، اور حضرت علی رضی اللہ عنہم وغیرہ کو دعوت دی تھی اورانہوں نے اسلام قبول کرلیا تھا۔

۲-تعلیم:

جیسے حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنی بہن فاطمہ کے گھر میں قرآن سن کر اوراس سے متاثر ہوکر اسلام لائے تھے۔

۳-عبادت:

جیسے ہند بنت عتبہ نے جب مسلمانوں کو مسجد حرام میں فتح مکہ کے سال نماز پڑھتے ہوئے دیکھا تو وہ ایمان لے آئیں اور ثمامہ بن اثال حنفی رضی اللہ عنہ مسجد نبوی میں مسلمانوں کی عبادت وغیرہ دیکھ کر متاثر ہوئے تھے اورانہوں نے اسلام قبول کرلیا تھا۔

۴-انفاق واکرام:

جیسے نبی ﷺ نے فتح مکہ کے سال صفوان بن امیہ اور حضرت معاویہ وغیرہ کو مال دیا تھا اور انہوں نے اسلام قبول کرلیا تھا، جیسے آپ نے دو پہاڑوں کے بیچ میں ایک شخص کو بکریاں دی تھیں اوراس نے اسلام قبول کرلیا تھا پھر اس کے اسلام لانے سے اس کی پوری قوم اسلام لے آئی تھی۔

اس امت مسلمہ پر انبیاء کے کام کی ذمہ داری ڈالی گئی ہے، اور وہ دعوت کا کام ہے اب اسے دنیا کے ہر گوشے میں قیامت تک اسلام کی دعوت وتبلیغ کا فریضہ انجام دینا ہے، صحابہ کرام کے اندر رسول اللہ ﷺ کی تربیت کے نتیجہ میں دو چیزیں پیدا ہوئی تھیں، ایک یہ کہ انہوں نے اپنی زندگی

میں دین کا کام کیا تھا دوسرے یہ کہ دوسروں کی زندگی میں بھی انہوں نے دین لانے کی کوشش کی تھی، انہوں نے یہ بتادیا ہے کہ بقیہ لوگوں کے اصلاح کی ذمہ داری اس امت پر ہے اور قیامت تک انہیں یہ فریضہ انجام دینا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ﴾ (آل عمران: ۱۱۰) ''تم بہترین امت ہو جو لوگوں کے لئے پیدا کی گئی ہے تم نیک باتوں کا حکم کرتے ہو اور بری باتوں سے روکتے ہو اور اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہو''۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَلْتَكُن مِّنكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ﴾ (آل عمران: ۱۰۴) ''تم میں سے ایک جماعت ایسی ہونی چاہے جو بھلائی کی طرف بلائے اور نیک کاموں کا حکم کرے اور برے کاموں سے روکے، اور یہی لوگ فلاح ونجات پانے والے ہیں''۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿قُلْ هَٰذِهِ سَبِيلِي أَدْعُو إِلَى اللَّهِ عَلَىٰ بَصِيرَةٍ أَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِي وَسُبْحَانَ اللَّهِ وَمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ﴾ (یوسف: ۱۰۸) ''آپ کہہ دیجئے میری راہ یہی ہے میں اور میرے متبعین اللہ کی طرف بلا رہے ہیں پورے یقین اور اعتماد کے ساتھ اور اللہ پاک ہے اور میں مشرکوں میں سے نہیں''۔

بصیرت تین چیزوں میں ہے:

دعوت سے پہلے علم، دعوت کے ساتھ نرمی، دعوت کے بعد صبر۔

اصحاب رسول نے رسول اللہ ﷺ سے دعوت کا طریقہ سیکھا تھا آپ کی وفات کے بعد انہوں نے یہ ذمہ داری اٹھائی اور اپنا آرام سکون اور اپنی خواہشات کو اس مقصد کے لئے قربان کردیا انہوں نے دنیا میں دین پھیلانے کے لئے جان ومال اور وقت کی قربانی دی وہ ہر گھر لا الہ الا اللہ کا کلمہ داخل کرنے کے لئے نکل کھڑے ہوئے انہوں نے، شام، وعراق، مصر، شمالی افریقہ، روس، ماوراء النہر

وغیر مختلف ممالک کو فتح کیا وہاں اسلام پھیلایا، پھر وہاں شرک کی جگہ توحید اور کفر کی جگہ ایمان کا بول بالا ہوا، وہاں بڑے بڑے علماء ودعاۃ عابد وزاہد اور مجاہد لوگ پیدا ہوئے جنہیں دیکھ کر ہر مسلمان کو خوشی حاصل ہوتی ہے یہ خیر القرون کے لوگ تھے یہ وہ لوگ تھے جن سے اللہ راضی ہوا اور جو اللہ سے راضی ہوئے وہ یہ لوگ تھے جنہوں نے اس وعدہ کو سچ کر دکھایا جو انہوں نے اللہ سے کیا تھا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿وَالسَّابِقُونَ الْأَوَّلُونَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنصَارِ وَالَّذِينَ اتَّبَعُوهُم بِإِحْسَانٍ رَّضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ وَأَعَدَّ لَهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي تَحْتَهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَداً ذَلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ﴾(توبة:۱۰۰) ”اور جو مہاجرین اور انصار سابق اور مقدم ہیں اور جتنے لوگ اخلاص کے ساتھ ان کے پیرو ہیں اللہ ان سب سے راضی ہوا اور وہ سب اس سے راضی ہوئے اور اللہ نے ان کے لئے ایسے باغ مہیا کر رکھے ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی جن میں ہمیشہ رہیں گے یہ بڑی کامیابی ہے“۔

نبی ﷺ اور آپ کے اصحاب نے جب دعوت کے کام کو دوسرے مباح کاموں پر ترجیح دیا تو ان کی زندگی میں مال کی کمی ہوگئی لیکن ایمان زیادہ ہو گیا، اعمال صالحہ زیادہ ہو گیا اور اخلاق کی حقیقت ظاہر ہوگئی، فتوحات کی کثرت ہوئی، آج مسلمانوں نے کمائی کو دعوت کے کاموں پر ترجیح دی ہے تو ان کے پاس مال بہت آ گیا ہے لیکن ایمان اور اعمال صالحہ میں کمی ہوئی ہے، انہیں صرف دو چیزوں سے دلچسپی ہے۔

ایک مال جمع کرنے سے جیسے یہودی کرتے ہیں دوسرے شہوات کی تکمیل سے جیسے نصاریٰ کرتے ہیں، پس جب مقصد بدل گیا تو دنیاداری قوی ہوگئی بدن موٹا ہو گیا اور دینداری میں کمی ہوئی اور روح کمزور پڑ گئی، اب ساری کوشش دنیا کے لیے ہوتی ہے نہ کہ دین کے لیے اور دین اس یتیم کی طرح ہو گیا ہے جو لوگوں کے پاس چکر لگاتا ہے اور کسی ایسے شخص کو نہیں پاتا جو اس کی کفالت کرے کیونکہ سب لوگ دنیا اور اس کی لذتوں میں پھنسے ہوئے ہیں۔

یہ دین قیامت تک باقی رہے گا اللہ کے کچھ بندے اس دین کو پکڑے رہیں گے اور اس کو سربلند

رکھیں گے یہاں تک کہ قیامت آجائے گی۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ میری امت کا ایک گروہ اللہ کے امر پر قائم رہے گا، اور جو لوگ ان کا ساتھ چھوڑ دیں گے یا ان کی مخالفت کریں گے وہ انہیں کچھ نقصان نہ پہنچا سکیں گے یہاں تک کہ اللہ کا حکم (قیامت) آجائے۔ اس وقت بھی وہ لوگوں پر غالب رہیں گے۔(بخاری/۷۱، مسلم/ كتاب الامارة: ۱۰۳۷)

دعوت الی اللہ کی فضیلت

جو شخص اللہ پر ایمان لائے اس کی عبادت کرے اور لوگوں کو اللہ کی طرف بلائے اللہ تعالیٰ اسے عزت بخشے گا اگرچہ اس کے پاس عزت کے اسباب نہ ہوں جیسے حضرت بلال اور حضرت سلمان رضی اللہ عنہما کو اس نے عزت بخشی تھی، اس کے نزدیک دین کے اعمال کو محبوب بنا دے گا مخلوق کے دلوں میں اس کے لئے محبت پیدا کر دے گا، اس کے اردگرد باطل کو سمیٹ دے گا اور اس کی غیبی مدد کرے گا اس کی دعا قبول کرے گا اس کے اندر ایک قسم کا رعب پیدا کر دے گا اور اس کو بھی اس شخص کے مثل اجر ملے گا جس کو اس نے دعوت دی ہے اور جو اس کی وجہ سے ہدایت یافتہ ہوا ہے اور اسے استقامت وہدایت عطا کرے گا۔

۱-اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿وَمَنْ أَحْسَنُ قَوْلاً مِّمَّن دَعَا إِلَى اللَّهِ وَعَمِلَ صَالِحاً وَقَالَ إِنَّنِي مِنَ الْمُسْلِمِينَ﴾(فصلت:۳۳) ”اور اس سے زیادہ اچھی بات والا کون ہے جو اللہ کی طرف بلائے اور نیک کام کرے اور کہے کہ میں یقیناً مسلمانوں میں سے ہوں“۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے کسی ہدایت کی طرف بلایا اس کو اس کی پیروی کرنے والوں کے مثل اجر ملے گا اور اس سے اتباع کرنے والوں کے اجر میں کوئی کمی نہیں ہوگی، اور جس نے کسی گمراہی کی طرف بلایا تو اس پر اس کی پیروی کرنے والوں کے مثل گناہ ہوگا، اور اس سے اتباع کرنے والوں کے گناہ میں کوئی کمی نہیں ہوگی۔(مسلم/۲۶۷۴)

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ خیبر کے دن حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے کہا کہ تم چپکے سے جاؤ، جب ان کی زمین میں پہنچ جاؤ تو ان کو اسلام کی دعوت دو اور اللہ کا جو حق ان پر واجب ہے (نماز، روزہ وغیرہ) اسے انہیں بتاؤ، اللہ کی قسم اگر تمہاری وجہ سے اللہ تعالیٰ ایک شخص کو ہدایت دے دے تو وہ تمہارے حق میں سرخ اونٹوں سے بھی بہتر ہے۔(بخاری/٤٢١٠، مسلم/٢٤٠٦)

عمل میں لوگوں کی دو قسمیں ہیں:

ایک وہ لوگ ہیں جو دنیا کے لئے محنت کرتے ہیں پھر دنیا چھوڑ کر چلے جاتے ہیں اور دوسرے وہ لوگ ہیں جو آخرت کے لئے محنت کرتے ہیں ایسے لوگ جب مریں گے تو اپنی محنت کا پھل پائیں گے، یہ مومن ہیں، پھر جو لوگ آخرت کے لئے محنت کرتے ہیں ان کی دو قسمیں ہیں:

١- جو لوگ صرف عبادت کرتے ہیں اور دعوت کا کام نہیں کرتے ان کا عمل موت کے ساتھ منقطع ہو جاتا ہے الا یہ کہ صدقہ جاریہ ہو یا ایسا علم ہو جس سے لوگ فائدہ اٹھائیں یا ایسی صالح اولاد چھوڑا ہو جو اس کے لیے دعا کرے۔

٢- جو لوگ عبادت کے ساتھ دعوت کا کام بھی کرتے ہیں اور اعلاء کلمۃ اللہ کے لیے محنت کرتے ہیں ان کا عمل موت کے ساتھ منقطع نہیں ہوگا بلکہ ان کو اس شخص کے نیک اعمال کا بھی ثواب ملتا رہے گا جو ان کی وجہ سے ہدایت یافتہ ہوا ہے اور یہ قیامت تک چلتا رہے گا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿أَجَعَلْتُمْ سِقَايَةَ الْحَاجِّ وَعِمَارَةَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ كَمَنْ آمَنَ بِاللّهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ وَجَاهَدَ فِي سَبِيلِ اللّهِ لاَ يَسْتَوُونَ عِندَ اللّهِ وَاللّهُ لاَ يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ الَّذِينَ آمَنُواْ وَهَاجَرُواْ وَجَاهَدُواْ فِي سَبِيلِ اللّهِ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنفُسِهِمْ أَعْظَمُ دَرَجَةً عِندَ اللّهِ وَأُوْلَئِكَ هُمُ الْفَائِزُونَ يُبَشِّرُهُمْ رَبُّهُم بِرَحْمَةٍ مِّنْهُ وَرِضْوَانٍ وَجَنَّاتٍ لَّهُمْ فِيهَا نَعِيمٌ مُّقِيمٌ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَداً إِنَّ اللّهَ عِندَهُ أَجْرٌ عَظِيمٌ﴾(توبہ:١٩-٢٢) ''کیا تم نے حاجیوں کو پانی پلانا اور مسجد حرام کی خدمت کرنا اس کے

برابر کر دیا ہے جو اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان لایا اور اللہ کی راہ میں جہاد کیا، یہ اللہ کے نزدیک برابر نہیں اور اللہ تعالیٰ ظالموں کو ہدایت نہیں دیتا، جو لوگ ایمان لائے، ہجرت کی، اللہ کی راہ میں اپنے مال اور اپنی جان سے جہاد کیا وہ اللہ کے یہاں بہت بڑے مرتبے والے ہیں اور یہی لوگ مراد پانے والے ہیں، انہیں ان کا رب خوشخبری دیتا ہے اپنی رحمت کی اور رضامندی کی اور جنتوں کی، ان کے لئے وہاں دوامی نعمت ہے، وہاں یہ ہمیشہ رہنے والے ہیں اللہ کے پاس یقیناً بہت بڑا ثواب ہے''۔

٥- اللہ کی طرف لوگوں کو بلانا واجب ہے

اللہ کی طرف دعوت دینے کی اہمیت:

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں سارے احکام مجمل بیان کئے ہیں اور نبی ﷺ کی حدیث میں ان کی تفصیل موجود ہے البتہ دعوت کے بارے میں تفصیل سے بیان کیا ہے جو کہ کافی وشافی ہے، اللہ تعالیٰ نے انبیاء کی عبادات کو تفصیل سے نہیں بیان کیا ہے اس نے نہ حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کی نماز کو تفصیل سے بیان کیا ہے نہ حضرت آدم کے حج کو نہ حضرت داؤد علیہ السلام کے روزے کو بلکہ اس کا ذکر مجملاً کیا ہے اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں کسی ایک عابد کا قصہ نہیں بیان کیا ہے لیکن اس نے قرآن کریم میں انبیاء کی دعوت کو تفصیل سے بیان کیا ہے۔

ایمان اور نزول احکام کے درمیان لمبا فاصلہ ہے لیکن ایمان اور دعوت کے درمیان فاصلہ نہیں ہے کیونکہ یہ امت انبیاء کی طرح دعوت کے لئے بھیجی گئی ہے، ہر نبی اپنی امت کو ایمان کے بعد احکام کی تعلیم دیتا تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد ﷺ کو حکم دیا کہ وہ اپنی امت کو ایمان کے بعد دعوت کی تعلیم دیں پھر احکام سکھائیں جو کہ مدینہ میں ہوا۔

اللہ تعالیٰ نے اس امت کو تمام امتوں میں چن لیا ہے اور اس کو یہ دین اور اس کی تبلیغ کی ذمہ داری دے کر شرف وعزت بخشی ہے، پس دعوت الی اللہ ہر مسلمان پر واجب ہے، ہر شخص اپنی طاقت وعلم کے مطابق یہ فریضہ انجام دے، دعوت الی اللہ اس امت کی ذمہ داری اور ضرورت ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿قُلْ هَـٰذِهِ سَبِيلِي أَدْعُو إِلَى اللَّهِ عَلَى بَصِيرَةٍ أَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِي وَسُبْحَانَ اللَّهِ وَمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ﴾(یوسف:۱۰۸) ''آپ کہہ دیجئے میری راہ یہی ہے میں اور میرے متبعین اللہ کی طرف بلا رہے ہیں پورے یقین اور اعتماد کے ساتھ اور اللہ پاک ہے اور میں مشرکوں میں سے نہیں''۔

یہ نص عام اور مطلق ہے، یہ ہر دکان اور مکان کے لئے ہے، یہ عرب وعجم، مرد وعورت، بڑے اور چھوٹے، کالے اور گورے، آقا اور غلام، مالدار اور محتاج سب کے لئے ہے۔ ان کو اسلام کی طرف بلانا واجب ہے، کیونکہ لوگوں میں یہ سب شامل ہیں اور یہ دین تمام لوگوں کے لئے ہے اور جب یہ لوگ اسلام لے آئیں تو ان پر بھی تبلیغ واجب ہے کیونکہ اب وہ بھی امت محمدﷺ میں سے ہو گئے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿هَـٰذَا بَلَاغٌ لِّلنَّاسِ وَلِيُنذَرُوا بِهِ وَلِيَعْلَمُوا أَنَّمَا هُوَ إِلَـٰهٌ وَاحِدٌ وَلِيَذَّكَّرَ أُولُو الْأَلْبَابِ﴾(ابراهیم:۲۵) ''قرآن تمام لوگوں کے لئے اطلاع نامہ ہے کہ اس کے ذریعہ سے وہ ہوشیار کر دیئے جائیں اور بخوبی معلوم کر لیں کہ اللہ ایک ہی معبود ہے اور تا کہ عقلمند لوگ سوچ سمجھ لیں''۔

رسول اللہﷺ نے حجۃ الوداع کے موقعہ پر قربانی کے دن تمام لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا تھا کہ جو یہاں موجود ہیں وہ ان لوگوں تک میری بات پہنچا دیں جو موجود نہیں ہیں کیونکہ جو حاضر ہیں شاید وہ ایسے شخص کو خبر کر دیں جو اس بات کو ان سے زیادہ یاد رکھے۔ (بخاری/۶۷، مسلم/۱۶۷۹)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبیﷺ نے فرمایا: میری بات لوگوں تک پہنچاؤ اگرچہ ایک آیت ہی کیوں نہ ہو اور بنی اسرائیل سے روایت بیان کرو اس میں کوئی حرج نہیں، اور جس نے جان بوجھ کر میرے اوپر جھوٹ باندھا وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنا لے۔ (بخاری:۳۴۶۱)

اللہ کا کلمہ بلند کرنے کے لئے اگر ہم کوشش کریں گے تو ہمیں ہدایت ملے گی۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا وَإِنَّ اللَّهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِينَ﴾(عنکبوت:۶۹) ''اور جو لوگ ہماری راہ میں مشقتیں برداشت کرتے ہیں، ہم

انہیں اپنی راہیں ضرور دکھا دیں گے، یقیناً اللہ تعالیٰ نیکو کاروں کا ساتھی ہے''۔

مجاہد کی حقیقت یہ ہے کہ عمل مکمل ہو، آدمی دعوت کے لئے ہر قسم کی قربانی دینے کے لئے تیار ہو موت تک ثابت قدم رہے، اللہ کے خزانے میں سب سے قیمتی چیز ہدایت ہے اسے اللہ تعالیٰ اپنے خاص بندوں کو ہی عطا کرتا ہے پس جو شخص ہدایت طلب کرے اور اس کو حاصل کرنے کی کوشش کرے اللہ تعالیٰ اسے ہدایت عطا کرے گا اور اللہ تعالیٰ نے ہمیں دن میں سترہ مرتبہ فرض نمازوں میں یہ دعا پڑھنے کا حکم دیا ہے:﴿اهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ﴾(فاتحہ:۶/۷) ''ہمیں سیدھی (اور سچی) راہ دکھا، ان لوگوں کی راہ جن پر تو نے انعام کیا ان کی نہیں جن پر غضب کیا گیا اور نہ گمراہوں کی''۔

اللہ کا کلمہ بلند کرنے کے لئے کوشش کرنے کے تین مراحل ہیں

۱-کافر کے لئے کوشش کرنا تا کہ وہ ہدایت پا جائے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿أَمْ يَقُولُونَ افْتَرَاهُ بَلْ هُوَ الْحَقُّ مِن رَّبِّكَ لِتُنذِرَ قَوْمًا مَّا أَتَاهُم مِّن نَّذِيرٍ مِّن قَبْلِكَ لَعَلَّهُمْ يَهْتَدُونَ﴾(سجدہ:۳) ''کیا یہ کہتے ہیں کہ اس نے اسے گھڑ لیا ہے (نہیں، نہیں) بلکہ یہ تیرے رب تعالیٰ کی طرف سے حق ہے تا کہ آپ انہیں ڈرائیں جن کے پاس آپ سے پہلے کوئی ڈرانے والا نہیں آیا تا کہ وہ راہ راست پر آ جائیں''۔

۲-گناہ گاروں اور غافلوں کے لئے کوشش کرنا تا کہ وہ مطیع اور ذاکر بن جائیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿وَلْتَكُن مِّنكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَأُولَـٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ﴾(آل عمران:۱۰۴) ''تم میں سے ایک جماعت ایسی ہونی چاہئے جو بھلائی کی طرف بلائے اور نیک کاموں کا حکم کرے اور برے کاموں سے روکے، یہی لوگ فلاح ونجات پانے والے ہیں''۔

۳-نیک لوگوں اور ذکر کرنے والوں کے لئے کوشش کرنا تا کہ وہ مصلح اور نصیحت کرنے والے بن جائیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَالْعَصْرِ إِنَّ الْإِنسَانَ لَفِي خُسْرٍ إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ﴾ (عصر: ۱-۳) ''زمانے کی قسم بیشک (بالیقین) انسان سرتاسر نقصان میں ہے، سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور نیک عمل کئے اور (جنہوں نے) آپس میں حق کی وصیت کی اور ایک دوسرے کو صبر کی نصیحت کی''۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿فَذَكِّرْ إِنَّمَا أَنتَ مُذَكِّرٌ﴾ (غاشیہ: ۲۱) ''پس آپ نصیحت کر دیا کریں۔ (کیونکہ) آپ صرف نصیحت کرنے والے ہیں''۔

جب صحابہ کرام کو دعوت الی اللہ کی اہمیت و وجوب کا پتہ چلا تو وہ دعوت و تعلیم کے معاملہ میں ایک دوسرے سے آگے بڑھ جانے کی کوشش کرنے لگے انہوں نے اللہ کا کلمہ بلند کرنے اور لوگوں تک دین حق کو پہنچانے کے لئے جہاد کیا، لوگوں کو حکمت اور بہترین نصیحت کے ساتھ بلایا، ان کے دلوں میں لوگوں کے لئے رحمت وشفقت تھی جس کی مثالیں حدیث وسیر کی کتابوں میں موجود ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿ادْعُ إِلِى سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُم بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ بِمَن ضَلَّ عَن سَبِيلِهِ وَهُوَ أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِينَ﴾ (نحل: ۱۲۵) ''اپنے رب کی راہ کی طرف لوگوں کو حکمت اور بہترین نصیحت کے ساتھ بلائیے اور ان سے بہترین طریقے سے گفتگو کیجئے، یقیناً آپ کا رب اپنی راہ سے بھٹکنے والوں کو بھی بخوبی جانتا ہے اور وہ راہ یافتہ لوگوں سے بھی پورا واقف ہے''۔

امت کی ذمہ داری

اللہ کی طرف دعوت دینا امت کے ہر فرد کی ذمہ داری ہے لیکن فتویٰ وہی دے سکتا ہے جو عالم ہو اور اگر جاہل سے فتویٰ پوچھا جائے تو وہ پوچھنے والے کو ایسے علماء کے پاس بھیجے جن کو اللہ تعالیٰ نے علم وفقہ، سوجھ بوجھ اور یادداشت سے نوازا ہے، اور جو خیر کی طرف رہنمائی کرے وہ خیر کا کام کرنے والے کی طرح ہے، صحابہ کرام کے پاس جب کوئی فتویٰ پوچھنے آتا تو وہ اس ایک دوسرے

کے پاس بھیجتے تھے، ان میں مفتی چند گنے چنے لوگ ہی تھے، مثلاً حضرت معاذ، حضرت علی، حضرت زید بن ثابت، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم وغیرہ، پس فتویٰ دینا ہر ایک کے لئے جائز نہیں دعوت کا کام ہر شخص اپنی استطاعت کے مطابق کرے خواہ ایک ہی آیت کیوں نہ پہنچائے، فتویٰ صرف وفقہاء دینے کے اہل ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿فَاسْأَلُواْ أَهْلَ الذِّكْرِ إِن كُنتُمْ لاَ تَعْلَمُونَ﴾ (نحل: ۴۳) ''پس اگر تم نہیں جانتے تو اہل علم سے دریافت کرلو''۔

دعوت وتبلیغ کے اس فریضہ کو صحابہ کرام پہلے دن سے ہی انجام دینے لگے تھے جب کہ اس وقت نماز، زکوٰۃ، اور روزہ وغیرہ کے احکام بھی نازل نہیں ہوئے تھے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿قُلْ هَـذِهِ سَبِيلِي أَدْعُو إِلَى اللّهِ عَلَى بَصِيرَةٍ أَنَاْ وَمَنِ اتَّبَعَنِي وَسُبْحَانَ اللّهِ وَمَا أَنَاْ مِنَ الْمُشْرِكِينَ﴾ (یوسف: ۱۰۸) ''آپ کہہ دیجئے میری راہ یہی ہے میں اور میرے متبعین اللہ کی طرف بلا رہے ہیں پورے یقین اور اعتماد کے ساتھ اور اللہ پاک ہے اور میں مشرکوں میں سے نہیں''۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَالْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاء بَعْضٍ يَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَيُقِيمُونَ الصَّلاَةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَيُطِيعُونَ اللّهَ وَرَسُولَهُ أُوْلَـئِكَ سَيَرْحَمُهُمُ اللّهُ إِنَّ اللّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ﴾ (توبة: ۷۱) ''مؤمن مرد عورت آپس میں ایک دوسرے کے (مددگار اور معاون اور) دوست ہیں وہ بھلائیوں کا حکم دیتے ہیں اور برائیوں سے روکتے ہیں، نمازوں کو پابندی سے بجالاتے ہیں زکوٰۃ ادا کرتے ہیں، اللہ اور اس کے رسول کی بات مانتے ہیں، یہی لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ بہت جلد رحم فرمائے گا بیشک اللہ غلبے والا حکمت والا ہے''۔

امت کی زندگی سے جو چیز سب سے پہلے نکل گئی ہے وہ ہے دعوت کی کوشش کرنا پھر قربانی دینا پھر سادہ زندگی بسر کرنا، دشمنان اسلام نے امت کی زندگی سے ان چیزوں کو نکال دیا ہے اب ان کی

ساری محنت وقربانی دنیا کے لیے ہو رہی ہے وہ آرام دہ زندگی کی تلاش میں ہیں۔

آج معاشرہ میں زنا، سود اور شراب کو برا سمجھا جا رہا ہے لیکن دعوت کے ترک کر دینے کو برا نہیں سمجھا جا رہا ہے۔

نبی ﷺ اور آپ کے اصحاب کے زمانے میں عبادت اور دعوت کی ذمہ داری امت کے ہر فرد پر تھی پھر عبادت ہر شخص کرنے لگا لیکن دعوت کا کام کچھ لوگ ہی کر رہے ہیں، یاد رہے کہ اس امت کے بعد کے لوگ انہیں چیزوں سے درست ہو سکتے ہیں جن سے پہلے لوگ درست ہوئے ہیں۔

ہر مسلمان مرد اور عورت پر دو چیزیں واجب ہیں۔

۱- دین پر عمل، صرف اللہ کی عبادت اس کی اور اس کے رسول کی اطاعت اس کے اوامر کو بجالانا اور اس کے نواہی سے بچنا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿ وَاعْبُدُواْ اللّهَ وَلاَ تُشْرِكُواْ بِهِ شَيْئاً ﴾ (نساء:۳۶) "اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو"۔

دوسری جگہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُواْ أَطِيعُواْ اللّهَ وَرَسُولَهُ وَلاَ تَوَلَّوْا عَنْهُ وَأَنتُمْ تَسْمَعُونَ ﴾ (انفال: ۲۰) "اے ایمان والو! اللہ کا اور اس کے رسول کا کہنا مانو اور اس (کا کہنا ماننے) سے روگردانی مت کرو سنتے جانتے ہوئے"۔

۲- دعوت الی اللہ، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَلْتَكُن مِّنكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَأُوْلَـئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ﴾ (عمران: ۱۰۴) "تم میں سے ایک جماعت ایسی ہونی چاہئے جو بھلائی کی طرف بلائے اور نیک کاموں کا حکم کرے اور برے کاموں سے روکے، اور یہی لوگ فلاح ونجات پانے والے ہیں"۔

حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میری بات

لوگوں تک پہنچاؤ خواہ ایک آیت ہی کیوں نہ ہو۔ (بخاری:۳۴۶۱)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جو شخص تم مین سے کوئی بری چیز دیکھتے وہ اسے اپنے ہاتھ سے بدل دے اور اگر اس کی طاقت نہ ہو تو زبان سے روکے اور اگر اس کی بھی طاقت نہ رکھے تو اپنے دل میں اسے برا جانے اور یہ ایمان کا سب سے کمزور درجہ ہے۔ (مسلم:۴۹)

مسلمان کا وقت:

اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے نفسوں اور اموال کو خرید لیا ہے اور انہیں جنت دینے کا وعدہ کیا ہے پس مسلمان کو اپنا وقت اسی طرح گزارنا چاہئے جس طرح رسول اللہ ﷺ نے گزارا ہے، وہ فرائض ادا کرے اور ہر حال میں اللہ کا حکم بجالائے چاہے وضو ہو یا کھانا، نیند ہو یا بیداری، اپنا کچھ وقت کسب معاش میں بھی گزارے اور زیادہ وقت دعوت الی اللہ میں گزارے تاکہ لوگ اللہ کی عبادت کریں، اس کی وحدانیت کا اقرار کریں، جب فارغ ہو یا ایسا شخص نہ ملے جسے سکھایا جائے یا جس سے سیکھا جائے تو اپنے مسلمان بھائیوں کی خدمت میں لگ جائے اور ان کی ضرورتیں پوری کرے، نیکی اور تقویٰ پر تعاون کرے، پھر اگر فارغ ہو یا یہ کام نہ کر سکے تو نفلی عبادات میں مشغول ہو جائے جیسے مطلق سنت، تلاوت قرآن، ذکر واذکار یا دوسرے اعمال صالحہ جو اللہ سے تقرب حاصل کرنے کا ذریعہ بنیں، اس طرح ہر حال میں اپنی ذات سے لوگوں کے سامنے ایسی چیزیں پیش کرے جو عام لوگوں کے لئے نفع بخش ہوں۔

مدعوین کی قسمیں اور ان کو دعوت دینے کا طریقہ:

لوگ اپنے علم وعمل اور قوت فہم وغیرہ میں مختلف ہوتے ہیں لہٰذا انہیں مندرجہ ذیل طریقوں سے دعوت دی جائے۔

۱- جس کے ایمان میں کمی ہو اور احکام سے ناواقف ہو اس کی طرف سے اگر ہمیں تکلیف پہنچے تو صبر کریں اور درگزر کر دیا کریں اور نرمی سے اسے سمجھائیں جیسے کہ نبی ﷺ نے ایک دیہاتی کو سمجھایا تھا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم لوگ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے اتنے میں ایک دیہاتی آیا اور مسجد میں کھڑے ہو کر پیشاب کرنے لگا، صحابہ کرام نے اسے جھڑکا، نبی ﷺ نے فرمایا کہ اسے پیشاب کر لینے دو اور مت جھڑکو، چنانچہ لوگوں نے اسے چھوڑ دیا جب وہ پیشاب کر چکا تو نبی ﷺ نے اسے بلایا اور اس سے فرمایا کہ مسجد میں پیشاب کرنا اور گندگی پھیلانا درست نہیں، یہ مسجدیں اللہ کی ذکر نماز اور قرآن کی تلاوت کے لئے ہیں پھر آپ نے ایک آدمی کو پانی لانے کا حکم دیا چنانچہ وہ ایک ڈول پانی لایا اور اس پر بہا دیا۔(بخاری: ۲۱۹، مسلم: ۲۸۵)

۲-جس کے ایمان میں کمی ہو لیکن وہ احکام سے واقف ہو ایسے شخص کو حکمت وموعظت سے دعوت دی جائے تا کہ اس کا ایمان بڑھ جائے اور وہ اپنے گناہوں سے توبہ کر کے اپنے رب کی اطاعت کرے۔

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک جوان نبی ﷺ کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ مجھے آپ زنا کی اجازت دے دیجئے، صحابہ کرام نے اسے جھڑکا اور کہنے لگے رک جا، رک جا، نبی ﷺ نے فرمایا کہ اس کو میرے پاس لاؤ، وہ آپ سے قریب ہوا اور بیٹھ گیا، آپ نے فرمایا: کیا تم اسے اپنی ماں کے لیے پسند کرو گے، اس نے کہا نہیں، خدا کی قسم اے اللہ کے رسول ﷺ اللہ تعالیٰ مجھے آپ پر قربان کرے، آپ نے فرمایا: اسی طرح دوسرے لوگ بھی اسے اپنی ماں کے لیے پسند نہیں کریں گے، آپ نے پھر اس سے کہا، کیا تم اسے اپنی بیٹی کے لئے پسند کرو گے، اس نے کہا نہیں، خدا کی قسم اے اللہ کے رسول ﷺ اللہ تعالیٰ مجھے آپ پر قربان کرے، آپ نے فرمایا اسی طرح دوسرے لوگ بھی اسے اپنی بیٹی کے لئے پسند نہیں کریں گے، آپ نے پھر فرمایا کیا تم اس کو اپنی بہن کے لئے پسند کرو گے، اس نے کہا نہیں، خدا کی قسم اے اللہ کے رسول ﷺ اللہ تعالیٰ مجھے آپ پر قربان کرے، آپ نے فرمایا: اسی طرح دوسرے لوگ بھی اسے اپنی بہن کے لئے پسند نہیں کریں گے، آپ نے پھر فرمایا: کیا تم اسے اپنی پھوپھی کے لئے پسند کرو گے، اس نے کہا نہیں، خدا کی قسم اے اللہ کے رسول ﷺ اللہ تعالیٰ مجھے آپ پر قربان کرے، آپؐ نے فرمایا:

اسی طرح دوسرے لوگ بھی اسے اپنی پھوپھی کے لیے پسند نہیں کریں گے، آپ نے پھر فرمایا: کیا تم اسے اپنی خالہ کے لئے پسند کرو گے، اس نے کہا نہیں، اللہ کی قسم اے اللہ کے رسول ﷺ اللہ تعالیٰ مجھے آپ پر قربان کرے، آپ نے فرمایا: اسی طرح دوسرے لوگ بھی اسے اپنی خالہ کے لئے پسند نہیں کریں گے، پھر آپ نے اپنا ہاتھ اس کے بدن پر رکھا اور یہ دعا کی اے اللہ تو اس کا گناہ معاف کر دے اور اس کا دل پاک کر دے اور اس کی شرم گاہ کی حفاظت فرما، حضرت ابوامامہ کہتے ہیں کہ پھر یہ جوان کسی بھی چیز کی طرف مڑ کر نہیں دیکھتا تھا۔(احمد: ۲۲۵٦٤، طبرانی فی الکبیر: ۸/۱٦۲، السلسلة الصحیحة: ۳۷۰)

۳-جس کا ایمان قوی ہو لیکن وہ احکام سے ناواقف ہو ایسے شخص کو ڈائرکٹ دعوت دی جائے، اس کے سامنے شرعی احکام بیان کئے جائیں اسے گناہوں کے خطرات سے واقف کرایا جائے اور اس برے کام کو چھوڑنے کے لیے کہا جائے جس میں وہ واقع ہوا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کے ہاتھ میں سونے کی انگوٹھی دیکھی، آپ نے اسے نکال کر پھینک دیا اور فرمایا: تم میں سے کوئی شخص آگ کا انگارہ لے کر اپنے ہاتھ میں کر لیتا ہے، جب رسول اللہ ﷺ چلے گئے تو لوگوں نے اس آدمی سے کہا اپنی انگوٹھی اٹھا لو اور اس سے فائدہ اٹھاؤ، اس شخص نے کہا نہیں اللہ کی قسم میں اسے کبھی نہیں لوں گا جب کہ رسول اللہ ﷺ نے اسے پھینک دیا ہے۔ (مسلم: ۲۰۹۰)

۴-جس کا ایمان قوی ہو اور احکام سے بھی واقف ہو ایسے شخص کے لیے کوئی عذر نہیں، ایسے شخص کے ساتھ سختی برتی جائے، اور پوری قوت سے اس کے برے عمل کی تردید کی جائے تا کہ وہ دوسروں کے لئے برائی کرنے میں نمونہ نہ بنے جیسے رسول اللہ ﷺ نے ان تین صحابۂ کرام کو الگ تھلگ کر دیا تھا جو غزوۂ تبوک میں بغیر کسی عذر کے شرکت نہیں کر سکے تھے، آپ نے لوگوں کو حکم دیا تھا کہ ان کا بائیکاٹ کریں، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول کر لی، یہ صحابہ: ہلال بن امیہ، مرارہ بن ربیع اور کعب بن مالک رضی اللہ عنہم ہیں، ان کا قصہ صحیحین میں موجود ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَعَلَى الثَّلَاثَةِ الَّذِينَ خُلِّفُوا حَتَّى إِذَا ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْأَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ وَضَاقَتْ عَلَيْهِمْ أَنفُسُهُمْ وَظَنُّوا أَن لَّا مَلْجَأَ مِنَ اللَّهِ إِلَّا إِلَيْهِ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ لِيَتُوبُوا إِنَّ اللَّهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ﴾ (توبہ: ۱۱۸) ''اور تین شخصوں کے حال پر بھی جن کا معاملہ ملتوی چھوڑ دیا گیا تھا یہاں تک کہ جب زمین باوجود اپنی فراخی کے ان پر تنگ ہونے لگی اور وہ خود اپنی جان سے تنگ آ گئے اور انہوں نے سمجھ لیا کہ اللہ سے کہیں پناہ نہیں مل سکتی بجز اس کے کہ اس کی طرف رجوع کیا جائے پھر ان کے حال پر توجہ فرمائی تا کہ وہ آئندہ بھی توجہ کر سکیں، بیشک اللہ تعالیٰ توبہ قبول کرنے والا بڑا رحیم ہے''۔

۵- جو ایمان اور شرعی احکام سے ناواقف ہو ایسے شخص کو لا الہ الا اللہ کی دعوت دی جائے اللہ کے اسماء وصفات بتائے جائیں اس کے وعد اور وعید سے آگاہ کیا جائے اس کے عذاب ونعمت سے واقف کرایا جائے اللہ کی عظمت اور قدرت بیان کی جائے پھر جب ایمان اس کے دل میں راسخ ہو جائے تو تدریجاً اسے شریعت کے احکام بتائے جائیں مثلاً پہلے نماز پھر زکوٰۃ۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی ﷺ نے جب حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو یمن بھیجا تو ان سے فرمایا کہ تم ایک ایسی قوم کے پاس جا رہے ہو جو اہل کتاب ہے لہٰذا سب سے پہلے تم انہیں اللہ کی عبادت کی طرف بلانا پھر جب وہ اللہ کو پہچان جائیں تو انہیں بتاؤ کہ اللہ تعالیٰ نے ہر دن اور رات میں ان پر پانچ نمازیں فرض کی ہیں پھر جب وہ نماز پڑھنے لگیں تو انہیں بتاؤ کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر ان کے مالوں میں زکوٰۃ فرض کی ہے جو ان کے مالداروں سے لی جائے گی اور ان کے محتاجوں کو دی جائے گی پھر اگر وہ اس بات کو بھی مان لیں تو ان سے زکوٰۃ لے لیا کرو اور ان کے عمدہ مالوں کو لینے سے پرہیز کرو۔ (بخاری: ۱۴۵۸، مسلم: ۱۹)

داعی الی اللہ کے احوال

جو شخص لوگوں کو اللہ کی طرف بلائے گا، اللہ تعالیٰ ہر حال میں اس کی مدد کرے گا اور اس آزمائش کو میں بھی ڈالے گا چنانچہ وہ کچھ لوگوں کو اپنا مددگار پائے گا اور کچھ لوگوں کو اپنا مخالف پائے گا، پس داعی پر دو حالتیں آتی ہیں: ایک ایسا وقت آتا ہے جب لوگ اس کے گرویدہ ہو جاتے ہیں جیسے کہ مدینہ میں لوگ نبی ﷺ کے گرویدہ ہو گئے تھے اور ایک ایسا وقت بھی آتا ہے جب لوگ مخالف بن جاتے ہیں جیسے طائف میں لوگوں نے نبی ﷺ کی مخالفت کی تھی۔

جب لوگ داعی کے گرویدہ بن جائیں تو یہ حالت اس کے لیے بیحد خطرناک ہے ایسی صورت میں داعی کے اندر غرور پیدا ہوسکتا ہے، پس اگر اس نے عہدہ قبول کر لیا تو ہلاک ہو گیا، ایسی صورت میں یہ سمجھو کہ شیطان اسے دین سے نکالنا چاہتا ہے اور دنیا میں پھنسانا چاہتا ہے۔

جب لوگ داعی سے اعراض کریں تو یہ حالت اس کے لئے پہلے سے کم خطرنا ہے، کیونکہ ایسی حالت میں داعی اللہ کی طرف زیادہ سے زیادہ متوجہ ہوگا، اس سے لو لگائے گا اس سے مدد طلب کرے گا، جس کے نتیجے میں اللہ کی مدد نازل ہوگی جیسے نبی ﷺ کو اہل طائف نے جب تکلیف پہنچائی تھی تو اللہ تعالیٰ نے آپ کی مدد کی تھی آپ کی دعا سے اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرئیل اور پہاڑ کے فرشتے کو بھیجا تھا، پھر آپ کے لیے مکہ میں داخلہ آسان ہو گیا پھر اسراء اور معراج کا واقعہ پیش آیا پھر آپ نے مدینہ کی طرف ہجرت کی پھر اسلام غالب ہوا۔

موجودہ زمانہ میں دعوت کا کام کرنے والوں کی مختلف قسمیں ہیں، ان میں بعض یہ ہیں:

۱- کچھ لوگ داعیوں کے اخلاق سے متأثر ہوتے ہیں پھر خود بھی دعوت کے لیے نکل پڑتے ہیں لیکن اگر انہیں کسی بھی داعی کی طرف سے کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو وہ دعوت کا کام چھوڑ دیتے ہیں اور تمام داعیوں سے نفرت کرنے لگتے ہیں۔

ایسے لوگوں کی نیت میں چونکہ نقص ہوتا ہے اس لئے اللہ تعالیٰ انہیں اس اہم کام سے پھیر دیتا ہے۔

۲- کچھ لوگ دعوت کا کام کرتے ہیں کیونکہ اس کے ذریعہ ان کی پریشانیاں دور ہو جاتی ہیں وہ اپنی مرغوبات پا لیتے ہیں پھر جب ان کی دنیاوی حالت بہتر ہو جاتی ہے تو دعوت کا کام چھوڑ کر دنیا

داری میں لگ جاتے ہیں ایسے لوگوں کی نیت میں بھی چونکہ نقص ہوتا ہے اس لیے اللہ تعالیٰ انہیں اس اہم کام سے پھیر دیتا ہے۔

۳- کچھ لوگ اجر وثواب کی خاطر دعوت کا کام کرتے ہیں ان کا مقصد صرف ثواب کمانا ہوتا ایسے لوگوں کو اگر کسی دوسرے کام میں ثواب زیادہ نظر آتا ہے اور وہ زیادہ آسان معلوم ہوتا ہے تو وہ دعوت کا کام چھوڑ بیٹھتے ہیں۔

۴- کچھ لوگ دعوت کا کام اس لئے کرتے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں ایسا کرنے کا حکم دیا ہے، وہ عبادت اس لئے کرتے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں ایسا کرنے کا حکم دیا ہے، ان لوگوں کی نیت میں کوئی کمی نہیں ہوتی ہے اس لئے اللہ تعالیٰ انہیں اپنے مقصد میں ثابت قدم رکھتا ہے ان کی مدد کرتا ہے، یہ سب سے افضل لوگ ہیں۔

۶- انبیاء اور رسولوں کی دعوت کے اصول

انبیاء کی دعوت کے مراتب:

اللہ تعالیٰ نے نبیوں اور رسولوں کو تین چیزوں کے ساتھ بھیجا ہے:

اللہ کی طرف لوگوں کو بلانا، اللہ کی طرف پہنچنے والے راستے سے واقف کرانا، اللہ کے پاس پہنچنے کے بعد لوگوں کے احوال وانجام کو بیان کرنا۔

پہلا توحید وایمان کا بیان ہے، دوسرا احکام کا بیان ہے، تیسرا یوم آخرت کا بیان ہے جہاں ثواب وعقاب اور جنت وجہنم ہے۔

اللہ کی طرف دعوت یہ ہے کہ لوگوں کو اللہ کی ذات، اس کی صفات، اس کے افعال اور اس کی عظمت وقدرت سے واقف کرایا جائے، انہیں یہ بتایا جائے کہ اللہ ایک ہے وہی تنہا خالق و مالک اور ساری کائنات کا مدبر ہے۔

اس کے علاوہ ساری چیزیں مخلوق ہیں جن کے ہاتھوں میں کچھ نہیں ہے، وہی تنہا عبادت کا مستحق

ہے، یہ دعوت کا سب سے پہلا اور سب سے بلند مرتبہ ہے۔

پھر لوگوں کو یوم آخرت سے واقف کرانا ہے انہیں جنت وجہنم کی حقیقت بتانا ہے، عرصۂ قیامت میں جو احوال ہوں گے ان سے آگاہ کرنا ہے، پھر لوگوں کے سامنے دین کے احکام بیان کئے جائیں انہیں حلال وحرام واجبات وحقوق بتائے جائیں۔

رسول اللہ ﷺ نے اپنی مکی زندگی میں اللہ اور یوم آخرت سے لوگوں کو واقف کرایا تھا اور مدنی زندگی میں لوگوں کو احکام سکھائے تھے جسے اللہ کے نیک بندوں نے قبول کیا اور کفار ومنافقین نے قبول نہیں کیا۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد ﷺ کو پہلے انبیاء اور رسولوں کے طریقے پر چلنے کا حکم دیا ہے خاص طور سے ملت ابراہیم کی پیروی کا حکم دیا ہے اور ملت ابراہیم دین کے لیے جان ومال، بیوی بچے وغیرہ کی قربانی چاہتا ہے۔ اور ہمیں آپ ﷺ کی اتباع کا حکم دیا ہے۔

چنانچہ بعض انبیاء کا ذکر کرنے کے بعد فرماتا ہے: ﴿أُولَـٰئِكَ الَّذِينَ هَدَى اللَّهُ فَبِهُدَاهُمُ اقْتَدِهْ﴾ (انعام: ۹۰) ”یہ حضرات ایسے تھے جن کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت کی تھی سو آپ بھی ان کے طریق پر چلئے“۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿ثُمَّ أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ أَنِ اتَّبِعْ مِلَّةَ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ﴾ (نحل: ۱۲۳) ”پھر ہم نے آپ کی جانب وحی بھیجی کہ آپ ملت ابراہیم حنیف کی پیروی کریں، جو مشرکوں میں سے نہ تھے“۔

اللہ تعالیٰ امت محمدیہ کو مخاطب کر کے فرماتا ہے: ﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَن كَانَ يَرْجُو اللَّهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَذَكَرَ اللَّهَ كَثِيرًا﴾ (احزاب: ۲۱) ”یقیناً تمہارے لئے رسول اللہ (کی ذات) میں عمدہ نمونہ (موجود) ہے ہر اس شخص کے لئے جو اللہ تعالیٰ کی اور قیامت کے دن کی توقع رکھتا ہے اور بکثرت اللہ تعالیٰ کو یاد کرتا ہے“۔

انبیاء کے اعمال اور اخلاق ان کی سیرت کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوں گے، انبیاء نے دعوت الی

اللہ کے لئے بڑی مسافتیں طے کیں، ان کے قدم اللہ کے راستے میں غبار آلود ہوئے انہوں نے اللہ کا کلمہ بلند کرنے کے لئے جان و مال کی قربانی دی، ان کی پیشانی پر پسینے بہے، ان کے قدم پھٹ گئے، انہیں آزمائش میں ڈالا گیا، انہیں اذیتیں دی گئیں، انہیں اپنا گھر بار چھوڑنا پڑا، انہیں جنگ کرنی پڑی، وہ قتل کئے گئے، ہلا دیئے گئے، جلاوطن کر دیئے گئے انہیں گالیاں دی گئیں، انہیں عار دلائی گئی، ان پر تہمت لگائی گئی انہیں مارا گیا لیکن انہوں نے صبر کیا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی مدد کی۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَلَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّن قَبْلِكَ فَصَبَرُواْ عَلَى مَا كُذِّبُواْ وَأُوذُواْ حَتَّى أَتَاهُمْ نَصْرُنَا﴾ (انعام: ۳۴) ''اور بہت سے پیغمبر جو آپ سے پہلے ہوئے ہیں ان کی بھی تکذیب کی جا چکی ہے سو انہوں نے اس پر صبر ہی کیا ان کی تکذیب کی گئی اور ان کو ایذائیں پہنچائی گئیں یہاں تک کہ ہماری امداد ان کو پہنچ گئی''۔

انبیاء اور رسل کی دعوت

نبیوں اور رسولوں کی دعوت کے بعد لوگوں کو اختیار ہے خواہ وہ ایمان لائیں یا ایمان نہ لائیں، پس جو شخص ایمان لائے گا اللہ تعالیٰ اس کو تکلیف و آرام دے کر آزمائے گا، لوگ اسے تکلیف دیں گے، اس سے دشمنی کریں گے یہاں تک کہ سچے اور جھوٹے کے درمیان اور مومن اور منافق کے درمیان تمیز ہو جائے گی، اور جو شخص ایمان نہیں لائے گا اسے آخرت میں دردناک سزا دی جائے گی، مومن کو ان کے برے اعمال کی سزا دنیا میں مل جائے گی لیکن آخرت میں اس کا انجام بہت عمدہ ہوگا اور کافر کو دنیا میں ان کے اچھے اعمال کا بدلہ مل جائے گا لیکن آخرت میں اس کے لئے انتہائی دردناک سزا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿أَحَسِبَ النَّاسُ أَن يُتْرَكُوا أَن يَقُولُوا آمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُونَ وَلَقَدْ فَتَنَّا الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ فَلَيَعْلَمَنَّ اللَّهُ الَّذِينَ صَدَقُوا وَلَيَعْلَمَنَّ الْكَاذِبِينَ﴾ (عنکبوت: ۲-۳) ''کیا لوگوں نے یہ گمان کر رکھا ہے کہ ان کے صرف اس دعوے پر کہ ہم ایمان لائے ہیں ہم انہیں بغیر آزمائے ہوئے ہی چھوڑ دیں گے؟ ان سے اگلوں کو بھی ہم نے

خوب جانچا، یقیناً اللہ تعالیٰ انہیں بھی جان لے گا جو سچ کہتے ہیں اور انہیں بھی معلوم کر لے گا جو جھوٹے ہیں''۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿لاَ يَغُرَّنَّكَ تَقَلُّبُ الَّذِينَ كَفَرُواْ فِي الْبِلاَدِ مَتَاعٌ قَلِيلٌ ثُمَّ مَأْوَاهُمْ جَهَنَّمُ وَبِئْسَ الْمِهَادُ﴾ (آل عمران: ۱۹۶-۱۹۷) ''تجھے کافروں کا چلنا پھرنا فریب میں نہ ڈال دے، یہ تو بہت ہی تھوڑا فائدہ ہے، اس کے بعد ان کا ٹھکانہ تو جہنم ہے اور وہ بری جگہ ہے''۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿فَلاَ تُعْجِبْكَ أَمْوَالُهُمْ وَلاَ أَوْلاَدُهُمْ إِنَّمَا يُرِيدُ اللّهُ لِيُعَذِّبَهُم بِهَا فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَتَزْهَقَ أَنفُسُهُمْ وَهُمْ كَافِرُونَ﴾ (توبہ: ۵۵) ''پس آپ کو ان کے مال اور اولاد تعجب میں نہ ڈال دیں اللہ کی چاہت یہی ہے کہ اس سے انہیں دنیا کی زندگی میں ہی سزا دے اور ان کے کفر ہی کی حالت میں ان کی جانیں نکل جائیں''۔

انبیاء اور ان کے متبعین نے زمین میں چل کر لوگوں کو توحید و ایمان اور عمل صالح کی دعوت دی ان کے نزدیک سب سے محبوب شے ایمان اور عمل صالح تھی وہ اپنے رب کے دیدار کے مشتاق تھے اس کی خوشنودی کے خواہاں تھے انہیں جنت کی تڑپ تھی انہوں نے جہاد کیا دین کی تبلیغ کی اور اس کے راستے میں تکلیفیں برداشت کیں اس پر صبر کیا چنانچہ اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہوئے اس طرح اللہ تعالیٰ نے ان کی تربیت کی تھی دعوت الی اللہ کے میدان میں ان کی سیرت ہر داعی کے لئے قابل اقتداء ہے۔

توحید، ایمان باللہ، اس کے اسماء وصفات کی معرفت اور تنہا اس کی عبادت کی طرف دعوت دینا:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَمَا أَرْسَلْنَا مِن قَبْلِكَ مِن رَّسُولٍ إِلَّا نُوحِي إِلَيْهِ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنَا فَاعْبُدُونِ﴾ (انبیاء: ۲۵) ''تجھ سے پہلے بھی جو رسول ہم نے بھیجا اس کی طرف یہی وحی نازل فرمائی کہ میرے سوا کوئی معبود برحق نہیں پس تم سب میری ہی عبادت کرو''۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ اللَّهُ الصَّمَدُ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ وَلَمْ يَكُن لَّهُ

كُفُواً أَحَدٌ ﴾ (اخلاص:۱-٤) ''آپ کہہ دیجئے کہ وہ اللہ تعالیٰ ایک ہی ہے اللہ تعالیٰ بے نیاز ہے نہ اس سے کوئی پیدا ہوا نہ وہ کسی سے پیدا ہوا اور نہ کوئی اس کا ہمسر ہے''۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَّسُولاً أَنِ اعْبُدُواْ اللّهَ وَاجْتَنِبُواْ الطَّاغُوتَ ﴾(نحل:٣٦) ''ہم نے ہر امت میں رسول بھیجا کہ لوگو صرف اللہ کی عبادت کرو اور اس کے سوا تمام معبودوں سے بچو''۔

لوگوں تک اللہ کا دین پہنچانا اوران کی خیر خواہی کرنا:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿الَّذِينَ يُبَلِّغُونَ رِسَالَاتِ اللَّهِ وَيَخْشَوْنَهُ وَلَا يَخْشَوْنَ أَحَداً إِلَّا اللَّهَ ﴾(احزاب:٣٩) ''یہ سب ایسے تھے کہ اللہ کے احکام پہنچایا کرتے تھے اور اللہ ہی سے ڈرتے تھے اور اللہ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے تھے''۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿أُبَلِّغُكُمْ رِسَالاَتِ رَبِّي وَأَنصَحُ لَكُمْ وَأَعْلَمُ مِنَ اللّهِ مَا لاَ تَعْلَمُونَ﴾(اعراف:٦٢) ''تم کو اپنے پروردگار کا پیغام پہنچاتا ہوں اور تمہاری خیر خواہی کرتا ہوں اور میں اللہ کی طرف سے ان امور کی خبر رکھتا ہوں جن کی تم کو خبر نہیں''۔

اللہ تعالیٰ نبی ﷺ سے فرماتا ہے:﴿يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنزِلَ إِلَيْكَ مِن رَّبِّكَ وَإِن لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُ وَاللّهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ﴾(المائدة/٦٧) ''اے رسول! جو کچھ بھی آپ کی طرف آپ کے رب کی جانب سے نازل کیا گیا ہے پہنچا دیجئے اگر آپ نے ایسا نہ کیا تو آپ نے اللہ کی رسالت ادا نہیں کی اور آپ کو اللہ تعالیٰ لوگوں سے بچالے گا''۔

گھروں، بازاروں، گاؤں اور شہر میں دعوت دینا

۱-اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا:﴿اذْهَبْ إِلَى فِرْعَوْنَ إِنَّهُ طَغَى ﴾ (طٰہٰ:٤٢) ''اب تو فرعون کے پاس جا اس نے بڑی سرکشی مچا رکھی ہے''۔

رسول اللہ ﷺ لوگوں کے پاس جاتے اور انہیں دین کی دعوت دیتے، آپ لوگوں کے گھروں

میں جاتے، آنے والے قبیلوں کے پاس جاتے اور ان سے کہتے اے لوگو! لا الہ الا اللہ کہو تم کامیاب ہوگے۔(احمد:٣٠٦٦١، قال ارنووط سنده صحيح)

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی ﷺ نے حضرت سعد بن عبادۃ کی عیادت کی اس میں یہ بھی ہے یہاں تک کہ آپ ایک مجلس سے گذرے جس میں مسلمان مشرکین، بتوں کو پوجنے والے اور یہود سبھی تھے آپ نے انہیں سلام کیا پھر ٹھہر گئے اور سواری سے اتر گئے اور انہیں اللہ کی طرف بلایا اور انہیں قرآن پڑھ کر سنایا۔(بخاری:٥٦٦٣، مسلم:١٧٩٨)

ہمیشہ اللہ کی تعریف اور ذکر و استغفار میں مشغول رہنا:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿الْحَمْدُ لِلّهِ الَّذِي وَهَبَ لِي عَلَى الْكِبَرِ إِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ إِنَّ رَبِّي لَسَمِيعُ الدُّعَاء﴾ (ابراهيم:٣٩) ''اللہ کا شکر ہے جس نے مجھے اس بڑھاپے میں اسماعیل واسحاق (علیہما السلام) عطا فرمائے کچھ شک نہیں کہ میرا پالنہار اللہ دعاؤں کا سننے والا ہے''۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب کوئی ایسی چیز دیکھتے جو آپ کو پسند آتی تو کہتے **الحمدللہ الذی بنعمته تتم الصالحات** (اللہ کا شکر ہے جس کی نعمت سے صالحات کی تکمیل ہوتی ہے) اور جب کوئی ایسی چیز دیکھتے جسے ناپسند کرتے تو کہتے **الحمدلله علیٰ کل حال** (ہر حال میں اللہ کا شکر ہے)۔(ابن ماجه:٣٨٠٣)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ کو ہر وقت یاد کرتے تھے۔ (مسلم:٣٧٣)

حضرت اغر مزنی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میرے دل پر بھی خواہشات غالب ہوتی ہیں اور میں ایک دن میں سومرتبہ اللہ سے استغفار کرتا ہوں۔ (مسلم:٢٧٠٢)

کافر بادشاہ کے پاس خط لکھ کر اس کو اللہ کی طرف بلانا:

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی ﷺ نے کسریٰ، قیصر، نجاشی اور ہر جابر بادشاہ کے

پاس خط لکھ کر انہیں اللہ کی طرف بلایا۔(مسلم : ٤٧٧١)

اللہ کی طرف بلانا اور اس راستے کی طرف بلانا جو اللہ تک پہنچانے والا ہے اور آخرت میں مدعو کو کیا ملے گا اگر وہ اس راستے پر آ جائے:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿قُلْ هَـٰذِهِ سَبِيلِيٓ أَدْعُوٓ إِلَى ٱللَّهِ عَلَىٰ بَصِيرَةٍ أَنَا۠ وَمَنِ ٱتَّبَعَنِى وَسُبْحَـٰنَ ٱللَّهِ وَمَآ أَنَا۠ مِنَ ٱلْمُشْرِكِينَ﴾ (یوسف:١٠٨) ''آپ کہہ دیجئے میری راہ یہی ہے میں اور میرے متبعین اللہ کی طرف بلا رہے ہیں، پورے یقین اور اعتماد کے ساتھ اور اللہ پاک ہے، اور میں مشرکوں میں نہیں''۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿ٱدْعُ إِلَىٰ سَبِيلِ رَبِّكَ بِٱلْحِكْمَةِ وَٱلْمَوْعِظَةِ ٱلْحَسَنَةِ وَجَـٰدِلْهُم بِٱلَّتِى هِىَ أَحْسَنُ إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ بِمَن ضَلَّ عَن سَبِيلِهِۦ وَهُوَ أَعْلَمُ بِٱلْمُهْتَدِينَ﴾ (نحل: ١٢٥) ''اپنے رب کی راہ کی طرف لوگوں کو حکمت اور بہترین نصیحت کے ساتھ بلائیے اور ان سے بہترین طریقے سے گفتگو کیجئے''۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿وَكَذَٰلِكَ أَوْحَيْنَآ إِلَيْكَ قُرْءَانًا عَرَبِيًّا لِّتُنذِرَ أُمَّ ٱلْقُرَىٰ وَمَنْ حَوْلَهَا وَتُنذِرَ يَوْمَ ٱلْجَمْعِ لَا رَيْبَ فِيهِ فَرِيقٌ فِى ٱلْجَنَّةِ وَفَرِيقٌ فِى ٱلسَّعِيرِ﴾ (شوریٰ:٧) ''اسی طرح ہم نے آپ کی طرف عربی قرآن کی وحی کی ہے تاکہ آپ مکہ والوں کو اور اس کے آس پاس کے لوگوں کو خبردار کر دیں اور جمع ہونے کے دن سے جس کے آنے میں کوئی شک نہیں ڈرا دیں ایک گروہ جنت میں ہوگا ایک گروہ جہنم میں ہوگا''۔

لوگوں کو ان کی زبان میں بلانا اور دین سکھانا:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿وَمَآ أَرْسَلْنَا مِن رَّسُولٍ إِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهِۦ لِيُبَيِّنَ لَهُمْ فَيُضِلُّ ٱللَّهُ مَن يَشَآءُ وَيَهْدِى مَن يَشَآءُ وَهُوَ ٱلْعَزِيزُ ٱلْحَكِيمُ﴾ (ابراھیم:٤) ''ہم نے ہر نبی کو اس کی قومی زبان میں ہی بھیجا ہے تاکہ ان کے سامنے وضاحت سے بیان کر دے اب اللہ جسے چاہے گمراہ کر دے اور جسے چاہے راہ دکھا دے وہ غلبہ اور حکمت والا ہے''۔

عبادت اور دعوت میں توازن:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿يَـٰٓأَيُّهَا ٱلْمُزَّمِّلُ قُمِ ٱلَّيْلَ إِلَّا قَلِيلًا نِّصْفَهُۥٓ أَوِ ٱنقُصْ مِنْهُ قَلِيلًا أَوْ زِدْ عَلَيْهِ وَرَتِّلِ ٱلْقُرْءَانَ تَرْتِيلًا﴾ (المزمل:١-٤) ''اے کپڑے میں لپٹنے والے! رات (کے وقت نماز) میں کھڑے ہو جاؤ مگر کم، آدھی رات یا اس سے بھی کچھ کم کر لے یا اس پر بڑھا دے اور قرآن کو ٹھہر ٹھہر کر (صاف) پڑھا کر''۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿يَـٰٓأَيُّهَا ٱلْمُدَّثِّرُ قُمْ فَأَنذِرْ وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ وَٱلرُّجْزَ فَٱهْجُرْ﴾ (المدثر) (١-٥) ''اے کپڑا اوڑھنے والے! کھڑے ہو جا اور آگاہ کر دے اور اپنے رب کی بڑائیاں بیان کر، اپنے کپڑوں کو پاک رکھا کر ناپاکی کو چھوڑ دے''۔

انبیاء علیہم السلام کے ساتھ ان کی امتوں کا حال بیان کرنا:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿وَكُلًّا نَّقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ أَنۢبَآءِ ٱلرُّسُلِ مَا نُثَبِّتُ بِهِۦ فُؤَادَكَ﴾ (ھود: ١٢٠) ''رسولوں کے سب احوال ہم آپ کے سامنے آپ کے دل کی تسکین کے لئے بیان فرما رہے ہیں''۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿لَقَدْ كَانَ فِى قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِّأُو۟لِى ٱلْأَلْبَـٰبِ﴾ (یوسف:١١١) ''ان کے بیان میں عقل والوں کے لئے یقیناً نصیحت اور عبرت ہے''۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿فَٱقْصُصِ ٱلْقَصَصَ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ﴾ (اعراف: ١٧٦) ''سو آپ اس حال کو بیان کر دیجئے شاید وہ لوگ کچھ سوچیں''۔

اللہ کی طرف مسلسل لوگوں کو بلانا اور مخالفت کرنے والوں کی پرواہ نہ کرنا:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿فَٱصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَأَعْرِضْ عَنِ ٱلْمُشْرِكِينَ إِنَّا كَفَيْنَـٰكَ ٱلْمُسْتَهْزِءِينَ﴾ (حجر:٩٤-٩٥) ''پس آپ اس حکم کو جو آپ کو کیا جا رہا ہے کھول کر سنا دیجئے اور مشرکوں سے منہ پھیر لیجئے، آپ سے جو لوگ مسخرا پن کرتے ہیں ان کی سزا کے لئے ہم کافی ہیں''۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿فَذَرْنِى وَمَن يُكَذِّبُ بِهَـٰذَا ٱلْحَدِيثِ سَنَسْتَدْرِجُهُم مِّنْ

حَیْثُ لَا یَعْلَمُون ﴾ (قلم:٤٤) ''پس مجھے اور اس کلام کو جھٹلانے والے کو چھوڑ دے ہم انہیں اس طرح آہستہ آہستہ کھینچیں گے کہ انہیں معلوم بھی نہیں ہوگا''۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَلَا یَصُدُّنَّكَ عَنْ آیَاتِ اللّٰهِ بَعْدَ إِذْ أُنزِلَتْ إِلَیْكَ وَادْعُ إِلَى رَبِّكَ وَلَا تَكُونَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِینَ﴾ (قصص:٨٧) ''خیال رکھئے کہ یہ کفار آپ کو اللہ تعالیٰ کی آیتوں کی تبلیغ سے نہ روک دیں اس کے بعد کہ یہ آپ کی جانب اتاری گئیں، تو اپنے رب کی طرف بلاتے رہیں اور شرک کرنے والوں میں سے نہ ہوں''۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿فَلَا تُطِعِ الْكَافِرِینَ وَجَاهِدْهُم بِهِ جِهَاداً كَبِیراً﴾ (فرقان: ٥٢) ''پس آپ کافروں کا کہنا نہ مانیں اور قرآن کے ذریعے ان سے پوری طاقت سے بڑا جہاد کریں۔

لوگوں کے ایمان نہ لانے پر غمزدہ نہ ہونا:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلَى آثَارِهِمْ إِن لَّمْ یُؤْمِنُوا بِهَذَا الْحَدِیثِ أَسَفاً﴾ (کهف:٦) ''پس اگر یہ لوگ اس بات پر ایمان نہ لائیں تو کیا آپ ان کے پیچھے اسی رنج میں اپنی جان ہلاک کرڈالیں گے''۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿قَدْ نَعْلَمُ إِنَّهُ لَیَحْزُنُكَ الَّذِی یَقُولُونَ فَإِنَّهُمْ لَا یُكَذِّبُونَكَ وَلَكِنَّ الظَّالِمِینَ بِآیَاتِ اللّٰهِ یَجْحَدُون﴾ (انعام:٣٣) ''ہم خوب جانتے ہیں کہ آپ کو ان کے اقوال مغموم کرتے ہیں، سو یہ لوگ آپ کو جھوٹا نہیں کہتے لیکن یہ ظالم تو اللہ کی آیتوں کا انکار کرتے ہیں''۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿فَلَا تَذْهَبْ نَفْسُكَ عَلَیْهِمْ حَسَرَاتٍ إِنَّ اللّٰهَ عَلِیمٌ بِمَا یَصْنَعُون﴾ (فاطر:٨) ''پس آپ کو ان پر غم کھا کھا کر اپنی جان ہلاکت میں نہ ڈالنی چاہئے، یہ جو کچھ کر رہے ہیں اس سے یقیناً اللہ تعالیٰ بخوبی واقف ہے''۔

لوگوں کو خوشخبری دینا اور ڈرانا:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿یَا أَیُّهَا النَّبِیُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِداً وَمُبَشِّراً وَنَذِیراً وَدَاعِیاً إِلَى اللّٰهِ بِإِذْنِهِ وَسِرَاجاً مُّنِیراً وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِینَ بِأَنَّ لَهُم مِّنَ اللّٰهِ فَضْلاً كَبِیراً﴾ (احزاب:٤٥-٤٧) ''اے نبی! یقیناً ہم نے آپ کو گواہیاں دینے والا، خوشخبریاں سنانے والا، آگاہ کرنے والا اور اللہ کے حکم سے اس کی طرف بلانے والا اور ایک بہت روشن چراغ بنا کر بھیجا ہے، آپ مومنوں کو خوشخبری سنا دیجئے کہ ان کے لئے اللہ کی طرف سے بہت بڑا فضل ہے''۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَمَا نُرْسِلُ الْمُرْسَلِینَ إِلَّا مُبَشِّرِینَ وَمُنذِرِینَ﴾ (انعام:٤٨) ''اور ہم پیغمبروں کو صرف اس واسطے بھیجا کرتے ہیں کہ وہ بشارت دیں اور ڈرائیں''۔

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ صحابہ کرام میں سے کسی شخص کو جب کسی کام سے کہیں بھیجتے تو فرماتے کہ تم خوشخبری دینا، نفرت مت دلانا اور آسانی برتنا سختی مت کرنا۔ (مسلم:١٧٣٢)

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿الَّذِینَ یَتَّبِعُونَ الرَّسُولَ النَّبِیَّ الأُمِّیَّ الَّذِی یَجِدُونَهُ مَكْتُوباً عِندَهُمْ فِی التَّوْرَاةِ وَالإِنْجِیلِ یَأْمُرُهُم بِالْمَعْرُوفِ وَیَنْهَاهُمْ عَنِ الْمُنكَرِ﴾ (اعراف: ١٥٧) ''جو لوگ ایسے رسول نبی امی کا اتباع کرتے ہیں جن کو وہ لوگ اپنے پاس تورات و انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں وہ ان کو نیک باتوں کا حکم فرماتے ہیں اور بری باتوں سے منع کرتے ہیں''۔

مؤمنوں کے دلوں کو ان کے رب سے جوڑ دینا اور جنت کی خوشخبری دینا:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا کہ اے لڑکے! میں تمہیں کچھ باتیں بتاتا ہوں، تم اللہ کو یاد رکھو، اللہ تمہیں یاد رکھے گا، تم اللہ کو یاد رکھو تم اسے اپنے سامنے پاؤ گے، جب تم مانگو تو اللہ سے مانگو، اور جب تم مدد طلب کرو تو اللہ سے مدد طلب کرو اور یہ جان لو کہ اگر سارے لوگ اس بات کے لئے جمع ہو جائیں کہ تمہیں کچھ فائدہ پہنچائیں تو تم کو فائدہ نہیں پہنچا سکتے مگر اتنا ہی جتنا اللہ نے تمہارے لئے لکھ دیا ہے، قلم اٹھا لئے گئے ہیں اور صحیفے خشک ہو

گئے ہیں۔(احمد/٩٦٦٢ ،ترمذی/٦١٥٢)

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص اپنی زبان اور شرم گاہ کی حفاظت کی ذمہ داری لے میں اس کے لئے جنت کی ذمہ داری لیتا ہوں۔(بخاری/٤٧٤٦)

دعوت پر اجرت نہیں مانگنی چاہئے:

حضرت محمد ﷺ کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿قُلْ مَا سَأَلْتُكُم مِّنْ أَجْرٍ فَهُوَ لَكُمْ إِنْ أَجْرِيَ إِلَّا عَلَى اللَّهِ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيد ﴾(سبا:٤٧) ''کہہ دیجئے کہ جو بدلہ میں تم سے مانگو وہ تمہارے لئے ہے میرا بدلہ تو اللہ تعالیٰ ہی کے ذمے ہے، وہ ہر چیز سے باخبر (اور مطلع) ہے''۔

اللہ تعالیٰ حضرت نوح علیہ السلام کے بارے میں فرماتا ہے:﴿وَمَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ إِنْ أَجْرِيَ إِلَّا عَلَى رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴾(شعراء:١٠٩) ''میں تم سے اس پر کوئی اجر نہیں چاہتا، میرا بدلہ تو صرف رب العالمین کے ہاں ہے''۔

رحمدلی:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿مُّحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاء عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاء بَيْنَهُمْ ﴾(فتح:٢٩) ''محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں جو لوگ ان کے ساتھ ہیں کافروں پر سخت ہیں آپس میں رحم دل ہیں''۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ ﴾(انبیاء:١٠٧) ''اور ہم نے آپ کو تمام جہان والوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے''۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے کہا گیا کہ آپ مشرکین کے لئے دعا کریں آپ نے فرمایا میں لعنت ملامت کرنے کے لئے نہیں بھیجا گیا ہوں بلکہ رحمت بنا کر بھیجا گیا ہو۔(مسلم/٢٥٩٩)

مہربانی وشفقت:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿لَقَدْ جَاءكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ

عَلَيْكُم بِالْمُؤْمِنِينَ رَؤُوفٌ رَّحِيم ﴾(توبہ:١٢٨) ''تمہارے پاس ایک ایسے پیغمبر تشریف لائے ہیں جو تمہاری جنس سے ہیں جن کو تمہاری مضرت کی بات نہایت گراں گزرتی ہے جو تمہاری منفعت کے بڑے خواہشمند رہتے ہیں ایمان داروں کے ساتھ بڑے شفیق اور مہربان ہیں''۔

نرمی اور عفو درگزر:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّهِ لِنتَ لَهُمْ وَلَوْ كُنتَ فَظّاً غَلِيظَ الْقَلْبِ لاَنفَضُّواْ مِنْ حَوْلِكَ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ فِي الأَمْرِ فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّهِ إِنَّ اللّهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِين ﴾(آل عمران: ١٥٩) ''اللہ تعالیٰ کی رحمت کے باعث آپ ان پر نرم دل ہیں اور اگر آپ بدزبان اور سخت دل ہوتے تو یہ سب آپ کے پاس سے چھٹ جاتے ،سو آپ ان سے درگزر کریں اور ان کے لئے استغفار کریں اور کام کا مشورہ ان سے کیا کریں، پھر جب آپ کا پختہ ارادہ ہو جائے تو اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کریں، بے شک اللہ تعالیٰ توکل کرنیوالوں سے محبت کرتا ہے''۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام سے فرمایا:﴿اذْهَبَا إِلَى فِرْعَوْنَ إِنَّهُ طَغَى فَقُولَا لَهُ قَوْلاً لَّيِّناً لَّعَلَّهُ يَتَذَكَّرُ أَوْ يَخْشَى ﴾(طہ:٤٣-٤٤) ''تم دونوں فرعون کے پاس جاو اس نے بڑی سرکشی کی ہے، اسے نرمی سے سمجھاؤ شاید وہ سمجھ لے یا ڈر جائے''۔

اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ سے فرمایا:﴿ خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِينَ ﴾(اعراف:١٩٩) ''آپ درگزر کو اختیار کریں نیک کام کی تعلیم دیں اور جاہلوں سے ایک کنارہ ہو جائیں''۔

اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ سے فرمایا:﴿فَاصْفَحْ عَنْهُمْ وَقُلْ سَلَامٌ فَسَوْفَ يَعْلَمُون ﴾(زخرف:٨٩) ''پس آپ ان سے منہ پھیر لیں اور کہہ دیں (اچھا بھائی) سلام! انہیں عنقریب (خود ہی) معلوم ہو جائے گا''۔

سچائی:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿وَالَّذِیْ جَاءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهِ أُولَئِكَ هُمُ الْمُتَّقُونَ﴾(زمر:۳۳) ''اور جو سچے دین کو لائے اور جس نے اس کی تصدیق کی یہی لوگ پارسا ہیں''۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿وَاذْكُرْ فِي الْكِتَابِ إِبْرَاهِيمَ إِنَّهُ كَانَ صِدِّيقاً نَّبِيّاً﴾ (مریم:۴۱) ''میں ابراہیم علیہ کا قصہ بیان کر بیشک وہ بڑی سچائی والے پیغمبر تھے''۔

صبر:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿ وَلَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّن قَبْلِكَ فَصَبَرُواْ عَلَى مَا كُذِّبُواْ وَأُوذُواْ حَتَّى أَتَاهُمْ نَصْرُنَا﴾(انعام:۳۴) ''اور بہت سے پیغمبر جو آپ سے پہلے ہوئے ہیں ان کی بھی تکذیب کی جا چکی ہے۔سوانہوں نے اس پر صبر کیا جوان کی تکذیب کی گئی اور ان کو ایذائیں پہنچائی گئیں یہاں تک کہ ہماری امداد ان کو پہنچی''۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿فَاصْبِرْ إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ وَلَا يَسْتَخِفَّنَّكَ الَّذِينَ لَا يُوقِنُونَ﴾ (روم:۶۰) ''پس آپ صبر کریں یقیناً اللہ کا وعدہ سچا ہے آپ کو وہ لوگ ہلکا (بے صبرا) نہ کریں جو یقین نہیں رکھتے''۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿ فَاصْبِرْ صَبْراً جَمِيلاً ﴾(معارج/۵)''پس تو اچھی طرح صبر کر''۔

اخلاص:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿إِنَّا أَنزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ فَاعْبُدِ اللَّهَ مُخْلِصاً لَّهُ الدِّينَ﴾(الزمر:۲) '' یقیناً ہم نے اس کتاب کو آپ کی طرف حق کے ساتھ نازل فرمایا پس اللہ ہی کی عبادت کریں،اسی کے لئے دین کو خالص کرتے ہوئے''۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿هُوَ الْحَيُّ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ فَادْعُوهُ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ﴾ (غافر:۶۵) ''وہ زندہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں پس تم خالص اسی کی عبادت کرتے ہوئے اسے پکارو،تمام خوبیاں اللہ ہی کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کا رب ہے''۔

سخاوت،خدمت اور تواضع:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿هَلْ أَتَاكَ حَدِيثُ ضَيْفِ إِبْرَاهِيمَ الْمُكْرَمِينَ إِذْ دَخَلُوا عَلَيْهِ فَقَالُوا سَلَاماً قَالَ سَلَامٌ قَوْمٌ مُّنكَرُونَ فَرَاغَ إِلَى أَهْلِهِ فَجَاء بِعِجْلٍ سَمِينٍ فَقَرَّبَهُ إِلَيْهِمْ قَالَ أَلَا تَأْكُلُونَ﴾ (ذاریات:۲۴-۲۷) ''کیا تجھے ابراہیم (علیہ السلام) کے معزز مہمانوں کی خبر بھی پہنچی ہے وہ جب ان کے ہاں آئے تو سلام کیا،ابراہیم نے سلام کا جواب دیا (اور کہا یہ تو) اجنبی لوگ ہیں پھر (چپ چاپ جلدی جلدی) اپنے گھر والوں کی طرف گئے اور ایک فربہ بچھڑے کا (گوشت) لائے اور اسے ان کے پاس رکھا اور کہا آپ کھاتے کیوں نہیں؟''

اللہ تعالیٰ حضرت موسیٰ علیہ کا قصہ دو عورتوں کے ساتھ اس طرح بیان کیا ہے کہ:﴿قَالَ مَا خَطْبُكُمَا قَالَتَا لَا نَسْقِي حَتَّى يُصْدِرَ الرِّعَاء وَأَبُونَا شَيْخٌ كَبِيرٌ فَسَقَى لَهُمَا ثُمَّ تَوَلَّى إِلَى الظِّلِّ فَقَالَ رَبِّ إِنِّي لِمَا أَنزَلْتَ إِلَيَّ مِنْ خَيْرٍ فَقِيرٌ﴾(قصص:۲۳-۲۴) ''پوچھا کہ تمہارا کیا حال ہے وہ بولیں کہ جب تک چرواہے واپس نہ لوٹ جائیں ہم پانی نہیں پلاتے اور ہمارے والد بہت بڑی عمر کے بوڑھے ہیں،پس آپ نے خود ان جانوروں کو پانی پلا دیا پھر سائے کی طرف ہٹ آئے اور کہنے لگے اے پروردگار! تو جو کچھ بھلائی میری طرف اتارے میں اس کا محتاج ہوں''۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: تم میری تعریف میں مبالغہ مت کرو جیسے نصاریٰ نے حضرت عیسیٰ بن مریم کی تعریف میں مبالغہ کیا ہے، (ان کو اللہ کا بیٹا کہا ہے) میں صرف اللہ کا بندہ ہوں لہٰذا تم مجھے اللہ کا بندہ اور اس کا رسول کہو۔(بخاری:۳۴۴۵)

دنیا کی زینت سے اعراض:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿ وَلَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ إِلَى مَا مَتَّعْنَا بِهِ أَزْوَاجاً مِّنْهُمْ زَهْرَةَ الْحَيَاةِ الدُّنيَا لِنَفْتِنَهُمْ فِيهِ وَرِزْقُ رَبِّكَ خَيْرٌ وَأَبْقَى﴾(طہ:۱۳۱) ''اور اپنی نگاہیں ہرگز ان چیزوں کی طرف نہ دوڑانا جو ہم نے ان میں سے مختلف لوگوں کو آرائش دنیا کی دے رکھی ہیں تاکہ انہیں اس

میں آزمائیں تیرے رب کا دیا ہوا ہی (بہت) بہتر اور باقی رہنے والا ہے"۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿ وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُم بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيدُونَ وَجْهَهُ وَلَا تَعْدُ عَيْنَاكَ عَنْهُمْ تُرِيدُ زِينَةَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا﴾(کہف:٢٨) "اور اپنے آپ کو ان کے ساتھ رکھا کر جو اپنے پروردگار کو صبح شام پکارتے ہیں اور اسی کے چہرے کے ارادے رکھتے ہیں (رضامندی چاہتے ہیں) خبردار تیری نگاہیں ان سے نہ ہٹنے پائیں کہ دینوی زندگی کے ٹھاٹھ کے ارادے میں لگ جا"۔

نیک کاموں میں رغبت دلانا اور برے کاموں سے روکنا:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿تِلْكَ حُدُودُ اللّهِ وَمَن يُطِعِ اللّهَ وَرَسُولَهُ يُدْخِلْهُ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا وَذَلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ وَمَن يَعْصِ اللّهَ وَرَسُولَهُ وَيَتَعَدَّ حُدُودَهُ يُدْخِلْهُ نَاراً خَالِداً فِيهَا وَلَهُ عَذَابٌ مُّهِينٌ﴾ (نساء:١٣-١٤) "اور جو اللہ تعالیٰ کی اور اس کے رسول (ﷺ) کی فرمانبرداری کرے گا اسے اللہ تعالیٰ جنتوں میں لے جائے گا جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے اور یہ بہت بڑی کامیابی ہے اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی اور اس کے رسول (ﷺ) کی نافرمانی کرے اور اس کی مقررہ حدودں سے آگے نکلے اسے وہ جہنم میں ڈال دے گا جس میں وہ ہمیشہ رہے گا، ایسوں ہی کے لئے رسوا کن عذاب ہے"۔

بھلائی کے کاموں میں جلدی کرنا:

اللہ تعالیٰ نے حضرت زکریا علیہ السلام کی ذریت کے بارے میں فرمایا ہے:﴿إِنَّهُمْ كَانُوا يُسَارِعُونَ فِي الْخَيْرَاتِ وَيَدْعُونَنَا رَغَباً وَرَهَباً وَكَانُوا لَنَا خَاشِعِينَ﴾(انبیاء:٩٠) "یہ بزرگ لوگ نیک کاموں کی طرف جلدی کرتے تھے، اور ہمیں لالچ طمع اور خوف سے پکارتے تھے اور ہمارے سامنے عاجزی کرنے والے تھے"۔

اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے جان ومال کی قربانی:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿لَكِنِ الرَّسُولُ وَالَّذِينَ آمَنُواْ مَعَهُ جَاهَدُواْ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنفُسِهِمْ وَأُوْلَئِكَ لَهُمُ الْخَيْرَاتُ وَأُوْلَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ﴾(توبہ:٨٨) "لیکن خود رسول اللہ (ﷺ) اور اس کے ساتھ کے ایمان والے اپنے مالوں اور جانوں سے جہاد کرتے ہیں یہی لوگ بھلائیوں والے ہیں اور یہی لوگ کامیابی حاصل کرنے والے ہیں"۔

جہاد فی سبیل اللہ:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿ وَكَأَيِّن مِّن نَّبِيٍّ قَاتَلَ مَعَهُ رِبِّيُّونَ كَثِيرٌ فَمَا وَهَنُواْ لِمَا أَصَابَهُمْ فِي سَبِيلِ اللّهِ وَمَا ضَعُفُواْ وَمَا اسْتَكَانُواْ وَاللّهُ يُحِبُّ الصَّابِرِينَ﴾(آل عمران:١٤٦) "بہت سے نبیوں کے ہم رکاب ہو کر بہت سے اللہ والے جہاد کر چکے ہیں، انہیں بھی اللہ کی راہ میں تکلیفیں پہنچیں لیکن نہ تو انہوں نے ہمت ہاری نہ سست رہے اور نہ دبے، اور اللہ صبر کرنے والوں کو (ہی) چاہتا ہے"۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنَافِقِينَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ وَمَأْوَاهُمْ جَهَنَّمُ وَبِئْسَ الْمَصِيرُ﴾ (توبہ:٧٣) "اے نبی! کافروں اور منافقوں سے جہاد جاری رکھو، اور ان پر سخت ہو جاؤ اور ان کی اصلی جگہ دوزخ ہے جو نہایت بدترین جگہ ہے"۔

علم سیکھنا اور سکھانا:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿وَقُل رَّبِّ زِدْنِي عِلْماً﴾(طہ:١١٤) "اور کہہ پروردگار میرا علم بڑھا"۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿ قَالَ لَهُ مُوسَى هَلْ أَتَّبِعُكَ عَلَى أَن تُعَلِّمَنِ مِمَّا عُلِّمْتَ رُشْداً﴾(کہف:٦٦) "ان سے موسیٰ نے کہا کہ کیا میں آپ کی تابعداری کروں کہ آپ مجھے نیک علم سکھا دیں، جو آپ کو سکھایا گیا ہے"۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولاً مِّنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِن كَانُوا مِن قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ﴾(جمعۃ:٢) "وہی ہے جس نے ناخواندہ لوگوں میں ان ہی میں سے ایک رسول بھیجا جو

انہیں اس کی آیتیں پڑھ کر سناتا ہے اوران کو پاک کرتا ہے اورانہیں کتاب وحکمت سکھاتا ہے یقیناً یہ اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے"۔

نفس کو پاک وصاف کرنا اور ہمیشہ اللہ کی عبادت کرکے اور کثرت ذکر سے روح وبدن کو تقویت دینا:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿وَلَقَدْ نَعْلَمُ أَنَّكَ يَضِيقُ صَدْرُكَ بِمَا يَقُولُونَ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَكُن مِّنَ السَّاجِدِينَ وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتَّى يَأْتِيَكَ الْيَقِينُ﴾(حجر:۹۷-۹۹) "ہمیں خوب علم ہے کہ ان کی باتوں سے آپ کا دل تنگ ہوتا ہے آپ اپنے پروردگار کی تسبیح اور حمد بیان کرتے رہیں اور سجدہ کرنے والوں میں شامل ہو جائیں اور اپنے رب کی عبادت کرتے رہیں یہاں تک کہ آپ کو موت آجائے"۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اذْكُرُوا اللَّهَ ذِكْراً كَثِيراً وَسَبِّحُوهُ بُكْرَةً وَأَصِيلاً﴾(أحزاب:۴۱-۴۲)"مسلمانو اللہ کا ذکر بہت زیادہ کرو اور صبح وشام اس کی پاکیزگی بیان کرو"۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا رسول اللہ ﷺ کے پاس خادم مانگنے آئیں اورانہوں نے کام کی شکایت کی آپ نے فرمایا: تم اسے میرے پاس نہیں پاؤ گی البتہ کیا میں تمہیں ایسی چیز نہ بتادوں جو تمہارے لئے خادم سے بھی بہتر ہے تم جب سونے لگو تو ۳۳/سبحان اللہ ۳۳/مرتبہ الحمد للہ، اور ۳۴/مرتبہ اللہ اکبر کہہ لیا کرو۔ (بخاری/۳۱۳۱، مسلم/۲۸۲۸)

مشرکین کے لئے ہدایت کی دعا:

۱-حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ طفیل اوران کے ساتھی نبی ﷺ کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ اے اللہ کے رسول ﷺ قبیلہ دوس نے کفر کیا ہے لہٰذا آپ ان کے لئے بد دعا کریں لوگوں نے کہا دوس اب ہلاک ہوئے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے اللہ! تو قبیلہ دوس کو ہدایت دے اورانہیں

(میرے پاس اسلام قبول کرنے کے لئے) لے آ۔(بخاری:۷۳۹۲، مسلم:۴۲۵۲)

۲-حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں اپنی ماں کو اسلام کی دعوت دیتا تھا وہ مشرکہ تھیں، ایک دن میں نے ان کو دعوت دی تو انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے بارے میں مجھے ایسی باتیں سنائیں جو مجھے ناگوار لگیں، اس میں یہ بھی ہے، میں نے کہا اے اللہ کے رسول ﷺ آپ اللہ سے دعا کر دیجئے کہ ابو ہریرہ کی ماں کو ہدایت دے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے اللہ تو ابو ہریرہ کی ماں کو ہدایت دے۔(مسلم:۱۹۴۲)

۳-حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ گویا میں نبی ﷺ کی طرف دیکھ رہا ہوں آپ ایک نبی کا قصہ بیان کر رہے تھے، ان کی قوم نے انہیں مارا تھا یہاں تک کہ انہیں خون آلود کر دیا تھا، وہ اپنی پیشانی سے خون پوچھ رہے تھے اور کہہ رہے تھے اے اللہ! تو میری قوم کو بخش دے اس لئے کہ وہ نہیں جانتے ہیں۔(بخاری:۳۴۷۷، مسلم:۱۷۹۲)

ہر وقت اور ہر حالت میں دعوت وتبلیغ کرنا:

اللہ تعالیٰ حضرت نوح علیہ السلام کے بارے میں فرماتا ہے:﴿قَالَ رَبِّ إِنِّي دَعَوْتُ قَوْمِي لَيْلاً وَنَهَاراً﴾(نوح:۵)"(نوح علیہ السلام نے) کہا اے میرے پروردگار! میں نے اپنی قوم کو رات دن تیری طرف بلایا"۔

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی ﷺ نے ہمیں بلایا چنانچہ ہم نے آپ سے بیعت کی آپ نے بیعت میں ہم سے یہ اقرار لیا کہ خوشی وناخوشی تکلیف وآسانی ہر حال میں آپ کا حکم سنیں گے اور بجا لائیں گے، اور اگر ہمارے اوپر کسی کو ترجیح دی گئی تب بھی، اور جو شخص سرداری کے لائق ہوگا ہم اس سے جھگڑا نہیں کریں گے، الا یہ کہ جب تم اعلانیہ اس کو کفر کرتے دیکھو تو اللہ کے پاس تم کو دلیل مل جائے گی۔(بخاری/۷۰۵۵، مسلم/۱۷۰۹)

مشورہ کرنا:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ﴾(آل عمران:۱۵۹)"اور کام کا مشورہ ان

سے کیا کریں''۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿وَأَمْرُهُمْ شُورَى بَيْنَهُمْ﴾ (شوریٰ: ۳۸) ''اوران کا (ہر) کام آپس کے مشورے سے ہوتا ہے''۔

اللہ پر یقین وتوکل:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿إِلَّا تَنصُرُوهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّهُ إِذْ أَخْرَجَهُ الَّذِينَ كَفَرُواْ ثَانِيَ اثْنَيْنِ إِذْ هُمَا فِي الْغَارِ إِذْ يَقُولُ لِصَاحِبِهِ لاَ تَحْزَنْ إِنَّ اللّهَ مَعَنَا﴾ (توبہ: ۴۰) ''اگر تم ان (نبی ﷺ) کی مدد نہ کرو تو اللہ ہی نے ان کی مدد کی اس وقت جبکہ انہیں کافروں نے (دیس سے) نکال دیا تھا، دو میں سے دوسرا جبکہ دونوں غار میں تھے، جب یہ اپنے ساتھی سے کہہ رہے تھے غم نہ کر اللہ ہمارے ساتھ ہے''۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿فَلَمَّا تَرَاءى الْجَمْعَانِ قَالَ أَصْحَابُ مُوسَى إِنَّا لَمُدْرَكُونَ قَالَ كَلَّا إِنَّ مَعِيَ رَبِّي سَيَهْدِينِ فَأَوْحَيْنَا إِلَى مُوسَى أَنِ اضْرِب بِّعَصَاكَ الْبَحْرَ فَانفَلَقَ فَكَانَ كُلُّ فِرْقٍ كَالطَّوْدِ الْعَظِيمِ﴾ (شعراء: ۶۱-۶۳) ''پس جب دونوں نے ایک دوسرے کو دیکھ لیا تو موسیٰ کے ساتھیوں نے کہا ہرگز نہیں یقین مانو، میرا رب میرے ساتھ ہے، جو ضرور مجھے راہ دکھائے گا، ہم نے موسیٰ کی طرف وحی بھیجی کہ دریا پر اپنی لاٹھی مار، پس اسی وقت دریا پھٹ گیا اور ہر ایک حصہ پانی کا مثل بڑے پہاڑ کے ہوگیا''۔

تمام احوال میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرنا اور نماز پڑھنا:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوحٍ فَكَذَّبُوا عَبْدَنَا وَقَالُوا مَجْنُونٌ وَازْدُجِرَ فَدَعَا رَبَّهُ أَنِّي مَغْلُوبٌ فَانتَصِرْ فَفَتَحْنَا أَبْوَابَ السَّمَاء بِمَاء مُّنْهَمِرٍ وَفَجَّرْنَا الْأَرْضَ عُيُونًا فَالْتَقَى الْمَاء عَلَى أَمْرٍ قَدْ قُدِرَ وَحَمَلْنَاهُ عَلَى ذَاتِ أَلْوَاحٍ وَدُسُرٍ﴾ (قمر: ۹-۱۳) ''اس سے پہلے قوم نوح نے بھی ہمارے بندے کو جھٹلایا تھا اور دیوانہ بتلا کر جھڑک دیا تھا، پس اس نے اپنے رب سے دعا کی کہ میں بے بس ہوں تو میری مدد کر پس ہم نے آسمان کے

دروازوں کو زور کے مینہ سے کھول دیا، اور زمین سے چشموں کو جاری کر دیا پس اس کام کے لئے جو مقدر کیا گیا تھا (دونوں) پانی جمع ہو گئے، اور ہم نے اسے تختوں اور کیلوں والی (کشتی) پر سوار کر لیا''۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿إِذْ تَسْتَغِيثُونَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ أَنِّي مُمِدُّكُم بِأَلْفٍ مِّنَ الْمَلآئِكَةِ مُرْدِفِينَ﴾ (انفال: ۹) ''اس وقت کو یاد کرو جب تم اپنے رب سے فریاد کر رہے تھے، پھر اللہ تعالیٰ نے تمہاری سن لی کہ میں تم کو ایک ہزار فرشتوں سے مدد دوں گا جو لگاتار چلے آئیں گے''۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿وَاسْتَعِينُواْ بِالصَّبْرِ وَالصَّلاَةِ وَإِنَّهَا لَكَبِيرَةٌ إِلاَّ عَلَى الْخَاشِعِينَ﴾ (بقرہ: ۴۵) ''اور صبر اور نماز کے ساتھ مدد طلب کرو یہ چیز شاق ہے، مگر ڈر رکھنے والوں پر''۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے جب کوئی معاملہ آتا (جس سے آپ کو الجھن ہوتی) تو نماز پڑھتے۔ (احمد/۲۳۶۸۸، ابوداؤد/۱۳۱۹)

تمام احوال میں گلہ وشکوہ اللہ ہی سے کرنا اور اسی سے مانگنا:

اللہ تعالیٰ حضرت یعقوب علیہ السلام کے بارے میں فرماتا ہے:﴿قَالَ إِنَّمَا أَشْكُو بَثِّي وَحُزْنِي إِلَى اللّهِ وَأَعْلَمُ مِنَ اللّهِ مَا لاَ تَعْلَمُونَ﴾ (یوسف: ۸۶) ''انہوں نے کہا کہ میں تو اپنی پریشانیوں اور رنج کی فریاد اللہ ہی سے کر رہا ہوں، مجھے اللہ کی طرف سے وہ باتیں معلوم ہیں جو تم نہیں جانتے''۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿وَأَيُّوبَ إِذْ نَادَى رَبَّهُ أَنِّي مَسَّنِيَ الضُّرُّ وَأَنتَ أَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ فَاسْتَجَبْنَا لَهُ فَكَشَفْنَا مَا بِهِ مِن ضُرٍّ وَآتَيْنَاهُ أَهْلَهُ وَمِثْلَهُم مَّعَهُمْ رَحْمَةً مِّنْ عِندِنَا وَذِكْرَى لِلْعَابِدِينَ﴾ (انبیاء: ۸۳-۸۴) ''ایوب (علیہ السلام) کی حالت کو یاد کرو جبکہ اس نے اپنے پروردگار کو پکارا کہ مجھے یہ بیماری لگ گئی ہے، اور تو رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم کرنے والا ہے، تو ہم نے اس کی سن لی اور جو دکھ انہیں تھا اسے دور کر دیا، اور اس کو اہل وعیال عطا فرمائے

بلکہ اس کے ساتھ ویسے ہی اور اپنی خاص مہربانی سے تاکہ سچے بندوں کے لئے سبب نصیحت ہو''۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿وَزَكَرِيَّا إِذْ نَادَى رَبَّهُ رَبِّ لَا تَذَرْنِي فَرْدًا وَأَنْتَ خَيْرُ الْوَارِثِينَ فَاسْتَجَبْنَا لَهُ وَوَهَبْنَا لَهُ يَحْيَى وَأَصْلَحْنَا لَهُ زَوْجَهُ﴾ (انبیاء:۸۹-۹۰) ''اور زکریا (علیہ السلام) کو یاد کرو جب اس نے اپنے رب سے دعا کی کہ اے میرے پروردگار! مجھے تنہا نہ چھوڑ، تو سب سے بہتر وارث ہے، ہم نے اس کی دعا قبول فرما کر اسے یحییٰ (علیہ السلام) عطا فرمایا اور ان کی بیوی کو ان کے لئے درست کر دیا''۔

اچھے ماحول میں رہنا اور برے ماحول سے بچنا:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ﴾ (توبہ:۱۱۹) ''اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ رہو''۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُم بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيدُونَ وَجْهَهُ وَلَا تَعْدُ عَيْنَاكَ عَنْهُمْ تُرِيدُ زِينَةَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَلَا تُطِعْ مَنْ أَغْفَلْنَا قَلْبَهُ عَن ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوَاهُ وَكَانَ أَمْرُهُ فُرُطًا﴾ (کہف:۲۸) ''اور اپنے آپ کو انہیں کے ساتھ رکھا کر جو اپنے پروردگار کو صبح وشام پکارتے ہیں اور اسی کی رضامندی چاہتے ہیں خبردار! تیری نگاہیں ان سے نہ ہٹنے پائیں کہ دنیوی زندگی کے ٹھاٹھ کے ارادے میں لگ جا، دیکھ اس کا کہنا نہ ماننا جس کے دل کو ہم نے اپنے ذکر سے غافل کر دیا ہے اور جو اپنی خواہش کے پیچھے پڑا ہوا ہے اور جس کا کام حد سے گزر چکا ہے''۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿وَجَاءَ رَجُلٌ مِّنْ أَقْصَى الْمَدِينَةِ يَسْعَى قَالَ يَا مُوسَى إِنَّ الْمَلَأَ يَأْتَمِرُونَ بِكَ لِيَقْتُلُوكَ فَاخْرُجْ إِنِّي لَكَ مِنَ النَّاصِحِينَ فَخَرَجَ مِنْهَا خَائِفًا يَتَرَقَّبُ قَالَ رَبِّ نَجِّنِي مِنَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ﴾ (قصص:۲۰-۲۱) ''شہر کے پرے کنارے سے ایک شخص دوڑتا ہوا آیا اور کہنے لگا اے موسیٰ! یہاں کے سردار تیرے قتل کا مشورہ کر رہے ہیں، پس تو بہت جلد چلا جا مجھے اپنا خیر خواہ مان، پس موسیٰ (علیہ السلام) وہاں سے خوفزدہ ہو کر

دیکھتے بھالتے نکل کھڑے ہوئے، کہنے لگے اے پروردگار! مجھے ظالموں کے گروہ سے بچالے''۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿وَإِمَّا يُنسِيَنَّكَ الشَّيْطَانُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرَى مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ﴾ (انعام:۶۸) ''اور اگر آپ کو شیطان بھلا دے تو یاد آنے کے بعد پھر ایسے ظالم لوگوں کے ساتھ مت بیٹھیں''۔

اللہ پر بھروسہ کرنا، اپنی ذات کو سب کچھ نہ سمجھنا اور مشروع وسائل وذرائع کو اختیار کرنا:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿قُل لَّا أَمْلِكُ لِنَفْسِي نَفْعًا وَلَا ضَرًّا إِلَّا مَا شَاءَ اللَّهُ وَلَوْ كُنتُ أَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ وَمَا مَسَّنِيَ السُّوءُ إِنْ أَنَا إِلَّا نَذِيرٌ وَبَشِيرٌ لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ﴾ (اعراف:۱۸۸) ''آپ فرما دیجئے کہ میں خود اپنی ذات خاص کے لئے کسی نفع کا اختیار نہیں رکھتا اور نہ کسی ضرر کا، مگر اتنا ہی کہ جتنا اللہ نے چاہا ہو اور اگر میں غیب کی باتیں جانتا ہوتا تو میں بہت سے منافع حاصل کر لیتا اور کوئی نقصان مجھ کو نہ پہنچتا میں تو محض ڈرانے والا اور بشارت دینے والا ہوں ان لوگوں کو جو ایمان رکھتے ہوں''۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿فَلَمْ تَقْتُلُوهُمْ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ قَتَلَهُمْ وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ رَمَىٰ وَلِيُبْلِيَ الْمُؤْمِنِينَ مِنْهُ بَلَاءً حَسَنًا إِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ﴾ (انفال:۱۷) ''سو تم نے انہیں قتل نہیں کیا لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کو قتل کیا اور آپ نے خاک کی مٹھی نہیں پھینکی بلکہ اللہ تعالیٰ نے وہ پھینکی اور تاکہ مسلمانوں کو اپنی طرف سے ان کی محنت کا خوب عوض دے بلاشبہ اللہ تعالیٰ خوب سننے اور خوب جاننے والا ہے''۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کہا کرتے تھے: " **لا الہ الا اللہ وحدہ، أعز جندہ ونصر عبدہ وغلب الاحزاب وحدہ فلا شیء بعدہ**". ''اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں وہ اکیلا ہے، اس نے اپنی فوج (مسلمانوں) کو عزت دی اور اپنے بندے (محمد ﷺ) کی مدد کی اور کافروں کی فوجوں پر وہ اکیلا غالب آیا (سب کو بھگا دیا) اس کی ہستی کے مقابلہ میں ساری چیزیں ہیچ ہیں''۔ (بخاری/۴۱۱۴، مسلم/۲۷۲۴)

اللہ کے احکام کو بجالانا اگرچہ خلاف عقل ہو:

جیسے کہ اللہ کے احکام کو بجالاتے ہوئے حضرت نوح علیہ السلام نے خشکی پر کشتی بنائی تھی حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی بیوی بچے کو وادی غیر ذی زرع (بے آب وگیاہ) میں چھوڑ دیا تھا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو سانپ پکڑنے اور دریا میں لاٹھی مارنے کا حکم دیا گیا تھا تو انہوں نے اللہ کے حکم کی تعمیل کی تھی۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿ وَيَصْنَعُ الْفُلْكَ وَكُلَّمَا مَرَّ عَلَيْهِ مَلأٌ مِّن قَوْمِهِ سَخِرُواْ مِنْهُ قَالَ إِن تَسْخَرُواْ مِنَّا فَإِنَّا نَسْخَرُ مِنكُمْ كَمَا تَسْخَرُونَ ﴾(ھود :٣٨) ”وہ (نوح) کشتی بنانے لگے ان کی قوم کے جو سرداران کے پاس سے گزرتے وہ ان کا مذاق اڑاتے، وہ کہتے اگر تم ہمارا مذاق اڑاتے ہو تو ہم بھی تم پر ایک دن ہنسیں گے جیسے تم ہم پر ہنستے ہو“۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿ رَّبَّنَا إِنِّي أَسْكَنتُ مِن ذُرِّيَّتِي بِوَادٍ غَيْرِ ذِي زَرْعٍ عِندَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ رَبَّنَا لِيُقِيمُواْ الصَّلاَةَ ﴾(ابراھیم:٣٧) ”اے ہمارے پروردگار! میں نے اپنی کچھ اولاد اس بے کھیتی کی وادی میں تیرے حرمت والے گھر کے پاس بسائی ہے اے ہمارے پروردگار! یہ اس لئے کہ وہ نماز قائم رکھیں“۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿ وَمَا تِلْكَ بِيَمِينِكَ يَا مُوسَى قَالَ هِيَ عَصَايَ أَتَوَكَّأُ عَلَيْهَا وَأَهُشُّ بِهَا عَلَى غَنَمِي وَلِيَ فِيهَا مَآرِبُ أُخْرَى قَالَ أَلْقِهَا يَا مُوسَى فَأَلْقَاهَا فَإِذَا هِيَ حَيَّةٌ تَسْعَى قَالَ خُذْهَا وَلَا تَخَفْ سَنُعِيدُهَا سِيرَتَهَا الْأُولَى ﴾(طٰہٰ:١٧-٢١) ”اے موسیٰ! تیرے اس دائیں ہاتھ میں کیا ہے، جواب دیا کہ یہ میری لاٹھی ہے جس پر میں ٹیک لگاتا ہوں، اور جس سے میں اپنی بکریوں کے لئے پتے جھاڑ لیا کرتا ہوں اور بھی اس میں مجھے بہت فائدے ہیں فرمایا اے موسیٰ! اسے ہاتھ سے نیچے ڈال دے، ڈالتے ہی وہ سانپ بن کر دوڑنے لگی، فرمایا بے خوف ہو کر اسے پکڑ لے، ہم اسے اسی پہلی سی صورت میں دوبارہ لا دیں گے“۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿فَأَوْحَيْنَا إِلَى مُوسَى أَنِ اضْرِب بِّعَصَاكَ الْبَحْرَ فَانفَلَقَ فَكَانَ

كُلُّ فِرْقٍ كَالطَّوْدِ الْعَظِيمِ ﴾(شعراء:٦٣) ”ہم نے موسیٰ (علیہ السلام) کی طرف وحی بھیجی کہ دریا پر اپنی لاٹھی مار، پس اسی وقت دریا پھٹ گیا اور ہر ایک حصہ پانی کا مثل بڑے پہاڑ کے ہو گیا“۔

دعوت کے راستے میں تکلیفیں اور گالیاں برداشت کر لینا:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿ أَمْ حَسِبْتُمْ أَن تَدْخُلُواْ الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَأْتِكُم مَّثَلُ الَّذِينَ خَلَوْاْ مِن قَبْلِكُم مَّسَّتْهُمُ الْبَأْسَاء وَالضَّرَّاء وَزُلْزِلُواْ حَتَّى يَقُولَ الرَّسُولُ وَالَّذِينَ آمَنُواْ مَعَهُ مَتَى نَصْرُ اللّهِ أَلا إِنَّ نَصْرَ اللّهِ قَرِيبٌ ﴾(بقرہ: ٢١٤) ”کیا تم یہ گمان کئے بیٹھے ہو کہ جنت میں چلے جاؤ گے، حالانکہ اب تک تم پر وہ حالات نہیں آئے جو تم سے اگلے لوگوں پر آئے تھے، انہیں بیماریاں اور مصیبتیں پہنچیں اور وہ یہاں تک جھنجھوڑے گئے کہ رسول اور اس کے ساتھ کے ایمان والے کہنے لگے کہ اللہ کی مدد کب آئے گی۔ سن رکھو اللہ کی مدد قریب ہی ہے“۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿وَمَا لَنَا أَلَّا نَتَوَكَّلَ عَلَى اللّهِ وَقَدْ هَدَانَا سُبُلَنَا وَلَنَصْبِرَنَّ عَلَى مَا آذَيْتُمُونَا وَعَلَى اللّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُون ﴾(ابراھیم:١٢) ”آخر کیا وجہ ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ پر بھروسہ نہ رکھیں جبکہ اسی نے ہماری راہیں سجھائی، واللہ جو ایذائیں تم ہمیں دو گے ہم ان پر صبر ہی کریں گے توکل کرنے والوں کو یہی لائق ہے کہ اللہ ہی پر توکل کریں“۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿وَإِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِينَ كَفَرُواْ لِيُثْبِتُوكَ أَوْ يَقْتُلُوكَ أَوْ يُخْرِجُوكَ وَيَمْكُرُونَ وَيَمْكُرُ اللّهُ وَاللّهُ خَيْرُ الْمَاكِرِينَ ﴾(انفال: ٣٠) ”اور اس واقعہ کا بھی ذکر کیجئے جب کہ کافر لوگ آپ کی نسبت تدبیر سوچ رہے تھے کہ آپ کو قید کر لیں، یا آپ کو قتل کر ڈالیں یا آپ کو خارج وطن کر دیں اور وہ تو اپنی تدبیریں کر رہے تھے اور اللہ اپنی تدبیر کر رہا تھا اور سب سے زیادہ مستحکم تدبیر والا اللہ ہے“۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھے اللہ کے راستے میں جتنا ڈرایا گیا ہے اتنا کسی کو نہیں ڈرایا گیا اور اللہ کے راستے میں مجھے جو اذیت دی گئی ہے اتنی اذیت

کسی کو نہیں دی گئی، تیس دن اور رات ایسے گزرے ہیں کہ میرے اور بلال کے پاس کھانا نہیں تھا، الا یہ کہ کوئی چیز بلال اپنے بغل میں چھپائے ہوں۔ (ترمذی/۲۴۷۲، ابن ماجہ/۱۵۱)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی ﷺ سے پوچھا کہ کیا آپ پر احد کے دن سے بھی کوئی سخت دن گزرا ہے، آپ نے فرمایا کہ تمہاری قوم سے مجھے بہت تکلیفیں پہنچی ہیں اور ان میں سب سے سخت تکلیف عقبہ کے دن پہنچی ہے، جب میں نے اپنے آپ کو ابن عبد یالیل بن عبد کلال پر پیش کیا، اس نے میری بات نہیں مانی پھر میں افسردہ ہو کر چلا مجھے افاقہ اس وقت ہوا جب میں قرن ثعالب میں پہنچا۔ (بخاری/ ۳۲۳۱، مسلم/ ۵۹۷۱)

تہمت وعیب لگانے اور مذاق اڑانے پر صبر کرنا:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿كَذَلِكَ مَا أَتَى الَّذِينَ مِن قَبْلِهِم مِّن رَّسُولٍ إِلَّا قَالُوا سَاحِرٌ أَوْ مَجْنُونٌ﴾ (ذاریات: ۵۲) ''اسی طرح جو لوگ ان سے پہلے گزریں ہیں ان کے پاس جو بھی رسول آیا انہوں نے کہہ دیا یا تو یہ جادوگر ہے یا دیوانہ ہے''۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّن قَبْلِكَ فَحَاقَ بِالَّذِينَ سَخِرُوا مِنْهُم مَّا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِئُونَ﴾ (انعام: ۱۰) ''اور واقعی آپ سے پہلے جو پیغمبر ہوئے ہیں ان کے ساتھ بھی استہزاء کیا گیا ہے پھر جن لوگوں نے ان سے مذاق کیا تھا ان کو اس عذاب نے آگھیرا جس کا تمسخر اڑاتے تھے''۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿بَلْ قَالُوا أَضْغَاثُ أَحْلَامٍ بَلِ افْتَرَاهُ بَلْ هُوَ شَاعِرٌ فَلْيَأْتِنَا بِآيَةٍ كَمَا أُرْسِلَ الْأَوَّلُونَ﴾ (انبیاء: ۵) ''اتنا ہی نہیں بلکہ اس نے از خود اسے گھڑ لیا ہے بلکہ یہ شاعر ہے، ورنہ ہمارے سامنے یہ کوئی ایسی نشانی لاتے جیسے کہ اگلے پیغمبر بھیجے گئے تھے''۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَلَقَدْ نَعْلَمُ أَنَّكَ يَضِيقُ صَدْرُكَ بِمَا يَقُولُونَ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَكُن مِّنَ السَّاجِدِينَ وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتَّى يَأْتِيَكَ الْيَقِينُ﴾ (حجر: ۹۷-۹۹) ''ہمیں خوب علم ہے کہ ان کی باتوں سے آپ کا دل تنگ ہوتا ہے، آپ اپنے پروردگار کی تسبیح اور حمد

بیان کرتے رہیں اور سجدہ کرنے والوں میں شامل ہو جائیں اور اپنے رب کی عبادت کرتے رہیں یہاں تک کہ آپ کو موت آجائے''۔

اللہ پر توکل اور دشمنوں کے مقابلے میں بہادری اور ثابت قدمی کا مظاہرہ کرنا:

﴿وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَأَ نُوحٍ إِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ يَا قَوْمِ إِن كَانَ كَبُرَ عَلَيْكُم مَّقَامِي وَتَذْكِيرِي بِآيَاتِ اللَّهِ فَعَلَى اللَّهِ تَوَكَّلْتُ فَأَجْمِعُوا أَمْرَكُمْ وَشُرَكَاءَكُمْ ثُمَّ لَا يَكُنْ أَمْرُكُمْ عَلَيْكُمْ غُمَّةً ثُمَّ اقْضُوا إِلَيَّ وَلَا تُنظِرُونِ﴾ (یونس: ۷۱) ''اور آپ ان کو نوح (علیہ السلام) کا قصہ پڑھ کر سنائیے کہ جب انہوں نے اپنی قوم سے فرمایا کہ میری قوم اگر تم کو میرا رہنا اور احکام الٰہی کی نصیحت کرنا بھاری معلوم ہوتا ہے تو میرا تو اللہ ہی پر بھروسہ ہے تم اپنی تدبیر مع اپنے شرکا کے پختہ کر لو پھر تمہاری تدبیر تمہاری گھٹن کا باعث نہ ہونی چاہئے، پھر میرے ساتھ کر گزرو اور مجھ کو مہلت نہ دو''۔

اللہ تعالیٰ حضرت ہود علیہ السلام کے بارے میں فرماتا ہے: ﴿قَالَ إِنِّي أُشْهِدُ اللَّهَ وَاشْهَدُوا أَنِّي بَرِيءٌ مِّمَّا تُشْرِكُونَ مِن دُونِهِ فَكِيدُونِي جَمِيعًا ثُمَّ لَا تُنظِرُونِ إِنِّي تَوَكَّلْتُ عَلَى اللَّهِ رَبِّي وَرَبِّكُم مَّا مِن دَابَّةٍ إِلَّا هُوَ آخِذٌ بِنَاصِيَتِهَا إِنَّ رَبِّي عَلَى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ﴾ (ہود: ۵۴-۵۶) ''اس نے جواب دیا کہ میں اللہ کو گواہ کرتا ہوں اور تم بھی گواہ ہو کہ میں تو اللہ کے سوا ان سب سے بیزار ہوں، جنہیں تم شریک بنا رہے ہو، اچھا تم سب مل کر میرے خلاف چالیں چل لو اور مجھے بالکل مہلت بھی نہ دو، میرا بھروسہ صرف اللہ تعالیٰ پر ہی ہے، جو میرا اور تم سب کا پروردگار ہے، جتنے بھی پاؤں دھرنے والے ہیں سب کی پیشانی وہی تھامے ہوئے ہے، یقیناً میرا رب بالکل صحیح راہ پر ہے''۔

تکلیفوں کو دور کرنے اور ضرورتوں کو پورا کرنے کے لئے اللہ کی قدرت سے استفادہ:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَذَا النُّونِ إِذ ذَّهَبَ مُغَاضِبًا فَظَنَّ أَن لَّن نَّقْدِرَ عَلَيْهِ فَنَادَى فِي الظُّلُمَاتِ أَن لَّا إِلَهَ إِلَّا أَنتَ سُبْحَانَكَ إِنِّي كُنتُ مِنَ الظَّالِمِينَ

فَاسْتَجَبْنَا لَهُ وَنَجَّيْنَاهُ مِنَ الْغَمِّ وَكَذَلِكَ نُنجِي الْمُؤْمِنِينَ﴾ (انبیاء:۸۷-۸۸)
''مچھلی والے (حضرت یونس علیہ السلام) کو یاد کرو جبکہ وہ غصہ سے چل دیا اور خیال کیا کہ ہم اسے نہ پکڑ سکیں گے بالآخر وہ اندھیروں کے اندر سے پکار اٹھا کہ الٰہی تیرے سوا کوئی معبود نہیں تو پاک ہے، بیشک میں ظالموں میں ہو گیا، تو ہم نے اس کی پکار سن لی اور اسے غم سے نجات دے دی اور ہم ایمان والوں کو اسی طرح بچا لیا کرتے ہیں''۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿وَإِذِ اسْتَسْقَى مُوسَى لِقَوْمِهِ فَقُلْنَا اضْرِب بِّعَصَاكَ الْحَجَرَ فَانفَجَرَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْناً قَدْ عَلِمَ كُلُّ أُنَاسٍ مَّشْرَبَهُمْ﴾ (البقرہ:۶۰) ''اور جب موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کے لئے پانی مانگا تو ہم نے کہا کہ اپنی لاٹھی پتھر پر مارو، پس اس سے بارہ چشمے پھوٹ نکلے، اور ہر گروہ نے اپنا چشمہ پہچان لیا''۔

بڑے مرتبے والوں پر توجہ:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا مُوسَى بِآيَاتِنَا وَسُلْطَانٍ مُّبِينٍ إِلَى فِرْعَوْنَ وَهَامَانَ وَقَارُونَ فَقَالُوا سَاحِرٌ كَذَّابٌ﴾ (غافر:۲۳-۲۴) ''اور ہم نے موسیٰ (علیہ السلام) کو اپنی آیتوں اور کھلی دلیلوں کے ساتھ بھیجا فرعون ہامان اور قارون کی طرف تو انہوں نے کہا (یہ تو) جادوگر اور جھوٹا ہے''۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا:﴿اذْهَبْ أَنتَ وَأَخُوكَ بِآيَاتِي وَلَا تَنِيَا فِي ذِكْرِي اذْهَبَا إِلَى فِرْعَوْنَ إِنَّهُ طَغَى فَقُولَا لَهُ قَوْلاً لَّيِّناً لَّعَلَّهُ يَتَذَكَّرُ أَوْ يَخْشَى﴾ (طہ:۴۲-۴۴) ''اب تو اپنے بھائی سمیت میری نشانیاں ہمراہ لئے ہوئے جا، اور خبردار میرے ذکر میں سستی نہ کرنا، تم دونوں فرعون کے پاس جاؤ اس نے بڑی سرکشی کی ہے، اسے نرمی سے سمجھاؤ کہ شاید وہ سمجھ لے یا ڈر جائے''۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر دس یہودی میرے اوپر ایمان لے آئیں تو یہود میرے اوپر ایمان لے آئیں گے۔ (بخاری:٤١٩٣)

دین پر استقامت:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿فَاسْتَقِمْ كَمَا أُمِرْتَ وَمَن تَابَ مَعَكَ وَلَا تَطْغَوْاْ إِنَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ﴾ (ھود:۱۱۲) ''پس آپ جمے رہئے جیسا کہ آپ کو حکم دیا گیا ہے اور وہ لوگ بھی جو آپ کے ساتھ توبہ کر چکے ہیں، خبردار تم حد سے نہ بڑھنا، اللہ تمہارے تمام اعمال کا دیکھنے والا ہے''۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿وَمَا أُرِيدُ أَنْ أُخَالِفَكُمْ إِلَى مَا أَنْهَاكُمْ عَنْهُ إِنْ أُرِيدُ إِلَّا الْإِصْلَاحَ مَا اسْتَطَعْتُ وَمَا تَوْفِيقِي إِلَّا بِاللَّهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْهِ أُنِيبُ﴾ (ھود:۸۸) ''میرا یہ ارادہ بالکل نہیں ہے کہ تمہارے خلاف کر کے خود اس چیز کی طرف جھک جاؤں جس سے تمہیں روک رہا ہوں، میرا ارادہ تو اپنی طاقت بھر اصلاح کرنے کا ہے، میری توفیق اللہ ہی کی مدد سے ہے، اسی پر میرا بھروسہ ہے اور اسی کی طرف میں رجوع کرتا ہوں''۔

اللہ کے فضل و کرم سے یہ کتاب مکمل ہوئی اس پر میں اللہ کا شکر گزار ہوں اسی کی نعمت سے صالحات کی تکمیل ہوتی ہے، وہی تعریف کے لائق ہے۔

اللهم لا مانع لما اعطيت ولا معطى لما منعت ولا ينفع ذالجد منك الجد۔
ربنا آتنا فى الدنيا حسنة وفى الآخرة حسنة وقنا عذاب النار۔
ربنا هب لنا من أزواجنا وذرياتنا قرة اعين واجعلنا للمتقين اماما۔
ربنا لاتزغ قلوبنا بعد اذ هديتنا وهب لنا من لدنك رحمة انك انت الوهاب۔
ربنا ظلمنا انفسنا وان لم تغفرلنا وترحمنا لنكونن من الخاسرين۔
ربنا لاتؤاخذنا ان نسينا أو اخطأنا ربنا ولا تحمل علينا اصراً كما حملته على الذين من قبلنا ربنا ولا تحملنا مالا طاقة لنا به واعف عنا واغفرلنا وارحمنا انت مولانا فانصرنا على القوم الكافرين۔
سبحان الله وبحمده ، سبحانك اللهم وبحمدك ، أشهد أن لا إله إلا أنت،

أستغفرك وأتوب إليك .

١/٣/١٤٢١هـ

والحمد لله رب العالمين.

تمت

مختصر فقہ اسلامی